الحمد للہ خالق الارض والسموات

کہ

جلد ششم

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمیٰ بہ

مرآۃ المناجیح

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذو المرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ گجرات

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

بَابُ الْعَقِيقَةِ. اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ. عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہا اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَيْتُ

عقیقہ کا بیان[1] - پہلی فصل - روایت ہے حضرت سلمان ابن عامر ضبی سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بچے کے ساتھ عقیقہ ہے تو اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی دور کرو۔ (بخاری)۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے تھے تو آپ انہیں دعائے برکت دیتے اور ان کی تحنیک کرتے تھے (مسلم)، روایت ہے حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق سے کہ وہ مکہ معظمہ میں عبداللہ ابن زبیر کی حاملہ ہوئیں۔ فرماتی ہیں کہ قبا میں میرے ہاں ولادت ہوئی پھر میں

[1] عقیقہ بنا ہے عق سے بمعنی کاٹنا، الگ کرنا۔ اسی لیے ماں باپ کی نافرمانی کو عقوق کہتے ہیں، اور نافرمان اولاد کو عاق کیونکہ وہ نافرمان بھی اپنے ماں باپ بلکہ خدا تعالٰی کی رحمت سے کٹ جاتا ہے، الگ ہو جاتا ہے۔ اصطلاح شریعت میں عقیقہ، بچے نومولود کے سر سے اتارے ہوئے بال بھی عقیقہ ہیں، اور اس حجامت کے وقت ذبح کیا ہوا جانور بھی عقیقہ ہے یعنی الگ کئے ہوئے بال اور سر کا ٹا ہوا جانور۔ امام احمد کے ہاں عقیقہ واجب ہے۔ باقی اماموں کے ہاں سنت۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ قربانی کے واجب ہونے سے تمام ذبیحے منسوخ ہو گئے۔ جیسے روزۂ رمضان واجب ہونے سے تمام دوسرے روزے منسوخ ہو گئے یا غسل جنابت واجب ہونے سے سارے دوسرے دنوں کے غسل منسوخ ہوئے (اشعۃ اللمعات) امام اعظم کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقیقہ کے وجوب کا انکار فرماتے ہیں سنیت کا نہیں۔ کیونکہ غسل جنابت سے جمعہ و عیدین کے غسل کی سنیت باقی ہے وجوب ختم ہوا۔ یوں ہی زکوٰۃ کی فرضیت سے صدقہ فطرہ باقی ہے۔ لہٰذا قول یہ ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔

عقیقہ کے احکام قربانی کی طرح ہیں، کہ عقیقہ کی بکری ایک سال سے کم نہ ہو، گائے دو سال سے اور اونٹ پانچ سال سے نیز بکری صرف ایک کی طرف سے ہو سکتی ہے، گائے اونٹ میں سات عقیقے ہو سکتے ہیں، اس طرح کہ لڑکے کے دو حصے، لڑکی کے لیے گائے وغیرہ کا ایک حصہ۔ عقیقہ کا گوشت بھی قربانی کی طرح تین حصے کیا جائے، ایک حصہ خیرات، ایک حصہ عزیزوں میں تقسیم اور ایک حصہ اپنے گھر کھایا جائے۔ سری نائی کو، ران دائی کو دی جائے اگر وہ دونوں مسلمان ہوں۔ بقیہ احکام کتب فقہ میں دیکھو

بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِيْ حَجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِيْ فِيْهِ ثُمَّ حَنَّكَهٗ ثُمَّ دَعَا لَهٗ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ اُمِّ كُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلٰى مَكِنَاتِهَا قَالَتْ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ

انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی حضور نے انہیں گود میں رکھا پھر چھوہارا منگایا اُسے چبایا، پھر اُن کے منہ میں تھوک دیا پھر اُن کی تحنیک کی پھر اُن کے لئے برکت کی دعا مانگی۔ اور یہ اسلام میں پہلا بچہ تھا جو پیدا ہوا (مسلم بخاری)۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ام کرز سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پرندوں کو اُن کے گھونسلوں میں رکھو فرماتی ہیں میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں۔ اور

۵۲ آپ صحابی ہیں، بصری ہیں، آپ کے سوا کوئی صحابی راوی حدیث نہیں۔ (مرقاۃ) ۵۳ یعنی ہر بچے کا عقیقہ سنت ہے جو اس کی ولادت کے ساتویں روز کیا جائے کہ بچہ کے بال مونڈ دیئے جائیں، بکری ذبح کر دی جائے۔ لڑکی کی طرف سے ایک لڑکے کی طرف سے دو۔ اسی دن اس کا نام رکھا جائے، بالوں کی برابر چاندی وزن کرکے خیرات کر دی جائے۔ ۵۴ گندگی سے مراد سر کے بال ہیں، کیونکہ وہ بال ماں کے پیٹ سے ساتھ آتے ہیں، آلائش میں لتھڑے ہوتے ہیں، اگرچہ دائی غسل دیتے وقت انہیں دھو دیتی ہے، مگر ان کا سر سے دور کر دینا اچھا ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ گندگی دور کر دینے سے مراد بچہ کا ختنہ کر دینا ہے۔ ۵۵ تحنیک یہ ہے کہ کوئی بزرگ چھوہارا یا کوئی میٹھی چیز اپنے منہ میں چبا کر بچے کے تالو سے لگا دے تاکہ سب سے پہلے بچے کے منہ میں مقبول الٰہی کا لعاب اور شیرینی پہنچے۔ پہلی غذا کا بچہ پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ بزرگان دین پہلا پچھنا بزرگوں سے دلواتے ہیں۔ اہل مدینہ خوش نصیب تھے کہ ان کے نومولود بچے کو پہلے حضور انور کی گود، حضور کی دعا، حضور کا لعاب نصیب ہوتا تھا، ہم تو مدینہ کی گلیوں کو ترستے ہیں۔ ۵۶ حضرت اسماء بنت جناب صدیق اکبر ہیں صاحب ذات النطاقین ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی بہن ہیں حضرت زبیر ابن عوام کے نکاح میں تھیں۔ عبداللہ ابن زبیر جو مشہور صحابی ہیں انکی والدہ ماجدہ ہیں فرماتی ہیں کہ میں عبداللہ ابن زبیر کی حاملہ تو ہو چکی تھی قبل ہجرت، مگر انکی ولادت بعد ہجرت مقام قباء میں ہوئی۔ قباء ایک بستی تھی مدینہ منورہ سے متصل، اب وہاں مسجد قباء تو ہے مگر وہ محلہ آباد نہیں۔ عبداللہ ابن زبیر اسلام میں پہلے وہ بچے ہیں جو مہاجرین کے گھر پیدا ہوئے۔

۵۰ یعنی اپنے لعاب دہن سے مخلوط چھوہارا انکے منہ میں ڈالا پھر اسے ان کے تالو سے مل دیا لہٰذا عبارات میں تکرار نہیں۔ ۵۱ یعنی مہاجر گھرانوں میں پہلے آپ پیدا ہوئے ورنہ ان سے پہلے انصار کے گھر نعمان ابن بشیر پیدا ہوئے۔ مدینہ میں مشہور ہو گیا تھا کہ یہود مدینہ نے مسلمان مہاجروں پر جادو کر دیا ہے کسی مہاجر کے اولاد نہ ہوگی۔ آپ کی پیدائش سے مسلمانوں کو بہت ہی خوشی ہوئی کہ لوگوں کا یہ خیال باطل ہو گیا۔

الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ اَوْ اِنَاثًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ مِنْ قَوْلِهٖ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ۔ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَاْسُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ لٰكِنْ فِيْ رِوَايَتِهِمَا رَهِيْنَةٌ بَدَلَ مُرْتَهَنٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِيْ دَاؤُدَ

لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ تمہیں مضر نہیں کہ نر ہوں یا مادہ[۱]۔ (ابوداؤد، ترمذی) اور نسائی نے یہاں سے روایت کی عن الغلام الخ۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ روایت ہے حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی[۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، لڑکا اپنے عقیقہ میں گروی ہوتا ہے[۴]۔ ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اور نام رکھا جائے اس کا سر مونڈا جائے[۵] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)۔ لیکن ان دونوں کی روایت میں بجائے مرتہن کے رہینۃ ہے۔ اور احمد و داؤد کی روایت میں

ل آپ قبیلہ بنی خزاعہ سے خاندان کعب سے ہیں کہ سعد کی دو شاخ والے ہیں ۲ مکنہ چڑیوں کا وہ مکان جو وہ تنکوں وغیرہ سے بنالیتی ہیں وہاں ہی رہتی بستی ہیں۔ وہاں ہی انڈے دیتی ہیں۔ اہل عرب پرندوں کو فال لینے کے لئے ان کے گھونسلوں سے اڑا دیتے تھے کہ اسے شکار کی دھن اگر دائیں طرف اڑ گیا تو سمجھے ہم کامیاب ہوں گے اگر بائیں طرف اڑا تو سمجھے ہم ناکام ہوں گے۔ یہاں اس سے منع فرمایا جارہا ہے۔ ۱ خلاصہ یہ ہے کہ یہ الگ مستقل دوسری حدیث ہے۔ پہلی حدیث کا تتمہ نہیں ۲ یعنی یہ ضروری نہیں کہ لڑکے کے عقیقہ کے لئے نر بکرے چاہئیں اور لڑکی کے عقیقہ کے لئے مادہ بکری ضروری ہے بلکہ لڑکے کے لئے مادہ مؤنث بکری اور لڑکی کے عقیقہ کے لئے نر بکرے بھی ذبح کئے جاسکتے ہیں یہ بھی درست ہے کہ لڑکے کے لئے ایک نر بکرا اور دوسری مادہ بکری ذبح کردی جائے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ شاۃ نر اور مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لہذا یہ عبارت ذکرانا کن او اناثا بالکل درست ہے ۳ خواجہ حسن بصری تابعی ہیں اور حضرت سمرہ ابن جندب صحابی ہیں۔ ان صحابی کا آخری زمانہ میں قیام بصرہ میں رہا۔ آپ سے خواجہ حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ جلیل القدر تابعین نے روایات لیں۔ آپ کے حالات بارہا بیان کئے جاچکے ہیں ۴ یعنی بچہ دنیاوی آفات و مصیبتوں کے ہاتھوں میں ایسا گرفتار ہوتا ہے جیسے گروی چیز قرض کے قبضہ میں قید ہوتی ہے کہ اس سے مالک نفع حاصل نہیں کرسکتا یا یہ مطلب ہے کہ بچہ کی شفاعت اپنے ماں باپ وغیرہ کے لئے عقیقہ پر موقوف ہے کہ اگر بغیر عقیقہ فوت ہوگیا تو ممکن ہے کہ ماں باپ کی شفاعت نہ کرسکے (مرقات) خیال رہے کہ یہاں مرتہن بمعنی رہین یا مرہون ہے ۵ یعنی بچہ کی ولادت کے ساتویں دن یہ تین کام کئے جائیں۔ اس کا نام رکھنا، سر منڈوانا، آنترے ہے اور جانور ذبح کرنا سنت یہ ہی ہے اور اگر ساتویں دن نہ ہوسکے تو چودھویں دن یا جب کبھی بھی

وَيُدَمّٰى مَكَانَ وَيُسَمّٰى وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ وَيُسَمّٰى اَصَحُّ ۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ
بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ يَا فَاطِمَةُ اَحْلِقِيْ رَأْسَهٗ وَتَصَدَّقِيْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ
فِضَّةً فَوَزَنَاهُ فَكَانَ وَزْنُهٗ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ
مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ ۔

نام رکھنے کی بجائے ہے کہ خون سے لتھیڑ دیا جائے۔ ابوداؤد نے کہا یسمی زیادہ صحیح ہے۔ روایت ہے محمد ابن علی ابن حسین سے وہ حضرت علی ابن ابی طالب سے راوی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حسن کی طرف سے ایک بکری سے عقیقہ کیا اور فرمایا فاطمہ اس کا سر منڈا دو اور اس کے بالوں کے وزن کی چاندی خیرات کر دو۔ تو ہم نے بال تولے تو ایک درہم یا بعض درہم وزن ہوا (ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں کیونکہ محمد ابن علی ابن حسین نے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔

عقیقہ ہو سکے تو ساتویں دن کا حساب لگایا جائے کہ جب بھی عقیقہ کیا جائے اس کی پیدائش سے ایک دن پہلے کیا جائے۔ مثلاً اگر بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو جب بھی عقیقہ کیا جائے جمعرات کو کیا جائے۔ مرتہن اور رہینہ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں صرف لفظ کا فرق ہے۔ یعنی بچہ کے سر پر ذبیحہ کا خون مل دیا جائے۔ لہٰذا سنت یہ ہے کہ بچہ کے سر پر بجائے خون کے زعفران ملا جائے کیونکہ خون نجس ہے اور بدبودار بھی، اور زعفران پاک ہے اور خوشبودار بھی۔ آپ کا نام شریف محمد ہے، لقب امام باقر، آپ کے والد ماجد کا نام علی ہے لقب امام زین العابدین۔ ان کے والد ماجد کا نام اقدس حضرت امام حسین لقب شہید کربلا واقع کربلا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ امام زین العابدین ہر شب ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے، امام باقر کی کنیت ابوجعفر ہے، آپ تابعین ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے، آپ کے بیٹے امام جعفر صادق ہیں۔ امام باقر کی ولادت ۵۶ھ چھپن ہجری میں ہوئی اور وفات ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، ترسٹھ سال عمر شریف ہوئی۔ اس گنہگار نے بارہا قبر انور کی زیارت کی ہے۔ حضرات حسنین کریمین کے عقیقوں کے متعلق تین روایات آئی ہیں، ایک ایک بکری سے عقیقہ فرمایا، دو دو بکریوں سے عقیقہ فرمایا۔ بکری سے عقیقہ فرمایا، یعنی اس میں ایک یا دو کا ذکر نہیں، یہ تیسری روایت ہے۔ اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ ایک ایک بکری کی روایت صحیح ہے، اور دو دو کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ ایک بکری سے بہتر ہے، دو سے بہتر ہے کیونکہ ایک بکری کی حدیث فعلی ہے اور دو کی حدیث قولی، یعنی حکم دیا دو کا، اور جب قول و فعل میں تعارض

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَ
الْحُسَیْنِ کَبْشًا کَبْشًا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعِنْدَ النَّسَآئِیِّ کَبْشَیْنِ کَبْشَیْنِ ۔
وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِیْقَةِ فَقَالَ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْعُقُوْقَ کَاَنَّہٗ
کَرِہَ الْاِسْمَ وَقَالَ مَنْ وُلِدَ لَہٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ یَّنْسُکَ عَنْہُ فَلْیَنْسُکْ
عَنِ الْغُلَامِ شَاتَیْنِ وَعَنِ الْجَارِیَةِ شَاةً رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ۔ وَعَنْ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کی طرف سے ایک ایک بھیڑ عقیقہ کیا۔ (ابوداؤد) نسائی کے نزدیک دو دو بھیڑیں ہیں ۱ ۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں پوچھا گیا ۲ تو فرمایا اللہ عقوق کو پسند نہیں کرتا۔ شاید حضور نے یہ نام ناپسند کیا ۳ اور فرمایا جس کے بچہ پیدا ہو پھر وہ چاہے کہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ۴ (ابوداؤد، نسائی)۔ روایت ہے

معلوم ہوا کہ ترجیح قولی کو ہوتی ہے۔ نیز دو بکریوں کی حدیث بہت صحابہ کرام سے مروی ہے۔ نیز ایک بکری میں جواز کا ذکر دو کی روایت میں استحباب کا۔ ۵ یہ شک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے یا کسی نیچے کے راوی کی طرف سے ۶ کیونکہ امام محمد باقر کی ولادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے عرصہ بعد ہوئی لہذا درمیان میں کوئی راوی رہ گیا ہے اور حدیث منقطع ہے۔ یا بعض محدثین کی اصطلاح میں مرسل ہے۔

۷ یعنی اس روایت میں تعارض ہے، ہم ابھی پچھلی حدیث میں دو بکریوں کی روایت کی چند وجوہ ترجیح عرض کرچکے ہیں۔

۸ یا تو یہ پوچھا کہ عقیقہ کرنا واجب ہے یا سنت یا مستحب یا یہ پوچھا کہ اسے عقیقہ کہنا کیسا ہے، یعنی اسم یا مسمی کے متعلق دریافت کیا۔ ۹ بعض شارحین نے فرمایا کہ جن احادیث میں لفظ عقیقہ آیا ہے وہ ممانعت سے پہلے کی ہیں، اور یہ حدیث انکی ناسخ ہے، بعض نے اس کے برعکس کہا ہے کہ یہ حدیث ممانعت منسوخ ہے، اور وہ احادیث ناسخ ہیں۔ فقیر کے نزدیک دوسرا قول زیادہ قوی ہے، اور لفظ عقیقہ بولنا بلا کراہت جائز ہے۔ اس جملہ پاک کا مطلب یہ ہے کہ عقیقہ میں شبہ ہوتا ہے کہ یہ لفظ عقوق سے بنا ہو جس کے معنی ہیں والدین کی نافرمانی اور ناحق شناسی، لہذا اس کا نام عقیقہ مت رکھو۔ ۱۰ یعنی اس عمل کو عقیقہ نہ کہو بلکہ نسیکہ کہو کہ اس میں فاسد معنی کا احتمال نہیں۔ یہاں تصریح ہوگئی کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں چاہئیں اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ یہ ہی سنت ہے۔

أَبِي رَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِيْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلٰوةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهٗ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كُنَّا نَذْبَحُ الشَّاةَ يَوْمَ السَّابِعِ وَنَحْلِقُ رَأْسَهٗ وَنَلْطَخُهٗ بِزَعْفَرَانٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ رَزِيْنٌ وَنُسَمِّيْهِ۔ كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ

حضرت ابو رافع سے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حسن ابن علی کے کان میں نماز کی اذان کہی جبکہ انہیں جناب فاطمہ نے جنا[1] (ترمذی۔ ابوداؤد) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ تیسری فصل روایت ہے بریدہ سے[2] فرماتے ہیں کہ ہم تھے دور جاہلیت میں کہ جب ہم میں سے کسی کے بچہ پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا اور اس کے سر کو بکری کے خون سے لتھیڑ دیتا۔ پھر جب اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے تھے اور بچہ کا سر منڈاتے اسے زعفران سے لتھیڑتے تھے[3] (ابوداؤد) اور رزین نے زیادہ کیا کہ نام رکھتے۔ کھانوں کا بیان۔

پہلی فصل روایت ہے حضرت عمر ابن ابی سلمہ سے[1]

1 یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین کی ولادت کے وقت انکے کان میں بعینہٖ وہی اذان کہی جو اذان نماز کے لئے کہی جاتی ہے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا مروی ہے کہ جس بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے تو اسے انشاء اللہ ام الصبیان کی بیماری نہیں ہوتی (مسند ابویعلی موصلی و مرقاۃ) حضرت عمر بن عبدالعزیز یہی عمل کرتے تھے یہ سنت ہے (مرقاۃ) اس سے بچہ کے کان میں پہلی آواز اللہ کے نام کی پہونچتی ہے، نیز اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے (اشعۃ اللمعات) اس سے معلوم ہوا کہ اذان صرف نماز کیلئے نہیں ہے اور موقعہ پر بھی سنت ہے اس لئے بعد دفن قبر پر اذان دی جاتی ہے اذان کے مواقع ہم باب الاذان میں بیان کرچکے ہیں 2 آپ بریدہ ابن حصیب اسلمی ہیں، غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے، مشہور صحابی ہیں، آپکے حالات بارہا بیان ہوچکے 3 یعنی کہ اسلام میں بچہ کے سر پر بکری کا خون نہیں لیپتے کہ وہ نجس ہے اس کی بجائے زعفران سے بچہ کا سر لیپ دیتے ہیں مگر سر مونڈنے کے بعد۔ یوں ہی بعض صوفیاء مرغ کے خون سے بعض تعویذ لکھتے ہیں، مگر چاہیئے کہ ایسے تعویذ مرغ کے دل کو زعفران و گلاب میں پیس کر لکھے جاویں۔ یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ظہور نبوت اپنا عقیقہ خود کیا، واللہ اعلم۔ عقیقہ کا گوشت اگر کچا تقسیم کردیں تو بھی درست ہے اگر پکا تقسیم کریں یا کھلادیں تب بھی درست ہے واللہ ورسولہ اعلم۔

كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَّا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهِ وَ

فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ پیالے میں گھومتا تھا[۳] تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام لو۔ اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ[۴] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان کھانے کو اپنے لئے حلال بنالیتا ہے اس بنا پر کہ اس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے (مسلم)[۱] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں گھسے تو داخلہ کے وقت

[۱] جو چیز کھائی جائے وہ طعام ہے، اس کی جمع اطعمہ ہے، خواہ غذا کھائی جائے یا دوا یا لذت کے لئے، یہاں طعام سے مراد مطلقاً کھانے پینے کی چیزیں ہیں یعنی اس میں دودھ، پانی شربت وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس بیان میں کھانوں کی تفصیل اور کھانے کے آداب، انکے احکام سب ہی بیان ہوں گے۔ [۲] آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالاسد ہیں، قرشی مخزومی ہیں۔ جناب ام سلمہ کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ ۲ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے۔ جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

[۳] یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا، تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لئے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا، جدھر سے دل چاہا اُدھر سے بوٹی لے لی اُدھر ہی لقمہ شوربے میں بھگو لیا۔ [۴] یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، ہر طرف سے نہ کھاؤ۔ یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں۔ بعض ائمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے، خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے، اور داہنے ہاتھ سے پئے یہ بھی سنت ہے۔ یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کرلے تو کافی نہیں، ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں ہوں

عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ‐ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَاْكُلْ بِيَمِيْنِهٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ‐ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ

اور اپنے کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرے تو شیطان کہتا ہے کہ نہ تمہارے لئے شب باشی ہے نہ کھانا[۲] اور جب داخل ہو تو اللہ کا ذکر اپنے داخلہ پر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے شب باشی پالی اور جب اپنے کھانے پر اللہ کا ذکر نہ کرے تو کہتا ہے تم نے شب باشی اور کھانا پالیا[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو اپنے داہنے ہاتھ سے پیئے[۴] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنے بائیں ہاتھ

مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھائے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ (مرقات) ۲؎ یہاں حلال بمعنی کھل جانا اور استحلال بمعنی کھول لینا ہے یعنی کھانے کے اول بسم اللہ پڑھ لینے سے شیطان کے لئے رکاوٹ ہو جاتی ہے اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو وہ کھانا پینا شیطان کے لئے کھل جاتا ہے۔ شیطان سے مراد قرین ہے جو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے یعنی بسم اللہ نہ پڑھنے والے کے ساتھ کھانا کھانے پر شیطان قادر ہو جاتا ہے ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص گھر میں داخل ہوتے وقت پوری بسم اللہ پڑھ کر داہنا قدم پہلے دروازہ میں داخل کرے پھر گھر والوں کو سلام کرتا ہوا گھر میں آئے، اگر کوئی نہ ہو تو السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ دے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے تو بسم اللہ اور قل ہو اللہ پڑھ لیتے ہیں کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔ ۴؎ شیطان کا یہ خطاب اپنی ذریت سے ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اس خطاب میں جن بھی داخل ہوں کہ وہ بھی اس بسم اللہ کی برکت سے کھانے اور بھاگنے گھر میں رہنے سہنے سے محروم ہو جاتے اور اس کے شر سے محفوظ ہو جاتے، اور اللہ کے ذکر سے غافل اس نعمت سے محروم ہے۔ دوپہر کے پہلے کھانے کو غدا کہتے ہیں، اور بعد دوپہر سے رات تک کے کھانے کو عشا کہا جاتا ہے، یہاں مراد مطلقاً کھانا ہے، جو شخص صبح کو یہ عمل کرے تو ناشتہ اور دوپہر کے کھانے سے شیطان محروم ہوگا جو بعد دوپہر یہ عمل کرے تو رات کے کھانے سے وہ محروم رہیگا۔ ۵؎ دودھ یا پانی یا کوئی اور چیز ہمیشہ داہنے ہاتھ سے پیئو، برتن تھامنے جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے اور داہنے ہاتھ سے کھانا پینا مستحب سنت، بعض اماموں کے ہاں امر وجوب کے لئے ہے، [illegible]

بِشِمَالِهٖ وَلَا يَشْرَبَنَّ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ بِثَلٰثَةِ اَصَابِعَ وَيَلْعَقُ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّمْسَحَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَ

سے نہ کھائے نہ اس سے پئے کیونکہ شیطان اپنے بائیں سے کھاتا پیتا ہے۱ (مسلم) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے۲ اور پونچھنے سے پہلے اپنا ہاتھ چاٹ لیتے تھے۳ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کا حکم دیا۴ اور

وہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا داہنے ہاتھ سے کھا، وہ بولا کہ میں اس ہاتھ سے کھا نہیں سکتا۔ فرمایا اب نہ کھا سکیگا، چنانچہ اس کے بعد اس کا داہنا ہاتھ اس کے منہ تک نہ اٹھ سکا۔ رواہ مسلم عن سلمہ ابن اکوع اور امام طبرانی نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبیعہ اسلمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو اسے بددعا فرمائی، وہ طاعون سے مرگئی اگر یہ حکم وجوبی نہ ہوتا تو آپ اتنی سختی کیوں فرماتے، مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعات زجر و تنبیہ کیلئے تھے، کبھی مکروہ عمل پر بھی تنبیہ کردی جاتی ہے (مرقات) ۱ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اپنے دوست انسانوں کو بائیں ہاتھ سے کھانے کی رغبت دیتا ہے، مگر حق یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہی ہے، یعنی شیطان خود بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیطانوں کی مشابہت بھی بری ہے۔ ۲ یعنی روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے، انگوٹھا، کلمہ کی انگلی، بیچ کی انگلی، سنت یہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے بلاضرورت زیادہ انگلیاں استعمال نہ کرے، چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جاسکتے ہی نہیں، اس لیے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے، عموماً اہل عرب کی چاولوں کا سلیقہ چار انگلیوں سے کھاتے ہیں۔ ۳ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انگلیاں چاٹتے تھے پھر رومال سے پونچھتے تھے، پھر دھوتے تھے، اب بھی ایسا کرنا سنت ہے، سنی ہوئی انگلیاں صرف جھوڑنا طریقہ متکبرین ہے، جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا برا ہے وہاں یا پتلی چیز کا کھانا مراد ہے یا وہ عمل کبھی کبھی تھا، یہاں عمل اکثر کیلئے ہے جو یہاں بیان ہوا (مرقات) ۴ متکبرین انگلیاں اور رکابی چاٹنے سے نفرت کرتے ہیں، تعلیم تواضع کے لیے یہ حکم صادر ہوا، عیسائی اور ان کی دیکھا دیکھی بعض مغرب زدہ لوگوں تو انگلیوں سے کھانا بھی ناپسند کرتے ہیں، وہ چھری کانٹے اور چمچے وغیرہ سے ہی کھاتے ہیں، عیسائی تو اس عمل پر مجبور ہیں کیونکہ وہ ناخن کٹواتے نہیں، اور ہاتھ دھوتے نہیں، پانی سے استنجا کرتے نہیں، کاغذ سے ہی پونچھتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کے ناخن زہریلے بھی ہوتے ہیں اور ان میں میل بھی بھرا رہتا ہے، وہ انگلیوں سے کیسے کھائیں، ان کے ناخنوں میں تو نجاست گندگی میل سب کچھ بھرا ہے، مسلمان یہ عمل کیوں کریں، وہ ناخن کٹواتے ہیں ہر وقت وضو وغیرہ میں ہاتھ دھوتے ہیں، استنجا ڈھیلے پھر پانی سے کرتے

قَالَ اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيَّةِ الْبَرَكَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضـ
اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهٗ حَتّٰى
يَلْعَقَهَا اَوْ يُلْعِقَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَاْنِهٖ
حَتّٰى يَحْضُرَهٗ عِنْدَ طَعَامِهٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ

فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کس میں برکت ہے؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنا ہاتھ نہ پونچھے حتی کہ اسے چاٹ لے یا چٹوا دے؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس اس کی ہر حالت میں موجود رہتا ہے حتی کہ اس کے کھانے کے وقت بھی موجود ہوتا ہے؎ تو جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہیے کہ اس میں گندگی ہو وہ دور کردے؎

ہیں ان کے ناخن ہوتے ہی نہیں، پورے زہریلے نہیں، بڑھے بڑھے ناخنوں کا اندر کا میل نجاست زہریلے ہیں، ہمارے اسلاف ہمیشہ انگلیوں سے کھاتے رہے، نہ مرے نہ بیمار پڑے، ہم سے زیادہ قوی و توانا تھے اور زیادہ عمر پاتے تھے۔ اولاً آنکھیں کھانا ٹیسٹ کرتی ہیں کہ اس میں کوڑا کچرا تو نہیں ہے، پھر انگلیاں اس کی سردی گرمی کا پتہ لگاتی ہیں، پھر ناک اس کی خوشبو بدبو محسوس کرتی ہیں، پھر زبان اس کا ذائقہ تازہ باسی ہونا، اچھا بڑا گلا سڑا ہونا محسوس کرتی ہے، پھر دانت اس کا صاف یا کرکرا ہونے کا پتہ لگاتے ہیں، اتنی جگہ کھانا ٹیسٹ ہو کر گلے سے اترتا ہے۔ چھری کانٹے چمچے سے کھانے سے دوسری ٹیسٹ ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا ضرر کا اندیشہ ہے اس لیے حتی الامکان انگلیوں سے ہی کھانا چاہیے۔

؎ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ اس کھانے میں برکت ہو جو انگلیوں یا پیالے میں لگا رہ گیا ہے، اگر انگلیاں ویسے ہی دھو دی گئیں تو ہم برکت سے محروم رہ گئے۔ ؎ اپنی بیوی کو یا خاوند کو یا چھوٹے بچوں کو یا خاص خادم کو یا شاگرد کو یا مرید کو چٹا دے جو اس سے نفرت نہ کریں بلکہ تبرک سمجھ کر چاٹ لیں، کتوں بلوں کو نہ چٹائیں۔ بعض مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں کو دیکھا گیا کہ کتے پالتے ہیں اور کتے ان کے ہاتھ پاؤں گردن بلکہ پیار میں منہ تک چاٹتے ہیں اور یہ خوش ہوتے ہیں، نعوذ باللہ۔ ؎ کھاتے پیتے وقت، پیشاب پاخانہ، نماز و دعا حتی کہ اپنی بیوی سے صحبت کرتے وقت بھی قرینی شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے، ساتھ ہی کھاتا پیتا حتی کہ ساتھ ہی صحبت کرتا ہے جس سے کھانے میں بہت بے برکتی ہوتی ہے اور اولاد بے ادب سرکش ہوتی ہے، اگر ان اوقات میں بسم اللہ پڑھ لی جائے تو کھانوں میں برکت ہوتی ہے اور اولاد نیک صالح اور باادب پیدا ہوتی ہے۔ اگر پاخانہ جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان اس کا ستر نہیں دیکھ سکتا۔ ؎ اگر گرے ہوئے لقمہ میں مٹی وغیرہ پاک چیز لگ گئی ہے، تو صاف کرکے لقمہ کھالے، اور اگر نجاست لگ گئی ہے تو دھو کر کھالے۔ اگر دھل نہ سکے تو کتے بلی کو کھلادے یوں ہی نہ چھوڑے کہ اس میں مال ضائع کرنا ہے اور رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔

مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى ثُمَّ لِيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ فَاِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهٖ يَكُوْنُ الْبَرَكَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَّلَا فِيْ سُكُرُّجَةٍ وَّلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قِيْلَ لِقَتَادَةَ عَلٰى مَا يَاْكُلُوْنَ قَالَ عَلَى السُّفَرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞

پھر اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے مت چھوڑے ۱؎ پھر جب فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کس کھانے میں برکت ہوگی ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو جحیفہ سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تکیہ لگا کر نہ کھاؤں گا ۴؎ (بخاری)۔ روایت ہے حضرت قتادہ سے ۵؎ وہ حضرت انس سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو میز پر کھانا کھایا ۶؎ نہ چھوٹی پیالی میں ۷؎ اور نہ آپ کے لئے چپاتی پکائی گئی ۸؎ قتادہ سے کہا گیا کہ کس چیز پر وہ حضرات کھاتے تھے تو فرمایا دسترخوانوں پر ۹؎ (بخاری)

۱؎ کہ اس چھوڑے ہوئے لقمہ کو یا تو شیطان کھا ہی لیگا، یا اس کے ضائع ہونے پر خوش ہوگا شیطان کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

۲؎ لہذا کچھ بھی نہ چھوڑے، سب ہی چاٹ لے، اگر فی آدمی ایک ماشہ کھانا بھی برتن میں لگا رہا جو برتن دھوتے ہوئے نالیوں میں گیا تو حساب لگاؤ کہ جس شہر میں آٹھ دس لاکھ آدمی رہتے ہوں تو روزانہ کتنا کھانا نالیوں میں جاتا ہے، یہ فضول خرچی بھی ہے مال ضائع کرنا بھی، کھانے کی بے ادبی بھی، اس لیے کچھ بھی نہ چھوڑو، برتن کو اچھی طرح صاف کرو، کھانے کا احترام و ادب یہ ہی ہے، یا اتنا چھوڑو کہ دوسرا آدمی کھا سکے۔ ۳؎ آپ کا نام وہب ابن عبداللہ سوائی ہے، یعنی سواء ابن عامر سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے، مگر حضور سے روایات لی ہیں۔ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عون نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں، (اشعۃ و مرقات) ۴؎ کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے قریب کرکے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چہار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے، یہ چاروں تکیے مناسب نہیں، دو زانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے، طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں، (اشعۃ اللمعات) ۵؎ قتادہ تابعی ہیں، بصری ہیں، نابینا تھے، ان کی ولادت ۶۱ھ میں ہے اور وفات ۱۱۷ھ عمر کا میں حضرت انس اور ابو طفیل سے روایات لیتے ہیں، ۶؎ کیونکہ میز پر کھانا طریقہ متکبرین ہے، تاکہ کھانے کے آگے جھکنا نہ پڑے اور

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَغِیْفًا مُرَقَّقًا حَتّٰی لَحِقَ بِاللّٰهِ وَلَا رَاٰی شَاةً سَمِیْطًا بِعَیْنِهٖ قَطُّ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ٭ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ مِنْ حِیْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰی قَبَضَهُ وَقَالَ مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْخُلًا مِنْ حِیْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ قِیْلَ کَیْفَ کُنْتُمْ تَاْکُلُوْنَ الشَّعِیْرَ قَالَ کُنَّا نَطْحَنُهٗ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی چپاتی دیکھی حتی کہ اللہ سے مل گئے اور نہ بھنی ہوئی بکری آنکھ سے کبھی دیکھی (بخاری)۔ روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ نہ دیکھا جب سے اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا حتی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھلنی نہ دیکھی جب سے اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا، حتی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی۔ کہا گیا کہ آپ حضرات جو کیسے کھاتے تھے فرمایا ہم انہیں پیس لیتے تھے۔

بہت چھوٹی پیالی میں کھانا طریقہ بخیلوں کا ہے، تاکہ دوسرا آدمی ساتھ نہ کھاسکے، ساری بوٹیاں اور سالن ہم اکیلے ہی کھائیں، سنت یہ ہے کہ کھانے کے آگے قدرے جھک کر بیٹھے (مرقاۃ و اشعۃ اللمعات) ف بہت باریک روٹی اب بھی عرب شریف میں نہیں ہوتی، روٹی قدرے موٹی ہوتی ہے، وہ صحت کے لئے بھی مفید ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور کے لئے چپاتی نہیں پکائی گئی، لیکن اگر کوئی شخص چپاتی پیش کرتا تو حضور انور قبول فرماتے اور کھاتے تھے (اشعۃ اللمعات) ف دسترخوان کپڑے کا چمڑے کا اور کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا۔ ان تینوں قسم کے دسترخوانوں پر کھانا حضور نے کھایا ہے، دسترخوان بھی نیچے زمین پر بچھتا تھا، اور خود سرکار بھی زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے، صحابہ کرام کے ساتھ کھانا ملاحظہ فرماتے تھے، یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ میز پر کھانا بدعت جائزہ ہے اور دسترخوان پر کھانا سنت ہے۔ ف نہ تو اپنے گھر میں دیکھی، نہ کسی دوسرے کے گھر میں، حضرت انس اپنے علم کی نفی فرما رہے ہیں ممکن ہے کہ کبھی ملاحظہ فرمائی ہو، حضرت انس کو خبر نہ ہوئی ہو، ف سمیط وہ بکری کہلاتی ہے جو کھال میں بھونی جائے کہ اولًا کھال کے بال آتار لیے جاویں پھر اسے گرم پانی سے دھو کر اس کے اندر گوشت بھر دیا جائے اور اسی میں بھون لیا جائے۔ امراء و سلاطین ایسا گوشت کھاتے ہیں، سمیط کے یہ معنی خیال میں رہیں، شاۃ مشوی اور چیز ہے سمیط کچھ اور، حضور انور نے ویسے بھنا گوشت ملاحظہ فرمایا ہے۔ ف یعنی میدہ کھانا تو بہت دور کبھی ملاحظہ بھی نہ فرمایا، اللہ کی شان ہے کہ اب مدینہ منورہ میں میدہ کی روٹی عام ہے آٹے کی روٹی بہت کم ملتی ہے، اور کہتے ہیں میدہ کی روٹی بہت قسم کی ہوتی ہے، مغربی شامی وغیرہ، ف یعنی ظہور نبوت کے بعد میدہ کی روٹی ملاحظہ

وَنَنْفُخُهٗ فَيَطِيْرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ فَأَكَلْنَاهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ
أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ
أَكَلَهٗ وَإِنْ كَرِهَهٗ تَرَكَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا
كَثِيْرًا فَأَسْلَمَ وَكَانَ يَأْكُلُ قَلِيْلًا فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَّاحِدٍ وَّالْكَافِرُ يَأْكُلُ
فِيْ سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى وَابْنِ

اور اُسے پھونکتے تھے جو اُڑتا اڑ جاتا جو باقی بچتا ہم گوندھ لیتے۔ پھر کھا لیتے ٩ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضور نے کبھی کھانے کو عیب نہیں لگایا۔ اگر پسند فرمایا تو اسے کھا لیا اگر ناپسند فرمایا تو چھوڑ دیا ١٠ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے کہ ایک شخص بہت کھاتا تھا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو کھانا کم کھانے لگا ١١ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو فرمایا مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے ١٢

(بخاری)، اور مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اور ابن عمر سے روایت

نہ فرمائی، اس سے پہلے حضور انور نے شام کا سفر کیا ہے اور بحیرہ راہب کی دعوت میں میدہ کی روٹی ملاحظہ فرمائی ہے، اس زمانہ میں شام و روم میں میدہ کی روٹی بہت مروج تھی، بعد اعلان نبوت حضور صرف حجاز میں رہے اور مال سے بے رغبتی بھی بہت رہی (مرقات) ؎ سبحان اللہ یہ ہے حضور کی سادہ اور بے تکلف زندگی ؎ بعض روایات میں ہے کہ کسی صاحب نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے تمنا کی کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھاؤں، آپ نے فرمایا کہ تم نہ کھا سکو گے یہ تو ان کی ہی شان تھی جو کھا گئے، اور واقعہ یہ ہے کہ ہم گندم کی روٹی بے چھنے آٹے کی نہیں کھا سکتے چہ جائیکہ جَو کی روٹی وہ بھی بے چھنے آٹے کی۔ شعر

کھانا جو دیکھو جَو کی روٹی، بے چھنا آٹا روٹی موٹی ۔۔۔ وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم
جس کی تمنا روز تر کھانا، اک دن فاقہ اک دن کھانا ۔۔۔ جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم
قبضہ میں جس کے ساری خدائی اس کا بچھونا ایک چٹائی ۔۔۔ نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم

؎ یعنی کھانے پکانے میں کبھی عیب نہ نکالا کہ نمک کم ہے یا زیادہ جیسا بعض لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ بغیر عیب لگائے کھانا کھاتے ہی نہیں۔ گوہ کے متعلق یہ فرمانا کہ یہ ہماری زمین میں نہیں ہوتی اس لیے ہم اس سے گھن کرتے ہیں۔ یہ کراہت طبع کا بیان تھا۔ پکانے میں عیب نہ نکالا گیا تھا۔ لہٰذا وہ حدیث اس کے خلاف نہیں ؎ یعنی بمقابلہ زمانہ کفر کے اب اسلام کے بعد اس کی خوراک کم ہو گئی یہ کمی قدرتی طور پر ہوئی یا اس کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے ؎ اس فرمان عالی کا یہ مطلب نہیں کہ کافر کے پیٹ میں سات آنتیں اور

عُمَرَ الْمُسْنَدَ مِنْهُ فَقَطْ وَفِي أُخْرٰى لَهٗ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَافَهٗ ضَيْفٌ وَهُوَ كَافِرٌ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ أُخْرٰى فَشَرِبَهٗ
ثُمَّ أُخْرٰى فَشَرِبَهٗ حَتّٰى شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ ثُمَّ إِنَّهٗ
أَصْبَحَ فَأَسْلَمَ فَأَمَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مسند کی روایت کی؎۔ اور ان کی دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک کافر مہمان ہوا؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا حکم دیا۔ تو دوہی گئی۔ اس نے اس کا دودھ پیا۔ پھر دوسری اس نے وہ بھی پی لیا۔ پھر اور وہ اسے بھی پی گیا حتی کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا؎ صبح کے وقت مسلمان ہو گیا؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مومن کے پیٹ میں ایک آنت ہوتی ہے۔ ہر انسان کے پیٹ میں آنتیں سات ہی ہوتی ہیں۔ مومن ہو یا کافر (اشعہ) یہ فرمان عالی بطور تمثیل ہے کہ کافر کھانے پینے کا حریص ہے۔ مومن قانع ہوتا ہے۔ کافر کی نظر ہر وقت کھانے پینے میں رہتی ہے۔ جانوروں کی طرح مومن کی نگاہ ذکر و فکر میں رہتی ہے۔ یا کافر کے ساتھ شیطان بھی کھاتا ہے۔ مومن چونکہ بسم اللہ سے کھانا شروع کرتا ہے۔ الحمد للہ پر ختم اس لئے کافر کھانا زیادہ کھاتا ہے۔ یا مومن کے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ کہ تھوڑا کھانا زیادہ قوت دیتا ہے۔ کافر کے کھانے میں بے برکتی یا یہ مطلب ہے کہ ایک کافر کو سات مومنوں کی سی بھوک اور کھانے کی رغبت ہوتی ہے۔ مومن تہائی پیٹ کھانے سے پر کرتا ہے۔ تہائی پانی سے اور تہائی سانس و ذکر کے لئے خالی رکھتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون ایک شخص کے لحاظ سے ہوگا۔ یعنی ایک کافر جب مسلمان ہو جائے۔ تو ان شاء اللہ اس کی خوراک کم ہو جائے گی۔ ورنہ بعض کافر سے زیادہ کھاتے ہیں۔ قوی جوان مومن کی خوراک ضعیف بڈھے کافر سے یقیناً زیادہ ہوگی۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے جس کا تجربہ اب بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ زیادہ خوراک انسان کے لئے عیب ہے۔ پُرخور آدمی ذلت سے دیکھا جاتا ہے اور زیادہ قوت مردی انسان کا کمال ہے۔ جنتی آدمیوں کی خوراک زیادہ نہ ہوگی۔ البتہ قوت مردی زیادہ ہوگی۔ حضرات انبیاء کرام کو قوت مردی بہت زیادہ دی جاتی ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی ہزار بیویاں تھیں۔ اور داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں ؎ یعنی مسلم نے یہ واقعہ بیان نہ کیا کہ ایک مسلمان ہو کر کم کھانے لگا۔ بلکہ ان کی روایت میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے ان المؤمن الخ ؎ یا تو ایمان لانے کے لئے آیا یا صرف زیارت و ملاقات کے لئے دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ ماں باپ۔ پردیسی۔ مہمان اگر کافر بھی ہوں تب بھی ان کا حق مسلمان پر ہے جو ضرور ادا کرے۔ مہمان کی خاطر کرو اگرچہ کافر ہو ؎ یہ بکریاں یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھیں یا مختلف حضرات کی تھیں یا ان بکریوں کا دودھ

بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ أَمَرَ بِأُخْرٰى فَلَمْ يَسْتَتِمَّهَا فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ يَشْرَبُ فِيْ مِعًى وَّاحِدٍ وَّالْكَافِرُ
يَشْرَبُ فِيْ سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلٰثَةِ وَطَعَامُ الثَّلٰثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي

اس کے لئے ایک بکری کا حکم دیا وہ دوہی گئی اس نے اس کا دودھ پی لیا پھر دوسری کا حکم دیا تو اسے نہ پی سکا[1] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے[2] روایت ہے اُن ہی سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک کا کھانا دو کو کافی ہے اور دو کا کھانا چار کو کافی ہے اور

خرید فرما کر اسے پلایا گیا تھا۔ عرب کی بکری دودھ بہت دیتی ہے۔ بعض بکریاں تین چار سیر تک دودھ دیتی ہیں۔ یہ شخص بہت دودھ پی گیا۔ [1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ شان بندہ نوازی دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ شعر

نہ فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

اللہ اکبر پینے والا وہ ہی ہے۔ دودھ وہی ہے مگر حالت وہ نہیں۔ ایمان کے ساتھ خوراک بھی قناعت والی ہو گئی۔ پارس لوہے کو سونا کر دیتا ہے۔ کلمہ حریص کو قانع کافر کو مومن فاجر کو متقی خدا کے دشمن کو اس کا دوست بنا دیتا ہے

[2] اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر گئی۔ وہاں کھانے کا ذکر تھا یہاں پینے کا ذکر ہے۔ مطلب ایک ہی ہے۔ پینے سے مراد دودھ وغیرہ کا پینا۔ جس مشروب میں غذائیت ہے صرف پانی مراد نہیں یعنی کافر ہوس میں ساتوں آنتیں غذا سے بھر لیتا ہے۔ مومن ایک آنت بھرتا ہے باقی آنتیں خالی رکھتا ہے۔ مومن قانع ہے طبعاً۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ المومن میں الف لام عہدی ہے اور اس سے متقی زاہد قانع مومن ہے۔ مگر صحیح یہ ہی ہے کہ لام جنسی ہے بمقابلہ کافر مطلق مومن قانع ہوتا ہے

[3] یعنی اگر کھانا تھوڑا ہو کھانے والے زیادہ تو نہیں چاہیئے کہ دو آدمیوں کے کھانے پر تین آدمی اور تین آدمیوں کے کھانے پر چار آدمی گزارہ کر لیں۔ اگرچہ پیٹ تو نہ بھرے گا مگر اتنا کھا لینے سے ضعف نہ ہوگا۔ عبادات بخوبی ادا ہو سکیں گی۔ اس زمانہ حال میں قناعت مروت کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سیر ہو کر کھانے والا آخرت

الْأَرْبَعَةِ وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رض
قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ التَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ
لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ
اَنَسٍ اَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ صَنَعَهٗ
فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيْرٍ
وَّمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَّقَدِيْدٌ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہے (مسلم) روایت ہے جناب عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لپٹا بیمار کے دل کو تسلی بخش ہے یہ بعض رنج کو دور کرتا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک درزی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے بلایا جسے اس نے تیار کیا تھا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا تو اس نے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلعم پیالے کے

میں زیادہ بھوکا ہوگا۔ جب کھانے میں کمی ہو تو چاہیے کہ امیر لوگ تھوڑا کھائیں تھوڑا بچائیں۔ بچا ہوا ان غرباء و مساکین پر خرچ کریں جن کے پاس کھانا نہیں (مرقات) ۲؎ یہ زیادہ نازک حالات کے لیے ہے جب کہ کھانے میں بہت ہی کمی ہو جائے ہنگامی حالات میں آدھ پیٹ کھانا چاہیئے تھوڑے کھانے سے بھی انسان مرتا نہیں کام چل جاتا ہے بلکہ ارزانی کے زمانہ میں بھی مسلمان کو چاہیئے کہ کبھی روزہ رکھے کبھی کم کھائے تاکہ مصیبت پڑنے پر بھوک برداشت کر سکے۔ ہر ماہ میں تین روزے سنت ہیں۔ ان میں ایک حکمت یہ بھی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کھانا الگ الگ نہ کھاؤ مجتمع ہو کر کھاؤ جماعت میں برکت ہے (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ جیسا کہ روایت میں ہے۔ ۳؎ تلبینہ بنا ہے لبن بمعنی دودھ سے عرب میں آٹا یا بھوسی کو پتلا پتلا پکاتے ہیں۔ اس میں کچھ دودھ کچھ شہد ڈالتے ہیں۔ اسے اردو میں لپٹا اور پنجاب میں سیرہ کہتے ہیں۔ یہ چونکہ دودھ کی طرح سفید اور پتلا ہوتا ہے اس لئے تلبینہ کہا جاتا ہے یہ بہت ہلکی غذا ہے۔ زود ہضم ہے۔ اکثر بیماروں کو دیا جاتا ہے۔ یہ پیٹ میں بوجھ نہیں کرتا دل کو قوت بخشتا ہے۔ مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ اس سے دل کی گھبراہٹ بھی دور ہو جاتی ہے۔ بہت اعلیٰ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو حکمت بھی بخشی ہے۔ مجمہ بنا ہے جمام سے بمعنی راحت ۴؎ بعض رنج سے مراد وہ رنج ہے جو بیماری کی کمزوری کی وجہ سے ہو۔ چونکہ بیرونی فکر کی وجہ سے ہو اس کے لئے بھی اسے مفید فرمایا گیا ہے۔ مگر بیماری کے رنج کے لئے بہت مفید ہے ۵؎ یا تو اس درزی نے حضرت انس کی بھی دعوت کی تھی یا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور مخدوم کے ساتھ عموماً خاص خدام جایا کرتے ہیں۔ گھر والے ان کی آمد سے راضی

يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالِي الْقَصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهٖ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِي يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ

اس پاس سے کدو تلاش کرتے تھے[1] تو اس دن کے بعد سے میں کدو سے محبت کرتا رہا[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمرو ابن امیہ سے[3] انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بکری کی دستی سے کاٹ کر کھاتے تھے جو آپ کے ہاتھ میں تھی[4] پھر آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو اسے اور چھری کو جس سے کاٹ رہے تھے ڈال دیا۔ پھر کھڑے ہوئے پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے

ہوتے ہیں۔ عرفاً یہ بات مروج ہے۔ اس لئے آپ بھی حضور انور کے ساتھ گئے۔ جس حدیث میں آتا ہے کہ پانچ صاحبوں کی دعوت پر چھٹا آدمی ساتھ گیا تو حضور انور نے اس کے لئے علیحدہ اجازت مانگی۔ صاحب خانہ نے اجازت دے دی۔ تب اسے کھانے میں شریک کیا۔ وہ چھٹا آدمی خادم خاص نہ تھا۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں[6] قدید خشک کیا ہوا گوشت۔ بعض کا منا عرب میں گوشت کے بڑے بڑے پارچے نمک لگا کر سکھا لئے جاتے ہیں جو عرصہ تک کھائے جاتے ہیں انہیں قدید کہتے ہیں۔ ہم نے بھی منیٰ شریف میں بدویوں کو قربانی کا گوشت سکھاتے دیکھا ہے۔

[1] حوال جمع ہے حول کی، بمعنی گھومنا۔ کناروں کو حوال کہا جاتا ہے کہ اس طرف گھومنا ہوتا ہے۔ قصعہ یا صحفہ وہ بڑا پیالہ جس سے پانچ چھ آدمی کھا سکیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدو کے ٹکڑے اٹھا کر کھانے لگے۔ معلوم ہوا کہ کدو مرغوب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مخدوم ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ وہ جو ارشاد ہے کل مما یلیک اپنے سامنے سے کھاؤ۔ وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ جب ایک ساتھی کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے ساتھی نفرت کریں تب یہ حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز مس کر تبرک بن جاتی ہے۔ حضرات صحابہ نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی پیا ہے تبرکاً۔ لہٰذا حضور کا حکم دوسرا ہے (مرقات) بہر حال یہ حدیث بہت واضح ہے بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس بھی کدو کے ٹکڑے تلاش کرکے حضور انور کے سامنے رکھنے لگے [2] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اپنے خدام و غلاموں کی دعوت قبول کرنا چاہیے اگرچہ وہ اپنے سے درجہ میں کم ہو۔ دوسرے یہ کہ خادم کو اپنے ساتھ ایک پیالے میں کھلانا بہت اچھا ہے۔ تیسرے یہ کہ کدو پسند کرنا سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ ہر سنت سے محبت کرنا خواہ سنت زائدہ ہو یا سنت اصلی طریقہ صحابہ کرام ہے۔ لطیفہ

فقط اتنی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی کہ اس جان جہاں کے حسن پر دیوانہ ہو جانا

عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اَهْلَهُ الْاُدُمَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ فَدَعَا بِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ بِهٖ وَيَقُوْلُ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۱؎ (بخاری)۔ روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا۔ انہوں نے عرض کیا ہمارے پاس سرکہ کے سوا کچھ نہیں۔ تو حضور نے وہ ہی منگایا اسے کھانے لگے اور فرماتے تھے سرکہ اچھا سالن ہے سرکہ اچھا سالن ہے۲؎ (مسلم) روایت ہے

پانچویں یہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کھائے تو پیالے میں سے ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ خادم کو یہ حق نہیں۔ چھٹے یہ کہ خادم پیالے سے بوٹیاں یا کدو وغیرہ چن کر مخدوم کے سامنے رکھ سکتا ہے۔ ۳؎ آپ بڑے بہادر پہلوان تھے۔ جنگ بدر و احد میں مشرکین سے لڑنے آئے۔ جنگ احد سے واپسی کے موقعہ مسلمان ہوگئے۔ پھر خندق میں مجاہد ہو کر گئے ۶ھ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حبشہ نجاشی کی طرف پیغام دے کر بھیجا۔ ۶۰ھ ساٹھ ہجری میں وفات پائی (اشعہ و مرقات)۔ ۴؎ اس طرح کہ پوری دستی بھنی ہوئی تھی۔ حضور انور چھری سے بوٹیاں کاٹتے اور کھاتے تھے یا دانت سے نوچ کر کھاتے تھے احتراز بنا ہے حز سے بمعنی قطع ۵؎ یعنی نہ تو شرعی وضو کیا نہ عرفی وضو کیا یعنی نہ ہاتھ دھوئے نہ کلی کی۔ کیونکہ کھانا کھا کر ہاتھ دھونا کلی کرنا سنت ہے مگر واجب نہیں۔ یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ پختہ گوشت کے بڑے بڑے پارچے چھری سے کاٹ کر کھانا جائز ہے مگر ضرورت کی وجہ سے۔ مگر بلا ضرورت چھری کانٹے سے کھانا مکروہ و ممنوع ہے کہ کفار عجم کا طریقہ ہے (اشعہ) ہاتھ سے کھانا تو اچھا سنت ہے۔ یہاں ضرورۃً یہ عمل کیا گیا۔ ۱؎ عموماً بچے اور بوڑھے میٹھی چیز سے محبت کرتے رہے ہیں۔ اسی لیے عموماً فاتحہ و نیاز میٹھی چیز پر ہوتی ہے۔ اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن میٹھا ہوتا ہے۔ مٹھائی پسند کرتا ہے۔ حلوے میں ہر میٹھی چیز داخل ہے۔ حتی کہ شربت اور میٹھے پھل اور عام مٹھائیاں اور عرفی حلوہ (مرقات) مروجہ حلوہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے بنایا حضور انور کی خدمت میں پیش کیا جس میں آٹا گھی اور شہد تھا۔ حضور انور نے بہت پسند کیا اور فرمایا کہ فارسی لوگ اسے خبیص کہتے ہیں (مرقات)۔ ۲؎ سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ اور ارزاں غذا ہے۔ حضرات انبیاء کرام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آتے ہیں عرب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں رس۔ انگور کا سرکہ ہوتا ہے۔ گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم کھائے وہ سرکہ کھانے سے حانث ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا ہے۔

سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ مِنَ الْمَنِّ الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت سعید ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھمبی من سے ہے[1]۔ اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفا ہے[2] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اس من سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا[3]۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے[4] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی کے ساتھ کھجور کھاتے دیکھا[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم

[1] برسات میں گیلی لکڑی کے بھیگنے سے چھتری کی طرح ایک گھاس اگ جاتی ہے۔ اسے عربی میں کماۃ۔ شحم الارض۔ فارسی میں سماروق اور کلاہ دیو۔ اردو میں کھمبی اور چھتر مار کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کی جڑیں پکا کر کھاتے ہیں۔ برسات میں عموماً مل جاتی ہے۔ من بمعنی منت اور نعمت ہے یا مطلب یہ ہے کہ من کی شکل بغیر قیمت مل جانے والی چیز ہے [2] اس کی تحقیق انشاء اللہ کتاب الطب والرقی میں ہوگی۔ اس کے پانی کا آنکھ کے لئے شفا ہونا برحق ہے۔ مگر کسی مرض میں کیسے استعمال کیا جائے اس کی تفصیل کتاب الطب میں ہے [3] یعنی یا تو بنی اسرائیل پر جو من اترتا تھا وہ یہی تھا۔ جو کچھ فرق کے ساتھ اب اس شکل میں ہے یا جیسے بنی اسرائیل پر من اعلیٰ درجہ کی چیز اتری مگر بغیر محنت مشقت انہیں دی گئی ایسے ہی یہ بھی ہے۔

[4] آپ عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب ہیں۔ یعنی حضرت علی کے بھتیجے۔ آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں۔ حبشہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ وہاں اسلام میں پہلے آپ ہی پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں وفات ہوئی۔ نوے سال عمر شریف ہوئی۔ آپ بڑے ہی سخی تھے۔ اسی سے آپ کا لقب بحر الجود پڑ گیا تھا۔ آپ سے بہت حضرات نے احادیث کی روایت کی۔ (اکمال)

[5] کھجور طبعاً گرم و خشک ہے اور ککڑی سرد و تر۔ ان دونوں کے ملنے سے اعتدال ہو کر فائدہ بڑھ جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی اور کھجور کو کبھی تو معدہ میں جمع فرمایا کہ ہر ایک وقت کبھی کھجور کھائی کبھی ککڑی اور چبانے میں جمع فرمایا کہ کھجور منہ شریف میں رکھ لی اور ککڑی بھی کتر لی اور دونوں ملا کر چبائیں۔ کبھی کھجور اور تربوز بھی ملا کر کھائے ہیں۔ کھجور ککڑی ملا کر کھانا صحت کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی حضور انور کے ہاں ہونے والی تھی مگر میں بہت کمزور تھی۔ میری ماں نے مجھے کھجور ککڑی ملا کر کھلائیں۔ میں چند روز میں موٹی ہو گئی۔ اس حدیث

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِي الْكَبَاثَ فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُ فَقِيلَ أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ نَعَمْ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَاهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا وَفِي رِوَايَةٍ يَأْكُلُ مِنْهُ أَكْلًا ذَرِيعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

مقام مرالظہران میں[1] حضور کے ساتھ تھے۔ پیلو کے پھل چن رہے تھے[2] تو فرمایا کہ ان میں سے کالے کالے اٹھاؤ کہ وہ اچھے ہوتے ہیں[3] تو عرض کیا گیا کہ کیا آپ بکریاں چراتے رہے ہیں[4] فرمایا ہاں اور نہیں ہے کوئی نبی مگر انہوں نے بکریاں چرائی ہیں[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکڑوں بیٹھے دیکھا[6] کہ چھوہارے کھاتے تھے اور ایک روایت ہے کہ تیزی سے چھوہارے کھاتے تھے[7] (مسلم)

سے معلوم ہوا کہ ایک وقت چند کھانے کھانا جائز ہیں۔ جس روایت میں اس سے ممانعت آئی ہے وہاں اس کی عادت ڈالنا مراد ہے یعنی عادت رکھے ایک کھانے کی مگر کبھی کبھی چند کھانے بھی کھالے تو حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جمع کرنا ممنوع نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور تو مرغوب تھی ہی ککڑی بھی بہت مرغوب تھی (مرقات و اشعہ) بعض بزرگان دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں دوسرے کھانوں کے ساتھ کھجوریں اور ککڑیاں اور تربوز بھی رکھتے ہیں۔ ان کے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ [1] مرالظہران مکہ معظمہ سے ایک منزل فاصلہ پر ہے۔ اب اس کا نام وادی فاطمہ ہے۔ پہلے مدینہ منورہ کی راہ یہ منزل آتی ہے۔ اب نہیں آتی (اشعہ) [2] عرب کے جنگلوں میں یہ پیلو عام پایا جاتا ہے۔ اس کی مسواکیں عام استعمال ہوتی ہیں۔ اسے عربی میں اراک اردو میں پیلو، پنجابی میں وان کہتے ہیں۔ اس کے پھل کو عربی میں کباث کہتے ہیں۔ ضلع ملتان میں یہ کباث عام طور پر فروخت ہوتے ہیں اور کھائے جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ جنگلی درخت و شکار کے جانور کسی کی ملک نہیں، جو چاہے استعمال کرے۔ اس لئے یہ حضرات یہ پھل توڑ رہے تھے [3] یعنی سرخ یا پیلا رنگ والا کچا اور بدمزہ ہوتا ہے۔ سیاہ رنگ کے پھل پختہ، مزیدار اور مفید ہوتے ہیں۔ [4] وہ کھانا یعنی پیلو کے پھلوں کے یہ راز عموماً بکریاں چرانے والے کو معلوم ہوتے ہیں کہ وہ ہی عام طور پر جنگلوں میں پھرتے گھومتے ہیں۔ کیا حضور بھی یہ عمل فرماتے رہے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرات صحابہ کا یہ سوال طریقہ علم کے متعلق ہے یعنی حضور نے یہ راز وحی الٰہی سے جانا ہے یا تجربہ سے بھی۔ لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرات صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے قائل نہ تھے [5] یعنی حضرات انبیاء کرام عموماً بادشاہ، امراء نہیں ہوتے، مساکین ہوتے ہیں۔ عام طور انہوں نے بکریاں چرائی ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے بکریاں چرانے کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ایوب علیہ السلام نے درزی کا اور زکریا علیہ السلام نے بڑھئی کے پیشے کئے۔ بکریاں چرانے سے دل میں مسکینی، لوگوں سے علیحدگی، غریبوں سے محبت، ملکی سیاست، خلوت میں لذت نصیب ہوتی ہے۔ بکریوں کو سنبھالنے سے انسانوں کے سنبھالنے کا طریقہ آجاتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْرِنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ حَتّٰى يَسْتَاْذِنَ اَصْحَابَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجُوْعُ اَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ يَا عَائِشَةُ بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيْهِ جِيَاعٌ اَهْلُهٗ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص دو چھوہارے ملا کر کھائے حتی کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت لے لے۱؎ (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گھر والے بھوکے نہیں ہیں جن کے پاس چھوہارے ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اے عائشہ وہ گھر جس میں چھوہارے نہیں اس کے باشندے بھوکے ہیں۔ دو یا تین بار فرمایا۲؎ (مسلم)
روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

حکایت ہے ایک دن موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ کیا تمہیں خبر ہے کہ تم کو نبوت کیوں دی گئی۔ عرض کیا مولیٰ تو علیم وخبیر ہے۔ فرمایا کہ ایک دن تم بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک بکری بھاگ گئی۔ تم اس کے پیچھے بہت دور بھاگے بڑی مشقت سے اُسے پکڑ کر تم نے اس پر غصہ نہ کیا بلکہ اُسے کندھے پر اٹھا کر لائے۔ اس شفقت خلق کو دیکھ کر تم کو نبوت عطا کی گئی (مرقات واشعہ)۔ ۲؎ اقعاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ چوتڑ زمین پر لگے ہوں دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں۔ یعنی اکڑوں۔ یہ بیٹھک نماز میں مکروہ ہے۔ کھاتے وقت بہتر کیونکہ یہ بیٹھک جلدی کے اظہار کے لئے ہوتی ہے۔ نماز میں سکون کا اظہار چاہیئے۔ نہ کہ جلدی اور تیزی کا۔ کھانے میں جلدی اور تیزی تاکہ اس سے جلد فارغ ہو کر عبادت یا اور کسی دینی کام میں مشغول ہو جائیں۔ مطیع فرمانبردار غلام اکڑوں بیٹھ کر کھاتے ہیں کہ منہ میں نوالہ ہے۔ کان لگے ہیں آقا کی آواز کی طرف کہ کب وہ بلائے اور کب یہ فوراً اٹھ کر چلے جائیں۔ نیز اکڑوں بیٹھ کر کھانے سے زیادہ کھانا نہیں کھایا جاتا۔ غرضیکہ کھانے کی اس نشست میں بہت حکمتیں ہیں ۳؎ کھانے میں یہ تیزی اور جلدی یا تو سخت بھوک کی وجہ سے تھی یا کسی کام کی جلدی تھی یا وہ ہی حکمت تھی کہ جلد کھا کر دوسرے کام میں مشغول ہو جائیں۔ کھانا مقصود للغیر ہے۔ عبادت مقصود بالذات (مرقات واشعہ) غرضیکہ اس جلدی میں بھی حکمتیں تھیں ۴؎ یہ حکم قحط سالی کے زمانہ میں ہے یا جب ہے جبکہ چھوہارے تھوڑے ہوں کھانے والے زیادہ ہوں۔ کہ یہ دو دو چھوہارے کھائیں تو دوسرے ساتھی بھوکے رہ جائیں گے۔ اگر اکیلا کھا رہا ہے یا کھانے میں وسعت ہے تو چاہے چار چار کھائے یہ بھی خیال رہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کہ کھانا مشترکہ ہو یا کسی کے گھر سب کی دعوت ہو اور اگر کھانا اس کا اپنا ہے جیسے چاہے کھائے۔ اس حدیث سے ساتھ کھانے کے بہت سے حکم نکل سکتے ہیں۔ اگر چند شخصوں نے مل کر ہانڈی پکائی ہے اور ساتھ ہی کھا رہے ہیں تو ہر شخص دوسرے کا خیال رکھ کر بوٹیاں کھائیں ۵؎ یہ فرمان عالی مدینہ منورہ اور دوسرے ان شہر والوں کے لئے ہے۔ جہاں عموماً چھوہارے کھائے

وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ
وَسِحْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِيْ عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً وَاِنَّهَا تِرْيَاقٌ اَوَّلَ الْبُكْرَةِ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَاْتِيْ عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَا نُوْقِدُ فِيْهِ نَارًا
اِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ اِلَّا اَنْ يُّؤْتٰى بِاللُّحَيْمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْهَا
قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ اِلَّا وَاَحَدُهُمَا تَمْرٌ

فرماتے سنا کہ جو کوئی صبح سویرے سات عجوہ چھوہارے کھائے[1] تو اسے اس دن زہر اور جادو نقصان نہ دے گا[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقام عالیہ کے عجوہ[3] میں شفا ہے اور وہ تریاق ہیں شروع صبح کے وقت[4] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ ہم پر بعض مہینہ ایسا آتا کہ ہم اس میں آگ نہ جلاتے وہ غذا کھجوریں اور پانی ہی ہوتی مگر یہ کہ تھوڑا گوشت لایا جاتا[5] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے دو دن گندم کی روٹی سے سیر نہ ہوتے مگر ان میں سے ایک دن

جاتے ہیں۔ اب بھی اہل مدینہ اپنے گھروں میں چھوہارے کھجوریں رکھتے ہیں۔ مہمان و ملاقاتیوں کی خاطر اس سے ہی کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں کسی شے کا ذخیرہ رکھنا اچھا ہے بلکہ سنت ہے۔ اس سے گھر میں برکت رہتی ہے اور گھر والوں کو بے فکری ممکن ہے۔ کہ ہر جگہ کے لیے یہ فرمان عالی ہے۔ [2] عجوہ مدینہ منورہ کے اعلیٰ قسم کے چھوہارے ہیں۔ ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے ان پر کچھ دھاریاں قدرتی ہوتی ہیں۔ عوالی مدینہ میں ایک باغ ہے۔ جس میں عجوہ کے درخت ایسے ہیں۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لگایا۔ اب بھی کم پھل دیتے ہیں فقیر نے ان درختوں کو بوسہ دیا ہے اور اس کے پھل کے ۱۱ دانے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کا ایک دانہ ایک ریال کا ملتا ہے[3] حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ واقعی عجوہ کھجور میں یہ تاثیر ہے۔ کسی تاویل کی ضرورت نہیں مگر عجوہ مدینہ منورہ کا ہو۔ (مرقات)[4] عالیہ اطراف مدینہ منورہ کا وہ حصہ ہے جو مسجد شریف کی طرف ہے۔ چونکہ یہ زمین کسی قدر اونچی ہے اس لئے اسے عالیہ کہا جاتا ہے۔ اس کی حد کم از کم تین میل تک ہے۔ زیادہ سے زیادہ آٹھ میل تک لمبی کہیں بیس تیس میل دور ہے۔ کہیں یہ آٹھ میل۔ اس کے مقابل اطراف کو سافلہ کہتے ہیں (اشعہ، مرقات ولمعات) اس کی جمع عوالی ہے۔ دیار لفظ عوالی عام بولا جاتا ہے[5] یعنی مقام عالیہ کی عجوہ کھجوریں خصوصی طور پر دافع زہر ہیں۔ اگرچہ اور طرف کی کھجوریں بھی تریاق ہیں۔ مگر چاہیے یہ کہ سویرے تڑکے میں کھائی جائیں۔ یہ فرمان بالکل برحق ہے۔ بڑی بوٹیوں میں اللہ تعالیٰ نے عجیب اثرات رکھے ہیں ایسے ہی ان کھجوروں میں یہ اثر ہے[6] یعنی بعض مہینے ایسے گزرتے تھے کہ ہم پورا پورا مہینہ کچھ نہ پکاتے تھے۔ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔ ہاں اگر کوئی شخص کچھ تھوڑا گوشت بھیج دیتا تو اس کے پکانے کو آگ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا
شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ رض قَالَ
اَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بَطْنَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ اَكَلَ مِنْهُ وَبَعَثَ بِفَضْلِهٖ اِلَيَّ وَاِنَّهٗ

چھوڑے ہوتے تھے (مسلم بخاری)، روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ حالانکہ ہم دو کالی چیزوں سے سیر نہ ہوتے تھے۳؎ (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ کیا تم جس قدر چاہو کھانے پینے میں مشغول نہیں ہو۴؎ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ردی خرمے بھی اس قدر نہ پاتے تھے کہ اپنا پیٹ بھر لیں۵؎ (مسلم)۔ روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس کھانے سے بچا ہوا مجھے بھیج دیتے تھے۶؎

جاتے تھے یہ ہے غذا اس شہنشاہ کونین کی جو کل جہان کے مالک و مختار ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

واللہ کبھی تھے چھوہارے کھاتا یا پانی پی کر سو رہتا   دو دو مہینے یوں ہی گزارے صلی اللہ علیہ وسلم

۲؎ یعنی ہمارے گھروں کا یہ حال تھا کہ کسی گھر میں مسلسل دو دو دن گیہوں کی روٹی کافی نہیں پکی کہ ہم لوگ شکم سیر ہو کر کھا لیتے۔ ایک دن روٹی، ایک دن چھوہارے۔ گندم کی قید اس لیے لگائی کہ جو کی روٹی مسلسل پک جاتی تھی۔ خصوصًا فتح خیبر کے بعد کہ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج پاک کو ایک ایک سال کے جو اور چھوہارے عطا فرما دیتے تھے۔ جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے۔ ۳؎ دو کالی چیزوں سے مراد چھوہارے اور پانی ہے کہ چھوہارے تو کالے ہوتے ہیں پانی کو تغلیبًا کالا فرما دیا گیا۔ جیسے چاند و سورج کو قمرین اور امام حسن و حسین کو حسنین اور حضرت ابوبکر و عمر کو عمرین کہا جاتا ہے۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک ہم نے کھجوریں و پانی بھی خوب سیر ہو کر نہ کھائیں۔ فتح خیبر سے پہلے تو اس لیے کہ گھر میں یہ سامان زیادہ نہ ہوتا تھا اور فتح خیبر کے بعد اس لیے کہ حضور انور کو بہت سیر ہو کر کھانا پسند نہ تھا۔ اگرچہ ہر گھر میں سال بھر کے جو اور چھوہارے موجود ہوتے تھے۔ لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۴؎ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام و تابعین سے ہے جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالٰی نے بڑی فراخی عطا فرما دی تھی۔ خصوصًا عہد فاروقی و عثمانی میں۔ مقصد یہ ہے کہ اس فراخی میں قدر بر اللہ تعالٰی کا شکر کرو یا اعتراضًا فرمایا کہ تم لوگوں نے دنیا کی فراوانی پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد تقویٰ اور ترک دنیا کا طریقہ چھوڑ دیا۔ (مرقات)

۵؎ دقل کا لفظی ترجمہ گھٹیا ہے۔ یعنی ایسے

بَعَثَ اِلَیَّ یَوْمًا بِقَصْعَةٍ لَمْ یَأْکُلْ مِنْهَا لِاَنَّ فِیْهَا ثُوْمًا فَسَاَلْتُهٗ اَحَرَامٌ هُوَ قَالَ لَا وَلٰکِنْ اَکْرَهُهٗ مِنْ اَجْلِ رِیْحِهٖ قَالَ فَاِنِّیْ اَکْرَهُ مَا کَرِهْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْ قَالَ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا

آپ نے ایک دن ایک پیالہ بھیجا جس میں سے کچھ نہ کھایا تھا کیونکہ اس میں لہسن تھا۱؎ میں نے حضور سے پوچھا کہ کیا وہ حرام ہے فرمایا نہیں لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں، اس کی بو کی وجہ سے۲؎ عرض کیا آپ ناپسند کرتے ہیں اسے میں بھی ناپسند کرتا ہوں۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا فرمایا کہ وہ ہماری مسجد سے۴؎ الگ رہے

معمولی شے جس میں ہر قسم کے شے موجود ہوں۔ انسا کرکی خاص نام نہ ہو، بھرے بھرتے ہوں یعنی اعلیٰ کھانوں یا اعلیٰ کھجوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے روٹی ٹکڑا گھر کے بھی افراط سے نہ پاتے تھے غالبًا یہ ذکر ہے فتح خیبر سے پہلے کا ۴؎ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے۔ ہر مدینہ والے کی تمنا تھی کہ حضور میرے گھر قیام فرمائیں میرے مہمان بنیں۔ مگر یہ سعادت حضرت ابو ایوب انصاری کے نصیب میں تھی۔ حضور انور آپ کے گھر مہمان رہے پہلے گھر کے اوپر حصے میں قیام فرمایا پھر نیچے حصہ میں جلوہ افروز رہے اوپر حضرت ابو ایوب کو رکھا۔ اہل مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خدام بارگاہ کیلئے کھانا لاتے تھے اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قریب حضرت ابو ایوب ہی ہیں یہ ہی حضور کے پہلے میزبان ہیں۔ سورج طلوع ہوکر پہلے اونچے مقامات کو چمکاتا ہے مگر مدینہ منورہ کا سورج پہلے چھوٹوں کو نیچوں کو چمکاتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم (مرقات) حضرت ابو ایوب جب اوپر رہتے تھے تو اس جگہ قدم نہ رکھتے تھے جو جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے مقابل تھی ۱؎ کچا لہسن ہوگا جس کی بو ناری گی ہو۲؎ یعنی حضور انور کا اس میں سے کچھ نہ کھانا اس سبب سے ہے کہ وہ حرام ہے اگر حرام ہے تو حضور انور نے میرے لئے کیوں بھیجا سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے! یا وہ کھانا یا لہسن جو اس کھانے میں تھا۔ ۳؎ یعنی کچا لہسن کھانے سے منہ میں بو آتی رہتی ہے اور ہمارے پاس فرشتے خصوصًا حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوتے رہتے ہیں جن سے ہم کلامی رہتی ہے ان فرشتوں کو منہ کی بو ناپسند ہے۔ اس لئے ہم یہ چیزیں نہیں کھاتے تم کو یہ ملاقات ملائکہ کا شرف حاصل کہاں ہے تم کھاؤ۔

۳؎ یہ ہے فنا فی الرسول۔ یعنی اگرچہ میرے اندر وہ وجہ نہیں جس وجہ سے آپ لہسن نہیں ملاحظہ فرماتے یعنی فرشتوں سے ہم کلامی مگر میرے لئے تو آپ کا ناپسند فرمانا وجہ ناپسندیدگی ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے بھی اس سے طبعًا نفرت ہوگئی۔ اب میری طبیعت لہسن سے نفرت کرنے لگی اس لئے اکرہ فرمایا لا اکل نہ کہا۔ ان کی طبیعت حضور کے تابع ہوگئی ۵؎ مسجد سے مراد صرف مسجد نبوی شریف نہیں بلکہ تمام مسجدیں ہیں دنیا بھر کی مسجدیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلی گاہ ہیں۔ بعض روایات میں مساجدنا بھی ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ مسجدوں میں رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں انہیں اس کی بو ناپسند ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے مجمعوں، درس قرآن کی مجلسوں، علماء دین و اولیاء کاملین کی بارگاہوں میں بدبودار شے کھا کر نہ جاوے

أَوْ لِيَقْعُدْ فِي بَيْتِهٖ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا فَقَالَ قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ

یا اپنے گھر میں بیٹھے۱؎ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی لائی گئی۲؎ جس میں ساگ پات کی سبزیاں تھیں تو حضور نے اس میں بو محسوس کی تو فرمایا کہ اسے بعض صحابہ کی طرف بڑھا دو اور فرمایا تم کھاؤ۳؎ میں ان سے کلام کرتا ہوں جن سے تم کلام نہیں کرتے۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اپنا کھانا ناپ لیا کرو۵؎ تم کو اس میں برکت دی جائے گی۶؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے

۱؎ یعنی جب تک منہ میں بدبو رہے گھر میں ہی رہے، مسلمانوں کے جلسوں، مجمعوں میں نہ جاؤ۔ حقہ پینے والے، تمباکو والا پان کھا کر کلی نہ کرنے والوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیئے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جسے گندہ دہنی کی بیماری ہو اسے مسجدوں کی حاضری معاف ہے۔

۲؎ قدر کا ترجمہ ہے ہانڈی۔ بعض روایتوں میں بدر ہے۔ بدر چودھویں رات کے چاند کو کہتے ہیں۔ پھر گول طباق کو بدر کہا جاتا ہے۔ خیر خواہ طبق لایا گیا ہو یا ہانڈی اس میں پیاز تھی کچی جس کی بو ظاہر ہو رہی تھی۔ ۳؎ یہ اخلاق کریمانہ ہے کہ لانے والے کا ہدیہ واپس نہیں فرمایا، مسئلہ بھی بتا دیا، ہدیہ قبول بھی فرما لیا۔ اور اس لانے والے کے سامنے ہی حضرات صحابہ کرام کو کھلا بھی دیا تاکہ لانے والے کو رنج نہ ہو، خیال رہے کہ جیسے بعض انسان بہت نازک ہوتے ہیں جو ادنیٰ بو بھی برداشت نہیں کرتے اور بعض قوی جو کسی بو کی پرواہ نہیں کرتے۔ یوں ہی ملائکہ رحمت بہت ہی نازک ہیں کہ بو کی برداشت نہیں کرتے۔ عذاب کے فرشتے، یوں انسانوں کے ساتھ رہنے والے فرشتے بہت قوت والے ہیں جو کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ لہذا حدیث بالکل واضح ہے، دیکھو حضرت جبریل اور رحمت والے فرشتے کتے والے گھر میں نہیں جاتے مگر ملک الموت کتے کی پرواہ نہیں کرتے۔

۴؎ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام اور ان کے ساتھی فرشتے جن سے ہم ہمکلام ہوتے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اپنے مصاحب کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ ۵؎ یعنی دانہ بیچتے اور خریدتے قرض لیتے دیتے وقت ناپ تول کر لیا کرو۔ تاکہ کمی بیشی نہ ہو۔ اور تمہارے ذمہ دوسرے کا اور دوسرے کے ذمہ تمہارا حق نہ رہے یا جب بال بچوں کے لیے کھانا پکانے لگو تو وزن کرکے پکاؤ تاکہ کم نہ پڑے اور نہ کھانا فالتو بچے یہ حکم استحبابی ہے ۶؎ یہ عمل بہت مجرب ہے کہ جب بازار سے کچھ آوے تو ناپ تول کرکے رکھی جائے۔ ان شاء اللہ بہت ہی برکت ہوگی۔ ہاں خیرات کرتے وقت یا توکل کے موقعہ پر ناپ تول نہ کرے۔ لہذا جن احادیث میں ہے کہ بعض صحابہ کرام کو حضور انور نے

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَہٗ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ
حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ
رَبَّنَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ یَاْکُلَ الْاَکْلَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دسترخوان جب اٹھایا جاتا ۱؎ تو آپ فرماتے اللہ کا شکر ہے بہت شکر پاکیزہ ۲؎ جس میں برکت دی جائے۔ نہ کفایت کیا ہوا اور نہ وداع کیا ہوا اور نہ اس سے بے پرواہی کی ہوئی اے ہمارے رب ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی بندے سے خوش ہوتا ہے کہ وہ لقمہ کھائے تو اس پر اللہ کا شکر کرے ۴؎

بلکہ حضور عطا فرمائے جس سے وہ برسوں کھاتے رہے۔ جب اتفاقًا تول لئے تو ختم ہوگئے۔ وہ حدیث اس کے خلاف نہیں وہاں توکل کی تعلیم تھی۔ یوں ہی غلہ تول کر خیرات کرے کہ وہاں اعمار واجب وزن سے متعلق ہے ۱؎ حق یہ ہے کہ یہاں مائدہ سے مراد کپڑے کا دسترخوان ہے یا کھجور کے پتوں کا نہ کہ لکڑی کا خوان۔ کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم لکڑی کے خوان اور میز پر کھانا نہ کھاتے تھے ۲؎ یعنی ایسی حمد جو ریا وغیرہ سے پاک ہو۔ اخلاص سے شامل ہو۔ یہ تینوں کلمے یعنی کثیرًا طیبًا اور مبارکًا حمدًا کی صفات ہیں اور حمدًا مفعول ہے نحمدہ فعل پوشیدہ کا ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ غیر رفع سے ہے ہو پوشیدہ کی خبر اور یہ کلام دعائیہ ہے ہو کا مرجع۔ بچا ہوا وہ کھانا ہے جو سامنے سے اٹھایا جا رہا ہے۔ یعنی ابھی یہ کھانا ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو ہم سے وداع نہ ہوگیا ہو۔ ہم اس سے بے نیاز نہ ہوگئے ہوں۔ ہم کو پھر بھی عطا ہو۔ یہ تینوں لفظ اسم مفعول ہیں مکفی۔ مودع اور مستغنی اور ہو سکتا ہے کہ غیر کو فتح ہو اور یہ حمدًا کی صفت یا حال ہو۔ یعنی ہم رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی گئی ہے اور بس ہو چکی اور نہ آخری حمد ہے اور نہ ہم آئندہ کے لئے اس حمد سے بے نیاز ہو چکے ہم پھر بھی اپنے رب کی حمد کرتے رہیں اس کی نعمتوں کے گن گاتے رہیں اور ہو سکتا ہے کہ مکفی۔ مودع اور مستغنی تینوں اسم فاعل ہوں اور یہ عبارت نحمدہ کے فاعل سے حال ہو تب معنی ہوں گے کہ ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں آئندہ بھی حمد کریں نہ حمد کو وداع کریں نہ آئندہ حمد الٰہی سے مستغنی و بے نیاز ہو جائیں مگر پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور موقعہ کے مناسب بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیئے۔ ربنا مرفوع بھی ہو سکتا ہے۔ منصوب بھی، مجرور بھی۔ انت ربنا۔ یا ربنا۔ یہ اللہ کا بدل ہے تو مجرور ہے (مرقات وغیرہ) ۴؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اگر کسی وقت تھوڑا سا کھانا بھی کھائے۔ ایک دو لقمہ تب بھی خدا کی حمد کرے۔ دوسرے یہ کہ کھاتے وقت ہر لقمہ پر اللہ کی حمد کرے ہم نے بعض بزرگوں کو کھانے کے ہر لقمے اور پانی کے ہر گھونٹ پر حمد کرتے دیکھا ہے۔

أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيثَيْ عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا فِي بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۔ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِّبَ طَعَامٌ فَلَمْ أَرَ طَعَامًا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهُ أَوَّلَ مَا أَكَلْنَا وَلَا أَقَلَّ بَرَكَةً فِي آخِرِهِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ هٰذَا قَالَ ذَكَرْنَا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ حِينَ أَكَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ فَأَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ عَائِشَةَ

یا گھونٹ پیئے تو اس پر اللہ کا شکر کرے ۱؎ (مسلم) اور ہم حضرت عائشہ اور ابوہریرہ کی دونوں حدیثیں ایک ماشبع الخ دوسری خرج النبی الخ صلے اللہ علیہ وسلم ان شاء اللہ باب فضل فقراء میں بیان کریں گے ۲؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوایوب سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ کوئی کھانا پیش کیا گیا تو میں نے ایسا کھانا نہ دیکھا جو ہمارے اول کھاتے وقت بہت برکت والا ہوا اور آخر میں کم برکت والا ۳؎ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہوگیا فرمایا ہم نے کھانے کے وقت اس پر اللہ کے نام کا ذکر کیا تھا ۴؎ پھر وہ بیٹھ گیا جس نے کھایا اور اللہ کا نام نہ لیا تو اس کے ساتھ شیطان نے کھایا ۵؎ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے

۱؎ اس جملہ کے دو ہی مطلب ہیں۔ جو ابھی ہم نے فقرہ کے متعلق عرض کئے ۲؎ یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں۔ یہاں نقیں ہم نے مناسبت کا لحاظ کرکے انہیں باب فضل فقراء میں بیان کیا ہے ۳؎ یہ واقعہ یا تو اس زمانہ کا ہے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر میں رونق افروز تھے یا اس کے بعد اور کسی وقت کا، حضرت ابوایوب حضور کے پہلے میزبان ہیں۔

۴؎ یعنی جب ہم نے کھانا شروع کیا تو اس میں بڑی برکت دیکھی اور جب فارغ ہونے لگے تو اس کھانے میں بہت ہی بے برکتی محسوس کی۔ برکت اور کثرت کا فرق ہم بارہا بیان کرچکے۔ کثرت کمال نہیں برکت کمال ہے۔ اللہ تعالٰے ہر دینی و دنیاوی کاموں چیزوں میں برکت دے۔

۵؎ یعنی کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ صرف بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔ باقی الرحمن الرحیم کہہ لینا بھی بہتر ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ اور ہر کھانے پر ہر شخص پڑھے۔ حتی کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی پڑھیں حرام اور مکروہ کھانے پر نہ پڑھے۔ بھنگ۔ بیڑی۔ حقہ پر بسم اللہ نہ پڑھے شراب نوشی پہ بسم اللہ پڑھنا کفر ہے (مرقات وغیرہ)

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَنَسِيَ اَنْ يَّذْكُرَ اللّٰهَ عَلٰى طَعَامِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَّاْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ اِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ

فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے کھانے پر اللہ کا ذکر بھول گیا ۱ تو کہہ لے بسم اللہ اس کے اول میں اس کے آخر میں ۲ (ترمذی۔ ابوداؤد) روایت ہے حضرت امیہ ابن مخشی سے ۳ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھاتا تھا تو اس نے بسم اللہ نہ پڑھی حتی کہ نہ باقی رہا اس کے کھانے سے مگر ایک لقمہ پھر جب اسے اپنے منہ کی طرف اٹھایا

اس کے پورے مسائل کتب فقہ میں مطالعہ کرو۔ ۱ یعنی کھانا شروع کرتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی دوران کھانے میں ایک شخص کھانے میں ایسا شریک ہوگیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانا شروع کر دیا تو اس کے ساتھ جو شیطان قرین تھا وہ اس کے ہمراہ ہمارے کھانے سے کھانے لگا۔ اس لئے بے برکتی آشکارا ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والا شیطان ہے جسے قرین کہتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت ہر شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے ساتھی شیطان کے لئے مفید ہوگا دوسرے کے قرین کے لئے مفید نہیں۔ لہذا ہر شخص کو بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ اگرچہ بہاں دوسری کی جماعت کھانے بیٹھے تو ہر شخص علیحدہ بسم اللہ پڑھے۔ لہذا بسم اللہ پڑھنا سنت عین ہے سنت کفایہ نہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت ایک ساتھ کھانے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھنا سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑھ لی تو سب کے لئے کافی ہوگی اور جو شخص بعد میں کھانے میں شریک ہوا اسے علیحدہ بسم اللہ پڑھنی پڑے گی۔ وہ حضرات لفظ کُم سے دلیل پکڑتے ہیں مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے جیسا کہ اذا ذکرنا جمع فرمانے سے معلوم ہوا۔ ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی ۲ اللہ کے ذکر سے مراد بسم اللہ شریف پڑھنا ہے کہ کھانے کے وقت یہ ہی ذکر اللہ سنت ہے۔ ہر وقت کا ذکر علیحدہ ہے۔ خوشی کی خبر سننے کے وقت کا ذکر ہے الحمد للہ غم کی خبر کا ذکر ہے انا للہ۔ بُری بات سننے کے وقت کا ذکر ہے لاحول الخ تو کھانے کے وقت کا ذکر ہے بسم اللہ بلکہ وضو کرتے وقت سوتے وقت مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اس جگہ بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے مراد یہ ذکر ہے حتی کہ اگر کھاتے وقت کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے تو بھی یہ فائدہ حاصل ہو جائے گا شاید حضرت کھاتے وقت انا للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کو بھی مفید کہتے ہوں۔ بہرحال قوی یہ ہے کہ یہاں ذکر اللہ سے مراد بسم اللہ شریف ہے۔

۳ اصل میں فی اولہ و آخرہ تھا فی کو دور کر دیا گیا اور اول آخر کو نصب دیا گیا۔ اول آخر سے مراد کھانے کی ساری حالات ہیں۔ اول۔ آخر درمیانی حالت جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا یہاں صبح شام سے مراد تمام اوقات ہیں یعنی جو شخص کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب یاد آجائے۔

قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ
مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهٗ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ رَوَاهُ
اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

تو اس کے اول و آخر بسم اللہ؎ کہا حضور ہنس پڑے پھر فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا پھر
جب اس نے اللہ کا نام لیا تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا سب قے کر دیا؎ (ابوداؤد) روایت ہے
حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنے کھانے سے فارغ
ہوتے تھے؎ تو فرماتے تھے شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا ہم کو پلایا مسلمان بنایا؎
(ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

تب یہ کہہ لے بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانا کھا چکنے، ہاتھ دھو لینے، کلی کر لینے کے بعد یاد آوے تب بھی یہ ہی کہہ دے مگر صحیح یہ
ہے کہ دوران کھانے میں یاد آنے کے وقت یہ کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کر دے۔ بعد فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

؎ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، امیہ تصغیر سے ہے اور مخشی میم کے فتح خ کے سکون شین کے کسرہ ی کی شد سے ہے آپ صحابی ہیں خزاعی اسدی ہیں بصرہ
میں قیام رہا۔ آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے (مرقات واشعہ)

؎ اس سے معلوم ہوا کہ کھانا شروع کرتے وقت پوری بسم اللہ پڑھے لیکن اگر بیچ میں یاد آوے تو صرف بسم اللہ کہے اور ساتھ ہی اولہ
وآخرہ کہہ لے یہ اصل میں فی اولہ وآخرہ تھا فی کو پوشیدہ کر کے اول آخر کو نصب دے دیا گیا۔

؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حقیقت میں چھپی مخلوق کو بھی ملاحظہ فرماتی ہیں اور حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت
نہیں جیسے ہمارا معدہ مکھی والا کھانا ہضم نہیں کر سکتا ایسے شیطان کا معدہ بسم اللہ والا کھانا ہضم نہیں کرتا۔ اگرچہ اس کا قے کیا ہوا کھانا ہمارے
کام نہیں آتا مگر مردود تو بیمار بھی پڑ جاتا ہے اور بھوکا بھی رہ جاتا ہے اور ہمارے کھانے کی فوت شدہ برکت لوٹ آتی ہے غرضیکہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اس کے
دو نقصان اور ممکن ہے کہ وہ مردود آئندہ ہمارے ساتھ بغیر بسم اللہ والا کھانا بھی ڈر کے سبب نہ کھائے کہ شاید یہ بیچ میں بسم اللہ پڑھ لے اور مجھے قے کرنی پڑے

؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص اکیلا کھا رہا تھا۔ اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتا ہوتا تو بسم اللہ نہ بھولتا وہاں تو حاضرین بسم اللہ بلند آواز سے کہتے
تھے اور ساتھیوں کو بسم اللہ کہنے کا حکم کرتے تھے؎ خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر والوں کے ساتھ خواہ

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّآئِمِ الصَّابِرِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ
وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَنَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ وَعَنْ
اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ شَرِبَ
قَالَ اَلْحَمْدُ لِلہِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَہٗ وَجَعَلَ لَہٗ مَخْرَجًا۔
رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِی التَّوْرَاۃِ اَنَّ بَرَکَۃَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شکر گزار کھانے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے[۱] (ترمذی) ابن ماجہ
دارمی بروایت سنان ابن سنہ وہ اپنے والد سے،[۲] روایت ہے حضرت ابوایوب سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو کہتے شکر ہے اس اللہ کا جس نے کھلایا پلایا اور اسے بآسانی
اتارا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلمان سے[۴] فرماتے ہیں کہ میں نے توراۃ میں پڑھا کہ[۵]

جانوں کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر یا کسی اور کے گھر مہمان بن کر ہر کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے[۶] کھانے پانی سے جسم کی پرورش ہے اسلام
وایمان سے جان و دل کی پرورش۔ ان دونوں نعمتوں پر شکر کرتے تھے۔ کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے قرآن مجید کا وعدہ ہے۔ حضور پانی پی کر یہ
دعا نہ پڑھتے تھے، ہاں صرف الحمد للہ کہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ہر نئی نعمت پا کر نیا شکر کرے چونکہ کھانا اصل مقصود ہے اور پانی اس کے تابع اسی لیے
نعمت ظاہری کا ذکر پہلے فرماتے تھے۔ باطنی کا بعد میں نیز دعا کو اسلام کے ذکر پر ختم فرمانا اس لیے تھا کہ خاتمہ ایمان پر میسر ہو (مرقات)[۷] یہ حدیث احمد
اور نسائی نے بھی روایت کی ابن سنی نے اپنی کتاب الیوم والمبلغ میں نقل فرمائی غرضیکہ بہت محدثین نے نقل فرمائی[۱] شکر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرے
الحمد للہ سے ختم کرے۔ درمیانی شکر یہ ہے کہ کھاپی کر رب تعالیٰ کی طاعت کرے اللہ توفیق دے[۲] روزہ دار کا کم سے کم صبر یہ ہے کہ اپنے روزہ کو روزہ
توڑنے والی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ اور درمیانی شکر یہ ہے کہ مکروہات سے بچائے۔ اعلیٰ شکر یہ ہے کہ ان چیزوں سے روزہ
کو محفوظ رکھے جن سے روزہ غیر مقبول ہوتا ہے۔ یعنی سر سے پاؤں تک ہر عضو کا روزہ ہو۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے
دو رکن ہیں شکر اور صبر تو گویا نصف ایمان شکر ہے نصف ایمان صبر۔ نصف ہونے میں تشبیہ ہے ورنہ روزہ کا خصوصی درجہ وہ ہے جو
کسی عبادت کو حاصل نہیں فرمانا۔ الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرا ہے اور اس کا ثواب میں ہی دوں گا یا اس کا ثواب خود میں ہوں۔
صوفیا فرماتے ہیں کہ صابر روزہ دار تو کھانا پینا چھوڑ کر صبر کرتا ہے اور شاکر کھانے والا اس کھانے سے پیدا شدہ قوتوں
کو ناجائز جگہ خرچ کرنے سے روک کر صبر کرتا ہے تو شاکر بھی بالواسطہ صابر ہی ہے۔ بہر حال شکر کو صبر سے بہت مناسبت
ہے[۳] سنان سین کے کسرہ اور نون کے فتحہ سے ہے سنہ سین کے فتحہ اور نون کے شد سے بعض محدثین نے فرمایا کہ سنان اور

الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاؤدَ ۝ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُدِّمَ اِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوْا اَلَا نَأْتِيْكَ بِوُضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَى الصَّلٰوةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ۝ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

کھانے کی برکت وضو کرنا ہے کھانے کے بعد ؎ تو میں نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ؎ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے کی برکت وضو کرنا ہے کھانے سے پہلے اور وضو کرنا ہے کھانے کے بعد ؎ (ترمذی ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم وضو کا پانی حاضر نہ کریں ؎ فرمایا کہ وضو کا حکم دیا گیا صرف جبکہ نماز کی طرف کھڑا ہوں ؎ (ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ

؎ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں بعض نے فرمایا کہ سلمان تابعی ہیں اور سنہ صحابی ہیں۔ سنہ کلبی ہیں ۳۲ بتیس ہجری میں خلافت عثمانیہ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے (اشعہ) ؎ اس طرح کہ کھانا چبانے کو منہ میں دانت دیئے۔ کھانا تر کرنے کو منہ میں لعاب دیا اسے نگلنے کے لئے منہ میں زبان بخشی۔ پھر اسے پیٹ میں پہنچانے کے لئے حلق کی فراخ نالی عطا فرمائی۔ خیال رہے کہ تسوید کھانے اور پانی کے لئے بولا جاتا ہے ؎ کہ ایک منہ سے کھانے پینے کی چیزیں اندر جاتی ہیں مگر دو راستوں سے نکلتی ہیں۔ کھانا اور راستہ سے پانی دوسرے راستہ سے پھر معدہ کی نے کا خزانہ بنایا اور مثانہ پانی کا خزانہ بنایا پھر ان دونوں کے بعض اجزاء پر رہ گئے تو پسینہ بنا کر نکالا ؎ آپ سلمان فارسی ہیں۔ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ؎ یعنی مسلمان ہونے سے پہلے میں نے توریت میں پڑھا تھا ؎ یہاں وضو لغوی معنی میں ہے جو بنا ہے وضوء سے یعنی صفائی اور اچھائی لہذا اس کے معنی ہیں ہاتھ منہ کی صفائی کرنا کہ ہاتھ دھونا کلی کرنا ؎ یا تو توریت شریف کے اس فرمان کی تصدیق و تائید کیلئے یا یہ پوچھنے کیلئے کہ اب اسلام میں بھی یہ حکم ہے یا دیگر احکام کی طرح منسوخ ہو گیا ؎ یعنی توریت شریف میں دو بار ہاتھ دھونے کلی کرنے کا حکم تھا۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد مگر یہود نے صرف بعد رکھا پہلے کا ذکر مٹا دیا۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کلی کرنے کی ترغیب اس لئے ہے کہ عموماً کام کاج کی وجہ سے ہاتھ میلے دانت میلے ہو جاتے ہیں اور کھانے میں ہاتھ و منہ چکنے ہو جاتے ہیں۔ لہذا دونوں وقت یہ صفائی کرو کھانا کھا کر کلی کر لینے والا شخص ان شاء اللہ پائیوریا سے محفوظ رہتا ہے۔ وضو میں مسواک کرنے کا عادی دانتوں اور معدہ کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اُتِيَ بِقَصْعَةٍ مِّنْ ثَرِيْدٍ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَلَا تَاْكُلُوْا مِنْ وَّسَطِهَا فَاِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ فِيْ وَسَطِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَاْكُلْ مِنْ اَعْلَى الصَّحْفَةِ وَلٰكِنْ يَاْكُلْ مِنْ اَسْفَلِهَا فَاِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ مِنْ اَعْلَاهَا **وَعَنْ** عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

علیہ وسلم سے راوی کہ آپ کے پاس ثرید کا پیالہ لایا گیا[1] تو فرمایا کہ اس کے کناروں سے کھاؤ اور اس کے بیچ سے نہ کھاؤ[2] کیونکہ برکت برتن کے بیچ میں اترتی ہے (ترمذی۔ ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے اور ابوداؤد کی روایت ہے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو پیالے کے اوپر سے نہ کھائے لیکن اس کے نیچے سے کھائے[3] کیونکہ برکت اس کے اوپر سے اترتی ہے[4] روایت حضرت ابن عمرو سے

امراض سے بچا رہتا ہے۔ کھانا کھانے کے فوراً بعد پیشاب کر لینے کی عادت ڈالو۔ اس سے گردہ و مثانہ کے امراض سے حفاظت ہے بہت مجرب ہے[7] وہ حضرات سمجھے تھے کہ کھانے سے پہلے شرعی وضو کرنا واجب ہے۔ اس لئے وضو کے لئے پانی لانے کی اجازت مانگی[8] یہ حصر غالب حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ سجدۂ تلاوت، قرآن پاک چھونے، طواف کعبہ کرنے کے لئے بھی وضو کرنے کا حکم ہے۔ سجدۂ تلاوت کے لئے وضو شرط ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بجائے اس فرمان میں کہ کھانا وضو کرکے کھاؤ وضو سے مراد عرفی وضو ہے اور حکم استحبابی ہے۔ شرعی وضو کھانے کے لئے نہ فرض ہے نہ سنت۔ اس میں اُمت پر آسانی ہے[1] ثرید بنا ہے ثرد سے بمعنی بھگونا اور تر کرنا اصطلاح میں ثرید یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگوئے جائیں۔ ثرید حضور انور کو پسند تھا طبی لحاظ سے بھی ثرید زود ہضم اور مفید ہے حضور کی یہ ادا حکمت سے پر ہے قصعہ وہ بڑا پیالہ ہے۔ جس سے چند آدمی بیک وقت کھا سکیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھانا نہ کھاتے تھے جماعت کے ساتھ کھاتے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خوردہ بہال بہ کہ بہ سبہا خوری حیف براں خوردہ کہ تنہا خوری

[2] یعنی ہر شخص اپنے سامنے والے کنارہ سے کھائے بیچ پیالے سے نہ کھائے درمیان پیالہ نزول رحمت کی جگہ ہے جہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے[3] یہاں بھی نیچے سے مراد اپنے سامنے والا کنارہ ہے اور اوپر سے مراد پیالہ کا درمیانی حصہ ہے مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔ درمیانی پیالہ مشترک ہے اور پیالہ کے کنارے ہر کھانے والے کا حق ہے۔ بیچ سے کھانا حرص کی علامت ہے حریص رحمت الٰہی سے محروم ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے کھانے کے وقت بھی رحمت باری

عَمْرٍو قَالَ مَا رُئِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاكُلُ مُتَّكِئًا قَطُّ وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلَانِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ جَزْءٍ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزٍ وَّلَحْمٍ وَّهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَكَلَ وَاَكَلْنَا مَعَهٗ ثُمَّ قَامَ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَلَمْ نَزِدْ عَلٰى اَنْ مَسَحْنَا اَيْدِيَنَا بِالْحَصْبَاءِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ

سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تکیہ لگا کر کھاتے کبھی نہ دیکھا گیا [1] اور نہ دو شخص آپ کی ایڑیوں کو روندتے [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حارث ابن جزء سے [3] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روٹی اور گوشت لایا گیا حالانکہ آپ مسجد میں تھے [4] تو حضور نے کھایا اور آپ کے ساتھ ہم نے کھایا پھر آپ اٹھے نماز پڑھی اور ہم نے آپکے ساتھ پڑھی اور اس پر زیادتی نہ کی ہم نے اپنے ہاتھ بجری سے پونچھے [5] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

کا نزول ہوتا ہے خاص کر جب کہ سنت کی نیت سے کھایا جائے [6] نیچے سے مراد برتن کے کنارے ہیں جہاں سے کھانے والے کھائیں گے اور اوپر سے مراد درمیان برتن ہے چونکہ یہ درمیانی جگہ قدر مشترک ہے اس لئے برکت کا وہاں ہی نزول مناسب ہے اس فرمان عالی میں برکت اور رحمت کو پانی سے تشبیہ دی گئی جو اوپر یعنی اونچی جگہ میں اترے اور وہاں سے چو طرفہ کناروں میں پہنچ جائے [1] یعنی نہ تو کسی چیز کی ٹیک لگا کر کھانا کھاتے نہ اپنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر کھاتے کہ یہ طریقہ متکبرین کا ہے۔ اکڑوں اور گھٹنوں کے بل جھک کر کھاتے کہ یہ طریقہ متواضعین کا ہے [2] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم راہ میں دو آدمیوں سے بھی آگے نہ چلتے تھے تاکہ آپ اپنی بڑائی ظاہر کریں بلکہ آپ سب کے ہمراہ چلتے تھے یہ تو تھی حضور انور کی اپنی عادت کریمہ مگر قدرتی کرشمہ یہ تھا کہ حضور بہت آہستہ چلتے اور ساتھی تیز چلتے۔ تب بھی آپ کے ہمراہ نہ چل سکتے تھے۔ پیچھے ہی رہ جاتے تھے گویا زمین حضور کے لئے لپیٹی جاتی تھی۔ جیسا کہ ان شاء اللہ باب المعجزات میں آوے گا اسی طرح بہت لمبے قد حضرات آپکے ساتھ ہوتے مگر سب سے اونچے آپ ہی معلوم ہوتے تھے یہ معجزہ اب بھی گنبد خضرا شریف سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ دنیا میں پیشوا بن کر رہنا بھی کبھی خدا کا عذاب ہوتا ہے۔ مرقات میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو یہ دعا دی تھی فرمایا کہ الٰہی اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے لوگوں کا پیشوا بنادے کہ لوگ اس کے پیچھے چلا کریں۔ جو سرداری کا اہل نہ ہو اور کوشش سے سرداری حاصل کرے اس کے لئے سرداری عذاب ہے۔ [3] آپ صحابی ہیں جنگ بدر میں حاضر ہوئے پھر عہد فاروقی میں جہاد مصر میں شرکت کی۔ وہاں ہی وفات پائی ۸۶ چھیاسی ہجری میں وفات ہے (اشعہ و مرقات) [4] غالبًا حضور انور معتکف تھے یا مہمان مسافر آئے تھے جنہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا تھا۔ یا یہ کھانا پینا بیان جواز کے لئے تھا۔ خیال رہے کہ معتکف اور مسافر کو مسجد میں کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے۔ ان دونوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے چھوارے وغیرہ خشک چیزیں کھانا جس سے مسجد کا فرش خراب نہ ہو

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْہِ الذِّرَاعُ وَکَانَتْ تُعْجِبُہٗ فَنَہَسَ مِنْہَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ ؀ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّکِّیْنِ فَاِنَّہٗ مِنْ صُنْعِ الْاَعَاجِمِ وَانْہَسُوْہُ فَاِنَّہٗ اَہْنَأُ وَاَمْرَأُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَا لَیْسَ ہُوَ بِالْقَوِیِّ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو آپ کی خدمت میں دستی پیش کی گئی آپ اسے پسند کرتے تھے لہ تو آپ نے اسے دانت سے نوچ کر کھایا لہ (ترمذی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گوشت چھری سے نہ کاٹو کیونکہ یہ عجمیوں کے معمولات سے ہے سہ اور اسے نوچ کر کھاؤ کہ مزیدار اور جلد اترنے والا ہے گہ ابوداؤد بیہقی شعب الایمان اور ان دونوں نے کہا یہ قوی نہیں شہ

جائز ہے۔ روٹی سالن وغیرہ تر چیزیں جن سے مسجد کے ملوث کا اندیشہ ہو نہ کھانا چاہیے اور کھانا اس طرح کہ فرش مسجد خراب ہو ہر شخص کو حرام ہے خواہ معتکف و مسافر ہو یا ان کے غیر۔ احناف کے نزدیک غیر معتکف و مسافر کو مسجد میں کھانا پینا سونا مکروہ ہے۔ دیکھو کتب فقہ۔

شہ زمانہ رسالت شریف میں حرم نبوی میں بجری بچھی تھی۔ اب بھی وہاں صحن میں بجری ہی ہے۔ بجری سے ہاتھ مل دینے سے بجری خراب نہیں ہوتی اور ہاتھ بھی صاف ہو جاتے ہیں۔ وہاں کھانے وغیرہ میں تکلف کوئی نہ تھا۔ خیال رہے کہ یا تو نماز کی جلدی تھی یا بیان جواز کے لئے یہ عمل فرمایا۔ ورنہ کھانا کھا کر ہاتھ دھونا کلی کرنا سنت ہے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی کرنے کا حکم ہے کہ وہ بیان سنت کے لئے ہے اور یہ حدیث بیان جواز کے لئے۔

سلہ دستی کا گوشت جلد گل جاتا ہے اس میں چھیچھڑے نہیں ہوتے۔ نہایت لذیذ ہوتا ہے اس کی مثل دوسرے گوشت کی نہیں۔ گندگی یعنی پیشاب وگوبر سے بہت دور رہتا ہے۔ جلد ہضم ہوتا ہے۔ دانتوں میں اس کے چھیچھڑے نہیں پھنستے کیونکہ چھیچھڑے ہوتے ہی نہیں۔

شہ بڑی دانت سے نوچ کر کھانا بھی سنت ہے۔ اس میں بے تکلفی بھی ہے۔ لذت بھی تواضع اور انکسار بھی۔ حضور کی ہر ادا پہلا کھول سلام۔ ان کی ہر ادا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سہ یعنی کھانے کو ہاتھ نہ لگانا چھری کانٹے سے کھانا۔ گوشت کی اگرچہ چھوٹی بوٹیاں ہوں خوب گلی ہوں پھر بھی چھری سے کھانا طریقہ یہودیوں عیسائیوں کا ہے۔ اس سے بچو تم ہاتھ سے کھاؤ۔ ہاں اگر بڑے بڑے پارچے کئے گئے ہوں تو کھاتے وقت چھری سے کاٹنے کا ذکر ہے کہ وہاں پارچے بڑے بڑے تھے خیال رہے کہ عیسائیوں احادیث کے خلاف نہیں جن میں کھاتے وقت چھری سے کاٹنے کا ذکر ہے کہ وہاں پارچے بڑے بڑے تھے۔ خیال رہے کہ عیسائیوں کے ناخن بڑے بڑے ہوتے ہیں جن میں میل بھرا رہتا ہے پھر وہ پانی سے استنجا کرتے نہیں۔ ہاتھ کبھی دھوتے نہیں اس لئے وہ ہاتھ سے کھاتے نہیں۔ ہم مسلمان حضور کے کرم سے سر سے پاؤں تک بالکل پاک و صاف رہتے ہیں۔ ہم ہاتھ سے کیوں نہ کھائیں۔

وَعَنْ اُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَہٗ
عَلِیٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُّعَلَّقَۃٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ
وَعَلِیٌّ مَّعَہٗ یَاْکُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ مَہْ یَا عَلِیُّ
فَاِنَّکَ نَاقِہٌ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَہُمْ سِلْقًا وَّشَعِیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ مِنْ ھٰذَا فَاَصِبْ فَاِنَّہٗ اَوْفَقُ لَکَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ
وَابْنُ مَاجَۃَ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت ام منذر سے[۱] فرماتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ساتھ جناب علی تھے اور ہمارے ہاں خوشے لٹکے ہوئے تھے[۲] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھانے لگے اور علی بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے[۳] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب علی سے فرمایا اے علی ٹھہرو[۴] کیونکہ تم کمزور ہو[۵] فرماتی ہیں پھر میں نے ان حضرات کے لئے چقندر اور جو تیار کئے[۶] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اس سے لو کیونکہ یہ تمہارے لئے بہت موافق ہے[۷] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] یعنی دانت سے نوچ نوچ کر یا ہاتھ سے توڑ کر اسی طرح کھایا کرو[۵] اگرچہ یہ حدیث قوی نہیں تو یہ حدیث ترمذی ہے من تشبہ بقوم فہو منہم جو کسی قوم سے مشابہت ان کی نقال کرے وہ اس قوم سے ہوتا ہے حدیث کی اسناد کیسی ہی ہوں حکم بالکل درست ہے یہ حدیث اس صحیح حدیث سے قوت یافتہ ہے قرآن کریم کی آیت سے بھی قوت پاتی ہے لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین کفار سے دلی یا قلبی محبت حرام ہے۔ آپ تو مسلم عیسائیوں کی نقالی میں کھڑے کھڑے کھاتے ہیں ہاں ابھی ہاتھ سے کھاتے ہیں برتن میں منہ نہیں ڈال دیتے۔ [۱] آپ کا نام سلمیٰ بنت قیس ہے۔ انصاریہ ہیں عدویہ ہیں کنیت ام المنذر صحابیہ ہیں۔ قدیم اسلام ہیں۔ چنانچہ آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے [۲] دوال جمع ہے دالیہ کی دالیہ کچے کھجوروں کے خوشوں کو کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں باغ والے لوگ اپنے باغوں اور گھروں میں کھجوروں کے خوشے لٹکا دیتے تھے تاکہ جو بھی ملاقاتی آئے۔ پہلے ان میں سے کھائے گویا یہ بھی خاطر تواضع کا ایک طریقہ تھا [۳] ظاہر یہ ہے کہ دونوں حضرات نے کھڑے کھڑے کھائے۔ مگر یہ کھڑے کھڑے کھانا فیشن کے طور پر نہ تھا بلکہ آگے خوشے سے توڑ توڑ کر کھانا کھڑے ہو کر ہی ممکن تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ کر کھاتے ہوں مگر بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد جناب علی بیٹھ گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانا کھڑے ہو کر تھا۔ مرقات نے اس کو ترجیح دی۔ [۴] یعنی تم نہ کھاؤ کر کھانے سے ہاتھ کھینچ لو وجہ آگے آ رہی ہے [۵] ناقہ بنا ہے نقاہت سے۔ نقاہت وہ کمزوری ہے جو بیماری سے اٹھنے کے

يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۞ وَعَنْ نُبَيْشَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ فِي قَصْعَةٍ فَلَحِسَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

کھرچن بھی پسند تھی[1] (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت نبیشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو کسی پیالہ میں کھائے پھر اسے چاٹ لے[2] تو اس کے لئے پیالہ دعاء مغفرت کرتا ہے[3] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

جو بیماری رہتی ہے غالبًا آپ بیمار رہ چکے ہوں گے[1] یعنی میں نے ان حضرات کے لئے چقندر اور جو کا پتلا (دلیا) تیار کیا۔ لہم کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ضمیر کا جمع لانا تعظیمًا ہے یا اس کا مرجع حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عرب والے کبھی دو کو جمع بول دیتے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ کچھ اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ تھے۔ واللہ اعلم[2] یہاں اوفق بمعنی موافق ہے۔ مقابل ضرر کا۔ یعنی تمہارے لئے کھجوریں مضر ہیں۔ یہ پتلا (دلیا) موافق و مفید ہے۔ کیونکہ جو بہت ہی زود ہضم ہے۔ اطباء بیماروں کو آش جو بتاتے ہیں۔ چقندر بھی ہلکی غذا ہے اور معتدل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم جسمانی بھی ہیں۔ دوائیں پرہیز، مضر و مفید غذائیں سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار بلکہ بیماری سے اٹھنے والے کمزور کو پرہیز لازم ہے! اطباء کہتے ہیں کہ دوا سے زیادہ پرہیز ضروری ہے۔ دوا بغیر پرہیز ایسی ہے جیسے نماز بغیر وضو۔

[1] ثفل کے بہت معانی ہیں۔ تلی، تلچھٹ، بستر اور کھجور۔ کھرچن یہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔ ہانڈی کی کھرچن لذیذ بھی ہوتی ہے۔ زود ہضم بھی۔ تمام ہانڈی کی طاقت ایک طرف اور کھرچن کی طاقت ایک طرف۔ غرضیکہ چاول وغیرہ کی کھرچن میں بہت خوبیاں ہیں اس جملہ کے اور بہت معنی کئے گئے ہیں۔ بعض شارحین نے یہ معنی کئے کہ حضور انور تمام اہل و عیال، مہمانوں، زائرین، مساکین کو شوربا وغیرہ پہلے کھلا دیتے تھے خود آخر میں شوربے کا تلچھٹ ملاحظہ فرماتے تھے مگر میرے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ حضور انور مہمانوں زائرین، مساکین کے ساتھ ہی کھانا کھاتے تھے۔ پھر آخر میں اکیلے کھانے کے کیا معنی۔

[2] پیالہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اکیلا آدمی اکثر پیالے میں کھاتا ہے۔ بڑے برتن بڑی تھالی میں جماعت کھاتی ہے۔ اکیلا کھانے والا اگر چھوڑے تو اتنا چھوڑے کہ دوسرا کھا سکے۔ ورنہ پیالہ خوب صاف کر دے۔ یہ ہی حکم چاول وغیرہ کا ہے۔

[3] حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے۔ تاویل، ہیر پھیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ واقعی پیالہ ایسے کھانے والے کے لئے دعا کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں برتن کی صفائی ہے۔ کھانے کا ادب ہے۔ کھانے کو بربادی

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ وَفِیْ یَدِہٖ غَمَرٌ لَمْ یَغْسِلْہُ
فَاَصَابَہٗ شَیْءٌ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ اَحَبُّ الطَّعَامِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ الثَّرِیْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِیْدُ مِنَ الْحَیْسِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ
وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کُلُوا الزَّیْتَ وَادَّهِنُوْا بِہٖ فَاِنَّہٗ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو رات اس حال میں گزارے کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی ہے جسے دھویا
نہیں ۱؎ پھر اسے کچھ مصیبت پہنچے ۲؎ تو اپنے ہی کو ملامت کرے ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے
حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین کھانا روٹی کا ثرید تھا ۴؎ اور کھجور و گھی کا
ثرید تھا ۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو اسید انصاری سے ۶؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے روغن زیتون کھاؤ بھی لگاؤ بھی ۷؎ کہ یہ برکت والے درخت سے ہے ۸؎ (ترمذی)

سے بچاتا ہے۔ ۹ برتن چھوڑنے سے اس پر مکھیاں بھنکتی ہیں۔ وہ کھانا نالیوں، گندگیوں میں دھو کر پھینک دیا جاتا ہے جس سے اس کی سخت بے ادبی ہوتی ہے۔ اگر دو تین اشرفی برتن کھانا برباد ہو تو ایک شہر میں کئی من کھانا برباد ہو گا۔ غرضیکہ برتن چاٹنے میں بہت حکمتیں ہیں۔ ۱؎ یعنی جو کوئی کھانا کھا کر ہاتھ نہ دھوئے، یوں کھانے کی چکنائی اس کے ہاتھ میں لگی رہے اور دوپہری میں یا رات میں اسی طرح سو جائے ۲؎ یہاں مصیبت سے مراد چوہے یا سانپ کا کاٹ جانا ہے کہ یہ دونوں جانور کھانے کی خوشبو پر دوڑتے ہیں یا اس سے مراد برص کی بیماری ہے کہ کھانے کے سنے ہوئے ہاتھ جسم کے پسینہ سے لگ کر جہاں چھو جائیں وہاں کوڑھ کے سفید داغ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے (مرقات و اشعہ) ۳؎ نہ کسی شخص کو برا کہے نہ اپنی تقدیر پر اعتراض کرے کہ قصور خود اس کا اپنا ہے مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص کھانے کے بھرے ہوئے ہاتھ لے کر نہ سویا کرے ۴؎ روٹی کا ثرید یہ ہے کہ شوربے میں روٹی کے ٹکڑے گلائے جائیں حتی کہ بوٹیاں بھی اس میں حل کر دی جائیں یہ نہایت لذیذ زود ہضم کھانا ہے ۵؎ حیس کے لغوی معنی ہیں مخلوط چیز اصطلاح میں کھجوریں و روغن کے مخلوط کھانے کو حیس کہتے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا یہ بھی نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ چھوہارا اور کھجور ویسے بھی مقوی چیز ہے، گھی سے مل کر اس کی خشکی کم ہو جاتی ہے لذت بھی زیادہ ہو جاتی ہے نقصان بھی جاتا رہتا ہے، مدینہ منورہ میں فقیر نے کھجور و گھی ملا کر کھائی بہت لذیذ تھی۔ ۶؎ ابو اسید الف کے پیش سین کے فتحہ سے حضرت مالک ابن ربیعہ کی کنیت ہے جو مشہور صحابی ہیں، تمام غزوات میں شریک رہے۔ صحابہ بدر میں سب سے آخر

وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۝ وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعِنْدَكِ شَيْءٌ قُلْتُ لَا إِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِي مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أُدُمٍ فِيهِ خَلٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ۝ وَعَنْ يُوسُفَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً فَقَالَ هٰذِهٖ إِدَامُ هٰذِهٖ ۝

ابن ماجہ۔ دارمی۔ روایت ہے حضرت ام ہانی سے [۱] فرماتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے میں نے کہا نہیں سوا خشک روٹی اور سرکہ کے [۲] تو فرمایا لاؤ [۳] وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو [۴] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی روایت ہے حضرت یوسف ابن عبداللہ ابن سلام سے [۵] فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا پھر اس پر چھوہارا رکھا فرمایا یہ اس کا سالن ہے اور

میں آپ ہی کی وفات ہوئی۔ ستر سال عمر میں وفات پائی۔ اخیر سال عمر ہوئی۔ آخر میں نابینا ہوگئے تھے۔ اور ابواسید الف کے ضمہ سین کے کسرہ سے ان کا نام عبداللہ ابن ثابت ہے۔ مدنی ہیں انصاری ہیں۔ یہاں پہلے ابواسید مراد ہیں واللہ ورسولہ اعلم۔ (مرقات) [۶] یعنی روغن زیتون روٹی کے ساتھ سالن بنا کر کھاؤ۔ سر میں اس کی مالش کرو۔ یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا استحباب کے لئے ہے [۷] کیونکہ درخت زیتون برکت والی زمین فلسطین میں ہوتا ہے۔ جو حضرات انبیاء کرام کا مسکن ہے۔ نیز اسے رب تعالٰی نے شجرۂ مبارکہ فرمایا۔ اس کے فوائد بہت ہیں۔ بہت سے امراض میں زیتون کے پھل اس کا تیل کام میں آتا ہے۔ یہ سالن بھی ہے جسم اور سر کی مالش کا تیل بھی۔ چراغ میں روشنی بھی دیتا ہے۔ بہت مرضوں کا علاج بھی ہے۔ بواسیر میں بہت مفید ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ روغن زیتون میں ستر مرضوں کا علاج ہے۔ جن میں جذام بھی ہے (ابونعیم ومرقات)

[۱] آپ کا نام فاختہ یا ہند ہے۔ ابوطالب کی بیٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نکاح ہبیرہ ابن وہب سے ہوا۔ آپ مسلمان ہوگئیں۔ ہبیرہ نے اسلام قبول نہ کیا۔ اس لئے علیحدگی کردی گئی۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا مگر آپ نے یہ معذرت کی کہ میں بہت بچوں والی بی بی ہوں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کما حقہ نہ کرسکوں گی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے بجائے آرام کے تکلیف ہوگی۔ آپ بہت احادیث کی راویہ ہیں۔

[۲] یعنی یہ دو حقیری چیزیں میرے پاس ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لائق نہیں یابس سے مراد ہے سوکھی ہوئی روٹی چند روز کی ہو۔

وَاٰكُلُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ • وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلٰى فُؤَادِيْ وَقَالَ اِنَّكَ رَجُلٌ مَفْئُوْدٌ اِئْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ اَخَا ثَقِيْفٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَاْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِّنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ فَلْيَجَاْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْكُلُ الْبِطِّيْخَ

کھایا ۶؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سعد سے ۱؎ فرماتے ہیں میں بیمار ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے ۲؎ اپنا ہاتھ میرے پستانوں کے بیچ رکھا حتی کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل پر پائی ۳؎ اور فرمایا کہ تم دل کے بیمار ہو حارث ابن کلدہ ثقفی کے پاس جاؤ وہ طبابت کرتے ہیں ۴؎ وہ مدینہ کے عجوہ میں سے سات عجوہ کھجوریں لیں انہیں مع گٹھلیوں کے کوٹ لیں پھر ان سے تم کو پلادیں ۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کھجور کے

جس کا چبانا مشکل ہو۔ ۳؎ ہمراہی کھائیں گے ؎

بوریا ممنون خواب راحتش ۔۔۔ تاج کسریٰ زیر پائے امتش

۴؎ قفر کے معنی ہیں خالی ہونا۔ اس لیے چٹیل میدان کو قفار کہتے ہیں جو سبزہ سے خالی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر بھی معمولی غذاؤں سے نفرت نہ کرے۔ اپنی عادت ہمیشہ سادی رکھے۔ سادہ زندگی گزارنے کا عادی رہے۔ ۵؎ سیدنا عبداللہ ابن سلام مشہور صحابی ہیں، یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں ان کے یہ صاحبزادہ بھی صحابی ہیں۔ آپ کا نام حضور انور نے یوسف رکھا۔ کنیت ابو یعقوب ہے سنہ سو ہجری میں آپ کی وفات ہے آپ سے تین احادیث مروی ہیں ۶؎ کھجور کو سالن فرمانا مجازًا ہے یعنی روٹی اس سے کھائی جاسکتی ہے اور مثل سالن کے ہے خیال رہے کہ جو سرد خشک ہیں اور کھجور گرم تر۔ لہذا جو کی روٹی کی اصلاح بھی کھجور سے ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں صبر و قناعت کی بے مثال تعلیم ہے (مرقات)

۱؎ یہاں سعد سے مراد حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جو عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے۔ اس وقت آپ مکہ معظمہ میں تھے آپ سخت بیمار ہو گئے تھے (مرقات) ۲؎ حضور انور اپنی جائے قیام سے میری جائے قیام پر صرف میری مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے معلوم ہوا کہ اپنے خدام کی مزاج پرسی بیماری کے لیے ان کے گھر جانا سنت ہے ۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

بِالرُّطَبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَيَقُوْلُ يُكْسَرُ حَرُّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَبَرْدُ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ عَتِيْقٍ فَجَعَلَ يُفَتِّشُهُ وَيُخْرِجُ السُّوْسَ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى

ساتھ کھاتے تھے (ترمذی) اور ابوداؤد نے یہ زیادہ فرمایا کہ فرماتے تھے اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک سے ٹوٹ جائے گی اور اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی سے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پرانے چھوہارے لائے گئے تو آپ انہیں کریدتے تھے اور اس سے کیڑے نکالتے تھے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ

کے ہاتھ مبارک قدرتی طور پر قدرے ٹھنڈے تھے جن سے دوسرے کو نہایت خوشگوار ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی چونکہ حضرت سعد کو دل کی بیماری تھی اسلئے حضور انور نے بیماری کی جگہ ہاتھ رکھا معلوم ہوا کہ مرض کی جگہ ہاتھ رکھنا عیادت کے لئے سنت ہے۔ فواد دل کو بھی کہتے ہیں دل کے پردے کو بھی اور سینہ کو بھی جو دل کا مقام ہے، یہاں غالبًا معنی سینہ ہے ۔

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا   سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

مبارک ہے وہ بیماری جس میں ایسے تیمار دار امت کے غمخوار چل کر مریض کے پاس آویں ۔

سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے   حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے۔

اب بھی بعض بزرگوں نے اپنی بیماری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگتے ہوئے زیارت کی ہے کہ حضور نے انکی تیمارداری و عیادت فرمائی سبحان اللہ ۔ ۸ اس سے معلوم ہوا کہ کافر طبیب سے علاج کرانا جائز ہے کیونکہ حارث ابن کلدہ کہ مشہور طبیب تھا مگر کافر تھا انکا اسلام ثابت نہیں (اشعۃ اللمعات) مگر حیرت یہ ہے کہ مرقات نے فرمایا کہ ان کا اسلام فتح مکہ کے سال ہوا اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حارث ابن کلدہ شروع اسلام میں فوت ہوا اسکا مسلمان ہونا ثابت نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ دیا تو بہتر ہے پہلے کا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماہر طبیب سے علاج کرانا چاہئے جو فن طبابت میں مہارت رکھتا ہو ورنہ نیم حکیم خطرۂ جان۔ اور تجربہ بھی رکھتا ہو یہ کام کرتا بھی ہو تیقیب سے بہت مسائل حل ہوگئے ۔ ۹ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ احادیث شریفہ کی تجویز فرمائی ہوئی دوائیں کسی طبیب کی رائے سے استعمال کرنا چاہئیں جو ہمارے مزاج جانتا ہو۔ دوا کی تاثیر ہمارے مرض کی کیفیت سے خبردار ہو۔ دوسرے یہ کہ بعض دوائیں طبیب ہی کے ہاتھ سے استعمال کرنی چاہئیں آج ڈاکٹر ہی ٹیکہ تجویز کرتے ہیں وہ ہی لگاتے ہیں۔ دیکھو حضور انور نے دوا تجویز فرمادی مگر استعمال کے لئے طبیب کے پاس بھیجا۔ تیسرے یہ کہ عجوہ کھجور اور اس کی گٹھلی میں بہت فوائد ہیں۔ ان سے دل کی دھڑکن دل کی کمزوری بھی دور ہوتی ہے اور چند فوائد پہلے بیان ہوچکے کہ یہ زہر اور سحر کے لئے مفید ہے بیلدک بنا ہے لد سے جس کے معنی ہیں بیمار کے منہ میں قطرہ ٹپکانا یا اس کے تالو میں کوئی چیز لیپ دینا جس سے وہ بآسانی اسے نگل سکے ۔ ۱۰ جس سے تربوز تو کھجور سے میٹھا ہوجاتا ۔ اور کھجور تربوز سے تر ہو جاتی تھی نیز تربوز ٹھنڈا ہے کھجور گرم، دونوں مل کر معتدل ہوجاتے تھے۔

اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَۃٍ فِیْ تَبُوْکَ فَدَعَا بِالسِّکِّیْنِ فَسَمّٰی فَقَطَعَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ
وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ
وَالْفِرَاءِ فَقَالَ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللہُ فِیْ کِتَابِہٖ
وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفٰی عَنْہُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا

علیہ وسلم کے پاس تبوک میں ۱ پنیر لایا گیا تو آپ نے چھری منگائی پھر بسم اللہ پڑھی اور کاٹا ۲ (ابوداؤد)
روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گھی اور پنیر اور حمار وحشی کے متعلق پوچھا
گیا ۳ تو فرمایا کہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ۴
اور جس سے خاموشی فرمائی تو وہ اس میں سے ہے جس سے معافی دی ۵ (ابن ماجہ۔ ترمذی) ترمذی نے فرمایا

یہاں مرقات نے فرمایا کہ بطیخ اصفر خربوزہ کو کہتے ہیں اور بطیخ اخضر تربوز کو یہاں بطیخ اخضر یعنی تربوز مراد ہے۔ کیونکہ تربوز ہی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ خربوزہ تو خود گرم ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی خربوزہ کئے مگر قوی وہ ہی ہے۔

۲ سوکھے اور گلے ہوئے چھواروں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ اگر وہ نکالے جائیں تو حلال ہیں اور جب نکال دئے جائیں تو حرام پھر ان کا حکم مکھی کا سا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر پھل میں کیڑے پڑ جائیں تو پھل حرام نہیں ہوتا۔ اکثر گولر میں کیڑے بھنگے کی شکل کے پڑ جاتے ہیں (اشعہ)

۱ مدینہ منورہ سے خیبر قریبًا ایک سو ساٹھ میل ہے۔ خیبر سے تبوک پانچ سو میل یہ شام کے ملک میں واقع ہے، یہ فقیر تبوک کے اوپر سے ہوائی جہاز سے اڑتا ہوا گزرا ہے۔ خیبر میں حاضری دی ہے۔ اب بھی تبوک آباد ہے۔ غزوہ تبوک مشہور غزوہ ہے۔ اسی میں یہ واقعہ پیش آیا۔ تبوک منصرف بھی پڑھا جاتا ہے غیر منصرف بھی (مرقات)

۲ پنیر کے ٹکڑے اب بھی چھری سے کاٹ کر کھائے جاتے ہیں۔ یہ دہی کی طرح ڈھیلا نہیں ہوتا یعنی حضور انور نے چھری سے کاٹا اور کھایا۔

۳ فراء کے کسرہ کے مد سے بمعنی حمار وحشی الفراء کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ حلال ہیں یا حرام۔ ان کا کھانا کیسا ہے ہماری اردو میں حمار وحشی کو نیل گائے کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے فرا کے معنی کئے ہیں پوستین کہ اس کا پہننا جائز ہے یا نہیں تب یہ فرد سے بنے گا ۴ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور احل و حرم سے مراد عام ہے۔ خواہ صراحۃً حلال و حرام کیا ہو یا اجمالًا۔ لہذا رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کا حلال ہونا اور سور کے گوشت کا حرام ہونا صراحۃً قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ہزارہا حلال و حرام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و حرام کئے جیسے کتا گدھا وغیرہ۔ یہ قرآن مجید میں اجمالًا موجود ہیں۔ رب تعالٰے فرماتا ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا یا فرماتا ہے ویحرم علیھم الخبائث ان آیات نے

حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَمَوْقُوْفٌ عَلَی الْاَصَحِّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ اَنَّ عِنْدِیْ خُبْزَۃً بَیْضَاءَ مِنْ بُرَّۃٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَۃً بِسَمْنٍ وَلَبَنٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَہٗ فَجَآءَ بِہٖ فَقَالَ فِیْ اَیِّ شَیْءٍ کَانَ ھٰذَا قَالَ فِیْ عُکَّۃِ ضَبٍّ قَالَ ارْفَعْہُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ

یہ حدیث غریب ہے اور صحیح قول پر یہ حدیث موقوف ہے ۱؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس شربتی گندم کی سفید روٹی ہوتی جو گھی اور دودھ سے چپڑی ہوتی ۲؎ تو قوم میں سے ایک صاحب اٹھے انہوں نے یہ تیار کی پھر لائے تو فرمایا یہ گھی کس چیز میں تھا عرض کیا گوہ کے ڈبہ میں ۳؎ فرمایا اسے اٹھا لو ۴؎ ابوداؤد۔

بتادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو دیں وہ لو جس سے منع فرمادیں ان سے باز رہو یا ہمارے نبی مسلمانوں پر گندی چیزیں حرام فرماتے ہیں۔ لہذا حدیث کے تمام حلال و حرام قرآن مجید میں اجمالاً مذکور ہیں (از مرقات مع الزیادہ) ؎ یعنی جن چیزوں کو نہ قرآن کریم نے حلال یا حرام کہا نہ حدیث پاک نے۔ یعنی ان کا ذکر ہی کہیں نہیں۔ وہ حلال ہیں۔ یہاں مرقات اور اشعۃ اللمعات اور لمعات نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس سے قرآن و حدیث میں خاموشی ہو وہ حلال ہے آم۔ انناس۔ یوں ہی پلاؤ زردہ فرنی۔ یوں ہی محفل میلاد شریف و فاتحہ کی شیرینی سب حلال ہیں۔ کیونکہ اس لئے کہ انہیں قرآن و حدیث نے حرام نہیں کیا۔ یہ اسلام کا کلی قانون ہے ۱؎ اس حدیث کے الفاظ اسناد کے لحاظ سے صحیح ہوں یا ضعیف مگر اس کا مضمون بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ اس کی تائید بہت سی آیات قرآنیہ سے ہو رہی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم الخ عفا اللہ عنہا دیکھو یہاں حدیث میں گنگ ہے اور قرآن کریم میں عفا اللہ عنہا ہے اور فرماتا ہے قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا دیکھو اس آیت میں کسی چیز کی حرمت نہ ملنے کو حلال ہونے کی دلیل ٹھہرایا اور فرماتا ہے واحل لکم ما وراء ذالکم۔ ان مذکورہ حرام عورتوں کے سوا تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ دیکھو حرام عورتوں کا یا حرام کی تفصیل نہ کی۔ حرام چیزیں تو کچھ گنتی کی ہیں۔ باقی کروڑوں چیزیں حلال ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں اور راہ جنت میں دیکھو جہاں اس مسئلہ کی چند آیتیں اور چند حدیثیں اور فقہاء کے اقوال جمع کرے گئے ہیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بغیر دلیل ہر چیز کو حرام کہہ دیتے ہیں حلال کیلئے ثبوت مانگتے ہیں حرام بغیر ثبوت کہہ دیتے ہیں۔

۲؎ یعنی ہمارا دل چاہتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی گندم کی روٹی ہو گھی میں چپڑ کر دودھ میں بھگو دی گئی ہو وہ ہم کھائیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی اعلیٰ نعمتیں کھانا یا کھانے کی خواہش کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں نہ معلوم کیا وقت تھا اور کیا رنگ تھا کہ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواہش فرمائی۔ بعض مسلمان اس حدیث کو دیکھ کر یہ ہی کھانا تیار کرکے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ کرکے مساکین کو کھلاتے ہیں۔ عشق کے رنگ نیارے ہیں۔ ۳؎ یعنی جو گھی ان روٹیوں میں چپڑا گیا ہے وہ گوہ کی کھال کے مشکیزہ میں تھا

وَابْنُ مَاجَةَ. وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ ۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ اِلَّا مَطْبُوْخًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۲ وَعَنْ اَبِيْ زِيَادٍ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَةُ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ اِنَّ اٰخِرَ طَعَامٍ اَكَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ فِيْهِ بَصَلٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۳ وَعَنِ ابْنَيْ بُسْرٍ السُّلَمِيَّيْنِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

ابن ماجہ۔ ابوداؤد نے کہا یہ حدیث منکر ہے ۱ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر پکائے ہوئے لہسن کھانے سے منع فرمایا ۲ (ترمذی۔ ابوداؤد) روایت ہے ابو زیاد سے فرماتے ہیں کہ جناب عائشہ سے پیاز کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ آخری کھانا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا وہ تھا جس میں پیاز تھی ۳ (ابوداؤد) روایت ہے بسر کے دو سلمی بیٹوں ۴ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور چھوہارے پیش کئے حضور مکھن اور چھوہارے پسند فرماتے تھے ۵ (ابوداؤد)

غالباً حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس گھی میں ہلکی سی بو محسوس فرمائی اس لئے پوچھا۔

۱ یعنی تم کھالو یا کسی اور کو کھلاؤ۔ ہم ملاحظہ نہ فرمائیں گے۔ معلوم ہوا کہ یہ حرام نہ تھا۔ حضور انور کو ناپسند تھا قدرے جھک کی وجہ سے

۲ یعنی ضعیف اور نامقبول ہے۔ اشعۃ اللمعات اور مرقات نے فرمایا کہ ابوداؤد نے اس حدیث کو اس لئے منکر فرمایا کہ یہ حدیث عادت کریمہ کے خلاف ہے حضور اعلیٰ کھانوں کی آرزو کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ تو تابعین و متوکلین کے سردار ہیں ہم نے ابھی اس کی وجہ بیان کردی کہ یہ عمل شریف بیان جواز کے لئے ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مرغ کھایا ہے۔ بٹیریں ملاحظہ فرمائی ہیں۔ جب اعلیٰ نعمتوں کا کھانا تقویٰ کے خلاف نہیں تو ان کی خواہش کرنا خلاف تقویٰ کیونکر ہوگا۔

۳ مسجد میں آنے والے کو کچی پیاز کچا لہسن کھانا سخت منع ہے۔ ویسے عام حالت میں جائز ہے اگرچہ یہ بہتر ہی کہ اس کی بو مار کر کھائے۔ جب تک حقہ کی بو منہ سے آتی رہے مسجد میں نہ آئے کہ یہ بو لہسن پیاز کی بو سے زیادہ سخت ہے۔

۴ پکی ہوئی پیاز ہوگی۔ لہٰذا یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہیں۔

۵ ان میں سے ایک کا نام عطیہ دوسرے کا نام عبداللہ ہے بسر از کے بیٹے ہیں چونکہ یہ دونوں صحابی ہیں۔ لہٰذا ان کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔ تمام صحابہ عادل ہیں (مرقات) ۶ اسی لئے ہم نے یہ ہی چیزیں بارگاہ عالی میں پیش کیں۔

وَعَنْ عِكْرَاشِ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ أُتِيْنَا بِجَفْنَةٍ كَثِيْرَةِ الثَّرِيْدِ وَالْوَذْرِ فَخَبَطْتُ بِيَدِيْ فِيْ نَوَاحِيْهَا وَأَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقَبَضَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى يَدِي الْيُمْنٰى ثُمَّ قَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ مَّوْضِعٍ وَّاحِدٍ فَإِنَّهُ طَعَامٌ وَّاحِدٌ ثُمَّ أُتِيْنَا بِطَبَقٍ فِيْهِ أَلْوَانُ التَّمْرِ فَجَعَلْتُ اٰكُلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَجَالَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّبَقِ فَقَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّهُ غَيْرُ لَوْنٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ أُتِيْنَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ

روایت ہے حضرت عکراش ابن ذویب سے ۱؎ فرماتے ہیں ہمارے پاس بہت ثرید اور گوشت والا پیالہ لایا گیا ۲؎ تو میں نے اس کے کناروں میں ہاتھ مارا ۳؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے سے کھایا ۴؎ پھر حضور نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ پکڑ لیا ۵؎ فرمایا اے عکراش ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ یہ ایک ہی کھانا ہے ۶؎ پھر ہمارے پاس ایک طباق لایا گیا جس میں قسم قسم کے چھوارے تھے تو میں اپنے سامنے سے کھانے لگا ۷؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ طباق میں گھومنے لگا ۸؎ پھر فرمایا اے عکراش جہاں سے چاہو کھاؤ کہ یہ ایک قسم سے زیادہ ہے ۹؎ پھر ہمارے پاس

اس کی حکمت پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ چھوارے اور گھی کے لانے میں کیا مصلحت تھی۔ ۱؎ آپ تمیمی ہیں بصرہ میں قیام رہا آپ ہی اپنی قوم کے صدقات لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے ۲؎ ثرید کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ گوشت میں بھیگی ہوئی روٹی یعنی جس میں روٹی اور شوربا یا روٹی یک جان کر لی جائیں، وذر جمع ہے وذرۃ کی بمعنی گوشت کے ٹکڑے بغیر ہڈی والے یعنی چھوٹی بوٹیاں (مرقات، لمعات) ۳؎ یعنی ہر طرف سے کھانا شروع کیا، خبط بنا ہے خبط سے بمعنی اونٹ کا چارہ چرنا، چونکہ اونٹ ہر طرف سے کھاتا ہے اس لیے ہر طرف سے کھانے کو خبط کہا جاتا ہے ۴؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے سامنے سے کھانا حضرت عکراش کی تعلیم کے لیے کہ انہیں کھانے کا طریقہ آ جائے۔ ورنہ حضور ہر طرف سے کھا سکتے کیونکہ آپ اپنے غلام کے ساتھ کھا رہے تھے۔ لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور کے ساتھ حضرت انس کھا رہے تھے تو آپ پیالہ میں ہر طرف سے کدو تلاش کرکے کھاتے رہے۔ وہ عمل بھی تعلیم کے لیے تھا معلوم ہوا کہ عالم قولی تبلیغ کے ساتھ عملی تبلیغ بھی کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال عملی تبلیغ فرما کر پھر ظہور نبوت کے بعد قولی تبلیغ کی ۵؎ کیونکہ حضور انور کا بایاں ہاتھ صاف تھا داہنے ہاتھ میں سالن کا اثر تھا۔ حضرت عکراش کے داہنے کا اوپر کا حصہ صاف تھا ۶؎

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَسَحَ بِبَلَلِ كَفَّيْهِ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ وَرَاْسَهٗ وَقَالَ يَا عِكْرَاشُ هٰذَا الْوُضُوْءُ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ اَهْلَهُ الْوَعْكُ اَمَرَ بِالْحَسَاءِ فَصُنِعَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَيَرْتُوْ فُؤَادَ الْحَزِيْنِ وَيَسْرُوْ عَنْ فُؤَادِ السَّقِيْمِ كَمَا تَسْرُوْ اِحْدٰكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَاءِ وَجْهِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

پانی لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ دھوئے اور ہاتھوں کی تری اپنے چہرے اور کہنیوں اور سر پر مل لی۱؎ اور فرمایا اے عکراش یہ وضو ہے اس سے جسے آگ پکا دے۲؎ (ترمذی)

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو جب بخار آتا تو آپ حریرہ (لپسی) کا حکم دیتے وہ تیار کیا جاتا پھر انہیں حکم دیتے تو وہ اس سے پیتے۳؎ اور فرماتے کہ یہ غمگین کے دل کو قوت دیتا ہے اور بیمار کے دل سے تنگی دور کرتا ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے چہرے سے

یوں جب کھانا ایک ہو تو ہر طرف سے کھانا حریص ہونے کی علامت ہے کہ دوسرے کے سامنے سے بوٹی یا روغن لے کر کھایا جائے۔ لہذا صرف اپنے سامنے سے کھانا چاہئے یہ ہے حضور انور کے فرمان پر عمل کرنا۔ اس طباق میں بھی حضرت عکراش کا ہاتھ گردش نہیں کرتا۔ ...

۱؎ آپ کا ہاتھ شریف کی گردش بھی تعلیم کے لیے تھی کہ اے عکراش ہم جو ہر طرف سے کھا رہے ہیں تم بھی ہر طرف سے کھاؤ ... اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ تر میں یا مٹھائی بھی ایک قسم کی ہو تو ہر شخص اپنے سامنے سے ہی کھائے۔ اگر چند قسم کی ہو تو جہاں سے جی چاہے اٹھائے مگر پھر بھی سامنے سے کھانا بلکہ دوسرے کنارے سے کھا سکتا ہے (مرقات) خیال رہے کہ اگر برتن میں اکیلا آدمی ہی کھا رہا ہے تب بھی اپنے سامنے سے ہی کھانا سنت ہے جبکہ ایک ہی کھانا ہو۔ ... موجودہ تھا یا پانی ہو کے لیے کہ اسی طرح اعضاء پر پونچھ کر ہاتھ خشک کر لینا بھی جائز ہے خیال رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے تو انہیں نہ پونچھے اور جب کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو پونچھ لے اس میں بڑی حکمت ہے

۲؎ یعنی وہ جو ہم نے فرمایا ہے کہ آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو کرنے ... وہاں وضو سے مراد یہی ہاتھ دھونا کلی کرنا ہے نہ کہ نماز کا وضو۔ ۳؎ حسا

جاتے کی پرزیر ہے ... تھی شکر سے تیار کیا جاتا ہے ... جیسے پنجابی میں سیرا کہتے ہیں اور اردو میں لپسا عربی میں حسا

یہ بہت لذیذ نرم اور زود ہضم ہوتا ہے بہت طاقت کی چیز ہے یعنی لپسا سیرا غمگین اور بیمار دونوں کے لیے مفید ہے کہ اس سے غم بھی غلط ہوتا ہے اور دل کی کمزوری گھبراہٹ و تنگی جو بیماری سے پیدا ہوتی ہے جاتی رہتی ہے۔ اب بھی اس کا تجربہ ہوتا ہے۔

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَفِيْهَا شِفَآءٌ مِّنَ السُّمِّ وَالْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَآؤُهَا شِفَآءٌ لِّلْعَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِيَ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ لِيْ بِهَا مِنْهُ

پانی کے ذریعہ میل دور کرتی ہے ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عجوہ جنت سے ہے اور اس میں شفاء ہے زہر سے ۲؎ اور کھمبی من سے ہے اور اس کا پانی شفاء ہے آنکھ کے لئے ہے ۳؎ (ترمذی) ۴؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے ۵؎ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا تھا تو آپ نے دستی کا حکم دیا وہ بھونی گئی ۶؎ پھر چھری لی پھر اس میں سے میرے لئے چھری سے

۱؎ اس کی شرح ہو چکی ہے یہ تاثیر یا تو ہر عجوہ کھجور میں ہے یا مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور میں دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں حق یہ ہے کہ عجوہ کھجور جنت میں ملے گی اور اس میں جنت کے پھلوں کی سی برکت ہے اس سے تکالیف بیماری دور ہوتی ہیں۔ اور تندرستی بحال رہتی ہے۔ ۲؎ اس کی شرح بھی گزر گئی کہ کھمبی جسے سانپ کی چھتری یا بلی کا پاؤں بھی کہتے ہیں۔ جو برسات کے موسم میں بھیگی لکڑی میں چھتری کی طرح نمودار ہوتی ہے۔ یا تو بنی اسرائیل کا من یہ ہی تھی یا من کی طرح یہ بھی اعلیٰ نعمت ہے جو بغیر مشقت ہم کو مل جاتی ہے۔ اس کا عرق آنکھ کی بعض بیماریوں میں مفید ہے لہذا کوئی بغیر طبیب حاذق کے مشورہ کے اس کا استعمال نہ کرے۔ یہ ہی حال تمام احادیث کی دواؤں کا ہے کہ تمام دوائیں برحق ہیں مگر ہم ان کا استعمال طبیب کی رائے سے کریں۔ ۳؎ یہ حدیث ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے اور احمد نسائی، ابن ماجہ نے ابوسعید خدری اور حضرت جابر سے روایت کی بخاری نے بروایت ابن عباس یہ زیادتی کی کہ عربی مینڈھا سیاہ رنگ کا شفاء ہے عرق النساء کو یعنی اس کا گوشت مریض کو کھلایا جائے اور اس کا شوربا اسے پلایا جائے (مرقات) ۴؎ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے۔ آپ خندق کے سال ایمان لائے صلح حدیبیہ میں حاضر تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر رہے بڑے مدبر نہایت عقلمند صاحب الرائے صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ ۵؎ یعنی ایک شب میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے گھر بطور مہمان تشریف لے گئے۔ یہ معنی نہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مہمان اپنا بنایا جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا یہ پتہ نہیں کہ میزبان کون صاحب تھے ۶؎ یا تو صاحب خانہ نے اپنے

فَجَآءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَاَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ مَالَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ قَالَ وَكَانَ شَارِبُهُ وَفَاءً فَقَالَ لِيْ اُقُصُّهُ لَكَ عَلٰى سِوَاكٍ اَوْ قُصَّهُ عَلٰى سِوَاكٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کاٹنے لگے ۱؎ پھر بلال حضور کو نماز کی اطلاع دینے آئے ۲؎ تو آپ نے چھری ڈال دی فرمایا اسے کیا ہوا اس کے ہاتھ گرد آلود ہوں ۳؎ فرمایا ان کی مونچھیں بڑی تھیں ۴؎ تو مجھ سے فرمایا میں انہیں مسواک پر کتر دوں یا تم مسواک پر کتر لو ۵؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں حاضر ہوتے تو اپنا ہاتھ نہ لگاتے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ

۱؎ خادم کو یہ حکم دیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ کو حکم دیا۔ اگر میزبان سے بے تکلفی ہو تو مہمان اپنے پسندیدہ کھانے کی فرمائش کر سکتا ہے۔ کہ وہ گویا اس کا اپنا ہی گھر ہوتا ہے ۲؎ یہ حضور انور کی بندہ نوازی کی شان ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے خادم کے لئے گوشت کاٹتے ہیں۔ خیال رہے کہ سکین ہر چھری کو کہتے ہیں۔ مگر شفرہ چوڑی اور بڑی چھری کو کہا جاتا ہے ۳؎ حضرت بلال ابن ابی رباح کنیت شریف ابو عبدالرحمن ہے۔ مزار پر انوار دمشق میں ہے۔ آپ نے اولاد کوئی نہ چھوڑی (مرقات) فقیر نے مزار مقدس پر حاضری دی ہے جس کا ذکر ہمارے سفرنامہ قبلیتیں میں ہے۔ یہ اطلاع دینا علاوہ اذان کے تھا۔ حضرت بلال اذان کے بعد خصوصی طور پر نماز کے لیے حضور کی خدمت میں عرض کرتے تھے ۴؎ یعنی وقت نماز ابھی کافی ہے اور بلال جلدی کر رہے ہیں کہ کھانا کھایا جا رہا تھا۔ حضرت بلال نے نماز کے لیے عرض کیا۔ عشا کا وقت بڑا وسیع ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں جماعت کے لیے گھنٹہ منٹ مقرر نہ تھے ۵؎ کہ مونچھوں کے بال ہونٹ کے کنارہ سے آگے تھے۔ یہاں ضمیر بجائے متکلم کے غائب ارشاد ہوئی جیسے ہم اپنے کو کہتے ہیں یہ گنہگار حاضر ہے اور ہو سکتا ہے کہ شاربہ کی ضمیر حضرت بلال کی طرف لوٹتی ہو۔ یعنی جناب بلال کی مونچھیں بڑی تھیں ۶؎ یعنی یا تو ہم تمہاری مونچھوں کے بڑھے بال مسواک پر رکھ کر کاٹ دیں یا تم خود ہی اس طرح ابھی کاٹ لو معلوم ہوا کہ حضور انور کو لمبی مونچھیں سخت ناپسند ہیں۔ ان سے دلی نفرت ہے کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹنے کی ہدایت نہ دی بلکہ فرمایا ابھی کاٹ لو یا ہم خود کاٹ دیں۔ مسلمان اس سے عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ مونچھیں منڈانا بھی منع ہے اور بہت پست کرنا بھی منع ہے بلکہ اتنی کاٹنا کہ ہونٹ کا کنارہ خوبی کھل جائے سنت ہے۔ احفاء شارب کے یہی معنی ہیں۔ اس سے مونچھیں پانی پیتے وقت پانی میں ڈوبتی نہیں (مرقات) اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ يَدَهٗ وَاِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ
كَاَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا ثُمَّ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَاَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ
لَّا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ جَاءَ بِهٰذِهٖ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ
بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَالَّذِيْ

علیہ وسلم پس رکھتے اپنا ہاتھ[1] ایک بار حضور کے ساتھ کسی کھانے پر حاضر ہوئے تو ایک لڑکی آئی گویا وہ دھکیلی جارہی ہے[2] وہ اپنا ہاتھ کھانے میں لگانے لگی[3] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک بدوی آیا گویا دھکیلا جارہا ہے[4] حضور نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنے لئے کھانا حلال کرتا ہے اس سے کہ کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے[5] وہ اسے لایا تاکہ اس کے ذریعہ کھانا حلال کرے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس بدوی کو لایا کہ کھانا حلال کرے میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا[6] اس کی قسم

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے ساتھ دسترخوان پر حاضر ہو تو ان سے پہلے کھانا شروع نہ کرے کہ اس میں بے ادبی ہے یہ اس صورت میں ہے کہ سارے کھانے والے بالغ ہوں ان میں ایک بزرگ باقی خدام لیکن اگر کھانے والے میں کوئی نا سمجھ بچہ بھی ہو تو وہ پہلے کھانا شروع کرسکتا ہے بلکہ اس کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اور کھانا کھا چکنے پر اس کے ہاتھ پیچھے دھلائے جائیں۔ کیونکہ بچے آہستہ آہستہ کھاتے ہیں۔ دیر تک کھاتے ہیں اور کھانا سامنے آنے پر زیادہ صبر نہیں کرسکتے۔ یہ تمام احکام عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہیں۔ [2] جاریہ سے مراد لونڈی نہیں بلکہ چھوٹی بچی ہے جو اتنی تیز دوڑتی آرہی تھی۔ جیسے کسی نے اسے اس طرف دھکا دیا ہو۔ دھکا کھا کر انسان بہت تیزی سے گرتا ہے [3] یعنی ابھی ہم نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اس نے پہلے ہی ہاتھ ڈالنا چاہا بغیر بسم اللہ پڑھے [4] جیسے در حقیقت اسے شیطان اسی طرح بھگائے ہوئے لا رہا ہے [5] یہاں بھی یہی حال تھا کہ وہ بدوی صاحب بھی ان حضرات سے پہلے ہی بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے۔ یہاں بھی شیطان ہی کا دھکا تھا [6] یعنی اگر جماعت میں ایک آدمی بھی بغیر بسم اللہ کھانے لگے تو شیطان اس کھانے میں شریک ہوجاتا ہے۔ تم سب کو بسم اللہ پڑھ کر کھاتے شیطان کو ساتھ کھانے کی جرأت نہ ہوئی اس لیے وہ آگے پیچھے ان دونوں کو لایا کہ یہ بغیر بسم اللہ کھائیں اور ان کے ذریعہ شیطان بھی کھاسکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بچے جو بسم اللہ نہ

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ یَدَہٗ فِیْ یَدِیْ مَعَ یَدِھَا زَادَ فِیْ رِوَایَۃٍ ثُمَّ ذَکَرَ اسْمَ اللّٰہِ وَاَکَلَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ یَّشْتَرِیَ غُلَامًا فَاَلْقٰی بَیْنَ یَدَیْہِ تَمْرًا فَاَکَلَ الْغُلَامُ فَاَکْثَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ کَثْرَۃَ الْاَکْلِ شُؤْمٌ وَاَمَرَ بِرَدِّہٖ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ٭ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُ اِدَامِکُمْ

جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ ان کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے [1] ایک روایت میں ہے کہ پھر بسم اللہ پڑھی اور کھایا [2] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو خریدنے کا ارادہ کیا۔ اس کے سامنے چھوہارے ڈالے اس نے کھائے تو بہت کھائے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت کھانا نحوست ہے۔ اور اس کی واپسی کا حکم دیا [3] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے سالن کا سردار [4]

سکیں ضرور بسم اللہ پڑھ کر کھایا کریں۔ ورنہ شیطان کھانے میں شریک ہو گا ہاں بالکل بے سمجھ بچے جو صحیح بول نہ سکے اس حکم سے علیحدہ ہیں [5] تاکہ یوں دونوں میں سے کوئی بغیر بسم اللہ یا تحریر نہ ڈال سکیں اور شیطان کو موقع نہ ملے اس کی کوشش بیکار جائے۔

[1] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے یدھا اس میں ضمیر کا مرجع وہ لڑکی اور یہ بدوی دونوں ہیں۔ یعنی ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نسخہ میں یدھا ہے جس کا مرجع لڑکی ہے چونکہ پہلے وہی آئی تھی اس لیے اس کا ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوا جس کے ساتھ یا جس پر شیطان ہو اس کو پکڑ لینے سے وہ شیطان بھی پکڑا جاتا ہے۔ بعض عاملین کو دیکھا گیا کہ وہ اس شخص کے بال یا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں جس پر شیطان سوار ہو۔ اس سے خود شیطان قبضہ میں آجاتا ہے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہو سکتی ہے [2] ان دونوں نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور دوسرے حضرات نے بھی۔ حضرات صوفیاء چشتیہ فرماتے ہیں کہ نوالہ اہل کے سینے حلال سے نااہل کے حرام اگر مجمع میں ایک بھی نااہل شریک ہو جائے تو سب کے لیے ممنوع۔ کیونکہ ایک نااہل کی شرکت سے شیطان شریک ہو جاتا ہے اور وہ کام شیطانی ہو جاتا ہے اس قول کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ کہ اگر کھانے والوں کی جماعت میں ایک شخص بھی بغیر بسم اللہ شریک ہو جائے تو شیطان شریک ہو جاتا ہے [3] یعنی بہت کھانا نحوست کی علامت ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کافر سات آنتوں

الْمِلْحُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ❁ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَكُمْ فَإِنَّهُ أَرْوَحُ لِأَقْدَامِكُمْ ❁ وَعَنْ
أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِثَرِيْدٍ أَمَرَتْ بِهِ فَغُطِّيَ
حَتّٰى تَذْهَبَ فَوْرَةُ دُخَانِهِ وَتَقُوْلُ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هُوَ أَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ رَوَاهُمَا الدَّارِمِيُّ ❁
وَعَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ

نمک ہے ۱؎ (ابن ماجہ) ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو کہ یہ تمہارے قدموں کی راحت کا باعث ہے ۲؎ روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے کہ جب ان کے پاس ثرید لایا جاتا تو اس کے متعلق حکم دیتیں تو ڈھک دیا جاتا حتی کہ اس کے دھوئیں کا جوش جاتا رہتا ۳؎ اور فرماتیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ عمل برکت بڑھانے والا ہے ۴؎ (دارمی) روایت ہے حضرت نبیشہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پیالے میں کھائے

میں کھاتا ہے اور مومن میں کفر کی علامت ہونا نحوست ہے۔ لہذا اسے واپس کر دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام کا بہت کھانا عیب ہے جس کی وجہ سے اسے واپس کیا جا سکتا ہے۔ ۲؎ یہاں سرداری سے مراد کم خرچ ہونا قناعت کا باعث ہونا ہے۔ بعض تارکین دنیا صرف نمک سے روٹی کھا لیتے ہیں ان کی دلیل یہی حدیث پاک ہے مقصد یہ ہے کہ اگرچہ کبھی تنگی میں سے بھی روٹی کھائی جا سکتی ہے۔ مگر نمک سے روٹی کھانا مفید بھی ہے آسان بھی کہ نمک آسانی سے میسر ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ بعض لحاظ سے گوشت سالنوں کا سردار ہے بعض لحاظ سے سرکہ اور بعض لحاظ سے نمک۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں گوشت یا سرکہ کو سالن کا سردار فرمایا گیا ہے۔ جیسے بعض لحاظ سے حضرت فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ بعض لحاظ سے حضرت عائشہ صدیقہ چنانچہ طبرانی نے اوسط میں ابو نعیم نے کتاب الطب میں روایت کی کہ دنیا میں سالن کا سردار گوشت ہے پینے کی چیزوں میں سردار پانی ہے خوشبوؤں میں سردار قبا فیہ ہے (مرقات) کھانوں کی لذت نمک سے ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ زعفران مثقال سے فروخت ہوتا ہے اور نمک حمال (ڈھیروں) سے حالانکہ زعفران سے نمک اعلیٰ ہے
۲؎ یعنی جب تمہارے سامنے کھانے کے لیے کھانا رکھا جائے تو جوتے اتار دو۔ جوتا پہن کر کھانا نہ کھاؤ ننگے پاؤں کھانا کھانا مفید بھی ہے اس میں کھانے کا ادب بھی ۳؎ ثرید کے معنی پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ شوربے میں گلائی ہوئی روٹی۔ یعنی آپ بہت گرم کھانا نہ کھاتی تھیں اور کھانا گول کر پھونکیں مار کر ٹھنڈا نہ کرتی تھیں بلکہ پکنے کے بعد کچھ دیر ڈھکا رہنے دیتیں جب خود ٹھنڈا ہو جاتا تو کھاتی تھیں

فِیْ قُصْعَۃٍ ثُمَّ لَحِسَہَا تَقُوْلُ لَہُ الْقُصْعَۃُ اَعْتَقَکَ اللّٰہُ مِنَ النَّارِ کَمَا اَعْتَقْتَنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ رَوَاہُ رَزِیْنٌ ٭ بَابُ الضِّیَافَۃِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

پھر اُسے چاٹ لے تو پیالہ اُس سے کہتا ہے کہ تجھے اللہ آگ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھے شیطان سے آزاد کرایا[1] (رزین) دعوت کا بیان[2] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا احترام کرے[3] اور جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے[4] اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ

[5] یعنی کھانا کھاکر پیالے کو ٹھنڈا ہو جاوے اور پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرنا برکت کا باعث ہے بلکہ یہ کھانے میں بھی تکلیف نہیں ہوتی دیلمی شریف میں ہے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں [6] یہ وہ ہی حدیث ہیں جن کا ذکر ابھی کچھ پہلے ہوا انہیں تحیۃ الخیر کہتے ہیں۔ [1] ظاہر یہ ہے کہ پیالہ اپنی زبان میں یہ الفاظ کہتا ہے صرف زبان حال مراد نہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ سنا ہوا برتن بغیر صاف کئے ہوئے پڑا رہے تو اس سے شیطان چاٹتا ہے۔ حدیث ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ کہنے سے مراد ہے زبان حال سے کہنا اور شیطان کے چاٹنے سے مراد گندے برتنوں کا پانی گرنے ہو سکے برتن کو کتے چاٹتے ہیں اس سے برتن کی توہین ہوتی ہے [2] ضیافت بنا ہے ضیف سے جس کا مادہ ہے اضافت یعنی مائل ہونا۔ اصطلاح میں دعوت کو بھی کہتے ہیں اور مہمان کو بھی اس لئے مہمان کو ضیف کہا جاتا ہے جمع اضیاف دعوت اور مہمان دونوں میں کچھ کھانے والے کے آداب ہیں کچھ کھلانے والے کے آداب بہتر یہ ہے کہ ہر ایک کو چاہیئے کہ ان آداب و احکام کا خیال رکھیں جو تمام آداب اسی باب میں مذکور ہیں۔ بعض وقت دعوت قبول کرنا سنت ہے بعض وقت حرام بعض حالات میں مکروہ [3] مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس سے کھانے اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے بعض حضرات خود مہمان کے آگے دسترخوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے۔ بعض لوگ مہمان کے لئے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تواضع ایمان کامل کا تقاضا ہے جیسے باپ بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر۔ مہمان کی خاطر مومن کی علامت ہے خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لئے کھانے میں تکلف کرے پھر دو روز درمیانہ کھانا پیش کرے جو عام طور پر گھر میں پکتا ہو مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے مرقات [4] یعنی اس کو تکلیف دینے کا کوئی کام نہ کرے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے حق یہ ہیں کہ جب وہ تم سے مدد مانگے تو اس کی مدد کرو اگر قرض مانگے تو قرض دو اگر وہ غریب ہو تو اس کی خبر گیری

فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ وَفِیْ رِوَايَةٍ بَدَلَ الْجَارِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِیْ شُرَيْحٍ الْكَعْبِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةٌ

اچھی بات کہے یا چپ رہے ۱؎ ایک روایت میں پڑوسی کے بجائے یوں ہے کہ جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کرے ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے ابو شریح کعبی سے ۳؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا احترام کرے ۴؎ اس کی مہمانی ایک دن رات ہے ۵؎ اور دعوت تین دن ہے

مکور سم) (۴) بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تو تیمارداری کرو (۵) مر جائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو (۷) اس کے غم و مصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا رک جاوے مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیۃً بھیجتے رہو ورنہ چھلکے وغیرہ چھپا کر رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو۔ تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے (مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایہ اور ماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔ قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا بہرحال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالیٰ سے مانگئے۔

۱؎ خیر سے مراد یا اچھی بات ہے تو واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے کہ ناجائز باتوں میں نہ پھنس جائیں۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے بات ہی مردود۔ ۲؎ یعنی اپنے ذی رحم قرابتداروں کے حقوق ادا کرے۔ ذی رحم وہ عزیز ہے جس کا رشتہ ہم سے نسبی ہو محرم وہ ہے جس سے نکاح کرنا حرام ہو۔ بلکہ دودھ ماں محرم ہے ذی رحم نہیں اور چچا زاد بھائی ذی رحم ہے محرم نہیں۔ اور سگا بھائی بھتیجہ ذی رحم بھی ہے اور محرم بھی۔ ذی رحم سے مراد ہیں خواہ محرم ہوں یا نہ ہوں اگرچہ ساس سسر بیوی کے حقوق بھی ادا کرنا ضروری ہے مگر ان کو صلہ رحمی نہیں کہتے۔ یہ حدیث طبرانی، ترمذی

أَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهٗ أَنْ يَّثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فَقَالَ لَنَا إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اس کے بعد وہ صدقہ ہے۔ مہمان کو یہ حلال نہیں کہ اس کے پاس ٹھہرا رہے حتی کہ اسے تنگ کردے ۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم کو بھیجتے ہیں ۲ تو ہم ایسی قوم پر اترتے ہیں جو ہماری مہمانی نہیں کرتی تو حضور کیا حکم دیتے ہیں ۳ تب ہم سے فرمایا کہ اگر تم کسی قوم پر اترو پھر وہ تمہارے لئے وہ دیں جو مہمانوں کے لئے مناسب ہے تو قبول کرو لیکن اگر نہ کریں تو ان سے مہمان کا وہ حق لے لو جو مہمانوں کو مناسب ہے ۴ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

جائزہ صغیرہ وغیرہ ہیں اور طریقوں سے وارد ہوئی ہے جن میں علامات ایمان اور بہت چیزیں ارشاد ہوئیں۔ ۲ آپ کا نام خویلد ابن عمرو ہے عدوی ہیں قبیلہ بنی کعب سے ہیں۔ فتح مکہ کے دن بنی کعب کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ۳ مہمان وہ ہے جو ہم سے ملاقات کیلئے باہر سے آئے خواہ اس سے ہماری واقفیت پہلے سے ہو یا نہ ہو جو جانے پہچانے محلہ یا اپنے شہر میں سے ہم سے ملنے آئے وہ چار منٹ کے لئے وہ ملاقاتی ہے مہمان نہیں۔ اس کی خاطر تو کرو مگر اس کی دعوت نہیں ہے اور جو ناواقف شخص اپنے کام کے لئے ہمارے پاس آئے وہ مہمان نہیں جیسے حاکم یا مفتی کے پاس مقدمہ والے یا فتویٰ والے آتے ہیں یہ حاکم کے مہمان نہیں ۵ حضرت لیث اس کی بنا پر فرماتے ہیں کہ مہمان کو ایک شب کھانا کھلانا واجب ہے۔ اگر نہ کھلائے گا تو گنہگار ہوگا۔ جائزہ کے معنی ہیں عطیہ۔ ہدیہ اس کی جمع ہے جوائز جیسے فاضلہ کی جمع فواضل یعنی مہمان کا خصوصی حق۔ ۶ اگر صاحب خانہ خود ہی بخوشی روکے تو رک جانے میں حرج نہیں لیکن اسے تنگی ہو اور مہمان ڈٹا رہے یہ بے غیرتی بھی ہے اور مسلمان کو تنگ کرنا بھی ممنوع ہے یہ قوانین آج عیسائیوں نے اختیار کر لئے ہیں۔ ان کے ہاں مہمان پہلے ہی خط لکھ دیتا ہے کہ میں اتنے روز کے لئے آپ کے ہاں آرہا ہوں پھر جب وہ دن گزر جائے اور یہ مہمان کسی وجہ سے ٹھہرا ہے تو صاحب خانہ کو ان زائد دنوں کا بل ادا کرتا ہے ۲ جہاد کے لئے یا کسی جگہ نائب بنا کر نمائندگی کرنے کے لئے ۳ یعنی راستہ میں منزل بمنزل ٹھہرتے ہوئے جاتے ہیں ہم لوگ کھانا نہ پائیں تو کیا کریں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَا الْجُوْعُ قَالَ وَاَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِي الَّذِيْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمُوْا فَقَامُوْا مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا

صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن یا ایک رات باہر تشریف لائے تو اچانک ابوبکر و عمر تھے ۱؎ فرمایا اس گھڑی تم دونوں کو اپنے گھروں سے کس چیز نے نکالا عرض کیا بھوک نے ۲؎ فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے بھی اس نے نکالا جس نے تم کو نکالا ۳؎ اٹھو چنانچہ وہ حضور کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ۴؎ ایک انصاری صاحب کے ہاں گئے ۵؎ تو وہ اپنے گھر میں نہ تھے جب حضور کو ان کی بیوی

وہاں کے باشندے یہ سرقہ کرتے ہوئے ہماری بات بھی نہیں پوچھتے ۶؎ ضیف واحد و جمع دونوں کو کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ضیف ابراہیم المکرمین ۷؎ یہ فرمان عالی تو اس کافر قوم کے متعلق ہے جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہوتا تھا۔ کہ ہماری فوج کو تمہیں دعوت دینا ہوگا۔ اب اگر وہ یہ وعدہ پورا نہ کریں تو جبراً پورا کرایا جائے یا حالت مخمصہ کا ذکر ہے جب کہ مسافر بھوک سے مر رہا ہو تو جبراً دوسرے کے مال سے کر بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔ ورنہ دوسرے کا مال بغیر اس کی رضامندی استعمال کرنا جائز نہیں (مرقات) لہذا یہ حدیث اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں۔ یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ نہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ڈکیتی اور کسی کا مال چھین لینے سے منع فرمایا گیا۔ بعض نے فرمایا کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا جبکہ امیروں پر فقیروں کی دستگیری واجب۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ایک دن کی مہمانی میزبان پر واجب ہے۔ وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں مگر جمہور کا یہ قول نہیں اور ان شارحین کا یہ استدلال کمزور ہے۔ اگر مہمانی واجب بھی ہو تو یہ جبراً اس سے وصول کرنا کیسے درست ہو زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہے مگر فقراء کو حق نہیں کہ ان کا مال جبراً چھین لیں ۱؎ بعض روایات میں ہے کہ یہ وقت دوپہر کا تھا (اشعہ) ۲؎ ان حضرات کا اس وقت اپنے گھروں سے نکل پڑنا نہ تو کسی سے کچھ مانگنے کے لیے تھا نہ کہیں دعوت میں جانے کے لیے بلکہ وجہ یہ تھی کہ سخت بھوک میں کسی عبادت میں دل نہیں لگ رہا تھا ایسی حالت میں عبادت کرنا ایسے ہی ممنوع ہے جیسے پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت میں عبادت مکروہ ہے اس لیے یہ حضرات اپنی عبادات نوافل ترک کرکے دل بہلانے باہر آ گئے۔ (مرقات) ۳؎ یعنی ہم بھی اس وقت اس وجہ سے باہر تشریف لائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی تکلیف کو کسی پر ظاہر کرنا جبکہ ناشکری یا گھبراہٹ کے اظہار یا بے صبری کے لیے نہ ہو جائز ہے۔ (مرقات) ان دونوں بزرگوں کا حضور کی خدمت میں بھوک کی شکایات کرنا ایسا ہے جیسے اولاد کا ماں باپ سے بھوک کی شکایت کرنا اور حضور انور کا یہ فرمان ان بزرگوں کی تسکین اور صبر کے لیے ہے یعنی دیکھو ہم کو بھی بھوک ہے مگر صبر بھی ہے۔ خیال رہے کہ ان حضرات کا اس تیز کھانے کے لیے نہ جانا تھی کہ بھوک نے پریشان کر دیا دینی کام میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے تھا

وَاَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ فُلَانٌ قَالَتْ ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ اِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِيُّ فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ اَلْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِّنِّيْ فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَّتَمْرٌ وَّرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ هٰذِهٖ وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ

نے دیکھا بولیں خوش آمدید اہلاً ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں کہاں ہیں ۶ بولیں ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں ۷ اتنے میں انصاری صاحب آگئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا بولے اللہ کا شکر ہے ۸ آج مجھ سے بہتر مہمانوں والا کوئی نہیں ۹ پھر وہ چلے تو ان کی خدمت میں ایک بڑا خوشہ لائے جس میں کچے خشک و تر کھجوریں تھیں عرض کیا اس سے کھائیے ۱۰ اور چھری لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ والی سے الگ رہنا ۱۱ پھر انہوں نے ان حضرات کے لیے بکری ذبح کی۔ ان صاحبوں نے

بھوک کی شدت سے زیادہ اہم تھا وہ دونوں حضرات معاش کے لیے کچھ کام کرتے رہتے تھے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضرات حضور کا دیدار کر کے بھوک بھول جاتے تھے ان کی بھوک جاتی رہتی تھی جیسے قحط کے زمانہ میں مصری لوگ جمال یوسفی دیکھ کر بھوک بھول جاتے تھے (اشعۃ اللمعات) ۳ دیکھے بڑے جمع فرمایا جاتا ہے یا کبھی واحد کو جمع بول دیتے ہیں ۴ یہ خوش نصیب صحابی حضرت مالک ابن تیہان ہیں کنیت ابو الہیثم، انصاری ہیں بڑے مالدار، بہت بکریوں کے مالک تھے چونکہ اس صحابی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل تھے یہ دونوں حضرات حضور کے تابع تھے۔ اس لیے آپ نے صیغہ واحد ارشاد فرمایا ۵ اہل عرب مہمان کو دیکھ کر یہ الفاظ کہتے ہیں جیسے انگریزی میں ویل کم فارسی میں خوش آمدید ۶ یعنی تمہارے خاوند کہاں ہیں معلوم ہوا کہ کبھی اپنے دوست یا مخدوم کے گھر خود مہمان بن جانا بھی جائز ہے۔ مہمان کے لیے صاحب خانہ کا بلانا ضروری نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مالک مکان گھر میں نہ ہو تو اس کے بال بچوں کے پاس انتظار کے لیے بات چیت کرنا درست ہے جبکہ بضرورت ہو بغیر خلوت کے ہو ۷ یعنی ہمارے باغ میں پانی ہے مگر قدرے کھاری ہے باغ سے کچھ فاصلہ پر میٹھے پانی کا کنواں ہے۔ وہاں سے پینے کے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں ۸ شمائل ترمذی میں ہے کہ یہ بات ہو رہی تھی کہ مالک ابن تیہان یعنی صاحب باغ بھی آگئے پانی کا برتن رکھ کر حضور سے لپٹ گئے میرے ماں باپ فدا۔ شعر

ز شان و شوکت سلطان نگشت چیزے کم ، ز التفات بمہمان سرائے مسکینے
کلاہ گوشۂ مسکیں بہ آفتاب رسید ! ، کہ سایہ بر سرش افگند چوں تو سلطانے

وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِیْمِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُیُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِیْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِیْ بَابِ الْوَلِیْمَةِ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

بکری اور اس خوشے سے کھایا پانی پیا پھر جب سیر ہوگئے اور پانی سے سیراب ہوئے ۹؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر و عمر سے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم سے ان نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا قیامت کے دن ۱۰؎ کہ تم کو تمہارے گھروں سے بھوک نے نکالا پھر تم واپس نہ ہوئے حتی کہ تم کو یہ نعمتیں مل گئیں ۱۱؎ (مسلم) ۱۲؎ اور حضرت ابومسعود کی حدیث کان رجل من الانصار باب الولیمہ میں ذکر کی گئی ۱۳؎ دوسری فصل

اس حضرت مالک میزبان کی اس عظمت کا ظہور ہے کہ سبحان اللہ حضور انور نے ان کے گھر کو اپنا تصور فرما کر وہاں تشریف ارزانی فرمائی۔ خیال رہے کہ آپ بیعت عقبہ اولیٰ میں شریک ہوئے بارہ نقیبوں میں آپ بھی تھے بدر و احد اور تمام غزوات میں شریک ہیں ۶؎ یعنی آج مجھ سا معزز کون ہے کہ دو عالم کے اعظم کا مہمان میرے گھر کیسے کرم فرما ہو گیا۔ میں اپنے مقدر پر جس قدر ناز کروں کم ہے آج میرا باغ رشک خلد بریں بلکہ رشک عرش بریں ہے ۷؎ فوراً چادر بچھائی پھر ایک بڑا سا خوشہ کھجور کا حاضر لائے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے فرمایا صرف رطب کھجوریں ہی کیوں نہ لائے۔ عرض کیا کہ میں ہر قسم کی کھجوریں حاضر لایا ہوں تاکہ جو پسند خاطر ہو وہ ملاحظہ کریں ۸؎ یعنی دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔ بعض بزرگ دودھ والی گائے بکری بھینس کی قربانی نہیں کرتے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ اگرچہ یہ فرمان عالی بطور مشورہ تھا، مگر حضور کے مشورہ پر عمل بھی بہت ہی اچھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کو پہلے کچھ پھل کھانا پھر کھانا پیش کرنا سنت صحابہ ہے بعد کھانے کے پھل پیش کرنا بھی سنت ہے جس کی روایات گزر چکیں ۹؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے دوبارہ کھجوریں کھائیں، ایک دفعہ پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی ۱۰؎ نووی نے فرمایا کہ شکم سیر کر کے کھانا پینا جائز ہے جن احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے وہاں ہمیشہ سیر ہو کر کھانا مراد ہے ۱۱؎ کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھوک پیاس کی حالت میں ایسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ تسئلن فرمانے کے صیغہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حساب نہ لیا جائے گا کہ حضور کا ہر عمل تعلیم و تبلیغ کے لیے تھا آپ کا حساب نہیں بلکہ بلا حساب اجر و ثواب بے حساب عطا ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲؎ یعنی قیامت میں تم سے سوال یہ ہوگا کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا یا نہیں اگر کیا تو وہ کیا تھا [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ تم سے سوال یہ ہوگا کہ ہماری فلاں فلاں نعمتیں تم نے کھائیں یا نہیں غرضیکہ سوال توبیخ اور ہے سوال تعداد کچھ اور مرقات نے یہ دوسرے معنی اختیار فرمائے کہ یہ سوال سوال احترام ہوگا نہ کہ سوال توبیخ کہ سوال توبیخ یا کفار سے ہوگا یا فاسقوں ناشکروں سے ۱۳؎ اس حدیث کا تتمہ ابھی عنقریب آرہا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالہیثم سے فرمایا کہ جب ہمارے پاس غلام آویں تو تم آنا ہم تم کو ایک غلام عطا فرمائیں گے کچھ روز بعد دو غلام حضور کی بارگاہ میں لائے گئے تب ابوالہیثم حاضر بارگاہ ہوئے

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَیُّمَا مُسْلِمٍ ضَافَ قَوْمًا فَاَصْبَحَ الضَّیْفُ مَحْرُوْمًا کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ نَصْرُہٗ حَتّٰی یَاْخُذَ لَہٗ بِقِرَاہُ مِنْ مَالِہٖ وَزَرْعِہٖ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ وَاَیُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ یَقْرُوْہُ کَانَ لَہٗ اَنْ یُّعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ ۞ وَعَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ الْجُشَمِیِّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمْ یَقْرِنِیْ وَلَمْ یُضِفْنِیْ ثُمَّ مَرَّ بِیْ بَعْدَ ذٰلِکَ اَقْرِیْہِ اَمْ اَجْزِیْہِ قَالَ بَلْ اَقْرِہٖ رَوَاہُ

روایت ہے حضرت مقدام ابن معدی کرب سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کسی قوم کا مہمان ہو پھر مہمان محروم رہے تو ہر مسلمان پر اس کی مدد کرنا لازم ہے [۱] یہاں تک کہ وہ اپنی مہمانی اس کے مال اور کھیت سے حاصل کرے [۲] دارمی اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کا مہمان بنے پھر وہ اس کی مہمان نوازی نہ کرے تو اُسے حق ہے کہ اپنی مہمانی کی مقدار لے لے [۳] روایت ہے حضرت ابوالاحوص جشمی سے [۴] وہ اپنے باپ سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے تو اگر میں کسی شخص پر گزروں تو نہ وہ میری مہمانی کرے نہ مجھے دعوت دے پھر وہ مجھ پر اس کے بعد گزرے تو میں اُسے مہمان بناؤں یا بدلہ لوں فرمایا

حضور انور نے فرمایا اللہ ہی بہتر ایک سے لو عرض کیا حضور آپ ہی انتخاب فرماکر ایک عطا فرمادیں فرمایا سے جاؤ یہ نمازی ہے اس سے برتاؤ اچھا کرنا چنانچہ ابوالہیثم اس غلام کو گھر لائے اور اسے آزاد کردیا [۵] یعنی ابومسعود کی وہ حدیث مصابیح میں بیان تھی ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے سے باب الولیمہ میں نقل کیا [۱] اس طرح کہ میزبان اسے مہمان نہ بنائے اسے کھانا نہ دے تو اس کے پڑوس کے مسلمان اس میزبان کو سمجھا بجھا کر یا ڈرا دھمکا کر اس سے کھانا دلوا دیں [۲] یعنی اگر سمجھانے بجھانے پر بھی میزبان اس مہمان کا حق نہ دے تو دوسرے مسلمان اس مہمان کی مدد کریں کہ وہ میزبان کے مال و کھیت میں سے ایک دن کے کھانے کے بقدر وصول کرے اس حدیث کے دو ہی مطلب ہیں جو ابھی کچھ پہلے حضرت عقبہ ابن عامر کی حدیث کی شرح میں عرض کیے گئے کہ یہ مہمان سے مراد ہے مسلمان مہمان اور میزبان سے مراد ہے وہ کافر جماعت جس سے اس شرط پر صلح کی گئی تھی کہ ہمارے مسلمان مہمان کو کھانا دیا کریں یا وہ مہمان مراد ہے جو بھوک سے مر رہا ہو دوسرے کے پاس کھانا ہو وہ اسے مرتے ہوئے دیکھے اور کھانا نہ دے ایسی مجبوری میں وہ جبراً اس کے مال سے لے سکتا ہے ورنہ بغیر ان حالات کے کسی کا مال جبراً لینا جائز نہیں حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام بھوکے ایک ولی پر گئے تو انہوں نے میزبانی نہ کی تو ان بزرگوں نے ان سے کچھ جبراً وصول نہ کیا جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے [۳] آپ کا نام عوف ابن مالک

الترمذي * وعن انس او غيره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم استأذن على سعد بن عبادة فقال السلام عليكم ورحمة الله فقال سعد وعليكم السلام ورحمة الله ولم يسمع النبي صلى الله عليه وسلم حتى سلم ثلثا ورد عليه سعد ثلثا ولم يسمعه فرجع النبي صلى الله عليه وسلم فاتبعه سعد فقال يا رسول الله بابي انت وامي ما سلمت تسليمة الا هي باذني ولقد رددت عليك ولم اسمعك احببت ان استكثر

بلکہ مہمان بناؤ لہ (ترمذی) روایت ہے حضرت انس یا اُن کے سوا سے ۲ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد ابن عبادہ کے ہاں اجازت چاہی تو فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو حضرت سعد نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ سنایا حتی کہ حضور نے تین بار سلام کیا ۳ اور حضور کو سعد نے جواب دیا سنایا نہیں ۴ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو گئے ۵ تو جناب سعد حضور کے پیچھے گئے۔ عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ۶ حضور کوئی سلام نہ کیا مگر وہ میرے کان میں پہنچا اور میں نے حضور کا جواب دیا آپ کو نہ سنایا میں نے چاہا کہ آپ کا سلام اور

ابن نفوس ہے۔ تابعی ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ رہے اور قتال خوارج میں شہید ہوئے۔ (اشعہ ومرقات)

لہ یعنی اگر اس نے تمہارے ساتھ بے مروتی کی ہے تم تو اس سے بے مروتی نہ کرو برائی کا بدلہ بھلائی سے کرو۔ اسکو حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

ادفع بالتي هي احسن۔ شعر بدی را بدی سہل باشد جزا ، اگر مردی احسن الی من اساء

۳ بعض روایات میں ہے بلا شک و تردد کے ۳ ملاقات کو جانے والا تین بار سلام کرے ایک سلام اجازت، دوسرا سلام ملاقات۔ تیسرا سلام رخصت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیسرا سلام اجازت کے دروازے کے باہر سے کہتے تاکہ صاحب خانہ اندر آنے کی اجازت دیں حضرت سعد نے جواب دیا مگر آہستہ کہ حضور انور تک آواز نہ پہنچی جیسا کہ آگے آ رہا ہے کہ انہوں نے اس لیے حضور کے سلام بار بار لینے کی کوشش کی ۴ خیال رہے کہ یہاں حضرت کے سنانے کی نفی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کی نفی نہیں یعنی حضرت سعد نے آپ کو پست آواز سے جواب دیا جو سننے کے قابل نہ تھا کیونکہ انبیاء بہت قوی ہوتے ہیں وہ حضرات تو خطرات قلبی کو محسوس فرما لیتے ہیں حضرت سلیمان نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی تھی جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے لہذا ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کی پست آواز سن سکیں مگر شرعی احکام ظاہر پر جاری ہوتے ہیں۔ اس لیے سرکار واپس ہو گئے ۵ کیونکہ شرعی حکم یہ ہے کہ تین بار اجازت مانگنے پر جواب گھر والے سے نہ ملے تو واپس ہو جاؤ یہاں اس مسئلہ کا اظہار مقصود تھا۔

مِنْ سَلَامِكَ وَمِنَ الْبَرَكَةِ ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهُ زَبِيبًا فَأَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ

برکت زیادہ حاصل کروں [1] پھر وہ سب گھر میں آئے حضور کی خدمت میں کشمش پیش کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھالی [2] پھر جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا [3] تم پر فرشتوں نے دعاء رحمت کی [4] اور تمہارے پاس روزہ داروں نے افطاری کی [5] (شرح السنہ) روایت ہے حضرت ابوسعید سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ مومن اور ایمان۔

[1] بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ لفظ میرے ماں باپ آپ پر فدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے یعنی امتی صرف حضور سے ہی یہ عرض کرسکتا ہے ہاں اگر حضور اپنے کرم سے کسی امتی سے فرمادیں تو فرماسکتے ہیں جیسے حضور نے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرمایا۔ ارم یا سعد فداك ابی وامی اے سعد تیر چلائے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان مگر ہم حضور کے سوا کسی سے یہ نہیں کہہ سکتے۔ (مرقات) یہ کلمہ انتہائی محبت کا ہے مسلمان کو انتہائی محبت حضور سے چاہیے [2] خیال رہے کہ سلام کا جواب اتنی آواز سے دینا فرض ہے جسے سلام کرنے والا سن سکے لیکن یہاں تو وجہ ہی کچھ اور تھی کہ حضرت سعد نے جواب پست آواز میں دیا اگر ترک فرض سے ایسی برکت حاصل ہوجائے تو ایسے ترک فرض پر ہزاروں فرض قربان۔ حضرت ابو اسامہ نے حضور کا پیا ہوا پانی پیا تو روزہ توڑ دیا اور وہ خبر سنا کہ پی لیا وہ کہیں کہ روزہ کی قضا کرلوں گا مگر یہ پانی مجھے کہاں ملے گا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد پر اعتراض نہ فرمایا (از مرقات و اشعۃ اللمعات)

شعر: نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں ؎ نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ حضور انور نے فرمایا تھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس لیے فرمایا من البرکۃ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام حضور کا سلام حضور کی دعائیں لینے کے لئے بہانہ تلاش کرتے۔ آج مسلمانوں کا یہ پڑھنا السلام علیک یہ بہانہ ہے جواب سلام حاصل کرنے کا حضور انور کا میلاد شریف پڑھنا حضور کے نام پر صدقہ و خیرات کرنا بہانہ ہے حضور کی دعائیں لینے کا قرآن کریم فرماتا ہے ومن الاعراب من یتخذ ما ینفق قربات عند اللہ وصلوات الرسول یعنی دیہاتی اپنی خیراتوں کو ذریعہ بناتے ہیں اللہ سے قرب کا اور رسول کی دعائیں لینے کا یہ بہانہ بڑی پیاری چیز ہے [3] بعض روایات میں ہے کہ روٹی اور کشمش۔ یعنی حضور انور نے کشمش خشک سے روٹی ملا کر تناول فرمائی (مرقات) [4] یہ جملہ دعا ہے یا خبر یعنی تمہارا کھانا خدا کرے ہمیشہ ابرار کھائیں فساق و فجار نہ کھائیں یا خبر ہے چونکہ حضور انور سید الابرار ہیں اس لئے حضور انور کا کھانا گویا ہزاروں ابرار کا کھانا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما سکتے ہیں ہم اپنے کو کس منہ سے ابرار کہیں مولا تعالیٰ ہم گنہگاروں بدکاروں کو ابرار کی غلامی نصیب فرمائے [5] یہ

وَمَثَلُ الْاِيْمَانِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِيْ اٰخِيَّتِهٖ يَجُوْلُ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى اٰخِيَّتِهٖ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْهُوْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَى الْاِيْمَانِ فَاَطْعِمُوْا طَعَامَكُمُ الْاَتْقِيَآءَ وَاَوْلُوْا مَعْرُوْفَكُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ ۝ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يَحْمِلُهَا اَرْبَعَةُ رِجَالٍ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّآءُ فَلَمَّآ اَضْحَوْا

کی مثال گھوڑے کی سی ہے اپنی رسی میں جو گھومتا ہے پھر اپنی رسی کی طرف لوٹ آتا ہے ۱؎ اور مومن بھول جاتا ہے پھر ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے ۲؎ تو تم اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اور نیکی اور مومنوں کو ۳؎ (بیہقی شعب الایمان) ابو نعیم فی الحلیہ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے جسے غراء کہا جاتا تھا ۵؎ ترجیب

بھی دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے ہمیشہ تمہارے لئے فرشتے دعائیں کرتے رہیں یا ہمارے کھانے سے فرشتوں نے تمہارے لئے دعائیں کیں معلوم ہوا کہ حضور انور کا کسی کا کھانا ملاحظہ فرمانا فرشتوں کی دعا کا ذریعہ ہے (مرقات) یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی خدا کرے تمہارے کھانے سے روزہ دار افطار کیا کریں تمہارا کھانا اس راہ میں خرچ ہوا کرے کیونکہ اس وقت حضور انور کا نہ تو روزہ تھا نہ یہ وقت افطار کا تھا بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور کا روزہ تھا جو حضرت سعد کی خاطر توڑ دیا گیا مگر یہ درست نہیں اس لئے کہ روزہ توڑنے کو افطار نہیں کہتے ۱؎ آخیہ اس لمبی رسی کو کہتے ہیں جس کا ایک کنارہ میخ میں بندھا ہو دوسرا گھوڑے کے پاؤں میں ہو درمیان رسی کو زمین میں دبا دیا ہو۔ اگر گھوڑا کھل جائے تو گھوم پھر کر پھر اپنے تھان پر آجاتا ہے اس رسی کو اردو میں تھان کہتے ہیں ۲؎ یعنی مومن کبھی غفلت کی بنا پر گناہوں کے آس پاس گھوم جاتا ہے۔ پھر رحمت خداوندی دستگیری کرتی ہے۔ اور اپنا ٹھکانا یاد آجاتا ہے توبہ کر لیتا ہے۔ شعر

تاں سوکھ پر بہت ہوا اور ہنسا کہیں نہ جائیں ۔۔ جانڑ ہیں پچھلی پریت سے اور کنکر چن چن کھائیں!

خیال رہے کہ جیسے بھاگا ہوا گھوڑا جب واپس ہوتا ہے تو مالک اسے نکالتا نہیں فوراً باندھ لیتا ہے یوں ہی ہم جیسے بگڑے ہوئے گنہگار بندے جب بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں تو وہ رب کریم ہم کو فوراً قبول فرما لیتا ہے نکالتا نہیں۔ مگر شرط یہ ہی ہے کہ تعلق اس سے قائم رکھیں ۳؎ یعنی کوشش کرو کہ تمہارا کھانا اللہ کے نیک بندے کھائیں تاکہ تم کو نیکی کی طرف رجوع کرنے کی جلد توفیق ملتی رہے ۴؎ آپ سلمی مازنی ہیں آپ خود اور آپ کے والد بسر والدہ عطیہ اور بھائی یہ سب صحابیہ و سب صحابی ہیں شام میں مقام حمص میں رہے۔ وہاں وضو کرتے ہوئے اچانک فوت ہوئے ۸۸ اٹھاسی ہجری میں آپ شام کے آخری صحابی ہیں۔ ۵؎ غرّہ مونث ہے۔ اغر کا یعنی روشن چمکدار ۔

وَسَجَدُوا الضُّحٰى اُتِىَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ وَقَدْ ثُرِدَ فِيْهَا فَالْتَفُّوْا عَلَيْهَا فَلَمَّا كَثُرُوْا جَثَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْرَابِىٌّ مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جَعَلَنِىْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا عَنِيْدًا ثُمَّ قَالَ كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوْا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيْهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ وَحْشِىِّ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

چاشت پڑھ لیتے تو یہ پیالہ لایا جاتا تھا اس میں ثرید بنایا ہوا ہوتا تھا[1] لوگ اس پر جمع ہو جاتے تھے پھر جب زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکروں بیٹھ گئے[2] تو ایک بدوی نے کہا یہ بیٹھک کیسی ہے[3] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے کرم والا بندہ بنایا ہے اور مجھے سرکش متکبر نہیں بنایا[4] پھر فرمایا کہ اس کے کناروں سے کھاؤ درمیان کو چھوڑ دو اس میں برکت دی جائے گی[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت وحشی ابن حرب سے وہ اپنے والد سے راوی وہ اپنے دادا سے[6] کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] اکثر یہ ثرید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تھا ان تمام نمازیوں کے لیے جو نماز اشراق یا چاشت پڑھتے پھر حاضر ہوتے مشائخ کرام کے دباریوں کے لنگروں کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ یہ حضور کا لنگر تھا کبھی حضرات صحابہ کرام بھی اس پیالے میں اپنے کھانے شامل کر دیا کرتے تھے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے۔ جیسے آج بعض اہل توفیق بزرگوں کے لنگر کے لیے کچھ نذرانہ پیش کر دیتے ہیں اس کی اصل بھی یہی حدیث ہے اب ابھی ماہ رمضان میں بعض اہل مدینہ افطار سحری کے وقت مسجد نبوی شریف میں لنگر لگاتے ہیں اور بعض اہل خیر اس لنگر میں کچھ چندہ بڑی خوشی سے دیتے ہیں ہم نے خود جناب الحاج غلام حسین سنی کے لنگر میں سحری کھائی ہے۔ اللہ پھر نصیب کرے۔ [2] یعنی لوگ اتنے زیادہ ہونے لگے کہ جگہ تنگ ہو گئی حضور انور نے اسی تنگی کی وجہ سے اکروں کھانا کھایا مگر تنگ کھانا منظور نہ فرمایا سب کے ساتھ ہی کھایا یہ ہے کریم کریمانہ۔ شعر

مجھ اللہ والے تمہارا کرشمہ کل ہو مگر زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

[3] ان بدوی صاحب نے متکبرین کے طور طریقے دیکھے تھے کہ وہ نشست و برخاست میں بڑی شان و شکوہ ظاہر کرتے ہیں وہ حضور انور کی یہ سادگی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تعجب سے پوچھا کہ اللہ اکبر یہ شان اور یہ عجز و انکسار اور تواضع [4] یعنی مجھے اللہ تعالی نے کریم سخی و بندہ بنایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری ہر ادا سے میری بندگی ظاہر ہو اور یہ بیٹھک اظہار بندگی کے لیے بہت ہی مناسب ہے دوسری نشستیں بڑائی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ
قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ يُبَارَكْ لَكُمْ
فِيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ عَسِيْبٍ قَالَ خَرَجَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلًا فَمَرَّبِيْ فَدَعَانِيْ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ
ثُمَّ مَرَّ بِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَعَاهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ ثُمَّ مَرَّ بِعُمَرَ فَدَعَاهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ
فَانْطَلَقَ حَتّٰى دَخَلَ حَائِطًا لِبَعْضِ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لِصَاحِبِ الْحَائِطِ

علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے ۱؎ فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو عرض کیا ہاں ۲؎ فرمایا اپنے کھانے پر جمع ہو جایا کرو اور اللہ کا نام لو تم کو اس میں برکت دی جائے گی ۳؎ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوعسیب سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے مجھ پر گزرے تو مجھے بلایا میں نکل آیا پھر جناب ابوبکر پر گزرے انہیں بلایا وہ بھی آپ کے پاس آگئے پھر حضرت عمر پر گزرے تو انہیں بلایا وہ بھی نکل آئے تب چلے ۵؎ حتی کہ کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے ۶؎ تو باغ والے سے فرمایا ۷؎ ہم کو

ظاہر کرتی ہے ۵؎ یعنی نے میرے سامنے پیالہ کے کناروں سے اپنے اپنے آگے سے کھاؤ بیچ پیالہ سے نہ کھاؤ کہ بیچ پیالہ میں برکت اترتی ہے وہاں سے کناروں تک پہنچتی ہے اگر تم نے بیچ سے کھانا شروع کر دیا تو وہاں برکت آنا بند ہو جائے غرضیکہ برکت اترنے کی جگہ اور ہے اور برکت لینے کی جگہ کچھ اور ۶؎ ان کا نام وحشی ابن حرب ابن وحشی ابن حرب ہے یہ وحشی تابعین سے ہیں اور ان کے دادا وحشی ابن حرب وہ ہی ہیں جنہوں نے زمانہ کفر میں حضرت حمزہ رضی اللہ کو شہید کیا پھر زمانہ اسلام میں خلافت صدیقی میں مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا یعنی وحشی نے اپنے باپ حرب سے روایت کی اور حرب نے اپنے باپ وحشی سے روایت کی جو کہ ان راوی وحشی کے دادا ہیں اور وحشی صحابی کے بیٹے ہیں یعنی حرب سے (مرقات و اشعہ) ۱؎ یعنی ہم کھاتے زیادہ ہیں اور سیری کم ہوتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو قناعت اور قوۃ علی الطاعت نصیب ہو وہ کم میسر ہوتی ہے ۲؎ یعنی گھر والے ایک ایک کر کے الگ الگ کھاتے ہیں جمع ہو کر ایک ساتھ نہیں کھاتے سبحان اللہ یہ ہے مرض کا بیان اور یہ ہے حکیم مطلق کی تشخیص اور پہچان ۳؎ یہ ہے ان حکیم مطلق صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج فرمانا کہ جمع ہو کر ایک ساتھ کھانے میں برکت ہے خیال رہے کہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لیس علیکم جناح ان تاکلو جمیعا او اشتاتا یعنی تم پر گناہ نہیں کہ کھاؤ یا الگ کیونکہ آیت کریمہ میں الگ الگ کھانے کے جواز کا ذکر ہے اور اس حدیث پاک میں مل کر کھانے کے مستحب ہونے کا ذکر ہے ۴؎ آپ کا نام

أَطْعِمْنَا بُسْرًا فَجَاءَ بِعِذْقٍ فَوَضَعَهُ فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَصْحَابُهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ بَارِدٍ فَشَرِبَ فَقَالَ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ قَالَ فَأَخَذَ عُمَرُ الْعِذْقَ فَضَرَبَ بِهِ الْأَرْضَ حَتّٰى تَنَاثَرَ الْبُسْرُ
قِبَلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا لَمَسْئُولُونَ
عَنْ هٰذَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ نَعَمْ إِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ خِرْقَةٍ لَفَّ بِهَا الرَّجُلُ
عَوْرَتَهُ أَوْ كِسْرَةٍ سَدَّ بِهَا جَوْعَتَهُ أَوْ جُحْرٍ يَتَدَخَّلُ فِيهِ مِنَ الْحَرِّ

کچی کھجوریں کھلاؤ[1] وہ ایک خوشہ لائے اس کو رکھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے کھایا پھر ٹھنڈا پانی منگایا وہ پیا[2] پھر فرمایا ان نعمتوں کے متعلق تم سے قیامت کے دن سوال ہوگا[3] راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے خوشہ لیا اُسے زمین پر مارا حتی کہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھڑ گئیں۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ہم قیامت کے دن اس کے متعلق پوچھے جائیں گے[4] فرمایا ہاں بجز تین چیزوں کے[5] وہ چیتھڑا جس سے انسان اپنا ستر لپیٹ لے وہ ٹکڑا روٹی کا جس سے اپنی بھوک دفع کرے وہ سوراخ جس میں گرمی سردی سے بے تکلف

احمر لقب ہے، کنیت ابو عسیب کہ اپنی نسبت میں مشہور ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں[1] یعنی چار حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور [illegible]
[illegible] بارگاہ[2] یہ باغ ابو الہیثم کا تھا یا کسی اور انصاری کا، اگرچہ واقع دو ہیں [illegible] مذکور ہوا [illegible] واقعہ مذکور ہوا
باغ والے صاحب خود کھجوروں کا خوشہ لائے تھے اور بکری ذبح کی تھی [illegible] یہ واقعہ دوسرا ہے [illegible] سوال وہ نہیں جس سے [illegible]
گیا ہے یعنی [illegible] کا سوال یہ سوال ایسا ہے جیسے [illegible] اپنے غلام سے یا دوست اپنے دوست سے کچھ طلب کرے اس سوال سے [illegible]
[illegible] قیامت تک [illegible] حضور نے [illegible] طلب [illegible] لہذا یہ احادیث شریف میں [illegible] نہیں جس سوال سے [illegible]
سوال [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیا اور ان حضرات صحابہ نے بھی [illegible] پانی بہت مرغوب تھا [illegible] انسان
[illegible] شکر نہیں [illegible] سوال ہوگا حساب ہوگا ان نعمتوں کا شکر [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] نعمتوں کا سوال نہیں [illegible] کھجوریں [illegible] قیامت
[illegible] حساب بھی ہوگا [illegible] سوال [illegible]
[illegible] ہیں [illegible] حساب [illegible] نہیں [illegible] شکر [illegible]
[illegible] حساب نہیں [illegible]
[illegible] سوال [illegible] تکلف بنا سکے، سردی گرمی سے بچا سکے یہ چیزیں زندگی کی موقوف علیہ ہیں قیامت

وَالْقَبْرِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُومُ رَجُلٌ حَتّٰى يُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهُ وَإِنْ شَبِعَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَلْيُعْذِرْ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُخْجِلُ جَلِيسَهُ فَيَقْبِضُ يَدَهُ وَعَسٰى أَنْ يَكُونَ لَهُ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

داخل ہو جائے ت (احمد بیہقی شعب الایمان) ا؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دسترخوان رکھا جائے تو کوئی شخص نہ اٹھے تا آنکہ دسترخوان اٹھا لیا جائے اور نہ اپنا ہاتھ اٹھائے اگرچہ سیر ہو جائے ۲؎ حتی کہ قوم فارغ ہو جائے اور معذرت کر دے ۳؎ کیونکہ یہ کام اپنے ساتھی کو شرمندہ کرے گا کہ وہ بھی اپنا ہاتھ سمیٹ لے گا ممکن ہے کہ ابھی اسے کھانے کی ضرورت ہو ۴؎ (ابن ماجہ بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے ۵؎ وہ اپنے والد سے راوی ۶؎ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ

کے حساب سے خارج ہیں مگر یہ کھجوریں اگرچہ معمولی ہیں مگر ہیں تو نعمت کے علاوہ کیسی ہیں جن میں لذت ہے انہیں کا حساب ہوگا بلکہ ہر چیز کے ہیچم کے سکون سے یعنی سوراخ یا یعنی جھاڑی یا پتھروں سے گھری ہوئی زمین (مرقات) ا؎ حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث نقل کر کے آخر میں فرمایا کہ حضور نے ارشاد کیا کہ اگر تم کو یہ گراں معلوم ہو تو ہر نعمت کھاتے وقت یہ پڑھ لیا کرو بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ اور کھا چکنے پر پڑھا کرو الحمد للہ الذی ھو اشبعنا وانعم علینا وافضل یہ کلمات ان نعمتوں کا شکریہ ہیں (مرقات) ۲؎ یعنی اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ کھانا کھائے اور خود جلد کھا چکے دوسرے لوگ ابھی کھا رہے ہوں تو یہ شخص خوان سے اٹھے نہ کھانے سے ہاتھ سمیٹے بلکہ چھوٹے چھوٹے لقمے کچھ وقفہ سے کھاتا رہے تاکہ دوسرے اپنا پیٹ بھر لیں ۳؎ یعنی اگر جانے کی جلدی ہو تو باقی کھانے والے ساتھیوں سے کہہ دیں کہ مجھے جلدی ہے میں معذور ہوں آپ حضرات کھاتے رہیں۔ میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ کا دسترخوان بہت وسیع تھا حضرت اپنے خادم کے ساتھ کھاتے تھے مگر جلد کھا چکتے تو فرما دیتے کہ تم لوگ کھاتے رہو مجھے کچھ عذر ہے وہ عمل شریف اس حدیث کی تفسیر تھا ۴؎ اس جملہ میں اس حکم کی حکمت کا بیان ہے کہ اگر تم دسترخوان سے اٹھ کھڑے ہوئے تو تمہارا ساتھی شرم کی وجہ سے بغیر فراغت ہی اٹھ کھڑے ہوں گے وہ بھوکے رہیں گے اس لیے ان کا لحاظ کرتے ہوئے ابھی تھوڑا تھوڑا کچھ کھاتے جاؤ۔ امام غزالی فرماتے ہیں جو شخص کم خوراک ہو جب وہ جماعت کے ساتھ کھائے تو کچھ دیر بعد کھانا شروع کرے اور چھوٹے چھوٹے لقمے اٹھائے اور دیر دیر سے

إِذَا أَكَلَ مَعَ قَوْمٍ كَانَ آخِرَهُمْ أَكْلًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ مُرْسَلًا
وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ
فَعُرِضَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا لَا نَشْتَهِيهِ قَالَ لَا تَجْتَمِعْنَ جُوعًا وَكَذِبًا رَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا فَإِنَّ الْبَرَكَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ رَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم جب کسی قوم کے ساتھ کھاتے تو ان سب میں آخر تک کھاتے ۱؎ بیہقی شعب الایمان
روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے ۲؎ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں کھانا لایا گیا تو حضور نے ہم پر پیش فرمایا ہم نے عرض کیا ہم کو خواہش نہیں ۳؎
فرمایا بھوک اور جھوٹ جمع نہ کرو ۴؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اکٹھے ہوکر کھایا کرو الگ الگ
نہ ہو کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے ۵؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

کھانے۔ تاکہ کھانا سب کے ساتھ ختم کریں رحمت ہے۔ ۲؎ حضرت جعفر وہی امام جعفر صادق ہیں جن کا دنیا میں شہرہ ہے ان کے والد امام باقر ہیں۔ جو تابعی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین کو بھی پایا ہے اور حضرت جابر ابن عبداللہ کو بھی نسب شریف یہ ہے امام جعفر ابن محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن علی ابن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین ۳؎ امام محمد باقر تابعی ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت جابر سے ملاقات کی ہے اور امام جعفر صادق تبع تابعی ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں۔ حدیث مرسل امام اعظم کے ہاں حجت ہے۔ امام شافعی کے ہاں حجت نہیں۔ جیسا کہ کتب اصول میں ہے۔ ۴؎ اگرچہ حضور انور کی خوراک شریف بہت کم تھی مگر کھانا آہستہ آہستہ ہوتا تھا تاکہ آخر تک ملاحظہ فرماتے رہیں تمام ساتھی کھالیں کوئی بھوکا نہ رہے۔ دستر خوان پر اگر کوئی سستی کھانے والا ہو تو کھانا جاری ہی رکھا جاتا ہے۔ ۵؎ آپ اسماء بنت یزید ابن سکن ہیں۔ انصاریہ صحابیہ ہیں بہت عاقلہ ہیں اور جنگ یرموک میں حاضر ہوئیں۔ خیمہ کی چوب سے نو کافر مارے (اشعہ) ۳؎ یعنی رسم کے مطابق ہم نے کہہ دیا کہ ہم کو بھوک نہیں کھانے کی خواہش نہیں ۴؎ یعنی اگر کھانے کی خواہش ہو تو کہا تو ایسا نہ ہو کہ خواہش ہو تو مگر خلاف واقعہ کہہ دو کہ ہم کو خواہش نہیں۔ اس میں دنیاوی نقصان بھی ہے۔ اور کھانے سے محرومی بھی اور دینی نقصان بھی ہے۔ جھوٹ کا گناہ بھی بزرگان دین فرماتے ہیں کہ بندہ کھانے والا مجبوری تو منع کرے نہ کہنے والا مجبوراً تکلف۔ اگر کھانے والے کے پاس کافی ہو تو کہے کہ آؤ کھالو ورنہ نہ کہے یوں ہی کہنے والے کو چاہیے کہ اگر خواہش ہو تو بیٹھ جائے کھالے ورنہ معذرت کردے اسلام میں تکلف نہیں۔ ۵؎ آزمائش بھی ہے کہ ساتھ کھانا

مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهٖ اِلٰى بَابِ الدَّارِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَ فِيْ اِسْنَادِهٖ ضُعْفٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْرُ اَسْرَعُ اِلَى الْبَيْتِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ فِيْهِ مِنَ الشَّفْرَةِ اِلٰى سَنَامِ الْبَعِيْرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ بَابٌ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الْاَوَّلِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ الْفُجَيْعِ الْعَامِرِيِّ اَنَّهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت سے ہے انسان اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے۱؎ ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان یہ انہیں سے اور ابن عباس سے روایت کی اور فرمایا اس کی اسناد میں ضعف ہے۲؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس گھر میں کھایا جائے۳؎ اس میں خیر و برکت زیادہ تیزی سے آتی ہے بمقابلہ چھری کے جو اونٹ کے کوہان تک جائے۴؎ (ابن ماجہ) باب۵؎ اور یہ باب پہلی فصل سے خالی ہے۶؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت

میں تھوڑا سا کھانا بہت کو کافی ہو جاتا ہے، آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ نماز جنازہ، حج کرنا غرضیکہ عبادات و عادات میں مسلمانوں کی جماعت بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

۱؎ مہمان ملاقاتی کو دروازے تک پہنچانے میں اس کا احترام ہے، پڑوسیوں کا اطمینان کہ وہ جان لیں گے کہ ان کا دوست عزیز آیا ہے کوئی اجنبی نہ آیا تھا (مرقات) اس میں اور بہت حکمتیں ہیں آنے والے کے کبھی ہیبت میں گھر سے جانا بھی سنت ہے۔ ۲؎ یہ ضعف مضر نہیں کہ فضائل اعمال میں اسی قسم کے احکام ہیں۔ حدیث ضعیف بھی قبول ہے، ہاں حرام و واجب احکام میں ضعف حدیث مضر ہے پھر اسناد حدیث کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں۔ ۳؎ یعنی جس گھر میں مہمان، ملاقاتی لوگ کھانا کھاتے رہیں وہاں برکت پہنچتی ہے۔ صرف گھر والے تو ہر گھر میں ہی کھاتے ہیں۔ ۴؎ اونٹ کی کوہان میں چربی ہی چربی ہوتی ہے ہڈی نہیں ہوتی اس لیے چھری بہت ہی جلد کاٹتی ہے اور اس کی تہ تک پہنچ جاتی ہے اس مثال سے تشبیہ دی گئی یعنی ایسے گھر میں خیر و برکت بہت جلد پہنچتی ہے۔ ۵؎ بعض نسخوں میں ہے باب فی کل المضطر یعنی مجبور و مضطر کے کھانے کا ذکر، ہمارے نسخے میں صرف باب ہے بغیر ترجمہ باب کے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں کھانے کے متعلق مختلف روایات آئیں گی جہاں ترجمہ باب نہیں ہوتا وہاں متفرقات کا بیان ہوتا ہے۔ ۶؎ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے وخلی الفصل الثالث یعنی یہ باب پہلی اور تیسری فصل سے خالی ہے مگر صحیح تر نسخہ یہ ہے کہ پہلی فصل سے خالی ہے مگر مؤلف مصابیح کا عذر بیان فرما رہے ہیں کہ مصابیح میں پہلی فصل نہیں رہی تیسری فصل وہ تو مصنف کی اپنی ہوتی ہے، ملا ہیں روایات لائیں اس کے ذکر کی ضرورت نہیں چنانچہ بہت سے ابواب میں بھی تیسری فصل نہیں مگر اس کا ذکر نہ کیا۔ ۷؎ آپ کا نام فجیع ف کے پیش اور جیم کے فتحہ سے، صحابی ہیں اپنی قوم عامر کی طرف سے کچھ پیغام حضور کی بارگاہ میں لائے اور مسلمان ہو گئے آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَحِلُّ لَنَا مِنَ الْمَيْتَةِ فَقَالَ مَا
طَعَامُكُمْ قُلْنَا نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فَسَّرَهُ لِيْ عُقْبَةُ قَدَحٌ
غُدْوَةً وَقَدَحٌ عَشِيَّةً قَالَ ذَاكَ وَاَبِي الْجُوْعُ فَاَحَلَّ لَنَا الْمَيْتَةَ عَلٰى هٰذِهِ
الْحَالِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ اَبِيْ وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ اَنَّ رَجُلًا قَالَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَكُوْنُ بِاَرْضٍ فَتُصِيْبُنَا الْمَخْمَصَةُ فَمَتٰى يَحِلُّ لَنَا
الْمَيْتَةُ قَالَ مَا لَمْ تَصْطَبِحُوْا اَوْ تَغْتَبِقُوْا اَوْ تَحْتَفِئُوْا بِهَا بَقْلًا فَشَاْنُكُمْ

نجیع عامری سے ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ ہمارے لئے مردار سے کیا حلال ہے[1] فرمایا تمہارا کھانا پینا کیا ہے[2] ہم نے عرض کیا ہم صبح و شام ایک ایک پیالہ پی لیتے ہیں[3] ابو نعیم کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ نے مجھ سے اس کی تفسیر کی کہ ایک پیالہ صبح اور ایک پیالہ شام فرمایا میرے والد کی قسم یہ تو بالکل بھوک ہے[4] پھر ہمارے لئے اس حالت میں مردار حلال فرمایا[5] (ابوداؤد) روایت ہے ابو واقد لیثی سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کسی زمین میں رہتے ہیں تو ہم کو بھوک پہنچ جاتی ہے[6] تو ہمارے لئے مردار کب حلال ہے فرمایا جبکہ تم نہ صبح کو یا شام کو پیالہ نہ پاؤ یا زمین کا ساگ پات بھی نہ پاؤ[7] تو تم اس

[1] عام نسخوں میں یحل ی کے فتحہ سے ہے جس کے معنی ہیں کہ مردار کی کتنی مقدار ہمارے لئے حلال ہے۔ مگر مقصد یہ ہے کہ کس حالت میں ہم کو مردار کھانے کی اجازت ہے جیسا کہ جواب شریف سے ظاہر ہے طبرانی کی روایت میں ہے ما یحل لنا المیتۃ یحل کے پیش ح کے کسرہ سے۔ یعنی کونسی حالت کونسی مجبوری ہمارے لئے مردار کو حلال کرتی ہے۔ یہ عبارت بالکل واضح ہے۔ [2] یعنی تم کو کس قدر کھانا میسر ہوتا ہے تاکہ پتہ لگے کہ تمہیں حالت اضطرار ہے یا نہیں، پھر جواب دیا جائے معلوم ہوا کہ کبھی فتویٰ حالت معین کرکے بھی دیا جاتا ہے۔ مگر عموماً اگر مگر سے جواب دیا جاتا ہے کہ اگر یہ حالت ہو تو یہ حکم ہو وہ حالت ہو تو یہ حکم۔ [3] یعنی ہماری تنگدستی کا یہ حال ہے کہ ہم کو کئی کئی دن صاف فاقے سے گزر جاتے ہیں، کبھی کبھار ایک پیالہ دودھ یا لسی صبح کو مل جاتی ہے اور کبھی کبھار ایک پیالہ شام کو اور اکثر کچھ بھی نہیں نہ صبح نہ شام یہ مطلب نہیں کہ روزانہ دو وقتہ صبح و شام ایک ایک پیالہ دودھ پیتے ہیں کہ اتنی غذا سے مجبوری کی حالت نہیں پیدا ہوتی بہت لوگ خصوصاً اس زمانہ میں اہل عرب مہینوں صبح شام ایک ایک پیالہ دودھ پر گزارا کر لیتے تھے۔ [4] شریف مطلب ہے کہ روزانہ صبح شام ایک ایک پیالہ دو گھونٹ کی مانند لیتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ہم سے بعض کو ایک پیالہ دودھ صبح کو ملتا ہے بعض کو ایک پیالہ دودھ شام کو بعض کو یہ بھی نہیں۔ [5] یہاں والی یعنی میرے باپ کی قسم فرمانا شرعی قسم نہیں بلکہ تاکید کلام کے لئے ہے لہذا یہ فرمان عالی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اپنے باپ دادوں کی قسم نہ کھاؤ وہاں شرعی قسم مراد ہے۔ یعنی یہ قدر خوراک زندگی تو قائم رکھ سکتی ہے مگر طاقت نہیں رہ سکتی جسم کمزور ہو جاتا ہے اس حدیث کے ظاہری معنی

بِهَا مَعْنَاهُ إِذَا لَمْ تَجِدُوْا صَبُوْحًا أَوْ غَبُوْقًا وَلَمْ تَجِدُوْا بَقْلَةً تَأْكُلُوْا
نَهَا حَلَّتْ لَكُمُ الْمَيْتَةُ. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ٭ بَابُ الْأَشْرِبَةِ. اَلْفَصْلُ
الْأَوَّلُ. عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي
الشَّرَابِ ثَلٰثًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَةٍ وَيَقُوْلُ إِنَّهُ أَرْوٰى
وَأَبْرَأُ وَأَمْرَأُ ٭ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مردار کو اختیار کرو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم صبح یا شام کو پیالہ نہ پاؤ اور نہ ساگ و پات پاؤ جسے تم کھاؤ تو تمہارے لئے مردار حلال ہے ۱؎ (دارمی) پینے کی چیزوں کا بیان ۲؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے میں تین سانس لیتے تھے ۳؎ (مسلم، بخاری) مسلم نے یہ زیادتی کی کہ فرماتے تھے یہ زیادہ سیر کرنے والا زیادہ صحت بخش اور زود ہضم ہے ۴؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

کی بنا پر امام مالک و شافعی و احمد نے فرمایا کہ پیٹ بھرنے کے لئے مردار کھانا جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ صبح شام ایک ایک پیالہ دودھ جان بچا سکتا ہے۔ مگر حضور نے اس کے باوجود مردار کھانے کی اجازت دے دی۔ ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت یعنی سانس کی بقا کے لئے مردار کھانا حلال ہے امام اعظم نے اس حدیث کے معنی وہ کئے جو ابھی ہم نے عرض کئے۔ اگر پیٹ بھرنے کے لئے مردہ کھانا حلال ہوتا تو غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ قرآن مجید میں کیوں ارشاد ہوتا مردار کو کھائے مگر جینے کے لئے نہ کہ [illegible] ضرورت سے زیادہ نہ کھائے وہ حضرات غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کے کچھ اور ہی معنی کرتے ہیں ۱؎ یہ سوال کرنے والے حضرت کوئی اور ہیں اور ممکن ہے کہ وہ ہی فجیع عامری ہوں اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہو ۲؎ اس عبارت میں او بمعنی ہے جیسے [illegible] میں [illegible] اور [illegible] بمعنی واو ہے (مرقات) یعنی جب تم کو نہ تو صبح یا شام دودھ کا پیالہ نہ ساگ پات ملے نہ گھاس اور درختوں کے پتے ملیں جنہیں چبا کر تم اپنی جان بچا سکو تب مردار کی [illegible] (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے پتے چبا کر جان بچ سکتی ہو تو مردار نہ کھائے۔ اگرچہ یہ چیزیں پوری غذا نہیں ہو سکتیں ہے حضرت صحابہ کرام نے بعض غزوات میں درختوں کے پتے چبا کر گزارہ کیا مگر مردار نہ کھایا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ مردار کھانا جان بچانے کے لئے ہے پیٹ بھرنے کے لئے نہیں۔ امام شافعی نے بھی آخر میں یہی قول فرمایا۔ اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا دیکھو مرقات وغیرہ۔ ۳؎ اشربہ جمع ہے شراب کی جیسے طعام کی جمع ہے اطعمہ شراب بمعنی پینا ہے شرب سے یعنی پانیوں کا بیان یا شربتوں کا بیان یعنی ہر پتلی پینے والی چیز مراد ہے پانی ہو یا اور چیز چونکہ پانی کھانا ہضم کرتا ہے۔ اس لئے اس کا بیان کھانے کے متصل فرمایا اور اس کے بعد باب باندھا لباس مستقل علیحدہ ہے اس لئے اس کے لئے علیحدہ کتاب اللباس بنائی ۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں برتن سے علیحدہ منہ کر کے تین سانس لیتے تھے پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت

عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ
قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ زَادَ فِي
رِوَايَةٍ وَاخْتِنَاثُهَا اَنْ يُّقْلَبَ رَاْسُهَا ثُمَّ يُشْرَبَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا

مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ۵ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزوں کے منہ الٹنے سے منع فرمایا ایک روایت میں یہ زیادتی ہے کہ اختناث یہ ہے کہ اس کا منہ الٹ دیا جائے پھر اس سے پیا جائے ۶ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر پیئے ۷

پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دوسرا سانس شریف ہوا پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے۔ یہ تیسرا سانس ہوا بعض دفعہ پینے میں دو سانس لیتے تھے۔ اور کل تین سانس یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہی سنت ہے مگر خیال رہے کہ یہ سانسیں برتن سے منہ الگ کر کے ہیں برتن کے اندر نہ ہوں یہ سنت ہے بعض بیماریاں اس سے دفع ہوتی ہیں کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ سیری ہے۔ اور اچھا ہے یہ ہر شے سے بعض اوقات صحت کو برکت کہتے ہیں کہ اس میں مرض سے دوری ہو جاتی ہے۔ اور یہ معنی زیادہ صحت بخش ہے اور امر ثابت ہے مرۃ الطعام ہے بعض کھانا ہضم ہو جاتا یعنی تین سانسوں میں پینے سے یہ تین فائدے ہیں۔ الحمدللہ کہ آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے۔ ایک سانس میں پانی پینے سے زیادہ پیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صرف اول میں بسم اللہ پڑھتے اور تیسری یا پہلی کر الحمد للہ پڑھتے تھے۔ یہی سنت ہے اور فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے مرض کباد یعنی جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے یہ حدیث بہت اسناد سے مروی ہے اس کی تفصیل یہاں مرقات میں ہے ۵ اس ممانعت میں بہت سی حکمتیں ہیں ممکن ہے کہ مشکیزے میں کوئی زہریلا کیڑا ہو جو اس طرح پینے سے منہ کے ذریعہ پیٹ میں چلا جائے۔ ممکن ہے کہ مشکیزہ کا منہ چوڑا ہو پانی زیادہ گرے کپڑے بھیگ جاویں نیز مشکیزہ کا پانی استنجے کے قابل نہ رہے کیونکہ پس خوردہ پانی سے استنجا کرنا منع ہے۔ جس روایت میں ہے کہ حضور انور نے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا وہ مشکیزہ چھوٹا تھا اور اس کا منہ بہت چوڑا نہ تھا اور خبر تھی کہ پانی صاف ہے لہذا یہ حدیث اس سے متعارض نہیں یا وہ حدیث بیان جواز کے لئے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ ایک شخص نے بطور اکراہ مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تو اس کے منہ میں سانپ چلا گیا مقصد یہ ہے کہ اس طرح ہمیشہ پینا ممنوع ہے کبھی اتفاقاً پی لینا جائز ہے (اشعہ) ۶ یہ مشکیزے سے پینے کی دوسری صورت ہے کہ مشکیزے کا منہ الٹ کر اس سے پانی پیا جائے اس سے منع فرمایا اس ممانعت کی حکمتیں ابھی عرض کی گئیں ۷ یعنی کوئی چیز کھڑے ہو کر پینا ممنوع ہے پانی ہو یا دودھ یا شربت یا اور کوئی چیز یہ حکم استحبابی ہے یعنی بیٹھ کر پینا مستحب ہے اس حکم سے تین پانی مستثنیٰ ہیں آب زمزم، وضو کا بچا ہوا پانی، اور مسلمان کا پس خوردہ پانی کہ ان تینوں پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِيَ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَقِئْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحْبَةِ الْكُوفَةِ حَتّٰى حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ ثُمَّ أُتِيَ بِمَاءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَذَكَرَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ

(مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی کھڑے ہوکر ہرگز نہ پیئے تو جو بھول جائے وہ قے کردے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آب زمزم کا ڈول لایا تو آپ نے کھڑے ہوکر پیا ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت علی سے کہ انہوں نے ظہر ادا کی پھر لوگوں کی حاجتوں کے لیئے کوفہ کے صحن میں بیٹھے ۳؎ حتی کہ نماز عصر آگئی۔ پھر پانی لایا گیا تو آپ نے پیا ۴؎ اور اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے اور سر اور پاؤں کا ذکر کیا ۵؎ پھر کھڑے ہوئے تو بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پیا پھر

مستحب ہے اس کی احادیث بھی آتی ہیں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضور کی پی ہوئی لسّی کا بچا ہوا حصہ کھڑے ہوکر پیا جیسا کہ آگے آئے گا۔ ۱؎ یہ حکم استحبابی ہے جو کھڑے ہوکر پانی یا کوئی چیز پی لے تو بہتر ہے کہ قے کردے یہ حکم منسوخ نہیں (مرقات) بلکہ اس سے پتہ لگا کہ اس نہی میں۔ ۲؎ یہ بھی سنت ہے کہ آب زمزم کھڑے ہوکر پیئے تعظیم کے لیئے اس پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ان حضور سرکار نے ایک بار زمزم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہجوم کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لیئے کھڑے ہوکر پیا۔ یہ غلط ہے کہ آب زمزم ہمیشہ کھڑے ہوکر پینا چاہیئے۔ ۳؎ رحبہ کے فتح سے معنی فضا یا کھلی جگہ۔ کوفہ کی جامع مسجد کے صحن میں ایک خاص چبوترہ تھا جہاں بیٹھ کر حضرت علی مرتضیٰ لوگوں کے مقدمات طے فرماتے اسے رحبہ کہتے تھے وہ جگہ اب بھی موجود ہے اور اس پر ایک محراب بنادی گئی ہے جسے محراب علی کہتے ہیں۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے۔ یعنی حضرت علی نماز کے بعد اس عدالت کے چبوترہ پر تشریف فرما ہوگئے۔ ۴؎ یہ پینا پیاس دفع کرنے کے لیئے تھا۔ اس وقت آپ کو پیاس تھی مگر اس بار بیٹھ کر پیا۔ پھر وضو کیا تاکہ معلوم ہو کہ پس خوردہ پانی سے وضو جائز ہے۔ بعض

قَالَ إِنَّ نَاسًا يُكْرَهُوْنَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ◦ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَّهُ فَسَلَّمَ فَرَدَّ
الرَّجُلُ وَهُوَ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا فَقَالَ عِنْدِي مَاءٌ
بَاتَ فِي شَنٍّ فَانْطَلَقَ إِلَى الْعَرِيْشِ فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ ۔

فرمایا کہ لوگ کھڑے ہوکر پینے کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسی طرح جیسا میں نے کیا ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صاحب کے پاس گئے حضور کے ساتھ آپ کے ایک صحابی بھی تھے ۲؎ آپ نے سلام کیا اس نے جواب دیا وہ اس باغ میں پانی پھیر رہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیرے پاس پانی مشکیزہ میں ہو تو لاؤ ورنہ ہم منہ سے پی لیں ۳؎ وہ بولا میرے پاس مشکیزہ میں باسی پانی ہے چنانچہ وہ چھپر کی طرف گیا ۴؎ پیالہ میں

شارحین نے اس کے معنی یہ کئے کہ وضو میں کلی کی کلی کا پانی یا ناک کے لئے یا وہ یہاں مراد ہے مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ پینا علاوہ وضو کے تھا۔ وضو کے بعد ہوا ۵؎ یعنی پانی کا مسح وضو کیا۔ بعض اعضاء وضو کا ذکر ہے اور پورا وضو مراد ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۱؎ یعنی لوگ سمجھتے ہیں پانی کھڑے ہوکر مطلقاً ممنوع ہے۔ حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے وضو کا پانی کھڑے ہوکر پیا۔ معلوم ہوا کہ وضو کا پانی کھڑے ہوکر پینا سنت ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ کھڑے ہوکر پینا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے میں نے حضور انور کو کھڑے ہوکر پانی پیتے دیکھا ہے۔ مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں ابھی ہم نے عرض کردیا کہ پانی کھڑے ہوکر پینا حرام نہیں۔ ہاں بہتر ہے کہ بیٹھ کر پیئے سوا چند پانیوں کا کھڑا ہوکر پینا مستحب ہے ایک آب زمزم دوسرے بعض وضو کا بچا ہوا پانی تیسرے بزرگوں کا پس خوردہ پانی کہ سلف مرقات نے فرمایا کہ حضرت علی سعد ابن ابی وقاص، ابن عمر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کھڑے ہوکر پانی پینا درست فرماتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ تمام تھا وہی جائز کہتے ہیں صرف مستحب ہے بیٹھ کر پینا ۲؎ وہ صحابی حضرت ابوبکر صدیق تھے اور باغ والے ابو الہیثم تھے یا کوئی اور انصاری ۳؎ عربی میں کرع اس طرح پینے کو کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھ استعمال نہ ہو یعنی نالی یا نہر سے منہ لگا کر پی لینا ۴؎ عریش بنا ہے عرش سے بمعنی بلندی اصطلاح میں عریش وہ جھونپڑا ہے جو باغ یا کھیت میں گھاس یا تنکوں سے بنایا جاتا ہے اس میں اونچا پیالہ رکھ کے نیچے جگہ چھپر کی جاتی ہے اسے عریش کہتے ہیں بعض حضرات فرماتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے معروشات غیر معروشات

مَاءً ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ أَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أُمِّ
سَلَمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ
الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ
إِنَّ الَّذِي يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَعَنْ حُذَيْفَةَ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ

پانی اتارا پھر اس پر پالی ہوئی بکری دوہی[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا پھر دوبارہ لایا پھر اس شخص نے پیا جو آپ کے ساتھ آیا تھا[2] (بخاری) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے[3] وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ گھولاتا ہے[4] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ جو چاندی سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے[5] روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ پہنو باریک ریشم

[1] عربی میں داجن وہ بکری کہلاتی ہے جسے گھر رکھ کر چارا دیا جائے باہر جنگل میں چرنے کے لیے نہ بھیجا جائے۔ اس کا مادہ دجن ہے بمعنی الفت و محبت وہ بکری جانور گھر سے الفت رکھتا ہے مالوف ہوتا ہے اس لیے اُسے داجن کہتے ہیں۔ [2] یہ باغ والے صاحب ایک بار پانی لائے تو حضور انور نے پیا پھر دوبارہ لائے تو دوسرے صاحب یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے پیا۔ [3] آنیہ جمع ہے اناء کی بمعنی برتن آنیہ کے معنی ہوئے برتنوں بروزن افعلہ جمع قلت ہے۔ [4] یجرجر بنا ہے جرجرۃ سے بمعنی شتر کی آواز، اب ہانڈی میں پانی کھولنے کی آواز کو جرجرہ کہتے ہیں یعنی چاندی کے برتنوں میں پینا آگ جہنم پیٹ میں بھرنے کا سبب ہے اس لیے اس طرح فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ آگ خود نہیں کھولتی بلکہ پانی کو کھولاتی ہے۔ یہاں کھولنے اُبلنے کی نسبت آگ کی طرف مجازاً ہے جیسے جری النہر۔

[5] تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ چاندی سونے کے برتن میں کھانا، پینا، اس کے چمچے استعمال کرنا اس کی انگیٹھی میں خوشبو سلگانا، اس کی عطردانی سے عطر لگانا، اس کے برتن سے وضو یا غسل کرنا اس کے برتنوں سے چھت یا گھر سجانا اس کی گھڑی میں وقت دیکھنا اس کے قلم سے لکھنا، مرد و عورت، چھوٹے بڑے سب کو حرام ہے۔ عورتوں کو چاندی سونے کے صرف زیور پہننے کی اجازت ہے باقی دیگر استعمال ان کو بھی ویسے ہی حرام ہیں جیسے مردوں کو حرام ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول قدیم یہ تھا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ ہے داؤد ظاہری کا قول ہے سونے چاندی کے برتنوں میں کچھ پینا حرام ہے۔ ان میں کھانا یا اور طرح استعمال کرنا بالکل درست ہے۔ مگر داؤد ظاہری کا یہ قول باطل ہے۔ اس مردود کے نزدیک سور کا صرف گوشت حرام ہے اور اس کے

وَلَا الدِّيبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا
فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ أَنَسٍ
قَالَ حُلِبَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَشِيبَ
لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي هِيَ فِي دَارِ أَنَسٍ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ وَعَلَى يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعَنْ يَمِينِهِ
أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ عُمَرُ أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ الَّذِي

نہ موٹا ریشم[1] اور نہ پیو سونے چاندی کے برتن میں اور نہ کھاؤ ان کے پیالوں میں کہ یہ کفار کے لئے ہیں دنیا میں اور وہ تمہارے لئے ہیں آخرت میں[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گھریلو بکری دوہی گئی[3] اور اس کا دودھ اس کنوئیں کے پانی سے ملایا گیا جو حضرت انس کے گھر میں ہے[4] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالہ پیش کیا گیا آپ نے پیا اور آپ کے بائیں ابوبکر صدیق تھے آپ کے ایک بدوی[5] حضرت عمر نے کہا یارسول اللہ ابوبکر کو دیجئے[6] حضور نے اس بدوی کو دیا جو

ی کپڑے حلال ہیں۔ ضرورت میں بحکم جانے پر ان میں سے چیز نکال کر استعمال کرے۔ جیسے سونے کی تیل دانی سے تیل نکالنا پڑ جائے تو اس سے ہتھیلی پر تیل لوٹ لے پھر اسے سر میں مل لے (مرقات واشعہ) یوں ہی سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا حرام ہے۔ وہاں علاجًا سونے کی سلائی آنکھ میں پھیرنا حلال کہ یہ علاج ہے نہ کہ استعمال۔ یوں ہی سونے چاندی وغیرہ کا کشتہ کھانا حلال ہے کہ یہ غذا ہے یا دوا۔[1] جس کپڑے کا تانا بانا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اُون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباج نہیں[2] یعنی کفار اگرچہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم نہیں نہ دو کہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے ان شاء اللہ خوب استعمال کرنا۔ اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مرد سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیں تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا مسلمان کا زیور علم اور ہتھیار ہیں[3] داجن کے معنی ابھی کچھ پہلے عرض کئے گئے جو بکری گھر پر چارہ سے پالی جائے وہ داجن ہے جو باہر چر کر آوے وہ شاۃ ہے مگر داجن نہیں[4] یعنی کچی لسی تیار کی گئی۔ اس کنوئیں کا نام اس لئے بتایا گیا تاکہ آئندہ مسلمان اس کنوئیں کا پانی برکت کے لئے پئیں زائرین مدینہ تمام ان کنوؤں کا پانی پیتے ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا یا غسل کیا ہے۔ بیر حاء۔ بیر شمس۔ بیر بضاعہ وغیرہ۔

[5] ان خوش نصیب بدوی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ بہرحال مدینہ کے چاند بیچ میں جلوہ گر تھے اور یہ تارے داہنے بائیں تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین[6] حضرت عمر اس وقت حضور انور کے سامنے تھے۔ آپ نے بطور مشورہ یہ عرض کیا۔ کیونکہ

عَنْ يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنَ فَالْاَيْمَنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْاَيْمَنُوْنَ الْاَيْمَنُوْنَ اَلَا فَيَمِّنُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ اَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْاَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهٖ فَقَالَ يَا غُلَامُ اَتَاْذَنُ اَنْ اُعْطِيَهُ الْاَشْيَاخَ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلٍ مِنْكَ اَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَحَدِيْثُ اَبِيْ قَتَادَةَ سَنَذْكُرُ فِيْ بَابِ الْمُعْجِزَاتِ

آپکے داہنے تھا پھر فرمایا داہنا پھر داہنا اور ایک روایت میں ہے کہ داہنے پھر داہنے خبردار داہنے کا خیال رکھو[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا آپ نے اس سے پیا اور آپ کے داہنے ایک لڑکا تھا قوم میں سب سے چھوٹا[۲] اور بڑے لوگ حضور کی بائیں طرف تو فرمایا اے لڑکے کیا اجازت دیتا ہے کہ ہم یہ بڑوں کو دے دیں[۳] وہ بولا میں آپکے پس خوردہ کیلئے کسی کو ترجیح نہیں دونگا یارسول اللہ[۴] چنانچہ حضور نے وہ پیالہ اس کو عطا فرمایا[۵] (مسلم بخاری) اور ابو قتادہ کی حدیث ان شاء اللہ ہم باب المعجزات میں

جناب صدیق افضل ۔ اعلم ۔ اکمل ۔ اقدم ۔ اعلیٰ تھے ۔ آپ کو منشا تھا کہ سید المرسلین کا پس خوردہ لسی سید المسلمین نوش کریں [۱] یعنی کھانے پینے کی ترتیب میں قرب مرتبہ کا اعتبار نہیں ۔ قرب مکان کا لحاظ ہے اور داہنا شخص بائیں سے قریب تر ہوتا ہے ۔ نماز کی امامت میں اعلیٰ و افضل و اعلم کو مقدم رکھا جاتا ہے ۔ یہ ترتیب عقل کے بھی مطابق اور قرین قیاس ہے دائرہ کی گردش داہنی طرف سے ہوتی ہے طواف کعبہ میں سنگ اسود چومنے کے بعد داہنے چلتے ہیں [۲] وہ لڑکا حضرت عبداللہ ابن عباس تھے جو بالکل نو عمر تھے رضی اللہ عنہ (مرقات) [۳] معلوم ہوا کہ یہ حق جس کا ہے اگر بندہ خود اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی ہو جاوے تو دیا ورنہ اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو نہ دیا جاوے [۴] اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور میں ایثار کرنا عبادت ہے ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ۔ مگر اخروی امور میں ایثار نہ کرنا بخل کرنا محمود ہے ۔ یہ بخل قابل ستائش ہے ۔ یہاں پانی کم نہ تھا ۔ جس کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا بلکہ بلا واسطہ حضور کا پس خوردہ پینا مطلوب تھا جو کبھی کسی کو خوش نصیبی سے میسر ہوتا ہے ۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اسناد جتنی چھوٹی ہو اتنی اعلیٰ اور قوی ہے اور خرقہ بھی جس قدر زیادہ واسطوں سے پہنچے اتنا اشرف ہوتا ہے کہ اس میں بہت برکتیں شامل ہوتی ہیں ۔ لہذا حضرت علی کا خلیفہ چہارم ہونا بہت ہی محبوب ہے کہ آپ کو حضور کی خلافت تین واسطوں سے پہنچی جس میں بہت برکتیں ان واسطوں کی بھی شامل ہوگئیں ۔ بہرحال یہ عمل شریف بہت ہی اعلیٰ ہے ۔ [۵] اس سے معلوم ہوا کہ حکم اور مشورہ میں فرق ہے ۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو حکم نہ دیا تھا بلکہ مشورہ فرمایا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو

إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى **اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ** عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَاْكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِيْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ

بیان کریں گے لہ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چلتے پھرتے کھاتے تھے اور کھڑے کھڑے پیتے تھے سلہ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی اور غریب بھی سلہ روایت ہے عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیتے تھے سلہ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ہم یہ تمہارا حق دوسرے کو دے دیں۔ حضرت ابن عباس نے مشورہ قبول نہ کیا بلکہ نہایت ادب و احترام اور اچھی معذرت سے اپنا حق خود لے لیا۔ اس سے بہتیرے مسائل شریعت و طریقت کے حل ہوتے ہیں لہ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں ہی تھی۔ مگر ہم نے وہاں بیان کی۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جس کے آخر میں ہے۔ ساقی القوم اٰخرھم شربًا پلانے والا پیچھے پیے سلہ یعنی ہم بعض صحابہ زمانہ نبوی میں کبھی چلتے پھرتے کچھ کھا لیا کرتے تھے۔ جیسے دانے چابنا یا کھجور کھانا اور کبھی کھڑے کھڑے کچھ پی لیا کرتے تھے ظاہر یہ ہے کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر اطلاع کے ہوگا۔ اگر حضور انور ملاحظہ فرماتے تو منع فرما دیتے۔ کیونکہ چلتے پھرتے کھانا اور کھڑے کھڑے پینا ممنوع ہے یوں گھوڑے پر سوار کھانا پینا بہتر نہیں (مرقات) ہو سکتا ہے کہ یہ چلتے پھرتے کھانا کھڑے کھڑے پینا کسی مجبوری و معذوری سے ہو جیسے جہاد میں بارہا چلتے پھرتے کھانا پڑتا ہے یا ایسی چیز کھائی ہو جو عمومًا چلتے پھرتے کھائی جاتی ہے۔ جیسے دانے یا کھجوریں۔ ورنہ کھڑے کھڑے یا چلتے پھرتے روٹی چاول وغیرہ کھانا ممنوع ہے خصوصًا جبکہ فیشن کے طور پر ہو۔ جیسے آج کل مغرب زدہ مسلمانوں کا حال ہے کہ جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھاتے ہیں بعض عیسائیوں کی نقالی کرتے ہوئے سلہ یعنی یہ حدیث تین اسنادوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے غریب تیسری سے صحیح۔ حق یہ ہے کہ اسناد تین سلہ کھڑے ہو کر پینا مرد تھے مرتعہ پہ بتایا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا۔ باقی پانی بیٹھ کر پیتے یا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لیے تھا۔ بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لیے۔ لہٰذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ فَقَالَ رَجُلٌ اَلْقَذَاةُ اَرَاهَا فِي الْاِنَاءِ قَالَ اَهْرِقْهَا قَالَ فَاِنِّيْ لَا اَرْوٰى مِنْ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ برتن میں سانس لی جائے یا اس میں پھونکا جائے[۱] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اونٹ کے پینے کی طرح ایک سانس میں نہ پیو لیکن دو دو اور تین تین سانسوں میں پیو[۲] اور جب تم پیو تو بسم اللہ پڑھو اور جب تم ختم کرو تو الحمد للہ پڑھو[۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا[۴] تو ایک شخص نے عرض کیا کہ میں برتن میں کوڑا جو دیکھوں[۵] فرمایا اسے بہا دو[۶] وہ بولا میں

[۱] برتن میں سانس لینا جانوروں کا کام ہے، نیز سانس کبھی زہریلی ہوتی ہے، اس لئے برتن سے الگ منہ کرکے سانس لو گرم دودھ یا چائے کو پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرو بلکہ کچھ ٹھہرو تاکہ خود ٹھنڈی ہوجائے پھر پیو۔ اگر پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو کچھ گرادو، پھونک سے الگ نہ کرو۔ بعض لوگوں کو گندہ دہنی کی بیماری ہوتی ہے ان کی پھونک سے پانی میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لئے ہر شخص ان دونوں سے پرہیز کرے۔ برتن میں سانس لینے سے اور اس میں پھونک مارنے سے حضور کے احکام میں صدہا حکمتیں ہیں۔ [۲] یعنی بہتر تو یہی ہے کہ تین سانسوں میں پیو۔ دو سانسیں درمیان میں لو ایک آخر میں یا دو سانسوں میں پیو کہ ایک سانس پینے کے بیچ میں لو۔ دوسری آخر میں۔ مگر ہر سانس برتن کو منہ سے الگ کرکے لو۔ [۳] یعنی جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے پہلی سانس پینے پر کہے الحمد للہ۔ دوسری سانس پینے پر کہے الحمد للہ رب العالمین تیسری سانس پر کہے الرحمن الرحیم (اشعۃ اللمعات) اس کے متعلق اور دعائیں بھی منقول ہیں۔

[۴] اس ممانعت کی حکمتیں ابھی عرض کی گئیں پھونک مارنا پانی میں ہو یا دودھ میں یا کسی اور پینے کی چیز میں۔ پھر خواہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ہو یا تنکا وغیرہ دور کرنے کے لئے اور خواہ پانی میں پھونک مارے یا کھانے میں سب ممنوع ہے چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے۔ عن النفخ فی الطعام والشراب [۵] یعنی اگر برتن میں کوڑا تنکا نظر آئے تو میں کیا کروں وہ تو پھونک سے ہی دفع ہوسکتا ہے اور آپ حضور پھونک سے منع فرماتے ہیں [۶] اس طرح کہ برتن سے تھوڑا پانی گرادو جس سے وہ کوڑا بھی گرجائے یا چمچہ یا کسی تنکے سے الگ کردو، بہرحال پھونک نہ مارو۔

نَفَسٍ وَاحِدٍ قَالَ فَأَبِنِ الْقَدَحَ عَنْ فِيكَ ثُمَّ تَنَفَّسْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَأَنْ يُنْفَخَ فِي الشَّرَابِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤدَ ۔ وَعَنْ كَبْشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ إِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ ۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ

ایک سانس میں سیر نہیں ہوتا۱ فرمایا کہ پیالہ اپنے منہ سے الگ کرو پھر سانس لے لو۲ (ترمذی، دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے سے منع فرمایا۳ اور اس سے کہ پانی میں پھونکا جائے۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت کبشہ۵ سے فرماتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لٹکے ہوئے مشکیزے سے کھڑے کھڑے پانی پیا۶ میں اس کے منہ کی طرف اٹھی اسے میں نے کاٹ لیا۷ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے روایت ہے زہری سے وہ

۱ سائل کا مقصد یہ ہے کہ آپ برتن میں پھونک مارنے سے منع فرماتے ہیں اور میں ایک سانس میں پانی وغیرہ سے سیر نہیں ہوتا، دوسری تیسری سانس ضرور لینا پڑتی ہے وہ سانس برتن ہی میں لی جاوے گی تو پھر پھونکنا ہوگا۔ ۲ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چند سانسوں میں پیو مگر سانس برتن میں نہ لو، برتن منہ سے ہٹا کر لو۔ خیال رہے کہ تین سانس سے پینا بہتر ہے ایک سانس سے پینا جائز (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک سانس سے نہ پیا۔ ۳ خواہ پیالہ کا کنارہ کچھ ٹوٹا ہوا ہو یا پیالہ کے وسط میں سوراخ ہو اس سے پانی وغیرہ مطلقًا منع ہے کہ وہ جگہ منہ سے اچھی طرح نہیں لگتی جس سے پانی وغیرہ بہہ کر کپڑوں پر گرتا ہے، کچھ منہ میں جاتا ہے کچھ کپڑے تر کرتا ہے نیز یہ جگہ پھر اچھی طرح صاف بھی نہ ہوسکے گی اور ممکن ہے کہ ٹوٹا ہوا کنارہ ہونٹ کو زخمی کردے اور زخم کا خون پانی اور برتن کو ناپاک کردے بہرحال اس حکم میں بہت حکمتیں ہیں۔ ۴ یہ حدیث کہ احمد اور حاکم نے بھی ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (دیکھو مرقات) ۵ کبشہ دو ہیں ایک کبشہ بنت ثابت ابن منذر انصاریہ ہیں جو حضرت حسان ابن ثابت کی بہن ہیں، انہیں کبیشہ بھی کہا جاتا ہے ان کا لقب برصاء ہے۔ دوسری کبشہ بنت کعب ابن مالک انصاریہ یعنی عبداللہ ابن قتادہ کی بیوی۔ نہ معلوم یہ کونسی کبشہ ہیں۔ بعض محدثین نے فرمایا پہلی کبشہ ہیں بعض نے فرمایا دوسری۔ چونکہ دونوں کبشہ صحابیہ ہیں۔ اسی لئے یہ ناواقفیت مضر نہیں کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں (مرقات) ۶ اس سے معلوم ہوا کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پینا اور کھڑے کھڑے پینا دونوں جائز ہیں۔ جہاں ممانعت آئی وہاں ممانعت تنزیہی یا خلاف اولیٰ مراد ہے ۷ یعنی مشکیزے کے منہ کا چمڑا جسے حضور انور کے لب لگے تھے میں نے کاٹ کر رکھ لیا، کیونکہ اس کی تین وجہ تھیں ایک شفا کے لئے کہ مدینہ کے بیماروں کو اس چمڑا کو ڈبو کر پانی پلایا کروں، تبرک کے لئے کہ اپنے پاس برکت کے لئے رکھوں، اور اس لئے کہ کسی اور کا منہ اسے نہ لگے کہ یہ

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَالصَّحِيحُ مَا رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَإِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ

عروہ سے[۱] وہ حضرت عائشہ سے راوی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین شربت ٹھنڈا میٹھا تھا[۲] (ترمذی) اور فرمایا صحیح وہ ہے جو بروایت زہری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلًا مروی ہوا[۳] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے الٰہی ہم کو اس میں برکت دے اور اس سے بھی اچھا ہمیں کھلا[۴] اور جب دودھ پئے تو کہے الٰہی ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے بھی زیادہ دے[۵] کیونکہ دودھ کے سوا ایسی کوئی چیز نہیں جو کھانے اور پانی سے

بے ادبی ہے۔ اسے حضور کا منہ شریف لگا ہے (مرقات) ترمذی نے حضرت ام سلیم کا یہی واقعہ نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو مقبول بندوں کا منہ لگ جائے۔ وہ شفا بن جاتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی شفا بن گئی۔ دیکھو قرآن مجید، یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جسم شریف سے لگی ہوئی چیز سے برکت لینا جائز ہے وہ متبرک ہے۔

۱؎ امام زہری بھی تابعی ہیں اور عروہ ابن زبیر ابن عوام بھی تابعی ہیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ عروہ علم کے دریا ناپید اکنارہ ہیں (مرقات) ۲؎ یعنی عمومًا ٹھنڈا میٹھا پانی پسند فرماتے تھے۔ دودھ کی لسی بھی پسند تھی مگر وہ کبھی کبھی ملاحظہ فرماتے تھے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی ملا دودھ پسند تھا یا شہد سے میٹھا کیا ہوا پانی مرغوب تھا۔ کہ وہ خاص حالات کا ذکر ہے اور یہاں عام حالات کا۔

۳؎ اس لئے کہ سفیان ابن عیینہ کے سوا باقی تمام محدثین نے اسے عن الزہری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا۔ صرف سفیان ابن عیینہ نے عن عروہ عن عائشہ کی زیادتی کی ہے مگر ثقہ کی زیادتی مقبول ہے نیز امام احمد نے اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اسے بروایت عائشہ صدیقہ روایت فرمایا (مرقات)

۴؎ یعنی خدایا ہم کو آئندہ ایسا کھانا کھلا جو اس سے بھی زیادہ پاکیزہ اور نفیس و لذیذ ہو۔ کیونکہ کھانے بعض بعض سے اعلیٰ ہوتے ہیں تو بندہ رب تعالیٰ سے اعلیٰ مانگے ۵؎ یعنی دودھ پی کر یہ نہ کہے کہ ہم کو اس سے بھی اعلیٰ نعمت دے۔ کیونکہ دودھ سے زیادہ اعلیٰ نعمت کوئی نہیں اور ناممکن کی دعا کرنا ممنوع ہے۔

إِلَّا اللَّبَنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَاءُ مِنَ السُّقْيَا قِيْلَ هِيَ عَيْنٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَدِيْنَةِ يَوْمَانِ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ فِيْ إِنَاءِ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ أَوْ إِنَاءٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَإِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ۔

بَابُ النَّقِيْعِ وَالْأَنْبِذَةِ

اَلْفَصْلُ

کفایت کرتے [1] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سقیا سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا [2] کہا گیا ہے کہ وہ ایک چشمہ ہے کہ اس کے اور مدینہ کے درمیان دو دن کا راہ ہے [3] (ابوداؤد) تیسری فصل حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سونے یا چاندی کے برتنوں میں پئے یا اس برتن میں جس میں ان میں سے کچھ ہو [4] تو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کھولاتا ہے یا بھرتا ہے [5] (دارقطنی) کشمش وغیرہ کے شربتوں کا بیان [6] پہلی فصل

[1] یعنی صرف دودھ میں وہ نعمت ہے جو بھوک و پیاس دونوں کو دفع کرتا ہے۔ لہذا یہ غذا بھی ہے اور پانی بھی۔ نیز دودھ ہی بچے کی پہلی غذا قدرت کی طرف سے مقرر کی گئی، کہ بچہ دنیا میں آکر پہلے کئی ماہ بلکہ دو سال تک ان کا دودھ ہی پیتا ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ فانہ لیس شیء سے آخر تک مسدد کا قول ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان عالی ہے دوسری حدیث میں اس کی تصریح بھی ہے۔ جنت میں بھی دودھ کی نہریں ہوں گی [2] کیونکہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے پانی میں کچھ نمکینی تھی۔ اب بھی اکثر مدینہ منورہ میں پانی باہر سے لایا جاتا ہے۔ بعض گڑھے کنوئیں معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں پانی باہر سے لاکر بھرا جاتا ہے۔ لوگ اسے پیتے ہیں۔ مگر اب عموماً وہاں کا پانی بہت شیریں اور نہایت ہلکا زود ہضم ہے۔ اب تو مدینہ کا سا پانی اور وہاں کا سا گوشت روئے زمین میں کہیں نہیں [3] یہ جگہ جانب مکہ معظمہ واقع ہے۔ مگر اب راستہ میں نہیں پڑتی۔ حضرات صحابہ کرام حضور انور کے لئے اپنے دور دراز فاصلہ سے میٹھا پانی اس قدر لاتے تھے کہ حضور سرکار اکثر وہ ہی پانی پیتے تھے۔ بعض مریدین اپنے پیروں کے لئے دور سے ان کی پسندیدہ سبزی لاکر حاضر کرتے ہیں اس خدمت کی اصل یہ ہی حدیث ہے کہ حضرات صحابہ دو دن کی راہ سے میٹھا پانی حضور کے لئے لاتے تھے [4] اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اگر تانبے یا پیتل کے برتن میں سونے یا چاندی کی قلعی ہو تو اس میں کھانا پینا حرام ہے وہ حضرات فیہ شیء من ذالک سے سونے چاندی کی قلعی مراد لیتے ہیں۔ مگر امام اعظم کے نزدیک اس سے قلعی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد سونے چاندی کی زنجیریں یا کیلیں میخیں مراد ہیں مگر زیادہ ہوں ایک دو کیل جو باریک ہوں اس کی اجازت ہے۔ یہ حکم عورتوں، مردوں

الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحِيْ هٰذَا الشَّرَابَ كُلَّهُ الْعَسَلَ وَالنَّبِيْذَ وَالْمَاءَ وَاللَّبَنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ يُوْكَاُ اَعْلَاهُ وَلَهٗ عَزْلَاءُ نَنْبِذُهٗ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهٗ عِشَاءً وَنَنْبِذُهٗ عِشَاءً فَيَشْرَبُهٗ غُدْوَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس پیالہ سے ہر قسم کے شربت پلائے شہد نبیذ اور پانی اور دودھ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مشکیزہ میں نبیذ بناتے تھے جس کا دہانہ باندھ دیا جاتا اور اسکا دہانہ تھا صبح نبیذ بناتے تو وہ شام کو پیتے اور شام کو نبیذ بناتے وہ حضور صبح کو پی لیتے (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے

کے لئے ہے عورتوں کو سونے چاندی کا صرف زیور حلال ہے ۵ اسکی شرح ابھی فصل اول میں گزر گئی ۶ یعنی انگور کشمش کے شربت (زلال) کو کہا جاتا ہے اور نبیذ کھجور کے شربت (زلال) کو کہتے ہیں کہ رات کو کشمش یا کھجوریں پانی میں بھگو دی جاتی ہیں۔ صبح کو وہ پانی نتھار کر پیا جاتا ہے اسے نبیذ کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی مقوی اور زود ہضم ہوتا ہے۔ یہ حلال ہے بشرطیکہ نشہ کو نہ پہنچے اگر بہت دن تک رکھا رہے تو جھاگ چھوڑ دیتا ہے اور نشہ آور ہے اب حرام ہو جاتا ہے کہ فرمایا گیا کل مسکر حرام ۷ ایک لکڑی کا پیالہ حضرت انس کے ہاتھ میں تھا آپ نے لوگوں کو دکھا کر فرمایا ہے کہ اس پیالہ سے میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی قسم کے شربت اور دودھ پلایا ہے یعنی یہ پیالہ بڑا ہی متبرک ہے کہ اسے حضور انور کے ہاتھ اور لب بارہا لگے ہیں۔ آپ نے بصرہ میں لوگوں کو اس پیالہ کی زیارت کرانے کے یہ فرمایا ہے پیالہ حضرت انس کی اولاد کے پاس بطور تبرک رہا پھر نضر ابن انس کی اولاد سے آٹھ لاکھ روپیہ کے عوض خریدا گیا (مرقات) یہاں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ امام بخاری نے اس پیالہ کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ حضور کے استعمالی برتنوں کو برکت کے لئے اپنے پاس رکھتے تھے اور لوگوں کو زیارت کراتے تھے آنکھ والے ان چیزوں کی قدر جانتے ہیں۔ ابھی گزر گیا کہ حضرت کبشہ نے مشکیزے کا وہ حصہ کاٹ کر رکھ لیا جس سے حضور نے پانی پیا تھا۔ مثنوی میں ہے کہ حضرت جابر کے گھر وہ کپڑے کا دسترخوان تھا جس سے حضور نے ہاتھ و منہ پونچھ لئے تھے۔ جب وہ میلا ہو جاتا تھا تو اسے آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتا کپڑا محفوظ رہتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں ابیات

قوم گفتندش کہ اے صحاب عزیز — چوں نہ سوزید و منقیٰ گشت نیز

گفت زانکہ مصطفیٰ دست و دہاں — بس بمالید اندریں دستار خواں

اے دل ترسندہ از نار و عذاب — با چنیں دست و لبے کن اقتراب

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْبَذُ لَهٗ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَيَشْرَبُهٗ اِذَا اَصْبَحَ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ وَاللَّيْلَةَ تَجِيْءُ وَالْغَدَ وَاللَّيْلَةَ الْاُخْرٰى وَالْغَدَ اِلَى الْعَصْرِ فَاِنْ بَقِيَ سَقَاهُ الْخَادِمَ اَوْ اَمَرَ بِهٖ فَصُبَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ فَاِذَا لَمْ يَجِدُوْا سِقَاءً يُنْبَذُ لَهٗ فِيْ تَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شروع رات میں نبیذ بنایا جاتا اسے حضور پیتے جب صبح ہوتی اسی دن اور رات جو آتی اور کل اور دوسری رات اور کل عصر تک[۴] پھر اگر کچھ بچ رہتا اسے خادم کو پلا دیتے[۵] یا حکم دیتے تو گرا دیا جاتا[۶] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک مشکیزہ میں نبیذ بنایا جاتا پھر جب مشکیزہ نہ پاتے تو آپ کے لیے پتھر کی ایک لگن میں نبیذ بنایا جاتا[۷] (مسلم)

۱ نبیذ بنا ہے نبذ سے بمعنی پھینکنا ڈالنا، پھر پھینکی ہوئی چیز کو نبیذ کہنے لگے۔ اس کے بعد اس پھینکنے کے نتیجہ کو نبیذ کہنے لگے یہاں آخری تیسرے مراد ہیں۔ یعنی ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجوروں یا کشمش کا نبیذ تیار کرتے تھے کہ شام کو کھجوریں بھگو دیتے تھے ۲ یعنی اس مشکیزہ کے دو منہ تھے۔ ایک اوپر والا جس سے پانی وغیرہ بھرا جاتا تھا۔ دوسرا نیچے والا جس سے پانی وغیرہ نکالا جاتا تھا۔ عزلاء ہر منہ کو کہا جاتا ہے۔ یہاں نیچے والا منہ مراد ہے کیونکہ اوپر والے منہ کا ذکر تو الگ ہو چکا ۳ نماز فجر اور طلوع آفتاب کے درمیانی وقت کو غدوہ (غین کے پیش سے) کہا جاتا ہے اور سورج ڈھلے سے مغرب تک کے وقت کو عشاء (عین کے کسرہ سے) کہا جاتا ہے۔ یعنی صبح کے بھگوئے ہوئے چھواروں کا پانی حضور انور دوپہر کے بعد سے شام تک پی لیتے تھے اور شام کے بھگوئے ہوئے چھوارے صبح کو پی لیتے تھے۔ زیادہ دیر نہ بھگائی جاتی تھی۔ ۴ یعنی ایک دن کا بنایا ہوا نبیذ حضور دو دو روز تک پیتے رہتے تھے کہ اس قدر ٹھہرنے سے اس میں نشہ پیدا ہونے کا احتمال نہ تھا۔ ۵ اس لئے کہ اس کے بعد تل چھٹ رہ جاتا تھا، صاف شربت نہ رہتا تھا نشہ ہرگز نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اگر نشہ پیدا ہوتا تو خادم کو ہرگز نہ پلاتے کہ نشہ پلانا بھی حرام ہے (مرقات، اشعہ) ۶ گرا دینا اس صورت میں ہوتا تھا جبکہ اس میں نشہ پیدا ہو جاتا اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ کھانا اگر آقا کھائے اور نیچے کا بچا ہوا کھانا خادم کو کھلائے تو جائز ہے جو وجہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ خادم کو ساتھ کھلاؤ یہ بیان استحباب کیلئے ہے۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نشہ آور یا سڑی ہوئی چیز کسی کو نہ کھلائی جائے بلکہ پھینک دی جائے۔ خیال رہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ صبح کا نبیذ شام تک ختم فرما دیتے تھے۔ وہ گرمیوں کے موسم کے متعلق ہے اور حضرت ابن عباس کی یہ حدیث دو دن تک پینے کی سردی کے موسم کے متعلق ہے۔ گرمیوں میں نبیذ میں جلد جوش آ جاتا ہے اور جلد نشہ آور ہو جاتا ہے، سردی میں نہیں۔ ۷ یعنی نبیذ کے لئے کورے شکورے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ وَاَمَرَ اَنْ يُّنْبَذَ فِيْ اَسْقِيَةِ الْاُدُمِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الظُّرُوْفِ فَاِنَّ ظَرْفًا لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهُ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْاَشْرِبَةِ اِلَّا فِيْ ظُرُوْفِ الْاُدُمِ فَاشْرَبُوْا

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تونبی سے اور مٹکیا سے اور پیالہ سے اور کھوکھلی جڑ سے [1] اور حکم دیا کہ چمڑے کے مشکیزوں میں نبیذ بنایا جائے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو برتنوں سے منع کیا تھا مگر برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام [3] ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے تم کو شربتوں سے منع کیا تھا سوا چمڑے کے برتنوں کے تم ہر برتن میں پیو

کی جاتی تھی کہ مشکیزے میں بنایا جائے تاکہ شربت ٹھنڈا رہے اور ڈھکا رہے لیکن اگر مشکیزہ میسر نہ ہوتا تو پتھر کی کونڈی یا بڑے پیالہ میں بنایا جاتا۔ پتھر میں شربت جلد گرم ہو جاتا ہے مگر اسے ڈھک دیا جاتا ہوگا [1] اہل عرب شراب کے بڑے عادی تھے جب اسلام میں شراب حرام کی گئی تو شراب بنانے رکھنے، پینے کے برتنوں کا استعمال بھی حرام کر دیا گیا۔ تاکہ یہ برتن دیکھ کر لوگوں کو شراب یاد نہ آوے اور لوگ پھر سے شراب نہ پینے لگیں، بعد میں برتنوں کی ممانعت کی حدیث منسوخ ہو گئی۔ اسی کی ناسخ حدیث آگے آرہی ہے۔ یہ شراب کے چار برتنوں کا ذکر ہے۔ سبز کدو جو لمبا ہوتا ہے اُسے کھوکھل کر لیا جاتا تھا۔ اُسے جگ کی جگہ کام میں لیتے تھے کہ اُسے دبا کہتے تھے۔ چھوٹا گھڑا جس میں تھوڑی شراب رکھتے تھے اُسے حنتم کہتے تھے۔ اس پر اکثر سبز رنگ کر دیتے تھے۔ شراب پینے کا پیالہ جس میں تارکول لگا ہوتا اسے مزفت کہتے تھے یعنی زفت لگا ہوا روغنی پیالہ۔ موٹے درخت کی جڑ کھوکھل کر کے زمین میں گاڑ دیتے اس میں زیادہ شراب رکھتے تھے۔ اُسے نقیر کہتے۔ غرضیکہ شراب رکھنے کے دو برتن تھے اور پلانے کے دو برتن۔ ان چاروں برتنوں کا استعمال بھی حرام کر دیا گیا اور فرمایا گیا تھا کہ ان برتنوں میں دودھ پانی، نبیذ اور کوئی شربت بھی نہ پیو نہ رکھو تاکہ شراب کا تصور نہ آنے پائے [2] یعنی چمڑے کے مشکیزے میں نبیذ بناؤ کیونکہ اوّلاً چمڑے کے مشکیزے میں نبیذ میں جلد نشہ نہیں پیدا ہوتا کہ چمڑا ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اگر نبیذ میں جوش آجائے اور نشہ پیدا ہو جائے تو چمڑا کا مشکیزہ پھٹ جاتا ہے۔ ان مذکورہ برتنوں میں جلد نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور پھر خبر نہیں ہوتی کہ نشہ ہوا ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ نشہ پیدا ہو چکا ہو اور تم بے خبری میں پی لو [3] یہ حدیث پچھلی حدیث کی ناسخ ہے یعنی حرمت و حلت برتن پر موقوف نہیں بلکہ نشہ پر موقوف ہے یہ حدیث اس وقت کی ہے جب لوگ ترک شراب کے عادی ہو چکے تھے اور نشہ آور اور غیر نشہ آور میں تمیز کر سکتے تھے۔ حالات بدل گئے، حکم بدل گیا۔

فِي كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ اَنْ لَّا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي
عَنْ اَبِي مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ
وَابْنُ مَاجَةَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى قَالَ
نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَبِيْذِ الْجَرِّ الْاَخْضَرِ
قُلْتُ اَنَشْرَبُ فِي الْاَبْيَضِ قَالَ لَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

سوا اس کے کہ نشہ آور چیز نہ پیو ۱؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے ۲؎ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ دوسرا رکھ لیں گے ۳؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) ۴؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہری ٹھلیا کے نبیذ سے پینے سے منع فرمایا ۵؎ میں نے عرض کیا کہ کیا ہم سفید میں پی لیا کریں فرمایا نہیں ۶؎ (بخاری)

۱؎ خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خمر یعنی انگوری شراب تو حرام بعینہٖ ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اس کے سوا دوسری نشہ آور چیزیں خواہ پتلی ہوں جیسے جوار وغیرہ کی شراب یا خشک جیسے افیون، بھنگ وغیرہ نشہ دیں تو حرام ہیں ورنہ حرام نہیں بشرطیکہ لہو و لعب کے لیئے استعمال نہ کرے، دوسرے اماموں کے ہاں ہر پتلی نشہ آور چیز مطلقًا حرام ہے، نشہ دے یا نہ دے اور خشک نشہ آور چیزیں حد نشہ سے کم حلال ہیں، یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ حضور انور نے حرمت کو نشہ پر موقوف فرمایا فتویٰ قول صاحبین پر ہے۔

۲؎ آپ کے حالات پہلے گزر چکے کہ آپ کا نام کعب ابن عاصم ہے۔ کنیت ابومالک یا ابوعامر ہے۔ ابومالک زیادہ مشہور ہے۔ آپ صحابی ہیں، خلافت فاروقی میں وفات پائی ۳؎ یہ غیبی خبر ہے جو بہ بہ درست ہوئی۔ یعنی آخر زمانہ میں لوگ شراب کے نام بدل دیں گے اور اسے حلال سمجھ کر پئیں گے۔ حالانکہ وہ نشہ والی ہوگی۔ مثلًا انگور کا پانی یا کھجور کا عرق کہیں گے یا اُسے وسکی کہہ کر پئیں گے معلوم ہوا کہ نام کا اعتبار نہیں نشہ کا اعتبار ہے۔ آج بعض لوگ شراب کو برانڈی یا وسکی کہہ کر پیتے ہیں حالانکہ حرام ہوتی ہے۔ شراب کا نام قہوہ بھی ہے مگر مروجہ قہوہ یعنی بے دودھ کی چائے بالکل حلال ہے کہ اس میں نشہ نہیں۔ لہذا حلال ہے غرضیکہ نام کا اعتبار نہیں کام کا اعتبار ہے (مرقات)

۴؎ یہ حدیث احمد، ابن حبان، طبرانی، بیہقی نے بھی روایت فرمائی۔ اُن کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ان میں باجے، رنڈیوں کے گانے بہت بڑھ جائیں گے اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور اُن کی صورتیں بندروں، سوروں میں تبدیل فرمادے گا یہ آخر زمانہ میں ہوگا (مرقات) ۵؎ مٹی کی

بَابُ تَغْطِیَةِ الْاَوَانِیْ وَغَیْرِھَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّیْلِ اَوْ اَمْسَیْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْیَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْتَشِرُ حِیْنَئِذٍ فَاِذَا ذَھَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّیْلِ فَخَلُّوْھُمْ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَفْتَحُ بَابًا مُّغْلَقًا وَاَوْكُوْا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرُوْا اٰنِیَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ اَنْ تَعْرُضُوْا عَلَیْهِ شَیْئًا

برتن وغیرہ ڈھکنے کا بیان؎۱ پہلی فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رات کا شروع حصہ ہو جائے؎۲ یا تم شام پاؤ تو اپنے بچوں کو روک رکھو؎۳ کیونکہ اس وقت شیطان پھیلتے ہیں پھر جب رات کی ایک گھڑی گزر جاوے تو بچوں کو چھوڑ دو؎۴ اور دروازے بند کر دو اور اللہ کا نام لو؎۵ کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا؎۶ اور اپنے مشکیزوں کو بند کر دو اور اللہ کا نام لو؎۷ اور اپنے برتنوں کو ڈھک دو اور اللہ کا نام لو اگرچہ اس پر کوئی چیز کھڑی کر دو؎۸

تغطیا جس میں برابر دھن کیا گیا ہو یہ شراب کا خاص برتن تھا یہ حدیث بھی منسوخ ہے اسکی ناسخ حدیث پہلے گزر گئی کہ کسی بھی برتن میں نبیذ بناؤ اور اسکا بنایا ہوا نبیذ ہرگز مت پیو کیونکہ یہ شراب کا برتن ہے، رنگ کا اعتبار نہیں برتن کا اعتبار ہے۔ یہ حدیث بھی منسوخ ہے۔ ۱؎ اس باب میں رات کو برتن ڈھکنے دروازے بند کرنے، چراغ اور آگ بجھانے سب کا ہی ذکر ہوگا جیسا کہ آئندہ پتہ لگے گا۔ برتن سے مراد بھرے ہوئے برتن ہیں خواہ پانی سے یا دودھ یا سالن سے، خالی برتن ڈھکنے کا حکم نہیں جیسا کہ اس کی وجہ بیان فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے ۲؎ جُنح ج کے پیش اور کسرہ سے بمعنی حصہ اور شروع اور تاریکی (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں، رات کا شروع حصہ یا رات کی اندھیری۔ راوی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنح اللیل فرمایا یا فرمایا امسیتم، مقصد قریبًا ایک ہی ہے ۳؎ یعنی اس وقت بچوں کو گھروں سے باہر نکلنے نہ دو شیطان سے مراد موذی جنات اور موذی انسان دونوں ہیں (اشعہ) شام کے وقت ہی بچوں کو اغوا کرنے والے زیادہ پھرتے ہیں۔ شیطان سے مراد موذی خبیث جن ہیں۔ ورنہ ایک شیطان تو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے جسے قرین کہتے ہیں، لہذا یہ حدیث مذکورہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں قرین کے ہر وقت ساتھ رہنے کا ذکر ہے ۴؎ کیونکہ اب ان شیاطین کا اندر گھٹ جاتا ہے وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتے ہیں لیکن اگر بچے باہر نکلیں تو کچھ نہیں معلوم ہوا کہ شیاطین کا اثر بچوں پر زیادہ ہوتا ہے اسلئے بچوں کو نکلنے سے روکا گیا ۵؎ یعنی جب رات کو سونے لگو تو دروازے بند کر کے سوؤ اور بند کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اس کی حکمت ابھی آگے بیان ہو رہی ہے ۶؎ بند دروازے سے مراد وہ ہے جو بسم اللہ سے بند کیا گیا ہو بغیر ذکر اللہ بند کئے ہوئے کے اندر شیطان آ سکتا ہے ان کی روک کے لئے دروازہ کا بند ہونا اور

وَاَطْفِئُوْا مَصَابِيْحَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَ
اَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ
فَاِنَّ لِلْجِنِّ اِنْتِشَارًا وَخَطْفَةً وَاَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ
الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَفِيْ
رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ غَطُّوا الْاِنَاءَ وَاَوْكُوا السِّقَاءَ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَ
اَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ

اور اپنے چراغوں کو بجھا دو (مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت میں ہے فرمایا برتن ڈھک دو اور مشکیزوں کو بند کر دو اور دروازے بند کر دو اور اپنے بچوں کو روک لو شام کے وقت۔ کیونکہ جنات کا پھیلاؤ اور چھین جھپٹ کا وقت ہے اور سوتے وقت چراغوں کو گل کر دو کیونکہ بہت بار چوہیا بتی کھینچ لے جاتی ہے تو گھر والوں کو جلا دیتی ہے اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا برتن ڈھک دو اور مشکیزے باندھ دو دروازے بند کر دو۔ اور چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان مشکیزہ نہیں کھولتا اور نہ دروازہ کھولتا ہے نہ برتن کھولتا ہے

بسم اللہ پڑھ کر بند ہونا ضروری ہے۔ بسم اللہ باطنی قفل ہے ۲ یعنی پانی کے بھرے مشکیزے کا منہ ڈوری سے باندھ دو۔ یوں ہی کھلا نہ چھوڑ دو ۳ یہ مجبوری کی حالت بھی ہے جبکہ کوئی چیز گھڑا وغیرہ ڈھکنے کے لئے نہ ملے۔ اس لکڑی اور بسم اللہ کی برکت سے برتن شیطان کے اثر سے محفوظ رہے گا ۴ چراغ سے مراد بتی والا چراغ ہے جس کی بتی چوہا وغیرہ کھینچ سکے۔ لالٹین یا بجلی اس حکم سے خارج ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ بند گھر میں جلتی لالٹین چھوڑنا بھی خطرناک ہے۔ اس سے گیس پھیل جانے کا خطرہ ہوتا ہے ۵ یہاں چھین جھپٹ سے مراد ان کو دیوانہ کر دینا ان پر مسلط ہو جانا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جن پر جن آ جاتے ہیں۔ ان کو پریشان کرتے ہیں۔ دیوانہ بنا دیتے ہیں۔ جنات کا یہ تصرف قرآن کریم سے ثابت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ جیسے سانپ بچھو وغیرہ زہریلے جانور انسان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسے ہی شیطان بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں یہ اثرات بھی بالکل حق ہیں ۶ یہاں فویسقہ سے مراد موذی جانور ہے جو اپنے نفع کے بغیر انسان کا نقصان کردے۔ چوہا۔ چیل۔ کوا۔ بچھو۔ دیوانہ کتا سب فویسق یعنی موذی ہیں۔ اسی لئے ان کو حرم شریف میں بھی اور حالت احرام بھی قتل کر سکتے ہیں ۷ یہاں بھی برتنوں سے مراد وہ برتن ہیں جن میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں۔ یوں ہی مشکیزے سے مراد وہ مشکیزے ہیں جن میں پانی یا نبیذ وغیرہ ہوں ۸ یہاں بھی چراغ سے مراد کھلا چراغ ہے جس کی بتی چوہا کھینچ سکے۔ موجودہ بجلی کی روشنی اس حکم سے خارج ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ۹ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے ان شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی

إِنَاءً فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا أَنْ يَعْرِضَ عَلَى إِنَائِهِ عُوْدًا وَيَذْكُرَ اسْمَ
اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ وَفِيْ
رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ تُرْسِلُوْا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ
حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يُبْعَثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ
حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ غَطُّوا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوا
السِّقَاءَ فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيْهَا وَبَاءٌ لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ

پھر اگر تم میں سے کوئی نہ پائے مگر یہ کہ اپنے برتن پر لکڑی کھڑی کردے اور اللہ کا نام لے آوے تو یہ ہی کرے[1] کیونکہ چوہیا گھر والوں پر ان کا گھر جلا دیتی ہے[2] اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اپنے جانور اور بچے نہ چھوڑو[3] جب کہ سورج ڈوب جائے حتی کہ رات کی سیاہی جاتی رہے[4] کیونکہ جب سورج ڈوب جاتا ہے تو شیاطین چھوڑ دیئے جاتے ہیں حتی کہ رات کی یہ سیاہی جاتی ہے اور اس کی ایک روایت میں یوں ہے فرمایا کہ برتن ڈھک دو اور مشکیزے باندھ دو کیونکہ سال میں ایک رات ہے جس میں وبائیں اترتی ہیں[5] نہیں گزرتیں

کہ ان چیزوں کو کھول سکیں، جیسے شیطان اس کھانے کو نہیں کھا سکتا جو بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے۔ لہٰذا احادیث شریف بالکل ظاہری پر ہے ان میں کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں[1] یعنی اگر برتن ڈھکنے کے لئے کوئی ڈھکنا نہ ملے تو اس پر اللہ کا نام لے کر لکڑی کھڑی کردو وہ برتن اس لکڑی اور اللہ کے ذکر کی وجہ سے ان بلاؤں سے محفوظ رہے گا[2] اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے۔ لہٰذا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس میں بہت ہی منافع اور فوائد ہیں[3] فواشی جمع ہے فاشیۃ کی۔ عربی میں چھوٹے بڑے جانور کو فاشیہ کہتے ہیں۔ خواہ جنگل میں چھوٹا ہوا ہو یا بستی میں کھلا پھرتا ہو۔ پھر مطلقًا جانوروں کو فواشی کہا جانے لگا۔ وہ ہی یہاں مراد ہے یعنی مغرب عشاء کے درمیان اپنے جانور اور بچے کھلے نہ پھرنے دو[4] یعنی رات کے شروع حصہ کی سیاہی ختم ہو جائے اور اس کی اصلی سیاہی آ جاوے مغرب عشاء کے درمیان آسمان پر سیاہی ہوتی ہے مگر مغربی کنارہ پر سرخی یا سفیدی ہوتی ہے یہاں فحمہ سے یہ ہی سیاہی مراد ہے اور جب عشاء کا وقت آ جاتا ہے تو یہ خاص سیاہی ہر طرف چھا جاتی ہے کسی جگہ سرخی یا سفیدی کا نام نہیں ہوتا۔ لہٰذا حدیث واضح ہے[5] اس کا مطلب یہ ہے کہ عمومًا ہر رات شیاطین کا پھیلاؤ اول شب ہی ہوتا ہے۔ اور سال میں ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس میں خصوصی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ان احادیث میں عمومی بلاؤں کا ذکر تھا جو روزانہ شروع رات میں آتی ہیں اور اس حدیث میں خاص ان بلاؤں کا ذکر ہے جو سال میں ایک رات آتی ہیں۔

وِكَاءٌ اِلَّا نَزَلَ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ الْوَبَاءِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مِنَ النَّقِيْعِ بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا خَمَّرْتَهٗ وَلَوْ اَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُوْدًا ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَهْلِهٖ مِنَ اللَّيْلِ فَحُدِّثَ

کسی ایسے برتن پر جس پر ڈھکنا نہ ہو مگر اس وبا میں سے اس میں اتر جاتی ہے[1] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صاحب ابوحمید نقیع سے دودھ بھرا برتن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے[2] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسے ڈھک کیوں نہ لیا اگرچہ اس پر لکڑی کھڑی کردیتے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب سونے لگو تو اپنے گھروں میں آگ نہ چھوڑو[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک گھر مع گھر والوں کے رات میں جل گیا[5]

۱؎ مِن بیانیہ ہے نہ کہ تبعیضیہ، لہذا اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ بلا ان برتنوں میں داخل ہو جاتی ہے جن پر ڈھکنا نہ ہو۔ نووی نے فرمایا کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کی ہر آفت سے بچاؤ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسلمان ہر وقت، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے دنیا زہر ہے۔ ذکر اللہ اس کا تریاق (مرقات)، تر لکڑی آگ میں نہیں جلتی۔ اللہ کے ذکر سے تر زبان ان شاء اللہ دوزخ اور آفات کی آگ سے نہ جلے گی۔ مؤمن سوتے جاگتے، بیٹھتے، مرتے اللہ کا ذکر کرے ۲؎ ابوحمید کا نام عبدالرحمٰن ابن سعد ہے، کنیت ابوحمید خزرجی ساعدی ہیں نقیع وادی عقیق میں ایک جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں کے لئے طویلہ بنوایا تھا، وہاں حضور کے غلام بھی رہتے تھے ان اونٹوں کی نگرانی کے لئے۔ بعض نسخوں میں بجائے نقیع کے بقیع ہے یعنی ب سے جو مدینہ منورہ کا قبرستان ہے مگر یہ صحیح نہیں، وادی عقیق مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے قدیمی راہ پر تین میل فاصلہ پر ایک وادی ہے اب راستہ بدل چکا ہے ۳؎ وہ حضرت کھلے برتن میں دودھ لائے تھے۔ اس پر حضور انور نے یہ فرمایا یعنی دودھ ڈھک کر لانا چاہیے تھا۔ اگر ڈھکنا نہ تھا تو اس کے اوپر لکڑی ہی کھڑی کر لیتے۔ ہمارے ہاں عوام میں مشہور ہے کہ دودھ اور دہی کو نظر بد بہت جلد لگتی ہے۔ اس پر لکڑی کھڑی کر لینی چاہیے۔ اس کی اصل یہ حدیث ہو سکتی ہے خیال رہے کہ دکانوں پر دودھ دہی کھلا دکھا رہتا ہے۔ وہ اس حکم میں داخل نہیں کہیں لے کر جاؤ تو ڈھک لو ۴؎ جلتا ہوا چراغ گل کر دو، چولہے میں آگ ہو تو بجھا دو کبھی آگ جلتی چھوڑ کر سو نہ جاؤ۔ اس میں صدہا حکمتیں ہیں۔ آگ خطرناک چیز ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی میں گھر اور سامان جلا ڈالتی ہے۔ بے خبر سوتے ہوئے جل جاتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔ یہاں آگ سے مراد وہ ہی آگ ہے جس سے آگ لگ جانے کا اندیشہ ہو بجلی کی آگ میں یہ اندیشہ نہیں ۵؎

بِشَأْنِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ النَّارَ إِنَّمَا هِيَ عَدُوٌّ لَكُمْ فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ وَنَهِيقَ الْحَمِيرِ مِنَ اللَّيْلِ فَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ وَأَقِلُّوا الْخُرُوجَ إِذَا هَدَأَتِ الرِّجْلُ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبُثُّ مِنْ خَلْقِهِ فِي لَيْلَتِهِ مَا يَشَاءُ

اس واقعہ کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے ۱؎ تم جب سونے لگو تو اسے اپنے سے بجھا دیا کرو ۲؎ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم رات میں کتوں کا یا گدھوں کا رینگنا سنو تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو ۱؎ کیونکہ وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے ۲؎ اور جب قدم ٹھہر جائیں تو نکلنا کم کردو ۳؎ کیونکہ اللہ تعالٰی اپنی رات میں اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے پھیلاتا ہے ۴؎

اس طرح کہ گھر مع گھر والوں کے جل گیا یا گھر جل کر ان لوگوں پر گر گیا، غرضیکہ گھر والے بھی ہلاک ہوگئے، خواہ جل کر یا دب کر۔ ۲؎ کیونکہ آگ بطور بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے مگر احتیاط سے برتی جائے تو مفید ہے۔ ورنہ ہلاکت، اسے دشمن فرمانا اسی معنی سے ہے۔ یعنی بے احتیاطی سے برتی جائے تو دشمن ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے۔ حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے حد سے بڑھ کر مضر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حد سے بڑھ جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں۔ اللہ تعالٰی حد میں رکھے ۳؎ یہ حکم بطور مشورہ ہے لہٰذا استحبابی ہے۔

۱؎ یہاں رات کی قید ہے۔ دوسری روایات میں یہ قید نہیں چنانچہ حصن حصین شریف میں ہے کہ جب تم گدھے کا رینگنا سنو تو اعوذ باللہ پڑھو ابوداؤد، نسائی، حاکم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب تم کتوں کا رونا سنو تو اعوذ باللہ پڑھو۔ یہاں رات کی قید یا تو اتفاقی ہے یا اس لئے ہے کہ رات میں یہ آوازیں بہت مکروہ معلوم ہوتی ہیں ۲؎ یعنی شیاطین کو دیکھ کر یہ دونوں جانور آوازیں نکالتے چیختے ہیں کتوں کا رونا بلاؤں آفتوں کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ اور جب مرغ کی آواز سنو تو دعا مانگو کہ وہ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ صالحین کے پاس دعا مانگنا، ان سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے اور بدکاروں کو دیکھ کر اعوذ پڑھنا افضل ہے صالحین، فاسقین کا ذکر بھی آیات الٰہیہ سے ہے (مرقات) ۳؎ یعنی رات گئے جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے تم بھی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو کہ اس وقت جنات موذی جانور نکلتے ہیں۔

۴؎ یعنی دن بھر زمین میں تم پھیلے ہوتے ہو رات گئے کوئی اور مخلوق یہاں پھیلتی ہے جو دن میں چھپی رہتی ہے۔ دن میں تم چلو

وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا اِذَا اُجِيْفَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَغَطُّوا الْجِرَارَ وَكَفِئُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكُوا الْقِرَبَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَتْ فَارَةٌ تَجُرُّ الْفَتِيْلَةَ فَاَلْقَتْهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِيْ كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَاَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ اِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْا سُرُجَكُمْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هٰذِهٖ عَلٰى فَيُحْرِقَكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

اور دروازے بند کرو اور اس پر اللہ کا نام لو کیونکہ شیطان دروازہ نہیں کھولتا جب کہ اسے بند کیا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے[3] اور گھڑے ڈھک دو، برتن اوندھے کردو، مشکیزے باندھ دو[4] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ فرماتے ہیں ایک چوہیا بتی کھینچتی ہوئی آئی اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈال دیا۔ اس چٹائی پر جس پر حضور بیٹھے تھے[1] اس سے درہم برابر حصہ جلا دیا[2] تب حضور نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو اپنے چراغ بجھادو کیونکہ شیطان ان جیسی چیزوں کی اس کام پر رہبری کرتا ہے۔ پھر تمہیں جلادیتا ہے[3] (ابوداؤد)

پھر وہ کھولتا نہیں ہے۔ رات میں تم آرام کرتے ہو اور مخلوق چلنے پھرنے والی کو بھی رب تعالٰی کی زمین پر چلنے پھرنے کا حق ہے اگر تم بھی اس وقت عام طور پر چلو پھرو تو اس مخلوق سے غلط ملط ہونے کی وجہ سے تم کو تکلیف پہنچے گی[3] یعنی جیسے ظاہری قفل انسان سے نہیں ٹوٹتے یونہی ذکر اللہ کا قفل شیطان سے نہیں ٹوٹتا۔ اور جیسے بسم اللہ کی برکت سے شیطان کھانا نہیں کھا سکتا ایسے ہی بسم اللہ کی برکت سے صحبت میں شریک نہیں ہوسکتا یونہی بسم اللہ کی برکت سے وہ بند دروازہ نہیں کھول سکتا[4] گھڑے اور مشکیزے کا ذکر حصر کے لئے نہیں مثال کے طور پر ہے کہ تمام کھانے پینے کے برتن ڈھکے ہوئے جائیں اور خالی برتن اوندھے کردئے جائیں[1] خمرہ بنا ہے خمر سے، بمعنی ڈھکنا اور چھپانا اس سے ہے خمار یعنی دوپٹہ خمر بمعنی شراب کہ دوپٹہ سر کو اور شراب عقل کو چھپا لیتی ہے۔ یہاں خمرہ سے مراد چھوٹا مصلی چٹائی کا جس پر ہر ایک آدمی نماز پڑھ سکے چونکہ وہ مصلی زمین کو چھپا لیتا ہے اس لئے اسے خمرہ کہتے ہیں۔ حضور انور رات کے وقت اسی مصلے پر جلوہ گر تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا[2] مصلے میں آگ لگتے ہی بجھادی گئی ہوگی صرف اتنی ہی جگہ جل پائی ہوگی۔ ورنہ سارا مصلی جل جاتا[3] یعنی ابھی تو ہم جاگ رہے تھے۔ آگ بجھالی۔ اگر سوتے ہوتے تو مصلی بلکہ سارا گھر جل جاتا۔ اس لئے سوتے وقت چراغ بجھادیا کرو

كِتَابُ اللِّبَاسِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّلْبَسَهَا الْحِبَرَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَّاِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

لباس کا بیان ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ محبوب ترین لباس جن کا پہننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا حبری چادریں تھیں ۲؎ (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جبہ پہنا ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوبردہ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے جناب عائشہ نے ایک پیوند والا کمبل اور موٹا تہبند نکالا ۴؎ پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک

۱؎ لباس بمعنی پہننا مصدر ہے باب سمع یسمع سے۔ اس سے مراد ہے پہننے کی چیز یعنی مصدر بمعنی اسم مفعول۔ اس میں کپڑے، جوتے، زیور وغیرہ سب کا بیان آئے گا کہ یہ سب چیزیں پہنی جاتی ہیں۔ لباس بمعنی التباس بھی آتا ہے، مشتبہ ہو جانا، التباس لگ جانا، یہ بھی مصدر ہے مگر ضرب یضرب سے، پہلے لباس کا لام کسرہ سے ہے اور دوسرے لباس کا لام کے فتحہ سے یہ فرق ضرور خیال رہے یہاں پہلا لباس ہے یعنی پہننا (اشعہ) ۲؎ یمن کے تیار کردہ کپڑوں میں سے ایک قسم کے سوتی کپڑے کا نام حبرہ ہے ح کے کسرہ سے، یہ بہترین قسم کا کپڑا ہوتا ہے، سادہ سفید بھی ہوتا ہے اور سبز و سرخ دھاری والا بھی، حبر کے معنی ہیں سجاوٹ آراستگی، یہ کپڑا اچھا ہوتا ہے جس سے دولہن کو آراستہ کیا جاتا تھا اس لیے اسے حبرہ کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے **فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ** یہ کپڑا میل خوردہ ہوتا ہے، میل کچیلا نہیں ہوتا جلد جلد دھونا نہیں پڑتا اس لیے محبوب تھا (مرقات و اشعہ) ۳؎ بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے شامی جبہ پہنا، چونکہ اس زمانہ میں شام روم کا ماتحت تھا اس لیے ملک شام کو بھی روم کہہ دیا جاتا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ بنا ہوا روم کا تھا سلا ہوا شام کا، بہرحال احادیث میں تعارض نہیں، یہ کپڑا اون کا ہوتا تھا سوتی بنا ہوا بہت سادہ، حضرات صوفیائے کرام بھی اکثر صوف یعنی اونی کپڑے پہنتے ہیں اس لیے انہیں صوفی کہا جاتا ہے یعنی صوف پہننے والے۔ حضرت آدم و حوا نے زمین پر آکر پہلے اونی کپڑا پہنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکثر صوف پہنتے اور درختوں کے پھل وغیرہ کھاتے تھے جہاں شام آجاتی سو رہتے تھے۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی، سب کا لباس صوف یعنی اون کا تھا۔ فقہا فرماتے ہیں کہ سفر میں تنگ آستین کی قمیض افضل ہے اور گھر میں کھلی آستین کی قمیض بہتر ہے۔ صحابہ کرام کی آستین ایک بالشت چوڑی ہوتی تھیں (مرقات) ۴؎ بعض حضرات ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضور کے تبرکات کی زیارت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ اَدَمًا
حَشْوُهٗ لِيْفٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ وِسَادَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَتَّكِئُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَعَنْهَا قَالَتْ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِيْ بَيْتِنَا فِيْ حَرِّ الظَّهِيْرَةِ قَالَ قَائِلٌ
لِاَبِيْ بَكْرٍ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا رَوَاهُ

ان دونوں میں قمیص کی گئی ۱؎ (مسلم بخاری) اور روایت ہے جناب عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ بستر جس پر آپ سوتے تھے چمڑہ کا تھا جس کا بھراؤ کھجور کا لیف تھا ۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے چمڑہ کا تھا جس کا بھراؤ لیف تھا ۳؎ (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں اس حال میں کہ ہم بیٹھے تھے اپنے گھر میں دوپہر کی گرمی میں کہ کسی کہنے والے نے جناب ابوبکر سے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں سر شریف ڈھانپے ہوئے ۴؎ (بخاری)

کرلیا کرتے تھے اور آپ انہیں فرمایا کرتے تھے لبد کے معنی ہیں لبادہ کیا ہوا یعنی پیوند پر پیوند لگتے لگتے نمدے کے لباس کی طرح موٹا ہوچکا تھا۔

۱؎ یہ اس دعا کا اثر ہے کہ اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا کہ میری زندگی و موت مسکین ہو کر ہو۔ شعر

بوریا ممنون خواب راحتش ؛ تاج کسریٰ زیر پائے امتش

ہم جیسے کتنے غلام ان کے نام پر عیش کر رہے ہیں اور وہ خود اس حالت میں دنیا سے پردہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ و عمدہ لباس بھی پہنے ہیں مگر ان کی عادت نہ ڈالی، ہر قسم کا لباس بے تکلف پہن لیتے تھے۔ آخر وقت یہ لباس جسم اطہر پر تھا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ سرکاری اثر نعمۃ ربک علیک ۲؎ بعض لوگوں نے لیف کے معنی کئے ہیں کھجور کی چھال یہ غلط ہے چھال بہت سخت ہوتی ہے۔ لیف کھجور کے درخت کا گودا جو نرم ہوتا ہے۔ عرب شریف میں کم چوڑے بہت لمبے گدیلے تکیہ نما ہوتے ہیں ان پر سویا جاتا ہے۔ یہاں وہی مراد ہے۔ یعنی حضور کے سونے کا بستر ایسے گدیلے تھے۔ سردی میں یہ بستر تھا اور گرمیوں میں ٹاٹ لہذا یہ حدیث ٹاٹ والی حدیث کے خلاف نہیں ۳؎ یہاں تکیہ سے مراد چھوٹے اور ٹیک لگانے کے قابل تکیے ہیں یعنی حضور کے تکیے جن سے آپ ٹیک لگاتے تھے وہ بھی چمڑے کے تھے جن کے بھراؤ میں کھجور کا گودا تھا۔ غرضیکہ ہر چیز میں سادگی تھی ۴؎ یہ واقعہ ہجرت کے دن کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو خبر دے دی تھی کہ مجھے عنقریب ہجرت کا حکم ملنے والا ہے تم مکہ معظمہ میں رہو تم ہجرت میں ہمارے ساتھ ہوگے۔ حضرت صدیق اکبر

الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِامْرَأَتِهٖ وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک بستر مرد کا ہوا ایک بستر اس کی بیوی کا اور تیسرا مہمان کا ۱ اور چوتھا شیطان کا ہوگا ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر نہ کرے گا جو اپنا تہبند گھسیٹے ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا کپڑا ۴ فخر سے گھسیٹے قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر کرم نہ کرے گا ۵ (مسلم بخاری)

منظر ہے آج ہجرت کا حکم ملنے پر دوپہر کے وقت حضور حضرت صدیق اکبر کے گھر تشریف لائے اس طرح کہ چادر شریف اوڑھے ہوئے تھے اور چادر کا ایک حصہ گھونگھٹ کی طرح چہرہ انور پر تھا جس سے چہرہ صاف نظر نہ آتا تھا یا تو گرمی کی وجہ سے یہ عمل تھا یا تاکہ کوئی حضور کو دیکھ نہ سکے یہ ساری چیزیں پوشیدہ راز ہیں بعض صوفیاء خصوصًا حضرات نقشبندیہ چادر کا گھونگھٹ مارتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے بعض لوگوں نے اس کو ناجائز کہا ہے بعض نے بلا ضرورت ناجائز کہا مگر حق یہ ہے کہ مطلقًا جائز ہے چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا طی اللسان عن ذم الطیلسان جس میں بہت احادیث اس عمل کی جمع فرمائیں اور دوسرے موقعوں پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے حضرات صحابہ کرام تابعین عظام سے بھی ثابت ہے حضور غوث الثقلین قطب الکونین سید شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ عمل ثابت ہے (اشعۃ اللمعات) ۱ اہل عرب فخریہ طور پر کثرت سے بستر بچھاتے اور ان سے گھر سجاتے تھے جیسے پنجاب کے اہل دیہات بہت زیادہ برتنوں سے گھر سجاتے اس پر فخر کرتے ہیں اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ صرف تین قسم کے بستر رکھو، اپنے لئے، بیوی بچوں کے لیے اور بقدر ضرورت مہمانوں کے لیے یہاں بستر کی قسمیں مراد ہیں نہ کہ تعداد لہذا جس کے دو چار بچے ہوں اور دو چار مہمان روزانہ آتے جاتے ہوں تو وہ انہیں کے مطابق بستر رکھے ۲ چوتھے سے مراد چوتھی قسم کا بستر ہے یعنی بلا ضرورت محض فخر اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے رکھا جائے خواہ ایک ہو یا زیادہ چونکہ اس قسم کا بستر تکبر و شیخی کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا محرک شیطان ہوتا ہے۔ اس لئے اسے شیطان کی طرف نسبت دی گئی بعض شارحین نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ مرد کو اپنی بیوی سے علیحدہ سونا چاہیئے۔ ساتھ سونا ممنوع ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کا بستر بیوی سے

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهٖ أَوْ يَمْشِيَ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ أَوْ يَحْتَبِيَ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں کہ ایک شخص تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹ رہا تھا اسے زمین میں دھنسا دیا گیا تو وہ قیامت کے دن تک دھنستا رہے گا[1] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچا ہوگا وہ آگ میں جائے گا[2] (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے[3] یا ایک جوتے میں چلے[4] اور اس سے کہ کپڑے میں لپٹ جائے[5] یا ایک کپڑے میں اوکڑوں بیٹھے اپنی شرمگاہ

علیحدہ فرمایا[1] یہ ضعیف ہے بعض حالات بیماری وغیرہ میں علیحدہ سونا پڑتا ہے۔ اس لئے علیحدہ بستر کی اجازت دی گئی۔ خاوند بیوی کا ایک بستر پر سونا حدیث سے ثابت ہے اسی کے متعلق بہت احادیث ہیں (مرقات)[1] عرب کے بعض لوگ شیخی میں تہبند بہت نیچا رکھتے تھے، جیسے ہمارے ہاں گاؤں کے چودھری بہت نیچے باندھتے ہیں جو زمین پر گھسٹتے ہیں نجس ہو جاتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ وعید ہے اسی لئے بطرا کی قید لگائی گئی۔ اگر بغیر فخر کے تہبند نیچا ہو تو یہ وعید نہیں۔ ان سنت یہ ہی ہے کہ مرد کا تہبند یا پاجامہ ٹخنہ سے اوپر رہے[2] کپڑے میں تہبند، پاجامہ، قمیص، چادر سب ہی داخل ہیں۔ ان میں سے جو بہت زیادہ نیچا ہو کر زمین پر گھسٹے اور ہو فخریہ شیخی کے طور پر اس پر یہ وعید ہے[3] ان جیسے فرمانوں میں نہ دیکھنے سے مراد ہوتا ہے مہربانی و کرم کی نظر سے نہ دیکھنا۔

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ مرد گذشتہ امتوں میں کوئی تھا اسی لئے امام بخاری نے یہ حدیث ذکر بنی اسرائیل کے باب میں نقل فرمائی بعض نے فرمایا کہ یہ شخص قریب قیامت حضور کی امت سے ہوگا یعنی فیشن ایبل مسلمان، مگر قول اول قوی ہے (اشعہ)[2] یتجلجل بنا ہے جلجلہ سے جس کے معنی ہیں حرکت کرنے کی آواز یعنی وہ برابر نیچے کو جا رہا ہے اس کے جانے کی آواز آرہی ہے اسی وجہ سے یہ شخص قارون کے علاوہ کوئی اور شخص ہے۔ قارون کے دھنسنے کی وجہ اس کا بخل اور موسیٰ کی بے ادبی تھی (مرقات)[3] اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے تہبند والے کا یا یہ مطلب ہے کہ وہ حصہ تہبند کا دوزخ میں جائے گا اس شخص کو ساتھ لے کر یہ مطلب نہیں کہ تہبند تو دوزخ میں جاوے اور یہ متکبر سیدھا

كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَاَبِيْ
اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي
الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا
خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِي اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَاَنْ

کھڑے ہوتے تھے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عمر و انس و ابن زبیر و ابوامامہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہ پہنے گا ۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میں ریشم وہ ہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم سونے چاندی کے برتنوں میں پئیں اور ان میں کھائیں ۴؎

جنت میں یہاں بھی تکیہ یعنی ٹیک لگانے کے لئے تہبند نیچا رکھنا مراد ہے۔ گزشتہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں اور یہ حکم مردوں کے لئے ہے عورتوں کو ٹخنوں سے نیچے تہبند رکھنا چاہیئے تاکہ ان کی پنڈلی کا کوئی حصہ حتیٰ کہ ٹخنہ بھی نہ کھلے کیونکہ یہ ستر عورت ہے ۲؎ بلا مجبوری بائیں ہاتھ سے کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے کہ اس سے سخت ممانعت ہے ۳؎ ایک پاؤں میں جوتا ہو ایک پاؤں ننگا اس طرح چلنا مکروہ تنزیہی ہے عذر سے ہو تو ممنوع نہیں ایسے چلنا پیر کی وقار کے بھی خلاف ہے اور اس طرح چلنے میں کچھ دشواری بھی ہوتی ہے کہ جوتا والا پاؤں اونچا ہوتا ہے ننگا پاؤں نیچا۔ بہرحال اس ممانعت میں بڑی حکمتیں ہیں ۴؎ اشتمال صماء یہ ہے کہ ایک چادر جسم پر اس طرح لپیٹ لے کہ جسم سارا بند ہو جائے ایک ہاتھ بھی کھلا ہوا نہ رہے کہ مقتول کی طرح ہو جاتا ہے یہ بھی مکروہ تنزیہی ہے ۵؎ احتباء کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص بغیر تہبند صرف چادر اوڑھے ہو اور زانو کھڑے کرکے بیٹھے تکیہ لگا کر اس طرح کہ شرمگاہ کھل جائے کہ اس میں بے پردگی ہے۔ اسی لیے کاشفاً فرجہ کی قید لگائی گئی۔ اگر ستر نہ کھلے تو حرج نہیں ۶؎ یعنی جو مسلمان ناجائز ریشم پہنے وہ اول ہی جنت میں نہ جاسکے گا کیونکہ ریشم کا لباس ہر جنتی کو ملے گا۔ وہاں پہنچ کر رب تعالیٰ فرماتا ہے ولباسھم فیھا حریر بعض صورتوں میں اور بعض ریشم مرد کو حلال ہیں ان کے پہننے پر سزا نہیں خیال رہے کہ پورے کا ریشم مرد کو حرام ہے۔ دریائی ریشم یا سن سے بنا ہوا نقلی ریشم حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں ۷؎ اس کی شرح بھی وہ ہی ہے جو ابھی گزری اصلی ریشم مرد کو بغیر بلا عذر شرعی ممنوع ہے۔ اگر بانا سوت کا ہو تانا ریشم کا تو حلال ہے۔ یونہی چار انگل سے کم کی پٹی ریشم کی ہو باقی کپڑا سوت وغیرہ کا تو بھی حلال ہے۔ اگر

تَاْكُلَ فِيْهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَّجْلِسَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةٌ سِيَرَاءُ
فَبَعَثَ بِهَا اِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا فَعَرَفْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَبْعَثْ
بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا اِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا اِلَيْكَ لِتُشَقِّقَهَا خُمُرًا بَيْنَ
النِّسَآءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ اِلَّا هٰكَذَا وَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور موٹے باریک ریشم کے پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشمی جوڑا ہدیۃً پیش کیا گیا ۲؎ آپ نے وہ مجھے بھیجدیا ۳؎ میں نے اُسے پہن لیا پھر میں نے آپ کے چہرہ انور میں ناراضی معلوم کی ۴؎ پھر فرمایا کہ میں نے تمہیں اس لیے نہ بھیجا تھا کہ تم خود پہن لو میں نے تو اس لیے بھیجا تھا کہ تم عورتوں کو اس کے دوپٹے پھاڑ دو ۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا سوا اس قدر کے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

تفصیل کتب میں ملاحظہ کرو ۱؎ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مرد و عورت سب کو حرام ہے۔ عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا حلال ہے مرد کو حرام ہے ۱؎ مردوں کو ریشم پہننا بھی حرام ہے اور ریشمی بستر پر سونا ریشمی لحاف اوڑھنا بھی حرام ہے۔ عورتوں کو یہ سب درست ہے حتی کہ ریشم کی ڈوری کمر میں باندھنا ریشم کا تعویذ استعمال کرنا یہ سب مردوں کو ممنوع عورتوں کو حلال ہے ۲؎ بعض شارحین نے فرمایا سیراء وہ کپڑا ہے جو ریشم و سوت سے مخلوط کرکے بنا جاوے مگر حق یہ ہے کہ سیرا خالص ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں (مرقات و اشعہ) حلّہ چادر و تہبند کے مجموعہ کو کہتے ہیں یعنی جوڑا۔ یہ پتہ نہ لگا ہدیہ کرنے والا کون تھا۔ غالبًا کوئی کافر بادشاہ ہوگا حضور انور نے یہ ہدیہ قبول فرمایا حضور نے کفار بادشاہوں کے ہدیے قبول بھی کئے انہیں ہدیے عطا بھی کئے ۳؎ یعنی وہ ریشمی جوڑا حضور انور نے مجھے ہدیہ فرمادیا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز مرد کیلئے حرام عورتوں کیلئے حلال ہے۔ وہ مرد کو ہدیہ کی جاسکتی ہے اسے مرد سے خرید و فروخت کیا جاسکتا ہے جسکا استعمال کسی مسلمان کیلئے کسی طرح حلال نہ ہو اُس کا ہدیہ لینا دینا اس کی تجارت مسلمان کیلئے حرام ہے جیسے شراب اور سور لہٰذا مسلمان افیون۔ بھنگ کی خرید و فروخت کرسکتا ہے شراب کی نہیں کرسکتا کہ افیون و بھنگ کا دواؤں۔ لیپ میں استعمال حلال ہے شراب کا استعمال مطلقًا حرام ۴؎ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ اگر میرے لئے یہ حرام ہوتا تو آپ مجھے کیوں عطا فرماتے اس لیے پہن لیا اگر غور فرماتے تو معلوم کرلیتے کہ یہ مجھے پہننے کیلئے عطا نہیں ہوا بلکہ عورتوں کو بنانے کے لئے عطا ہوا ہے۔ اس غور نہ کرنے پر حضور انور نے ناراضگی فرمائی ۵؎ بعض روایات میں بجائے نساء کے فواطم آیا ہے۔ تب ان سے مراد حضرت فاطمہ بتول زہرا یعنی زوجہ

إِصْبَعَيْهِ الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ وَضَمَّهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ أَنَّهُ خَطَبَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا مَوْضِعَ إِصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلٰثٍ أَوْ أَرْبَعٍ ۔ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا أَخْرَجَتْ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ كِسْرَوَانِيَّةٍ لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ وَقَالَتْ هٰذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ

اپنی دو انگلیاں۔ بیچ والی اور کلمہ والی اٹھائیں انہیں ملایا [1] (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے جابیہ میں خطبہ دیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا سوا دو یا تین یا چار انگل کے [2] روایت ہے حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق سے کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانیہ جبہ نکالا [3] جس کا گریبان ریشم کا تھا اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے [4] اور کہیں یہ جبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا [5] یہ جناب عائشہ کے پاس تھا جب وہ وفات پاگئیں تو اسے میں نے لے لیا [6]

علی مرتضٰی اور فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم یعنی حضرت علی جعفر و عقیل طالب کی والدہ ماجدہ اور ابوطالب کی زوجہ مطہرہ جنہیں حضور نے فرمایا امی بعد امی میری ماں کے بعد ماں اور فاطمہ بنت حمزہ یعنی ام اسماء۔ خیال رہے کہ فاطمہ بنت اسد نے ہی حضور انور کی پرورش کی۔ انہی کی گود میں حضور کچھ دیر رہے۔ اسلام میں ہاشمی سب سے پہلے انہی کے ہاں فرزند پیدا ہوئے، حضور انور نے حضرت علی کے گھر پرورش پائی پھر حضرت علی نے حضور کے ہاں پرورش پائی رضی اللہ عنہ، وانہ ترات والشعر یعنی تم نے ان چند فاطماؤں میں یہ کپڑا تقسیم کردیا جو تمہارے ہاں رہتے ہیں [1] یعنی اگر دو انگل کی ریشمی پٹی یا دو انگل کا ریشمی بیل بوٹا کسی کپڑے میں ہو تو مرد کے لیے جائز ہے دو انگل چوڑا ریشمی کرتہ حرام ہے کہ وہ تو پورا کپڑا ہے [2] فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ امام اعظم و صاحبین کے نزدیک اگر کسی کپڑے میں چار انگل تک ریشمی پٹی یا ریشمی بیل بوٹے ہوں تو مرد کو حلال ہے چار انگل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معتبر ہیں جو ہمارے ایک بالشت کے قریب ہیں یہ چار انگل ایک جگہ کے معتبر ہیں۔ اگر قبا یا اچکن میں جگہ جگہ ریشمی بیل بوٹے ہوں کہ ہر ایک ایک بالشت سے کم ہو مگر جب ملاؤ تو بالشت سے زیادہ ہو جائیں وہ حلال ہے کہ ایک جگہ کا اعتبار ہے (اشعہ) [3] طیالسہ جمع ہے طیلسان کی بمعنی چادر، یہ لفظ فارسی میں تالسان تھا عربی میں طیلسان کیا گیا بعض نے کہا کہ جمع طیلس کی ہے کسروانی منسوب ہے کسریٰ کی طرف جو خسرو کا معرب ہے خسرو فارسی میں بادشاہ کو کہتے ہیں یہ کپڑا وہاں سے آتا ہوتا ہے [4] یعنی اس جبہ شریف کے گریبان میں ریشم کی پٹی تھی اور اس کے اگلے پچھلے دونوں دامنوں میں ریشمی کپڑے کے ٹکڑے لگے تھے چونکہ یہ ریشم چار انگل سے زائد نہ تھا لہذا حلال تھا۔ شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ کنارہ و حاشیہ کو کف کہتے ہیں۔ (اشعہ) میں ہو تو کف کاف کے فتحہ سے اور اگر گولائی میں ہو تو

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِيْ بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّهُمَا شَكَوَا الْقَمْلَ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِيْ قُمُصِ الْحَرِيْرِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے اب ہم اسے بیماروں کے لیے دھوتے ہیں ۱؎ اس سے شفاء حاصل کرتے ہیں ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زبیر اور عبدالرحمن ابن عوف کو ریشم پہننے کی اجازت دی ان کی خارش کی وجہ سے ۳؎ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے جوؤں کی شکایت کی تو ان کو ریشمی قمیص کی اجازت دی ۴؎ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر دو کسومی

کفہ کاف کے کسرہ سے ترازو کے پلڑے کو کفہ کہا جاتا ہے ۵؎ جسے حضور حیات شریف میں پہنا کرتے تھے لوگ اس کی زیارت کرنے آتے تھے آپ پہن کر زیارت کراتی تھیں معلوم ہوا کہ حضور کے لباس کی زیارت کرنا سنت صحابہ ہے جیسے آج بال شریف کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے ۶؎ حضور انور نے یہ جبہ جناب عائشہ صدیقہ کو اپنی زندگی شریف میں ہبہ فرمادیا تھا حضرت اسماء نے یہ جبہ حضرت عائشہ صدیقہ کی میراث میں لیا کیونکہ آپ ہی ان کی وارث تھیں کیونکہ عائشہ صدیقہ کی حیات شریف میں ابوبکر صدیق کی ساری اولاد وفات پاچکی تھی سوا حضرت اسماء کے اس لئے آپ نے ہی بہن ہونے کی وجہ سے بطور میراث یہ جبہ لیا (اشعہ، مرقات) ۱؎ یعنی یہ جبہ دھو کر تبرک کے لئے پیتے پلاتے ہیں۔ ۲؎ اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص کے غسالہ دھوون سے بیماروں کی شفا حاصل کرتے تھے کہ اس کا دھوون پانی پلاتے تھے اس سے چھینٹا دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ہم اسے دھوتے تھے برکت کے طور پر پہننے کے لئے اور اس قمیص کو باندھ کر یا دکھا کر سینہ پر رکھ کر بیماروں کی شفا حاصل کرتے تھے۔ یعنی شفا حاصل کرنا اسی طریق سے تھا (مرقات) جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میری قمیص والد کے چہرے پر لگادو وہ انکھیارے ہوجائیں گے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کی زیارت کرنا ان کا لباس دھو کر بیماروں کو پلانا سنت صحابہ ہے ان میں شفا ہے۔ آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا تمام بیماریوں کی شفاء ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا گیا ارکض برجلک ھذا مغتسل بارد وشراب، اپنا پاؤں رگڑو اس سے پانی کے چشمے پیدا ہوں گے۔ اس کا پینا نہانا شفاء ہے مرقات نے بیان فرمایا کہ اس جبہ شریف کو سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا ہونٹوں سے چومنا اس پر ہاتھ پھیرنا شفاء ہے (مرقات) یہ معلوم ہوا کہ جبہ پہننا بھی سنت ہے اور گریبان یا چولی اگر ریشم کی ہو تو چار انگل تک جائز ہے ۳؎ ریشم کا کپڑا خارش اور جوؤں کیلئے مفید ہے۔ اس مجبوری

وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ اَغْسِلُهُمَا قَالَ بَلْ اَحْرِقْهُمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَائِشَةَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ فِيْ بَابِ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

رنگے کپڑے دیکھے ۱؎ تو فرمایا کہ یہ کفار کے لباس میں سے ہیں، تم انہیں نہ پہنو ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں انہیں دھو دوں فرمایا بلکہ انہیں جلا دو ۳؎ (مسلم) ہم حضرت عائشہ کی حدیث کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کو تشریف لائے باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کریں گے ۴؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کپڑوں میں قمیص

مرد کے لیے ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے ۱؎ ریشمی کپڑے میں مجھ نہیں پڑی ۱؎ کسم ایک پھول ہوتا ہے جو سرخ رنگ دیتا ہے اور خالص سرخ رنگ مرد کے لیے ممنوع ہے عورتوں کیلئے جائز ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر بنا ہوا کپڑا سرخ رنگ لیا جائے تو ممنوع ہے اور اگر سرخ سوت سے بنا جائے تو جائز ہے۔ بعض کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے۔ یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو یہ تفصیل کرتے ہیں اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کرو ۲؎ یعنی کفار حرام و حلال لباس میں یوں ہی مردانہ زنانہ لباس میں فرق نہیں کرتے جیسا کپڑا چاہتے ہیں پہن لیتے ہیں چنانچہ سرخ کپڑا عورتوں کا لباس ہے مگر ان کے مرد بھی پہنتے پھرتے ہیں تم ایسا نہ کرو تم مردانہ زنانہ جوڑے میں فرق کرو (از مرقات) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو کفار کے لباس سے اور مردوں کو عورتوں کے لباس سے بچنا چاہیے ۳؎ یعنی چونکہ اس کا رنگ پکا ہے اور اس میں خوشبو بھی ہے اس لیے دھونے سے رنگ اترے گا نہ بو جائے گی نیز رنگ دھو جاتی بھی تو اس میں مال ضائع کرنا ہے کسنگ قیمتی چیز ہے اسے دھو کر کیوں پھینکو۔ لہذا اسے آگ میں ڈالو یعنی اپنے سے الگ کردو عورتوں کو دے دو وہ پہن لیں گی جلانے کا مطلب یہی ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے بھاڑ میں پھینکو چنانچہ حضرت عبداللہ یہ دیکھ کر گھر آئے تنور جل رہا تھا یہ کپڑا آگ میں ڈال دیا دوسرے دن حاضر ہوئے۔ حضور نے پوچھا عبداللہ تم نے اس کپڑے کا کیا کیا عرض کیا تنور میں جلا دیا فرمایا اپنے گھر کی کسی عورت کو دے دیا ہوتا وہ پہن لیتی عورتوں کیلئے سرخ لباس حلال ہے (مرقات) امام اعظم کے ہاں خالص سرخ کپڑا مرد کیلئے بہر حال مکروہ ہے خواہ سرخ سوت سے بنایا گیا ہو یا بننے کے بعد رنگا گیا ہو۔ یوں ہی زعفرانی رنگ کا پیلا کپڑا مرد کو مکروہ ہے (مرقات) اس حدیث کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت قوی ہے ۴؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں بھی تھی چونکہ اس میں حضرات حسنین کریمین کے فضائل کا ذکر ہے، حضور انور نے ان دونوں کو اپنے مخطط کمبل میں لے لیا اسلئے ہم اسے مناقب اہل

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ
یَزِیْدَ قَالَتْ کَانَ کُمُّ قَمِیْصِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الرُّسْغِ
رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ
وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَبِسَ
قَمِیْصًا بَدَاَ بِمَیَامِنِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ۞ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِزْرَۃُ الْمُؤْمِنِ

زیادہ پسند قمیص تھی ۱ہ (ترمذی۔ ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستینیں کلائی تک تھیں ۲ہ ترمذی۔ ابوداؤد اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب قمیص پہنتے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے تھے ۳ہ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمان کے تہبند

بیت میں ذکر ہیں کہ ۱ہ ثیاب جمع ہے ثوب کی پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہٰذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا پاجامہ کرتا بھی ثوب ہے سلہ قمیص سے مراد سوتی قمیص ہے۔ حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور نے کبھی اونی قمیص نہیں پہنی کہ یہ جسم میں چبھتی ہے اور پسینہ پیدا کر دیتی ہے قمیص کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چپکی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے حضور کی قمیص پر تہبند نہ ہوتا تھا بلکہ وہ تہبند کے کونوں پر چادر لپیٹا ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے ۲ہ لہٰذا سنت یہ ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیص کی آستینیں چھوٹی آج کل قمیص کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے شلوکے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے

۳ہ یعنی جب قمیص پہنتے تو قمیص کا داہنا حصہ پہلے پہنتے بایاں حصہ بعد میں اس طرح کہ اولاً داہنا ہاتھ داہنی آستین میں ڈالتے پھر بایاں اور اتارتے اس کے برعکس۔ میامن جمع ہے میمنہ کی جس کے معنی یمین یا یمنی ہے قمیص کا ہر داہنا حصہ یمنی ہے آستین دامن کلی وغیرہ اسلئے میامن جمع ارشاد ہوا اور ہو سکتا ہے کہ میامنہ کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو یعنی اپنے داہنی طرف سے شروع فرماتے تھے۔ تب میامن کو جمع فرمانا تعظیم کے لئے ہے۔

اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ مَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِي النَّارِ قَالَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ مَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِي النَّارِ قَالَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَلَا

اس کے آدھی پنڈلیوں تک ہوں ۱؎ اس پر پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان میں گناہ نہیں ۲؎ جو اس سے زیادہ نیچا ہوگا وہ آگ میں ہوگا ۳؎ یہ تین بار فرمایا اور اللہ تعالٰی اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا جو اپنا تہبند فخرًا زیادہ نیچا رکھے (گھسیٹے) ۴؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مؤمن کے تہبند اس کی آدھی پنڈلیوں تک ہوں ۵؎ اس پر پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان میں گناہ نہیں ۶؎ جو اس سے نیچا ہوگا وہ آگ میں ہوگا ۷؎ یہ تین بار فرمایا ۸؎ اور

۱؎ ازرہ الف کے کسرہ سے زکے جزم سے بمعنی تہبند باندھنے کی حالت و ہیئت جیسے جلسہ بیٹھنے کی ہیئت و کیفیت۔ مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کے ازار و تہبند باندھنے کی کیفیت یہ چاہیے کہ وہ نصف پنڈلی تک رہے۔ نصف سے مراد تقریبًا آدھا ہے نہ کہ حقیقی آدھا لہذا کچھ اوپر نیچے ہونے میں حرج نہیں یہ حد مردوں کے لیے ہے عورتوں کے تہبند یا پاجامے ٹخنوں کے نیچے تک ہونے چاہئیں کیونکہ ان کی پنڈلی ستر میں داخل جس کا چھپانا فرض ہے جو ہمیں گھر میں ... گندی گلیوں سڑکوں میں انہیں چلنا پھرنا نہیں ان کے لیے پاجامہ نیچا ہونا مضر نہیں، مرد اگر باہر چلتا پھرتا پڑتا ہے ان کے نیچے پائنچے نجس ہو جائیں گے ایسے ہی بیٹھنا ۲؎ یعنی ٹخنوں تک پاجامہ اور تہبند رکھ سکتے ہیں اس طرح کہ ٹخنے کھلے رہیں ۳؎ اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ اس حدیث میں نیچا تہبند مع پاؤں کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اور جب پاؤں دوزخ میں گیا تو پاؤں والا بھی وہاں ہی گیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ عمل متکبرین اور فیشنی اہل لوگوں کا ہے۔ نیز ایسے تہبند اکثر نجس رہتے ہیں ... ان کے نیچے کنارے میں لگ جاتی ہے جس سے نماز درست نہیں ہوتی بلکہ ایسے تہبند میں الجھ کر گر جاتے ہیں ... ۴؎ فخر کی قید سے معلوم ہوا کہ یہ سزا اس صورت میں ہے جبکہ فیشن یا تکبر کے طور پر ہو اگر کوئی شخص بے خیالی میں ایسا کر بیٹھے تو یہ حکم نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تہبند شریف کبھی بے خیالی میں نیچا ہو جاتا تھا ۵؎ انصاف جمع فرما کر اشارۃً بتایا کہ حقیقی آدھا ضروری نہیں تقریبًا آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے۔ جیسے کہا جاتا ہے اوائل کتاب یا اواخر کتاب۔ اگر حقیقی آدھی پنڈلی مراد ہوتی تو نصف الساق فرمایا جاتا کہ پنڈلی کا نصف ایک ہی ہوتا ہے نہ کہ چند ۶؎ یعنی آدھی پنڈلی تک تہبند ہونا بہتر ہے۔ ٹخنوں تک ہونا جائز۔ آج کل آدھی پنڈلی تک تہبند ...

يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ
وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِسْبَالُ
فِي الْاِزَارِ وَالْقَمِيْصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ
اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ
كَبْشَةَ قَالَ كَانَ كِمَامُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُطْحًا رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا جو فخریہ طور پر اپنا تہبند نیچا رکھے ۱؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سالم ۲؎ سے وہ اپنے والد سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نیچا چھوڑنا تہبند اور قمیص اور عمامہ میں ہے ۳؎ جو ان میں سے کوئی چیز زیادہ نیچی رکھے تکبرًا تو قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا ۴؎ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوکبشہ سے ۵؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ٹوپیاں چپٹی ہوتی تھیں ۶؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث منکر ہے روایت ہے حضرت ام سلمہ سے انہوں نے

بہت لمبی داڑھی وہابیوں کی نشانی ہے۔ اسلئے ٹخنے کے اوپر تہبند رکھے یعنی اس جائز کام پر عمل کرے، مگر متکبرانہ۔ داڑھی صرف ایک مشت رکھے۔ زیادہ بھی نہ رکھے تاکہ ان کی مشابہت سے بچے من تشبہ بقوم فہو منہم۔ ۴؎ اس کی شرح ابھی گزری کہ صرف نیچا تہبند ہی دوزخ میں نہ جائے گا بلکہ اپنے پہننے والے کو بھی ساتھ لے جائے گا۔ ۵؎ یہ پوری حدیث تین بار فرمائی یا صرف یہ آخری کلمہ ما اسفل الخ تین بار فرمایا۔ ۶؎ اس فرمان عالی نے ساری حدیث کو مقید کر دیا یعنی فخریہ طور پر یا فیشن یا یہود و نصاریٰ کی نقل کیلئے نیچے پائجامے پہننا دوزخ کا ذریعہ ہے۔ اسلئے فقہاء فرماتے ہیں کہ فیشن یا شیخی کیلئے نیچے پائجامے پہننا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کے بغیر مکروہ تنزیہی یا خلاف مستحب۔ ۲؎ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے آپ عالم باعمل تھے۔ دین و تقویٰ صحیح و سالم رکھتے حق بات کہنے میں بہت جری اور بے باک تھے۔ حجاج ابن یوسف جیسے ظالم حاکم کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے ۱۰۶ھ ایک سو چھ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی بڑے پایہ کے تابعی ہیں ۳؎ یعنی صرف نیچا تہبند ہی مکروہ و ممنوع نہیں بلکہ عمامہ کا شملہ اور کرتہ کا دامن بھی اگر ضرورت سے زیادہ نیچا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے اور اس پر بھی یہ ہی وعید ہے۔

۴؎ چنانچہ عمامہ کا شملہ نصف پیٹھ تک چاہیے۔ بعض جو گھٹنوں تک رکھتے ہیں ممنوع ہے اور قمیص کا دامن جیسے بعض عرب ٹخنوں کے نیچے رکھتے ہیں ممنوع ہے ۵؎ آپ کا نام عمرو بن سعید انصاری ہے۔ کنیت ابوکبشہ۔ شام میں قیام رہا ۶؎ کمام جمع کمّہ کی کاف کے

لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ ذَكَرَ الْاِزَارَ فَالْمَرْاَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُرْخِيْ شِبْرًا فَقَالَتْ اِذًا تَنْكَشِفُ عَنْهَا قَالَ فَذِرَاعًا لَا تَزِيْدُ عَلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَتْ اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا جب کہ حضور نے تہبند کا ذکر کیا ؎ یا رسول اللہ تو عورت ؎ فرمایا ایک بالشت لٹکائے ؎ بولیں تب تو اس سے کھل جائے گی ؎ فرمایا تو ایک گز ؎ اس پر زیادہ نہ کرے ؎ (مالک۔ابوداؤد۔نسائی۔ابن ماجہ) اور ترمذی نسائی کی روایت میں جو حضرت ابن عمر سے ہے یوں ہے کہ بولیں تب تو ان کے قدم کھل جائیں گے ؎

چیش سے جیسے قبہ کی جمع ہے قباب بمعنی گنبد کی اصل ہے کم بمعنی ڈھکنا، گھیرنا، اب اصطلاح میں ٹوپی کو کمہ کہا جاتا ہے کہ وہ سر کو گھیر کر اسے ڈھکتی ہے اور بطح جمع ہے ابطح کی بمعنی فراخ اور چوڑی اسی لئے زمین مدینہ کو ابطح بھی کہا جاتا ہے کہ وہ وسیع و فراخ ہے۔یہاں بطحا سے مراد ہے چپٹی ٹوپی جو گول ہو اور فراخ کہ سر سے اٹھی نہ رہے بلکہ ساری کھوپڑی پر چپٹی رہے حضرات صحابہ کی ٹوپیاں ایسی ہی ہوتی تھیں۔بعض شارحین نے کمام کو کُم بمعنی آستین کی جمع فرمایا اور حدیث کے معنی یہ کئے کہ صحابہ کرام کی آستینیں فراخ و چوڑی ہوتی تھیں مگر پہلے معنی قوی ہیں کیونکہ کُم کی جمع اکمام آتی ہے نہ کہ کمام مرقات نے فرمایا کہ حضرات صحابہ کی ٹوپیوں کی چوڑائی ایک بالشت ہوتی تھی سارے سر پر چپٹی ہوتی تھیں۔معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ ٹوپیاں بھی اوڑھتے تھے، عمامہ لازم نہ تھے بلکہ عمامہ بھی ٹوپیوں پر ہی باندھتے تھے ؎ یعنی یہ فرمایا کہ مومن کے تہبند آدھی پنڈلی تک رہنے چاہئیں، تب حضرت ام سلمہ نے یہ سوال پیش کیا ؎ یعنی مومن تو عورت بھی ہے اگر اس کا تہبند آدھی پنڈلی تک رہے تو اس کی نماز کیسے درست ہوگی اور اس کی پنڈلی ستر ہے اس کا کھلا رکھنا اسے ممنوع ہے ؎ یعنی بمقابلہ مرد کے ایک بالشت اپنا تہبند زیادہ رکھے۔مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی سے ایک بالشت زیادہ لٹکائے تاکہ ٹخنے بھی ڈھکے رہیں ؎ یعنی ایک بالشت زیادہ رکھنے میں اگرچہ بیٹھنے کی حالت میں تو اس کا ستر چھپا رہے گا مگر چلنے کی حالت میں اس کے قدم ضرور کھلیں گے۔یا بے احتیاطی میں پنڈلی بھی کھل جائے گی۔لہذا ایک بالشت زیادہ ہونے سے بھی ستر حاصل نہ ہوگا ؎ گز سے شرعی گز مراد ہے۔یعنی ایک ہاتھ یا دو بالشت جو کہ ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ ہوتے ہیں، شریعت میں اسی گز کا اعتبار ہے۔مطلب یہ ہے کہ دو بالشت زیادہ رکھے۔اس سے زیادہ نہ کرے ورنہ زمین پر گھسٹے گا اور نجس ہوتا رہے گا ؎ یہ عبارت پہلے جملہ کی تفسیر ہے وہاں فرمایا تھا تنکشف عنها اس کا مطلب یہ بتایا کہ عورتوں کے قدم کھل جائیں گے۔اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگرچہ عورت کے قدم ستر نہیں مگر انہیں بھی چھپا کے رکھنا بہتر ہے۔جیسے عورت کا چہرہ کہ اگرچہ ستر نہیں مگر اجنبی مرد والوں سے اس کا چھپانا بہتر ہے۔اب تو یہ باتیں بڑی پرانی معلوم ہوتی ہیں۔

قَالَ فَيُرْخِيْنَ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ، وَعَنْ مُعٰوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ مُّزَيْنَةَ فَبَايَعُوْهُ وَإِنَّهُ لَمُطْلَقُ الْأَزْرَارِ فَأَدْخَلْتُ يَدِيْ فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهٖ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَعَنْ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَسُوا الثِّيَابَ الْبِيْضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ

فرمایا تو ایک گز لٹکالیں۔ اس پر زیادہ نہ کریں۔ روایت ہے حضرت معاویہ ابن قرہ سے ١ وہ اپنے والد سے راوی ہیں ... فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مزینہ کی ایک جماعت میں آیا لوگوں نے آپ سے بیعت کی ٢ آپ کے بٹن کھلے ہوئے تھے میں نے حضور کی قمیص کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا ٣ تو مہر نبوت کو چھوا ٤ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید کپڑے پہنو وہ زیادہ پاکیزہ اور بہت ستھرے ہیں اور بہت پسندیدہ ہیں ٥ اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو ٦ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے

١ آپ معاویہ ابن قرہ ابن ایاس مزنی ہیں تابعی ہیں جنگ جمل کے دن پیدا ہوئے، اپنے والد اور انس ابن مالک، عبداللہ ابن مغفل صحابہ سے ملاقات ہے۔ ان کے والد صحابی ہیں بصرہ میں قیام رہا ان سے روایت صرف ان کے بیٹے معاویہ نے ہی کی یہ قوم ازارقہ کے ہاتھوں شہید ہوئے (مرقات) ٢ تین سے لے کر دس تک کی جماعت کو رہط کہتے ہیں مزینہ والے لوگ چار سو تھے جو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں باری باری حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک ٹولی میں یہ تھے۔ لہذا یہ حدیث اور چار سو والی روایت کے خلاف نہیں ٣ جیب کے لفظی معنی ہیں پھٹی، اصطلاح میں گریبان کو جیب کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان شریف سینہ پر نہ ہوتا تھا بلکہ گردن شریف کے دونوں بائیں جگہ کھلی تھی جس سے قمیض پہنتے اور اتارتے تھے مگر آج گریبان والی قمیض زیب تن فرماتے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے بعض لوگوں نے سینہ پر گریبان بنانے کو بدعت کہا ہے مگر یہ غلط ہے حضور سے یہ گریبان بھی ثابت ہے (مرقات) آپ کا گریبان شریف میں ہاتھ ڈال دینا بے ادبی سے نہ تھا بلکہ اس مقصد کیلئے تھا جو آگے آرہا ہے یعنی مہر نبوت کو چھو کر بوسہ دینا ٤ مہر نبوت شریف کا ذکر ان شاء اللہ عنقریب آوے گا یہ چھونا برکت حاصل کرنے اور بوسہ دینے کیلئے تھا
٥ اطیب بنا ہے طیب سے اگر طیب خبیث کا مقابل ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان لا یستوی الخبیث والطیب ورنہ اس کے معنی ہوتے پسندیدہ شرعاً یا عقلاً یا طبعاً یہاں اسی آخری معنی میں ہے یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھو دیا جاتا ہے رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے۔ نیز رنگین کپڑے کے دھونے میں

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَمَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَدَلَهَا بَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ رُكَانَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اسے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے ۲؎ روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے عمامہ باندھا ۳؎ تو اسے میرے آگے اور میرے پیچھے لٹکا دیا ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت رکانہ سے ۵؎ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں ۶؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے، اور

رنگ ڈھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ ۔ عمارۃ الطیب کے معنی ہیں اچھا عمدہ حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے آسمان دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری دار جوڑا پہنا یا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیان جواز کے لئے ہے یہ فرمان عالی بیان استحباب کیلئے۔ بعض جاہل صوفیا رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اسلئے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں، ورنہ مسلمان کیلئے سفید کپڑا بہت ہی بہتر ہے۔ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو غلط ہے ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے کہ اب اس کی گفتگو و ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ میاں مرقات نے سفید رنگت پرست اعلیٰ گفتگو کی ہے ۲؎ یعنی عمامہ شریف کا کنارہ مبارک جسے فارسی میں شملہ اور عربی میں عذبہ کہتے ہیں نصف پیٹھ تک ہوتا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا خواہ پیٹھ پر یا سینہ پر مگر سینہ پر ہونا افضل ہے یعنی سامنے (مرقات لمعات) اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شملہ کے عمامہ باندھنا منع ہے۔ مسلمان کا عمامہ ٹوپی اور شملہ سے ہوتا ہے، کفار کی پگڑیاں بغیر ٹوپی اور بغیر شملہ کے ہوتی ہیں ۳؎ یعنی میرے سر پر خود اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا آج کل فارغ التحصیل طلباء کے سر پر علماء عمامے باندھتے ہیں جسے رسم دستار بندی کہا جاتا ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث ہے ۴؎ اس طرح کہ عمامہ کا پہلا شملہ تو سینہ پر لٹکا اور آخری شملہ پیٹھ پر ڈالا یہ بھی سنت ہے۔ بعض لوگ آخری شملہ اوپر رکھتے ہیں جسے طرہ کہتے ہیں یہ خلاف سنت ہے، ہاں میاں مرقات نے فرمایا کہ یہ دوسرا شملہ کبھی دکھا گیا ہے کبھی نہیں خیال رہے کہ [illegible]

وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَائِمِ • وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ • وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْ قَمِيْصًا اَوْ رِدَاءً ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ

اور اس کی اسناد قوی و قائم نہیں ۔ روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال کیا گیا سلہ اور اسی اُمت کے مردوں پر حرام کیا گیا سلہ ترمذی ۔ نسائی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے ۔ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا پاتے تو اس کا نام رکھتے عمامہ یا قمیص سلہ یا چادر پھر کہتے الٰہی تیرا شکر ہے ۔ جیسے تو نے مجھے یہ پہنایا ویسے ہی میں اس کپڑے کی خیر اور جس

نماز جمعہ کیلئے بارہ ہاتھ کا عمامہ بہتر ہے۔ اس کا شملہ کم از کم چار انگل ہو زیادہ سے زیادہ آدھی پیٹھ تک اس سے زیادہ ممنوع ہے شملہ پشت پر رہے یا داہنے ہاتھ کی طرف سینہ پر۔ بائیں ہاتھ کی طرف سنت کے خلاف ہے کھڑے ہو کر باندھنا سنت ہے۔ مسجد میں باندھے یا کہیں اور سلہ آپ کا نام ابن عبید بن یزید ابن ہاشم ابن عبد المطلب ہیں قریشی ہاشمی ہیں بڑے محدث بڑے شجاع صحابی ہیں، خلافت عثمانی میں وفات پائی ۵ھ یعنی بغیر ٹوپی عمامہ باندھنا طریقہ مشرکین ہے اور ٹوپی پر عمامہ باندھنا طریقہ مومنین ہے۔ لہذا ٹوپی پر عمامہ باندھو ٹوپی خواہ سر سے چپکی ہوئی ہو یا اٹھی ہوئی جسے پنجابی میں کلاہ کہتے ہیں (مرقات) عمامہ بہت افضل ہے۔ بغیر عمامہ کی ۷۰ نمازیں اور عمامہ سے ایک نماز برابر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی پر عمامہ اس طرح باندھے کہ ٹوپی کھلی رہے مگر کلاہ ہو تو اس کے نیچے بھی عمامہ کا کچھ حصہ ہو ٹوپی کھلے رہنے میں اعتجار کا احتمال ہے۔ اعتجار یہ ہے کہ سر کے بیچ عمامہ ہو بیچ حصہ کھلا ہو جیسا کہ عام دیہاتی باندھتے ہیں یہ ممنوع ہے سلہ اُحِلَّ صیغہ واحد غائب ماضی مجہول ہے۔ اُحِلُّ واحد متکلم مضارع نہیں کیونکہ آگے آرہا ہے حُرِّمَ یہ بھی صیغہ ماضی مجہول یعنی میری امت کی عورتوں پر ریشم پہننا حلال کیا گیا خواہ چھوٹی بچیاں ہوں یا بالغ جوان سب کے لیے حلال ہے۔ اناث سب کو شامل ہے سلہ ذکور ہر مذکر کو شامل ہے بچہ ہو یا جوان سب پر ریشم پہننا حرام ہے۔ ہاں چھوٹے بچہ کو پہنانے والے گنہگار ہوں گے۔ بڑا مرد خود گنہگار ہوگا سلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا جمعہ کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر خیرات فرماتے تھے (مرقات) پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا ہوں یا قمیص پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے۔

ان کی بر بر اور بکر ڈ ملی درود

مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
أَبُوْدَاوُدَ. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ أَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هٰذَا الطَّعَامَ وَ
رَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ أَبُوْدَاوُدَ وَمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي
كَسَانِي هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

کے لیے یہ بنایا گیا اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس کی اور جس کے لیے یہ بنایا گیا اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں [1] (ترمذی، ابوداؤد) [2] روایت ہے حضرت معاذ ابن انس سے [3] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کھانا کھائے پھر کہے شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری بغیر قوت و طاقت کے مجھے یہ عطا فرمایا تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں [4] (ترمذی) اور ابوداؤد نے یہ زیادتی کی کہ جو کوئی کپڑا پہنے تو کہے شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری طاقت و قوت کے مجھے یہ عطا فرمایا تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں [5] روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] کپڑے کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے۔ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے خیر کر سکتا ہے شر سے بچ سکتا ہے۔ نیز کپڑا پہن کر حمد و شکر کرنا کپڑے کی خیر ہے۔ اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر [2] یہ حدیث احمد، نسائی، ابن حبان نے اور حاکم نے مستدرک میں ابی مادی سے روایت کی۔ شرح سنہ میں بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سفید قمیص پہنے دیکھا تو فرمایا کہ نئی ہے یا دھلی ہوئی عرض کیا نئی۔ فرمایا البس جدیدا وعش حمیدا ومت شهیدا یعنی نیا لباس پہنو، اچھے جیو، شہید مرو۔ [3] رضی اللہ عنہ آپ صحابی ہیں قبیلہ جہنیہ سے ہیں، مصر میں قیام رہا۔ آپ سے آپ کے فرزند سہل نے احادیث روایات کیں [4] زبان سے یہ کلمات کہے اور دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے میرے علم و عقل کا نتیجہ نہیں، صرف میرے رب کا فضل ہے ورنہ مجھ سے اچھے اچھے مارے مارے پھر رہے ہیں، بڑی مصیبتوں میں ہیں تو انشاء اللہ مغفرت ہوگی [5] حاکم نے مستدرک میں بروایت عائشہ صدیقہ مرفوعًا روایت کی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ایک یا آدھے دینار کا کپڑا خریدے اس پر رب تعالیٰ کی حمد کرے تو یہ کپڑا اس کے گھٹنوں پر پہنچے گا کہ اس کے پہلے گناہ بخش دیے جائیں گے (مرقات) اسی کی مثل طبرانی نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ إِنْ أَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِيْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْأَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِيْ ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ صَالِحِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ صَالِحُ بْنُ حَسَّانَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ إِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ إِنَّ الْبَذَاذَةَ

نے فرمایا اے عائشہ اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو[1] تو تم کو دنیا سے اتنا کافی ہو جیسے سوار مسافر کا توشہ[2] اور امیروں کی مجلس سے اپنے کو بچاؤ[3] اور کسی کپڑے کو پرانا نہ سمجھو حتی کہ اسے پیوند لگالو[4] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صالح ابن کیسانی کی ہی حدیث سے پہچانتے ہیں، محمد ابن اسماعیل نے کہا کہ صالح ابن حسان منکر الحدیث ہے[5] روایت ہے حضرت ابو امامہ ابن ایاس ابن ثعلبہ سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تم نہیں سنتے کیا تم نہیں سنتے بے شک پرانے کپڑے پہننا

حضرت ابو امامہ سے روایت کی کچھ فرق کے ساتھ[1] دنیا و آخرت میں اچھی طرح ملنا کامل طور پر جیسے ساتھ رہنا جس کی وجہ سے میں تم سے بہت خوش رہوں تو یہ عمل کرنا[2] یعنی تھوڑی دنیا پر قناعت کرو جیسے مسافر راستہ طے کرتے ہوئے تھوڑا سامان رکھتا ہے۔ بہت سامان کو بوجھ اور وبال سمجھتا ہے[3] یعنی خود تو مالدار بننے کی کوشش کرنا بہت دور ہے۔ مالداروں کی صحبت سے بھی پرہیز کرو، مالداروں سے غافل اور متکبر مالدار مراد ہیں، یا وہ صورت مراد ہے جب مالداروں کے پاس بیٹھنے سے ناشکری کا جذبہ پیدا ہو کہ یہ تو اتنا بڑا مالدار ہے میں غریب ہوں، ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عثمان غنی اور امام اعظم ابو حنیفہ بڑے دولت مند تھے ان کی صحبت کیمیا تھی[4] یہ انتہائی قناعت کی تعلیم ہے کہ پیوند والے کپڑے پہننے میں عار نہ ہو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جبکہ آپ خلیفۃ المسلمین تھے کہ آپ کے کپڑوں میں اوپر تلے تین پیوند ایک جگہ پر لگے تھے کہ پیوند گل گیا تو اور لگا لیا۔ حضرت عمر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ پڑھا اس وقت آپ کے تہبند شریف میں بارہ پیوند تھے (مرقات) مقصد یہ ہے کہ پیوند والے کپڑے کے پہننے میں عار نہ ہونی چاہیئے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں، جہاں ارشاد ہے کہ رب کی نعمت کا اثر تم پر ظاہر ہو یا فرمایا کہ نیا پہنو تو پرانا خیرات کرو۔ ابن عساکر نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے کی سواری فرما لیتے تھے۔ اپنا نعلین پاک خود سی لیتے تھے۔ اپنے قمیص میں پیوند لگا لیتے تھے اور پہن لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو میری سنت سے نفرت کرے وہ میری سنت سے نہیں (مرقات)[5] ان شاء اللہ حدیث منکر کے معنی اس کی تعریف اور احادیث کے اقسام و احکام آخر کتاب میں عرض کیے جائیں گے

مِنَ الْاِيْمَانِ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ
فِي الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَ
ابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ

پہننا ایمان سے ہے۔ بے شک پرانے کپڑے پہننا ایمان سے ہے [1] (ابوداؤد) ٭ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا [2] اُسے اللہ تعالے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا [3] (احمد۔ابوداؤد۔ابن ماجہ) ٭ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا [4] (احمد۔ابوداؤد) روایت ہے حضرت سوید

---

[1] ابو امامہ دو ہیں اور دونوں صحابی ہیں۔ایک ابو امامہ باہلی جو قبیلہ بنی باہلہ سے ہیں دوسرے وہ جن کا نام ایاس ابن ثعلبہ ہے یہ انصاری ہیں،یہاں یہ دوسرے ابو امامہ مراد ہیں آپ کے حالات معلوم نہ ہوسکے رضی اللہ عنہم اجمعین [2] اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی بیان ہوگیا کہ معمولی لباس پہننے پرانے کپڑے پہننے سے شرم و عار نہ ہو کبھی پیوند لگا ہوا کپڑا پہن لینا متقی کی علامت ہے ہمیشہ اعلیٰ درجہ کے لباس پہننے کا عادی بن جانا کہ معمولی لباس پہنتے شرم آئے طریقہ متکبرین کا ہے۔یہاں ایمان سے مراد کمال ایمان ہے۔اس حدیث کو احمد،ابن ماجہ اور حاکم نے ابو امامہ حارثی سے روایت کیا(مرقات) [3] یعنی جو ایسا لباس پہنے جس سے لوگ اُسے امیر جانیں یا ایسا لباس پہنے جس سے لوگ بڑا تارک دنیا فقیر صوفی ولی سمجھیں یہ دونوں قسم کے لباس شہرت کے لباس ہیں،بعض لوگوں کو ٹاٹ کا لباس پہنے دیکھا گیا یہ بھی شہرت کا لباس ہے۔غرضیکہ جس لباس میں یہ نیت ہو کہ اس کی طرف لوگوں کی انگلیاں اٹھیں،لوگ اس کی عزت کریں خواہ امیر سمجھ کر خواہ ولی سمجھ کر وہ اس کی شہرت ہے عزت اللہ رسول کی ہے جسے چاہیں دیں،مرقات نے فرمایا کہ مسخروں کا سا لباس پہننا جس سے لوگ ہنسیں یہ بھی لباس شہرت ہے [4] قیامت میں سب لوگ ننگے اٹھیں گے پھر میدان محشر میں سب کی تن پوشی کی جائے گی شہرت کا لباس پہننے والوں کو وہ لباس ملے گا جس سے اس کی ذلت ظاہر ہو اس کے عکس کا حکم بھی برعکس ہی ہوگا کہ جو شخص سادہ لباس پہنے باوجود قدرت کے لباس فاخرہ نہ پہنے ان شاء اللہ اسے قیامت میں لباس عزت ملے گا بشرطیکہ نیت صادق ہو [5] یعنی جو شخص دنیا میں کفار، فاسق و بدکار کے سے لباس پہنے ان کی سی شکل بنائے کل قیامت میں ان کے ساتھ اٹھے گا۔اور جو متقی مسلمانوں کی سی شکل بنائے ان کا لباس پہنے وہ قیامت میں ان شاء اللہ متقیوں کے زمرہ میں اٹھے گا خیال رہے کہ کسی

وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَبْنَآءِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ وَمَنْ تَزَوَّجَ لِلّٰهِ تَوَّجَهُ اللّٰهُ تَاجَ الْمُلْكِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مِنْهُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ حَدِيْثَ اللِّبَاسِ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ابن وہب سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بیٹوں میں سے ایک صاحب سے ۱؎ راوی وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جمال کا لباس پہننا چھوڑ دے حالانکہ وہ اس پر قادر ہو اور ایک روایت میں ہے کہ انکسار کے طور پر تو اللہ اُسے عزت کا جوڑا پہنائے گا ۲؎ اور جو اللہ کے لیے نکاح کرے تو اللہ اُسے بادشاہی تاج پہنائے گا ۳؎ ابوداؤد اور ترمذی نے انہیں سے بروایت معاذ ابن انس لباس کی حدیث روایت کی ۴؎ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

سی صورت بنالی اللہ ... پر ... اتفاق ہے یا تشبیہ فرمایا گیا ہے۔ حکایت: غرق فرعون کے دن سارے فرعونی ڈوب گئے مگر فرعونیوں کا مسخرہ بچ گیا موسیٰ علیہ السلام نے ... الٰہی یہ ... کیوں بچ گیا فرمایا اس نے تمہارا روپ بھرا ہوا تھا ہم محبوب کی صورت والے کو بھی عذاب نہیں دیتے۔ مرقات۔ مسلمان کو چاہیے کہ زندہ ... وغیرہ ... یعنی ... حضور انور ... صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرنے کی نیت کرے ... حضور کا ... ہے ... ہوتا ہے ... سے عذاب ... کی ... مسئلہ: جو ہیئت جو لباس کفار کا مذہبی علامت ہو وہ مسلمان کیلئے کفر ہے جیسے پیشانی پر قشقہ لگانا یا سر پر چوٹی رکھنا ... یا گلے میں عیسائیوں کی سی صلیب ڈالنا اور جو ہیئت و لباس کفار کی قومی علامت ہے وہ مسلمانوں کیلئے حرام ہے جیسے ... ہیں ... اس حدیث کا یہی مطلب ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر جہاد میں کوئی مسلمان جو کفار کی سی شکل و صورت رکھتا ہو ... کے ... لڑا جائے تو یہ غازی گنہگار نہیں۔ وہ مرنے والا اپنی اس حرکت کی وجہ سے انہیں میں شمار ہوگا غرضیکہ یہ حدیث بہت جامع ہے ۱؎ غالب یہ ہے کہ ان بیٹے بھی صحابی ہیں ... و طہارت سے موصوف ہیں ورنہ یہ حدیث مجہول ہوگی کیونکہ سوید ابن وہب تابعی بھی صحابی کا ذکر نہیں کرتے صحابی کا نام مذکور نہ ہو کوئی ... نہیں کرتا ... سارے ثقہ ہیں ۲؎ یعنی جو بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ عجز و انکسار کیلئے قدرت کے باوجود معمولی لباس پہنے اُس کا یہ درجہ ہے لہٰذا یہ حدیث ... کے خلاف نہیں کہ اللہ کی نعمت کا اثر تم پر دیکھا جانا ہے ۳؎ جس تاج کے ایک ایک موتی میں ایسی چمک ہوگی جیسے سورج کی چمک اگر وہ تمہارے گھر کے اندر ہوتا جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے از مرقات ۴؎ یعنی اس روایت میں اللہ کیلئے نکاح کرنے کا ذکر نہیں ۞

وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرٰى أَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرًا فَرَاٰى
رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهٗ فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ
بِهٖ رَأْسَهٗ وَرَاٰى رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا
مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ
عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ
دُوْنٌ فَقَالَ لِيْ أَلَكَ مَالٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مِنْ أَيِّ الْمَالِ قُلْتُ مِنْ كُلِّ

کہ اللہ پسند کرتا ہے یہ کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دیکھا جائے ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ملاقات کے لیے تشریف لائے ۲؎ تو ایک شخص کو پراگندہ بال دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے ۳؎ تو فرمایا کہ یہ شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے اپنے سر کو جمع کرے ۴؎ اور ایک شخص کو دیکھا جس پر میلے کپڑے تھے تو فرمایا یہ شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے اپنے کپڑے دھولے ۵؎ (احمد، نسائی) روایت ہے ابوالاحوص سے وہ اپنے والد سے راوی ۶؎ فرمایا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا مجھ پر معمولی کپڑے تھے ۷؎ تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے میں نے کہا ہاں فرمایا کونسا مال ہے میں نے کہا کہ اللہ نے مجھے ہر قسم کے

۱؎ یعنی جس کو رب تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ بخل کی بنا پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے بلکہ کبھی اچھے کپڑے پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور فقراء اسے غنی سمجھ کر اس سے کچھ مانگ بھی سکیں۔ اگر اللہ نے عالم دین بنایا ہے تو عالمانہ لباس پہنے تاکہ حاجتمند لوگ اس سے مسئلے پوچھ سکیں۔ رب کی نعمت کا اظہار بھی شکر ہے اس کی نعمت چھپانا ناشکری ہے۔ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ معمولی کپڑے پہننا ایمان سے ہے وہاں تکبر، تکلف کی ممانعت تھی یہاں شکر اور اظہار نعمت کا حکم ہے۔ ایک ہی چیز ایک نیت سے بری ہوتی ہے دوسری نیت سے اچھی ۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں خادموں سے ملاقات کیلئے ان کے گھروں پر بھی تشریف لے جاتے تھے اس میں ان کی عزت افزائی ہوتی تھی۔ زائرا فرما کر یہ بتایا کہ یہ تشریف کسی کی بیمار پرسی یا شادی وغیرہ کی تقریب کے سلسلہ میں نہ تھی صرف ہم کو نوازنے کے لیے تھی ۳؎ یا ہمارے گھر میں یا راستہ میں ایسے شخص کو دیکھا ۴؎ یعنی کیا اس کے پاس تولہ دو تولہ تیل بھی نہیں کہ بالوں میں لگا کر کنگھی کرے جس سے اس کے بال بکھریں نہیں بلکہ مجتمع ہو جائیں ۵؎ یعنی کیا اسے تھوڑا سا صابن میسر نہیں جس سے کپڑے صاف کرے۔ خیال رہے کہ عزت اور تکبر میں فرق ہے تکبر کے لیے اچھا لباس پہننا ممنوع ہے اس کے لیے ارشاد ہوا البذاذۃ من الایمان اور عزت کیلئے اعلیٰ لباس پہننا اچھا ہے جس کے متعلق یہاں ارشاد ہوا لہذا دونوں حدیثیں صحیح ہیں ۶؎ آپ تابعین میں سے ہیں آپ کا نام عوف ابن مالک ابن نضر ہے۔

الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ قَالَ
فَاِذَا اٰتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرٰى اَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ
وَالنَّسَائِيُّ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
عَمْرٍو قَالَ مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ ٭ وَعَنْ عِمْرَانَ
ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اَرْكَبُ الْاُرْجُوَانَ

مال سے دیا ہے ۱؎ اونٹ۔ گائے اور بکری اور گھوڑے اور غلام فرمایا تو جب تجھے اللہ نے مال دیا ہے تو چاہیے کہ اللہ کی نعمت اس کی بخشش کا اثر تجھ پر دیکھا جائے ۲؎ (احمد، نسائی) اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ سے ہے ۳؎ ٭ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص گزرا جس پر دو سرخ کپڑے تھے ۴؎ تو اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا۔ حضور نے اس کا جواب نہ دیا ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد) ۶؎ ٭ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ارغوانی گھوڑے پر سوار نہ ہوں گا ۷؎

آپ نے اپنے والد اور ابن مسعود اور ابن موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم صحابہ سے ملاقات کی۔ آپ سے خواجہ حسن بصری ابو اسحاق اور عطاء ابن سائب نے احادیث روایت کیں۔ آپ کے والد مالک ابن نضر صحابی ہیں ۲؎ جو میری مالی حیثیت سے کم تھے مجھے خدا تعالیٰ نے بہت غنی کیا ہوا تھا مگر کپڑے پھٹے پرانے کم قیمت زیب تن کیے ہوئے تھا ۱؎ یعنی عرب میں جن مال کی بہت قدر ہوتی ہے جانور اور غلام ان میں سے اللہ نے مجھے ہر مال دیا ہے عرب میں جانور و غلام کی ملکیت کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، جیسے آج کل عرب اور شہری جائداد والے کی بڑی عزت ہوتی ہے ۲؎ یعنی قیمتی اور صاف کپڑے پہنو تاکہ لوگ سمجھیں کہ تم پر اللہ کا فضل ہے یہ بھی اللہ کا شکریہ ہے مطلب وہی ہے کہ شکر کیلئے اچھا لباس پہنے، فخر کے لئے نہ پہنے کبھی اچھا لباس پہنے شکر کے لیے کبھی معمولی پہنے انکسار کے طور پر اپنے کو اچھے کھانے، اچھے لباس کا عادی نہ بنائے کہ کبھی معمولی کھا پی نہ سکے ۳؎ یعنی ان دونوں روایتوں کے الفاظ مختلف ہیں، مضمون ایک ہی ہے۔

۴؎ خالص سرخ، کیونکہ مخلوط سرخ مرد کو بلا کراہت جائز ہے۔ یہ حضرت اس وقت تہبند بھی سرخ پہنے تھے اور قمیض بھی سرخ ۵؎ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے مرد کیلئے سرخ کپڑے پہننا حرام فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کی حالت میں انسان سلام کے جواب کا مستحق نہیں ہوتا۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا ۶؎ طبرانی نے بروایت عمران ابن حصین روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سرخ رنگ سے بچو کہ یہ شیطانی زینت ہے (مرقات) ۷؎ ارجوان معرب ہے ارغوان سے۔

وَلَا أَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ وَلَا أَلْبَسُ الْقَمِيْصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيْرِ وَقَالَ أَلَا وَطِيْبُ الرِّجَالِ رِيْحٌ لَا لَوْنَ لَهُ وَطِيْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيْحَ لَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ
وَعَنْ أَبِيْ رَيْحَانَةَ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ عَنِ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ وَالنَّتْفِ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَمُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَأَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِيْ أَسْفَلِ ثِيَابِهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ أَوْ يَجْعَلَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ حَرِيْرًا

اور نہ کسومی رنگ کے کپڑے پہنوں گا اور نہ ایسی قمیص پہنوں گا جو ریشمی حاشیہ والی ہو[1] اور فرمایا کہ خبردار ہو کر مردوں کی خوشبو وہ خوشبو ہے جس میں رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس میں رنگ ہو خوشبو نہ ہو[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوریحانہ سے[3] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا دانت پتلے کرانے سے اور گودا کرانے سے۔ سفید بال اکھیڑنے سے اور مرد کے مرد کو ساتھ بغیر کپڑے یوں ہی عورت کو عورت کے ساتھ بغیر کپڑے کے لیٹنے سے[4] اور اس سے کہ مرد اپنے نیچے کپڑے میں ریشم لگائے[5] عجمیوں کی طرح یا اپنے کندھوں پر ریشم لگائے

ارجوان ایک سرخ رنگ کا پھول ہے اب ہر سرخ رنگ کو ارجوانی کہا جاتا ہے وہی یہاں مراد ہے۔ یہ کبھی ریشم کا ہوتا ہے کبھی سوتی زین کی گدی یعنی چھوٹا سا تکیہ رکھ کر سوار ہوتے ہیں، وہی یہاں مراد ہے یعنی ہم کبھی سرخ رنگ کا تکیہ یا گدی زین پر رکھ کر سواری نہ کریں گے معلوم ہوا کہ خالص سرخ کپڑے پر بیٹھنا لیٹنا بھی بہتر نہیں خصوصًا جبکہ ریشم کا ہو اسی لیے علماء کرام مردوں کو ریشمی توشک، تکیہ، لحاف اوڑھنا ممنوع قرار دیتے ہیں۔[2] مکفف بنا ہے کفہ سے بمعنی حصار اور کنارہ یعنی جس سوتی قمیص کا گریبان، دامن، کلی وغیرہ ریشم کی ہو وہ ہم نہ پہنیں گے مگر یہ ممانعت جب ہے جبکہ اس کی چوڑائی چار انگل سے زیادہ ہو لہذا یہ حدیث اس حدیث اسماء کے خلاف نہیں کہ انہوں نے ریشمی دامن والی قمیص دکھا کر فرمایا کہ یہ ہے حضور کا جبہ شریف کہ وہ چار انگل سے کم ریشمی تھا۔[3] یعنی مسلمان مردوں کو ایسی خوشبو کی اجازت ہے جس کا رنگ کپڑے پر ظاہر نہ ہو مہک ہو جیسے عطر لہذا زعفرانی رنگ کے کپڑے مرد کو منع ہیں کہ اس میں مہک کے ساتھ رنگ بھی ہوتی ہے اور عورتوں کو ایسے کپڑے کی اجازت ہے کہ اس میں رنگ ہو مگر مہک نہ ہو عورتوں کو مہک کی ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ ان کی خوشبو اجنبی مردوں تک پہنچے اگر وہ گھر میں عطر لگائیں جس کی خوشبو خاوند یا ماں باپ تک ہی پہنچے تو حرج نہیں بہرحال مرد کے لیے سفید کپڑے بہتر ہیں عورت کے لیے رنگین کپڑے بہتر۔[3] آپ کا نام عبداللہ ابن شمعون ابن یزید ہے قرشی کہا جاتا ہے مگر ہیں انصاری چونکہ بنی قریظہ کے حلیف تھے اس لیے قرشی کے نام سے مشہور ہو گئے آپ کی بیٹی کا نام ریحانہ تھا اس لیے ابوریحانہ کنیت ہوئی بڑے عابد و زاہد متقی تارک الدنیا صحابی ہیں شام میں قیام رہا وہاں ہی وفات پائی (مرقات و اکمال)۔[4] بعض بے دین عورتیں حسن و خوبصورتی کے لیے اپنے چوڑے دانت کسی مشین کے ذریعہ

مِثْلَ الْاَعَاجِمِ وَعَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِيْ سُلْطَانٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ ❊ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمَيَاثِرِ الْاُرْجُوَانِ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ ❊ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ رَوَاهُ فِيْ

عجمیوں کی طرح ؎ اور چیتے کی کھال پر سوار ہونے سے اور انگوٹھی پہننے سے سوا حکومت والے کے ؎ (ابوداؤد۔ نسائی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی اور قسی کپڑے اور ارغوانی رنگ کے گدیوں سے منع فرمایا ؎ روایت حضرت معاویہ سے ؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو ریشم پر سوار ہو اور نہ چیتے کی کھال پر ؎ (ابوداؤد۔ نسائی) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ گدیلے سے منع فرمایا ؎

گدنے کرا لیتے ہیں۔ یہ حرام بھی ہے اور سخت نقصان دہ بھی۔ بعض مرد اور عموماً عورتیں اپنی کلائیوں اور رخساروں میں سوئی کے ذریعہ سرمہ وغیرہ بھروا لیتے ہیں، جسے نیل گودنا کہا جاتا ہے یہ بھی سخت ممنوع ہے۔ یوں ہی مردوں کا ننگے ہو کر ایک ساتھ سونا اور عورتوں کا یوں ہی ایک ساتھ سونا حرام ہے کپڑے پہنے ہوں تو جائز ہے اگر خاوند بیوی ننگے ایک بستر میں سوئیں تو ممنوع نہیں جبکہ چادر وغیرہ سے ڈھکے ہوئے ہوں۔ بالکل ننگے رہنا سونا ممنوع ہے اکیلے آدمی کا بھی۔ سر یا داڑھی میں سے سفید بال نوچ کر رنگ کر دینا حسن کیلئے ہو تو ممنوع ہے ؎ یعنی جب ریشم کا کپڑا نیچے بھی پہننا حرام ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا تو اوپر کا کپڑا ریشمی ہو تو سخت حرام کہ وہ تو نظر بھی آتا ہے یہ حکم مرد کیلئے ہے ؎ یہ ممانعت جب ہے جبکہ ریشم چار انگل سے زیادہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز کفار سے مشابہت مسلمانوں کے لئے ممنوع ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی سی دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا ممنوع ہے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے۔

؎ حکومت سے مراد عام حکومت ہے دینی ہو یا دنیاوی لہٰذا مفتی، قاضی، حاکم سب ہی اس میں داخل ہیں کہ مہر والی انگوٹھی پہنیں تاکہ اپنے فتووں اور فیصلوں پر اس انگوٹھی سے مہر لگایا کریں۔ مگر وہ بھی چاندی کی ہو سو چار ماشہ تک۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام مسلمان مردوں کو انگوٹھی نہ پہننا بہتر علماء و حکام کو چاندی کی انگوٹھی پہننا بالکل درست۔ سونے کی انگوٹھی عورتوں کو حلال ہے مردوں کو حرام۔ لوہا پیتل، تانبہ کی انگوٹھی جست مرد و عورت دونوں کو حرام ہے ؎ قسی وہ کپڑا ہے جو شہر قس میں بنایا جاتا ہے قس مصر کا ایک شہر ہے۔ وہاں یہ ریشمی کپڑا بنتا تھا میاثرہ جمع ہے میثرہ کی میثرہ وہ گدیلا جو زین پر ڈال کر اس پر سوار ہوا جاتا ہے۔ ؎ معاویہ نام کے بہت صحابہ ہیں مگر جب مطلقاً معاویہ بولا جاوے تو اس سے مراد حضرت امیر معاویہ ابن

شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْ اَبِىْ رِمْثَةَ التَّيْمِيِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَهٗ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَشَيْبُهٗ اَحْمَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِاَبِىْ دَاوٗدَ وَهُوَ ذُوْ وَفْرَةٍ وَبِهَا رَدْعٌ مِنْ حِنَّاءٍ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَاكِيًا فَخَرَجَ يَتَوَكَّاُ

(شرح سنہ) ۞ روایت ہے حضرت ابورمثہ تیمی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ پر دو سبز کپڑے تھے ۲؎ اور آپ کے بال تھے جن پر بڑھاپا غالب تھا ۳؎ اور سفید بال سرخ تھے ۴؎ (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ وفرہ والے تھے ۵؎ جن میں مہندی کا اثر تھا ۶؎ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے ۱؎ تو حضرت اسامہ پر ٹیک لگائے تشریف لائے

ابوسفیان ہوتے ہیں وہی یہاں مراد ہیں ۵؎ یعنی گھوڑے کی کاٹھی پر ریشمی گدیلہ یا چیتے کی کھال ڈالنا کہ اس پر سوار ہو، درندہ جانوروں کی کھالوں کو پہننے یا بچھانے سے دل میں تکبر پیدا ہوتا ہے جیسے ہرن کی کھال پر بیٹھنے یا اسے پہننے سے نامردی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ بعض شارحین نے نمار کے معنی کئے ہیں دھاری دار کمبل مگر یہ قوی نہیں کیونکہ دھاری دار کمبل بچھانا ممنوع نہیں، نیز اس کی جمع نمور ہے جیسا کہ نمار، نیز جامع صغیر کی روایت میں ہے عن جلود النمار یعنی نمار کی کھال سے منع فرمایا (مرقات) ۶؎ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ گھوڑے کی کاٹھی پر سرخ رنگ کا گدیلہ ڈال کر مرد کو بیٹھنا ممنوع ہے، عورت کو جائز مگر یہ ممانعت سرخ لباس پہننے کی ممانعت سے ہلکی ہے کہ اس کا پہننا زیادہ برا ہے ۱؎ آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہوگئے، بعد میں کوفہ میں قیام رہا (لمعات، مرقات و اشعۃ اللمعات) ۲؎ قمیص اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو سبز کپڑے پہننا جائز ہے۔ اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے ۳؎ یعنی سر مبارک میں ایک آدھ بال شریف سفید تھا، شعر کی تنکیر بیان کرنے کے لیے ہے۔ حضور انور کے سفید بالوں کے متعلق تین روایات ہیں: چودہ بال شریف سفید تھے، سترہ تھے، بیس تھے۔ ہوسکتا ہے کہ اولًا چودہ بال شریف سفید ہوئے ہوں پھر آخر میں سترہ سر مبارک میں اور تین داڑھی شریف میں، کل بیس۔ لہذا تینوں روایات درست ہیں ۴؎ اس عبارت کے تین مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ وہ سفید بال مہندی سے سرخ کیے گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ عطر یا خوشبودار تیل کے رنگ سے سرخ تھے یا یہ کہ وہ خالص سفید نہ تھے بلکہ مائل بہ سرخی تھے، جب بال سفید ہونے والا ہوتا ہے تو پہلے سرخ ہوتا ہے پھر سفید یا اولًا جڑ کی طرف سے سفید ہوتا ہے نوک کی طرف سے سرخ ۵؎ سر کے بال جو کان کی لو تک پہنچیں وفرہ کہلاتے ہیں اور جو کان و کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو لمہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف کبھی وفرہ ہوتے تھے کبھی جمہ کبھی۔ کندھوں سے نیچے بال مردوں کے لیے بہتر نہیں۔ اس کی تحقیق ان شاءاللہ حلیہ شریف کی احادیث میں ہوگی ۶؎ یعنی ان چند سفید بالوں کو

عَلٰى اُسَامَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرٍ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَانِ قِطْرِيَّانِ غَلِيْظَانِ وَكَانَ اِذَا قَعَدَ فَعَرِقَ ثَقُلَا عَلَيْهِ فَقَدِمَ بَزٌّ مِّنَ الشَّامِ لِفُلَانٍ الْيَهُوْدِيِّ فَقُلْتُ لَوْ بَعَثْتَ اِلَيْهِ فَاشْتَرَيْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ اِلَى الْمَيْسَرَةِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَا تُرِيْدُ اِنَّمَا تُرِيْدُ اَنْ تَذْهَبَ بِمَالِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ قَدْ عَلِمَ اَنِّىْ مِنْ

آپ پر قطری کپڑا تھا ۱ جس سے آپ لپٹے ہوئے تھے ۲ پھر انہیں نماز پڑھائی ۳ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دو قطری موٹے کپڑے تھے اور حضور جب بیٹھتے تو پسینہ آجاتا آپ پر بوجھ کی وجہ سے ۴ پھر شام سے فلاں یہودی کا کپڑا آیا ۵ میں نے عرض کیا کہ کاش آپ اس کے پاس کسی کو بھیجتے اس سے دو کپڑے روپیہ آنے تک خرید لیتے ۶ چنانچہ حضور نے اس کے پاس بھیجا وہ بولا میں جانتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں آپ چاہتے ہیں کہ میرا مال مار لیں ۷ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے وہ جانتا ہے کہ میں ان سب میں زیادہ

مہندی سے سرخ کیا گیا تھا مگر یہ ان کا اپنا خیال ہے حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب نہ لگایا نہ سرخ نہ کسی اور رنگ کا آپ کے بال شریف خضاب کی حد تک سفید ہوئے ہی نہیں جب سرکار سر میں تیل ڈالتے تو وہ سفید بال ظاہر ہوتے تھے ورنہ نہیں۔ چند سفید بال ظاہر نہیں ہوا کرتے۔ ہاں یہ ثابت ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈک کے لیے سر شریف میں مہندی لگائی ہے (اشعہ) نیز داڑھی شریف بھی مہندی سے دھوئی ہے یعنی صفائی کے لیے مہندی لگا کر دھو ڈالی ہے ۱ غالباً مرض وفات مراد ہے جس میں حضور انور کا وصال شریف ہو گیا ۲ قطری یعنی اعلیٰ درجہ کا کپڑا ہوتا ہے جو سوتی ہوتا ہے مائل بہ سرخی حاشیہ پر اعلیٰ درجہ کا کام ہوتا ہے۔ قطر ایک بستی کا نام ہے یمن یا بحرین میں وہاں کا تیار کردہ ہوتا ہے جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ململ ۳ جیسے محرم احرام کی چادر میں لپٹا ہوتا ہے کہ چادر کے دونوں کنارے کندھوں پر پڑے رہتے تو توشح بنا ہے وشاح سے بمعنی کنگن چونکہ کنگن کلائی سے لپٹ جاتا ہے اس لئے کپڑے میں لپٹنے کو توشح کہتے ہیں ۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری نماز پڑھائی تھی۔ اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا ۵ یعنی گرمیوں میں ان کپڑوں میں پسینہ آجاتا تھا۔ بعض لوگوں نے ثقلا کے معنی حلق کا تشبہ پڑھا ہے۔

۶ اس یہودی تاجر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ بز کہتے ہیں بغیر سلے کپڑے کو اسی لئے کپڑے کے تاجر کو بزاز کہا جاتا ہے بعض نے بز اور خز میں فرق کیا ہے سوتی کپڑا بز اور ریشمی کپڑا خز (مرقات) کپڑا آنے سے مراد ہے لوگ کپڑا لے کر آئے اس یہودی کے پاس ۷ یعنی اس وقت حضور کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ادھار خرید لیں اس سے وعدہ فرما لیں کہ فلاں تاریخ۔ فلاں دن تک تم کو رقم دے دی جائے گی خیال رہے کہ ادھار خریداری ہیں

أَتْقَاهُمْ وَأَدَاهُمْ لِلْأَمَانَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ. وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَآنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ مَصْبُوغٌ بِعُصْفُرٍ مُوَرَّدًا فَقَالَ مَا هٰذَا فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَانْطَلَقْتُ فَأَحْرَقْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِكَ قُلْتُ أَحْرَقْتُهُ قَالَ أَفَلَا كَسَوْتَهُ بَعْضَ أَهْلِكَ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِلنِّسَاءِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَعَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

زیادہ پرہیزگار ان سب میں زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں ۱ (ترمذی، نسائی) اور روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور مجھ پر کسم میں رنگے ہوئے گلابی کپڑے تھے ۲ تو فرمایا یہ کیا ہے میں پہچان گیا کہ حضور نے ناپسند فرمایا ۳ تو میں چلا گیا پھر میں نے جلا دیا ۴ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے کپڑے کا کیا کیا میں نے عرض کیا میں نے اسے جلا دیا فرمایا تم نے وہ کپڑا اپنی کسی گھر والی کو کیوں نہ پہنا دیا اس میں عورتوں کے لیے حرج نہیں ۵ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ہلال ابن عامر سے وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے نبی

وقت ادا معلوم ہونا ضروری ہے یوں کہنا کہ جب اللہ دے گا تب قیمت دے دیں گے ناجائز ہے یہی حال پہلے حکم میں ہے کہ اگر قیمت نقد ہو تو بے چیز ادھار ہو یا ادائیگی کا وقت مقرر ہونا ضروری ہے ۲ یعنی اس یہودی تاجر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد جو آپ کی طرف سے کپڑا خریدنے گیا تھا یہ گستاخی کا جواب دے کر بھیجا کہ آپ قیمت ادا نہ کریں گے یوں ہی میرا مال لے لیں گے حالانکہ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ وقت پر قیمت وصول ہو جائے گی ۳ یعنی اس یہودی نے توریت شریف میں پڑھا ہے کہ سب سے زیادہ پرہیزگار اور امانت دار نبی آخر الزمان ہوں گے پھر ایسی بکواس کر رہا ہے جو اس کی توریت کی آیات کے خلاف ہے حضور کو تو مشرکین عرب بھی صادق الوعد اور امین کہہ کر پکارتے تھے انہیں تو رب تعالٰی نے اپنا امین بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ آپ جیسا امین نہ ہوا ہے نہ ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم غالباً اس نے کپڑا ادھار دیا نہیں۔ اللہ اکبر آج ہم ان کے نام پر پلنے والے ململ کے بوسکی پہنیں اور وہ خود باریک کپڑا استعمال نہ کریں موٹا بھی پیوند لگا کر، رب تعالٰی کی شان ہے۔ شعر

بوریا ممنون خواب راحتش ٭ تاج کسریٰ زیر پائے امتش

۱ حالانکہ مرد کو گلابی کپڑے پہننے ممنوع ہیں انہوں نے بے خبری میں پہن لیے تھے ۲ کیونکہ حضور انور کا یہ فرمانا سوال کے لئے نہیں بلکہ اظہار تعجب اور انکار کے لئے ہے کہ تم نے میرے صحابی ہو کر یہ کیا کیا، گلابی سرخ کپڑے کیوں پہن لئے ۳ یہ ہے صحابہ کرام کا عشق رسول اور اس عشق کا جذبہ جس کپڑے سے اپنا پیارا ناراض ہو وہ اپنے گھر میں بھی نہ رکھا چہ جائیکہ بدن پر رکھتے۔ یہ نہ غور کیا کہ یہ مال کا برباد کرنا ہے، اسراف یا تبذیر ہے۔ یہ تو وہ سوچے جو عقل کو حاکم بنائے عشق آیا عقل رخصت ہوگئی۔ شعر

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَخْطُبُ عَلٰى بَغْلَةٍ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ اَحْمَرُ وَعَلِيٌّ اَمَامَهٗ يُعَبِّرُ عَنْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صُنِعَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةٌ سَوْدَاءُ فَلَبِسَهَا فَلَمَّا عَرِقَ فِيْهَا وَجَدَ رِيْحَ الصُّوْفِ فَقَذَفَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِشَمْلَةٍ قَدْ وَقَعَ هُدْبُهَا عَلٰى قَدَمَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيْفَةَ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبَاطِيَّ

صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں اپنے خچر پر خطبہ دیتے دیکھا آپ پر سرخ چادر تھی اور علی آپ کے سامنے تھے آپ سے لوگوں کو پہنچاتے تھے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے کالی چادر تیار کی گئی حضور نے وہ پہن لی تو جب اس میں پسینہ آیا اس سے اون کی بو محسوس کی تو اسے الگ فرمادیا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک چادر سے لپٹے ہوئے تھے جس کا پھندنا آپ کے قدموں پر پڑا تھا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت دحیہ ابن خلیفہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قباطی کپڑے لائے گئے

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام پر انہیں عتاب نہ فرمایا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کیلئے مسئلہ بتادیا کہ عورتوں کو سرخ و گلابی رنگ کے کپڑے پہننا بالکل جائز ہے۔ مردوں کو ممنوع ہیں اس کی بحث پہلے ہوچکی ہے۔ ان جیسی تمام روایات میں سرخ سے مراد لال دھاری دار کپڑے ہیں خالص سرخ مراد نہیں ہوتا۔ لہذا یہ حدیث سرخ لباس کی ممانعت کی احادیث کے خلاف نہیں تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ یعنی مجمع بہت تھا حضور کی آواز سب تک پہنچ نہیں سکتی تھی اسلیئے حضرت علی حضور سے کچھ دور کھڑے حضور کے فرمان عالی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچارہے تھے۔ یہاں یعبر سے مراد ترجمہ کرنا نہیں مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضور انور کی آواز تو سب تک بطور معجزہ پہنچ رہی تھی حضرت علی مطلب سمجھا رہے تھے۔ یہ معنی یعبر کے بہت ہی موزوں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو بہت ہی ناپسند تھی، کپڑے کی بو ہو یا منہ کی یا بغل یا کسی اور چیز کی طبیعت پاک بہت ہی طیب و طاہر و لطیف تھی اس لئے گرمی میں حضور نے یہ اونی چادر علیحدہ کردی۔ حجاج کو چاہیئے کہ روضہ اطہر کی حضوری کے وقت معطر ہوکر حاضر ہوا کریں میلے بدبودار کپڑے یا بدبودار منہ سے مسجد نبوی میں نہ جایا کریں بلکہ خوشبو کا استعمال کریں۔ شملہ وہ کپڑا ہے جس پر نقش و نگار مشتمل ہو یا لپیٹا ہوا ہو خواہ چادر ہو یا کمبل۔ محتب بنا ہے احتباء سے جس کے معنی ہیں گھٹنے کھڑے کرکے بیٹھنا یعنی حضور انور گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے چادر شریف سے لپٹے ہوئے تھے حضرات صحابہ کرام حضور کی ہر وضع قطع کی روایت فرماتے ہیں تاکہ ان کی ہر کیفیت مسلمانوں کے ذہن نشین ہوجائے۔ محبوب کی ہر ادا ہی محبوب ہے۔ اب بھی اہل عرب یا تو کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں

فَاَعْطَانِیْ مِنْهَا قُبْطِیَّةً فَقَالَ اِصْدَعْهَا صَدْعَیْنِ فَاقْطَعْ اَحَدَهُمَا قَمِیْصًا وَاَعْطِ الْاٰخَرَ اِمْرَاَتَكَ تَخْتَمِرُ بِهٖ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ وَاْمُرْ اِمْرَاَتَكَ اَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهٗ ثَوْبًا لَا یَصِفُهَا اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا وَهِیَ تَخْتَمِرُ فَقَالَ لَیَّةً لَا لَیَّتَیْنِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ اِزَارِیْ اِسْتِرْخَاءٌ فَقَالَ اِرْفَعْ اِزَارَكَ

تو حضور نے مجھے ان میں سے ایک قبطی عطا فرمایا پھر فرمایا اس کے دو ٹکڑے کر لو ان میں سے ایک کی قمیص کٹوا لو اور دوسرا اپنی بیوی کو دے دو وہ اس کا دوپٹہ بنا لیں ۱؎ پھر جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو فرمایا اپنی بیوی سے کہہ دو کہ اس کے نیچے اور کپڑا رکھیں جو اسے ظاہر ہونے نہ دے ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے حالانکہ وہ دوپٹہ اوڑھ رہی تھیں تو فرمایا ایک پیچ دو نہ کہ دو پیچ ۳؎ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر گزرا حالانکہ میرے تہبند میں درازی تھی ۱؎ تو فرمایا اپنا تہبند اونچا کرو

اگر ٹیک کا سہارا نہ ملے تو اپنے اردگرد چادر لپیٹ کر اس سے ٹیک کا کام لیتے ہیں اس وقت حضور کی یہ وضع تھی ۲؎ آپ وہی دحیہ کلبی مشہور صحابی ہیں جن کی شکل اکثر حضرت جبریل امین آیا کرتے تھے۔ انہی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ چھ ہجری میں قیصر روم کی تبلیغ کیلئے بھیجا تھا۔ احد اور اسکے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ شام میں قیام رہا۔ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی دحیہ دال کے کسرہ سے ہے ۳؎ قباطی جمع ہے قبطیہ کی یہ ایک خاص قسم کے کپڑے کا نام ہے جو باریک سفید ہوتا ہے۔ مصر میں بنتا ہے۔ اگرچہ قبط قاف کے کسرہ سے ہے مگر قبطی کپڑا قاف کے پیش سے ہے غالبًا یہیں سے مدینہ آئے تھے تحفۃً خریدے گئے تھے ۴؎ معلوم ہوا کہ یہ کپڑے ریشمی نہ تھے سوتی تھے ورنہ مرد کو اس کا پہننا حلال نہ ہوتا ۵؎ معلوم ہوا کہ اس زمانہ شریف میں بھی باریک کپڑے ایجاد ہو گئے تھے جن سے ستر حاصل نہ ہو سکتا تھا اس فرمان عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عورت کو باریک کپڑے کا دوپٹہ اوڑھنا درست ہے دوسرے یہ کہ ایسے باریک کپڑے کے نیچے کوئی موٹا کپڑا ضرور سر پر رہنے تاکہ بال و سر ظاہر نہ ہوں۔ ورنہ نماز درست نہ ہوگی اور بے پردگی بھی ہوگی ۶؎ خاوند کے سامنے تنہائی میں ویسے بھی اوڑھ سکتی ہے ۷؎ یعنی اے ام سلمہ دوپٹہ اس طرح اوڑھو کہ سر لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک کا حصہ ڈھک جاوے مگر ایک پیچ سے ڈھکے دو پیچ نہ پھیرو تاکہ مردوں کے عمامہ کے مشابہ نہ ہو جائے اور زیادہ چوڑا دوپٹہ اوڑھنا چونکہ کسی میں اسراف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت بہت دراز کپڑا پہننا ممنوع ہے۔ یونہی مردوں کو عورتوں کے مشابہ اور عورتوں کو مردوں کے مشابہ کپڑا پہننا بھی ممنوع ہے عورتیں مرد لباس و وضع قطع میں ممتاز چاہئیں ۸؎ اس طرح کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا جو کہ مرد کے لیے منع ہے۔

فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ زِدْ فَزِدْتُ فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ
الْقَوْمِ اِلٰى اَيْنَ قَالَ اِلٰى اَنْصَافِ السَّاقَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَعَنْهُ اَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ
اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِزَارِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ
اَتَعَاهَدَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَسْتَ
مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ
عَبَّاسٍ يَاْتَزِرُ فَيَضَعُ حَاشِيَةَ اِزَارِهِ مِنْ مُقَدَّمِهِ عَلٰى ظَهْرِ قَدَمِهِ

میں نے اونچا کرلیا فرمایا اور زیادہ میں نے اور زیادہ کرلیا ۱؎ پھر میں اس کا خیال رکھتا رہا ۲؎ تو بعض قوم نے کہا کہ کہاں تک رہے فرمایا کہ آدھی پنڈلیوں تک ۳؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنا کپڑا اکڑ کر نیچا رکھے ۴؎ تو قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا ۵؎ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے ۶؎ مگر یہ کہ اس کا بہت ہی خیال رکھوں ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان لوگوں سے نہیں جو یہ کام تکبر سے کریں ۷؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عکرمہ سے ۸؎ فرماتے ہیں میں نے جناب ابن عباس کو دیکھا کہ وہ تہبند باندھتے تو اپنے تہبند کا اگلا کنارہ اپنے قدم کی پشت پر ڈال لیتے ۹؎

۱؎ حتی کہ آدھی پنڈلی تک اٹھ گیا۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔
۲؎ یعنی اس فرمان عالی کے بعد میں نے جب بھی تہبند باندھا آدھی پنڈلی تک باندھا ۳؎ یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے بہتر یہی ہے کہ مرد آدھی پنڈلی تک تہبند رکھے۔ اگرچہ ٹخنوں کے اوپر تک بھی جائز ہے ۴؎ کپڑے سے مراد تہبند یا پاجامہ ہے اور نیچے سے مراد ٹخنوں کے نیچے ہے تکبر اترا کر اشارۃً کیا گیا کہ فیشنی یا فخر کے لئے یہ حرکت کروہ تحریمی ہے بے خیالی میں نیچے ہو جانا اتنا سخت ممنوع نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ غرضیکہ ان قیود سے بہت مسائل معلوم ہوئے ۵؎ یعنی نظر رحمت، نظر کرم و عنایت نہ فرمائے گا اس کی شرح پہلے ہو چکی ۶؎ یعنی میں خود تو نہیں لٹکاتا بلکہ تہبند خود ہی کھسک جاتا ہے چونکہ کسی قدر بھاری ہے اپنے پیٹ سے سرک جاتا ہے میرا ارادہ نہیں ہوتا ۷؎ یعنی ہم نے تکبر و غرور سے تہبند نیچا رکھنے سے ممانعت کی ہے تم کو غرور سے دور کا بھی تعلق نہیں اور پھر قصداً لٹکاتے بھی نہیں لہٰذا تم اس حکم کی زد میں نہیں آتے ۸؎ آپ عکرمہ ابن ابوجہل نہیں ہیں وہ تو صحابی ہیں۔ بلکہ آپ عکرمہ تابعی ہیں حضرت ابن عباس کے کاتب اور آزاد کردہ غلام فقہاء مکہ معظمہ سے ہیں۔ اسی سال عمر پائی ۱۰۷ھ ایک سو سات میں وفات پائی
۹؎ تہبند باندھنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہوتا ہے کہ اگلے حصہ کا کنارہ زیادہ نیچا ہو حتی کہ قدم پر پڑ جائے اور پچھلا حصہ اونچا ہو اسی میں پچھلے حصہ کا اعتبار ہے۔

وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخِّرِهٖ قُلْتُ لِمَ تَأْتَزِرُ هٰذِهِ الْأُزْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُهَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔ وَعَنْ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَإِنَّهَا سِيْمَاءُ الْمَلٰئِكَةِ وَأَرْخُوْهَا خَلْفَ ظُهُوْرِكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِيْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ

اور اس کے پیچھے سے اٹھاتے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ اس طرح کیوں تہبند باندھتے ہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہی ازار پہنتے دیکھا ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم عمامے اختیار کرو ۲؎ کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے ۳؎ اور انہیں اپنی پیٹھوں کے پیچھے لٹکاؤ ۴؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ جناب اسماء بنت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ۵؎ ان پر باریک کپڑے تھے ۶؎ حضور نے ان سے منہ پھیر لیا ۷؎ اور فرمایا

۱؎ اس طرح تہبند باندھنا حضور سے کبھی کبھی ثابت ہوا ہے۔ اسی سے صرف حضرت ابن عباس ہی کو اطلاع ہوئی اور صحابی سے یہ عمل ثابت نہیں (مرقات) ۲؎ ہمیشہ یا نماز کے وقت عمامہ باندھا کرو۔ عمامہ کے ساتھ ایک نماز بغیر عمامہ کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔ مگر عمامہ سنت کے مطابق چاہیے کہ ٹوپی پر باندھا جائے مع شملہ کے ہو عمامہ ڈھائی یا سات ہاتھ ہو جمعہ کی نماز میں بارہ ہاتھ۔ شملہ آدھی پیٹھ تک ہو سفید ہو یا سیاہ مگر سرخ رنگ کا نہ ہو عمامہ کے تفصیلی مسائل عالمگیری وغیرہ میں ملاحظہ کرو۔ ۳؎ یا تو فرشتے جنت کے نوری عمامہ باندھتے ہیں جو ان کی شان کے لائق ہے یا جب شکل انسانی میں آتے ہیں تو عمامہ باندھ کر آتے ہیں چنانچہ بدر میں جب غازیوں کی امداد کے لیے آئے تو عمامہ باندھے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے یمددکم ربکم بخمسة الاف من الملئكة مسومين ان کی نشانیاں عمامے تھے۔ ان کے رنگ زرد تھے۔ شملے کندھوں پر پڑے تھے (مرقات) ۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شملہ پشت کے پیچھے لٹکاتے تھے۔ کبھی داہنی جانب سینہ پر بھی ہوتا تھا دونوں طریقے سنت ہیں ۵؎ حضرت اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں یعنی عائشہ صدیقہ کی بہن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے (مرقات) ۶؎ یعنی ان کی قمیض بھی باریک کپڑے کی تھی جس سے بازو وغیرہ نظر آتے تھے اور دوپٹہ بھی باریک تھا جس سے سر کے بال چمک رہے تھے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں بھی باریک کپڑے ایجاد ہو چکے تھے اب تو بہت ہی برا حال ہے ۷؎ یہ منہ پھیر لینا یا تو اظہار ناراضی کے لئے تھا۔ یا نگاہ پاک کی حفاظت کیلئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول احکام سے پہلے بھی احکام پر عامل تھے۔

يَا أَسْمَاءُ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَنْ يَصْلُحَ أَنْ يُرٰى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَأَشَارَ إِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ أَبِيْ مَطَرٍ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا اشْتَرٰى ثَوْبًا بِثَلٰثَةِ دَرَاهِمَ فَلَمَّا لَبِسَهٗ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَزَقَنِيْ مِنَ الرِّيَاشِ مَا أَتَجَمَّلُ بِهٖ فِي النَّاسِ وَأُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

اے اسماء عورت جب بلوغ کو پہنچ جائے ۱؎ تو جائز نہیں کہ اس کا کوئی حصہ دیکھا جائے سوا اس کے اور اس کے اور اشارہ فرمایا اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو مطر سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ جناب علی نے ایک کپڑا تین درہم (بارہ آنہ) کا خریدا پھر جب اُسے پہنا تو فرمایا اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے زینت کے لباس میں سے وہ عطا فرمایا جس سے میں لوگوں میں زینت حاصل کروں ۴؎ اور اس سے اپنا ستر ڈھانپوں پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کہتے سنا ۵؎ (احمد) ۶؎ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے ۷؎ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب

۱؎ اس طرح کہ قریب بلوغ ہو جائے یعنی مراہقہ ہونے کی عمریں مختلف ہیں، تندرست لڑکیاں جلد اور کمزور لڑکیاں دیر سے اس حد کو پہنچتی ہیں۔ اسلئے لڑکی کے بلوغ کی عمر نو برس سے پندرہ برس تک کی عمر ہے اور لڑکے کیلئے بارہ برس سے پندرہ برس تک۔ جیسی تندرستی و صحت ویسے ہی بلوغ۔ خیال رہے کہ محیض کے معنی ہیں حیض مگر اس سے مراد ہے بلوغ، کیونکہ لڑکی کا بلوغ اکثر اس سے ظاہر ہوتا ہے اگرچہ زیر ناف بال اور حمل بھی بلوغ کی علامت ہے۔ پستان کا ابھار اس کی خاص علامت نہیں۔ ۲؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر باریک کپڑے میں سے جسم نظر آ رہا ہو تو وہ ننگے جسم کے حکم میں ہے اس کو پہن کر نماز نہ ہوگی دوسرے یہ کہ عورت کے ہاتھ کلائیوں تک اور چہرہ ستر نہیں مگر اب اجنبی کو اس کا دیکھنا حرام ہے یہ فرمان عالی پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے ۳؎ ابو مطر تابعی ہیں مگر ان کا نام و حالات معلوم نہ ہو سکے تقریب میں فرمایا کہ آپ کی ملاقات حضرت علی سے ثابت نہیں لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے یعنی درمیان سے ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ حجاج ابن ارطات نے کہا کہ آپ ثقہ ہیں ۴؎ ریش کے لغوی معنی ہیں چڑیا کے پر چونکہ پر اس کیلئے زینت ہیں اسلئے اب بمعنی زینت آتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے یواری سوآتکم وریشا یہ ہے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا شکر کہ صرف تین درہم یعنی بارہ آنے کا معمولی لباس پہن کر ایسا شکریہ ادا کر رہے ہیں ۵؎ اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے میں بھی یہ کہتا ہوں مسلمان کو چاہیئے کہ اللہ تعالٰی کی ہر نعمت پر شکریہ ادا کرے اعلٰی ہو یا معمولی ۶؎ آپ کا نام سعد ابن حنیف ہے انصاری اوسی ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اسلئے آپکو تابعین میں شمار کیا گیا سنہ ۱۰۰ھ میں وفات پائی بانوے سال عمر پائی۔ مدینہ منورہ کے علماء سے تھے رضی اللہ عنہ۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا
اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيٰوتِيْ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ
لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ ثُمَّ عَمَدَ
اِلَى الثَّوْبِ الَّذِيْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ كَانَ فِيْ كَنَفِ اللّٰهِ وَفِيْ حِفْظِ اللّٰهِ
وَفِيْ سَتْرِ اللّٰهِ حَيًّا وَّمَيِّتًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ

رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا تو فرمایا شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے وہ پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانپوں اور اس سے اپنی زندگی میں زینت حاصل کروں پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی نیا لباس پہنے پھر کہے شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے وہ پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپا لوں اور اپنی زندگی میں اس سے زینت حاصل کروں ؎۱ پھر پرانے کپڑے کی طرف توجہ کرے اُسے خیرات کر دے ؎۲ تو وہ اللہ کی پناہ اور اللہ کی حفاظت اور اللہ کی پردہ پوشی میں ہوگا جیتے مرتے ؎۳ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت
ہے حضرت علقمہ ابن

؎۱ یعنی لباس میں بہت سی خوبیاں ہیں ستر پوشی، زینت، سردی گرمی سے بچاؤ، نماز کی ادائیگی لہٰذا یہ عظیم الشان نعمت ہے ؎۲ اس سے معلوم ہوا کہ نیا کپڑا، نیا جوتا، نئی ٹوپی غرضکہ نیا لباس ملنے پر پرانا خیرات کر دینا بہت ہی ثواب کا باعث ہے پرانی چیز کو یوں پھینک کر برباد نہ کر دے کسی غریب کو دیدے اس کے کام آجائے مگر ہمیشہ پرانی ہی چیز خیرات نہ کرے کبھی نئی اور دل پسند چیز بھی خیرات کرے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور پرانا کپڑا ہمیشہ خیرات ہی نہ کر دے کبھی خود بھی پہنے لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس آیت مذکورہ کے خلاف ہے اور نہ اس حدیث عائشہ صدیقہ کے، بغیر پیوند لگے کپڑے کو پرانا نہ سمجھو کہ یہاں سخاوت کی تعلیم ہے وہاں تواضع کی ؎۳ سبحان اللہ یہ رب تعالٰی کا کرم و بندہ نوازی ہے کہ ہم معمولی پھٹے پرانے کپڑے خیرات کریں اور وہ اس کی ایسی بہترین جزا بھی عطا فرمائے جب پھٹے پرانے کپڑوں کی خیرات پر یہ ثواب ہے تو نئے کپڑوں کی خیرات پر کتنا ثواب ہوگا۔ جیتے مرتے پردہ پوشی کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی اُسے زندگی میں اور بعد موت رسوا نہ ہونے دے گا۔ اُس کے عیب چھپا بھی لے گا بخشش بھی دے گا۔

اَبِیْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ دَخَلَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰی عَائِشَةَ وَعَلَيْهَا خِمَارٌ رَقِيْقٌ فَشَقَّتْهُ عَائِشَةُ وَكَسَتْهَا خِمَارًا كَثِيْفًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ اَيْمَنَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ وَعَلَيْهَا دِرْعٌ قِطْرِيٌّ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَقَالَتْ اِرْفَعْ بَصَرَكَ اِلٰی جَارِيَتِیْ اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهَا تُزْهٰی اَنْ تَلْبَسَهٗ فِی الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ لِیْ مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتْ امْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَیَّ تَسْتَعِيْرُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

علقمہ سے [1] وہ اپنی والدہ سے روایت فرماتی ہیں کہ حفصہ بنت عبدالرحمن [2] حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں حالانکہ اُن پر باریک دوپٹہ تھا تو حضرت عائشہ نے اُسے پھاڑ دیا [3] اور انہیں موٹا دوپٹہ اڑھا دیا [4] (مالک) روایت ہے حضرت عبدالواحد ابن ایمن سے [5] وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں جناب عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا ان پر قطری قمیص تھی پانچ درہم والی [6] آپ بولیں تم اپنی نظر اس میری لڑکی کی طرف ذرا اٹھاؤ اسے دیکھو کہ یہ اس کو گھر میں پہننے سے نفرت کرتی ہے [7] اور اس کپڑے کی ایک قمیص میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں تھی تو مدینہ میں کوئی لڑکی دلہن نہ بنائی جاتی تھی مگر وہ میرے پاس بھیج کر مجھ سے منگا لیتی تھی [8] (بخاری)

[1] یہ علقمہ ابن قیس نہیں جو کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں بلکہ علقمہ ابن ابو علقمہ ہیں ان کے باپ کا نام بلال ہے حضرت عائشہ صدیقہ کے آزاد کردہ غلام کنیت ابو علقمہ آپ خود بھی تابعی ہیں اور ان کے والد ابو علقمہ بھی تابعی۔ ان کی ماں کا نام معلوم نہ ہو سکا [2] یہ عبدالرحمن ابن ابوبکر صدیق ہیں اور یہ حفصہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی بھتیجی ہیں اور منذر ابن زبیر ابن عوام کی بیوی [3] یعنی اسی دوپٹہ کو پھاڑ کر دو رومال بنا دیئے تاکہ اوڑھنے کے قابل نہ رہے اور رومال کے کام آوے لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ آپ نے یہ مال ضائع کیوں فرما دیا [4] یہ ہے عملی تبلیغ اور بچیوں کی صحیح تربیت و تعلیم اس دوپٹے سے سر کے بال چمکتے تھے ستر حاصل نہ تھا اسلئے یہ عمل فرمایا [5] آپ تابعین سے ہیں آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ قاسم ابن عبدالواحد کے والد ہیں قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں۔ آپ نے بہت تابعین سے روایات لیں۔ آپ کے والد ایمن بھی تابعی ہیں ابن ابی عمرو کے آزاد کردہ غلام ہیں [6] پہلے عرض کیا گیا کہ قطری مصری کپڑے کا نام تھا [7] یعنی یہ لڑکی لونڈی ہونے کے باوجود اسے گھر میں نہیں پہنتی اس سے نفرت کرتی ہے۔ اس میں اپنی ذلت سمجھتی ہے [8] یعنی زمانہ اس قدر بدل چکا کہ چند سال پہلے یہ کپڑا نئی دلہنوں کو رخصت کرتے وقت پہنایا جاتا تھا اور اب لونڈیاں روزانہ کے کام کاج کے وقت بھی اسے گھر میں نہیں پہنتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دلہن کیلئے کپڑے عاریۃً مانگ لینا جائز ہے۔ بخاری، احمد، نسائی نے حضرت انس سے مرفوعًا

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَبِسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَبَاءَ دِيْبَاجٍ أُهْدِيَ لَهٗ ثُمَّ أَوْشَكَ أَنْ نَزَعَهٗ فَأَرْسَلَ بِهٖ إِلٰى عُمَرَ فَقِيْلَ قَدْ أَوْشَكَ مَا انْتَزَعْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ نَهَانِيْ عَنْهُ جِبْرِيْلُ فَجَاءَ عُمَرُ يَبْكِيْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَرِهْتَ أَمْرًا وَأَعْطَيْتَنِيْهِ فَمَا لِيْ فَقَالَ إِنِّيْ لَمْ أُعْطِكَهٗ تَلْبَسُهٗ إِنَّمَا أَعْطَيْتُكَهٗ تَبِيْعُهٗ فَبَاعَهٗ بِأَلْفَيْ دِرْهَمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيْرِ فَأَمَّا الْعَلَمُ وَسَدَى الثَّوْبِ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیباج کی قبا پہنی جو آپ کو ہدیۃً پیش کی گئی تھی [١] پھر جلد ہی اُسے اتار دیا پھر وہ جناب عمر کے پاس بھیجدی کہا گیا یا رسول اللہ کس قدر جلد حضور نے اتار دیا تو فرمایا کہ مجھے اس سے جبریل نے منع کردیا [٢] تب حضرت عمر روتے ہوئے حاضر ہوئے عرض کی یارسول اللہ ایک چیز حضور نے ناپسند کی اور مجھے عطا فرمائی [٣] تو میرا کیا حال ہے فرمایا ہم نے تم کو اس لیے نہ دیا کہ تم اسے پہنو اس لیے دیا کہ اسے بیچ لو تو حضرت عمر نے وہ دو ہزار درہم میں بیچا [٤] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے سے منع فرمایا جو خالص ریشمی ہو [٥] لیکن نشان [٦] اور کپڑے کا تانا اس میں

روایت فرمایا کہ ہر اگلا دن پچھلے دن سے اور اگلا سال پچھلے سال سے بدتر آوے گا اسکی وجہ ظاہر ہے کہ زمانہ کو جس قدر نور نبوت سے دوری ہوگی اسی قدر تکلف بڑھیں گے نورانیت گھٹے گی درجات اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب فرمادے دنیاوی تکلفات سے بچائے جب اس زمانہ میں ہی اسقدر فرق ہو چکا تھا تو اب اس زمانہ کا کیا پوچھنا ہے [١] اس وقت ریشم مردوں کیلئے ممنوع نہ ہوا تھا اور پہن لینے سے ہدیہ لانے والے کا دل خوش ہوتا اسلئے حضور انور نے پہن لیا [٢] یہ پہیرے پہنتے ہی جبریل امین رب العالمین کی طرف سے اس کے حرام ہونے کا حکم لے آئے اور اب سے مردوں کو ریشم پہننا حرام کردیا گیا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا حضرت جبریل نے بتایا نہ یہ مطلب ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور پر حرام فرمادیا۔ لہذا حدیث واضح ہے [٣] یعنی کیا میں حضور کی نظر میں مسلمان نہیں ہوں۔ اسلئے حضور نے مجھے وہ لباس عطا فرمایا جو مسلمان کو پہننا ممنوع ہے۔ یہ حضرت عمر کا انتہائی خوف الٰہی ہے۔ [٤] نہ تو حضور انور نے خود فروخت کرکے اس کی قیمت استعمال فرمائی نہ حضرت عمر کو یہ حکم دیا کہ یہ کپڑا اپنی عورتوں کو پہنادو۔ بلکہ حکم دیا کہ اسے فروخت کرکے اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ کیونکہ یہ کپڑا بہت ہی قیمتی تھا اور جناب عمر کو اسوقت پیسہ کی ضرورت تھی حضور کی کرم نوازی بندہ پروری کی نظر ہر خادم پر رہتی تھی حضور تو اب بھی ہم غلاموں پر نظر پرورش رکھتے ہیں ہمارا کیا فریاد ہے

فَلَا بَأْسَ بِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ اَبِیْ رَجَآءٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا عِمْرَانُ ابْنُ حُصَيْنٍ وَعَلَيْهِ مِطْرَفٌ مِنْ خَزٍّ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ نِعْمَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُلْ مَا شِئْتَ

حرج نہیں ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے ابو رجاء سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس عمران ابن حصین تشریف لائے حالانکہ آپ پر ریشمی نقشینی چادر تھی ۳؎ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس پر اللہ انعام کرے تو اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دیکھا جائے ۴؎ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا جو چاہو کھاؤ

پوری فرماتے ہیں باذن اللہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی بڑے قیمتی کپڑے تیار ہونے لگے تھے کہ ایک قبا کی قیمت دو ہزار درہم یعنی پانچ سو روپیہ تھی کیا شاندار کپڑا ہوگا۔ ۵؎ اس طرح کہ اس کا تانا بانا دونوں ریشم کا ہو۔ مصمت کے لغوی معنی ہیں ٹھوس اس کا مقابل ہے کھلا مگر اصطلاح میں خالص کو مصمت کہا جاتا ہے۔ وہ ہی یہاں مراد ہے۔ ریشم سے مراد اصل یعنی کیڑے کا ریشم کیونکہ سن کا ریشم اور دریائی ریشم مرد کو حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں ہے ریشم اصلی کی پہچان یہ ہے کہ اس کو جلاؤ تو اس سے گوشت کے جلنے کی سی بو آتی ہے ۶؎ یعنی سوتی کپڑے پر نمبر یا کارخانہ کا نام یا کوئی علامت یا بیل بوٹا اگر ریشم کا ہو تو جائز ہے۔ بشرطیکہ چار انگل سے زائد نہ ہو۔ ۷؎ اس طرح کہ کپڑے کا بانا سوت یا اون کا ہو اور تانا ریشم کا تو مرد کے لیے حلال ہے کیونکہ کپڑا تانے بانے ہی کا نام ہے وہی بنا جاتا ہے لمبا تار تانا کہلاتا ہے چوڑائی والا تار جو بنا جاتا ہے اسے بانا کہتے ہیں۔ بانے کا اعتبار ہے تانے کا نہیں

۸؎ آپ کا نام عمران ابن تیم ہے عطاردی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں ایمان لائے مگر دیدار نہ کر سکے اسلئے تابعی ہیں۔ حضرت عمر و علی وغیرہم بہت صحابہ سے ملاقات کی۔ بہت عمر رسیدہ ہوئے۔ تبحر عالم تھے ۱۰۷ھ ایک سو سات میں وفات پائی ۹؎ مطرف بروزن مکرم بنا ہے طرف سے بمعنی کنارہ۔ مطرف وہ چادر کہلاتی ہے جس کے حاشیوں پر نقش و نگار بیل بوٹے ہوں نیز وہ چادر بھی مطرف ہے جو ریشم و سوت مخلوط سے بنی جاوے۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یا تو سوتی یا اونی چادر تھی جس کے چاروں حاشیوں پر ریشمی نقش و نگار بیل بوٹے تھے۔ چار انگل یعنی ہمارے ایک بالشت سے کم چوڑے یا وہ چادر اونی و ریشم سے مخلوط تھی کہ تانا ریشم کا تھا بانا اون یا سوتی (مرقات) غرضکہ بہت قیمتی چادر تھی ۱۰؎ یعنی میں نے ایسی قیمتی چادر شال اسلئے پہنی ہے کہ مجھے اللہ نے بہت دولت دی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہوں شکریہ کیلئے۔

لطیفہ: منہاج العابدین میں ہے کہ فرقد سبخی ایک موٹا کمبل پہنے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نہایت ہی شاندار جوڑا پہنے ہوئے تھے تو فرقد بطور اعتراض آپ کے کپڑے ٹٹولنے لگا۔ امام حسن نے فرمایا کیا دیکھتا ہے میرے کپڑے جنتیوں کے سے ہیں۔ تیرے کپڑے دوزخیوں کے سے۔ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ اکثر دوزخیوں کو موٹے کمبل پہنائے جائیں گے۔ پھر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کے کپڑوں میں زہد ہے دلوں میں تکبر (مرقات)۔

وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ وَمَخِيْلَةٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجَمَةِ بَابٍ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَالْبَسُوْا مَا لَمْ يُخَالِطْ اِسْرَافٌ وَلَا مَخِيْلَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا زُرْتُمُ اللّٰهَ فِي قُبُوْرِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ

اور جو چاہو پہنو[۱] جب کہ دو چیزیں تم سے الگ رہیں فضول خرچی اور تکبر (بخاری ترجمہ باب) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کھاؤ پیو اور خیرات کرو اور پہنو کہ جب تک فضول خرچی اور تکبر نہ ملے[۲] (احمد۔ نسائی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہتر ہیں وہ لباس جس میں تم اپنی قبروں اور اپنی مسجدوں میں اللہ سے ملو سفید کپڑے ہیں[۳]

[۱] یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ مباح کھانا کھاؤ اور بڑھیا سے بڑھیا مباح لباس پہنو اللہ نے اعلیٰ لباس اور اعلیٰ کھانے تمہارے ہی لیے بنائے ہیں۔ حلال کھانے چھوڑنے کا نام تقویٰ نہیں، حرام خصلتیں چھوڑنے کا نام تقویٰ ہے۔ بعض لوگ گوشت نہیں کھاتے مگر بھنگ چرس پینے میں نماز کے قریب نہیں آتے اور اپنے کو پہنچا ہوا کہتے ہیں واقعی وہ شیطان تک پہنچے ہیں[۲] کھانے پینے کی مقدار میں حد سے بڑھ جانا اسراف و فضول خرچی ہے۔ کیفیت میں حد سے بڑھ جانا مخیلہ یا تکبر ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں لاخیر فی اسرف اور لا اسرف فی الخیر یعنی اسراف میں بھلائی نہیں اور بھلائی میں اسراف نہیں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دل و نفس کی ہر خواہش پوری کرنا اسراف ہے کہ جو دل چاہے وہی کھائے پئے اور فخر کی نیت سے اچھا کھانا مخیلہ ہے[۳] اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے کہ ہر طیب و حلال چیز کھاؤ، پہنو بشرطیکہ تکلف اور تکبر سے خالی ہو دل ٹھیک رکھو۔ مصرعہ۔ درویش صفت باش کلاہ تتری دار

[۳] یعنی مسجدوں میں نماز کیلئے سفید کپڑے پہن کر آؤ اور قبروں میں سفید کفن لے کر جاؤ کہ رب تعالیٰ سفید لباس پسند فرماتا ہے۔ مومن مرکر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو چاہیے کہ سفید کفن میں ملاقات کرے (مرقات) نیز مرتے ہی حضور کا دیدار بھی ہوتا ہے دوسرے مسلمانوں کی ملاقاتیں بھی تو چاہیئے کہ یہ سب کچھ سفید کفن میں ہو اسی لئے کفن میں خوشبو ملتے ہیں کہ مدینہ کے دولہا سے مہکتے ہوئے ملاقات ہو۔ بعض لوگ شب کو وضو کرکے خوشبو مل کر سوتے ہیں کہ دیدار یار خواب میں نصیب ہو تو اچھی حالت میں ہو۔

رواہ ابن ماجة ۔ باب الخاتم ۔ الفصل الاول ۔ عن ابن عمر قال اتخذ النبي صلى الله عليه وسلم خاتما من ذهب وفي رواية وجعله في يده اليمنى ثم القاه ثم اتخذ خاتما من ورق نقش فيه محمد رسول الله وقال لا ينقش احد على نقش خاتمي هذا وكان اذا لبسه جعل فصه مما يلي بطن كفه متفق عليه ۔ وعن علي قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لبس القسي

ابن ماجہ ۔ انگوٹھی کا بیان ۱؎ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے داہنے ہاتھ میں پہنی ۳؎ پھر اُسے علیٰحدہ کردیا ۴؎ پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں نقش کیا محمد رسول اللہ ۵؎ اور فرمایا کہ کوئی اس انگوٹھی کے نقش پر نقش نہ کرائے ۶؎ اور وہ پہنتے تو اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی سے متصل رکھتے ۷؎ (مسلم بخاری) ۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی اور سُرخ لباس پہننے

۱؎ خاتم ت کے فتحہ سے صفت مشبہ یا آلہ ہے ختم سے بمعنی مہر چونکہ انگوٹھی کے نگینہ میں اپنا نام ہوتا ہے جس سے مہر لگائی جاتی ہے۔ اسلیئے انگوٹھی کو خاتم کہتے ہیں یعنی مہر لگانے کا آلہ، یا مہر لگانے والی چیز تمام ہوجانے کو ختم کہتے ہیں کیونکہ اسوقت مہر لگتی ہے۔ خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی کہ آپ کی آمد سے نبوت پر مہر لگ گئی۔ اب کوئی نبی نہیں آسکتا حضرت مسیح پہلے کے نبی ہیں ۲؎ یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جبکہ سونا پہننا مردوں کو حرام نہ تھا حرام ہوجانے پر یہ عمل ممنوع ہوگیا خیال رہے کہ عورتوں کو چاندی سونے کی انگوٹھی جائز ہے مردوں کو ساڑھے چار ماشہ سے کم چاندی کی انگوٹھی جائز ہے جس میں نگینہ صرف ایک ہو تانبہ، پیتل، لوہا وغیرہ کی انگوٹھی چھلا مرد و عورت دونوں کو حرام ہے۔ اس کی پوری بحث کتب فقہ میں ملاحظہ کرو ۳؎ یہ حکم منسوخ ہے حضور کا آخری عمل یہ ہے کہ حضور نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے۔ اب یہی سنت ہے۔ اگرچہ سیدھے ہاتھ میں پہننا بھی جائز ہے ۴؎ کیونکہ سونا پہننا مردوں کیلئے اب حرام ہوگیا ۵؎ اسطرح کہ محمد ایک سطر اور رسول دوسری سطر اللہ تیسری سطر سب سے اوپر۔ اس طرح محمد رسول اللہ۔ یہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ شریف تک خلفاء کی انگلیوں میں رہی حضرت عثمان کے ہاتھ سے بیر اریس میں گر گئی جسے بیر خاتم بھی کہتے ہیں۔ مسجد قبا کے سامنے ہے ۶؎ یعنی آپ لوگ اپنی انگوٹھی بنوا کر پہن سکتے ہو مگر نگینہ میں یہ نقش نہیں کھدوا سکتے کیونکہ بادشاہوں کے فرمان نامے اور احکام نبوی اس مہر سے مزین کرکے بھیجے جاتے ہیں اگر دوسروں کی انگوٹھی پر بھی یہ نقش ہو تو بڑے فساد پھیلیں گے۔ مفتی صاحبان آج بھی اپنی مہر والی انگوٹھی بڑی احتیاط سے رکھتے ہیں کہ اور کوئی شخص انکے نام آکی مہر سے غلط فتوی یا فیصلہ صادر نہ کردے۔ حکومت کی مہریں بڑی محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ ان سب کی اصل یہی حدیث ہے۔ یہ ممانعت اس زمانہ میں تھی۔ اب اگر

وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَعَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِي الرُّكُوْعِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ فَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهٖ قَالَ لَا وَاللهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهٗ

اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور رکوع[۱] میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا[۲] (مسلم)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اُسے اُتار کر پھینک دیا[۳] پھر فرمایا کیا تم میں سے کوئی آگ کی چنگاری لیتا ہے اُسے اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے[۴] اس شخص سے کہا گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کہ اپنی انگوٹھی لے لو اس سے کوئی اور نفع اُٹھا لو[۵] وہ بولے اللہ کی قسم میں اسے کبھی نہ لوں گا جب کہ اسے

کوئی یہ نقش اپنی انگوٹھی میں کندہ کرے اور تبرک کیلئے اپنے پاس رکھے تو بالکل جائز ہے کہ وجہ ممانعت اب باقی نہیں[۶] اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انگوٹھی نہ پہنتے تھے جب پہنتے تو نگینہ ہتھیلی سے متصل رکھتے۔ دوسرے یہ کہ پہنتے تو ہمیشہ تھے مگر بعض اوقات استنجا وغیرہ کے وقت اتار دیتے تھے۔ پھر جب پہنتے تو اس طرح پہنتے۔ خیال رہے کہ اس طرح پہننے سے معلوم ہوا کہ حضور زینت کیلئے نہیں بلکہ ضرورت کیلئے پہنتے ورنہ زینت کی چیز تو نگینہ ہے وہ ہی چھپایا جاتا تھا اس وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ سوا بادشاہوں، قاضیوں، مفتیوں کے اور لوگ انگوٹھی نہ پہنیں تو اچھا ہے کہ انگوٹھی کی ضرورت ان ہی لوگوں کو رہتی ہے دوسروں کو ضرورت نہیں[۱] ان تین چیزوں سے صرف مسلمان مردوں کو منع فرمایا گیا۔ عورتوں کیلئے یہ تینوں چیزیں جائز ہیں[۲] یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کیلئے ہے رکوع و سجود دونوں میں تلاوت قرآن سب کو ممنوع ہے۔ ان میں تسبیح ہی پڑھی جائیگی۔ نماز میں تلاوت قرآن صرف قیام کی حالت میں چاہیئے[۳] یہ ہے عملی تبلیغ کہ برائی کو بجبر روک دیا فرماتے ہیں کہ جو کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے نہ کر سکے تو زبان سے روکے یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے بُرا جانے[۴] اسے سمجھانے کیلئے یہ فرمایا یعنی مسلمان مرد کیلئے سونا پہننا گویا دوزخ کی چنگاری اپنے ہاتھ میں لینا ہے کیونکہ یہ اس کا سبب ہے[۵] یعنی حضور انور نے تم کو اس کے پہننے سے منع فرمایا نہ کہ دوسرے نفع سے۔ تم اسے اٹھا لو اسے فروخت کرکے اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ یا گھر میں کسی عورت کو دیدو وہ استعمال کرے۔ یہ تھا شریعت کا فتویٰ جو حضرات صحابہ نے اُسے دیا اور بالکل درست تھا۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ
فَقِيْلَ اِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَةً فِضَّةٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ كَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلٰثَةَ اَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ
وَرَسُوْلُ سَطْرٌ وَاللّٰهِ سَطْرٌ وَعَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ خَاتَمُهٗ مِنْ فِضَّةٍ وَكَانَ فَصُّهٗ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کو کچھ لکھنا چاہا ۲؎ تو عرض کیا گیا کہ وہ لوگ مہر کے بغیر کوئی تحریر قبول نہیں کرتے ۳؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی ڈھلوائی حلقہ چاندی کا تھا جس میں محمد رسول اللہ کندہ کیا گیا ۴؎ (مسلم) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ انگوٹھی کا نقش تین سطریں تھیں۔ محمد ایک سطر رسول ایک سطر اللہ ایک سطر ۵؎ روایت ہے انہی سے کہ اللہ کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اسی کا تھا ۶؎ (بخاری) روایت ہے

۱؎ یہ ہے مفتی عشق کا فتویٰ کہ اب میں اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا کوئی فقیر اسے اٹھالے تاکہ یہ صدقہ میرے اس قصور کا کفارہ بن جائے جو میں نے پہلے بے خبری میں کیا کہ سونا پہنا۔ اس میں مال کی بربادی نہیں بلکہ اپنا کفارہ ادا کرنا ہے (از اشعۃ اللمعات) ۲؎ دعوت اسلام دینے کیلئے فرمان عالیہ کسریٰ لقب تھا شاہ فارس کا اور قیصر لقب تھا شاہ روم کا اور نجاشی شاہ حبشہ کا وہ نجاشی جو پہلے ہی اسلام لاچکا تھا اس کا نام اصحمہ تھا یہ ۵ھ میں اسلام لائے اور ۹ھ میں ان کی وفات ہوئی حضور انور نے مدینہ منورہ میں ان کا جنازہ پڑھا ان کے بعد جو نجاشی تخت پر بیٹھا اسے حضور انور نے دعوت اسلام دی اس کا نام اس کا اسلام اتنا معلوم نہ ہوسکا۔ اصحمہ نجاشی کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ کے ساتھ اپنے نکاح کی قبولیت کا فرمان لکھا تھا۔ انہیں دعوت اسلام نہ دی گئی تھی (مرقات) ۳؎ یعنی ان بادشاہوں کا قانون یہ ہے کہ جس خط پر بھیجنے والے کے نام کی مہر نہ ہو اسے نہ قبول کرتے ہیں نہ سنتے ہیں وہ لوگ دنیاوی وجاہت والوں کے خطوط ہی پڑھتے سنتے ہیں عوام کے نہیں اور ان کے اس وجاہت کی علامت مہر ہے ۴؎ ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انگوٹھی شریف کا صرف حلقہ چاندی کا تھا نگینہ کسی اور چیز کا تھا مگر حضور نے ایسی انگوٹھی بھی پہنی ہے جس کا حلقہ بھی چاندی کا تھا ۵؎ اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا جس پر صرف یہی عبارت لکھی تھی اس سے زیادہ

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِي يَمِينِهِ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذِهٖ وَأَشَارَ إِلَى الْخِنْصَرِ مِنْ يَدِهِ الْيُسْرَى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَخَتَّمَ فِي إِصْبَعِي هٰذِهٖ أَوْ هٰذِهٖ قَالَ فَأَوْمَأَ إِلَى الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِيهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِي

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انہی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنی جس میں حبشی نگینہ تھا[۱] آپ اس کا نگینہ ہتھیلی شریف سے متصل رکھتے تھے (مسلم بخاری) ٭ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس میں تھی اور اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلی کی طرف اشارہ کیا[۲] (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے منع کیا کہ میں اپنی اس انگلی میں یا اس میں انگوٹھی پہنوں فرمایا کہ بیچ والی انگلی اور اس کی برابر والی کی طرف اشارہ فرمایا[۳] (مسلم) ٭ دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

عبارت نہ تھی جن روایات میں ہے کہ حضور کی انگوٹھی کا نقش پورا کلمہ طیبہ تھا وہ ضعیف ہیں[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھیاں مختلف تھیں کبھی ایسی انگوٹھی پہنی ہے جس کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا اور کبھی ایسی کہ اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا یہاں اس دوسری قسم کی انگوٹھی کا ذکر ہے حق یہ ہے کہ یہ انگوٹھی خالص چاندی کی تھی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انگوٹھی لوہے کی تھی اس پر چاندی کا خول تھا اس کا ثبوت نہیں تھا یہ روایت مرقات نے مکحول اور ابراہیم نخعی سے روایت کی اور کہیں نہیں ملتی واللہ اعلم حق یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی کبھی نہیں پہنی[۲] یہاں مرقات میں ہے کہ اس انگوٹھی کا نگینہ عقیق کا تھا جس کا رنگ مائل بہ سیاہی تھا یعنی سرخ مائل بہ سیاہی یہ عقیق تو یمنی تھا مگر اس کو بنایا گیا تھا حبشہ میں اسلئے اسے حبشی کہا گیا پیداوار یمنی صنعت حبشی عقیق کا نگینہ بہت مبارک ہے حدیث شریف میں ہے تختموا بالعقیق فانه مبارك چاندی کی انگوٹھی عقیق سیاہ کا نگینہ بہت اعلیٰ ہے (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ پیلے یاقوت کی انگوٹھی طاعون سے محفوظ رکھتی ہے۔ بعض میں ہے کہ عقیق کی انگوٹھی فقیری دور کرتی ہے۔ یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں۔ لہٰذا قوی ہیں۔

يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهٗ فِي يَمِيْنِهٖ فَاَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِي شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ

اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے ۱؎ ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشم لیا پھر اپنے بائیں ہاتھ میں سونا رکھا ۳؎ پھر فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں ۴؎ (احمد، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت معاویہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی کھالوں پر سوار ہونے ۵؎

۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی پہنی، اسی طرح یعنی اس انگلی میں انگوٹھی پہننا بھی جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

۴؎ خیال رہے کہ عورتوں کو ہر انگلی میں انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ مگر مردوں کو تین انگلیوں میں پہننا منع ہے انگوٹھا، کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی اور دو انگلیوں میں پہننا مستحب ہے۔ چھنگلی اور اس کے برابر والی میں، یوں ہی مرد صرف ایک انگوٹھی پہن سکتا ہے۔ وہ بھی چاندی کی سوا ماشہ تک، عورتیں سونے چاندی کی دس انگوٹھیاں دسوں انگلیوں میں پہن سکتی ہیں (مرقات واشعہ)

۱؎ یعنی کبھی اپنے داہنے ہاتھ میں بھی پہنتے تھے، بیان جواز کیلئے ۲؎ یعنی کبھی بائیں ہاتھ میں بھی انگوٹھی پہنی، علماء فرماتے ہیں کہ پہلے داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے پھر اسے ترک کردیا اور بائیں ہاتھ میں پہننا شروع فرمایا لہذا آخری عمل یہ ہی ہے بہرحال جائز دونوں عمل ہیں مگر بہتر آخری عمل ہے یعنی بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ۳؎ مجمع میں لوگوں کے سامنے یہ دو چیزیں ہاتھ میں لیں تاکہ لوگ دیکھ لیں اور یہ دونوں چیزیں خوب واضح ہوجائیں ۴؎ چونکہ ان دونوں چیزوں کو مستقل طور پر حرام فرمانا تھا اس لیے حرام واحد ارشاد فرمایا حرامان تثنیہ نہ فرمایا ورنہ احتمال یہ ہوتا کہ ریشم و سونا مل کر تو حرام ہے۔ اکیلے اکیلے حرام نہیں۔ اس لیے ارشاد فرمایا حرام ان میں سے ہر ایک چیز مستقل حرام، اکیلا ریشم بھی حرام ہے، سونا بھی حرام ہے اگر مردوں پر ہیں، عورتوں کیلئے یہ دونوں چیزیں حلال ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ حرام مصدر ہے جو واحد تثنیہ، جمع سب کیلئے استعمال ہوسکتا ہے۔ یہاں دو کیلئے ہے ۵؎ اس کی شرح پہلے ہوچکی ہے کہ کاٹھی یا چارپائی پر چیتے کی کھال بچھا کر بیٹھنا ممنوع ہے کہ یہ طریقہ ہے متکبرین کا، نیز اس سے دل میں نخوت اور سختی پیدا ہوتی ہے۔ لہذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے یہ حکم مردوں عورتوں سب

رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَعَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ اِلَّا مُقَطَّعًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ
وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ خَاتَمٌ
مِنْ شَبَهٍ مَالِيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ الْاَصْنَامِ فَطَرَحَهُ ثُمَّ جَاءَ
وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ مَالِيْ اَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ اَهْلِ
النَّارِ فَطَرَحَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ اَتَّخِذُهُ قَالَ مِنْ
وَرِقٍ وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ

اور سونا پہننے سے منع فرمایا مگر ریزہ ریزہ [1] (ابوداؤد۔ نسائی) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص سے فرمایا جس پر تانبہ کی انگوٹھی تھی [2] مجھے کیا ہوا کہ میں تم سے بتوں کی بو پاتا ہوں [3] اس نے وہ پھینک دی پھر آیا تو اس پر لوہے کی انگوٹھی تھی تو فرمایا مجھے کیا ہوا کہ تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں [4] اُس نے وہ پھینک دی [5] پھر عرض کیا یارسول اللہ کس چیز کی انگوٹھی بناؤں فرمایا چاندی کی اور اس کی ایک مثقال پوری نہ کرو [6] (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)

کیلئے ہے [1] یعنی مسلمان مرد کیلئے سونے کے ریزے حلال ہیں جیسے تلوار میں یا چاندی کی انگوٹھی میں سونے کے ریزے ہوں تو انکا استعمال مرد کیلئے بھی حلال ہے۔ اس حدیث سے بہت سے مسائل مستنبط ہوسکتے ہیں کتب فقہ میں مردوں کیلئے سونے کے پچیس مقام لکھے ہیں کہ ان مقامات میں مردوں کو سونے کا استعمال حلال ہے جیسے ہلتے دانت کو سونے کی زنجیر سے باندھنا کٹی ناک کی جگہ سونے کی ناک لگانا تعلیمات یا چاقو کے دستے میں سونے کے ریزے وغیرہ انکی پوری تفصیل شامی اور عالمگیری میں دیکھو [2] یعنی وہ تانبے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ [3] اس زمانہ میں بھی اور اب بھی عموماً بت پیتل کے ہوتے تھے۔ اسلئے اسلام نے پیتل کے زیور ہر مسلمان کیلئے منع فرمائے خواہ مرد ہو یا عورت۔ انگوٹھی چھلہ بھی زینت کیلئے ہے یہ بھی پیتل کا ممنوع ہے [4] دوزخی لوگ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے جائیں گے یہاں ان زنجیروں کو زیور فرمانا ان کی اہانت کیلئے ہے جیسے قیدی کی ہتھکڑی اور بیڑی کو اس کا زیور کہہ دیا جائے [5] لہذا اپنے آپ استعمال کی بنا پر بیوی کو استعمال کیلئے دی کیونکہ پیتل لوہے کا زیور مرد و عورت سب کو ہی حرام ہے خیال رہے کہ سونے چاندی کا استعمال مطلقاً حرام ہے کہ مسلمان مرد نہ اس کا زیور پہنے نہ کسی اور طرح استعمال کرے۔ عورتوں کو ان کے زیوروں کی اجازت ہے۔ دوسری طرح استعمال کرنا انہیں بھی حرام ہے لہذا سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا یوں ہی ان کی گھڑی میں وقت دیکھنا ان کی سلائی سے سرمہ لگانا حرام ہے۔ ہاں ان کا کشتہ کھانا یا علاج کیلئے سونے کی سلائی آنکھ میں پھیرنا حلال ہے کہ یہ علاج ہے۔ ان کے علاوہ دیگر دھاتوں کا زیور حرام ہے۔ ان کا استعمال دوسری طرح درست ہے۔ لہذا تانبہ، پیتل، لوہے وغیرہ کے برتن گھڑیاں وغیرہ تمام کا استعمال صحیح

قَالَ مُحْيِي السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللهُ وَقَدْ صَحَّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي الصَّدَاقِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ ◦ وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ اَلصُّفْرَةَ يَعْنِي الْخَلُوْقَ وَتَغْيِيْرَ الشَّيْبِ وَجَرَّ الْإِزَارِ وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ لِغَيْرِ مَحَلِّهَا وَالضَّرْبَ

محی السنہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سہل ابن سعد سے بروایت صحیح ثابت ہے مہر کے متعلق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ کچھ ڈھونڈھو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو روایت ہے
حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دس خصلتیں ناپسند فرماتے تھے
زردی یعنی خلوق اور سفید بالوں کی تبدیلی اور تہبند گھسیٹنا اور سونے کی انگوٹھی پہننا
اور غیر محل پر زینت ظاہر کرنا اور پانسے مارنا

غرضیکہ ان کے استعمال میں کئی طرح فرق ہے لہذا مرد کیلئے چاندی کی انگوٹھی سوا چار ماشہ تک کی درست ہے شاید اس فرمان عالی کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی بھی پہننا جائز ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی سے یہ کیوں فرماتے کہ اپنی ہونے والی عورت کے مہر کیلئے لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کرو۔ مگر یہ استدلال بہت کمزور ہے۔ اولاً تو اسلئے کہ اس فرمان عالی کے وقت لوہے پیتل کی حرمت کے احکام اسلام میں نہیں آئے۔ اور اگر مان لیا جائے کہ احکام آچکنے کے بعد کی یہ حدیث ہے۔ تب بھی اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ کوئی نہایت معمولی چیز ہی لے آ۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ تم مجھے دو مٹھی بھر خاک ہی دیدو۔ اسکا مقصد یہ نہیں کہ خاک پھانکنا درست ہے۔ نیز وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور کی انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی کا خول یا پانی تھا وہ انگوٹھی صرف مہر لگانے کی تھی پہننے کی نہ تھی۔ اگر پہننے کی تھی تو لوہے کی حرمت سے پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ یہ حدیث ان سب کی ناسخ ہے۔ دیکھو اس کی تفصیل کیلئے مرقات شرح مشکوٰۃ، یہی مقام۔ خلال بکسر خ جمع ہے خلۃ کی بمعنی خصلت و عادت خصلت کی جمع ہے خصال اور خلت کی جمع ہے خلال۔ خلوق ایک خوشبو خاص کا نام ہے جس میں زعفران پڑتا ہے یہ پیلا رنگ دیتی ہے اسلئے اسکا استعمال مردوں کیلئے ممنوع ہے اور عورتوں کیلئے جائز۔ بعض احادیث میں خلوق کی اجازت ہے مگر وہ سب احادیث منسوخ ہیں۔ یا اس طرح کہ سفید بال اکھیڑ دیئے جائیں یا اس طرح کہ ان میں سیاہ خضاب کیا جائے، یہ دونوں کام ممنوع ہیں مرد کو بھی عورت کو بھی۔ یعنی تہبند اتنا نیچا رکھنا کہ زمین پر گھسٹے، یہ عمل مرد و عورت سب کیلئے ممنوع ہے۔ مرد کا تہبند ٹخنہ سے اونچا ہے عورت کا ٹخنہ سے نیچے۔ یعنی عورت کا اپنی زینت نامحرم مردوں پر ظاہر کرنا حرام ہے۔ یہ فرمان بہت ہی جامع ہے۔ اس سے پردہ کے متعلق بہت احکام مستنبط ہو سکتے ہیں۔ کعاب جمع ہے کعب کی کعب نرد شیر کھیل کے پانسوں کو کہتے ہیں، یہ کھیل کھیلتے وقت پانسے پھینکے جاتے ہیں حق یہ ہے کہ نرد شیر کھیل

بِالْكِعَابِ وَالرُّقٰى اِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ وَعَقْدَ التَّمَائِمِ وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ مَحِلِّهٖ وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنَةِ الزُّبَيْرِ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَفِيْ رِجْلِهَا اَجْرَاسٌ فَقَطَعَهَا عُمَرُ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ بُنَانَةَ مَوْلَاةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَيَّانَ الْاَنْصَارِيِّ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ

اور دم کرنا سوا معوذات کے ۵ اور تعویذ باندھنا ۶ اور پانی غیر محل میں ڈالنا ۷ اور بچہ کو بگاڑنا اسے حرام نہ فرمایا ۸ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن زبیر سے کہ ان کی ایک آزاد شدہ لونڈی زبیر کی بیٹی کو عمر ابن خطاب کے پاس لے گئی حالانکہ ان کے پاؤں میں جھانجن تھے ۹ تو انہیں حضرت عمر نے توڑ دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر جھانجھ کے ساتھ شیطان ہے ۱۰ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت بنانہ سے جو عبدالرحمن ابن حیان انصاری کی لونڈی ہیں ۱۱ وہ جناب عائشہ کے پاس تھیں

مطلقاً ممنوع ہے خواہ اس میں جوا ہو یا نہ ہو اگر اس پر ہار جیت ہو تب تو بہت ہی ممنوع ہے کہ کھیل بھی ہے اور جوا بھی، اور نہ کھیل ہونے کی وجہ سے ممنوع۔ غیر معتبر کھیل فعل عبث ہونے کی وجہ سے ممنوع ہیں ۵ معوذات سے مراد سورۂ فلق اور سورہ ناس ہیں۔ سوا سے مراد وہ منتر ہیں جن میں مشرکیہ الفاظ ہوں شرکیہ الفاظ سے جھاڑ پھونک حرام ہے۔ آیات قرآنیہ اور ماثورہ دعاؤں سے دم درود جائز بلکہ بہتر ہے اور وہ دعائیں جن میں بتوں وغیرہ کا نام نہ ہو شرکیہ کلمات نہ ہوں ان سے دم بھی جائز ہے باقی سے حرام ۶ یہاں تعویذ سے مراد مشرکین کے تعویذ گنڈے ہیں جن میں کفریہ الفاظ بتوں کے نام وغیرہ ہوں یہ حرام ہے۔ آیات قرآنیہ دعا اسلامیہ سے تعویذ باندھنا حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ جیسا کہ باب المعوذات میں گزر گیا۔ تمائم جمع ہے تمیمہ کی تمیمہ کے بہت معانی ہیں۔ جادو۔ منتر۔ ٹوٹکا۔ جانوروں کی ہڈیاں وغیرہ گلے میں باندھنا اور تعویذ (اشعۃ اللمعات) ۷ یعنی حرام جگہ منی گرانا، زنا کرنا، لواطت کرنا، جلق سے منی نکالنا، عورت کی دبر میں وطی کرنا یہ سب کام حرام ہیں ۸ یعنی جب بچہ دودھ پیتا ہو تو عورت سے صحبت کرنا اگر اس میں اندیشہ ہو کہ اس سے دودھ بھاری ہوکر بچہ کیلئے مضر ہوگا تو اس سے بچے۔ یہ کام حرام نہیں اس سے احتیاط بہتر ہے اسلئے فرمایا کہ اسے حرام نہ کیا۔ محرمہ میں ہ کا مرجع یہ آخری عمل ہے۔

۹ یعنی حضرت عبداللہ ابن زبیر کی آزاد کردہ لونڈی ان کی لڑکی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائیں۔ اس بچی کے پاؤں میں بجنے والے جھانجن تھے۔ اجراس جمع جرس کی بمعنی جلاجل یعنی گھنگرو اور اس جیسے آواز دینے والی چیز اونٹ کے گلے کے گھنگروں اور باز کے

إِذْ دُخِلَتْ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لَا
تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تُقَطِّعَنَّ جَلَاجِلَهَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيهِ جَرَسٌ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ أَنَّ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ بْنَ
أَسْعَدَ قُطِعَ أَنْفُهُ يَوْمَ الْكُلَابِ فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ وَرِقٍ فَأَنْتَنَ
عَلَيْهِ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَّخِذَ أَنْفًا مِنْ

کہ آپ کی خدمت میں ایک بچی لائی گئی جس پر جھانجھیں تھے جو آواز کر رہے تھے ۱؎ آپ بولیں کہ اسے میرے پاس ہرگز نہ لاؤ مگر اس صورت میں کہ اس کے جھانجن توڑ دیئے جائیں ۲؎ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں جھانجھ ہو ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن طرفہ سے کہ ان کے دادا عرفجہ ابن سعد کی ۴؎ کلاب کے دن ناک ٹوٹ گئی تو آپ نے چاندی کی ناک بنوالی وہ آپ پر بدبو دینے لگی تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سونے کی ناک بنالیں ۵؎

پاؤں کے چھلوں کو بھی اجراس یا جلاجل کہتے ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں بھی پہلے عورتوں میں جھانجن کا رواج تھا ۲؎ کیونکہ جھانجن ایک قسم کا باجا ہے اور جہاں باجا ہو وہاں فرشتہ رحمت نہیں ہوتا شیطان ہوتا ہے۔ شیطان سے مراد وہ شیطان ہے جو کھیل تماشوں پر مقرر ہے۔ قرین شیطان تو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے انگوٹھی کے باب میں یہ حدیث لانا نہایت ہی موزوں ہے کہ انگوٹھی ایک قسم کا زیور ہی ہے ۳؎ بنانہ ب کے پیش سے ہے آپ تابعیہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت لیتی ہیں اور آپ سے جھانجن کے متعلق ہی روایات آتی ہیں (اکمال) ۴؎ اسطرح کہ چلنے کی حالت میں بجتے تھے جیسا کہ مروجہ جھانجن میں دیکھا جاتا ہے علیہا سے مراد ہے انکے پاؤں میں جھانجن تھے کیونکہ یہ زیور پاؤں میں پہنا جاتا ہے۔
۵؎ یا اسطرح کہ ان کے اندر کے کنکر نکال دیئے جائیں یا اسطرح کہ انکے گھنگرو الگ کر دیئے جائیں یا اسطرح کہ خود جھانجن ہی توڑ دیئے جائیں غرضیکہ ایسی آواز نہ رہے ۶؎ فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو خصوصی طور پر مسلمانوں کے گھروں میں آتے جاتے رہتے ہیں یا وہاں ہی مقیم رہتے ہیں خصوصًا ان گھروں میں جہاں تلاوت قرآن کا ذکر خیر رہتا ہے۔ اجراس سے مراد مطلقًا بجنے والا زیور ہے خواہ بچوں کے پاؤں یا جانوروں کے گلے یا پاؤں میں ہو اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ دوسرے باجے حرام ہیں۔ بعض حالات میں جائز ہو جاتے ہیں۔ جیسے شادی نکاح پر اعلان کیلئے نوبت نقارہ اعلانات کیلئے مگر جھانجھ حرام لعینہ ہے کبھی حلال نہیں ہو سکتی ۷؎ حق یہ ہے کہ عبدالرحمن اور طرفہ دونوں تابعی ہیں مگر عرفجہ صحابی ہیں۔ کلاب کاف کے پیش سے جبلہ اور شام کے درمیان ایک گھاٹی کا نام ہے اور جبلہ و شام دونوں پہاڑوں کے نام ہیں۔ یہاں دو دفعہ جہاد ہوئے ہیں ایک میں

مِنْ ذَهَبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّحَلِّقَ حَبِيْبَهٗ
حَلْقَةً مِّنْ نَّارٍ فَلْيُحَلِّقْهُ حَلْقَةً مِّنْ ذَهَبٍ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّطَوِّقَ
حَبِيْبَهٗ طَوْقًا مِّنْ نَّارٍ فَلْيُطَوِّقْهُ طَوْقًا مِّنْ ذَهَبٍ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ
يُّسَوِّرَ حَبِيْبَهٗ سِوَارًا مِّنْ نَّارٍ فَلْيُسَوِّرْهُ سِوَارًا مِّنْ ذَهَبٍ وَلٰكِنْ
عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبُوْا بِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ
يَزِيْدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے پیارے کو آگ کا حلقہ پہنانا چاہے وہ اُسے سونے کی بالی پہنا دے[1] اور جو اپنے پیارے کو آگ کا طوق ڈالنا چاہے[2] وہ اُسے سونے کا طوق پہنا دے[3] اور جو چاہے کہ اپنے پیارے کو آگ کے کنگن پہنانا چاہے وہ اُسے سونے کے کنگن پہنائے[4] لیکن تم چاندی کو پکڑ لو اس سے کھیلو کودو[5] (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت سونے کا ہار پہنے گی،

کلاب اول اور کلاب ثانی کہا جاتا ہے[8] اسی حدیث کی بنا پر فقہا فرماتے ہیں کہ مرد کو سونے کی نک لگا لینا جائز ہے یونہی ہلتے دانت کو سونے کے تار سے باندھ لینا مباح ہے کہ سونے میں میل سے بدبو پیدا نہیں ہوتی ہم پہلے بحوالہ شامی عرض کرچکے ہیں کہ پچیس جگہ مرد کو سونے کا استعمال درست ہے[1] حبیب سے مراد پیارا بیٹا پوتا وغیرہ لڑکے ہیں کیونکہ لڑکیوں کے لیے سونے کے زیور جائز ہیں حلقہ میں بالی چھلا۔ انگوٹھی بلوق ہار نیکلس وغیرہ سب ہی شامل ہیں بلکہ اس میں چوڑی کنگن وغیرہ بھی داخل ہیں مگر یہاں گلے کے زیور مراد نہیں کیونکہ ان کا ذکر تو آگے آرہا ہے[2] طوق سے مراد گلے کا ہار گلوبند وغیرہ ہیں[3] لہذا اپنے پیارے کو سونے کا ہار نہ پہناؤ[4] خیال رہے کہ کسی کو سونے کے زیور پہنانے کا یہ عذاب جب ہے جبکہ پہننے والا اس سے راضی و خوش ہو۔ چھوٹے ناسمجھ بچوں کو اگر زیور پہنائے گئے تو اس کا عذاب پہنانے والوں کو ہوگا نہ کہ ان بچوں کو کہ وہ تو بالکل بے قصور ہیں۔ رب تعالیٰ بے قصوروں کو نہیں پکڑتا[5] اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں بھی سونا نہ پہنیں، صرف چاندی پہنیں تب یہ حدیث منسوخ ہے ان احادیث سے جن میں عورتوں کو سونا پہننے کی اجازت دی گئی ہے اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مرد صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہو تو یہ حدیث محکم ہے اسے بھی کھیل فرمانے سے اشارۃً بتایا کہ چاندی کی انگوٹھی بھی مرد کے لیے بہتر نہیں یہ بھی کھیل کود ہی ہے؛

تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِّنْ ذَهَبٍ قُلِّدَتْ فِیْ عُنُقِهَا مِثْلَهَا مِنَ النَّارِ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ وَاَیُّمَا امْرَاَةٍ جَعَلَتْ فِیْ اُذُنِهَا خُرْصًا مِّنْ ذَهَبٍ جَعَلَ اللّٰهُ
فِیْ اُذُنِهَا مِثْلَهٗ مِنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ
وَعَنْ اُخْتٍ لِّحُذَیْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا
مَعْشَرَ النِّسَآءِ اَمَا لَكُنَّ فِی الْفِضَّةِ مَا تُحَلَّیْنَ بِهٖ اَمَا اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْكُنَّ
امْرَاَةٌ تَحَلّٰى ذَهَبًا تُظْهِرُهٗ اِلَّا عُذِّبَتْ بِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ

اس کی گردن میں اسی طرح کا آگ کا ہار ڈالا جائے گا قیامت کے دن اور جو عورت اپنے کان میں سونے کی بالی ڈالے گی تو اللہ تعالٰے قیامت کے دن اس کے کان میں اسی طرح کی آگ کی بالی ڈالے گا[1] (ابوداؤد۔ نسائی) روایت ہے حضرت حذیفہ کی بہن سے[2] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت کیا تمہارے پاس چاندی نہیں ہے جس کے زیور پہنو[3] خیال رکھو کہ تم میں کوئی عورت نہیں جو سونے کا زیور پہنے جسے ظاہر کرے[4] مگر اس سے عذاب دی جائے گی[5] (ابوداؤد، نسائی)

[1] یہ حدیث یا تو منسوخ ہے۔ اسلام میں اولاً سونا پہننا عورتوں کو بھی ممنوع تھا یہ حدیث اس وقت کی ہے بعد میں اجازت دی گئی۔ یا اس سے وہ سونا مراد ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی۔ اگرچہ زکوٰۃ چاندی کے زیور پر بھی ہے مگر اکثر چاندی کا زیور نصاب کو نہیں پہنچتا۔ آدھ سیر سے زیادہ چاندی کون عورت پہن سکتی ہے۔ سونا تو ساڑھے سات تولہ ہو تب بھی زکوٰۃ لازم ہو جاتی ہے۔ اسلئے خصوصیت سے سونے کا ذکر فرمایا گیا خیال رہے کہ مذہب حنفی میں پہننے کے زیوروں پر زکوٰۃ فرض ہے۔ امام شافعی کے ہاں اس پر زکوٰۃ نہیں۔ اسلئے شوافع حضرات اس حدیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کرتے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں۔ اول تو اس لئے کہ عورتوں کو سونے کا زیور مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔ دوسرے اسلئے کہ مکروہ تنزیہی پر ایسی وعید نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس حدیث کی وہی توجیہیں قوی ہیں جو ہم نے عرض کیں [2] ان بہن صاحبہ کا نام اور حالات معلوم نہ ہو سکے۔ مگر وہ صحابیہ ہیں اسلئے یہ معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔ تمام صحابہ عادل ہیں [3] یعنی بے تکلف سونے کا زیور نہ پہنو کہ حیثیت نہ ہو مگر قرض ادھار یا تنگی برداشت کرکے سونا ہی پہنا جائے، چاندی کے زیور کو حقیر سمجھا جانے یہ نہ کرو۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے۔ اس احتمال کی تائید اگلا مضمون کر رہا ہے [4] اجنبی مردوں پر ظاہر کرے کہ اپنا حسن اور زیور دوسروں کو دکھائے۔ یا فخر و غرور کے لئے دکھلاوا کرے یا غریب عورتوں کو فخریہ دکھا کر انہیں دکھ پہنچائے۔ آخری دو معنی زیادہ مناسب ہیں۔ کیونکہ اجنبی مردوں کو چاندی کا زیور دکھانا بھی حرام ہے۔ عورتیں سونے کا زیور اپنی سہیلیوں کو فخریہ دکھایا کرتی ہیں۔ انہیں حقیر و ذلیل کرنے کے لئے وہ یہاں مراد ہے [5] اس فخر و اظہار پر عذاب پائے گی نہ کہ صرف زیور پہننے پر۔ لہٰذا حدیث محکم ہے منسوخ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْنَعُ اَهْلَ الْحِلْيَةِ وَالْحَرِيْرِ وَيَقُوْلُ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيْرَهَا فَلَا تَلْبَسُوْهَا فِى الدُّنْيَا رَوَاهُ النَّسَائِىُّ ؂ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا فَلَبِسَهٗ قَالَ شَغَلَنِىْ هٰذَا عَنْكُمْ مُنْذُ الْيَوْمِ اِلَيْهِ نَظْرَةٌ وَاِلَيْكُمْ نَظْرَةٌ ثُمَّ اَلْقَاهُ رَوَاهُ النَّسَائِىُّ ؂

تیسری فصل روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زیور اور ریشم والوں کو[۱] منع فرماتے تھے[۲] اور فرماتے تھے کہ اگر تم جنت کا زیور اور وہاں کا ریشم پسند کرتے ہو تو اُسے دنیا میں نہ پہنو[۳] (نسائی) ؂ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی[۴] پھر اُسے پہنا فرمایا کہ اس نے آج مجھ کو مشغول کردیا[۵] ایک نظر اس کی طرف رہی، ایک نظر تمہاری طرف[۶] پھر اُسے علیحدہ کردیا[۷] (نسائی) ؂

[۱] یعنی امیروں کو جو ہمیشہ ریشم اور سونے کے زیور پہن سکیں۔ [۲] ہمیشہ ریشم و زیور پہننے سے منع فرماتے تھے کہ نفس اچھے زیور پہننے کا عادی نہ ہوجائے۔ بلکہ چاہیئے کہ امیر آدمی بھی کبھی موٹا معمولی لباس پہن لیا کریں۔ یہ زہد کی تعلیم ہے (مرقات) [۳] اس مطلب بھی وہی ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ نہ پہنو یا یہ ممانعت استحباب کی ہے یعنی ریشم و زیور عورتوں کو نہ پہننا بہتر ہے۔ عورت کا اصلی زیور ایمان تقوٰی پاکدامنی عفت ہے۔ اس سے دائمی عزت ہے۔ امام بغوی نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی وہ حدیث ہے احل الذھب والحریر للاناث من امتی میں اپنی امت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال کرتا ہوں۔ واللہ اعلم [۴] چاندی کی انگوٹھی بنوائی یا سونے کی۔ اس کی تحقیق انشاء اللہ آگے بھی آوے گی [۵] یعنی آج یہ واقعہ ہوا کہ اس انگوٹھی نے مجھے اپنی طرف مائل اور متوجہ کرلیا جس کی وجہ سے تمہاری اور تمہارے حالات کی طرف توجہ پوری نہ رہی۔ یہ منذ پوری مدت کے معنی میں ہے۔ [۶] یہ اس توجہ کا بیان ہے۔ یعنی میں کبھی تو اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں اور کبھی تم کو۔ حالانکہ دل یہ چاہتا ہے کہ میں ہروقت تم کو ہی دیکھا کروں تمہاری ہی اصلاح کیا کروں۔ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت بڑی پیاری ہے اور اسکی اصلاح ہروقت مدنظر ہے حضور چاہتے ہیں کہ ہروقت امت پر نظر کرم رہے یہ ہے نظر کرم یار [۷] اس میں اختلاف ہے کہ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی یا سونے کی۔ ابوداؤد نے بروایت حضرت انس بیان فرمایا کہ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی۔ اس کے علیحدہ کردینے کے معنی یہ ہیں کہ اُسے مہر لگانے کیلئے رکھا تو اپنے پاس ہی مگر اُسے پہنا نہیں۔

وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ اَنَا اَكْرَهُ اَنْ يَلْبَسَ الْغِلْمَانُ شَيْئًا مِنَ الذَّهَبِ لِاَنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ فَاَنَا اَكْرَهُهٗ لِلرِّجَالِ الْكَبِيْرِ مِنْهُمْ وَالصَّغِيْرِ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا

روایت ہے حضرت مالک سے فرمایا کہ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ لڑکوں کو کچھ سونا پہنایا جائے ۱ کیونکہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ۲ تو میں اسے بڑے چھوٹے مردوں کے لیے ناپسند کرتا ہوں ۳ (موطا)

اور پہننے کی نفی بھی ہمیشگی کی ہے۔ یعنی ہمیشہ نہ پہنا، کبھی کبھی پہنا، مگر اپنے قبضہ میں رکھا ہمیشہ۔ باقی محدثین نے فرمایا کہ یہ انگوٹھی سونے کی تھی اور الگ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نہ اسے پہنا نہ اپنے پاس رکھا بلکہ اُسے تڑوا دیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی بغیر نقش کی جو زینت کے لئے پہنی گئی تھی۔ حضور انور نے اُسے الگ کردیا۔ پھر بعد میں نقش والی انگوٹھی مہر لگانے کے لئے پہنی بضرورت کی بنا پر نہ کہ زینت کے لئے۔ لہذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں فقہاء فرماتے ہیں کہ مرد کو بلاضرورت چاندی کی انگوٹھی بھی پہننا بہتر نہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ قاضی۔ بادشاہ۔ مفتی مہر لگانے کے لیے نقشی انگوٹھی پہنیں، جس کے نگینہ میں اپنا نام کندہ ہو۔

۱ یوں ہی چاندی بھی چھوٹے بچوں لڑکوں کو نہ پہنائی جائے، سوا سوا چار ماشہ کی انگوٹھی کے، خلاصہ یہ ہے کہ سونے چاندی کا زیور بالغ مردوں کی طرح نابالغ لڑکوں کو پہننا حرام ہے۔ مگر اس کا جرم پہنانے والے عزیزوں پر ہوگا کہ نابالغ بچے شرعی احکام کے مکلف نہیں۔ ۲ اور جب سونے کی انگوٹھی ہی مردوں کے لئے حرام ہے تو دوسرے زیور بدرجہ اولیٰ حرام ہیں ۳ یہ ہی مذہب ہے دوسرے اماموں کا بھی کہ سونے کا زیور نابالغ لڑکوں کو بھی نہ پہنایا جائے۔

بَابُ النِّعَالِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهَا قِبَالَانِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا يَقُوْلُ اِسْتَكْثِرُوْا مِنَ النِّعَالِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

باب جوتے کا بیان [1] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے [2] فرمایا انہوں نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنتے ہوئے وہ جوتے جن میں بال نہ تھے [3] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرمایا انہوں نے کہ بیشک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک میں دو فیتے تھے [4] (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرمایا انہوں نے میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوے میں جس غزوے میں خود شرکت فرمائی فرماتے سنا کہ زیادہ استعمال کرو جوتیوں کو کیونکہ مرد جب جوتیں پہنتا ہے سوار کی مثل رہتا ہے [5] (مسلم)

[1] نعل نون کے زبر سے ہر وہ چیز جو پیر کو مٹی سے بچائے اصطلاح میں ہر قسم کی جوتی کو نعال کہتے ہیں جوتی انسان کا زیور ہے۔ اسی لیے یہ لباس میں شامل ہے جوتی سنت انبیاء ہے اور حکم اسلامی ہے۔ جب حضرت آدم کو باہر دنیا عطا ہوا تو ان کے ہمراہ کھجور کے پتوں کا نعلین پاک بھی تھا بڑی کشتی یعنی بحری جہاز اور چمڑے کا جوتا حضرت نوح علیہ السلام کی ایجاد ہے [2] آپ صحابی ہیں آپ کا نام عبداللہ ہے فقہاء صحابہ میں سے ہیں عبادلہ ثلاثہ میں سے ایک ہیں [3] یعنی کھال اچھی طرح صاف کرکے سب بال اتار دیئے ہوں جس طرح ہمارے ملک میں رواج ہے اس طرح بہت خوبصورت جوتا بنتا ہے ایسا جوتا بھی زینت انسانی میں شامل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرد کو زینت کرنی جائز ہے جبکہ اس میں شرعی ممانعت نہ ہو نہ اس میں کفر سے مشابہت ہو نہ عورتوں سے [4] یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جوتی پاک شل چپل کے تھی اور اس کے دو فیتے چمڑے کے تھے آپ کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان سے ہو کر پنجے مبارک کے دائیں بائیں جڑے ہوئے تھے جس طرح نقشہ نعلین پاک میں ہے وہ شکل نہیں بلکہ جس طرح آجکل بیچ کی چپل بناتے ہیں نقشہ پاک والی چپل نبی کریم نے پہنی ہے مگر یہ چپل کبھی کبھی [5] یعنی چلنے کی مشقت سے بچ جاتا ہے جس طرح سوار دھول بغیرا ور کانٹے سے بچ جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِالْيُمْنٰى وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَاْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْشِيْ اَحَدُكُمْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيُحْفِهِمَا اَوْ لِيَنْعَلْهُمَا جَمِيْعًا مُتَّفَقٌ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو داہنے سے شروع کرے[1] اور جب اتارے تو بائیں سے شروع کرے تاکہ داہنا پاؤں میں پہلے پہنا جاوے اور آخر میں اتارا جاوے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے یا تو دونوں پاؤں ننگے کرے یا دونوں میں جوتے پہن لے[2] (مسلم بخاری)

[1] یہ حکم استحبابی ہے اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا و اعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور ادنیٰ اور گھٹیا کام بائیں طرف سے مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بایاں پاؤں پیچھے جب نکلے تو اسکے برعکس کرے کہ بایاں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ جاتے وقت بایاں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا اگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس جوتا پہننا اعلیٰ کام ہے اور اتارنا ادنیٰ کام اسلئے یہ حکم دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے بلکہ اتارنا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے اولاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں[2] اسلام میں داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اسلئے یہ حکم ہے۔ اگر احتیاج ہو وضو میں داہنے ہاتھ پاؤں پہلے دھوئے جاویں بائیں بعد میں یہ ترتیب بہت جگہ ہے[3] یہ ممانعت کراہتہ تنزیہی کی ہے اسی حکم میں ہے اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لٹکتی رکھنا ممنوع ہے یہاں مرقاۃ میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتا پہن کر چلتا ہے نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصاً جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتا شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف یا باہر سڑک کا یا وہ حکم بیان جواز کے لیئے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لیئے یا وہ اتفاقاً نادر تھا یہ ممانعت ہمیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِهِ فَلَا يَمْشِ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتّٰى يُصْلِحَ شِسْعَهٗ وَلَا يَمْشِ فِيْ خُفٍّ وَاحِدٍ وَلَا يَأْكُلْ بِشِمَالِهٖ وَلَا يَحْتَبِيْ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا يَلْتَحِفُ الصَّمَّاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جاوے تو ایک جوتہ میں نہ چلے حتی کہ اس کا تسمہ درست کرلے ؎۱ اور نہ ایک موزے میں چلے اور نہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے ؎۲ اور نہ ایک کپڑے میں بیٹھے ؎۳ اور نہ سخت طریقہ سے کپڑا لپیٹے ؎۴ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے کہ رسول اللہ

؎۱ یا وہاں ہی بیٹھ کر درست کرلے یا گھر تک دونوں پاؤں سے ننگے جاوے اور وہاں درست کرکے پہنو مقصد یہ ہے کہ ضرورت پڑجانے پر بھی ایک جوتہ پہن کر نہ چلو چہ جائیکہ بلاضرورت اس کی عادت ڈال لینا یہ تو بہت ہی بُرا ہے۔

؎۲ عربی میں خف چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں جس پر مسح ہوسکے اور جورب سوتی اونی ریشمی موزے کو کہا جاتا ہے۔ جو قابل مسح نہیں اہل عرب کبھی چمڑے کے موزے کو جوتہ کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ صرف ایک موزہ پہن کر دوسرا پاؤں کھلا رہے ممنوع ہے۔ خواہ موزہ چمڑے کا ہو یا سوتی اونی۔

؎۳ کیونکہ داہنا ہاتھ افضل ہے اور کھانا اعلیٰ کام ہے تو اعلیٰ کام افضل ہاتھ سے کرنا بہتر ہے عرب میں مالدار سردار لوگ اظہار فخر کے لیے بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اور غربا، مساکین داہنے ہاتھ سے اسلام نے سب کے لیئے داہنا ہاتھ معین فرمایا کہ اس سے کھایا پیا جاوے۔

؎۴ ایک کپڑے میں لپٹنا اس وقت ممنوع ہے جب کہ اس سے شرمگاہ کھل جاتی ہو اگر شرمگاہ ڈھکی رہے تو مضائقہ نہیں ؎۵ اس کی شرح پہلے گزر گئی کہ اس طرح کپڑا اپنے جسم پر لپیٹنا کہ ہاتھ بالکل بندھ جاویں

بے تکلف کھل سکیں یہ ممنوع ہے

ورنہ ممنوع

نہیں

اللہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّی شِرَاکُھُمَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ
یَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ
مَاجَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ
رُبَّمَا مَشَی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَۃٍ وَّفِیْ

صلے اللہ علیہ وسلم کے جوتہ شریف کے دو تسمے تھے جو دو تسموں سے بٹے ہوئے تھے لہ (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے کھڑے جوتہ پہنے ؎۲ (ابوداؤد اور ترمذی و ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی۔ روایت ہے قاسم ابن محمد سے ؎۳ وہ حضرت عائشہ سے راوی فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بہت دفعہ ایک جوتہ میں چلے ؎۴ اور ایک روایت

؎۱ قبال اور شراک دونوں کے معنی ہیں تسمہ مگر شراک اکہرے تسمہ کو کہتے ہیں قبال بٹے ہوئے کو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جوتہ شریف میں دو تسمہ ہوتے تھے ہر تسمہ بٹا ہوا اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کے نعلین پاک کا حال تھا ایک تسمہ کا جوتا سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے پہنا بیان جواز کے لیے اب مروجہ جوتوں میں تسموں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس زمانہ میں چپل کا رواج عام تھا۔ وہ بھی تسمہ والی ؎۲ یہ ممانعت ان جوتوں میں ہے جن کے پہننے میں ہاتھ لگانا پڑتا ہے۔ جیسے آج کل فل بوٹ تسمے والے یا چمڑے کے موزے کہ انہیں کھڑے کھڑے پہنے ان کے تسمے باندھنے میں گر جانے کا اندیشہ ہے عام معمولی جوتے جو بہ آسانی بغیر ہاتھ لگائے پہن لیے جاتے ہیں وہ کھڑے کھڑے پہننا بالکل جائز ہے جیسے دیسی اور گرگابی جوتے (مرقات و لمعات و اشعۃ اللمعات) ؎۳ آپ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے ہیں تابعی ہیں۔ حجۃ الوداع میں مقام ذوالحلیفہ پیدا ہوئے بڑے فقیہ عالم اور بڑے قاری تھے۔ (مرقات۔ اشعہ) ؎۴ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کے معنی وہ ہی ہیں جو پہلے عرض کیے گئے کہ حضور انور گھر کے صحن میں ایک دو قدم اس طرح چلے مثلاً دونوں جوتے شریف دور دور پڑے تھے ایک پاؤں مبارک میں جوتہ پہن لیا پھر وہ ایک قدم چل کر دوسرے جوتہ تک پہنچے اور وہ پہن لیا اور ممانعت کی احادیث میں باہر سڑک پر اس طرح چلنے کی ممانعت ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں یا وہ احادیث اس حدیث کی ناسخ ہیں یا یہ حدیث بیان جواز کے لیے ہے گذشتہ ممانعت کی حدیث بیان استحباب کے لیے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض ایسے کام کرنا جو امت کے لیے مکروہ یا ممنوع ہیں ۲ بیان جواز کے لیے ہوتا ہے

رِوَايَةٍ اَنَّهَا مَشَتْ بِنَعْلٍ وَاحِدَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ ؎ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ اَنْ يَّخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؎ وَعَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ ؎ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ

روایت میں ہے کہ خود آپ ایک جوتہ میں چلیں (ترمذی) اور فرمایا یہ زیادہ صحیح ہے لہ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا یہ بات سنت سے ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو اپنے جوتے اتار دے انہیں اپنی برابر رکھ لے ٹہ (ابوداؤد) روایت ہے ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے راوی کہ نجاشی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو سیاہ سادہ موزے ہدیۃً بھیجے حضور نے انہیں پہنا ؎ (ابن ماجہ اور ترمذی نے

یہ عمل آپ کے لیے ممنوع نہیں بلکہ آپ کو اس پر بھی ثواب ملے گا کیونکہ یہ عملی تبلیغ ہے جیسا کہ حضور انور کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لیے تھا ہمارے واسطے مکروہ ہے۔ حضور نے یہ عمل تبلیغ مسئلہ کے لیے کیا (اشعۃ اللمعات)

سلہ یعنی ترمذی نے حدیث مرفوع و موقوف دونوں کی روایت کی مگر حدیث موقوف کو اسناداً صحیح تر کہا کہ یہ عمل حضرت عائشہ صدیقہ کا ہے۔ سلہ یعنی مجلس میں نہ تو جوتے پہن کر بیٹھے کہ یہ بدتمیزی ہے اور نہ جوتے اپنے آگے رکھے کہ یہ قبلۂ معظم کی بے ادبی ہے نہ اپنی داہنی طرف رکھے کہ داہنا حصہ عظمت والا ہے نہ پیچھے کہ اس میں جوتہ چوری ہو جانے کا خطرہ ہے لہذا اپنی بائیں طرف رکھے (مرقات و لمعات) اب تو فیشن پرست مسلمان مع جوتہ فرش پر بیٹھ کر روٹی کھاتے ہیں سلہ بعض نسخوں میں ابو بریدہ ہے مگر غلط ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ ابو بریدہ کنیت ہے۔ عبداللہ ابن بریدہ کی بریدہ ابن خصیب اسلمی صحابی ہیں۔ عبداللہ ابن بریدہ مرو کے حاکم تھے سلیمان ابن بریدہ کے بھائی ہیں دونوں بھائی ثقہ ہیں مگر حضرت عبداللہ بہت شاندار ہیں (اشعۃ اللمعات)۔

سلہ اصحمہ یعنی نجاشی جو شاہ حبشہ تھے پہلے عیسائی تھے پھر حضرت عبداللہ ابن جعفر وغیرہم صحابہ کرام کی تبلیغ پر مسلمان ہوئے انہوں نے خالص سیاہ رنگ کے چمڑے کے موزے حضور انور کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجے حضور نے پہنے بعض علماء فرماتے ہیں کہ موزے سیاہ رنگ کے بہتر ہیں اور جوتے پیلے رنگ کے افضل بہتر یہ ہے کہ موزے سادہ ہوں ان پر دھاگے وغیرہ کے نقش و نگار نہ ہوں ؎

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ۞ بَابُ التَّرَجُّلِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُرَجِّلُ رَاْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ

ابن بریدہ عن ابیہ سے یہ زیادتی کی کہ پھر حضور نے وضو کیا اور ان پر مسح کیا [1] کنگھی کرنے کا بیان [2] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر پہ کنگھی کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی [3] (مسلم بخاری) روایت ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں [4]

[1] یہاں مرقات نے فرمایا کہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور قمیص پاجامہ چادر اور موزوں کا جوڑا بھیجا خط میں لکھا تھا کہ میں نے آپ کا نکاح بی بی ام حبیبہ سے کر دیا ہے آپ کی قوم سے ہیں میرے ملک میں ہیں حضور قبول فرمائیں اور یہ حقیر سے ہدایا تحفے ہیں منظور کریں سرکار نے منظور فرمائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا جوتے اگرچہ کفار نے بنائے ہوں بغیر تحقیق کئے پہنے جا سکتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہ پاک ہونگے بلا وجہ ناپاک نہ سمجھو مرقات معلوم ہوا کہ حضور انور نے پاجامہ کا ہدیہ قبول کیا ہے مگر پہننا ثابت نہیں۔

[2] جس کے سر پہ بال ہوں وہ انھیں پریشان نہ رکھے ان میں کنگھی وغیرہ کرتا رہے اس باب میں کنگھی کے علاوہ اور چیزوں کا ذکر بھی ہوگا۔ جیسے خضاب وغیرہ۔

[3] جب حضور انور اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک گھر کی کھڑکی میں داخل فرما دیتے تھے۔ ام المؤمنین حضور کا سر دھو بھی دیتی تھیں تیل کنگھی بھی کر دیتی تھیں معلوم ہوا کہ بحالت حیض عورت کا جسم پاک ہوتا ہے۔ وہ ناپاکی حکمی ہے اور بحالت اعتکاف اپنے بعض اعضاء مسجد سے باہر نکال دینا جائز ہے [4] سنت قدیمہ جو گذشتہ انبیاء کرام کا بھی طریقہ رہا ہو اسے فطرت کہتے ہیں گویا وہ انسان کی پیدائشی عادت ہے یہاں پانچ کا ذکر حد کے لئے نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی سنتیں انبیاء ہیں جو دوسری احادیث میں مذکور ہیں

اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ختنہ کرنا[۱] استرہ لینا[۲] مونچھیں کاٹنا[۳] ناخن تراشنا[۴] اور بغل کے بال اکھیڑنا[۵] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

[۱] ختنہ امام اعظم کے ہاں سنت ہے امام شافعی کے ہاں فرض (مرقات) سات سال کی عمر تک ختنہ کر دینا چاہئے نومسلم جوان آدمی کا نکاح ایسی عورت سے کردیا جاوے جو ختنہ کرنا جانتی ہو پھر ختنہ کے بعد چاہئے تو طلاق دیدے جو بچہ ختنہ شدہ پیدا ہو اس کے ختنہ کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ چودہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے حضرت آدم۔شیث۔نوح۔صالح۔شعیب۔یوسف۔موسٰی۔زکریا۔سلیمان۔عیسٰی۔حنظلہ ابن صفوان جو اصحاب رس کے نبی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضرات ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے عورتوں کا ختنہ ہمارے ہاں کروہ ہے

[۲] یعنی ناف کے نیچے اور پاخانہ کے مقام کے بال استرہ سے صاف کرنا سنت ہے مرد کے لیئے اور کسی دوا سے صاف کردینا مرد کے لیئے خلاف سنت ہے قینچی سے یہ بال کاٹ دینا مرد و عورت دونوں کے لیئے خلاف سنت ہے بحالت جنابت کوئی بال کاٹنا مونڈھنا بہتر نہیں (مرقات)

[۳] اوپری ہونٹ کے بالوں کو مونچھ کہا جاتا ہے یہ اتنے کاٹے جاویں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ خوب کھل جاوے پانی پیتے وقت یہ بال پانی میں نہ ڈوب سکیں مونچھیں مونڈنا یا بہت زیادہ پست کر دینا خلاف سنت ہے۔محیط میں ہے کہ مردوں کو سر منڈانا عام حالات میں اچھا نہیں احرام کھولتے وقت سنت ہے حلق کے بال نہ منڈائے بھویں اور چہرے کے کچھ بال الگ کردینا جائز ہے جبکہ ہجڑوں سے تشبہ نہ ہو۔سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈھنا یا کترنا مستحب نہیں (مرقات)

[۴] اس طرح ناخن تراشے کہ ہاتھوں کے پہلے پاؤں کے بعد میں داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی شروع کرے چھنگلی تک کاٹ دے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرے انگوٹھے تک کاٹ دے پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کاٹ دے جو کوئی جمعرات کے دن ناخن تراشا کرے انشاء اللہ فقیر نہ ہوگا حجامت جمعرات کو چاہئیے اور غسل تبدیلی لباس خوشبو جمعہ کو افضل ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے جسم پر ناخن کا لباس تھا جنت سے باہر آ کر یہ کپڑوں کا لباس عطا ہوا آپ کا جسم ساٹھ ہاتھ تھا (مرقات)

[۵] بغل کے بال اکھیڑنا سنت ہے منڈانا جائز امام شافعی منڈایا کرتے تھے ناک کے بال اکھیڑنا ممنوع ہے اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (مرقات)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللِّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ وُقِّتَ لَنَا فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَّا نَتْرُكَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ

علیہ وسلم نے کہ مخالفت کرو مشرکین کی [1] داڑھی بڑھاؤ [2] اور مونچھیں پست کراؤ اور ایک روایت یہ ہے کہ مونچھیں نیچی کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ [3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے مونچھیں کاٹنے اور ناخن کترنے اور بغل اوکھیڑنے اور زیر ناف کے بال مونڈھنے کے متعلق وقت یہ مقرر کیا گیا کہ ہم چالیس شب

[1] مشرکین سے مراد کفار ہیں خواہ بت پرست ہوں یا اہل کتاب مخالفت سے مراد شکل، لباس وضع قطع سب میں مخالفت ہو سکتی ہے مگر یہاں شکل میں مخالفت مراد ہے جیسا کہ اگلی تفسیر سے ظاہر ہے یہ امر وجوب کے لئے ہے کہ مسلمان کو کفار کی سی شکل بنانا حرام ہے۔

[2] اوفروا بنا ہے وفر سے بمعنی بڑھانا زیادہ کرنا لحی جمع ہے لحیۃ کی بمعنی داڑھی رخسار اور ٹھوڑی پر جو بال ہیں انھیں لحیہ یعنی داڑھی کہا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ داڑھی کو ہاتھ نہ لگاؤ اسے بڑھنے دو اس بڑھنے کی حد دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کی لمبائی چوڑائی سے کچھ کترتے تھے اسے حضرت عبداللہ ابن عمر کے فعل شریف نے واضح کیا کہ آپ چار انگلی یعنی مٹھی بھر سے زیادہ کو کٹوا دیتے تھے دیکھو بخاری کتاب الحج اور شامی وغیرہ اگر عورت کے داڑھی نکل آوے تو اس کا اکھیڑ دینا ضروری ہے کہ وہ داڑھی نہیں ہے بلکہ بیماری ہے داڑھی مشت سے کم کرنا بھی منع ہے اور اس سے زیادہ کرنا بھی منع اور ہر دو کے پیچھے نماز مکروہ (مرقات وشامی)

[3] احفاء اور اعفاء دونوں کے معنی ہیں بڑھانا کفار کی مخالفت کو حضور انور نے مقرر فرمادیا کہ داڑھی بڑھاؤ ان کی مخالفت کرو اگر کسی جگہ کے کفار داڑھی رکھاتے ہوں، جیسے ہمارے ہاں کے سکھ تو ان کی مخالفت میں داڑھی مونڈنا حرام ہے کہ مخالفت کو حضور نے مقرر فرمادیا یہ بھی خیال رہے کہ ایک مشت داڑھی قرآن مجید سے بھی ثابت ہے حضرت ہارون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ لاتاخذ بلحیتی میری داڑھی نہ پکڑو معلوم ہوا کہ آپ کی داڑھی اتنی تھی کہ پکڑنے میں آجائے وہ مٹھی بھر ہی ہے انبیاء کرام کے متعلق احادیث میں ہے کہ وہ کث اللحیۃ یعنی بھری داڑھی والے تھے بھری داڑھی مشت سے کم نہیں ہو سکتی لہذا فرنچ یا خشخشی یا مشت سے کم داڑھی رکھنا حرام ہے کہ یہ منڈانے کے حکم میں ہے اس کی بحث شامی کتاب الصوم میں دیکھو۔

بَلْهَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا يَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَ رَاْسُهٗ وَلِحْيَتُهٗ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَیْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

سے زیادہ نہ چھوڑیں [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ یہود اور عیسائی نہیں رنگتے تو تم ان کی مخالفت کرو [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ فرماتے ہیں کہ ابوقحافہ فتح مکہ کے دن لائے گئے [3] حالانکہ ان کا سر اور داڑھی سفیدی میں ثغامہ کی طرح تھی [4] تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کسی چیز سے بدل دو اور سیاہی سے بچو [5] (مسلم)

[1] یعنی چالیس سے زیادہ دیر لگانا ممنوع ہے سنت یہ ہے کہ مونچھیں و ناخن ہر جمعہ کو کاٹے زیر ناف کے بال بیس دن میں لے لہذا ہفتہ افضل ہے پندرہ دن درمیانہ ہے چالیس دن انتہائی مدت۔ دراز ناخن سے روزی گھٹتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو جمعہ کے دن ناخن تراشے تو انشاء اللہ دس دن تک بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔ مرقات) [2] لہذا اپنے سر کے بال اور داڑھیاں جب سفید ہو جاویں تو مہندی سے خضاب لگا لیا کرو یہ حکم استحبابی ہے مہندی سے خضاب کرتے رہنا بہتر ہے [3] ابوقحافہ کا نام عثمان ابن عامر ہے قرشی ہیں فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور خلافت فاروقی تک زندہ رہے ننانوے سال عمر پائی ۱۴ھ چودہ میں وفات ہوئی حضرت ابوبکر صدیق کے والد ہیں آپ سے کچھ احادیث حضرت ابوبکر صدیق اور اسماء بنت ابوبکر نے روایت کیں (مرقات) جب آپ کو حضور کی خدمت اقدس میں لایا گیا تاکہ ایمان قبول کریں تو حضور انور نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ابوقحافہ کو یہاں آنے کی تکلیف کیوں دی ہم خود ان کے پاس جا کر انہیں مسلمان کرتے (اشعہ) [4] ثغامہ ایک گھاس کا نام ہے جو بہت سفید ہوتی ہے برف کی طرح فارسی میں اسے درمنہ سفید کہتے ہیں یعنی حضرت ابوقحافہ کے سر و داڑھی کے بال ایسے سفید تھے جیسے ثغامہ گھاس حضرت ابوبکر صدیق انہیں اٹھا کر حضور کی خدمت میں لائے تھے۔ (مرقات) [5] یعنی ان سر اور داڑھی میں سیاہی کے سوا کسی رنگ کا خضاب کرو چنانچہ مہندی سے سرخ خضاب کر دیا گیا۔ حق یہ ہے کہ سیاہ خضاب مرد و عورت دونوں کے لیئے ممنوع ہے۔ حضرت عثمان غنی و امام حسن و حسین نے سیاہ خضاب لگایا ہے مگر زینت کے لیئے نہیں بلکہ غزوات میں کفار پر رعب ام

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتٰبِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكِيْنَ يَفْرِقُوْنَ رُؤُسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهٗ ثُمَّ فَرَّقَ بَعْدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کاموں میں جس میں خاص حکم نہ دیا گیا ہو اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے ہیں ۱؎ اور اہل کتاب اپنے بالوں کو کھلے رکھتے تھے ۲؎ اور مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی کے بال کھلے چھوڑے ۳؎ پھر بعد میں مانگ نکالی ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے راوی فرماتے ہیں میں نے نبی صلے

ظاہری کرنے کے لیئے کہ وہ لوگ آپ کو بوڑھا نہ سمجھ سکیں اور آپ پر دلیر نہ ہو جائیں اب بھی بحالت جہاد غازی کو سیاہ خضاب درست ہے (مرقات) حضور انور نے داڑھی شریف میں کبھی خضاب نہ کیا۔ کہ حضور کے بال خضاب کی حد تک سفید نہ ہوئے صرف چند بال شریف سفید تھے۔ چند بار سر شریف میں مہندی لگائی تھی دردسر کی وجہ سے (مرقات) حضرت ابوبکر صدیق نے مہندی اور وسمہ کا خضاب کیا ہے مگر وسمہ اتنا ہوتا تھا۔ جس سے سیاہ رنگت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ پختہ سرخ رنگ ہوتا تھا۔ اسی طرح اور صحابہ سے بھی خضاب منقول ہے (اشعہ)

۱؎ موافقت اور مشابہت میں بڑا فرق ہے کفار سے مشابہت بہرحال حرام ہے موافقت جائز ہے مگر جائز چیزوں میں مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے حضور انور کو منع نہیں فرمایا گیا ان میں ایسے کام اختیار فرماتے تھے جو مشرکین کے مخالف ہوں اہل کتاب کے موافق ۲؎ یعنی سر کے بالوں میں مانگ نہ نکالتے تھے یوں ہی کھلے ہوئے چھوڑ دیتے تھے ۳؎ پیشانی سے مراد سر ہے بعض روایات میں راسہ ہے یعنی حضور انور نے مانگ نہ نکالی بلکہ بال شریف کھلے رکھے ۴؎ کیونکہ جبریل امین نے حضور انور سے یہ ہی عرض کیا کہ مانگ نکالا کریں چنانچہ اب مسلمانوں کو یہ ہی سنت ہے۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الْقَزَعِ قِيْلَ لِنَافِعٍ مَا الْقَزَعُ قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَاْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ الْبَعْضُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمُ التَّفْسِيْرَ بِالْحَدِيْثِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَاْسِهٖ وَتُرِكَ بَعْضُهٗ فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ اِحْلِقُوْا كُلَّهٗ اَوِ اتْرُكُوْا كُلَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ

اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ قزع سے منع فرماتے تھے [1] نافع سے کہا گیا کہ قزع کیا ہے فرمایا کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا جاوے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جاوے [2] (مسلم،بخاری) اور بعض محدثین نے اس تفسیر کو حدیث سے ملایا ہے [3] روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا گیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا تو انہیں اس سے منع فرمایا اور فرمایا یا کل سر مونڈ دو یا کل چھوڑ دو [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ

[1] قزع قاف کے فتحہ سے بمعنی بادل کے ٹکڑے اب اصطلاح میں سر کا بعض حصہ منڈوانے یا کترانے اور بعض رکھنے کو قزع کہتے ہیں اسے بادل کے ٹکڑوں سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ ممانعت بچوں بڑوں سب کے لیے ہے مجبوری کے حالات اس سے علیحدہ ہیں جیسے کبھی سرسام میں بیمار کا تالو کھول دیا جاتا ہے یعنی صرف بیچ کھوپڑی کے بال مونڈ دیئے جاتے ہیں ویسے بلا ضرورت ممنوع ہے کہ کراہتہ تنزیہی ہے انگریزی حجامت بھی قزع ہے [2] بچوں کا ذکر اتفاقًا ہے کہ عرب میں بچوں ہی کی حجامت اس طرح کی جاتی ہے ورنہ یہ ممانعت چھوٹے بڑوں سب کے لیئے ہے [3] یعنی اس روایت میں اس طرح مروی ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ تفسیر ارشاد فرمائی [4] خیال رہے کہ کل سر منڈانا جائز ہے مگر بہتر نہیں سوا احرام سے کھلنے کیوقت کہ وہاں سر منڈانا بہتر ہے باقی حالات میں منڈانا بہتر نہیں کہ سوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی نے سر نہ منڈایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرقات) حضرت علی کے سر منڈانے کی حکمت شروع کتاب میں عرض کی گئی اس زمانہ میں تو سر منڈانا بہت ہی برا ہے کہ وہابیوں کی علامت ہے حضور نے وہابیوں کے متعلق ارشاد فرمایا سیماھم التحلیق ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگریزی بال رکھنا۔ یا قلمیں بنوانا سب ممنوع ہے کہ اس میں قزع ہے ؛

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ
الْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث مردوں پر[1] اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت کی[2] اور فرمایا کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دو[3] (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کی ہم شکل بنیں اور

[1] مخنث بنا ہے خنث سے بمعنی نرمی یا پیچیدگی مخنث وہ لوگ جو ہوں تو مرد مگر ان کی آواز وضع قطع عورتوں کی سی ہو مخنث دو قسم کے ہیں ایک پیدائشی دوسرے بناوٹی یہاں بناوٹی مخنثوں کا ذکر ہے انہیں پر لعنت ہے کہ پیدائشی مخنث تو مجبور ہے معلوم ہوا کہ مرد کا عورتوں کی طرح لباس پہننا ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا عورتوں کی طرح بولنا ان کی حرکات وسکنات اختیار کرنا سب حرام ہے کہ اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے اس پر لعنت آگئی بلکہ داڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے کہ اس میں بھی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کے سے لمبے بال رکھنا ان میں مانگ چوٹی کرنا حرام ہے کہ ان سب میں عورتوں سے مشابہت ہے عورتوں کی طرح تالیاں بجانا مٹکنا کوے بلانا سب حرام ہے اسی وجہ سے۔

[2] یعنی عورتوں کا مردوں کی سی شکل بنانا ان کا لباس پہننا ان کی طرح بے پردہ پھرنا حرام ہے لہذا عورتیں عمامہ نہ باندھیں کرتے پائجامہ میں فرق کریں حتی کہ جوتہ بھی مردوں سے ممتاز رکھیں اس کی بھی بہت تفصیل ہے حتی کہ عورتیں بادشاہ یا حاکم نہ بنیں کہ یہ کام مردوں کے ہیں

[3] یعنی مخنث کو اپنے گھروں میں نہ آنے دو تمہاری عورتیں ان سے پردہ کریں کہ یہ بڑے بدمعاش ہوتے ہیں پردہ نشین عورتوں کا ذکر غیر مردوں سے کرتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ مخنث اور مردوں کی ہم شکل بننے والی عورتیں دونوں کو گھروں سے نکال دو اپنی عورتوں کو ان سے پردہ کراؤ کہ ایسی عورتیں آوارہ ہیں ان سے پردہ واجب (اشعہ) فقہاء فرماتے ہیں کہ آوارہ عورتوں سے شریف عورتوں کا اسی طرح پردہ کرنا فرض ہے جیسے مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے کہ آوارہ عورتیں مردوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ ایسی آوارہ عورتوں نے شریفوں کے بہت گھر اجاڑ دیئے۔

الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ

ان عورتوں پر جو مردوں کی ہم شکل بنیں لے (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا اللہ لعنت کرے بال ملانے والی اور ملوانے والی پر اور گودنے والی اور گدوانے والی پر لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ لعنت کرے اللہ گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اور بال اکھیڑنے والیوں پر لے اور حسن کے لئے کھڑکیاں کرانے والیوں پر لے جو اللہ کی خلقت

لے معلوم ہوا کہ یہ حرکت گناہ کبیرہ ہے۔ گناہ صغیرہ بھی اگر ہمیشہ کیا جاوے تو کبیرہ بن جاتا ہے۔

لے ان دونوں چیزوں کی شرح پہلے گذر گئی واصلہ وہ عورت جو اپنے سر کے بالوں میں دوسری عورت کے بال ملا کر دراز کرے مستوصلہ وہ عورت جو دوسری کے سر میں یہ بال جوڑے یا جو اپنے سر کے بال کاٹ کر اسے دے ملانے کے لیئے یہ دونوں کام حرام ہیں جن پر لعنت فرمائی گئی۔ واشمہ وہ عورت جو سوئی وغیرہ کے ذریعہ اپنے اعضاء میں سرمہ یا نیل گود دالے جیسا کہ ہندو عورتیں بعض ہندو مرد کرتے ہیں مستوشمہ وہ جو دوسری عورت کے گودے دونوں پر لعنت فرمائی حرام کام فاعل و مفعول دونوں کی لعنت کا باعث ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اگر بالوں میں دھاگہ لگا کر انہیں دراز کر لیا جاوے تو جائز ہے جسے موباف کہتے ہیں۔ (مرقات) لے یہ لفظ بنا ہے نماص سے نماص بال اکھیڑنے کے آلہ کو کہتے ہیں جسے پنجاب میں موچنا کہا جاتا ہے یہاں چہرے کا رونگٹا اکھیڑنا مراد ہے یہ حرام ہے ورنہ اگر عورت کے ڈاڑھی یا مونچھیں نکل آویں تو انہیں ضرور اکھیڑ دے (مرقات)

لے متفلجات بنا ہے فلج سے فلج اس کھڑکی یا کشادگی کو کہتے ہیں جو دو دانتوں کے درمیان ہوتی ہے بعض عورتیں ریتی کے ذریعہ اپنے دانت پتلے کرا کر درمیان میں جھریاں کرا لیتی ہیں اسے اپنے لیئے حسن و خوبصورتی تصور کرتی ہیں یہ حرام ہے اس سے دانت بھی خراب ہو جاتے ہیں پھر ٹھنڈا پانی گرم چاء یا دودھ نہیں پی سکتیں دانتوں میں لگتا ہے۔

فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُّ فِيهِ مَا تَقُولُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِّيهِ أَمَا قَرَأْتِ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا

کو بدلنے والیاں ہیں ۱؎ تو ایک عورت آپ کے پاس آئی بولی کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ تم نے فلاں فلاں پر لعنت کی ہے ۲؎ فرمایا میں کیوں لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور اس پر جو اللہ کی کتاب میں ہے ۳؎ وہ بولی کہ میں نے تو دو تختیوں کے درمیان میں پڑھا ہے جو تم کہتے ہو وہ میں نے اس میں نہ پائی ۴؎ فرمایا اگر تم نے اسے پڑھا ہوتا تو تم اسے پالیتیں ۵؎ کیا تم نے نہ پڑھا کہ جو تم کو رسول دیں اسے لے اور جس سے

۱؎ للحسن کا تعلق یا تو صرف متفلجات سے ہے یا واشمات اور متنمصات اور متفلجات تینوں سے ہے یعنی جو عورتیں یہ تینوں کام خوبصورتی کے لیے کریں وہ لعنتی ہیں جو مجبورًا کسی مرض کی وجہ سے کریں انہیں معافی ہے:
۲؎ خیال رہے کہ تبدیلی خلق اللہ دو طرح کی ہے ایک شرعًا جائز دوسری حرام چنانچہ ختنہ کرنا ناخن کٹوانا مونچھیں ترشوانا حجامت کرانا ان میں بھی تبدیلی خلق اللہ تو ہے مگر اس کا حکم ہے۔ اور یہ مذکورہ چیزیں دانت پتلے کرانا وغیرہ تبدیلی خلق اللہ ہے مگر حرام یہاں حرام تبدیلی مراد ہے یعنی چونکہ اس حرکت میں حرام تبدیلی ہے لہذا یہ ممنوع ہے (اشعۃ اللمعات)
۳؎ یعنی کسی مسلمان پر لعنت جائز نہیں تو تم نے ان مسلمان عورتوں پر لعنت کیوں کی تم نے صحابی رسول ہو کر ایسی جرأت کس بنا پر کی ۴؎ یعنی میں نے خود اپنی طرف سے ان پر لعنت نہیں کی بلکہ اللہ رسول نے لعنت کی ہے میں تو ان لعنتوں کا ناقل ہوں لعنت رسول تو میں نے خود سنی ہے لعنت اللہ قرآن مجید سے معلوم کی ہے لہذا میری یہ لعنت برحق ہے لہذا یہ حدیث مرفوع ہوگئی ۵؎ یعنی اس کے متعلق حدیث حدیث تو ہوگئی جو میں نے نہ سنی ہو آپ نے سنی ہو کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت زیادہ حاضر رہتے تھے مگر قرآن کریم تو مقرر و معین ہے میں اسے دن رات پڑھتی ہوں میں نے کسی آیت میں ان عورتوں اور ان پر لعنت کا ذکر نہ دیکھا میں اس میں آپ کو سچا کیسے مان لوں لوحین سے مراد قرآن مجید کی جلد کے دو گتے ہیں جن کے بیچ میں قرآن مجید ہوتا ہے مراد ہے سارا قرآن مجید ۶؎ مطلب یہ ہے کہ

نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا قَالَتْ بَلَى قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ نَهَى عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۰ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَيْنُ حَقٌّ وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ

تم کو رسول منع کریں اس سے باز رہو وہ بولیں ہاں فرمایا کہ حضور نے اس سے منع فرمایا ہے لہ (مسلم بخاری) ؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نظر حق ہے ؎ اور گودنے سے منع فرمایا ؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

ہو اگر تم قرآن مجید غور سے پڑھتیں بجھ بوجھ کر تو تم کو اس میں یہ لعنت مل جاتی اور تم میری تصدیق کردیتیں :

؎ سبحان اللہ کیسا ایمان افروز شاندار استنباط ہے اس آیت سے یہ ثابت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام منع فرمائی ہوئی چیزیں قرآن مجید کی ممانعت میں داخل ہیں اور حضور نے تو ان سے منع فرمایا ہے لہذا قرآن نے بھی انھیں منع فرمایا حضور کی لعنت خدا تعالیٰ کی لعنت ہے (مرقات) لہذا حضور کی رحمت و کرم رب تعالیٰ کی رحمت ہے۔

؎ اس حدیث کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا (مرقات) اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حدیث کے احکام کو قرآن کی طرف نسبت کرسکتے ہیں کہ کتاب قرآن خاموش قرآن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہوئے قرآن ہیں لہذا کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی تعداد و مقدار زکوۃ کی مقداریں وغیرہ سب کچھ قرآن میں ہے کیونکہ یہ حضور نے بتادیئے۔

؎ یعنی نظر بد کا اثر حق ہے اس سے مال۔ بدن پر اثر پڑتا ہے باذن اللہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سانپ کے منہ میں بچھو کے ڈنگ میں زہر رکھا ہے یوں ہی اس نے انسان کی نظر میں بھی اثر رکھا ہے جس سے انسان بیمار یا چیز ضائع ہوجاتی ہے ان شاء اللہ اس کی تحقیق کتاب الطب والرقی میں آوے گی۔ جادو نظر وغیرہ سب برحق ہے جب گالی کے لفظوں میں اثر ہے کہ اس سے دل مغموم ہوجاتا ہے تو جادو کے الفاظ میں بھی اثر ہوسکتا ہے یوں ہی دعاؤں وظیفوں دم درود میں شفاء کا اثر برحق ہے۔

؎ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ گودنے سے نظر نہیں لگتی اور لگی ہوئی نظر دفع ہوجاتی ہے اس لیے حضور انور نے اس سے منع فرمایا کہ یہ خلاف عقل اور عقیدہ باطل ہے :

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُلَبِّدًا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۰ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اُطَیِّبُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَطْیَبِ مَا یَجِدُ حَتّٰی اَجِدَ وَبِیْصَ الطِّیْبِ فِیْ رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۰ وَعَنْ نَافِعٍ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بال چپکائے ہوئے دیکھا [1] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد زعفرانی رنگ استعمال کرے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے موجودہ بہترین خوشبو طیار کرتی تھی [3] حتی کہ خوشبو کی چمک آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی میں پاتی تھی [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت نافع سے

[1] ملبد کے معنی ہیں چپکانا۔ اہل عرب کوئی خاص گوند ہلکا سا سر میں مل کر بال چپکا لیتے تھے تاکہ بال پراگندہ نہ ہوں اسے ملبد کہتے ہیں یہ بحالت احرام اور غیر احرام سب میں جائز ہے یہاں غالبًا غیر احرام کی حالت میں ملبد مراد ہے

[2] یعنی اپنے کپڑے یا بدن میں زعفرانی رنگ استعمال کرنا مرد کے لیے ممنوع قرار دیا عورتوں کو یہ سب کچھ جائز ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ تھوڑا سا زعفرانی رنگ لگا لینا مرد کو جائز ہے زیادہ ممنوع ہے مگر حق یہ ہے کہ مطلقًا ممنوع ہے جن احادیث سے اس جواز کا دھوکا ہوتا ہے ان میں رنگ لگ جانا لگانا نہیں لہذا یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے۔

[3] اطیب کے دو معنی ہو سکتے ہیں بہا خوشبو طیار کرتی تھی یا خوشبو لگاتی تھی، حضور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت ہی پسند تھی اس لیے ازواج مطہرات خصوصًا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور انور کیلئے خوشبو تیار کیا کرتی تھیں۔ حتی کہ احرام کھولتے وقت بھی خوشبو طیار کی گئی تھی۔

[4] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک اور ڈاڑھی شریف میں خوشبو لگاتے تھے اور وہ خوشبو اس قدر زیادہ ہوتی تھی کہ بالوں میں اس کی چمک دیکھی جاتی تھی یہ چمک خوشبو کا رنگ نہ تھا چمک تھی چمک تو پانی کی بھی محسوس ہو جاتی ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مردوں کی خوشبو بغیر رنگ والی چاہیئے کہ وہاں رنگ سے مراد زینت والا رنگ ہے اس کی ممانعت ہے ۞

قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اسْتَجْمَرَ اسْتَجْمَرَ بِالْأَلُوَّةِ غَيْرَ مُطَرَّاةٍ وَبِكَافُوْرٍ يَطْرَحُهُ مَعَ الْأَلُوَّةِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ يَسْتَجْمِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ أَوْ يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهٖ وَكَانَ إِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ يَفْعَلُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ زَيْدٍ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب دھونی لیتے تو لوبان سے دھونی لیتے غیر مخلوط[1] یا کافور سے لیتے جسے وہ لوبان کے ساتھ ڈالتے[2] پھر فرماتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح دھونی لیتے تھے[3] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھوں سے کچھ کترتے یا لیتے تھے[4] اور اللہ کے خلیل جناب ابراہیم بھی یہ کام کرتے تھے[5] (ترمذی) روایت ہے حضرت زید

[1] استجمار وہ خوشبو لینا جو مجمرہ یعنی آگ کے انگاروں پر رکھ کر حاصل کی جاوے یعنی بخور یا دھونی اسی لیے انگیٹھی کو مجمرہ کہتے ہیں یہ جمرہ سے ہے نہ جمار سے جمار سے جو استنجاء آتا ہے اس کے معنی ہوتے ہیں ڈھیلے سے استنجا کرنا اسی سے ہے جمار جن کی رمی حج میں کی جاتی ہے لوبان مشہور خوشبو ہے جو پہلے بہت مروج تھی اب اگربتیوں کی وجہ سے اس کا رواج کم ہوگیا۔
[2] یعنی کبھی تو خالص لوبان سے دھونی لیتے کبھی لوبان کے ساتھ کافور بھی شامل فرمالیتے تھے دونوں ملا کر دھونی لیتے تھے۔
[3] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صرف لوبان سے اور کبھی لوبان و کافور کے مجموعہ سے دھونی لیا کرتے تھے میں بھی اس سنت پر عمل کرتا ہوں حضور نے بطور عادت کریمہ جو کام کیے وہ سنت زائدہ کہلاتے ہیں
[4] راوی کو شک ہے کہ حضرت ابن عباس نے یاخذ کہا یا یقص معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔
[5] غالبًا حضرت ابراہیم پہلے وہ نبی ہیں جنھوں نے مونچھیں تراشیں آپ کے بعد تمام نبیوں نے یہ عمل کیا اور ہمارے حضور نے یہ سنت خلیل جاری فرمائی۔ لہذا یہ عمل فطرت ہے اس پر ثواب ہے مونچھیں ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ضرور تراشنا چاہئیں ❊

ابْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَمْ یَاْخُذْ مِنْ شَارِبِہٖ فَلَیْسَ مِنَّا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ النَّسَائِیُّ ٭ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْخُذُ مِنْ لِحْیَتِہٖ مِنْ عَرْضِہَا وَطُوْلِہَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَعَنْ یَعْلَی بْنِ مُرَّۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

ابن ارقم سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنی مونچھوں میں سے کچھ نہ لے وہ ہم میں سے نہیں لہ (احمد۔ترمذی۔نسائی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی شریف سے طول وعرض سے کچھ لیا کرتے تھے ۲ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت یعلے ابن مرہ سے ۳ کہ نبی صلے اللہ علیہ

۱ یعنی ہمارے طریقہ سے وہ خارج ہے یا بڑی مونچھیں رکھنے والے کے لیے خطرہ ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر نہ ہو معاذ اللہ (مرقات) ۲ اس طرح کہ لمبائی میں مٹھی بھر یعنی چار انگل سے زیادہ بالوں کو کاٹ دیتے تھے اور چوڑائی میں اس دائرے کے حد میں جو بال آتے باقی رکھے جاتے اس سے بڑھتے ہوئے کاٹ دیئے جاتے۔ چار انگل تک ڈاڑھی رکھنا واجب ہے ڈاڑھی منڈانا یا کتروانا فسق ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی مٹھی میں پکڑتے جو مٹھی سے باہر بال ہوتے انہیں کاٹ دیتے تھے وہ عمل اس حدیث کی شرح ہے۔ یہاں حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے بہت عرصہ تک ڈاڑھی نہ کٹوائی حتی کہ ڈاڑھی بہت بڑی ہو گئی تو اب اسے نہ کٹوائے بلکہ ویسی ہی رہنے دے (اشعہ) جن بزرگوں کی ڈاڑھیاں بہت لمبی دیکھی گئیں ہیں وہاں یہ ہی وجہ ہوئی ہو گی غرضکہ چار انگل سے ہرگز کم نہ کرے مگر اس سے زیادتی اس کی دو صورتیں ہیں کوشش کرتا رہے کہ زیادہ نہ ہونے پائے اگر بہت زیادہ کر لی تو پھر ویسے ہی رہنے دے ۳ آپ مشہور صحابی ہیں اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے صلح حدیبیہ غزوہ خیبر غزوہ حنین میں شریک رہے ۔

وَسَلَّمَ رَأَى عَلَيْهِ خَلُوْقًا فَقَالَ أَلَكَ امْرَأَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَاغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ لَا تَعُدْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ • وَعَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ رَجُلٍ فِي جَسَدِهٖ شَيْءٌ مِنْ خَلُوْقٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ • وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى أَهْلِي مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَايَ فَخَلَّقُوْنِيْ

وسلم نے ان پر خلوق خوشبو دیکھی لہ تو فرمایا کیا تمہارے پاس بیوی ہے لہ کہا نہیں فرمایا تو اسے دھو دو پھر دھو دو پھر دھو دو پھر آئندہ نہ کرو لہ (ترمذی۔ نسائی) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے جسم میں کچھ خلوق ہو لہ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے کہ میں سفر سے اپنے گھر والوں کے پاس آیا میرے ہاتھ پھٹ گئے تھے تو انہوں

لہ خلوق خ اور لام کے پیش سے عرب کی مشہور خوشبو ہے جو زعفران وغیرہ سے تیار کی جاتی ہے۔ رنگت دیتی ہے۔

لہ یعنی اگر تمہارے بیوی ہو تو تم اس رنگت میں معذور ہو کہ اس نے رنگت والی خوشبو استعمال کی ہو اور اس کے کپڑوں سے تمہارے جسم یا کپڑوں میں خوشبو لگ گئی ہو اس صورت میں تم معذور ہو اور اس خوشبو کے لگ جانے سے تم پر کوئی گناہ نہیں۔

لہ یا تو اس خوشبو کی رنگت ایسی تیز اور پختہ ہوگی جو تین بار دھوئے بغیر کپڑے سے چھوٹ نہ سکتی ہوگی اس لیے تین بار دھونے کا حکم دیا یا مبالغہ کے طور پر فرمایا کہ خوب اچھی طرح دھوؤ تاکہ بامشقت انہیں یاد رہے اور پھر کبھی یہ استعمال نہ کریں۔

لہ رجل فرما کر اشارۃً بتایا کہ عورت کا یہ حکم نہیں اسے خلوق استعمال کرنا جائز ہے اور شیٔ فرما کر بتایا۔ کہ خلوق تھوڑی ہو یا زیادہ بہرحال مرد کے لیے ممنوع ہے اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ تھوڑی خلوق جائز ہے زیادہ ممنوع اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا استعمال ممنوع ہے ان کے ساتھ نماز مکروہ ہے لہذا مرد اگر ریشمی لباس یا چاندی سونے کا زیور پہن کر نماز پڑھے تو اس کی نماز سخت مکروہ واجب الاعادہ ہوگی۔

بِزَعْفَرَانٍ فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اِذْهَبْ فَاغْسِلْ هٰذَا
عَنْكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ • وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهٗ
وَخَفِيَ لَوْنُهٗ وَطِيْبُ النِّسَآءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهٗ وَخَفِيَ رِيْحُهٗ رَوَاهُ

زعفران والی خلوق میرے لگادی ۱ پھر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا میں نے آپ پر سلام عرض کیا تو مجھے جواب نہ دیا اور فرمایا جاؤ اسے اپنے جسم سے دھو ڈالو ۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک ظاہر ہو رنگت چھپی ہے ۳ اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ ظاہر ہو مہک چھپی ہوئی ۴

۱ خلوق بغیر زعفران کی بھی ہوتی ہے اور زعفران والی اور یہ زخم کا علاج ہے جیسے آج کل ویسلین کہ اس میں خوشبو بھی ہوتی ہے اور یہ زخموں وغیرہ کا علاج بھی ہے ان کے زخم پر زعفرانی خلوق لگائی گئی تھی علاج کیلئے ۲ غالباً انہی میں کا علاج خلوق کے سوا اور بھی ہوگا جیسے موم و تیل وغیرہ یا اس پر ناراضی ہے کہ تم اسے لگائے ہوئے باہر کیوں آئے یا اس پر کہ تم نے خلوق پر پانی بہا کر اس کا رنگ کیوں زائل نہ کردیا ورنہ مجبوری و معذوری میں معافی ہوتی ہے (مرقات و اشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ اعلانیہ ناجائز کا ارتکاب کرنے والے کے سلام کا جواب نہ دینا تاکہ وہ اس گناہ سے توبہ کرے درست ہے اور ممکن ہے کہ حضور نے آہستہ جواب دیا ہو جو انھوں سے سنا نہ گیا ہو لہذا حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ سلام کا جواب دینا فرض ہے پھر حضور نے جواب کیوں نہ دیا جبکہ بزرگ ہستی کے جواب سلام نہ دینے سے اس کے گناہ چھوڑ دینے کی امید ہو تب یہ جواب نہ دینا ایک قسم کی تبلیغ ہے یہ توجیہ خیال میں رہے ۳ جیسے گلاب، مشک، عنبر اور کافور وغیرہ مرد کیلئے یہ خوشبوئیں بہتر ہیں کہ ان میں رنگت نہیں مہک ہے ۴ خیال رہے کہ عورت مہک والی چیز استعمال کر کے باہر نہ جائے اپنے خاوند کے پاس خوشبو مل سکتی ہے یہاں کوئی پابندی نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ جو عورت خوشبو مل کر باہر نکلے وہ ایسی ایسی ہے دوسری روایت میں ہے کہ عورت بخور لگا کر ہماری مسجد میں عشاء کے لیئے نہ آئے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عورت مہندی لگائے ہوئے باہر نہ پھرے کہ مہندی میں مہک ہے اور عورت کو مہک لگا کر نکلنا ممنوع ہے ؎

التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ٭ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ٭ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دُهْنَ رَاْسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قَدِمَ

(ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپی تھی جس سے آپ خوشبو لگاتے تھے[1] (ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سر میں تیل اور داڑھی میں کنگھی[2] بہت استعمال فرماتے تھے اور قناع کا استعمال زیادہ کرتے تھے[3] گویا آپ کا کپڑا تیل والوں کا کپڑا ہی تھا[4] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ

[1] سکہ سین کے پیش، کاف کے شد سے عرب کی ایک مشہور خوشبو ہے جس میں بہت خوشبوئیں شامل کی جاتی ہیں۔ مگر یہاں مراد وہ ڈبی یا کپی ہے۔ جس میں یہ خوشبو رکھی جاوے اس لیئے منہا ارشاد ہوا۔ جس میں مِنْ ابتدائیہ ہے (مرقات)

[2] حضرت انس سے روایت ہے کہ رات کو حضور کے سرہانے مسواک اور کنگھی رکھی جاتی تھی۔ جب شب اٹھتے تو یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سات چیزیں سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے۔ پیشاب کا برتن۔ آئینہ سرمہ دانی۔ مسواک۔ قینچی۔ سرمہ کی سلائی۔ (مرقات)۔

[3] قناع ق کے کسرہ سے وہ کپڑا جو ٹوپی کے نیچے پہنا جاوے تاکہ تیل ٹوپی و عمامہ میں نہ لگے وہ کپڑا ہی تیل میں تر رہے یعنی چونکہ آپ سر میں تیل زیادہ استعمال کرتے تھے اس لیئے ٹوپی شریف کے نیچے ایک کپڑا تیل سے بچاؤ کے لیئے استعمال فرماتے تھے۔

[4] یعنی یہ قناع تیل میں ایسا بھیگا رہتا تھا جیسے تیل والے کے کپڑے تیل تر رہتے ہیں دوسرے کپڑے مراد نہیں کیونکہ حضور کے کپڑے بہت صاف اور چٹے رہتے تھے آپ سفید کپڑے پسند فرماتے تھے۔ جو صاف ہوں۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْنَا بِمَکَّۃَ قَدْمَۃً وَلَہٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِذَا فَرَقْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاْسَہٗ صَدَعْتُ فَرْقَہٗ عَنْ یَافُوْخِہٖ وَاَرْسَلْتُ نَاصِیَتَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس مکہ میں تشریف آوری فرمائی[1] اس دن آپ کے چار گیسو تھے[2] (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر میں مانگ نکالتی تھی تو آپ کی مانگ آپ کے درمیان سر سے چیرتی تھی[3] اور آپ کی پیشانی کے بال دو آنکھوں کے درمیان چھوڑتی[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن

[1] غالباً فتح مکہ کے دن کی تشریف آوری مراد ہے جب حضور نے حضرت ام ہانی کے گھر میں غسل بھی کیا اور نماز چاشت بھی پڑھی تھی بعد ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار بار مکہ معظمہ تشریف لے گئے عمرہ قضا کیلئے فتح مکہ کیلئے عمرہ جعرانہ کے لیئے اور حجۃ الوداع کے لیے۔ حضور انور نے چار عمرے کیئے ہیں اور ایک حج تین عمرے ذیقعدہ ہی میں ایک عمرہ جو حج الوداع کے ساتھ کیا وہ ذی الحجہ میں یہ واقعہ جو آپ بیان فرما رہی ہیں وہ فتح مکہ کے دن کا ہے۔

[2] بٹے ہوئے بالوں کو عذیرہ یا ضفیرہ کہا جاتا ہے جس کی جمع غدائر اور ضفائر ہے یعنی اس دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں مبارک کو چار حصوں میں کیا ہوا تھا۔ دو حصے بٹ کر داہنے ہاتھ کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور دو حصے بائیں جانب۔ [3] یہ ہی سنت ہے کہ سر کے بال بکھرے نہ رہیں ان میں کنگھی کی جاوے بالوں کے دو حصے کیئے جاویں اور مانگ بیچ سر میں ناک کے اوپر سے سیدھی نکالی جاوے اب فیشن پرست مرد و عورتیں ایک طرف سے مانگ نکالتے ہیں یعنی ٹیڑھی مانگ خلاف سنت ہے۔

[4] اس جملہ کے شارحین نے کئی معنی کیئے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام پہلے کلام کا تتمہ ہے یافوخ کہتے ہیں وسط سر یعنی کھوپڑی کو مطلب یہ ہے کہ میں حضور انور کی بال شریف کے دو حصے کرتی تھی ایک حصہ داہنی جانب دوسرا حصہ بائیں جانب اور پیشانی کے اوپر سے یہ مانگ شروع کرتی تھی اور کھوپڑی شریف سے اسے گزارتی تھی پوری مانگ بیچ سر میں ہوتی تھی سیدھی جاتی تھی یہ ہی معنی بہت موزوں ہیں (مرقات واشعہ)

مُغَفَّلٍ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ مَالِيْ اَرَاكَ شَعِثًا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

مغفل سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر گاہے گاہے ۱ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بریدہ سے ۲ فرماتے ہیں فرمایا کہ ایک شخص نے فضالہ ابن عبید سے ۳ کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں آپ کو پراگندہ بال دیکھتا ہوں ۴ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱ یہ حکم مرد کے لیے سر کے بالوں میں کنگھی کرنے کے متعلق ہے یعنی جس مرد کے سر پر بال ہوں وہ روزانہ ان میں تیل و کنگھی نہ کرے کہ اسی میں لگا رہے بلکہ کبھی کرے کبھی نہ کرے ایک دن کرے ایک دن نہ کرے خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک دن کرے غب غین کے کسرہ سے ب کے شد سے اس کے معنی ہیں اونٹ کو ایک دن پانی پلانا ایک دن ناغہ کرنا تجارت کو بھی غب کہا جاتا ہے اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان ظاہری آرائش میں مشغول ہو کر رب کو نہ بھول جائے اس حکم سے عورتیں مستثنیٰ ہیں وہ چاہیں تو روزانہ مانگ چوٹی کریں یوں ہی اگر مرد ڈاڑھی میں روزانہ کنگھی کرے تو مضائقہ نہیں دیکھو مرقات۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ وضو کے بعد ڈاڑھی میں کنگھی کرنا فقیری کو دور کرتا ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روز ڈاڑھی شریف میں دو بار کنگھی کرتے تھے (اشعہ)

۲ آپ عبداللہ ابن بریدہ ابن حصیب اسلمی ہیں تابعی ہیں اپنے والد بریدہ سے جو کہ صحابی ہیں روایات لیتے ہیں۔ آپ کے بیٹے سہل آپ سے روایات لیتے ہیں۔ مرو کے قاضی رہے وہاں ہی وفات پائی۔

۳ فضالہ ابن عبید صحابی ہیں انصاری ہیں اوسی ہیں غزوۂ احد وغیرہ میں شامل رہے۔ پھر دمشق میں قاضی رہے امیر معاویہ کے زمانہ میں وہاں ہی وفات پائی (مرقات)

۴ یعنی میں آپ کو کبھی کبھی سر و بال کے پراگندہ بال والا دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے آپ روزانہ بال عمدہ کنگھی والے کیوں نہیں رکھتے۔

وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْإِرْفَاهِ قَالَ مَالِيْ لَا أَرٰى عَلَيْكَ حِذَاءً قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَّحْتَفِيَ أَحْيَانًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ ٭ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ ٭ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحْسَنَ

وسلم ہم کو بہت عیش پسندی سے منع فرماتے تھے ۱؎ بولے کہ مجھے کیا ہوا کہ تمہارے پاؤں میں جوتے نہیں دیکھتا فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں رہا کریں ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بال ہوں وہ ان کا احترام کرے ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ بہترین

۱؎ یعنی ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پر تکلف رہنے بناؤ سنگھار کیئے رہنے سے منع فرمایا ہے اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں۔ ہمیشہ بنے ٹھنے رہنے سے صدہا گناہ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور نفس عیاش ہو جاتا ہے اگر کبھی فقیری آجائے اور یہ تکلیف ممکن نہ رہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے لہذا چاہیئے کہ کبھی کبھی معمولی حالت میں بھی رہا جاوے۔

۲؎ اس میں تقوی طہارت کی اعلی درجہ کی تعلیم ہے کہ کبھی کبھی انسان اپنے گھر اپنی گلی کوچہ میں ننگے پاؤں بھی پھر لیا کرے تاکہ اگر کبھی جوتی میسر نہ ہو تو اسے برداشت کر سکے غرضکہ اپنے کو کسی چیز کا عادی نہ بنائے بھوک پیاس کی برداشت پیدا کرنے کے لیئے روزہ فرض کیا گیا ہر حالت کی برداشت کے لیئے یہ تعلیم دی گئی۔

۳؎ یعنی جس نے سر کے بال رکھے ہوں وہ انہیں ہمیشہ پراگندہ نہ رکھے بلکہ کبھی کبھی ان میں تیل لگائے کنگھی کرے مگر دائمی نہیں لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔

مَا غُيِّرَ بِهِ الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ؎ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُونُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَخْضِبُونَ بِهٰذَا السَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَجِدُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ رَوَاهُ

وہ چیز جس سے تم بڑھاپے کی علامت بدلو مہندی اور وسمہ ہے[1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا آخری زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو اس سیاہی سے خضاب کیا کرے گی کبوتروں کے پوٹوں کی طرح[2] وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گے[3] (ابوداؤد، نسائی)

[1] اس حدیث کی بنا پر بعض حضرات نے سیاہ خضاب جائز کہا وہ کہتے ہیں کہ مہندی اور وسمہ مل کر سیاہ رنگ دیتے ہیں اور ان کے ملا کر لگانے کی اجازت دی گئی ہے مگر یہ دلیل بہت ہی ضعیف ہے کیونکہ سیاہ خضاب کی صراحۃً ممانعت کی گئی جیسے کہ اتقوا السواد وغیرہ مگر سیاہ خضاب کی صراحۃً اجازت کہیں نہیں دی گئی ان جیسی احادیث سے سیاہ خضاب کی اجازت نہیں نکلتی اولًا تو یہاں مہندی وسمہ ملانے کی اجازت ہے ہی نہیں حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بہترین رنگ سفیدی بدلنے کے لیے مہندی ہے اور وسمہ ہے کہ کبھی مہندی سے رنگ کرے کبھی وسمہ سے مہندی کا رنگ سرخ ہوتا ہے وسمہ کا رنگ سبز جیسے کہا جاتا ہے کلمہ اسم ہے اور فعل ہے اور حرف ہے ایسے ہی یہ ہے اور اگر ملانا ہی مراد ہو تب بھی خیال رہے کہ اگر وسمہ مہندی کے ساتھ آدھوں آدھ یا زیادہ ملایا جاوے تب سیاہ رنگ دیتا ہے اور اگر کم ملایا جاوے تو پختہ سرخ کرتا ہے سیاہ نہیں کرتا سرخ مائل بہ سبزی رنگ ہوجاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے سیاہ خضاب کی سخت ممانعت احادیث میں وارد ہے یہ حدیث ان احادیث سے متعارض نہیں اگر یہاں سیاہ رنگ مراد ہو تو احادیث میں تعارض ہوگا (مرقات واشعۃ ولمعات) [2] یعنی اپنے سر اور داڑھی کے بال خالص سیاہ کیا کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے خالص سیاہ ہوتے ہیں حواصل جمع ہے حوصلہ کی بمعنی معدہ یہاں سینہ مراد ہے بعض کبوتروں کے سینے سیاہ ہوتے ہیں [3] حالانکہ جنت کی مہک پانچ سو سال کی راہ سے محسوس ہوتی ہے یعنی سیاہ خضاب کرنے والے جنت میں جانا تو کیا اس کے قریب بھی نہ پہنچیں گے یعنی اولًا۔ بعد میں معافی ہوکر پہنچ جاویں تو دوسری بات ہے (مرقات) یا یہ مطلب ہے کہ میدان محشر میں جنت کی خوشبو آتی ہوگی جو مسلمانوں کو محسوس ہوگی اس مہک سے مست ہوکر محشر کی شدت بھول جائیں گے مگر یہ سیاہ خضاب کرنے والے محشر میں یہ

اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ ۞ وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِیَّۃَ وَیُصَفِّرُ لِحْیَتَہٗ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ ۞

(ابوداؤد، نسائی) ۞ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سبتی جوتے پہنتے تھے [1] اور اپنی ڈاڑھی شریف کو ورس [2] اور زعفران سے رنگتے تھے [3] اور حضرت ابن عمر بھی یہ کرتے تھے [4] (نسائی) ۞

خوشبو محسوس نہ کر سکیں گے اور وہاں کی تکلیف محسوس کریں گے جیسے حوض کوثر کی ایک نہر محشر میں ہوگی جس سے مومن پانی پیتے رہیں گے منافق روک دیئے جائیں گے (اشعۃ اللمعات) اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب حرام ہے خواہ سر میں لگائے یا ڈاڑھی میں مرد لگائے یا عورت اس سے معذوری کی حالت مستثنیٰ ہے علاج کے لیئے یا غزوہ کے لیئے سیاہ خضاب جائز ہے (مرقات) بعض لوگ مطلقًا سیاہ خضاب جائز کہتے ہیں بعض لوگ عورتوں کے لیئے جائز کہتے ہیں بعض مردوں کے سر کے لیئے جائز کہتے ہیں ڈاڑھی کے لیئے ممنوع مانتے ہیں بعض لوگ اسے مکروہ تنزیہی کہتے ہیں یہ کل ضعیف ہیں۔ صحیح وہ ہی ہے کہ سیاہ خضاب مطلقًا مکروہ تحریمی ہے مرد عورت سر ڈاڑھی سب اسی ممانعت میں داخل ہیں (مرقات) ہاتھ پاؤں میں مہندی وغیرہ سے خضاب عورتوں کو جائز مردوں کے لیئے ممنوع۔ الا بالعذر (مرقات) ۞

[1] جس کی کھال کے بال اڑا دیئے گئے ہوں۔ سبت بمعنی حلق (منڈانا) عام عرب بال والے جوتے پہنتے تھے۔ اب عمومًا بے بال کے جوتے بنتے ہیں۔

[2] ورس ایک گھاس ہے جو یمن میں پیدا ہوتی ہے۔ پیلا رنگ دیتی ہے۔

[3] اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کے لیئے یہ گھاس یا زعفران ڈاڑھی شریف میں ملتے تھے جس سے ان کا رنگ سیاہ بالوں میں نمودار ہو جاتا تھا۔ خضاب کے لیئے نہیں کیونکہ حضور کی ڈاڑھی شریف سفید ہوئی نہیں پھر خضاب کیسا لہٰذا یہ حدیث حضرت انس کی حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور نے خضاب نہ کیا آپ کے کل بیس بال سفید تھے (اشعۃ اللمعات) مرقات نے کچھ اور توجیہ کی ہے مگر یہ توجیہ قوی ہے اور اس سے احادیث کا اجتماع ہو جاتا ہے۔

[4] معلوم ہوا کہ زرد خضاب جائز ہے صرف سیاہ منع ہے ۞

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا قَالَ فَمَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ فَقَالَ هٰذَا اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا ثُمَّ مَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا كُلِّهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص گزرا جس نے مہندی کا خضاب لگایا ہوا تھا تو فرمایا یہ کیا ہی اچھا ہے فرماتے ہیں پھر دوسرا گزرا جس نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا تھا[۱] تو فرمایا یہ اس سے اچھا ہے، پھر دوسرا آدمی گزرا جس نے زردی سے خضاب کیا تھا تو فرمایا یہ ان سب سے اچھا ہے[۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑھاپے کی نشانی بدل دو[۳] اور یہود سے مشابہت نہ کرو[۴] (ترمذی اور نسائی نے حضرت

۱؎ اسی طرح کہ مہندی میں تھوڑا سا وسمہ تھا جس سے خضاب کا رنگ پختہ سرخ ہو گیا تھا۔ سیاہی کی حد کو نہ پہونچا تھا (مرقات) لہذا اس سے سیاہ خضاب کی حلت ثابت نہیں ہوئی سیاہ خضاب کی حلت کی ایک حدیث بھی نہیں حرمت کی بہت احادیث ہیں۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ زرد خضاب حضور نے بہت پسند فرمایا۔

۳؎ یہ حکم مجاہدین کے لیئے ہے کہ وہ سفید بال لیکر جہاد میں نہ جائیں یا ان کے لیئے جو سفید بالوں کی حالت میں مسلمان ہوں دوسرے مسلمانوں کے لیئے اختیار ہے کہ بال سفید رکھیں یا سیاہ کے علاوہ کوئی اور خضاب لگائیں اس کی اور توجیہیں بھی ہیں (مرقات وغیرہ) ۴؎ یعنی یہودی اپنے سر داڑھی کے بال جیسے سفید رکھتے ہیں تم سرخ یا پیلے کر لیا کرو تاکہ ان کی مشابہت سے بچو اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مسلمان یہود کی مخالفت کے لیے داڑھیاں منڈا دیں بلکہ انہیں سرخ کرکے ان کی مخالفت کریں یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو سفید داڑھی والا کافر مسلمان ہو وہ ضرور خضاب کرے تاکہ کفر و اسلام کے رنگوں میں فرق ہو جاوے مگر جو پرانا مسلمان ہو اس کے لیئے سفید داڑھی رکھنا بھی درست ہے:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ وَالزُّبَيْرِ؛ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْاِسْلَامِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً وَكَفَّرَ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَرَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ؛ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ

ابن عمر اور زبیر سے روایت کی ہے لہ ؛ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑھاپے کی نشانی نہ اوکھیڑو کہ وہ مسلمان کا نور ہے ۲ جو اسلام میں بڑھا ہو تو اللہ اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس سے اس کی برکت سے ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے ۳ (ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت کعب ابن مرہ سے

لہ یہ حدیث احمد نے حضرت زبیر سے روایت کی احمد نے حضرت انس سے یوں روایت کی بالوں کا سفید رنگ بدلو اور سیاہ خضاب سے بچو کیونکہ سیاہ خضاب کفار کا ہے مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے سیاہ خضاب لگانے والا فرعون تھا۔ (مرقات)

۲ یعنی جب سر یا داڑھی میں چٹے بال شروع ہو جاویں تو انہیں مت اکھیڑو ان چٹے بالوں سے نفس کمزور ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اب میں بوڑھا ہو چلا ہوں آخرت کی تیاری کروں یہ بال اکھیڑ دینے سے وہ اپنے کو جوان ہی سمجھے گا یہ فرق ہے خضاب اور سفید بال اکھیڑنے میں اس لیئے خضاب کا حکم دیا اکھیڑنے سے منع فرمایا سفید بال خواہ سفید ہی رہیں یا سرخ کردیئے جاویں قبر یاد دلاتے ہیں کہ تیاری کرو چلنے کا وقت قریب آگیا سویرا ہوگیا۔ اب جاگ جاؤ۔ شعر

اٹھ جاگ مسافر بھور ہوئی اب رات کہاں جو سووت ہے　　جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے وہ کھووت ہے

اٹھ نیند سے اکھیاں کھول ذرا اور رب سے اپنے دھیان لگا　　یہ پریت کرن کی ریت نہیں رب جاگت ہے تو سووت ہے

۳ امام مالک نے بروایت سعید ابن مسیب نقل فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے آپ نے پوچھا یارب یہ کیا فرمایا یہ وقار اور نور ہے فرمایا الٰہی میرا وقار اور نور اور زیادہ کردے حاکم و ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ رب تعالٰی نے حضور کو چٹے بالوں سے بگاڑا نہیں (حاشا نہ بیضاء) وہاں معنی یہ ہیں کہ حضور کے کچھ بال سفید ہوئے تو اس سے حضور کا حسن اور بھی زیادہ ہوگیا کچھ کمی نہ آئی علماء فرماتے ہیں کہ سفید بال اکھیڑنا زینت کے لیئے ہو تو منع ہے (مرقات) ؛

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَابَ شَیْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ • وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَّکَانَ لَہٗ

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا [۱] (ترمذی۔ نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے [۲] اور آپ کے

[۱] یعنی سفید ریش والے مومن کے لیے قیامت میں نور ہوگا کہ اس کی سفید ڈاڑھی نورانی ہوگی یا نور کا باعث ہوگی اس دن سوا ابراہیم علیہ السلام کے ڈاڑھی کسی کے نہ ہوگی مگر یہ سفید ڈاڑھی چہرہ کے نور کا باعث ہوگی ان دونوں حدیثوں کی بنا پر حضرت علی۔ سلمہ ابن اکوع۔ ابی ابن کعب اور بہت صحابہ کرام نے کبھی خضاب نہ لگایا اپنی ڈاڑھی اور سر سفید رکھے وہ فرماتے تھے کہ چٹی ڈاڑھی نور اور درجات کا باعث ہوگی۔ بعض صحابہ کرام اور حضرت حسن وحسین نے خضاب لگایا گذشتہ احادیث کی بنا پر لہذا دونوں عمل جائز ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر اپنے شہر میں خضاب کا رواج عام ہو تو خضاب کرنا بہتر ہے اگر سفید ڈاڑھی کا رواج عام ہو تو سفید رکھنا بہتر اور جہاد کے موقع پر خضاب افضل (مرقات) یوں ہی اگر ہمارے شہر یا ملک میں یہودی۔ سکھ عام ہوں جو خضاب نہیں کرتے تو خضاب کرنا افضل ہے

[۲] ایک برتن سے اور ایک ساتھ غسل کرتے تھے پردہ سے کہ دونوں حضرات تہبند باندھے ہوتے تھے اس کی بحث کتاب الغسل میں گزرچکی ہے وہ حضرات برہنہ ہو کر کبھی غسل نہ کرتے تھے مستحب بھی یہی ہے کہ غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھا ستر سے مراد ناف سے گھٹنے تک کا بدن ہے یہ دونوں ہستیاں پہلے اپنے ہاتھ دھو لیتے تھے۔ پھر بڑے برتن سے چلو لیتے تھے تاکہ پانی مستعمل نہ ہو جاوے اور اس طرح غسل فرماتے تھے کہ بدن کا غسالہ برتن میں نہیں پڑتا تھا۔

شَعَرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
وَعَنِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ
الرَّجُلُ خُرَيْمُ الْاَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ وَاِسْبَالُ اِزَارِهٖ
فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ اِلٰی

بال شریف جُمّہ سے زیادہ اور وفرہ سے کم تھے سلہ (ترمذی، نسائی) روایت ہے ابن حنظلیہ سے سلہ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب ہیں فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خریم اسدی سلہ اچھے آدمی ہیں، اگر ان کے جمہ کی درازی اور ان کے تہبند کا گستاخانہ ہوتا سلہ یہ خبر جناب خریم کو پہنچی تو انہوں نے چھری لی تو اس سے اپنے گیسو اپنے

سلہ تا بگوش بالوں کو وفرہ کہا جاتا ہے اور تا بدوش کو لمہ ان دونوں کے درمیان کو جمہ یعنی حضور کے بال شریف کندھوں تک نہ ہوتے تھے کندھوں سے قریب ہوتے تھے کان کی گدیوں سے نیچے اور کندھوں سے اوپر یہ اکثری حالت کا ذکر ہے۔

سلہ آپ کا نام سہیل ابن ربیع ابن عمرو ہے حنظلیہ آپ کی ماں کا نام ہے سہیل صحابی ہیں بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے بڑے گوشہ نشین تارک الدنیا عالم وعامل بزرگ تھے۔ لاولد تھے شام میں قیام رہا دمشق میں وفات ہوئی۔ امارت امیر معاویہ کے شروع میں وفات پائی۔

سلہ آپ کا نام خریم ابن اخرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہے شام میں قیام رہا۔ صحابی ہیں قبیلہ بن اسد سے ہیں۔ جو یمن کا مشہور قبیلہ ہے۔

سلہ یہ فرمان عالی حضرت خریم کی غیر موجودگی میں ہوا معلوم ہوا کہ کسی کی پس پشت اس کی برائی بیان کرنا درست ہے جب کہ اس کی اصلاح مقصود ہو۔ اگرچہ سر کے بالوں کا کچھ دراز ہونا ممنوع نہیں مگر چونکہ ان کی نیت اظہار فخر کی تھی اس لیئے اس سے منع فرما دیا گیا اس لیئے بالوں کے ساتھ درازی تہبند کا ذکر فرمایا ورنہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بال شریف کبھی دراز ہوتے تھے۔

اُذُنَيْهِ وَرَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ، وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ ذُؤَابَةٌ فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ لَا اَجُزُّهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُدُّهَا وَيَاْخُذُهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِيَّ

کانوں تک کاٹ دیئے اور اپنا تہبند اپنی آدھی پنڈلیوں تک اونچا کرلیا سلہ (ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میرے گیسو تھے تو میری والدہ نے فرمایا کہ میں انہیں نہ کاٹوں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہیں کھینچتے اور انہیں پکڑتے تھے سلہ (ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے سلہ کہ نبی صلے اللہ

سلہ خیال رہے کہ مردوں کے لیئے دونوں حکم ہیں یعنی سر کے بال کٹوانا تہبند اونچا پہننا عورتوں کو یہ دونوں کام حرام ہیں عورتیں اپنے سر کے بال خود دراز رکھیں ہرگز نہ کٹوائیں تہبند نیچا باندھیں ہاں احرام سے فارغ ہونے پر عورتیں بالوں کی نوکیں ایک پورا کٹوادیں (مرقات) یہ بھی خیال رہے کہ مرد کو لمبے بال رکھنا ان میں عورتوں کی سی مانگ چوٹی کرنا حرام ہے۔

سلہ چنانچہ حضرت انس نے اپنے اگلے سر کے بال کبھی نہ کٹوائے انہیں قبر میں ساتھ لے گئے کیونکہ ان بالوں کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک لگا کرتے تھے حالانکہ سر کے بعض بال رکھنا بعض کٹوانا ممنوع ہے مگر اس خصوصیت نے یہ ممانعت دور کردی اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی مس کی ہوئی چیزوں سے تبرک حاصل کرنا سنت صحابہ ہے مدینہ منورہ کی زمین پاک کی خاک بھی تبرک ہے کہ اسے کبھی وہ تلوے لگے ہیں جو عرش اعظم پر گئے تھے شعر

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے

یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

اس حدیث سے تصوف کے بہت مسائل حاصل ہوسکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت انس سے ان کے بچپن سے ہی بڑی محبت تھی حضور پیار میں ان کے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ شریف رکھتے بالوں کو کھینچتے تھے آپ اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمارہی ہیں سلہ حضرت جعفر بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن جعفر بھی حضرت جعفر جناب علی مرتضٰی کے بھائی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد کیونکہ جعفر ابن ابی طالب ہیں حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یہاں اسی کا ذکر ہے ؛

صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرٍ ثَلٰثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ لَا تَبْكُوْا عَلٰى اَخِيْ بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُوْا لِيْ بَنِيْ اَخِيْ فَجِيْءَ بِنَا كَاَنَّا اَفْرُخٌ فَقَالَ اُدْعُوْا لِيَ الْحَلَّاقَ فَاَمَرَهٗ فَحَلَقَ رُءُوْسَنَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ اَنَّ امْرَاَةً

صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے گھر والوں کو تین دن کی مہلت دی[1] پھر ان کے پاس تشریف لائے فرمایا آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا[2] پھر فرمایا کہ میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ[3] چنانچہ ہم کو لایا گیا گویا کہ ہم چوزے تھے تو فرمایا کہ نائی کو میرے پاس بلاؤ اسے حکم دیا اس نے ہمارے سر مونڈ دیئے[4] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ام عطیہ انصاریہ سے[5] کہ ایک عورت

[1] تعزیت کے لیے بیٹھنے اور عزیزو اقرباء کے تسلی دینے کیلئے آنے کی مہلت تین دن تک دی جیسے آجکل میت والے تین دن تک چٹائی ڈالتے ہیں یہ سنت سے ثابت ہے اس کا یہاں ذکر ہے بعض لوگ ان دنوں میں میت کے لیئے فاتحہ پڑھتے رہتے ہیں یہ بھی بہت اچھا ہے۔

[2] یہاں رونے سے مراد آنکھ کے آنسو نہیں بلکہ تعزیت کیلئے بیٹھنا اور چہرے سے غم کے آثار کا ظاہر ہونا ہے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے سوا خاوند کے کہ اس کی بیوہ بیوی چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

[3] یعنی حضرت جعفر کے بچوں کو جواب یتیم ہو چکے تھے یہ واقعہ غزوہ موتہ کے بعد کا ہے جس میں حضرت جعفر شہید ہوئے تھے ان کے بچوں کے بال بڑھے ہوئے تھے اس لیئے چڑیا کے بچوں سے تشبیہ دی گئی[4] اس سے معلوم ہوا کہ یتیم عزیزوں کی خبر گیری کرنا ان کی ضروریات پوری کرنا سنت ہے اور یہاں بال منڈوا دینا علامت تھی مدت تعزیت ختم ہو جانے کی بخیال رہے کہ احرام سے کھلتے وقت کے سوا اور موقعوں پر بال منڈوانا اچھا نہیں مگر حضور انور نے خیال فرمایا کہ اب ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس ان کی بالوں کی نگرانی و خدمت نہ کر سکیں گی اپنی عدت و غم میں گرفتار رہیں گی اس لیئے حضور نے انکے سر منڈوا دیئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یتیموں کا والی تصرف کر سکتا ہے جیسے حجامت اور ختنہ وغیرہ (مرقات)

[5] آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے کنیت ام عطیہ عظیم الشان صحابیہ ہیں تقریبًا تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہیں غازیوں کی خدمت زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْهِكِيْ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَحْظٰى لِلْمَرْاَةِ وَاَحَبُّ اِلَى الْبَعْلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ وَرَاوِيْهِ مَجْهُوْلٌ ◦ وَعَنْ كَرِيْمَةَ بِنْتِ هَمَّامٍ اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ فَقَالَتْ لَا بَاْسَ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُهُ كَانَ

مدینہ میں ختنہ کرتی تھی۱ اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ مبالغہ کرو کیونکہ یہ عورت کے لیے زیادہ نافع ہے اور خاوند کو زیادہ پسند۲ (ابوداؤد) اور فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کا راوی مجہول ہے روایت ہے کریمہ بنت ہمام سے۳ کہ ایک عورت نے جناب عائشہ سے مہندی کے خضاب کے متعلق پوچھا۴ آپ بولیں کوئی حرج نہیں لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہوں۵

۱؎ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ بچیوں کی پیدائش کے وقت دائی یا کوئی اور عورت بچی کے نال کے ساتھ کچھ پارۂ گوشت پیشاب کی جگہ کا بھی کاٹ دیا جاتا تھا اسے لڑکیوں کا ختنہ کہتے تھے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ پارۂ گوشت زیادہ نیچے سے نہ کاٹے اولًا تو حدیث صحیح نہیں اگر صحیح بھی ہو تو صرف جواز ثابت کرے گی احناف کے ہاں لڑکی کا ختنہ مکروہ ہے۔

۲؎ جیسے بچہ کے ختنہ سے صفائی اچھی رہتی ہے ایسے ہی اس ختنہ سے صفائی زیادہ نصیب ہوتی ہے اس سے صحبت میں زیادہ لذت ہوتی ہے مرد کے ختنہ سے عورت کو لذت زیادہ اور عورت کے ختنہ سے مرد کو لذت زیادہ اب اس کا دنیا میں غالبًا کہیں رواج نہیں۔

۳؎ آپ تابعیہ ہیں آپ کے والد کا نام ابراہیم ابن محمد ابن ابراہیم ابن ہمام ہے (مرقات)

۴؎ کہ عورتوں کو اس کا خضاب ہاتھ پاؤں اور سر میں لگانا کیسا ہے مگر غالب یہ ہے کہ یہاں سر میں مہندی لگانا مراد ہے تاکہ یہ حدیث اس حدیث کے مخالف نہ ہو جس میں عورتوں کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانے کا حکم دیا گیا ہے لہذا حدیث واضح ہے (مرقات)

۵؎ شاید سائلہ نے حضرت ام المؤمنین سے پوچھا ہوگا کہ آپ مہندی کیوں نہیں لگاتیں تب آپ نے یہ جواب دیا کہ اس میرے فعل کی وجہ یہ ہے

حِبِّي بِكْرَه رِيْحَه رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ
عَائِشَةَ اَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَايِعْنِيْ فَقَالَ
لَا اُبَايِعُكِ حَتّٰى تُغَيِّرِيْ كَفَّيْكِ فَكَاَنَّهُمَا كَفَّا سَبُعٍ
رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْهَا قَالَتْ اَوْمَتْ اِمْرَاَةٌ مِّنْ وَّرَآءِ

میرے محبوب اس کی مہک ناپسند کرتے تھے [1] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا [2] یا رسول اللہ مجھے بیعت فرما لیجئے [3] تو فرمایا ہم تم کو بیعت نہ کریں گے حتیٰ کہ تم اپنے ہاتھوں میں تبدیلی کرلو یہ ہاتھ تو گویا درندے کے ہاتھ ہیں (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے جس کے ہاتھ میں کوئی

[1] اس حدیث کی بنا پر شوافع کہتے ہیں کہ مہندی میں خوشبو نہیں لہٰذا بحالت احرام اس کا خضاب درست ہے کیونکہ حضور انور کو خوشبو پسند تھی اور مہندی کی بو پسند نہ تھی اگر مہندی میں بھی خوشبو ہوتی تو آپ کو پسند ہوتی امام اعظم فرماتے ہیں کہ مہندی ہے تو خوشبو اس کا خضاب احرام میں جائز نہیں مگر حضور انور کو جنس خوشبو پسند تھی نہ کہ ہر فرد خوشبو یا بعض خوشبوئیں زیادہ پسند تھیں بعض کم جیسے حضور انور کو گوشت پسند تھا مگر بعض جانوروں کے گوشت ناپسند تھے تو اس سے لازم یہ نہیں کہ وہ گوشت گوشت ہی نہیں فقیر کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی ازواج پاک ہاتھ پاؤں کی مہندی بھی بہتر نہ تھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک سر میں تو مہندی لگاتی ہی نہ تھیں ان کے بال سفید تھے ہی نہیں ہاتھ پاؤں میں لگاتی تھیں اسے ناپسند فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور کے پردہ فرمانے کے بعد بھی ازواج پاک حضور کی ناپسند چیزیں استعمال نہ فرماتی تھیں حضور حیات ہیں اپنے ازواج پاک کو بعد وفات ملاحظہ فرما رہے ہیں ان کے حالات سے خوش ہوتے ہیں یہ ناپسندیدگی صرف ازواج پاک کے لیئے ہے۔ دوسری عورتوں کے لیئے حرج نہیں۔

[2] آپ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ہیں ابوسفیان کی بیوی جناب امیر معاویہ کی والدہ فتح مکہ کے دن ابوسفیان کے اسلام کے بعد آپ اسلام لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح قائم رکھا بڑی عاقلہ لبیبہ تھیں کبھی زنا کے قریب نہ گئیں جب حضور نے بیعت کے وقت فرمایا کہ زنا نہ کرنا تو آپ بولیں کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کر سکتی ہے حضرت عمر کی خلافت میں عین ابوقحافہ کے وفات کے دن فوت ہوئیں حضرت عائشہ نے آپ سے روایات لیں رضی اللہ عنہا (مرقات) عہد فاروقی میں غزوہ قادسیہ و یرموک میں بڑی مجاہدانہ شان سے شریک رہیں بڑی خدمت اسلام کی [3] یہ بیعت علاوہ بیعت اسلام کے کوئی اور تھا

سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ مَا أَدْرِيْ أَيَدُ رَجُلٍ أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ قَالَتْ بَلْ يَدُ امْرَأَةٍ قَالَ لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يَعْنِيْ بِالْحِنَّاءِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لُعِنَتِ الْوَاصِلَةُ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ وَالنَّامِصَةُ وَالْمُتَنَمِّصَةُ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ مِنْ غَيْرِ دَاءٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ أَبِيْ

کوئی تحریر تھی پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ روک لیا[۱] فرمایا میں نہیں جانتا کہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے وہ بولی بلکہ عورت کا ہاتھ ہے[۲] فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخن میں تبدیلی کر لیتی یعنی مہندی سے[۳] (ابوداؤد۔ نسائی) ۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی اور بال اکھیڑنے والی اور اکھڑوانے والی گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت کی گئی[۴] (ابوداؤد) ۔ روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ

ہو تھی کسی خاص معاہدہ پر بیعت اسلام فتح مکہ کے دن کی گئی تھی۔

[۱] یعنی تمہارے ہاتھ مردوں کی طرح سفید ہیں ان میں مہندی سے رنگ کرو پھر بیعت کرو اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کی طرح چٹے ہاتھ رکھنا مکروہ ہیں اور مردوں کو عورتوں کی طرح ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا مکروہ ہے حتی کہ عورت کو چاندی کی انگوٹھی بہتر نہیں اگر پہنے تو اسے رنگ کرلے تاکہ مردوں کی مشابہت نہ رہے (اشعۃ اللمعات)[۲] یعنی اپنا ہاتھ شریف روک لیا اس کے ہاتھ سے خط نہ لیا اظہار ناراضی کے لیے حضور انور نے کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہ لگایا حتی کہ ان کو زبان سے بیعت فرمایا[۳] یہ سوال وجواب بھی اظہار ناراضی کے لیے ہیں ورنہ حضور کو خبر تھی کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے عورت کا ہاتھ چھپا نہیں رہتا پھر اس کی آواز پہچانی جاتی ہے[۴] معلوم ہوا کہ عورت مہندی وغیرہ سے اپنے ناخن رنگین کرے یہ بھی کافی ہے یا مہندی سے ہتھیلیاں رنگے یا صرف ناخن آج کل ناخن پر پالش لگانے کا رواج ہے مگر پالش میں جسامت ہوتی ہے اس لیے اگر ناخنوں پر لگی ہو تو عورت کا وضو یا غسل نہ ہوگا کہ پالش کے نیچے پانی نہ پہنچے گا غرضکہ ایسی

هُرَيْرَةَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ. وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قِيْلَ لِعَائِشَةَ اِنَّ امْرَاَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت کی جو عورتوں کا سا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مرد کا سا لباس پہنے ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن ابی ملیکہ سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے کہا گیا کہ ایک عورت نعلین پہنتی ہے ۴؎ آپ بولیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ۵؎ (ابوداؤد)

تیز لگائی جاوے جو صرف رنگ دے اس میں جسامت نہ ہو ابھی جو حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں گزرا کہ حضور انور کو مہندی ناپسند تھی یہ اپنی ازواج پاک کے متعلق تھا کہ حضور انور کی ازواج مطہرات کیلئے مہندی بہتر نہ تھی عام عورتوں کیلئے مہندی بہتر ہے۔ ۱؎ ان چاروں لفظوں کی شرح ابھی کچھ پہلے ہوچکی واصلہ وہ عورت جو دوسری عورت کے بال اپنے سر کے بالوں سے ملائے حسن کیلئے ملانے والی واصلہ ملوانے والی مستوصلہ نامصہ وہ عورت جو اپنے چہرے کے رونگٹے اکھیڑے حسن کیلئے اکھیڑنے والی نامصہ اکھڑوانے والی مستوصلہ اپنے جسم میں حسن کیلئے گودوا کر نیل وغیرہ بھروانے والی واشمہ اور مستوشمہ۔ ۲؎ یعنی جو عورت مردوں کا سا لباس پہنے اس پر لعنت ہے اور جو مرد عورتوں کا سا لباس پہنے اس پر لعنت ہے چاہیئے یہ کہ مرد و عورتیں لباس میں ممتاز رہیں عورت پگڑی نہ باندھے مرد دوپٹہ نہ پہنے یوں ہی قمیض شلوار میں زنانہ مردانہ میں فرق رہے ۳؎ آپ کا نام عبداللہ ابن عبیداللہ ابن ابی ملیکہ ہے تیمی قرشی ہیں مشہور جلیل القدر تابعی ہیں سیدنا عبداللہ ابن زبیر کے زمانے میں قاضی مکہ رہے تیس صحابہ سے آپکی ملاقات ہے آپ حضرت عائشہ سیدنا عبداللہ ابن عباس اور ابن زبیر وغیرہم سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم ۴؎ یعنی مردوں کے سے جوتے پہنتی ہے۔ نعلین عمومًا وہ جوتے کہلاتے ہیں جو مردانہ ہوں ۵؎ معلوم ہوا کہ مردوں عورتوں کے جوتوں میں بھی فرق چاہیئے۔ صورت۔ لباس۔ جوتہ۔ وضع قطع سب ہی عورت مردوں سے ممتاز رہے ہاں علم و فضل تقوی طہارت میں مردوں سے بڑھ جانے کی کوشش کرے حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق کہا جاتا ہے رجلۃ الرای آپ مردوں کی سی رائے رکھتی تھیں اسلام نے تو نماز و حج و عمرہ جہاد جیسی عبادات میں بھی عورت و مرد میں امتیاز رکھا ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ كَانَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِإِنْسَانٍ مِّنْ أَهْلِهٖ فَاطِمَةُ وَأَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ عَلَيْهَا فَاطِمَةُ فَقَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا أَوْ سِتْرًا عَلٰى بَابِهَا وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ قُلْبَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ فَقَدِمَ فَلَمْ يَدْخُلْ فَظَنَّتْ أَنَّ مَا مَنَعَهٗ أَنْ يَّدْخُلَ مَا رَأٰى فَهَتَكَتِ السِّتْرَ وَفَكَّتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ

روایت ہے حضرت ثوبان سے[۱] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو آپ کے گھر والوں میں جس شخص سے آپ کی آخری ملاقات ہوتی وہ فاطمہ تھیں اور پہلے جن کے پاس تشریف لاتے فاطمہ ہوتیں[۲] چنانچہ آپ ایک غزوہ سے تشریف لائے آپ نے اپنے دروازے پر ٹاٹ یا پردہ ڈلا ہوا تھا اور حضرت حسن و حسین کو چاندی کے دو کنگن پہنائے ہوئے تھے[۳] تو آپ تشریف لائے گر اندر نہ آئے[۴] آپ سمجھ گئیں کہ حضور کو تشریف آوری سے اس نے روکا جو آپ نے دیکھا[۵] چنانچہ انہوں نے پردہ پھاڑ دیا اور دونوں کنگن بچوں سے الگ کر دیئے

[۱] حضرت ثوبان حضور کے آزاد کردہ مشہور غلام ہیں جو حضور انور کے ساتھ سفر و حضر میں ملازم بارگاہ رہتے تھے آپ کے حالات بیان ہو چکے ہیں کہ آپ کا نام شریف ثوبان ابن بجدد ہے کنیت ابو عبداللہ حضور کی وفات کے بعد آپ شام چلے گئے مقام رملہ میں حمص میں مقیم رہے ۵۴ھ چوّن میں وفات پائی [۲] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تشریف لے جاتے تو پہلے سارے گھر والوں سے رخصت ہوتے سب سے آخر میں حضرت فاطمہ زہرا سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے جناب فاطمہ کے گھر تشریف لاتے پھر دوسرے اہل بیت کے پاس غرضکہ جانا بھی اس گھر سے ہوتا اور آنا بھی اسی گھر میں اس گھر کی عزت پر لاکھوں سلام [۳] دروازہ کا یہ پردہ غالباً تصاویر والا تھا اور چاندی کے کنگن لڑکوں کے لیئے تصاویر والا پردہ یہ دونوں حرام ہیں جناب فاطمہ کو ان کی حرمت کی ابھی تک خبر نہ تھی اسی لیئے آپ نے یہ دونوں کام کیئے ہوئے تھے ورنہ اہل بیت نبوت دانستہ طور پر ناجائز کام نہیں کر سکتے [۴] اظہار ناراضگی کے لیئے یہ ایک طریقہ تبلیغ ہے یہ تبلیغ عملی ہے جو قولی تبلیغ سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے یعنی اظہار ناراضگی [۵] آپ نے نور ایمانی فراست ولایت سے معلوم کر لیا کہ اندر تشریف نہ لانے کی وجہ صرف یہ دو کام ہی ہو سکتے ہیں ؂

وَقَطَعَتْهُ مِنْهُمَا فَانْطَلَقَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيَانِ فَأَخَذَهُ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا ثَوْبَانُ اِذْهَبْ بِهٰذَا إِلٰى آلِ فُلَانٍ إِنَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِيْ أَكْرَهُ أَنْ يَأْكُلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِيْ حَيٰوتِهِمُ الدُّنْيَا يَا ثَوْبَانُ اِشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ

اور دونوں سے کاٹ دیئے [۱] پس دونوں بچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے چلے [۲] حضور نے ان دونوں سے وہ لے لیے پھر فرمایا اے ثوبان اسے فلاں کے پاس لے جاؤ [۳] یہ لوگ میرے گھر والے ہیں میں ناپسند کرتا ہوں کہ یہ اپنی طیب چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں کھالیں [۴] اے ثوبان فاطمہ کے لیے عصب کا ہار [۵]

[۱] یا تو قطعت تفسیر ہے تب تو دونوں کے معنی ہیں علیحدہ کر دیئے یا ف عطف کی ہے یعنی کنگن دونوں صاحبزادوں سے اتار لیئے اور توڑ دیئے تاکہ آیندہ یہ بچے انھیں نہ پہن سکیں بہرحال حضور کی صرف ناراضگی ملاحظہ فرما کر یہ دونوں چیزیں ختم کردیں۔

[۲] اسی طرح کہ کنگن کے ٹکڑے ان کے ہاتھوں میں تھے۔ جناب فاطمہ نے یہ ٹکڑے ان دونوں کے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجے تاکہ حضور انھیں اپنے ہاتھ سے خیرات کردیں اور حضور انور کو اس عمل پر اطلاع ہو جاوے اور حضور گھر میں تشریف لادیں۔

[۳] وہ لوگ فقراء ہیں انہیں صدقہ کر دے آؤ ان کا کام چل جاوے گا۔ جناب فاطمہ زہرا کا یہی منشا تھا۔

[۴] یعنی حضرت فاطمہ زہرا بھی ان کنگنوں کو نہ پہنیں کہ اگرچہ ان کیلئے ان کا پہننا جائز ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ میرے اہل بیت جائز آرائش ٹیپ ٹاپ بھی نہ کریں تاکہ ان کے دل دنیا میں نہ لگیں اور آخرت میں ان کے درجات اور بلند ہوں وہ دنیا میں فقر و ریاضت کی زندگی گزاریں چونکہ فاطمہ زہرا کو گذشتہ واقعہ سے غم ہوا تھا اس لیئے حضور اکرم نے ان کا غم غلط فرمانے کے لیئے اگلا حکم صادر فرمایا تاکہ تسلی ہو۔

[۵] ایک یمنی کپڑے کا نام بھی عصب ہے جو دھاری دار ہوتا ہے اور ایک دریائی جانور کی ہڈی ہے جو کوڑیوں کے مشابہ ہوتی ہے اسے سکھا کر ہار کے منکے بنائے جاتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہے بعض نے کہا کہ عصب ایک دریائی جانور کے دانت ہیں جسے فرس فرعون کہتے ہیں (اشعہ)

وَسِوَارَیْنِ مِنْ عَاجٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاؤُدَ ۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِكْتَحِلُوْا بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلٰثَةً فِيْ هٰذِهٖ وَثَلٰثَةً فِيْ هٰذِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ ۱ (احمد، ابوداؤد) ۰ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اثمد سرمہ لگایا کرو ۲ کہ وہ نگاہ میں جلا دیتا ہے اور بال اگاتا ہے ۳ انہوں نے گمان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سرمہ دانی تھی جس میں سے ہر رات سرمہ لگاتے تھے تین سلائیاں اس آنکھ میں اور تین اوس میں ۴ (ترمذی) ۰

۱ اکثر شارحین نے عاج کے معنی ہاتھی دانت کیئے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ یہ بھی ایک دریائی جانور کے دانت ہیں سوا سور اور انسان کے باقی تمام حرام جانوروں کی ہڈی جو خشک ہو پاک ہے ۲ یعنی ہمیشہ اثمد سرمہ لگایا کرو۔ اثمد الف اور میم کے کسرہ ث کے سکون سے ایک خاص سرمہ کا نام ہے جسے اصفہانی سرمہ کہا جاتا ہے یہ ہلکے سرخ رنگ کا سرمہ ہوتا ہے اس بار حج کے موقعہ پر یہ سرمہ مجھے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے ملا۔ بعض شارحین کا قول ہے کہ عام سیاہ سرمہ کو ہی اثمد کہتے ہیں بعض نے کہا کہ تیہ کا نام اثمد ہے بعض نے کہا کہ جس سرمہ میں تھوڑا مشک حل کر لیا جاوے وہ اثمد ہے مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے عرب میں اب بھی اسی خاص لال سرمہ کو اثمد کہا جاتا ہے۔ ۳ یعنی اثمد سرمہ آنکھوں کی روشنی زیادہ کرتا ہے پلک کے بال دراز کرتا ہے اگر نہ ہو تو اگاتا ہے مرقات میں ہے کہ یہ آنکھ کا پانی خشک کرتا ہے آنکھ کے کنفر اچھے کرتا ہے لگاؤ قائم رکھتا ہے غرضکہ اس میں بہت فائدے ہیں مگر اس کیلئے جسے موافق آجاوے بعض لوگوں کو موافق نہیں آتا۔ غرضکہ طبیب کی رائے سے اسے استعمال کرنا چاہیئے ۴ اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں دو سلائیاں پھر بائیں آنکھ میں تین پھر داہنی میں ایک تاکہ ابتدا بھی داہنی سے ہو انتہا بھی داہنی پر۔ ہمیشہ رات کو سوتے وقت اسطرح سرمہ لگانا فقیری اور ضعف بصر کو دور کرتا ہے بعض روایات میں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سوتے وقت داہنی آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں میں دو لگایا کرتے تھے ہو سکتا ہے کہ کبھی یہ عمل ہو کبھی وہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں یہاں زعم کا فاعل

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلٰثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ قَالَ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ اللَّدُوْدُ وَالسَّعُوْطُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَخَيْرَ مَا اكْتَحَلْتُمْ بِهِ الْاِثْمِدُ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے اثمد سرمہ لگاتے تھے ہر آنکھ میں تین سلائیاں ۱ فرماتے ہیں کہ حضور فرماتے تھے کہ بہترین دوا جو تم کرو وہ لیپ ہے ۲ اور نسوار ۳ اور پچھنے اور جلاب ۴ اور بہترین وہ سرمہ جو تم لگاؤ اثمد ہے کہ وہ نگاہ میں جلا دیتا ہے اور بال اوگاتا ہے ۵

حضرت ابن عباس ہیں اور زعم بمعنی قول ہے نہ کہ بمعنی وہم عربی میں بہت دفعہ زعم بمعنی قول استعمال ہوتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ زعم کا فاعل محمد ابن حمید ہیں جو امام ترمذی کے شیخ ہیں مگر پہلا احتمال قوی ہے ۔

۱ یعنی رات کو سوتے وقت سرمہ لگاتے تھے۔ دوپہری میں سوتے وقت نہیں سنت یہی ہے کہ رات کو سوتے وقت سرمہ لگائے دن میں سرمہ لگانا جمعہ کی نماز کیلئے عیدین کیلئے سنت ہے یوں ہی عاشورہ کے دن اور روزانہ شب کو سنت ہے۔ ۲ ہر لیپ کو لدود نہیں کہتے بلکہ جو لیپ منہ کے اندرونی حصہ میں کیا جاوے ایک طرف یا دو طرف جیسے گلے آجانے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔

۳ ناک میں دوا چڑھانا سعوط ہے خواہ پتلی دوا چڑھائی جاوے یا خشک دوا اکثر دماغی امراض میں نسوار مفید ہوتی ہے۔

۴ پیٹ کے امراض کے لیئے جلاب بہترین علاج ہے خصوصًا سنا مکی کا جلاب عرب شریف میں عمومًا سنا کا جلاب لیا جاتا ہے۔ دموی امراض میں فصد یا پچھنے بہترین علاج ہیں مگر ان لوگوں کے لیئے جن کے جسم میں خون زیادہ ہو یا خون میں جوش یا فساد آگیا ہو جلاب اور فصد ہمیشہ طبیب حاذق کی رائے سے کرنا چاہیئے بعض شارحین نے فرمایا کہ حجامت۔ فصد میں فرق ہے سنگی کے ذریعہ خون نکالنا حجامت ہے اور پچھنے سے خون نکالنا فصد۔

۵ اس کی شرح ابھی ہوچکی کہ بال سے مراد پلک کے بال ہیں یہ فائدے ان لوگوں کیلئے ہیں جنہیں اثمد سرمہ موافق آجاوے ناموافق ہونے کی صورت میں نقصان کرتا ہے اس لیئے آنکھ کی بیماری والے طبیب کے مشورہ سے یہ سرمہ استعمال کریں ۔

وَاِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ سَبْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ تِسْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ عُرِجَ بِهٖ مَا مَرَّ عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى الرِّجَالَ وَالنِّسَآءَ عَنْ دُخُوْلِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ

اور بہتر یا وہ دن جس میں تم فصد لو سترہ تاریخ ہے اور انیس تاریخ اور اکیسواں دن ؎۱ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب معراج کرائی گئی تو آپ فرشتوں کی کسی جماعت پر نہ گزرے مگر انہوں نے یہ کہا عرض کیا کہ فصد اختیار کرو ؎۲ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو حمام میں جانے سے منع فرمایا ؎۳ پھر

؎۱ ان تاریخوں کی ترجیح کی پوری وجہ ان شاء اللہ کتاب الطب والرقیٰ میں ہوگی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ چاند کی شروع تاریخوں میں خون میں جوش ہوتا ہے اور آخری تاریخوں میں سکون لہذا درمیانی تاریخیں اختیار کی گئیں جبکہ نہ پورا جوش ہو نہ بالکل سکون یہ تاریخیں چاند کی معتبر ہیں۔ نہ کہ انگریزی اور تاریخیں طاق چاہئیں جفت نہ ہوں۔

؎۲ فصد میں جسمانی روحانی بہت فوائد ہیں حدیث شریف میں ہے کہ سر میں فصد کرانے میں جنون جذام۔ برص زیادتی نیند۔ دانتوں کی تکالیف دور ہوتی ہیں دوسری روایت میں ہے کہ فصد درد سر۔ آنکھ کی دھند کو دفع کرتی ہے۔ اس سے قوت حافظہ زیادہ ہوتی ہے۔ فصد کے لیئے بہترین دن جمعرات۔ دوشنبہ منگل کے دن ہیں جمعہ۔ ہفتہ اتوار کے دن فصد نہ کرائے۔ بدھ کے دن فصد کرانے سے کوڑھ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ منگل کے دن حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا ہوئی تھی اس فصد بہتر ہے۔ (مرقات)

؎۳ کیونکہ حمام میں بہت بے پردگی ہوتی ہے وہاں کے کام کاج والے لوگ بے پردہ نہانے والوں کے سامنے آتے انھیں مالش کرتے۔ ننگے نہلاتے ہیں جیسا کہ دیکھا گیا ہے ۞

تَخُصَّ لِلرِّجَالِ اَنْ يَدْخُلُوْا بِالْمَيَازِرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ

وَعَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ قَدِمَ عَلٰى عَائِشَةَ نِسْوَةٌ مِّنْ اَهْلِ حِمْصَ فَقَالَتْ مِنْ اَيْنَ اَنْتُنَّ قُلْنَ مِنَ الشَّامِ فَقَالَتْ فَلَعَلَّكُنَّ مِنَ الْكُوْرَةِ الَّتِيْ تَدْخُلُ نِسَاۤؤُهَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ بَلٰى قَالَتْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَخْلَعُ امْرَاَةٌ ثِيَابَهَا فِيْ غَيْرِ بَيْتِ

مردوں کو اجازت دی کہ وہ تہبند کے ساتھ وہاں جائیں [1] (ترمذی، ابوداؤد)

روایت ہے حضرت ابو الملیح سے [2] فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے پاس حمص کی کچھ عورتیں آئیں [3] آپ نے کہا تم کہاں کی ہو وہ بولیں شام کی آپ نے فرمایا شاید تم اس جہان کی عورتیں ہو جو حماموں میں جاتی ہیں۔ وہ بولیں ہاں [4] آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ اپنے کپڑے

[1] عورتوں کو تہبند کے ساتھ بھی حمام میں جانے کی اجازت نہیں کیونکہ ان کا تمام جسم عورت ہے از سر تا قدم ان میں سے کسی عضو کا غیروں کے سامنے کھولنا جائز نہیں اِلّا عند الضرورۃ لہذا اگر یہ حمام میں تہبند باندھ کر بھی غسل کریں تب بھی باقی جسم کھلا رہے گا اور وہاں کے نوکر چاکر ان کو بے پردہ دیکھیں گے مرد تہبند باندھ کر نہائیں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان کا جسم ستر نہیں خیال رہے کہ عورتوں کی عورت غلیظہ یعنی ناف سے گھٹنے تک غیر محرم عورتوں کو بھی دیکھنا حرام ہے الا بالضرورت حمام میں عورتوں کو اگرچہ عورتیں غسل کرائیں مگر یہ بے پردگی ان سے بھی حرام ہے اور عورتیں اس کی احتیاط ہرگز نہیں کرتیں جیسا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے

[2] آپ کا نام عامر ابن اسامہ ہے ہذلی ہیں تابعی ہیں ان کے والد حضرت اسامہ صحابی ہیں بصرہ کے رہنے والے ہیں [3]ایک سو بائیس میں وفات پائی [3] حمص شام کا مشہور شہر ہے دمشق اور حلب کے درمیان ہے یہاں ہی حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس ہے دمشق سے حلب کے دس پیسے (شامی روپیہ) کرایہ ہے درمیان میں حمص آتا ہے حلب میں زکریا علیہ السلام کا مزار ہے [4] یعنی ہاں واقعی ہمارے علاقہ میں حمام بہت ہیں اور ہمارے ہاں کی مرد عورتیں حمام میں غسل کے عادی ہیں معلوم ہوا کہ لفظ بلٰی اثبات کے جواب میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

زَوجِهَا اِلَّا هَتَكَتِ السِّتْرَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ رَبِّهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فِيْ غَيْرِ بَيْتِهَا اِلَّا هَتَكَتْ سِتْرَهَا فِيْمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُفْتَحُ لَكُمْ اَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُوْنَ فِيْهَا بُيُوْتًا يُقَالُ لَهَا الْحَمَّامَاتُ فَلَا يَدْخُلَنَّهَا الرِّجَالُ اِلَّا بِالْاُزُرِ وَامْنَعُوْهَا النِّسَاءَ اِلَّا

نہیں اتارتی مگر وہ اپنے اور رب تعالٰی کے درمیان پردہ پھاڑ دیتی ہے لہ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے گھر کے علاوہ میں مگر وہ اپنا پردہ اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان پھاڑ دیتی ہے ٢ه (ترمذی، ابوداؤد)؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تمہارے لیے عجم کی زمین فتح کی جاوے گی ٣ه اور تم اس میں ایسے گھر پاؤ گے جنہیں حمامات کہا جاوے گا تو اس میں مرد نہ جائیں مگر تہبندوں کے ساتھ اور وہاں سے عورتوں کو منع کرو سوا

لہ یعنی عورت اپنے خاوند کے گھر میں خاوند کے پاس تو اپنے کپڑے اتار سکتی ہے اس کے علاوہ کسی کے گھر میں کسی کے سامنے ننگی نہیں ہو سکتی اگرچہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ ہو حتی کہ اکیلے میں بھی بلا ضرورت ننگی نہ ہو لہذا عورتوں کا حمام میں ننگے ہونا بھی ممنوع ہوا کہ حمام بھی اسی قاعدے میں داخل ہیں (مرقات) پردہ پھاڑنے سے مراد حیاو غیرت کا پردہ چاک کرنا ہے یعنی ایسی عورت رب تعالٰی کے ہاں بے حیاؤں میں شمار ہوتی ہے اللہ تعالٰی نے لباس بنایا ہی اس لیے ہے کہ اس کے ذریعہ ستر و پردہ پوشی کی جاوے۔

٢ه ان دونوں روایتوں کے الفاظ میں قدرے فرق ہے معنی بالکل ایک ہیں وہاں الستر تھا یہاں سترہا ہے وہاں بینہا تھا یہاں فیما بینہما ہے وہاں ربہا تھا یہاں اللہ عزوجل ہے چونکہ محدثین حضور کے الفاظ بعینہ نقل کرتے ہیں اس لیے یہ فرق روایت بھی دکھا دیا۔

٣ه عرب کے پانچ صوبوں کے سوا باقی کو عجم کہتے ہیں اس فتح عجم کی ابتداء زمانہ صدیقی سے ہی ہو چکی تھی پھر خلافت فاروقی و عثمانی میں تو سبحان اللہ مشرق و مغرب فتح ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی ہو بہو درست ہوئی۔

مَرِيضَةً أَوْ نُفَسَاءَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ❊ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ إِزَارٍ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيلَتَهُ الْحَمَّامَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ

بیمار کے یا نفاس والی کے ۱؎ (ابوداؤد) ❊ روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالٰی اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو ۲؎ تو بغیر تہبند حماموں میں نہ جائے ۳؎ اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ جانے دے ۴؎ اور جو اللہ اور آخری دن

۱؎ یعنی عورتیں سوا ضرورت کے حمام میں ہرگز نہ نہائیں مرد بلاضرورت بھی وہاں نہا سکتے ہیں مگر تہبند سے وجہ فرق ابھی کچھ پہلے عرض کی جاچکی۔ حضرت جبیر ابن نفیر فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عمر کا فرمان آیا اس میں تھا کہ حمام میں مرد بغیر تہبند اور عورتیں بغیر بیماری کے نہ جائیں کھیل صرف تین قسم کے جائز ہیں گھوڑا۔ بیوی۔ تیر۔ حضرت ابوالدرداء حمام میں نہاتے اور اس کی بہت تعریف فرماتے تھے فرماتے تھے کہ حمام دوزخ کو یاد دلاتا ہے اور بدن کو صاف کرتا ہے یعنی وہاں گرمی کی بھڑک سے دوزخ کی بھڑک یاد آتی ہے (مرقات) بعض بیماریوں میں حمام میں نہانا بہت مفید ہے نفاس والی عورت کو حمام سے بہت فائدہ ہوتا ہے اس لیے مریض اور نفاس کا ذکر فرمایا گیا۔ یہ عورتیں بھی حتی الامکان پردے سے وہاں نہائیں۔

۲؎ یعنی توحید سے لے کر قیامت تک تمام ایمانیات پر ایمان رکھتا ہو ایمانیات کے دو کناروں کا ذکر فرما کر تمام عقائد مراد لیے گئے ہیں ایمان سے مراد کامل ایمان ہے۔

۳؎ کیونکہ وہاں حمام کے ملازمین ملنے ولنے والے اور نہانے والے نائی موجود ہوتے ہیں ان کے سامنے ننگا نہ ہو ہاں اگر تنہائی کی جگہ وہاں مل جاوے تو جائز ہے۔

۴؎ یعنی اسے وہاں نہ نہانے دے نہ تہبند سے نہ بغیر تہبند وجہ فرق معلوم ہوچکی کہ عورت کا جسم سر سے پاؤں تک ستر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی حمام میں غسل نہ فرمایا مکہ مکرمہ میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جو حمام ہے جسے حمام النبی کہتے ہیں یا تو اس لیے کہ وہ حضور کی ولادت گاہ کے قریب ہے یا اس لیے کہ اس جگہ کبھی حضور انور نے غسل کیا ہوگا وہاں حمام بنا دیا گیا یہ مطلب نہیں کہ اس حمام میں حضور نے غسل کیا۔ یہ بھی خیال رہے کہ حمام میں تلاوت قرآن ممنوع ہے ❊

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ تُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِيْ رَاْسِهٖ فَعَلْتُ قَالَ وَلَمْ يَخْتَضِبْ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ وَقَدِ اخْتَضَبَ اَبُوْ بَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ وَاخْتَضَبَ عُمَرُ بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهٗ

پر ایمان رکھتا ہو تو ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چل رہا ہو[۱] (ترمذی،نسائی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ثابت سے[۲] فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر میں چاہتا کہ وہ سفید بال گنوں جو آپ کے سر میں تھے تو کر لیتا[۳] فرمایا اور خضاب نہ کیا ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا[۴] اور حضرت عمر نے خالص مہندی سے خضاب کیا (مسلم،بخاری) ٭ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ اپنی ڈاڑھی زردی سے پیلی

[۱] فقہاء فرماتے ہیں کہ جس دسترخوان پر فسق و فجور ہو رہا ہو وہاں کھانا ممنوع ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے لہذا اگر شادی میں خاص دسترخوان پر ناچ گانا ہے تو وہاں کھانا نہ کھائے اور اگر اس کے قریب یہ کام ہے خاص دسترخوان پر نہیں تو مشہور متقی نہ کھائے عام مسلمان کھا سکتے ہیں۔

[۲] آپ کا نام ثابت ابن اسلم بنانی ہے کنیت ابو محمد بصری ہے مشہور بڑے عابد تابعی ہیں حضرت انس کے ساتھ چالیس سال تک رہے چھیاسی سال عمر پائی ۱۲۳ھ ایک سو تیئس میں وفات ہوئی آپ اکثر حضرت انس سے روایات لیتے ہیں۔

[۳] یعنی سر شریف اور ڈاڑھی مبارک میں چند گنتی کے بال سفید تھے جو شمار میں آجاتے پھر خضاب کیسے ہوتا۔

[۴] یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے ہلکا لال رنگ کا خضاب کیا جو مہندی اور تھوڑے وسمہ سے حاصل ہوتا ہے اتنا وسمہ شامل نہ کیا کہ سیاہ ہو جاوے کہ سیاہ خضاب مطلقًا ممنوع ہے اور حضرت عمر نے خالص مہندی کا سرخ خضاب کیا لہذا خضاب سنت صحابہ ہے ٭

بِالصُّفْرَةِ حَتّٰى يَمْتَلِئَ ثِيَابُهٗ مِنَ الصُّفْرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْبِغُ بِالصُّفْرَةِ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبِغُ بِهَا وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْهَا وَقَدْ كَانَ يَصْبِغُ بِهَا ثِيَابَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى عِمَامَتَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ؂ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَاَخْرَجَتْ اِلَيْنَا

کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے کپڑے زردی سے بھر جاتے تھے[1] ان سے کہا گیا کہ آپ زرد خضاب کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے خضاب کرتے دیکھا[2] اور کوئی چیز آپ کو اس سے پیاری نہ تھی اور اس سے اپنے کپڑے سارے رنگ لیا کرتے تھے حتیٰ کہ اپنے عمامہ کو بھی[3] (ابوداؤد، نسائی) ؂
روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ سے ابن موہب سے[4] فرماتے کہ میں جناب ام سلمہ کے خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ہمارے

[1] یعنی درس خضاب کرتے تھے یہ ایک گھاس ہے جو زعفرانی رنگ دیتی ہے کبھی صرف اس سے خضاب کرتے تھے کبھی مہندی میں ملاکر کپڑے سے مراد سر سے باندھنے والا کپڑا ہے یا وہ جو خضاب لگا کر داڑھی پر لپیٹ لیا جاتا ہے نہ کہ قمیص و تہبند۔
[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی شریف میں خوشبو لگاتے تھے جس کا رنگ داڑھی پر اور اس کپڑے پر ظاہر ہو جاتا تھا یہ رنگ خضاب کا نہ تھا یا غسل کے وقت سر و داڑھی شریف میں کوئی چیز مل کر غسل فرماتے تھے صفائی کیلئے یہ رنگ اس کا ہوتا تھا لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور نے خضاب کبھی لگایا۔
[3] یہ ہے سنت کی اتباع کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کسی اور وجہ سے بھی کیا، تب بھی حضرت ابن عمر نے اس کام میں اتباع کی دیکھو حضور کا یہ عمل خوشبو استعمال کرنے کی حیثیت سے تھا حضرت ابن عمر نے رنگ ہی کر لیا ان کا دل اتباع رسول کے رنگ میں رنگا ہوا تھا
[4] آپ تابعی ہیں تیمی ہیں ان میں ان کے والد یعنی عبداللہ ابن موہب فلسطینی ہیں وہاں کے قاضی تھے یہ عثمان ثقہ ہیں حضرت ابوہریرہ - ابن عمر - جابر ابن سمرہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں ؂

شَعْرًا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ يَدَيْهِ وَ
رِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
بَالُ هٰذَا قَالُوْا يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ فَاَمَرَ بِهٖ فَنُفِيَ اِلَى النَّقِيْعِ
فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَقْتُلُهُ فَقَالَ اِنِّيْ نُهِيْتُ

سامنے حضور کے بالوں میں سے ایک بال نکالا خضاب کیا ہوا [۱] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مخنث لایا گیا [۲] جس نے اپنے ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے تھے [۳] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کیا حال ہے لوگوں نے عرض کیا کہ عورتوں کی شکل بناتا ہے تو حکم دیا اُسے نقیع کی طرف نکال دیا گیا [۴] عرض کیا گیا یارسول اللہ کیا ہم اسے قتل نہ کردیں فرمایا مجھے نمازیوں کے

[۱] بعض روایات میں ہے کہ سرخ رنگ کا خضاب تھا یا تو حضرت ام سلمہ نے اس بال شریف کو خوشبو میں رکھا تھا یہ رنگ اس خوشبو کا تھا یا حضور انور نے خوشبو ملی تھی یہ رنگ اس کا تھا حضور نے سر شریف میں ٹھنڈک کیلئے مہندی لگائی تھی یہ رنگت اس کی تھی لہذا یہ حدیث خضاب نہ لگانے کی احادیث کے خلاف نہیں، حضرت ام سلمہ نے حضور کی ڈاڑھی کا بال اپنے پاس تبرکاً رکھا ہوا تھا (مرقات) نہ معلوم یہ وہ بال شریف تھا یا دوسرا بہرحال حضور کا بال شریف تبرک کیلئے رکھنا اس کی زیارت کرنا سنت صحابہ ہے۔ [۲] مخنث کا بیان کتاب النکاح میں گزر چکا کہ پیدائشی مخنث ہونا فسق نہیں وہ تو قدرتی چیز ہے ہاں بہ تکلف مخنث بننا اپنی آواز لباس وضع قطع عورتوں کی رکھنا فسق ہے۔

[۳] عورتوں کی سی شکل بنانے کیلئے یہ حرکات کرنا تھا جیسا آج کل ہیجڑوں میں دیکھا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیماری بڑی پرانی ہے۔

[۴] نقیع مدینہ منورہ کے باہر ایک جنگل ہے جہاں اہل مدینہ کے جانور چرا کرتے تھے اس مخنث کو اس لیئے نکال دیا تاکہ اہل مدینہ اس کی صحبت سے بچیں اور اسے عبرت ہو اور توبہ کرے اور پھر واپس آجائے یہ مطلب نہیں کہ اسے اس حرکت سے منع نہیں فرمایا گیا یہ نکالنا عملی ممانعت ہے۔

عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ لَمَّا فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ جَعَلَ اَهْلُ مَكَّةَ يَاْتُوْنَهٗ بِصِبْيَانِهِمْ فَيَدْعُوْ لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ وَيَمْسَحُ رُؤُسَهُمْ فَجِيْءَ بِيْ اِلَيْهِ وَاَنَا مُخَلَّقٌ فَلَمْ يَمَسَّنِيْ مِنْ اَجْلِ الْخَلُوْقِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ

قتل سے منع کیا گیا ہے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ولید ابن عقبہ سے[2] فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو مکہ والے حضور کے پاس اپنے بچے لانے لگے حضور ان کے لیے دعا برکت فرماتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے[3] مجھے آپ کے پاس لایا گیا میں خلوق والا تھا تو خلوق کی وجہ سے مجھے مس نہ فرمایا[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ انہوں نے

[1] یعنی اس مخنث کا نمازیں پڑھنا اس کے مومن ہونے کی علامت ہے اور اس نے کوئی ایسا جرم کیا نہیں جس کی سزا قتل ہو جیسے زنا یا ظلماً قتل لہٰذا اسے قتل نہیں کیا جاسکتا اس فرمان عالی کا یہ مطلب نہیں کہ نمازی آدمی خواہ کیسا ہی جرم کرے اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔ خیال رہے کہ یہ مخنث اگر منافق تھا تب تو کوئی اعتراض نہیں اور اگر مخلص مومن تھا تو اس نے یقیناً توبہ کرلی ہوگی توبہ کرکے مرا ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ صحابی ہے اور صحابہ تمام عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔ یعنی کوئی صاف گناہ پر قائم نہیں رہے ان کی عدالت کی گواہی قرآن کریم دے رہا ہے دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔[2] آپ کی کنیت ابووہب ہے قریشی ہیں حضرت عثمان غنی کے ماں شریکے بھائی ہیں یعنی اروی کے شکم سے وہ بھی پیدا ہوئے فتح مکہ کے دن اسلام لائے بڑے شاعر تھے حضرت عثمان غنی کی خلافت میں کوفہ کے حاکم رہے مقام رقہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

[3] سبحان اللہ حضور انور نے فتح مکہ فرمانے پر اہل مکہ کے دل بھی جیت لیے کہ یہ لوگ آج ہی مسلمان ہوئے اور آج ہی حضور انور کے ایسے معتقد ہوگئے کہ اپنے بچوں کو حضور پر پیش کرنے لگے۔ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ ان کے بچوں پر بھی حضور کرم نوازی فرمانے لگے۔

[4] یعنی میرے سر پر ہاتھ تو نہ پھیرا اگر دعا فرمالی ہاتھ اس لیے نہ پھیرا تاکہ حضور انور کے ہاتھ میں وہ رنگت والی خوشبو نہ لگ جاوے ۞

لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي جُمَّةً أَفَأُرَجِّلُهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَكْرِمْهَا قَالَ فَكَانَ أَبُو قَتَادَةَ رُبَّمَا دَهَنَهَا فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ مِنْ أَجْلِ قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَكْرِمْهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ فَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي الْمُغِيرَةُ قَالَتْ وَأَنْتَ يَوْمَئِذٍ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے بال جمہ ہیں [1] تو کیا میں ان میں کنگھی کروں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور ان کی خدمت کرو [2] فرماتے ہیں کہ ابوقتادہ بہت دفعہ ان میں ایک دن میں دو بار تیل لگاتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ہاں اور ان کی خدمت کرو [3] (مالک) روایت ہے حضرت حجاج ابن حسان سے [4] فرماتے ہیں کہ ہم انس ابن مالک کے پاس گئے تو مجھے میری بہن مغیرہ نے بتایا بولیں کہ تم اس دن بچے تھے [5]

[1] جمہ وہ بال ہیں جو کندھوں اور کان کے درمیان ہوں۔ سر کے بالوں کی تین حدیں ہیں وفرہ، جمہ، لمہ۔ کندھوں سے نیچے مرد کے بال نہ چاہئیں۔ [2] یعنی جو شخص اپنے سر پر بال رکھے تو انہیں پریشان نہ رکھے بال بکھرے نہ رہے بھوت بنا ہوا نہ رہے سر دھونا تیل ڈالنا کنگھی کرنا یہ کام کرتا رہے پھر اس مانگ پٹی میں اتنا بھی مشغول نہ ہو کہ روزہ نماز ہی بھول جاوے۔
[3] اگرچہ اتنا زیادہ مانگ پٹی کرنا بہتر نہیں مگر انہوں نے سمجھا کہ میرے لیئے بہتر ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا بالوں کی خدمت کرو لہذا میرا اور حکم ہے دوسروں کا اور حکم جیسے حضرت انس کی والدہ نے جناب انس کے سر کے اگلے بال نہ ترشوائے خصوصیت کی بنا پر (اشعۃ اللمعات)
[4] تابعی ہیں بصری ہیں امام احمد ابن حنبل نے ایک بار کہا کہ ثقہ ہیں دوسری بار کہا کہ ان سے حدیث لینے میں حرج نہیں۔ یحیٰی ابن معین کہتے ہیں کہ وہ صالح الحدیث ہیں۔
[5] یعنی حضرت انس کے پاس جانے کے واقعہ کی تفصیل مجھے یاد نہیں میری بہن مغیرہ نے مجھے یہ تفصیل سنائی وہ بھی ہم سب کے ساتھ اس دن جناب انس کے پاس گئی تھیں۔ مغیرہ بدل یا عطف بیان ہے اختی سے اور لفظ مغیرہ مشترک ہے عورت و مرد کے درمیان کہ مغیرہ مردوں کے نام بھی ہوتے ہیں عورتوں کے نام بھی۔

غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ أَوْ قُصَّتَانِ فَمَسَحَ رَأْسَكَ وَبَرَّكَ عَلَيْكَ وَقَالَ احْلِقُوْا هٰذَيْنِ أَوْ قُصُّوْهُمَا فَإِنَّ هٰذَا زِيُّ الْيَهُوْدِ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور تمہارے دو گیسو یا پیشانی پر دو جوڑے تھے ۱؎ تو تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور تمہیں دعا نے برکت دی اور فرمایا کہ ان دونوں کو مونڈ دو یا انہیں کتروا دیا کرو کیونکہ یہ یہود کا طریقہ ہے ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ عورت اپنا سر منڈائے ۳؎ (نسائی) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

۱؎ قرنان تثنیہ ہے قرن کا بمعنی لٹ یا گیسو اور قصتان تثنیہ ہے قصۃ کا قصہ ق کے پیش صاد کے شد سے بمعنی جوڑا یعنی پیشانی کے بال جمع کرکے دھاگے سے باندھ لیے جاویں۔ ۲؎ یعنی حضرت نے تمہارے سر پر ہاتھ بھی پھیرا اور تمہارے لیے دعاء برکت بھی کی اور یہ حکم بھی دیا پہلے گزر چکا ہے کہ قزع سے حضور انور نے ممانعت فرمائی یہ ہی آپ فرمارہے ہیں کہ یا تو کل بال رکھاؤ یا کل کتروا یا منڈوا دو بعض بال کتر دینا بعض رکھنا درست نہیں یہ طریقہ یہود ہے۔ آج کل سکھ سر کے بال بہت دراز رکھتے ہیں اور انہیں سر کے وسط جوڑا بنا لیتے ہیں مسلمان کے لیے یہ بھی ممنوع ہے۔

۳؎ جیسے مرد کو داڑھی منڈانا حرام ہے ایسے ہی عورت کو سر کے گیسو منڈانا یا کتروانا حرام ہے مرد کی زینت داڑھی سے ہے عورت کی زینت سر کے گیسوؤں سے اس میں گفتگو ہے کہ مرد کو سر منڈانا سنت ہے یا رخصت حق یہ ہے کہ رخصت ہے سنت نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ نے سوا احرام سے کھلنے کے کبھی سر نہیں منڈایا حضرت علی ضرورۃً منڈایا کرتے تھے (مرقات) فقیر کہتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا ثابت نہیں کتروایا کرتے تھے۔

۴؎ آپ کی کنیت ابو محمد ہے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں مشہور تابعی ہیں مدینہ منورہ میں قیام رہا چوراسی سال عمر پائی ۹۷ھ ستانوے ہجری میں وفات پائی مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے اکثر روایات حضرت ابن عباس سے لیتے ہیں۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ كَأَنَّهٗ يَأْمُرُهٗ بِإِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ ثَائِرُ الرَّأْسِ كَأَنَّهٗ شَيْطَانٌ رَوَاهُ مَالِكٌ ، وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيْفٌ يُحِبُّ

وسلم مسجد میں تھے تو ایک شخص سر اور داڑھی بکھرے آیا ؎ تو اس کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا آپ اُسے اپنے بال اپنی داڑھی کی درستی کا حکم دے رہے ہے۔ تھے ؎ چنانچہ اس نے کر لیا پھر واپس آیا ؎ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ تم میں سے کوئی شیطان کی طرح سر بکھیرے ہوئے آئے ؎ (مالک) یہ روایت ہے ابن مسیب سے ؎ انہیں یہ کہتے سنا گیا کہ اللہ تعالےٰ پاک ہے پاکی پسند فرماتا ہے طاہر باطن ستھرا ہے ستھرا پن

؎۱ اس طرح کہ نہ سر میں تیل کنگھی نہ داڑھی میں دونوں کے بال بکھرے ہوئے تھے جس سے شکل بگڑ گئی تھی بری معلوم ہوتی تھی۔
؎۲ یعنی آپ نے زبان سے کچھ نہ فرمایا بلکہ ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان دونوں کو ٹھیک کرے حضور کا ہر عضو مبلغ ہے۔
؎۳ یعنی مجلس شریف سے باہر گیا وہاں درست کرکے پھر حاضر ہوا۔
؎۴ شیطان سے مراد مردود جن ہیں یعنی بھوت یہ اپنی بد شکلی میں مشہور ہیں ان کی شکل ڈراؤنی ہوتی ہے۔ جیسے فرشتے اچھی صورت سیرت میں مشہور ہیں۔
؎۵ آپ کا نام سعید ابن مسیب ہے مشہور تابعی ہیں خلافت فاروقی کے دوسرے سال میں پیدا ہوئے آپ کی کنیت ابو محمد ہے قرشی۔ مخزومی۔ مدنی ہیں بڑے محدث۔ فقیہ۔ متقی۔ پرہیزگار تھے حضرت مکحول کہتے ہیں کہ میں طلب علم میں دنیا میں گھوما۔ میں نے چالیس حج کیے مگر سعید ابن مسیب سے بڑا عالم نہ پایا ۹۲ھ ترانوے ہجرت میں وفات پائی۔ (مرقات) ؛

اشارہ سے اصلاح کرنا سنت ہے
اشاروں سے تبلیغ کرنا سنت ہے

اَلنَّظَافَةَ كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَّادٌ يُحِبُّ الْجُوْدَ فَنَظِّفُوْا
اَرَاهُ قَالَ اَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ قَالَ فَذَكَرْتُ
ذٰلِكَ لِمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ فَقَالَ حَدَّثَنِيْهِ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ
عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ اِلَّا

پسند کرتا ہے ۱ کریم ہے کرم پسند کرتا ہے سخی ہے سخاوت پسند فرماتا ہے ۲ تو تم صاف رکھو مجھے خیال ہے کہ فرمایا اپنے صحنوں کو ۳ اور یہود سے مشابہت نہ کرو ۴ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ مہاجر ابن مسمار سے ذکر کیا ۵ تو انہوں نے کہا کہ مجھے عامر ابن سعد نے ۶ اپنے والد سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی گر

نظافت

۱ ظاہری پاکی کو طہارت کہتے ہیں اور باطنی پاکی کو طیب اور ظاہری باطنی دونوں پاکیوں کو نظافۃ کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالٰی بندے کی ظاہری باطنی پاکی پسند فرماتا ہے بندے کو چاہیئے کہ ہر طرح پاک رہے جسم، نفس، روح۔ لباس، بدن، اخلاق غرضکہ ہر چیز کو پاک رکھے صاف رکھے۔ اقوال، افعال، احوال، عقائد سب درست رکھے اللہ تعالٰی ایسی نظافت نصیب کرے۔

۲ کرم و سخاوت میں فرق ہے کریم وہ جو غذا ہی کی سخاوت کرے سخی وہ جو چیزیں سخاوت کرے جس انسان کے اچھے اخلاق ظاہر ہوں وہ کریم ہے (مرقات)

۳ یعنی اپنے گھر تک صاف رکھو لباس، بدن وغیرہ کی صفائی تو بہت ہی ضروری ہے گھر بھی صاف رکھو وہاں کوڑا جالا وغیرہ جمع نہ ہونے دو۔

۴ کیونکہ یہود اپنے گھر کے صحن صاف نہیں رکھتے نیز یہود بہت گندے بہت بخیل بڑے خسیس بڑے ذلیل ہیں عیسائی اگرچہ کافر ہیں مگر وہ یہود کی طرح گندے نہیں ان میں کچھ صفائی ہے اگرچہ ان کے بھی دانت میلے منہ بدبودار اور ناخن لمبے ہوتے ہیں ہر طرح کی صفائی تو اسلام نے ہی سکھائی ہے۔

۵ یعنی میں نے یہ حدیث جو سعید ابن مسیب سے سنی تھی مہاجر ابن مسمار کو سنائی اور پوچھا کہ کیا آپ نے بھی یہ حدیث کسی سے سنی ہے مہاجر ابن مسمار زہری ہیں یہ تابعی ہیں ثقہ ہیں۔

۶ عامر ابن سعد ابن ابی وقاص بھی زہری قرشی ہیں تابعی ہیں ۱۰۴ھ ایک سو چار ہجری میں وفات پائی ہے انھوں نے اپنے والد سے اور حضرت عثمان غنی سے ملاقات کی ہے۔ (مرقات)

اِنَّهُ قَالَ تَطِّفُوْا اَفْنِيَتَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ يَحْيٰى
ابْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ كَانَ اِبْرٰهِيْمُ
خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ اَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ وَاَوَّلَ النَّاسِ
اِخْتَتَنَ وَاَوَّلَ النَّاسِ قَصَّ شَارِبَهٗ وَاَوَّلَ النَّاسِ رَاَى
الشَّيْبَ فَقَالَ يَا رَبِّ مَا هٰذَا قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

انہوں نے کہا کہ اپنے صحنوں کو صاف رکھو ۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت یحییٰ ابن سعید سے انہوں نے سعید ابن مسیب کو فرماتے سنا کہ رحمٰن کے خلیل ابراہیم لوگوں میں پہلے وہ ہیں جنہوں نے مہمانوں کی مہمانی کی ۲ اور لوگوں میں پہلے آپ ہی نے ختنہ کیا ۳ اور لوگوں میں پہلے آپ نے اپنی مونچھ تراشی ۴ اور لوگوں میں پہلے آپ نے بڑھاپا دیکھا تو عرض کیا یارب یہ کیا ہے رب تعالٰی نے فرمایا یہ وقار ہے ۶

۱ لہٰذا یہ حدیث موقوف بھی ہے مرفوع بھی سعید ابن مسیب کی روایت میں موقوف ہے اور عامر ابن سعد کی روایت میں مرفوع

۲ اس طرح کہ آپ سے پہلے کسی مہمان نوازی کا اتنا اہتمام نہ کیا جتنا آپ نے کیا آپ تو بغیر مہمان کھانا ہی نہ کھاتے تھے۔

۳ آپ سے پہلے انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے اور ان کی امتوں نے ختنہ کیا نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں ختنہ کا شرعی حکم نہ تھا سب سے پہلے آپ کے دین میں ختنہ حکم شرعی بنا اور آپ کی وجہ سے ختنہ سنت ابراہیمی ہوا۔

۴ آپ سے پہلے کسی نبی کی یا مونچھیں بڑھی نہیں یا بڑھیں اور انہوں نے تراشیں مگر ان کے دینوں میں مونچھ کاٹنا حکم شرعی نہ تھا اب آپ کی وجہ سے یہ عمل سنت ابراہیمی ہوا۔

۵ آپ سے پہلے کسی کے بال سفید نہ ہوتے تھے اگرچہ ان کی عمریں صدہا سال ہوئیں سب سے پہلے آپ کے بال سفید ہوئے۔ آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال ہوئی نوح علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ ہزار سال مگر بال کسی کے سفید نہ ہوئے۔

۶ یعنی بال کی سفیدی وقار کا سبب ہے اس سے حلم۔ صبر۔ عفو اور بڑی اعلٰی صفات انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں ✻ ✻ ✻ ✻ ✻

معجزہ کی فیض

وَقَارًا يَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَبِّ زِدْنِيْ وَقَارًا رَوَاهُ مَالِكٌ بَابُ التَّصَاوِيْرِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا تَصَاوِيْرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اے ابراہیم عرض کیا یارب میرے وقار کو بڑھادے ؁۱ (مالک) تصویروں کا باب ؁۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوطلحہ سے ؁۳ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصویریں ہوں گی ؁۴ (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت ابن عباس سے

؁۱ یعنی مجھے علم و وقار عطا فرما خواہ اس طرح کہ بالوں کی سفیدی بڑھ جاوے جس سے وقار بڑھے یا اس طرح کہ بال ایسے ہی رہیں صرف وقار بڑھے یہ تو رب تعالٰی کی دین ہے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف سیاہ رہے وقار سب سے زیادہ عطا ہوا۔

؁۲ تصاویر جمع ہے تصویر کی بمعنی صورت بنانا یہ جاندار کی حرام ہے بے جان کی جائز ہے تصویر میں مروجہ فوٹو۔ قلم کی تصویریں۔ مجسمے سب ہی داخل ہیں کہ غیر جاندار کے حلال ہیں جاندار کے حرام حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصاویر حرام نہ تھیں رب تعالٰی فرماتا ہے۔ یعملون له مایشاء من محاریب وتماثیل۔

؁۳ آپ کا نام سہل ابن زید ہے انصاری ہیں حضرت انس کے سوتیلے والد مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں آپ کا مزار بصرہ میں ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔

؁۴ ملائکہ سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں۔ حافظین۔ کاتبین اور عذاب کے فرشتے تو ہر جگہ پہونچ جاتے ہیں کتے سے مراد غیر ضروری کتا ہے اور تصاویر سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں جو شوقیہ بلاضرورت ہو اور احترام سے رکھی جاویں یہ قیدیں ضروری یاد رہیں لہذا نوٹ روپیہ پیسہ کی تصاویر جو ضروری ہیں۔ اور فرش و بستر پر تصاویر جو پاؤں سے روندی جاویں جائز ہیں ان کی وجہ سے فرشتے آنے سے نہیں رکتے۔ بچوں کی گڑیاں ان سے کھیلنا بچوں کے لیے جائز ہے مگر اس کی تجارت ممنوع ہے۔ مذہب امام مالک۔ بعض نے فرمایا کہ گڑیا سازی کی احادیث منسوخ ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ غیر منسوخ ہیں۔ (مرقات) اور بچیوں کا گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا درست ہے۔

عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْبَحَ
يَوْمًا وَاجِمًا وَقَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ وَعَدَنِيْ اَنْ يَّلْقَا
اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَلْقَنِيْ اَمَ وَاللّٰهِ مَا اَخْلَفَنِيْ ثُمَّ وَقَعَ فِيْ نَفْسِهٖ
جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ فُسْطَاطٍ لَهٗ فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِهٖ
مَاءً فَنَضَحَ مَكَانَهٗ فَلَمَّا اَمْسٰى لَقِيَهٗ جِبْرِيْلُ فَقَالَ لَقَدْ كُنْتَ
وَعَدْتَّنِيْ اَنْ تَلْقَانِي الْبَارِحَةَ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا

وہ جناب میمونہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن غمگین سویرا کیا[1] اور فرمایا کہ جبریل نے مجھ سے آج رات ملنے کا وعدہ کیا مگر مجھے ملے نہیں واللہ انہوں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی[2] پھر آپ کے خیال میں ایک کتے کا بچہ آیا جو آپ کے تخت کے نیچے تھا[3] حکم دیا وہ نکال دیا گیا پھر اپنے ہاتھ شریف میں پانی لیا۔ اس کی جگہ چھڑک دیا[4] جب شام ہوئی تو حضرت جبریل آپ کو ملے تو فرمایا کہ تم نے مجھ سے آج رات ملنے کا وعدہ کیا تھا بولے ہاں لیکن ہم اس گھر میں نہیں جاتے[5]

[1] یعنی آپ صبح کے وقت بہت غمگین اٹھے واجم بنا ہے وجم سے بمعنی خاموشی اور غم غصہ واجم وہ جو غم کی وجہ سے خاموش ہو۔

[2] یعنی حضرت جبریل صادق الوعدہ ہیں ناممکن ہے کہ وہ وعدہ خلافی کریں

[3] فسطاط ف ح پیش سے خیمہ کو کہتے ہیں یہاں مراد تخت ہے (مرقات) کیونکہ خیمہ سفر میں ہوتا ہے نہ کہ گھر میں۔

[4] کتے کی جگہ پر پانی چھڑکنا تقوی احتیاط کی تعلیم کیلئے ہے ورنہ کتے کا جسم ناپاک نہیں اس کے منہ کا لعاب ناپاک ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر دل میں تکدر ہو جاوے تو اس کی وجہ معلوم کرکے بدلہ کر دے اس میں غور و فکر کرنا بھی عبادت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکرون ہمارے متقی بندے وہ ہیں کہ جب انہیں شیطان چھو بھی جاوے تو وہ لوگ سوچ لیتے ہیں۔

[5] یعنی ہم تو حسب وعدہ حاضر ہونے کو تیار تھے مگر آپ کے گھر میں رکاوٹ تھی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اپنے گھر میں کتا نہ بھی پالا گیا ہو دوسری جگہ سے ہی آکر گھر میں بیٹھ جاوے تب بھی ملائکہ کی تشریف آوری سے رکاوٹ ہے اس لیے باہر کا کتا بھی نہ آنے دیا جاوے۔

فِيْهِ وَلَا صُوْرَةٌ فَأَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فَأَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰى أَنَّهٗ يَأْمُرُ بِقَتْلِ كَلْبِ الْحَائِطِ الصَّغِيْرِ وَيَتْرُكُ كَلْبَ الْحَائِطِ الْكَبِيْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِيْ بَيْتِهٖ شَيْئًا فِيْهِ تَصَالِيْبُ إِلَّا نَقَضَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهَا أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ

جہاں کتا ہو نہ وہاں جہاں تصویر ہو اس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح اٹھ کر کتوں کے قتل کا حکم دے دیا حتی کہ حضور چھوٹے باغ کے کتے کے قتل کا حکم دیتے تھے بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیتے تھے ؎۱ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے جس میں تصویریں ہوں مگر اسے توڑ دیتے تھے ؎۲ (بخاری) روایت ہے ان ہی سے کہ انہوں نے ایک پردہ خریدا جس میں تصویریں تھیں ؎۳ پھر جب ؎۴ سے رسول

؎۱ چونکہ بڑے باغوں کی حفاظت بغیر کتے کے مشکل ہے اور چھوٹے باغ کی حفاظت صرف مالک کر لیتا ہے اس لیئے یہ فرق رکھا گیا یہی فرق اس زمانہ میں جانوروں کے چھوٹے بڑے ریوڑوں میں رکھا گیا ہوگا کہ بڑے ریوڑوں کی حفاظت کے کتے باقی رکھے گئے ہونگے مگر اب یہ حدیث منسوخ ہو چکی اب شکار اور گھر بار اور جانوروں کی حفاظت کے لیئے کتے پالنا جائز ہے ؎۲ تصالیب جمع ہے تصلیب کی اس کے معنی ہیں صلیب کی شکل بنانا پھر خود صلیب کو تصلیب کہنے لگے اب یہ لفظ بمعنی تصویر استعمال ہوتا ہے یہاں یہ ہی تیسرے معنی مراد ہیں صلیب ٹی کی شکل کی دو لکڑیاں اس طرح T عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ایسی لکڑیوں کی شکل پر سولی دی گئی لہذا یہ لوگ اس کی بہت تعظیم بلکہ اسکی پرستش کرتے ہیں اکثر جگہ صلیبی نشان لگاتے ہیں اور اپنے سینہ پر اسی کے نشان رکھتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کی کسی چیز پر تصویر باقی نہ چھوڑتے تھے اسے پھاڑ دیتے یا توڑ دیتے تھے اس تصویر میں وہ تمام قیدیں ہیں جو شروع باب میں عرض کی گئیں یعنی جاندار کی تصویر غیر ضروری اور محترم لہذا احادیث میں تعارض نہیں ؎۳ نمرقہ ن اور ر کے کسرہ سے بھی آتا ہے اور ان دونوں کے پیش سے بھی تکیہ۔ پردہ۔ زین پر ڈالنے کی چادر ان سب کو نمرقہ کہا جاتا ہے۔ غالبًا یہ پردہ تھا جو دروازہ پر لٹکایا گیا تھا اس میں جاندار چیزوں کی تصویریں تھیں ؎

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَتُوْبُ اِلَى اللهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہوگئے اندر نہ آئے ۱؎ میں نے آپ کے چہرے میں ناپسندیدگی محسوس کی ۲؎ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اللہ رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا ۳؎ تو فرمایا

۱؎ اظہار ناراضی کے لیئے یہ عملی تبلیغ ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر باثر عالم یا شیخ کسی فسق کی جگہ نہ جائے تو فسق بند ہوجاوے ایسی صورت میں ہرگز نہ جائے اور اگر اس کے نہ جانے سے اثر نہ پڑے تو جاسکتا ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۲؎ آپ ہیں مزاج شناسی رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ شریف سے کچھ نہ فرمایا مگر آپ نے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار معلوم کرلیئے۔

۳؎ سبحان اللہ کیسا ایمان افروز کلمہ ہے اس عرض معروض سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے ساتھ حضور کا نام لینا بغیر فاصلہ کے بالکل جائز ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول بھلا کرے اللہ رسول کی بڑی مہربانی ہے دوسرے یہ کہ توبہ اور دوسری عبادات میں اللہ کے ساتھ حضور کو راضی کرنے کی نسبت کرنا بالکل جائز ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اللہ ورسولہ احق ان یرضوہ اور فرماتا ہے ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ صوفیا فرماتے ہیں کہ ہر گناہ میں اللہ تعالٰی کی بھی ناراضی ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عزیز علیہ ماعنتم۔ ہر گناہ سے دو حق تلفیاں ہوتی ہیں لہذا ہر گناہ کی توبہ حق تعالٰی کی بارگاہ میں بھی کرے اور حضور کی بارگاہ میں بھی دونوں ذاتوں سے معافی چاہیئے یہاں مرقات نے فرمایا کہ دوبارہ الی فرمانے سے معلوم ہوا کہ دونوں ذاتوں کی طرف رجوع کرنا مستقل ہے کوئی کسی کے تابع نہیں۔

۴؎ سبحان اللہ گناہ کے علم سے پہلے توبہ کرلی حضور کو راضی کرنے کے لیئے رب فرماتا ہے

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم خطا کے ذکر سے

پہلے معافی کا

اعلان ؂

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قُلْتُ اِشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِیْ فِيْهِ الصُّوْرَةُ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس پردہ کا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ یہ میں نے آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور آپ اس سے تکیہ لگائیں لہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تصویروں والے لوگ قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے ۲ ان سے کہا جاوے گا کہ جو تم نے بنایا ۳ انہیں زندہ کرو ۴ اور فرمایا کہ وہ گھر جس میں تصویر ہو اس میں

لہ یعنی میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ کپڑا یا تکیہ آپ کی خاطر خریدا ہے اپنے لیئے نہیں خریدا مجھے خبر نہ تھی کہ حضور اس سے ناراض ہونگے۔

۲ اس فرمان سے معلوم ہو رہا ہے کہ تصویریں بنانے والے اور ان کو شوقیہ رکھنے والے دونوں ہی اس مذکورہ سزا کے مستحق ہیں کیونکہ ام المؤمنین نے یہ تصاویر بنائی نہ تھیں صرف رکھی تھیں اور حضور نے یہ ارشاد فرمایا (مرقات) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شوقیہ تصویر کھچوانا بھی حرام ہے کہ تصویر کھچوانے اور تصویر رکھنے میں تصویر بنانے والوں کی امداد ہے گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے

۳ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس جگہ تصویر والوں سے مراد تصویر بنانے والے اور تصویر استعمال کرنے سب ہی ہیں اور ان سب پر یہ عتاب ہوگا۔ مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے مراد صرف تصویر بنانے والے ہیں کیونکہ خلقتم انھیں سے کہا جاسکتا ہے بہرحال تصویر بنانا سخت حرام اور تصویر کھچوانا اسے حرمت سے رکھنا اس لیئے حرام ہے کہ یہ گناہ پر مدد ہے

۴ یہ حکم تعجیزی ہے جیسے فاتوا بسورۃ من مثلہ میں ہے یعنی اس فرمان کا مقصود مصورین کو عاجز کرنا ہے نہ کہ انھیں روح پھونکنے کا حکم دینا
معلوم ہوا کہ ہر حکم وجوب کے لیئے نہیں ہوتا

لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ قَدْ
اِتَّخَذَتْ عَلٰى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتْ
فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ

فرشتے نہیں آتے ۱ (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے کہ انہوں نے اپنے ایک طاق پر پردہ ڈالا جس میں تصویریں تھیں تو اسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پھاڑ دیا ۲ پھر انہوں نے اس کے دو تکیے گھر میں بنا لیے جن پر حضور بیٹھتے تھے ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے کہ نبی

۱ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اگرچہ بعض تصویروں کا رکھنا جائز ہے مگر ان سے بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے کیونکہ تکیہ میں تصویر ہو تو جائز ہے کہ اس میں تصویر کا احترام نہیں، پھر بھی حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح کی تصویروں سے بھی فرشتے رحمت کے نہیں آتے۔ مگر حق یہ ہے کہ جس تصویر کا رکھنا شرعًا جائز ہو اس سے رحمت کے فرشتے نہیں رکتے جس کا رکھنا ممنوع ہے اس سے رکتے ہیں اگر یہ تصاویر ذلت سے پڑی تھیں تب یہ فرمان عالی تقوی کی تعلیم کے لیئے ہے کہ ہمارے اہل بیت کو اس طرح تصویریں رکھنا بھی مناسب نہیں اگر احترام سے تھیں تو یہ فرمان اپنی حقیقت پر ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ جس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اس لیے حضور گھر میں نہ آئے (مرقات)

۲ اس طرح کہ وہ طاق وغیرہ پر لٹکانے کے قابل نہ رہا تب اسے بچھانا چاہا لٹکانے اور بچھانے کے احکام میں فرق ہے

۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تصاویر بستر یا فرش میں ہوں جو پاؤں تلے تصویریں روندی جاتی ہوں تو جائز ہے یہ حدیث بظاہر پچھلی حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے کہ وہاں تو تکیوں کی تصاویر سے منع فرمایا گیا اور یہاں اس کی اجازت دی گئی۔ لہذا یا تو یہ تصویر جاندار کی نہ تھیں اور اس پردہ کو پھاڑنا اس لیئے تھا کہ دیواروں چھت پر غلاف ڈالنا دنیاوی تکلف ہے جس سے اہل بیت کو بچنا چاہیئے اور اگر جاندار کی تصاویر تھیں تو ان کے سر کاٹ دیئے گئے تھے جن سے انکا استعمال جائز ہوگیا۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ یہ فرق حکم استعمالِ تصویر کے لیئے ہے رہی تصویر سازی وہ مطلقًا حرام ہے خواہ فرش پہ ہو یا بستر میں یا کاغذ میں یا شیشہ میں یا دیوار وغیرہ میں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي غَزَاةٍ فَاَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَاَى النَّمَطَ فَجَذَبَهُ حَتّٰى هَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمُرْنَا اَنْ نَكْسُوَا الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ

صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد میں تشریف لے گئے تو میں نے ایک باریک چادر بنائی پھریں نے اُسے دروازے پر ڈال دیا[1] جب حضور تشریف لائے تو چادر دیکھی تو اُسے کھینچا حتی کہ اُسے پھاڑ دیا[2] پھر فرمایا کہ اللہ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی کو پہنائیں[3] (مسلم بخاری) روایت ہے اُن ہی سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا قیامت کے دن سب سے سخت عذاب والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالےٰ کی خلق سے مشابہت کرتے ہیں[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت

[1] نمط وہ باریک چادر جو بستر پر بچھائی جاوے زیبائش کے لیے اس کی جمع انماط ہے۔ دروازے پر اس کا ڈالنا زینت کے لیے تھا نہ کہ پردہ کے لیے۔

[2] یہ پھاڑنا مال کی بربادی نہیں بلکہ برائی کا مٹانا ہے اور عملی تبلیغ اور اظہار ناراضی۔ لہذا یہ عمل عبادت ہے۔

[3] تکلفاً بلا ضرورت دروازوں دیواروں چھتوں پر غلاف ڈالنا بہتر نہیں چونکہ اہل بیت اطہار کی شان بہت اعلیٰ ہے اس لیے حضور نے انھیں اس سے بھی منع فرمادیا (اشعہ) خیال رہے کہ غلاف کعبہ۔ غلاف روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزرگان دین کے قبور کے غلاف و چادریں قرآن پاک کے جزدان وغیرہ اس حکم میں داخل نہیں کہ وہاں دیواروں کا پہنانا مقصود نہیں، بلکہ وہاں اس دینی محترم چیزوں کی عظمت کا اظہار ہے کعبہ۔ قرآن۔ روضہ رسول۔ مزارات اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم رکن ایمانی ہے دیکھو اس کی تحقیق شامی جلد اوّل میں اور ہماری کتاب جاء الحق میں۔

[4] یعنی جیسی جاندار کی صورتیں اللہ تعالیٰ بناتا ہے ویسی یہ بناتے ہیں گویا رب تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس سے مقابلہ کرنے والا مستحق عذاب ہے ۔

هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْ شَعِيْرَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ

ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق کی طرح گھڑنے بنانے لگے[1] تو انہیں چاہیے کہ ایک ذرہ پیدا کریں یا ایک دانہ یا ایک جو پیدا کریں[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کے نزدیک سخت عذاب والے تصویر بنانے والے ہیں[3]

[1] یعنی اس تصویر سازی میں اللہ تعالیٰ سے تشبیہ یا اس سے مقابلہ کی بو ہے لہذا اس سے بچے یہ حکم اطاعت ہے ہم حکم کے بندے ہیں بے جان کی تصویریں بنانا درست ہے جاندار کی صورتیں بنانا حرام ہم کو بسر و چشم قبول ہے۔

[2] خیال رہے کہ پرستش کے لیئے بت بنانا یا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کیلئے تصویریں بنانا کفر ہے اگر یہ دونوں خیال نہ ہوں تو جاندار کی تصویریں بنانا حرام ہے کفر نہیں۔ پرستش کے چاند سورج کے فوٹو پیپل کے درخت کا مجسمہ بنانا بھی حرام ہے کہ یہ بت سازی ہے۔ خیال رہے کہ غیر جاندار چیزوں میں بندے کے کسب کو دخل ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ باغ میرا لگایا ہوا۔ یہ یہ کھیت میرا اگایا ہوا ہے مگر جاندار چیز میں کسی کے کسب کو دخل نہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چڑیا میری بنائی ہوئی ہے اس لئے جاندار کی تصویر سازی حرام ہے غیر جاندار کی نہیں (مرقات)

[3] یہاں مصورین سے مراد بت ساز بت تراش ہیں جو پرستش کیلئے بت بنائیں یا وہ مصور مراد ہیں جو رب تعالیٰ کے مقابلہ کیلئے تصویر سازی کریں یہ دونوں کافر ہیں اور کافر واقعی سخت عذاب کے مستحق ہیں اور اگر مصورین سے مراد عام فوٹو گرافر ہیں تو یہ فرمان عالی ڈرانے کیلئے ہے تاکہ لوگ اس حرکت سے باز آجاویں ورنہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور فاسق کا عذاب کافر سے ہلکا ہے یا اس صورت میں ناس سے مراد مسلمان ہیں یعنی گنہگار مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر سازوں کو ہوگا تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے جیسا کہ اوپر گزر گیا اور آگے بھی آرہا ہے۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهٗ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَيُعَذِّبُهٗ فِي جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوْحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر تصویر ساز (فوٹو گرافر) آگ میں ہوگا ہر تصویر کے عوض جو وہ بنائے ایک ذات بنائی جاوے گی جو اسے دوزخ میں عذاب دے گی[1] ابن عباس نے فرمایا کہ اگر تم ضرور یہ ہی کرو تو درخت اور وہ چیزیں بناؤ جن میں جان نہیں[2] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ایسی خواب گھڑے جو اس نے دیکھی نہ ہو تو اسے مکلف کیا جاوے گا کہ دو جَو میں گرہ لگائے

[1] یا تو اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر میں جان ڈالدی جاوے گی اور وہ سب مل کر اسے عذاب دیں گی یا ہر تصویر کی عوض ایک فرشتہ اس پر مسلط ہوگا جو اسے عذاب دے گا۔ لہذا نفس سے مراد یا روح ہے یا ذات دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

[2] اس استثناء سے معلوم ہوا کہ ہر غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے بعض علماء نے فرمایا کہ پھل دار درختوں کی تصویر بنانا مکروہ ہے مگر حق یہی ہے کہ مکروہ بھی نہیں ہاں لہو ولعب کی نیت سے بنانا اس لیے مکروہ ہوگا کہ کھیل کود مکروہ ہے

وَلَنْ يَّفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَهُمْ كَارِهُوْنَ
اَوْ يَفِرُّوْنَ مِنْهُ صُبَّ فِىْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ صَوَّرَ
صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ رَوَاهُ
الْبُخَارِىُّ ﴿ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِيْرِ فَكَاَنَّمَا

اور دو کرسکے گا[۱] اور جو کسی قوم کی بات سنے حالانکہ وہ ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ ڈالا جاویگا[۲] اور جو تصویر بنائے تو اسے عذاب دیا جاویگا اور مکلف کیا جاویگا کہ اس میں روح پھونکے حالانکہ وہ پھونکنے والا نہیں (بخاری) اور روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نردشیر کھیلے[۳] تو گویا اس نے

[۱] بعض شارحین نے فرمایا کہ جھوٹی خواب گھڑنے سے مراد ہے نبوت یا ولایت کا دعویٰ کرنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ رب تعالیٰ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا فلاں ولی نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ تو نبی یا ولی ہے یا فلاں غیب کی مجھے خبر دی ہے مگر حق یہ ہے کہ حدیث میں یہ کوئی قید نہیں ہر جھوٹی خواب گھڑنے والا اس سزا کا مستحق ہے خواہ کسی قسم کی خواب گھڑے۔ کیونکہ مومن کی سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور وحی خفی ہے تو خواب گھڑنے والا رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور وحی الٰہی جھوٹی گھڑتا ہے اسلئے عام جھوٹوں سے یہ جھوٹا بڑا سخت مجرم ہے بعض لوگ تبلیغ کے بہانے جھوٹی خوابیں کسی بڑے کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کہ حضور کے روضہ کے فلاں خادم نے خواب میں حضور کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ قیامت عنقریب آ رہی ہے۔ فلاں فلاں باتیں وغیرہ یہ سب حرام ہے۔ جَو میں گرہ لگانے کا حکم دینا وجوب کے لیے نہیں۔ بلکہ عاجز کرنے اور عذاب دینے کے لیے ہے [۲] یعنی جو دوسروں کی خفیہ بات چھپ کر سنے اس کے کان میں قیامت کے دن سیسہ گرم کرکے انڈیلا جاویگا۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی اسے قیامت میں یہ ہی عذاب ہوگا کہ یہ بھی راز و نیاز کا چور ہے۔

[۳] فارس کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ آردشیر ابن تابک گزرا ہے اس نے یہ جوا ایجاد کیا نرد یعنی ہار جیت کی بازی اور شیر آردشیر سے لیا گیا۔ اس لیے اس کھیل کا نام نردشیر رکھا گیا یعنی اردشیر کا جوا اس کی ایجاد کردہ بازی مرقات نے فرمایا کہ اس کا موجد شاہپور ابن آردشیر بن تابک ہے۔

سَبَغَ يَدَهٗ فِيْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَّدَمِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَكُوْنَ دَخَلْتُ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ التِّمْثَالِ الَّذِيْ عَلَى

اپنے ہاتھ سور کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لیے [1] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس جناب جبریل آئے بولے کہ میں آج رات آپ کے پاس آیا تھا [2] مجھے داخل ہونے سے کسی چیز نے نہ روکا بجز اس کے کہ دروازے پر تصاویر تھیں اور گھر میں باریک کپڑے کا پردہ تھا جس میں تصاویر تھیں [3] اور گھر میں کتا تھا [4] پس آپ حکم دیجئے کہ ان تصویروں کے سر کاٹ دیئے جاویں

[1] سؤر کے گوشت وخون میں ہاتھ سا نا اسے نجس بھی کرتا ہے اور گھنونا عمل بھی ہے اسلئے اس سے تشبیہ دی گئی۔ خیال رہے کہ نردشیر کی حرمت پر امت کا اجتماع ہے شطرنج احناف کے ہاں ممنوع ہے۔ شوافع کے ہاں جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں الی بازی نہ ہو نماز یا جماعت نماز نہ جانے کیلئے والے گالی گلوچ نہ کریں۔

[2] آپ کی زیارت آپ کی ملاقات کیلئے نہ کہ وحی الٰہی لے کر جیسا کہ ظاہر ہے۔

[3] قرام ق کے کسرہ سے بمعنی باریک نقشین ستر کے معنی ہیں پردہ یعنی گھر کے دروازے پر جو پردہ تھا وہ باریک نقشین کپڑے کا تھا۔ جس میں جاندار چیزوں کی تصویریں تھیں پردہ کا باریک یا نقشین ہونا مضر نہیں ہاں اس پر تصویریں ہونا مضر ہے حضرت جبریل کی آمد سے رکاوٹ۔

[4] یعنی باہر سے آیا ہوا کتا جو آپ کے گھر میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ازواج پاک نے کتا کبھی نہ پالا معلوم ہوا کہ باہر سے آکر بیٹھ جانے والا کتا بھی ملائکہ رحمت کے آنے سے مانع ہو جاتا ہے اس سے بھی احتیاط چاہیئے۔

بَابِ الْبَيْتِ فَيُقْطَعُ فَيَصِيرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ
فَلْيُقْطَعْ فَلْيُجْعَلْ وِسَادَتَيْنِ مَنْبُوذَتَيْنِ تُوطَآنِ وَمُرْ
بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِّنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهَا

جو گھر کے دروازے پر ہیں تاکہ وہ درخت کی طرح رہ جاویں ۱؎ اور پردہ کے متعلق حکم دیجئے کہ کاٹ دیا جاوے اور اس کے دو تکیے بنا دیئے جاویں جو پھینکے رہیں ۲؎ روندے جاویں اور حکم دیجئے کہ کتا نکال دیا جاوے ۳؎ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی کیا (ترمذی،ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن ایک گردن نکلے گی ۴؎ جس کی

۱؎ یعنی دروازے کی دیوار یا تختے پر جو تصویریں ہیں ان کی وجہ سے نہ تو دیوار گرائی جاوے نہ پوری تصویر مٹائی جاوے بلکہ ان کے سر کاٹ دیئے جاویں سر کے مٹنے سے وہ حیوانی نہ رہے گی جسم حیوان رہے گا جو درخت کے مشابہ ہے۔خیال رہے کہ صرف چہرے کے فوٹو کی پرستش تو ہوتی ہے اگرچہ باقی جسم نہ ہو مگر بغیر سر صرف جسم کے فوٹو کی پرستش کوئی نہیں کرتا اس لیے بغیر جسم کے صرف چہرے کا فوٹو رکھنا ممنوع ہے مگر بغیر سر کے صرف جسم کا فوٹو یا تصویر رکھنا ممنوع نہیں یہ مسئلہ اسی حدیث سے مستنبط ہوتا ہے۔اس کی پوری تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔بلکہ اگر سر کا حصہ الگ نہ کیا جائے صرف ناک،کان ہونٹ کا نقش مٹا دیا جاوے۔جب بھی جائز ہے۔

۲؎ یعنی ان کا احترام باقی نہ رہے پاؤں سے روندے جائیں اس سے معلوم ہوا کہ فرش زمین میں یا فرش دری میں اگر تصاویر ہوں تو حرج نہیں کہ ان تصاویر کی حرمت کوئی نہیں۔تصاویر کی حرمت ہی سخت حرام ہے۔ہاں تصویر والے فرش پر نماز پڑھنا ممنوع ہے جبکہ اس پر سجدہ ہوتا ہو۔

۳؎ اس طرح کہ آیندہ کتا گھر میں آنے نہ پائے۔

۴؎ یعنی پورا سر یا پورا جسم عذاب کے فرشتے کا یا آگ کا ایک حصہ بشکل سر تیسرے معنی کچھ بعید سے ہیں یہ بڑا ہی خطرناک عذاب کا فرشتہ ہوگا۔

عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ يَقُوْلُ اِنِّيْ وُكِّلْتُ بِثَلٰثَةٍ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ○ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَقَالَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھتی ہوگی اور دو کان ہوں گے جن سے وہ سنتی ہوگی اور زبان ہوگی جس سے بولے گی کہے گی کہ میں تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں [1] ہر سرکش جابر ظالم پر [2] اور ہر اس پر جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود پوجے اور تصویر سازوں پر [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا بیشک اللہ تعالٰی نے شراب اور جوا اور طبلہ حرام فرمادیا [3] اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے [4]

[1] یعنی ان تین قسم کے مجرموں کا عذاب میرے سپرد کیا گیا ہے جیسے بڑے سخت مجرم کے لیے حکومت ڈرلی جتھا مقرر کرتی ہے کہ بڑا مجرم ان کے حوالہ کیا جاتا ہے جو انہیں سخت سزا دیتا ہے لوگ اس جتھے کے نام سے ڈرتے ہیں۔

[2] عنید وہ ظالم باغی شخص ہے جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرے اس حدیث میں تصویر سازوں کیلئے انتہائی وعید ہے کہ ان کی سزا بت پرستوں کی سزا کے برابر کی گئی ہے خدا کی پناہ

[3] شراب جوئے کی حرمت تو قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے طبلہ وغیرہ باجوں کی حرمت اشارۃً بیان ہوئی کہ فرمایا ومن الناس من یشتری لہو الحدیث۔ کھیل کی چیزوں میں طبلہ بھی داخل ہے۔

[4] نشہ آور چیز خواہ خشک ہو جیسے بھنگ چرس افیون یا پتلی جیسے شراب، تاڑی وغیرہ سب حرام ہیں اس پر تمام امت کا اجماع ہے اختلاف اس میں ہے کہ شراب انگوری کے علاوہ دوسری شرابیں حد نشہ سے کم پینا حرام ہے یا نہیں۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ افیون۔ بھنگ۔ چرس وغیرہ خشک نشہ آور چیزیں دواءً استعمال کی جا سکتی ہیں جب کہ نشہ نہ دیں بعض معجونوں میں افیون پڑتی ہے۔

قِيْلَ الْكُوْبَةُ الطَّبْلُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ❊ وَعَنِ
ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَ
الْمَيْسِرِ وَالْكُوْبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَالْغُبَيْرَاءُ شَرَابٌ تَعْمَلُهُ
الْحَبَشَةُ مِنَ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهَا السُّكُرْكَةُ ۲ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ
وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۳
رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ❊ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ

کہا گیا ہے کہ کوبہ طبلہ ہے ۱ (بیہقی شعب الایمان) ❊ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، شراب اور جوئے اور باجے اور غبیراء سے غبیراء وہ شراب ہے جسے حبشی لوگ جوار سے بناتے ہیں جسے سکرکہ کہا جاتا ہے ۲ (ابوداؤد) ❊ روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی نرد کھیلے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ۳ (احمد، ابوداؤد) ❊ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کبوتر کے پیچھے دوڑ رہا ہے تو فرمایا

۱ قاموس میں ہے کہ کوبہ بضم کاف۔ شطرنج۔ نرد شیر۔ چھوٹا طبل۔ بربط غرضکہ یہ لفظ مشترک ہے۔
۲ اس شراب کا اصلی نام تو سکرکہ ہے غبراء اسی لیے کہتے تھے کہ گدلی ہوئی ہوتی تھی جوار کی شراب تھی اس کا رواج حبشہ میں بہت تھا۔ سخت نشہ آور تھی حرام کردی گئی۔ جیسے ہندوستان کے بعض علاقوں میں تاڑی پی جاتی ہے یہ بھی حرام ہے کہ نشہ آور ہے ۳ نرد شیر کے معنی اور اس کی شرح پہلے کی جاچکی ہے یہ بھی ایک قسم کا جوا ہے لہذا حرام ہے پانسوں پر کھیلا جاتا ہے

شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ إِنِّيْ رَجُلٌ إِنَّمَا مَعِيْشَتِيْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِيْ وَإِنِّيْ أَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

شیطان شیطانہ کا پیچھا کر رہا ہے[1] (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان) ۔

تیسری فصل روایت ہے حضرت سعید ابن حسن سے[2] فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا بولا اے ابن عباس میں ایسا شخص ہوں کہ میری روزی میرے ہاتھ کی کاریگری سے ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں[3] تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں تم کو نہیں خبر دیتا مگر وہ جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] کبوتر باز کو شیطان فرمایا اور کبوتر بازی کو شیطانہ کیونکہ جو چیز رب تعالٰی سے غافل کر دے وہ بھی شیطان ہے اور غافل ہو جانے والا بھی شیطان۔ خیال رہے کہ کبوتر پالنا جائز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بلکہ مسجد حرام میں بہت کبوتر پلے ہوئے ہیں پہلے زمانہ میں کبوتروں سے پیغام رسانی کا کام لیا جاتا تھا مگر کبوتر بازی کرنا ممنوع ہے ہر بازی ممنوع ہے کہ یہ نماز تلاوت بلکہ دنیاوی ضروری کاموں سے غافل کر دیتی ہے۔ جیسے مرغ بٹیر پالنا جائز مگر مرغ بازی بٹیر بازی تیتر بازی انھیں لڑانا حرام ہے خصوصًا جب کہ اس پر مالی ہار جیت ہو کہ اب یہ جوا بھی ہے مرقات میں فرمایا کہ صرف اڑانے کے لیئے کبوتر پالنا مکروہ ہے۔

[2] آپ خواجہ حسن بصری کے بھائی ہیں حضرت زید ابن ثابت کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ کے والد کا نام یسار ہے کنیت ابوالحسن یہ ہی خواجہ حسن بصری کے والد ہیں سعید تابعی ہیں۔ بصری ہیں ثقہ ہیں حضرت ابن عباس ابوہریرہ وغیرہم سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم اجمعین آپ سے قتادہ۔ عوف وغیرہم نے احادیث روایت کیں۔

[3] یعنی جاندار کی تصویریں بنانا میرا پیشہ ہے اس سے میرا گزارہ ہے مجھے اور کوئی کام آتا نہیں ۔

وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهٗ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا اَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ وَكُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى

وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی تصویریں بنائے تو اللہ اُسے عذاب دے گا[۱] حتی کہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں کبھی نہ پھونک سکے گا تو وہ شخص بہت سخت ہانپا[۲] اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا[۳] تو آپ نے فرمایا تجھے خرابی ہو اگر اس کے بنانے سے تو باز نہ آئے تو اس درخت کو اور ہر اس چیز کو اختیار کر جس میں جان نہیں[۴] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب نبی صلے

۱؎ یہاں عذاب سے مراد تمہید عذاب ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے اولًا اس سے روح پھونکنے کو فرمائے گا جب وہ نہ پھونک سکے گا تو عذاب دے گا۔ اگر حلال سمجھ کر تصویر سازی کرتا تھا تو دائمی عذاب ورنہ بہت دراز مدت تک عذاب۔

۲؎ ربو کے معنی ہیں بلندی اور زیادتی اس لیئے بلند زمین کو ربوہ کہتے ہیں اور سود کو ربو کہا جاتا ہے۔ اب اصطلاح میں گھوڑے کی سانس پھول جانے کو ربوہ کہنے لگے جو زیادہ دوڑنے سے پھول جاتی ہے۔ کہ اس میں سانس کی زیادتی ہو جاتی ہے جسے فارسی میں تلواسہ کہتے ہیں۔ اردو میں سانس چڑھ جانا۔ لہذا اس کا ترجمہ ہانپنا نہایت موزوں ہے وہ خوف خدا سے ہانپنے لگا۔ جو اسے یہ حدیث سنکر پیدا ہوا۔

۳؎ یعنی خوف خدا سے اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا غصہ میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور خوف میں پیلا وہ متفکر ہو گیا کہ اب میں گزارہ کیسے کروں مجھے صرف یہی ہنر آتا ہے۔ اور یہ حرام ہے یہ فکر بھی علامت ایمان ہے۔

۴؎ یعنی درخت پہاڑ مکانات اور دوسری سبزیاں اور تمام بے جان چیزوں کی تصویریں بنایا کر اس سے تیرا گزارہ بھی ہوگا اور تو گناہ سے بھی بچا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہاں باز نہ آنے سے مراد سرکشی کرنا نہیں بلکہ مجبوری مراد ہے۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيْسَةً يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاُمُّ حَبِيْبَةَ اَتَيْنَا اَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيْرَ فِيْهَا فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اُولٰٓئِكَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ

اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی بعض بیویوں نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا [1] جسے ماریہ کہا جاتا تھا اور ام سلمہ۔ ام حبیبہ زمین حبشہ میں پہنچی تھیں [2] تو ان دونوں نے اس کی خوبصورتی اور وہاں کی تصویروں کا ذکر کیا [3] تو حضور نے اپنا سر اٹھایا پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے اسکی قبر پر مسجد بنا لیتے ہیں [4] پھر

[1] غالباً کنیسہ عیسائیوں کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں اور بیعہ یہود کے عبادتخانہ کو بعض نے اسکے برعکس کہا ہے یہ عجمی ہے یونانی زبان میں کنیشت تھا اس سے کنیسہ بنا لیا گیا یہ ذکر فرمانے والی بیوی حضرت ام سلمہ تھیں۔ یا ام حبیبہ۔

[2] یہ دونوں بیبیاں اولاً حبشہ کو ہجرت کرکے گئی تھیں وہاں کئی سال رہ کر پھر مدینہ منورہ آئیں ما سیلئے وہاں انھوں نے عیسائیوں کا یہ گرجا دیکھا تھا لفظ ماریہ دراصل مارؤی تھا۔ یعنی بے مثال گرجا۔

[3] پہلے راہب عیسائیوں نے گرجوں میں اپنے نیک لوگوں کے فوٹو رکھے تھے تاکہ لوگ ان کی عبادات دیکھ کر خود عبادت میں مشغول ہوں بعد میں ان تصویروں کی پرستش شروع ہوگئی (مرقات) ان کے دین میں تصویر سازی حرام نہ تھی اسیلئے اسلام نے تصویر سازی حرام فرمادی کہ یہ بت پرستی کی جڑ ہے ہم نے بعض جاہل مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پیروں کے فوٹوؤں کو سلام کرتے ہیں بعض کو سجدہ کرتے بھی دیکھا گیا ہے۔

[4] سارے اہل کتاب یہودی ہوں یا عیسائی ان سب کا یہی طریقہ ہے کہ اپنے صالح لوگوں کی قبروں پر یا تو اس طرح عبادتخانہ بناتے ہیں کہ ان کی قبریں فرش کنیسہ میں آجاتی ہیں ان پر کھڑے ہوکر عبادت کرتے ہیں یا ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں کہ ان کی طرف سجدے کرتے ہیں یہ دونوں کام حرام ہیں یہاں مسجد سے مراد سجدہ گاہ ہے ورنہ اہل کتاب مسجدیں نہیں بناتے ہمارے اسلام میں بزرگوں کی قبروں کے پاس بناتے ہیں یہ بہت ہی اچھا ہے۔ جیسے مسجد نبوی اور عام وہ مساجد جو اولیاء اللہ کے مزارات کے قریب بنی ہوئی ہیں

ان مسجدوں سے زائرین کو نماز کا آرام بھی رہتا ہے

اور وہاں نماز کی قبولیت کی بھی قوی امید ہے۔

صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِيًّا اَوْ قَتَلَهٗ نَبِيٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَيْهِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَعَالِمٌ لَمْ يَنْتَفِعْ بِعِلْمِهٖ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اَلشِّطْرَنْجُ هُوَ مَيْسِرُ الْاَعَاجِمِ

اس میں یہ تصویریں بناتے ہیں یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں بدترین ہیں ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگوں میں سخت تر عذاب والا وہ ہوگا جو نبی کو قتل کرے ۲؎ یا اُسے نبی قتل کریں ۳؎ اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کرے ۴؎ اور تصویر ساز لوگ اور وہ عالم جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جاوے ۵؎ روایت ہے علی سے فرماتے تھے کہ شطرنج عجمیوں کا جوا ہے ۶؎

۱؎ کہ یہ گمراہ بھی ہیں اور گمراہ گر بھی ۲؎ جیسے یہود کہ انہوں نے حضرت ذکریا اور یحیٰی علیہم السلام بلکہ اور بہت پیغمبروں کو قتل کیا یہ بدترین مخلوق ہیں۔

۳؎ قتل فی سبیل اللہ یعنی جہاد میں وہ نبی کے مقابل آئے اور نبی کے ہاتھوں مارا جائے ورنہ جسے نبی قصاص یا حد میں قتل کریں وہ اس حکم سے خارج ہے (مرقات) بعض صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص یا حد میں قتل کرایا ہے ان کا تو بیڑا پار لگ گیا کہ حضور کے ہاتھوں پاک ہو کر گئے۔

۴؎ ماں یا باپ یا دونوں کو ظلماً قتل کرے اگر بیٹا حاکم ہے وہ اپنے باپ کو قصاص یا حد شرعی میں قتل کرے تو وہ اس حکم سے خارج ہے۔

۵؎ اس طرح کہ نہ تو عالم اپنے علم پر عمل کرے نہ کسی سے عمل کرا ہے اپنا علم سینہ میں چھپا کرلے جائے علم دین اللہ رسول کی امانت ہے لوگوں تک پہونچاؤ۔

۶؎ اگر شطرنج پر مالی ہار جیت ہو تو بالاتفاق حرام ہے ورنہ امام ابو حنیفہ قدس سرہ کے نزدیک ممنوع بعض علماء کے نزدیک جائز۔ بشرطیکہ اس کی مشغولیت نماز سے غافل نہ کرے اور دوران کھیل کود گالی گلوچ نہ کرے۔

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ قَالَ لَا يَلْعَبُ بِالشِّطْرَنْجِ اِلَّا خَاطِئٌ[1]• وَعَنْهُ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ لَعِبِ الشِّطْرَنْجِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْبَاطِلَ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ• وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ دَارَ قَوْمٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَدُوْنَهُمْ دَارٌ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَاْتِيْ دَارَ فُلَانٍ وَلَا تَاْتِيْ دَارَنَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ابن شہاب سے کہ ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا شطرنج نہ کھیلے گا مگر خطا کار[1] روایت ہے انہیں سے کہ اُن سے شطرنج کھیلنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ باطل سے ہے اور اللہ باطل کو پسند نہیں فرماتا[2] ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں بیان فرمایا • روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک انصاری قوم کے گھر تشریف لے جاتے تھے ان کے گھروں سے دُور تھا یہ ان گھر والوں کو گراں گزرا تو بولے یارسول اللہ آپ فلاں کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے[3] تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] یہ احادیث امام اعظم کی دلیلیں ہیں کہ شطرنج مطلقًا ممنوع ہے خواہ اس پر مال کی بازجیت ہو یا نہ ہو کیونکہ صرف تین کھیلوں کی اسلام میں اجازت ہے شطرنج ان تین کے سوا ہے حضرات صحابہ کرام نے کبھی شطرنج نہ کھیلی نہ کسی حدیث میں اس کی اجازت دی گئی بہر حال مذہب احناف بہت قوی ہے [2] یعنی اللہ تعالٰی شطرنج کو ناپسند کرتا ہے ایسے موقعہ پر پسند نہ فرمانے کا مطلب ہوتا ہے ناپسند کرنا کسی نے امام مالک سے پوچھا کہ شطرنجی آدمی کی گواہی قبول ہے یا نہیں تو فرمایا کہ جو ہمیشہ کھیلے اس کی گواہی قبول نہیں آپ نے فرمایا کہ شطرنج حق نہیں اور فماذا بعد الحق الا الضلال اس کی ممانعت کے متعلق اور بہت احادیث ہیں اگر یہ احادیث ضعیف بھی ہوں تب بھی تعداد اسناد کی وجہ سے حسن ہیں کہ تعداد اسناد ضعیف حدیث کو حسن کر دیتی ہے (مرقات) [3] یعنی حضور انور ہمارے گھر راستہ میں چھوڑ کر دوسرے دُور والے گھروں میں تشریف لے جاتے ہیں۔ کیا حضور ہم سے ناراض ہیں آپ کی ناراضی تو حق تعالٰی کی ناراضی ہے پھر ہم کس کے ہو کر رہیں جسم سے جان آنکھ سے نور ناراض ہو جائے تو نہ جسم کام کا نہ آنکھ کام کی ؎

وَسَلَّمَ لِاَنَّ فِیْ دَارِکُمْ کَلْبًا قَالُوْا اِنَّ فِیْ دَارِهِمْ سِنَّوْرًا فَقَالَ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السِّنَّوْرُ سَبُعٌ رَوَاهُ الدَّارُ
قُطْنِیُّ ﴿کِتَابُ الطِّبِّ وَالرُّقٰی﴾ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ
اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نے فرمایا اس لیے کہ تمہارے گھر میں کتا ہے لہ وہ بولے ان کے گھر میں بلی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ بلی تو درندوں میں سے ہے ؎ (دار قطنی) دواؤں اور دعاؤں کا بیان (جھاڑ پھونک)

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

لہ یعنی تمہارے گھر بلا ضرورت کتا پالا ہوا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے لہذا ہم بھی وہاں نہیں آتے یہ انتہائی ناراضی کا اظہار ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت شریف فرشتوں کی سی طبیعت ہے۔

؎ یہ جواب عالی یا تو بطور استفہام انکاری ہے یعنی کیا بلی کتے کی طرح درندہ ہے یعنی یہ درندہ نہیں بلکہ گھر میں چوہوں وغیرہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے لہذا اس کا حکم کتے کا سا نہیں۔

؎ طب ط کے فتح سے بھی ہے کسرہ سے بھی پیش سے بھی مگر فتح مشہور ہے اس کے معنی ہیں علاج دوا طب ط کے فتح سے اسکے معنی جادو بھی ہیں اس لیئے مسحور کو مطبوب کہتے ہیں علاج کے تین ارکان ہیں۔ دفع مرض۔ حصول صحت۔ دفع اسباب مرض۔ طب جسمانی قرآن اور طب روحانی قرآن سے ہے اس لیئے طب کے اوراق جمع فرمائے گئے رقی جمع ہے رقیۃ کی بمعنی جھاڑ پھونک ناجائز یا شرکیہ الفاظ سے دم کرنا حرام یا کفر ہے جائز دعائیں پڑھ کر دم کرنا سنت ہے۔ جن دم جھاڑ پھونک کے معانی معلوم نہ ہوں انھیں نہ پڑھے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور علوم بخشے ہیں وہاں علم طب بھی عطا فرمایا بذریعہ وحی کے بھی اور بذریعہ تجربہ وغیرہ کے بھی حضرت سلیمان علیہ السلام ہر درخت وگھاس سے پوچھا کرتے تھے کہ تجھ میں کیا تاثیر ہے اگر وہ اچھی تاثیر بتاتی تو اس کی کاشت بھی کراتے تھے اور اس کا نام و فوائد لکھ بھی لیتے تھے معلوم ہوا کہ طب کی تدوین آپ نے بھی کی۔ واللہ اعلم (مرقات) ؛

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَآءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً ۱ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِكُلِّ دَآءٍ دَوَاءٌ فَاِذَا اُصِيْبَ دَوَاءُ الدَّآءِ بَرَاَ بِاِذْنِ اللّٰهِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہ اللہ نے کوئی بیماری نہ بنائی مگر اس کے لیے شفا بھی اتاری ۱ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بیماری کی دوا ہے جب دوا بیماری تک پہنچادی جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے اچھا ہوجاتا ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

۱ موت اور بڑھاپا ان کے سوا تمام امراض کی دوائیں ہیں جب اللہ کسی کو شفا دینا چاہتا ہے تو طبیب کا دماغ اس کی دوا تک پہنچ جاتا ہے ورنہ طبیب کا دماغ الٹا چلتا ہے علاج غلط کرتا ہے۔ مصرع چوں قضا آید طبیب ابلہ شود۔

۲ یعنی دوا۔ بیماری دور کرنے میں مؤثر تو ہے مگر مستقل مؤثر نہیں بلکہ ارادۂ الٰہی کے تابع ہے وہ چاہے تو دوا کو مؤثر بنادے یہاں مرقات نے فرمایا کہ جب اللہ تعالٰی کسی بیمار کی شفا نہیں چاہتا تو دوا اور مرض کے درمیان ایک فرشتے کے ذریعہ آڑ کردیتا ہے جس کی وجہ سے دوا مرض پر واقع نہیں ہوتی جب شفا کا ارادہ ہوتا ہے۔ تو وہ پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جس سے دوا مرض پر واقع ہوتی ہے اور شفا ہوجاتی ہے (مرقات) ہم نے بہت بیماروں کو دیکھا کہ دوا ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی بعد موت ان کے منہ سے دوا نکلتی ہے یہ ہے وہ آڑ۔

۳ احمد نے بروایت حضرت علی مرفوعًا روایت کیا کہ ہر مرض کی دوا ہے اور گناہ کی دوا توبہ ہے خیال ہے کہ دفع مرض کے لیئے دوا کرنا مستحب ہے مگر دفع بھوک کے لیئے کھانا اور دفع پیاس کیلئے پانی پینا فرض ہے لہٰذا اگر کوئی بیمار بغیر دوا کیے مرجائے تو گنہگار نہیں لیکن اگر کوئی بھوکا پیاسا بغیر کھائے پیئے مرجائے۔ مرن برت یا بھوک ہڑتال کرکے مرے تو حرام موت مرے گا۔ کیونکہ دوا سے شفا میں یقین نہیں۔ مگر کھانے سے دفع بھوک میں اور پانی سے دفع پیاس میں یقین یا گمان اغلب ہے دوا کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ توکل کی قسم ہے۔

وَسَلَّمَ اَلشِّفَآءُ فِیْ ثَلٰثٍ فِیْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ اَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَاَنَا اَنْهٰى اُمَّتِیْ مِنَ الْكَيِّ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رُمِیَ اُبَیٌّ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلٰى اَكْحَلِهٖ فَكَوَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ

وسلم نے کہ شفا تین چیزوں میں ہے سینگی والے کے نشتر میں ۱؎ یا شہد کے گھونٹ میں ۲؎ یا آگ سے داغ میں ۳؎ اور میں اپنی امت کو داغ سے منع کرتا ہوں ۴؎ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ احزاب کے دن ابی کو ۵؎ ان کی رگ حیات پر تیر مارا گیا ۶؎ تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ دیا (مسلم) روایت ہے انہیں سے

۱؎ جب کسی مریض کے پچھنے سینگی لگاتے ہیں تو پہلے مرض کی جگہ نشتر مارتے ہیں پھر سینگی رکھ کر چوستے ہیں پھر وہاں سینگی جم جاتی ہے جب اکھیڑتے ہیں تو فاسد خون نکل جاتا ہے شرطہ وہ نشتر ہے اور محجم سینگی یا محجم نشتر اور شرطہ نشتر لگانا۔

۲؎ خواہ خالی شہد کا گھونٹ یا کسی چیز میں مخلوط ہو کر رب شہد کے متعلق فرماتا ہے "فیه شفاء للناس"۔

۳؎ یعنی کئی کرنا لوہا گرم کرکے داغ دینا ان علاجوں کی وجہ اور پچھنے کے مقدم فرمانے کی حکمتیں یہاں مرقات میں دیکھو۔

۴؎ احادیث شریفہ میں داغ سے ممانعت بھی آئی ہے اور داغ لگانا بھی وارد ہے اسلیئے محدثین نے ان کی مطابقت کی بہت وجہیں بیان فرمائیں ایک یہ کہ داغ بیان جواز کے لیئے ہے اور ممانعت بیان کراہت کیلئے یعنی داغ سے علاج کرنا جائز ہے مگر بہتر نہیں دوسرے یہ کہ جب دوسرے علاج ہو سکتے ہوں تو داغ نہ لگاؤ اگر اس کے سوا اور کوئی علاج نہ ہو تو لگاؤ تیسرے یہ کہ اہل عرب داغ کو آخری یقینی علاج سمجھتے تھے ان کی نظر رب تعالٰی سے ہٹ کر داغ پر لگ گئی توکل اللہ جاتا رہا تھا تعلیم توکل کے لیئے ممانعت فرمائی گئی اگر اللہ پر توکل ہو داغ کو محض دوا سمجھے تو جائز ہے چوتھے یہ کہ جہاں داغ لگانا خطرناک ہو وہاں ممنوع ہے غیر خطرہ کی صورت میں جائز کئی کے معنی ہیں داغ عرب میں لوہا گرم کرکے زخم پر لگا دیتے ہیں اسے کئی کہا جاتا ہے ۵؎ حضرت ابی ابن کعب خزرجی انصاری ہیں بڑے قاری تھے آپ ان چھ صحابہ سے ہیں جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا حضور نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی ۱۹ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا احزاب غزوہ خندق کا نام ہے ۶؎ اکحل رگ حیوۃ کو کہتے ہیں یہ کلائی کے درمیان ہوتی ہے جیسے ران کی رگ کو نسا اور پیٹھ کی رگ کو ابہر کہا جاتا ہے اگر اکحل کٹ جاوے تو خون بند نہیں ہوتا اور موت ہو جاتی ہے اگر اس کو داغ دیا جاوے تو خون بند ہو جاتا ہے۔

قَالَ رُمِيَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِيْ اَكْحَلِهٖ فَحَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ بِمِشْقَصٍ ثُمَّ وَرِمَتْ فَحَسَمَهُ الثَّانِيَةَ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ طَبِيْبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا ثُمَّ كَوَاهُ
عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَآءِ شِفَآءٌ مِّنْ

فرماتے ہیں کہ سعد ابن معاذ کی رگِ حیات میں تیر مارا گیا ۱؎ تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تیر سے داغ دیا پھر وہ سُوج گیا تو اسے دوبارہ داغ دیا ۳؎ (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کے پاس ایک طبیب بھیجا اس نے آپ کی رگ کاٹ دی پھر اس پر داغ لگا دیا ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری سے شفاء ہے ۵؎

۱؎ تاکہ خون بند ہو جاوے ابھی پچھلی حدیث میں اس عمل شریف اور ممانعت کی احادیث میں مطابقت عرض کی گئی۔

۲؎ یہ واقعہ بھی اسی غزوہ احزاب میں ہوا کہ حضرت سعد ابن معاذ کے رگِ حیٰوۃ میں تیر لگا ۳؎ یعنی ایک بار تیر گرم کرکے زخم پر داغ لگایا مگر پھر ورم آگیا تو دوبارہ تیر سے داغ لگا دیا گیا اس سے بھی داغ کا جواز ثابت ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کو ہر فن کا ماہر بنایا ہے کہ یعنی داغ لگانا ہر شخص کا کام نہیں اس کے لیے بڑے کمال کی ضرورت ہے۔

۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ اپریشن بڑا پرانا علاج ہے زمانہ نبوی میں اس کی اصل موجود تھی چیر پھاڑ رگ کی کاٹ چھانٹ یہی اپریشن کی حقیقت ہے چونکہ رگ کٹ جانے سے تمام خون نکل جانے کا اندیشہ تھا اس لیے زخم کو آگ سے جھلسا دیا گیا تاکہ خون بند ہو جاوے اب خون بند کرنے کے لیے ٹیکہ لگایا جاتا ہے ٹیکہ یہاں سے ماخوذ ہو سکتا ہے ۵؎ ہر مرض سے مراد ہر بلغمی اور رطوبت کے امراض ہیں کیونکہ کلونجی گرم اور خشک ہوتی ہے لہٰذا مرطوب اور سردی کی بیماریوں میں مفید ہوگی (اشعہ)

كُلِّ دَآءٍ إِلَّا السَّامَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ السَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّةُ السَّوْدَآءُ الشُّوْنِيْزُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ﴿ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَخِيْ اِسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا

ابن شہاب نے فرمایا کہ سام موت ہے اور کالا دانہ کلونجی ہے[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میرے بھائی کا پیٹ چل رہا ہے[2] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے شہد پلا دو[3] اس نے پلایا پھر آیا بولا کہ میں نے اُسے پلایا اس کے دست بڑھ ہی گئے۔

[1] حبّۃ سوداء ان دواؤں کا نام ہے سیاہ زیرہ۔ رائی۔ کلونجی۔ اس شرح سے معلوم ہوا کہ یہاں کلونجی مراد ہے یہ فرمان عالی ایسا ہے جیسے قرآن کریم کا فرمان اوتیت من کل شیٔ۔ یا جیسے تدمر کل شیٔ کہ کل شیٔ سے مراد عام چیزیں ہیں یوں ہی یہاں مراد عرب کی عام بیماریاں ہیں (مرقات) یعنی کلونجی عرب کی عام بیماریوں میں مفید ہے خیال رہے کہ احادیث شریفہ کی دوائیں کسی حاذق طبیب کی رائے سے استعمال کرنی چاہئیں صرف اپنی رائے سے استعمال نہ کریں کہ ہمارے مزاج اہل عرب کے مزاج سے جداگانہ ہیں۔

[2] یعنی دست آرہے ہیں اردو میں بھی دست آنے کو پیٹ چلنا کہا جاتا ہے۔ وہ ہی محاورہ یہاں استعمال ہوا۔

[3] ظاہر یہ ہے کہ یہاں خالص شہد مراد ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ دو شفاؤں کو مضبوطی سے پکڑو شہد اور قرآن۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ لاعلاج بیمار اپنی بیوی سے اس کے مہر کا پیسہ لیکر اس سے دوا خریدے اس میں بارش کا پانی لاکر استعمال کرے انشاء اللہ شفا ہوگی کہ بارش کا پانی مبارک ہے من السماء ماءً مبارکًا اور بیوی کے مہر کا پیسہ برکت والا فکلوہ ھنیئا مریئا۔ (مرقات)

فَقَالَ لَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَآءَ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اِسْقِهٖ عَسَلًا فَقَالَ لَقَدْ سَقَيْتُهٗ فَلَمْ يَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ فَسَقَاهُ فَبَرَاَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمْثَلَ

حضور نے اُسے تین بار یہ ہی فرمایا ۱؎ وہ پھر آیا چوتھی بار تو فرمایا اُسے شہد پلاؤ وہ بولا کہ میں نے اُسے پلایا مگر اس نے پیٹ چلنا ہی بڑھایا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے ۲؎ اس نے پھر شہد پلایا تو آرام ہوگیا ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین وہ چیز

۱؎ حضور انور جانتے تھے کہ اس کے پیٹ میں لیس دار بلغمی فضلات جمع ہوگئے ہیں جنہیں شہد خارج کر رہا ہے ان کے خارج ہوجانے کے بعد دست بند ہوجائیں گے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے روزانہ ایک بار بقدر ضرورت شہد پلانے کا حکم دیا اس لیے وقت اور مقدار کا ذکر نہ فرمایا (مرقات) جیسا مریض ویسی مقدار دوا۔

۲؎ یعنی رب تعالٰی نے شہد کے متعلق فرمایا فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ رب تعالٰی سچا اس کا یہ فرمان سچا۔ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس شہد سے شفا حاصل نہ کرنے میں خطا کار ہے دوا مفید ہے قصور پیٹ میں ہے کہ اس سے شفاء حاصل نہیں کرتا یا یہ مطلب ہے کہ مجھے رب نے وحی فرمائی ہے کہ تیرے بھائی کے پیٹ کو شہد سے شفا ہوگی ابھی اس کا ظہور نہ ہونا اس میں پیٹ کا قصور ہے رب تعالٰی کی یہ خبر سچی ہے۔ واللہ اعلم۔

۳؎ طب میں شہد کو دست آور مانا گیا ہے مگر یہاں اس سے دست بند ہوئے یا تو حضور کی برکت سے لہذا ہم لوگ دستوں میں شہد استعمال نہ کریں۔ یا اس لیے کہ اس شخص کے دست بد ہضمی اور فاسد مادہ کے معدے میں جمع ہوجانے کی وجہ سے تھے اس فاسد مادہ کا نکال دینا ہی ضروری تھا اسلئے پہلی تین بار میں شہد سے دست زیادہ ہوئے جب مادہ سارا نکل گیا دست ٹھہر گئے پیٹ جھوٹے ہونے کے یہ ہی معنی ہیں کہ اس میں خراب مادہ بہت جمع ہوگیا ہے بہر حال حضور کی تجویز کردہ دوا بہت حکمتوں پر مبنی ہے (اشعہ و مرقات) دوسرے طبیب اپنے فن کو حضور پر قیاس نہ کریں انکی طب ظنی ہے حضور کی تجویزیں یقینی ہیں۔ وحی الٰہی سے تائید شدہ (اشعہ)۔

مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

جن سے تم علاج کرو پچھنے اور قسط بحری ہے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنے بچوں کو دبانے سے تکلیف نہ دو گلے ابھانے میں [2] تم قسط اختیار کرو [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام قیس سے [4] فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

[1] قسط دو قسم کا ہے قسط بحری جسے قسط اظفار بھی کہتے ہیں اظفار ایک شہر کا نام ہے اس کی طرف نسبت ہے یہ سفید رنگ اور کم گرم ہوتا ہے دوسرا قسط ہندی یہ قسط بحری سے بہترین چیز ہے بہت ہی خوشبودار ہے جس کی دھونی لی جاتی ہے اس کے نفع بہت ہیں حیض کا خون جاری کرتی ہے بند پیشاب جاری کرتی ہے زہر کو دفع، قوت شہوانی کو زیادہ معدہ کے کیڑے مارتی ہے بعض بخاروں کو دور کرتی ہے اس کی دھونی زکام دور کرتی ہے ریح کی دافع ہے اس لیئے اطباء اسے بہترین دوا کہتے ہیں۔

[2] کبھی بچوں کے حلق میں گلٹیاں نکل آتی ہیں اس کے علاج کے لیئے عورتیں اپنی انگلی میں دوا لگا کر حلق میں انگلی ڈال کر دباتی ہیں جس سے بچوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے خون جاری ہو جاتا ہے میں بھی بچپن میں یہ مصیبت بھگت چکا ہوں حضور نے اس سے منع فرمایا۔

[3] یعنی قسط بحری کو پانی میں حل کر کے مریض کے ناک میں ٹپکا دو کہ دماغ و حلق میں پہونچ جاوے اس علاج سے اطباء حیران ہیں کیونکہ گلے کی گلٹیاں جیسے گلے آنا کہا جاتا ہے گرمی سے ہوتی ہیں اور قسط بحری بھی گرم ہے تو گرم کو گرم کیسے دفع کر سکتا ہے مگر اکثر گلے کی گلٹیاں اس خون سے پیدا ہوتی ہیں جس پر بلغم غالب ہو اور قسط بحری بلغم چھانٹنے میں اکسیر ہے لہذا اس سے علاج مفید ہے۔

[4] آپ ام قیس بنت محصن اسدیہ ہیں حضرت عکاشہ کی بہن قدیم الاسلام ہیں ہجرت سے پہلے ایمان لائیں آپ کو مہاجر ام قیس کہا جاتا ہے۔

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَا تَدْغَرْنَ اَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ[۱] عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ[۲] فَاِنَّ فِيْهِ سَبْعَةَ اَشْفِيَةٍ مِّنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ[۳] مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ عَائِشَةَ وَرَافِعِ ابْنِ خُدَيْجٍ[۴] عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ[۵]

اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنی اولاد کو اس گلا آنے سے کیوں دباتی ہو[۱] تم اس عود ہندی کو اختیار کرو[۲] کہ اس میں سات شفائیں ہیں ان میں سے ذات الجنب بھی ہے گلے آنے سے نسوار لی جاوے اور ذات الجنب سے لیپ کیا جاوے[۳] (مسلم بخاری) • روایت ہے حضرت عائشہ اور رافع ابن خدیج سے[۴] وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہے فرمایا کہ بخار دوزخ کی جھلک ہے[۵]

۱؎ ان لفظوں کے معنی ابھی پچھلی حدیث میں عرض کیے گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو گلے آنے پر حلق دبانے سے منع فرما رہے ہیں علاق بمعنی علوق ہے یعنی حلقوم کی آفت ناگہانی گلے کی گلٹیاں۔

۲؎ عود ہندی نام ہے قسط بحری کا جس کا ذکر ابھی ہوا بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ قسط ہندی کا نام ہے دونوں قسط گلے آنے میں مفید ہیں۔

۳؎ یعنی گلہ آنے میں قسط بحری کو پانی میں حل کر کے ناک میں نسوار کراؤ اور پسلیوں کے درد میں اس کا پسلیوں پر لیپ کرو ذات الجنب بڑا تکلیف دہ بلکہ مہلک مرض ہے اس میں بھی یہ دوا مفید ہے۔

۴؎ حضرت رافع ابن خدیج مشہور صحابی ہیں جنگ احد میں آپ تیر سے زخمی ہوئے تو آپ سے حضور انور نے فرمایا کہ میں قیامت میں تمہاری گواہی دوں گا۔ اس وقت زخم بھر گیا۔ پھر عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں دوبارہ ہرا ہو گیا۔ اور اسی سے ۷۴ھ میں وفات ہوئی۔ چھیاسی سال عمر پائی۔

۵؎ کہ جیسے دوزخ کی آگ فقط ظاہری جسم پر ہی نہ ہوگی بلکہ اندرون بدن میں بھی۔ تطلع علی الافئدہ یوں ہی بخار کی تپش دل و جگر پر بھی ہوتی ہے۔ لہذا اس آگ کے مشابہ ہے۔

فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ مُتَّفَقٌ

تو اسے پانی سے ٹھنڈا کرو[1] (مسلم بخاری) ۞ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے کی اجازت دی نظر بد ڈنک اور داند صیری میں[2] (مسلم) ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے دم کرنے کا حکم دیا[3] (مسلم بخاری) ۞

[1] یعنی صفراوی بخار والے کو ٹھنڈا پانی پلاؤ اس سے غسل دو یا کپڑا تر کرکے سر اور بعض اعضاء پر رکھو یہ علاج ہر بخار کیلئے نہیں بلکہ خاص بخاروں کیلئے ہے جو عموماً اہل عرب کو ہوتا ہے ہمارے ہاں بھی بعض بخاروں میں اطباء مریض کے سر پر تر کپڑا بلکہ برف رکھواتے ہیں لہذا یہ عمل طبیب کے مشورہ سے کیا جاوے ہمارے ہاں کے اکثر بخاروں میں پانی مضر ہوتا ہے احادیث پاک میں بخار والے کو سات مشکیزوں سے نہلانے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے مگر وہ ہی بخار گرمی والے حدیث شریف میں ہے کہ مومن کا ایک شب کا بخار ایک سال کے گناہ معاف کرا دیتا ہے [2] اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے منع فرما دیا تھا لوگ اس سے مطلقاً پرہیز کرنے لگے پھر حضور انور سے آیات قرآنیہ دعاء ماثورہ اور تمام ان دعاؤں سے دم کی اجازت دیدی جن میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں یہ حدیث اجازت کی احادیث سے ہے عین نظر بد خواہ انسان کی ہو یا جن کی حمۃ ڈنک زہریلا جیسے بھڑ بچھو سانپ نملہ باریک دانہ جو پسلیوں پر نمودار ہوکر تمام جسم پر پھیل جاتے ہیں بعض نے اس سے خسرہ مراد لی ہے بعض نے اندھوئیں بعض نے اسکے علاوہ اور یہ دانہ چونکہ چھوٹی چیونٹی کے مشابہ ہوتی ہے اسلیئے اسے نملہ کہتے ہیں [3] یعنی اجازت ہے لہذا یہ حدیث یا تو دم کی ممانعت کی احادیث کی شرح ہے یا ان کی ناسخ یعنی وہ دم ممنوع ہے جس میں مشرکانہ الفاظ ہوں قرآنی آیات اور احادیث کی دعاؤں سے دم جائز ہے ان کی تاثیر برحق ہے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی دم کرسکتی ہیں مگر مردوں پر دم کرنا ہو تو پردہ کا خیال ضروری ہے بچوں عورتوں پر دم میں آزادی ہے العین سے مراد یا آنکھ دکھنا ہے یا نظر لگنا مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں نسترقی نون سے ہے جمع متکلم علماء فرماتے ہیں کہ بدنظری سے بچنے کے لیئے یہ آیت کریمہ اکسیر ہے وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر (مرقات) ۞

عَلَيْهِ • وَعَنْ اُمِّ سَلْمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ بَيْتِهَا جَارِيَةً فِيْ وَجْهِهَا سَفْعَةٌ۱ تَعْنِيْ صُفْرَةً فَقَالَ اَسْتَرْقُوْا لَهَا فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ۲ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّقٰى فَجَاءَ اٰلُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ۳ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَتْ عِنْدَنَا رُقْيَةٌ نَرْقِيْ بِهَا مِنَ الْعَقْرَبِ وَاَنْتَ نَهَيْتَ عَنِ الرُّقٰى فَعَرَضُوْهَا عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر زردی چھائیں تھیں یعنی زردی ۱ تو فرمایا کہ اس کے لیے دم کرو کہ اسے نظر ہے ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دم پھونک سے منع فرمایا تو عمرو ابن حزم کے گھر والے آئے ۳ بولے یا رسول اللہ ہمارے پاس دم ہے جسے ہم بچھو سے دم کرتے ہیں اور آپ نے جھاڑ پھونک سے منع فرما دیا ۴ چنانچہ انہوں نے وہ حضور پر پیش کیا

۱ سفعہ کے بہت معنی ہیں، نشانی، طمانچہ، نظر بد، جلنا، آگ کا شعلہ، چہرے کی سیاہی مائل بہ سرخی اسی لیے یہاں یہ شرح فرمائی۔

۲ جن کی نظر ہے یا انسان کی، علماء فرماتے ہیں کہ جنات کی نظر انسانی نظر سے سخت تر ہوتی ہے واللہ اعلم۔ مرقات نے فرمایا کہ جنات کی نگاہ تیر سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ جائز دعاؤں سے دم بھی جائز ہے اس دم پر اجرت لینا بھی درست ہے۔ (مرقات)

۳ عمرو ابن حزم کی کنیت ابو الضحاک ہے انصاری ہیں غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے غزوۂ خندق میں پندرہ سال کے تھے حضور انور نے انہیں نجران کا حاکم بنایا تھا۔ سنہ دس میں آپ کی وفات ۵۳ھ ترپن میں مدینہ منورہ میں ہوئی ان کے اہل خانہ یعنی بھائی برادر بچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

۴ یعنی ہم سب لوگ بچھو وغیرہ کے کاٹے پر دم کر دیتے ہیں تو اس سے فائدہ ہوتا ہے اگر اسے بند کر دیں تو ایک فیض بند ہو جاوے گا حضور نے دعا سنانے کا حکم دیا۔

فَقَالَ مَا اَرٰى بِهَا بَاْسًا مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا نَرْقِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ اعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَاْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَيْنُ حَقٌّ فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَاِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ

تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج ہم نہیں دیکھتے تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے وہ اُسے نفع پہنچائے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ ہم دور جاہلیت میں دم کرتے تھے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے عالی ہے تو فرمایا ہم پر پیش کرو جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ نظر حق ہے ۴؎ اگر کوئی چیز تقدیر سے بڑھ سکتی ہے تو اس پر نظر بڑھ جاتی ہے ۵؎ اور جب تم دھلوائے جاؤ

۱؎ غالباً وہ عربی زبان کے الفاظ تھے اگرچہ قرآنی آیت یا دعاء ماثورہ نہ تھی مگر اس کے الفاظ شرکیہ بھی نہ تھے ہم نے بعض دفعہ اردو زبان کے دیکھے بہت زود اثر۔ آدھا سیسی کیلئے یہ دعا بڑی مفید ہے۔ کالی چڑی پکھڑی کالا پھل کھائے۔ اٹھو محمد آکھو دو کہ آدھا سیسی جائے اس دعا میں کوئی لفظ شرک وکفر یا ناجائز نہیں۔ بچہ پیدا ہونے میں اگر دشواری ہو تو یہ کوری ٹھیکری پر لکھ کر زچہ کے سر پر رکھی جاوے نے سر پہ چینی کر میں گھوڑا۔ نکل پڑی یا نکل پڑا۔

۲؎ آپ اولاً غزوہ خیبر میں شریک ہوئے قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا فتح مکہ کے دن آخر میں شام میں رہے ۷۳ھ تہتر میں وفات پائی ۳؎ اس حدیث کی بنا پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ عمل کی تاثیر کیلئے شیخ کو عمل سنا لینا اس سے اجازت لے لینا مفید ہے اگرچہ اس کے معنی جانتا ہو۔ ۴؎ یعنی نظر بد کا اثر برحق ہے اس سے منظور کو نقصان پہونچ جاتا ہے ۵؎ یعنی ان کا اثر اس قدر سخت ہے کہ اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کر سکتی تو نظر بد کر لیتی۔ کہ تقدیر میں آرام لکھا ہو مگر یہ تکلیف پہونچا دیتی مگر چونکہ کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لیے یہ نظر بد بھی تقدیر نہیں پلٹ سکتی۔

فَاغْسِلُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اُسَامَةَ ابْنِ شَرِيْكٍ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنَتَدَاوٰى قَالَ نَعَمْ يَاعِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَّاحِدٍ اَلْهَرَمُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ٭

تو دھو دو[1] (مسلم) ٭ دوسری فصل روایت ہے حضرت اسامہ ابن شریک سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم دوا دارو کریں فرمایا ہاں اے اللہ کے بندو دوا کرو کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری نہیں پیدا فرمائی مگر اس کے لیے شفا رکھی سوا ایک بیماری بڑھاپے کے[2] (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

[1] یعنی اگر کسی نظر لگے ہوئے کو تم پر شبہ ہو کہ تمہاری نظر اسے لگی ہے اور وہ دفع نظر کیلئے تمہارے ہاتھ پاؤں دھلوا کر اپنے پر چھینٹا مارنا چاہے تو تم برا نہ مانو بلکہ فورًا اپنے یہ اعضاء دھو کر اسے دے دو نظر لگ جانا عیب نہیں نظر تو ماں باپ کی بھی لگ جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عوام میں مشہور ٹوٹکے اگر خلاف شرع نہ ہوں تو ان کا بند کرنا ضروری نہیں دیکھو نظر والے کے ہاتھ پاؤں دھو کر منظور کو چھینٹا مارنا عرب میں مروج تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا ہمارے ہاں تھوڑی سی آٹے کی بھوسی تین سرخ مرچیں منظور پر سات بار گھما کر سر سے پاؤں تک پھر آگ میں ڈال دیتے ہیں اگر نظر ہوتی ہے تو بھس نہیں اٹھتی اور رب تعالٰی شفا دیتا ہے۔ جیسے دواؤں میں نقل کی ضرورت نہیں تجربہ کافی ہے ایسے ہی دعاؤں اور ایسے ٹوٹکوں میں نقل ضروری نہیں خلاف شرع نہ ہوں تو درست ہیں اگرچہ ماثورہ دعائیں افضل ہیں حضرت عثمان غنی نے ایک خوبصورت تندرست بچہ دیکھا تو فرمایا اس کی ٹھوڑی میں سیاہی لگا دو تاکہ نظر نہ لگے حضرت ہشام ابن عروہ جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے تو فرماتے ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ علماء فرماتے ہیں کہ بعض نظروں میں زہریلا پن ہوتا ہے جو اثر کرتا ہے (مرقات) اس نظر کی پوری بحث تفسیر کبیر سورہ یوسف میں یابنی لاتدخلوا من باب واحد کی تفسیر میں دیکھو۔ [2] یعنی دوا علاج توکل کے خلاف نہیں جیسے بھوک کا علاج غذا ہے پیاس کا علاج پانی ہے اگر دوائیں بیماریوں کا علاج ہوں تو کیا بعید ہے اسی لیے عباد اللہ فرما کر دوا کرنے کا حکم دیا تاکہ معلوم ہو کہ دوا عبودیت کے خلاف نہیں بڑھاپے کو بیماری اس لیے فرمایا گیا کہ بڑھاپے کے بعد موت ہے جیسے بیماری کے بعد موت ہوتی ہے نیز بڑھاپے میں بہت بیماریاں دبا لیتی ہیں۔ **لطیفہ** ایک بوڑھے آدمی نے کسی طبیب سے کہا کہ میری نگاہ موٹی ہو گئی ہے طبیب نے کہا بڑھاپے کی وجہ سے وہ بولا اونچا سننے لگا ہوں جواب ملا بڑھاپے کی وجہ سے بولا کمر

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْرِهُوْا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيْهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوٰى اَسْعَدَ بْنَ زُرَارَةَ

روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور نہ کرو[1] کیونکہ انہیں اللہ تعالٰی کھلاتا ہے[2] (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد ابن زرارہ کو لالی کی بیماری سے داغ دیا[3]

ٹیڑھی ہوگئی ہے کہا بڑھاپے کی وجہ سے آخر میں بوڑھا بولا کہ جاہل طبیب تجھے بڑھاپے کے سوا کچھ نہیں آتا جواب ملا یہ بے موقعہ غصہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔(مرقات)

[1] بعض بیمار کھانے پینے سے نفرت کرتے ہیں تیمارداروں کو چاہیئے کہ انھیں اس پر مجبور نہ کریں اس نہ کھانے میں ان کے لیے بہتری ہوتی ہے۔

[2] یعنی رب تعالٰی انھیں صبر بھی دیتا ہے اور قدرتی قوت و طاقت بھی بخشتا ہے بدن کی قوت ارادہ الٰہی سے ہے نہ کہ محض کھانے سے۔ خیال رہے کہ یہی الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روزہ وصال کے لیے بھی ارشاد فرمائے ہیں وہاں کچھ مطلب ہی اور ہے (مرقات) وہاں حق تعالٰی حضور کو غیبی روزی عطا فرماتا ہے بعض صوفیاء کرام نے خواب میں کوئی چیز کھائی بیدار ہونے پر شکم سیر تھے اور کھانے کی خوشبو منہ سے ہاتھوں سے آتی تھی۔ اسی لیے حضور نے اپنے لیے فرمایا۔ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ وہاں لبیت عند ربی ہے یہاں یہ عبارت نہیں ہے اس میں یہی فرق ہے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اس قرب خصوصی کو بیمار پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے کہاں یہ مریض کہاں آقائے دو جہان۔

[3] شوکہ ایک خاص بیماری کا نام ہے جس میں اولًا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ پھر تمام بدن پر سرخی چھا جاتی ہے۔ حضور انور نے اس کا علاج داغ سے کیا۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ‎٭ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَدَاوٰى مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِيِّ وَالزَّيْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ‎٭ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْعَتُ الزَّيْتَ وَالْوَرْسَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ‎٭ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ٭ روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے[1] فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ذات الجنب کا قسط بحری اور زیتون کے تیل سے علاج کریں[2] (ترمذی) ٭ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ذات الجنب کے لیے تیل اور ورس بیان فرماتے تھے[3] (ترمذی) ٭ روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے[4] کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

[1] آپ مشہور صحابی ہیں انصاری ہیں خزرجی ہیں کوفہ میں رہے وہاں ہی ۶۸ھ میں وفات پائی پچاسی سال عمر ہوئی آپ کی کنیت ابو عمرو ہے [2] اس طرح کہ زیتون کے تیل میں قسط بحری ملاکر درد کی جگہ لیپ کریں اور بیمار کو زیتون کا تیل کھلائیں اسی تیل کی مالش بھی کریں حدیث شریف میں ہے کہ زیتون کا تیل کھاؤ اسے لگاؤ کہ یہ مبارک درخت سے ہے اور اس میں ستر بیماریوں کی شفاء ہے جن میں جذام بھی ہے اس میں بواسیر کو بھی شفاء ہے (دیکھو مرقات ترمذی وغیرہ) [3] ورس یمن میں پیدا ہونے والی ایک گھاس ہے جو بیس سال تک رہ سکتی ہے رنگ سرخ دیتی ہے ذات الجنب یعنی پسلیوں کے درد میں اس کا لیپ مفید ہے [4] آپ پہلے حضرت جعفر ابن ابی طالب کے نکاح میں تھیں ان کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ گئیں وہاں ہی ان سے محمد، عبداللہ اور عون پیدا ہوئے پھر مدینہ منورہ ہجرت کرکے آئیں حضرت جعفر کی شہادت کے بعد ابوبکر صدیق سے نکاح کیا ان سے محمد پیدا ہوئے حضرت صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت علی کے نکاح میں آئیں ان سے یحیٰی ابن علی پیدا ہوئے بڑی درجہ والی صحابیہ ہیں چنانچہ آپ سے حضرت عبداللہ ابن جعفر، عمر ابن خطاب، عبداللہ ابن عباس، ابو موسیٰ اشعری، عبداللہ ابن شداد جیسے صحابہ کرام نے احادیث روایت کیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ٭

وَسَلَّمَ سَأَلَهَا بِمَا تَسْتَمْشِيْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ حَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ شَيْئًا كَانَ فِيْهِ الشِّفَاءُ مِنَ الْمَوْتِ لَكَانَ فِي السَّنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا

وسلم سلہ ان سے پوچھا کہ تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو سلہ بولیں شبرم سے سلہ فرمایا گرم ہے گرم ہے فرماتی ہیں پھر میں نے سنا سے جلاب لیا سلہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز ہوتی جس میں موت سے شفا ہو تو سنا میں ہوتی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے بیماریاں اور دوائیں اتاری ہیں اور ہر بیماری کے لیے دوا بنائی سلہ تو تم لوگ دوا کرو اور

سلہ یہ لفظ بنا ہے مشی سے بمعنی چلنا جلاب کو مشی اس لیئے کہتے ہیں کہ اس سے پیٹ چلتے ہیں یا اس سے پینے والا آدمی بار بار چل کر پاخانہ جاتا ہے۔
سلہ شبرم حجاز کی خاص دوا ہے چنے کے دانوں کی طرح ہوتی ہے پکا کر اس کا پانی پینے سے دست لگ جاتے ہیں۔
سلہ سنا حجاز مقدس کی مشہور دوا ہے دست آور ہے بے ضرر ہے مکہ مکرمہ کی سنا اپنی خوبیوں میں بہت مشہور ہے اسی لیئے اسے سنا مکی کہا جاتا ہے۔ صفراوی۔ سوداوی۔ بلغمی مادہ کو دستوں کے ذریعہ نکالنے میں بے مثال ہے سوداوی وسوسوں کی دافع ہے (اشعہ) بعض روایات میں سنا۔ زیرہ کی بہت تعریف آئی ہے۔
سلہ یعنی ہر بیماری کے لیئے حلال و جائز دوا پیدا فرمائی ہے۔ جیسا کہ آئندہ عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔

تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيْثِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ سَلْمٰى خَادِمَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حرام سے دوا نہ کرو [1] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا سے منع فرمایا [2] (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) ۞ روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ سلمٰی رضی اللہ عنہا سے [3]

[1] یعنی شراب پیشاب وغیرہ حرام چیزوں سے دوا نہ کرو طبرانی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے حرام میں شفا نہیں رکھی مسلم شریف میں ہے کہ حضور نے شراب کے متعلق فرمایا کہ وہ دوا نہیں نری دا ہے (بیماری) امام سبکی فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ فیھما اثم کبیر ومنافع للناس منسوخ ہے جب جوا شراب حرام کردیئے گئے تو ان کے نفع سلب ہوگئے (مرقات) فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی مرض کے متعلق حاذق طبیبوں کا اتفاق ہوجاوے کہ اس کی دوا شراب کے سوا اور کوئی نہیں تو وہ اس مریض کے لیئے بقدر ضرورت حرام نہیں رہتی حلال ہوجاتی ہے پھر بھی شفا حرام میں نہ ہوئی (اشعہ) اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عرینہ والوں سے فرمانا ہے کہ تم اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو وہاں وحی سے پیشاب میں شفا معلوم ہوئی یہاں اجماع اطباء سے شفا معلوم ہوئی مگر اولًا تو حاذق طبیب کا ملنا مشکل ہے پھر حاذقوں کا اجماع بہت ہی مشکل۔ میں نے بعض حاذق طبیبوں سے سنا کہ شہد بہترین بدل ہے شراب کا اگر کسی مرض کے لیئے اطباء شراب بتادیں اس میں شہد استعمال کرو وہ ہی فائدہ ہوگا۔

[2] خبیث سے مراد حرام یا نجس ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد بدمزہ بدبودار دوائیں ہیں (مرقات) یعنی مریض کو نہایت بدمزہ بدبودار دوائیں نہ کھلاؤ کہ اس سے زیادہ بیمار ہونے کا اندیشہ ہے خصوصًا نازک طبع لوگوں کے لیئے۔

[3] آپ صفیہ بنت عبدالمطلب یعنی حضور کی پھوپھی کی لونڈی ہیں حضور کے غلام ابورافع کی بیوی صاحبہ ہیں حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد اور حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی دایہ ہیں جلیل القدر صحابیہ ہیں رضی اللہ عنہا۔

—

وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا كَانَ اَحَدٌ يَشْتَكِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا فِيْ رَاْسِهٖ اِلَّا قَالَ اِحْتَجِمْ وَلَا وَجَعًا فِيْ رِجْلَيْهِ اِلَّا قَالَ اخْتَضِبْهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ◆ وَعَنْهَا قَالَتْ مَا كَانَ يَكُوْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرْحَةٌ وَلَا نَكْبَةٌ اِلَّا اَمَرَنِيْ اَنْ اَضَعَ عَلَيْهَا الْحِنَّاءَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ◆ وَعَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْتَجِمُ عَلٰى هَامَتِهٖ وَبَيْنَ كَتِفَيْهِ

فرماتی ہیں کہ کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سر کے درد کی شکایت نہ کرتا مگر آپ فرماتے کہ پچھنے لگاؤ اور نہ کوئی پاؤں کے درد کی شکایت کرتا مگر آپ فرماتے ان میں خضاب کرو[۱] (ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ ہوتا زخم نہ خراش[۲] مگر مجھے حکم دیتے کہ میں اس پر مہندی رکھ دوں[۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو کبشہ انماری سے[۴] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پچھنے لگواتے تھے اپنی کھوپڑی پر اور اپنے دونوں کندھوں کے درمیان[۵]

[۱] ان حضرات کے سر کے درد زیادتی خون سے اور پاؤں کا درد گرمی سے ہوتا ہوگا معلوم ہوا کہ مرد کو پاؤں کے تلووں میں مہندی لگانا درست ہے جب کہ دفع گرمی کے لیئے۔ یہاں خضاب سے مراد مہندی سے خضاب ہے۔
[۲] قرحہ سے مراد چھری چاقو وغیرہ کا زخم ہے اور نکبہ سے مراد پھانسی کانٹے پتھر وغیرہ کا زخم ہے (مرقات)
[۳] تاکہ مہندی کی ٹھنڈک سے زخم کی گرمی ہلکی پڑ جاوے اور درد میں خفت ہو۔
[۴] آپ کا نام عمرو ابن سعید ہے کنیت ابو کبشہ قبیلہ انمار سے ہیں شام میں قیام رہا آپ سے روایات بہت کم ہیں۔
[۵] یا تو ایک دم ان دونوں جگہ فصد لیتے تھے یا کبھی سر کبھی کندھے پر دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے ؂

وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ اَهْرَاقَ مِنْ هٰذِهِ الدِّمَاءِ فَلَا يَضُرُّهٗ اَنْ لَّا يَتَدَاوٰى بِشَيْءٍ لِشَيْءٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلٰى وَرِكِهٖ مِنْ وَثْءٍ كَانَ بِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةٍ اُسْرِيَ بِهٖ اَنَّهٗ لَمْ يَمُرَّ عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا اَمَرُوْهُ

اور آپ فرماتے تھے کہ جو کوئی ان خونوں میں سے بہاوے ۱؎ تو اُسے مضر نہیں کہ وہ کسی بیماری کے لیے کوئی دوا نہ کرے ۲؎ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران پر پچھنے لگوائے اس موچ سے جو آپ کو ہوگئی تھی ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رات کے متعلق خبر دی جس میں آپ کو معراج کرائی گئی کہ آپ فرشتوں کی کسی جماعت پر نہ گزرے مگر انہوں نے عرض کیا ۴؎

۱؎ خون سے مراد خون فاسد ہے جسے اس فن کے لوگ پہچانتے ہیں یا زیادہ خون جس کی جسم میں موجودگی بیماریوں کا سبب ہے (اشعہ) اور اسی خون سے مراد یا تو ان مقامات کا خون ہے یا مطلقًا خون خواہ کسی عضو کا فاسد یا زائد خون ہو۔

۲؎ بیماریوں سے مراد وہ بیماریاں ہیں جن کا تعلق اس خون سے ہے لہذا لشیء فرمانا بالکل درست ہے۔

۳؎ وثاء عربی میں اس تکلیف کو کہتے ہیں جو کسی عضو کے گوشت پر تکلیف پہنچنے سے ہو ہڈی محفوظ رہے اب موچ جانے کو کہا جاتا ہے کہ موچ میں بھی تعلق گوشت سے ہوتا ہے ہڈی پر ضرب نہیں آتی اس لفظ کے لکھنے کی بہت ترکیبیں ہیں۔

۴؎ یہاں امر بمعنی مشورہ ہے یا بمعنی وجوبی حکم کیونکہ بعض بیماریوں میں فصد واجب ہو جاتی ہے اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتوں کو اللہ تعالٰی نے بہت وسیع علم بخشا جس میں علم طب بھی ہے وہ حضرات بیماریوں اور دواؤں سے بھی واقف ہیں دوسرے یہ کہ امت پر حاکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ فرشتے حتی کہ خدا تعالٰی بھی بندوں سے براہ راست کلام نہیں فرماتا نہ ان پر خود احکام فرماتا ہے جو کچھ کہتا ہے نبی کی معرفت سے کہتا ہے خدا کا فرمان نبی کی معرفت پہنچے تو سب کے لیئے قابل عمل ہوتا ہے۔

مُرْ اُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ • وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ اَنَّ طَبِيْبًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِيْ دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہ آپ اپنی امت کو پچھنے کا حکم دیں[۱] (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے • روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عثمان سے کہ کسی طبیب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مینڈک کے متعلق پوچھا[۲] جسے کسی دوا میں ڈالا جاوے تو اسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل سے منع فرمایا[۳] (ابوداؤد) • روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

[۱] امت سے مراد ساری امت نہیں بلکہ خاص ملک کے خاص بیماریوں والے امتی مراد ہیں گرم ملک کے لوگوں کو فصد بہت مفید رہتی ہے لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ ہر مسلمان فصد کر لیا کرے بغیر فصد کے وہ مسلمان نہ ہو یہاں حجامت سے مراد فصد پچھنے، سینگی سب ہی ہیں بعض شارحین نے امتک سے مراد لی ہے۔ تو مطلب یعنی آپ اپنی قوم اہل عرب کو حکم دیں۔

[۲] یہ سوال مطلقًا مینڈک کے متعلق تھا دریائی ہو یا خشکی کا دونوں قسم کے مینڈکوں کی تاثیریں جداگانہ ہیں۔

[۳] فرمایا کہ مینڈک کو قتل نہ کرو۔ خواہ دوا کیلئے ہو یا کسی اور مقصد کے لیئے یا بلا مقصد کیونکہ نہ تو یہ موذی ہے نہ حلال ہے نہ لذیذ حرام خبیث۔ غیر مفید جانور کا مارنا بلاوجہ ہی مارنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مینڈک کھانا حرام ہے لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ مینڈک کسی بیماری میں مفید نہیں بعض لوگ ایک خاص قسم کے مینڈک کا تیل قوت باہ کے لیئے استعمال کرتے ہیں محض غلط ہے و ممنوع ہے •

يَحْتَجِمُ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَ
زَادَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَكَانَ يَحْتَجِمُ بِسَبْعَ
عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاحِدٰى وَعِشْرِيْنَ ٭ وَعَنْ
ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَحِبُّ
الْحِجَامَةَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى
وَعِشْرِيْنَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ احْتَجَمَ
لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ

گردن اور کندھے کی رگوں میں پچھنے لگواتے تھے ۱؎ (ابوداؤد) اور ترمذی و ابن ماجہ نے یہ زیادہ کیا کہ آپ سترہ اور انیس اور اکیس کو فصد لیتے تھے ۲؎ ٭ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ کو فصد لینا پسند فرماتے تھے ۳؎ (شرح سنہ) ٭ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جو سترہ انیس اکیس تاریخ کو فصد لے

۱؎ اخدعین گردن کی دو طرفہ رگوں کو کہتے ہیں یہ رگیں حبل ورید کی ہی شاخیں ہیں اور گردن میں پیٹھ سے متصل پچھنے لگوانا بہت سی بیماریوں میں مفید ہے ہم لوگوں کو چاہیئے کہ بغیر طبیب حاذق کے مشورہ کے پچھنے ہرگز نہ لگائیں اہل عرب اور ہماری بیماریوں میں بڑا فرق ہے ۲؎ یعنی آپ اکثر چاند کی ان طاق تاریخوں میں فصد لیتے تھے ان تاریخوں میں خون میں جوش نہیں ہوتا۔ فصد سے زیادہ خون بہ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا تاریخوں کو ہمارے حالات میں بڑا دخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام کیفیات سے واقف ہیں ۳؎ جیسے بعض کاموں کیلئے بعض دن موزوں ہیں سفر کرنے کیلئے شنبہ دوشنبہ پنجشنبہ بہتر۔ کتاب شروع کرنے کیلئے بدھ بہتر یوں ہی فصد کے لیئے یہ تاریخیں افضل ہیں۔ یہ افضلیت رب تعالٰی کی طرف سے ہے ہماری عقل کو اس میں دخل نہیں ٭

كَانَ شِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ❊ وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّ اَبَاهَا كَانَ يَنْهٰى اَهْلَهٗ عَنِ الْحِجَامَةِ يَوْمَ الثُّلٰثَآءِ وَيَزْعُمُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ يَوْمَ الثُّلٰثَآءِ يَوْمُ الدَّمِ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَّا يَرْقَاُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ❊ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

تو ہر بیماری سے شفا ہوگی [1] (ابوداؤد) ❊ روایت ہے حضرت کبشہ بنت ابی بکرہ سے [2] کہ ان کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے دن فصد سے منع کرتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ منگل کا دن خون کا دن ہے [3] اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں خون ٹھہرتا نہیں [4] (ابوداؤد) ❊ روایت ہے زہری سے ارسالاً نبی صلے اللہ علیہ وسلم

[1] بیماریوں سے مراد وہ ہی بیماریاں ہیں جن کا تعلق فصد سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ دواؤں علاجوں کے اثر کا تعلق دنوں اور وقتوں سے بھی ہے جیسے کہ اس کا تعلق زمانوں اور مقامات سے ہے ایک دوا ایک موسم میں ایک جگہ مفید ہوتی ہے وہ ہی دوا دوسری جگہ دوسرے موسم میں مضر ٹھنڈی چیزیں گرم موسم گرم ملک میں مفید ہیں اور سرد موسم سرد ملک میں مضر یہاں اشعہ میں فرمایا کہ چاند کی شروع تاریخوں میں خون میں بہت جوش ہوتا ہے اور آخری تاریخوں میں بہت جمود و سکون لہذا درمیان مہینہ فصد کے لیے تجویز ہوا جب خون نہ بہت جوش میں ہو نہ بالکل سکون میں تاکہ بقدر حاجت نکلے نہ زیادہ نکلے نہ کم جنھوں نے چاند کی حرکتوں پر سمندر کا جوار بھاٹہ دیکھا ہے وہ اسے بلا تامل مان لیں گے۔

[2] مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں کیشہ ہے ی اور سین سے بعض میں کبشہ ہے ب اور شین سے ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے یہ تابعیہ ہیں ان کے والد ابوبکرہ صحابی ہیں [3] کہ قابیل نے ہابیل کو منگل کے دن ہی قتل کیا اور جناب حوا کو منگل کے دن ہی حیض شروع ہوا گویا یہ دن خون کی ابتدا کا ہے یا اس دن میں خون جوش مارتا ہے فصد سے بہت زیادہ بہ جاویگا (مرقات) [4] کیونکہ اس دن کی ہر گھڑی میں احتمال ہے کہ شاید یہ وہ ہی گھڑی ہو لہذا اس دن فصد لو ہی نہیں کہ اس میں ہی سلامتی ہے اگر اس گھڑی میں فصد لی گئی تو خون ٹھہریگا نہیں بالکل نکل جاوے گا اور اس مریض کی موت واقع ہو جائے

وَسَلَّمَ مَنِ احْتَجَمَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَيَوْمَ السَّبْتِ
فَاَصَابَهُ وَضَحٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ
وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ وَقَدْ اُسْنِدَ وَلَا يَصِحُّ وَعَنْهُ
مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنِ احْتَجَمَ اَوِ اطَّلٰى يَوْمَ السَّبْتِ وَالْاَرْبِعَاءِ فَلَا
يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ فِى الْوَضَحِ رَوَاهُ فِى شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ

سے کہ جو کوئی بدھ یا ہفتہ کے دن فصد لے پھر اسے برص پہنچ جاوے تو اپنے ہی کو ملامت کرے ۱؎ (احمد۔ ابوداؤد) اور ابوداؤد نے کہا کہ یہ اسناداً بھی مروی ہے مگر صحیح نہیں ۲؎ روایت ہے انہیں سے ارسالاً فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ہفتہ کے دن فصد لے یا لیپ کرے ۳؎ تو سفید داغ کے بارے میں نہ ملامت کرے مگر اپنی ذات کو ۴؎ (شرح السنہ)۔ روایت ہے

کا خطرہ ہے۔

۱؎ معلوم ہوا کہ ہفتہ یا بدھ کے دن فصد لینے سے برص پیدا ہونے کا اندیشہ ہے برص جسم کے سفید داغ کو کہتے ہیں یہ کوڑھ کی ایک قسم ہے خداوند تعالیٰ محفوظ رکھے اطباء تجربہ سے کہتے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی سے حضور کا ہر فرمان برحق ہے زمانوں مکانوں۔ دنوں۔ گھڑیوں میں مختلف تاثیریں ہیں۔

۲؎ جمہور محدثین کے نزدیک حدیث مرسل بھی حجت ہے لہذا مسند حدیث کا صحیح نہ ہونا اس کے لیئے ہرگز مضر نہیں۔

۳؎ یعنی اپنے کسی عضو پر کسی دوا کا لیپ کرے جیسے چونا وغیرہ۔

۴؎ یعنی اگر کوئی شخص ہفتہ یا بدھ کے دن فصد لے پھر اسے برص کی بیماری ہو جاوے تو نہ تو رب تعالیٰ کی شکایت کرے نہ کسی اور پر ملامت کرے نہ بے عملی کا بہانہ بنائے بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرے کہ میری غلطی سے یہ بیماری ہوئی ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ دنوں کی تاثیریں مختلف ہیں اور پرہیز احتیاط ضروری ہے۔

زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَاٰى فِيْ عُنُقِيْ خَيْطًا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْتُ خَيْطٌ رُقِيَ لِيْ فِيْهِ قَالَتْ فَاَخَذَهٗ فَقَطَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اَنْتُمْ اٰلُ عَبْدِ اللّٰهِ لَاَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ

عبداللہ ابن مسعود کی بیوی زینب سے ملے کہ عبداللہ نے میری گردن میں دھاگہ دیکھا تو فرمایا ۲ یہ کیا ہے بولی کہ یہ دھاگہ ہے جس میں دم کیا گیا ہے فرماتی ہیں کہ آپ نے اُسے لے کر توڑ دیا پھر فرمایا اے عبداللہ کے گھر والو تم شرک سے بے نیاز ہو ۳ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ دم تعویذات اور جادو

۱ آپ زینب بنت عبداللہ ابن معاویہ ہیں ثقفیہ ہیں اپنے خاوند کی طرح آپ بھی بارگاہ نبوت میں بہت مقبول اور درجہ والی تھیں (مرقات)

۲ محدثین کی اصطلاح میں جب عبداللہ مطلقاً بولا جاوے تو اس سے مراد حضرت عبداللہ ابن مسعود ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں۔

۳ یہاں دھاگہ سے مراد گنڈے کا نیلا دھاگہ ہے جس پر جادوگر جادو کا دم کر کے مریض کو پہناتے ہیں چونکہ ان کے دم میں مشرکانہ الفاظ ہوتے ہیں بتوں کا توسل وغیرہ اس لیئے آپ نے اس گنڈے پہننے کو شرک قرار دیا۔ لہذا حضرات صوفیاء کرام کے گنڈے جس میں وہ قرآنی آیات یا ماثورہ دعائیں پڑھ کر دم کر کے گرہ لگاتے ہیں بالکل جائز ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر تعویز گنڈے کو موثر حقیقی مان لیا جاوے رب سے نظر ہٹ جاوے تو شرک ہے مگر یہ فقیر کے نزدیک قوی نہیں اولاً تو اس لیئے کہ حضرات صحابہ ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتے دوسرے اس لیئے کہ یہ بات تو دواؤں میں بھی ہے کہ اگر حکیم کو شافی الامراض اور دوا کو شفاء مستقل مان لے تو مشرک ہے شافی اللہ ہی ہے یہ چیزیں ذریعہ شفاء ہیں دوا ہو یا دعا آل عبداللہ سے مراد حضرت ابن مسعود کے گھر والے ہیں بیوی ہوں

یا اولاد۔

شِرْكٌ فَقُلْتُ لِمَ تَقُوْلُ هٰكَذَا لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِيْ تَقْذِفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلٰى فُلَانٍ الْيَهُوْدِيِّ فَإِذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخَسُهَا بِيَدِهٖ فَإِذَا رُقِيَ كَفَّ عَنْهَا إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكِ أَنْ تَقُوْلِيْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذْهَبِ

شرک ہے [۱] تو میں نے کہا کہ آپ یہ کیوں کہتے ہیں میری آنکھ کھٹکتی تھی اور میں فلاں یہودی کے پاس آجاتی تھی تو جب وہ اُسے دم کر دیتا تھا تو ٹھہر جاتی تھی [۲] تب عبداللہ نے کہا کہ یہ شیطانی کام ہی تھا وہ آنکھ میں اپنے ہاتھ سے چھوتا تھا پھر جب دم کیا جاتا تو ٹھہر جاتا تھا [۳] تمہیں یہ کافی تھا کہ کہہ لیتی جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے اے

[۱] تولہ ایک خاص جادو کا نام ہے جو زوجین کی محبت کے لیئے کیا جاتا ہے لیکن اگر آیات قرآنیہ یا ماثورہ دعاؤں سے اسی محبت کا تعویذ کیا جاوے تو بالکل جائز ہے حضرات صحابہ کرام نے دعاء ماثورہ کے تعویذات باندھے ہیں۔

[۲] یعنی میرا تجربہ ہے کہ یہ درد چشم کے لیئے مفید ہے اگر یہ شرک ہوتا تو اس میں یہ فائدہ کیوں ہوتا جیسے حرام دوا میں فائدہ نہیں ایسے ہی شرکیہ عمل میں اثر نہ چاہیئے سبحان اللہ کیسا باریک اعتراض ہے۔

[۳] یعنی یہ بیماری نہ تھی۔ بلکہ شیطانی اثر تھا کہ وہ تمہاری آنکھوں میں انگلی چبھوتا تھا جس سے تم درد محسوس ہوتا تھا اور اس یہود کے دم کر دینے پر وہ چبھوتا بند کر دیتا تھا جس سے تم کو آرام محسوس ہوتا تھا اس کا یہ سارا عمل تمہارا عقیدہ بگاڑنے کے لیئے تھا۔ معلوم ہُوا کہ شیطان انسان کو بیمار کر سکتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے یتخبطہ الشیطان من المس۔ جب سانپ بچھو بلکہ زہریلی دوائیں آدمی کو بیمار کر سکتی ہیں تو اگر شیطان بیمار کرے تو کیا بعید ہے۔ یہ سب کچھ رب تعالیٰ کے اذن اس کے ارادہ سے ہے۔

الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ
اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ

لوگوں کے رب تکلیف دور کردے اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے نہیں ہے شفا مگر تیری شفا ۱ وہ شفا دے جو بیماری نہ چھوڑے ۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کے متعلق پوچھا گیا ۳ تو فرمایا یہ شیطانی کاموں سے ہے ۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے ۵ فرماتے ہیں

۱ یعنی حقیقی شافی الامراض تو ہی ہے جو مخلوق کو شفا بخشے وہ تیری عطا تیرے کرم سے ہے لہذا شافی الناس تو ہی ہے ۲ یہ دعا بہت اسنادوں سے بہت محدثین نے نقل فرمائی اور بہت ہی مجرب ہے علماء نے اسے بہت امراض میں مفید پایا ۳ نشرہ نون کے پیش شین کے سکون سے ایک خاص منتر کا نام ہے جو مجنون کے شفاء کے لیے کہا جاتا ہے یہ جادو کی ایک قسم ہے نشر یعنی پھیلانا اس سے ہے انتشار چونکہ یہ عمل جنات شیاطین کے پھیلنے کی بناء پر ہوتا ہے اس کو نشرہ کہا جاتا ہے ۴ یعنی یہ عمل وہ ہے جسے جاہلیت کے لوگ اپنے کاہنوں ساحروں کی تعلیم سے کیا کرتے تھے اس میں شرکیہ الفاظ ہیں لیکن اگر قرآنی آیات حضور کی بتائی ہوئی دعاؤں سے عمل کیے جاویں دفع شیطان کیلئے تو جائز ہے چنانچہ احمد، حاکم، ابن ماجہ نے بروایت ابی ابن کعب نقل فرمایا کہ ایک بدوی نے اپنے بچے کی دیوانگی کی شکایت کی تو حضور نے اس پر سورہ فاتحہ شروع بقر مفلحون تک آیۃ الکرسی اور سورہ بقر کا آخری رکوع سورہ حشر کی آخری آیات سورہ جن کی آیت وانہ تعالٰی جد ربنا اور سورہ اخلاص، فلق، ناس پڑھ کر دم فرمایا اسے فوراً ہی آرام ہوگیا۔ بعض صحابہ نے مجنوں پر صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے تین دن تک (مرقات)

۵ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں عبداللہ ابن عمرو واؤ سے ہے یہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ بعض نسخوں میں عبداللہ ابن۔ یہ بن عاص بھی آیا ہے اس نسخے میں شاید کاتب واؤ لکھنا بھول گیا۔ مرقات۔ واشعہ۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا أُبَالِيْ مَا أَتَيْتُ إِنْ أَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا أَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً أَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِيْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

کریں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نہیں پرواہ کرتا ان میں سے جو کام کروں کہ میں تریاق پیوں ۱؎ یا تعویذ باندھوں ۲؎ یا اپنی طرف سے شعر کہوں ۳؎ (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ

۱؎ تریاق یا دریاق ایک مرکب معجون ہے جسے یونانی حکیم ماغنیس نے ایجاد کیا اور اندروماخس نے اس کی تکمیل کی یہ دوا زہر خصوصًا سانپ کے زہر کیلئے بہت مفید ہے تریاق بہت قسم کی ہوتی ہے بعض قسموں میں سانپ کا گوشت اور شراب شامل کی جاتی ہے یہ قسم حرام بھی ہے نجس بھی اسی ہی کا استعمال حرام ہے وہ ہی یہاں مراد ہے جس تریاق میں ایسی چیزیں نہ ہوں وہ حلال ہے بعض نے فرمایا کہ ہر تریاق سے بچے کہ تریاق کا استعمال کرنے والا اللہ پر توکل نہیں رکھتا تریاق کو ہی موثر مانتا ہے (مرقات)

۲؎ تعویذ سے مراد زمانۂ جاہلیت کے تعویذ ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے ان کا بنانا استعمال کرنا سب حرام ہے۔

۳؎ شعر سے مراد زمانۂ جاہلیت کے اشعار ہیں جن کے مضامین فحش و بے حیائی کے ہوتے تھے اپنی طرف سے فرمانے کی قید اس لیے لگائی گئی کہ کسی اور کے بنائے ہوئے اشعار پڑھنا یا سیکھنا برا نہیں اگرچہ اشعار برے ہوں کیونکہ ان سے علوم میں بڑی مدد ملتی ہے آج دیوان متنبی دیوان حماسہ وغیرہ درس میں داخل ہیں اگرچہ ان کے مضامین گندے ہیں غرضکہ ان تینوں فرمانوں میں تفصیل ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدًا شعر کبھی نہ کہا ہاں کبھی بغیر قصد شعر آپ سے صادر ہوئے ہیں جیسے انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب۔ ہاں لبید وغیرہ کے اشعار سنے ہیں ان کی تعریف بھی فرمائی ہے حضور نے شعر گا کر ترنم سے کبھی نہ پڑھا اس کی بحث ہماری تفسیر۔ وما علمناہ الشعر کی تفسیر میں ملاحظہ کرو؛

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اكْتَوٰى اَوِ اسْتَرْقٰى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؞ وَعَنْ عِيْسَى بْنِ حَمْزَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ وَبِهٖ حُمْرَةٌ فَقُلْتُ اَلَا تُعَلِّقُ تَمِيْمَةً فَقَالَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا

علیہ وسلم نے کہ جو داغ لگائے یا جھاڑ پھونک کرے وہ توکل سے دور ہو گیا ۱ (احمد ترمذی ابن ماجہ) روایت ہے عیسٰی ابن حمزہ سے فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن علیم کے پاس گیا ۲ انہیں سرخی تھی ۳ تو میں نے کہا کہ آپ تعویذ کیوں نہیں باندھتے تو فرمایا کہ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی چیز لٹکائے (باندھے)

۱ یعنی اگرچہ داغ لگانا دم کرنا جائز ہے مگر متوکلین کی شان سے بعید ہے خیال رہے کہ زمانہ جاہلیت میں داغ اور دم کو دفع مرض کیلئے مستقل علت جانا جاتا تھا اس لیے حضور انور نے اس کو توکل کے خلاف قرار دیا دواؤں کے متعلق یہ عقیدہ کسی کا نہ تھا۔ اس لیے دوا خلاف توکل نہیں اسی لیے حضور انور نے متوکلین کی صفت میں داغ نہ کرنا رقیہ نہ کرنا بیان فرمایا دوا نہ کرنے کا ذکر نہ کیا۔

۲ عیسٰی ابن حمزہ تابعی ہیں عبداللہ ابن علیم کی صحابیت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ بھی تابعی ہیں انھوں نے حضور کا زمانہ پایا۔ مگر زیارت نہ کی ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ان کا نام عیسٰی ابن عبدالرحمٰن ابن ابی یعلی ہے یا عیسٰی ابن یونس ابن اسحاق یہ عیسٰی بڑے متقی تھے۔ ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال جہاد ۱۸۷ھ ایک سو ستاسی میں وفات پائی۔ (مرقات)

۳ حمرہ وہ بیماری ہے جس میں چہرہ اور جسم پر سرخ دھبے پڑ جاتے ہیں۔ اسے پنجابی میں قلین کہتے ہیں اس بیماری میں بہت قسم کے دم کیے جاتے ہیں۔

وُكِلَ إِلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ بُرَيْدَةَ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ

تو اس کی طرف سونپ دیا جاتا ہے [۱] (ابوداؤد) روایت ہے عمران ابن حصین سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے جھاڑ پھونک مگر نظر سے یا ڈنک سے [۲] (احمد، ترمذی، ابوداؤد) اسے ابن ماجہ بریدہ سے روایت کیا روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے جھاڑ پھونک مگر نظر سے یا ڈنگ سے

[۱] یعنی اگرچہ یہ کام جائز تو ہیں مگر توکل کے خلاف ہیں اس لیئے ان سے بچنا بہتر ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی حکومت کا طالب گار ہوکر اسے حاصل کرے تو وہ حکومت اس کے سپرد کردی جاوے گی۔ اور جو مجبوراً حاکم بنا دیا جاوے تو اس کی مدد کی جاوے گی (مرقات) ہم ابھی دواؤں اور دم میں فرق بیان کرچکے ہیں کہ دوا علاج میں توکل کیوں قائم رہتا ہے اور اس دم وغیرہ میں کیوں جاتا رہتا ہے۔

[۲] یعنی نظر بد اور زہریلے جانوروں کے کاٹ لینے میں دم جھاڑ پھونک بہت زیادہ مفید ہے اتنی اور بیماریوں میں مفید نہیں مطلب نہیں کہ دوسری بیماریوں میں جھاڑ پھونک جائز نہیں جیسے کہا جاتا ہے لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار۔ یا یہ مطلب ہے کہ نظر بد اور زہر جلد بیمار کردیتے ہیں اس لیئے ان میں دوا کا انتظار نہ کرو اس پر جلد جھاڑ پھونک کرو (مرقات) ورنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بیماریوں میں دم کیا ہے۔

اَوْدَمٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ وُلْدَ جَعْفَرٍ يُسْرِعُ اِلَيْهِمُ الْعَيْنُ اَفَاَسْتَرْقِيْ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ فَاِنَّهٗ لَوْكَانَ شَيْئٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ

یا خون سے ۱ (ابوداؤد) ٭ روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے ۲ انہوں نے عرض کیا یارسول جعفر کی اولاد کو نظر جلد لگ جاتی ہے ۳ تو میں ان کو دم کردوں فرمایا ہاں ۴ کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے بڑھ جاتی ہوتی ہے تو اس پر نظر بڑھ جاتی ہے ۵ (احمد، ترمذی اور

۱ یہاں خون سے مراد نکسیر کا خون ہے اس میں بہت قسم کے جھاڑ پھونک کیے جاتے ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں۔ ۲ آپ کے حالات ابھی کچھ پہلے بیان کیے گئے۔ جب آپ نے یہ سوال کیا ہے تب آپ حضرت جعفر طیار کی زوجہ تھیں (اشعۃ اللمعات) حضرت جعفر طیار کی کچھ اولاد آپ سے تھی اور کچھ اولاد دوسری زوجہ سے ان سب کے متعلق آپ نے یہ سوال فرمایا ۳ کیونکہ یہ بچے ظاہری باطنی خوبیوں والے اسلئے لوگ انھیں تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ بچے نظر کی وجہ سے بیمار ہوجاتے ہیں نظر کا اثر زہر سے زیادہ تیز اور سخت ہوتا ہے اسی لیئے یہ تشریح فرمانا بالکل درست ہے۔

۴ غالبًا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی نظر کا دم سیکھا ہوگا اس کی اجازت چاہ رہی ہیں جو عطا ہوگئی۔

۵ یعنی نظر بد بڑی موثر ہوتی ہے اگر کسی چیز سے تقدیر پلٹ جاتی تو نظر سے پلٹ جاتی۔ خیال رہے کہ غصہ کی نظر منظور میں ڈر پیدا کردیتی ہے محبت کی نظر خوشی اسی طرح تعجب کی نظر بیماری پیدا کرسکتی ہے۔ رب تعالٰی جس چیز میں چاہے تاثیر خاص پیدا فرمادے وہ قادر مطلق ہے اگر حائضہ عورت دودھ کے برتن میں ہاتھ ڈال دے تو دودھ خراب ہوجاتا ہے وہ ہی عورت پاک ہوکر ہاتھ ڈالے تو نہیں بگڑتا۔ پھر جیسے بری نظر برا اثر پیدا کرتی ہے یوں ہی صالحین مقبولین کی رحمت کی نظر منظور میں انقلاب پیدا کردیتی ہے نظر بد بیماریاں پیدا کرتی ہے تو نظر خوب بیماریاں دور کرتی ہے۔ شیطان نے بارگاہ الٰہی عرض کیا انظرنی مجھے مہلت دے اگر کہتا انظرانی مجھے نظر رحمت سے دیکھ لے تو اس کا بیڑا پار ہوجاتا (مرقات) ایک شخص نے کہا کہ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا کسی میں کچھ نہیں ہے دوسرے نے کہا م

ابْنُ مَاجَةَ ✦ وَعَنِ الشِّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ
دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَ
حَفْصَةَ فَقَالَ اَلَا تُعَلِّمِيْنَ هٰذِهٖ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا
عَلَّمْتِيْهَا الْكِتَابَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ✦ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ

ابن ماجہ) ۔ روایت ہے شفاء بنت عبداللہ سے[1] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ میں حفصہ کے پاس تھی تو فرمایا کہ تم انہیں نملہ کا دم کیوں نہیں سکھاتیں[2] جیسے تم نے انہیں لکھنا سکھایا[3] (ابوداؤد) روایت ہے ابو امامہ

کہ اگر کسی نے تجھے نہ دیکھا اگر کوئی نظر والا تجھے دیکھ لیتا تو تیرا یہ حال نہ ہوتا غرضکہ نظر بڑی چیز ہے کوئی نظر خانہ خراب کر دیتی ہے کوئی نظر خراب کو آباد کر دیتی ہے۔ شعر

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے ۔ اٹھے تو بجلی پناہ مانگے گرے تو خانہ خراب کر دے

[1] آپ کا نام لیلی ہے شفاء لقب قرشیہ عدویہ ہیں مہاجرین اولین میں سے ہیں بڑی عالمہ عاقلہ بی بی تھیں اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاں دوپہر کا آرام فرماتے تھے حتی کہ آپ نے حضور کیلئے ایک بستر علیحدہ رکھا تھا۔ مرقات واشعہ [2] نملہ باریک دانے ہوتے ہیں جو بیمار کی پسلیوں پر نمودار ہوتے ہیں جس سے مریض کو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے اسے تمام جسم پر چیونٹیاں رینگتی محسوس ہوتی ہیں اسلئے اسے نملہ کہتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ اس کا نام موتی جھرہ ہے مگر یہ درست نہیں کہ موتی جھرہ تمام جسم پر ہوتا ہے حضرت شفاء مکہ معظمہ میں اس مرض کا بہترین دم کرتی تھیں آپ وہاں اس دم کی وجہ سے مشہور تھیں اس دم کے الفاظ مرقات نے یہاں بیان کیے آخری عبارت اس کی یہ ہے العروس تنتعل وتختضب وتکتحل وکل شیئ تفتعل غیر انہا لاتعص الرجل۔ یعنی دلہن جوتا پہنے خضاب لگائے سرمہ لگائے سب کچھ کرے خاوند کی نافرمانی نہ کرے بی بی حفصہ نے حضور کا ایک راز ظاہر فرما دیا تھا اس لیئے فرمایا کہ انہیں نملہ کا دم سکھاؤ جس میں خاوند کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے [3] یعنی تم نے جناب حفصہ کو لکھنا تو سکھا دیا جو عورتوں کیلئے بہتر نہیں اور نملہ کا دم نہ سکھایا جو فائدہ مند ہے۔ لہذا اس حدیث سے عورتوں کو لکھنے کی تعلیم دینے کی اجازت نہیں عورتوں کو لکھنے کی تعلیم دینا مکروہ ہے خصوصًا اس زمانہ میں جبکہ عورتوں کی آزادی حد سے بڑھ چکی ہے اس کی ممانعت صریحی حدیث میں وارد ہے لاتعلموھن بالکتابۃ عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ بعض شارحین نے فرمایا کہ عوام عورتوں کو یہ تعلیم

ابْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ رَاٰى عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ سَهْلَ ابْنَ حُنَيْفٍ يَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخَبَّاَةٍ قَالَ فَلُبِطَ سَهْلٌ فَاُتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِيْ سَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ وَاللّٰهِ مَا يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَقَالَ هَلْ تَتَّهِمُوْنَ لَهٗ

ابن سہل ابن حنیف سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ عامر ابن ربیعہ نے سہل ابن حنیف کو دیکھا ۲؎ جو نہا رہے تھے تو بولے اللہ کی قسم میں نے آج کا سا دن دیکھا نہ ایسی محفوظ کھال ۳؎ فرماتے ہیں کہ فوراً سہل گر گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی گئی تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا حضور کو سہل ابن حنیف کے علاج میں رغبت ہے خدا کی قسم وہ تو اپنا سر بھی نہیں اُٹھاتے ۴؎ تو فرمایا کیا تم ان کے متعلق کسی پر شبہ کرتے

ممنوع ہے ازواج مطہرات کیلئے جائز تھی لہذا احادیث میں تعارض نہیں (مرقات-اشعہ)۔

۱؎ آپ کا نام سعد ابن سہیل ہے کنیت ابو امامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اسلئے صحابی نہیں تابعی ہیں اپنے والد سہل اور حضرت ابو سعید خدری سے روایات کرتے ہیں بانوے سال عمر ہوئی سنہ ۱۰۰ہجری میں وفات ہوئی ۲؎ حضرت عامر دو ہجرتوں والے صحابی ہیں بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے ۳۲ھ میں وفات پائی اور سہل ابن حنیف انصاری اوسی ہیں بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے بعد میں حضرت علی کے ساتھ رہے کوفہ میں ۳۸ھ اڑتیس میں وفات ہوئی حضرت علی نے آپ کو پہلے مدینہ منورہ کا پھر فارس کا حاکم بنایا۔

۳؎ مخباۃ بنا ہے خباءٌ سے بمعنی خیمہ و پردہ مخباۃ کنواری پردہ نشین لڑکی کو کہتے ہیں اب بمعنی محفوظ استعمال ہوتا ہے یہاں اسی معنی میں ہے حضرت سہل بہت خوبصورت نازک اندام تھے۔ یعنی کیسی چکنی کھال ہے جس سے بدن کی ہڈیاں چھپی ہوتی ہیں۔ جیسے دیوار پر لیس یا سیمنٹ کا پلستر اس سے کھال کی نرمی اور تندرستی مراد ہے کہا تعجب سے جس سے نظر لگ گئی ۴؎ یعنی حضرت سہیل کو نظر لگ گئی جس سے وہ بیہوش ہو گئے۔

اَحَدًا فَقَالُوْا نَتَّهِمُ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامِرًا فَتَغَلَّظَ عَلَيْهِ وَقَالَ
عَلَامَ يَقْتُلُ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ اِلَّا بَرَّكْتَ اِغْتَسِلْ لَهٗ
فَغَسَلَ لَهٗ عَامِرٌ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ
وَاَطْرَافَ رِجْلَيْهِ وَدَاخِلَةَ اِزَارِهٖ فِيْ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّ
عَلَيْهِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ لَيْسَ لَهٗ بَاْسٌ رَوَاهُ فِيْ

پھر بولے ہم عامر ابن ربیعہ پر شبہ کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے عامر کو بلایا، ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں قتل
کرتا ہے تم نے دعاء برکت کیوں نہ کی[1] اچھا اب ان کے لیے دھوؤ[2] چنانچہ عامر نے اُن
کے لیے اپنا منہ اور ہاتھ اور کہنیاں اور گھٹنے اور اپنے پاؤں کے کنارے اور تہبند کا داخل حصہ[3]
ایک پیالہ دھویا پھر اس پر ڈالا گیا چنانچہ وہ لوگوں کے ساتھ چل دیا اُسے کوئی تکلیف نہ تھی[4]

[1] یعنی نظر لگانا نہ لگانا خود نظر والے کے اختیار میں ہے اگر کسی پسندیدہ چیز کو دیکھ کر ماشاء اللہ یا بارک اللہ کہہ دے تو نظر نہیں لگتی اگر ان کلمات کے بغیر ہی تعجب سے دیکھے اور تعجب کے الفاظ بولے تو نظر لگ جاتی ہے [2] یعنی اپنی نظر کا اثر دور کرنے کیلئے اپنا چہرہ اپنے ہاتھ اور کہنیاں، گھٹنے، پاؤں دھو کر پانی دو تاکہ ان پر چھڑکا جائے جیسا کہ آگے آرہا ہے [3] تہبند کے داخلی حصہ میں تین احتمال ہیں یا تو خود تہبند کا پلو مراد ہے جو جسم سے متصل ہو یا نظر والے کی ران و سرین مراد ہیں یا اعضاء تناسل اسی طرح کہ اس سے استنجا بھی کرایا گیا اور پھر یہ پانی منظور پر چھڑکا گیا [4] یہ نظر اوتارنے کا ایک ٹوٹکہ ہے معلوم ہوا کہ نظر کیلئے جائز ٹوٹکے کرنا درست ہے یہاں مرقات نے نظر اتارنے کے بہت ٹوٹکے بیان فرمائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر والے کو اعضاء بدن دھو کر دینا واجب ہے جبکہ اس سے طالب ہو کیونکہ یہ دفع نقصان کا ذریعہ ہے جبکہ کچا لہسن کچی پیاز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو تو یہ بھی ضروری ہے قاضی عیاض نے فرمایا کہ بعض لوگوں کی نظر بہت تیز ہوتی ہے مسلمانوں کو ان سے بچنا چاہیے بلکہ ایسے لوگوں کو حاکم مجمعوں میں جانے سے روک سکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کوڑھی کو مجمعوں میں جانے سے روکا تھا۔ پھر خلفاء نے یہ عمل جاری فرمایا۔ (مرقات)

شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَاهُ مَالِكٌ وَفِي رِوَايَتِهٖ قَالَ اِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ تَوَضَّأْ لَهٗ فَتَوَضَّأَ لَهٗ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتْ اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَاسِوَاهُمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(شرح سنہ) اسے مالک نے بھی روایت کیا اور ان کی روایت میں ہے کہ فرمایا نظر حق ہے تم اس کے لیے وضو کرو انہوں نے وضو کیا [1] روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگتے تھے حتی کہ سورۂ فلق و ناس نازل ہوئیں [2] پھر جب یہ نازل ہوئیں تو آپ نے انہیں لے لیا ان کے ماسوا کو چھوڑ دیا [3] (ترمذی۔ ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی ۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ

[1] یعنی نظر والے کو وضو کا حکم دیا پھر وضو کا غسالہ منظور پر چھینٹا مار دیا۔ خیال رہے کہ جب دواؤں کی تاثیر میں ہماری عقل کام نہیں کرتی تو ان ٹوٹکوں میں کام نہ کرے گی۔ لہذا ان اعمال پر اعتراض کرنا بے جا ہے۔

[2] یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کی نظر سے بچنے کے لیے مختلف دعائیں پڑھتے تھے۔ مثلاً اعوذ باللہ من الجان وغیرہ یا اعوذ باللہ من عین الانسان الحاسد۔

[3] یعنی دیگر دعاؤں کی کثرت چھوڑ دی زیادہ تر سورۂ فلق و ناس ہی سے عمل فرمایا۔ یہ مطلب نہیں کہ بالکل چھوڑ دیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رُئِیَ فِیْكُمُ الْمُغَرِّبُوْنَ قُلْتُ وَمَا
الْمُغَرِّبُوْنَ قَالَ الَّذِیْ یَشْتَرِكُ فِیْهِمُ الْجِنُّ رَوَاهُ
اَبُوْدَاؤُدَ وَذُكِرَ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ خَیْرُ مَا تَدَاوَیْتُمْ
فِیْ بَابِ التَّرَجُّلِ • اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَعِدَةُ
حَوْضُ الْبَدَنِ وَالْعُرُوْقُ اِلَیْهَا وَارِدَةٌ

علیہ وسلم نے کہ کیا تم میں مغرب کے لوگ دیکھے گئے ہیں ۱؎ میں نے عرض کیا مغرب کیا چیز ہے فرمایا وہ جن میں شریک ہو جاویں ۲؎ (ابوداؤد) اور حضرت ابن عباس کی حدیث خیر ما تداویتم کنگھی کرنے کے باب میں ذکر کردی گئی ۳؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی طرف آتی ہیں ۴؎

۱؎ مغرب بنا ہے تغریب سے بمعنی دور کر دینا اسی لیے جلاوطن کرنے کو تغریب کہتے ہیں یہاں مراد ہے رحمت الٰہی سے دور۔

۲؎ اسی طرح کہ ان کے ماں باپ بغیر بسم اللہ صحبت کریں جس کی وجہ سے شیطان بھی صحبت میں شریک ہو جائے اس صحبت سے جو بچہ پیدا ہو وہ شکلاً انسان سیرۃً شیطان ہوتا ہے اس کی نظر بہت سخت بے ادب بدتمیز جیسا کہ آج کل عموماً دیکھا جا رہا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وشارکہم فی الاموال والاولاد ہمارے بعض بچوں کا یہ حال ہے کہ جنے گئے سینما میں۔ پلے بڑھے کالج میں رہے ہوٹلوں میں مرے ہسپتال میں۔ اللہ اس زندگی سے بچائے حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ صحبت کے وقت یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا اس کی نفیس بحث یہاں مرقات میں ملاحظہ کرو۔ بہت نفیس تحقیق کی ہے۔

۳؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے باب الترجل میں بیان کی مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

۴؎ حوض سے مراد وہ گڑھا ہے جس میں درخت کی جڑ قائم ہوتی ہے اسی پر درخت کی بقا ہے یوں ہی معدہ پر جسم کا بقا ہے۔

فَاِذَا صَحَّتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالصِّحَّةِ وَاِذَا فَسَدَتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالسَّقَمِ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَنَاوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَعْلِهٖ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَهٗ اَوْ نَبِيًّا وَغَيْرَهٗ ثُمَّ دَعَا

تو جب معدہ درست ہو تو رگیں تندرستی کے ساتھ لوٹتی ہیں [1] اور جب معدہ خراب ہو تو بیماری سے لوٹتی ہیں [2] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ اس درمیان کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز پڑھ رہے تھے آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تو بچھو نے کاٹ لیا [3] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتہ شریف سے اُسے مارا حتی کہ اُسے قتل کردیا پھر جب فارغ ہوئے تو فرمایا اللہ بچھو پر لعنت کرے نمازی غیر نمازی نبی غیر نبی کسی کو نہیں چھوڑتا [4] پھر

[1] یعنی معدے سے رگیں دوسرے اعضاء کی طرف اچھی رطوبتیں اور صالح غذا لیکر چلتی ہیں جس سے صحت اچھی ہوتی ہے [2] یہ حدیث علم طب کی اصل ہے کہ اگر معدہ درست ہے تو تمام جسم درست ہے اگر معدہ خراب ہے تو سارا جسم بیمار اس حدیث میں معدہ کو درخت کے حوض سے تشبیہ دی گئی ہے اور بدن کو درخت سے اور بدن کی رگوں کو درخت کی ان رگوں سے جو جڑ سے چلتی ہیں اور شاخ شاخ پتے پتے میں جڑ کا رس پہونچاتی ہے یہی حال ہماری روحانیت کا ہے حرام اعمال حاصل ہوتے ہیں اسی لیئے رب نے فرمایا کلوا من الطیبات واعملوا صالحا حضور فرماتے ہیں کہ جو گوشت حرام غذا سے بنے گا دوزخ کی آگ اسے جلد جلائے گی بہرحال طب نبوی بہت جامع ہے۔
[3] آپ کی بائیں ہاتھ کی انگلی شریف میں کاٹ لیا جسم نبی پر زہر، ڈنگ تلوار اثر کرسکتی ہے یہ واردات بشریت پر وارد ہوتی ہے [4] بعض روایات میں ہے کہ اسے مار کر فرمایا کہ بچھو موذی ہے اسے حل وحرم ہر جگہ مار دو موذی وہ جانور ہے جو اپنے نفع کے بغیر انسان کا نقصان کرے جیسے کھٹمل جوں موذی ہیں کہ انسان کو کاٹتی ہے مگر اپنا پیٹ بھرنے کیلئے

بِمِلْحٍ وَمَآءٍ فَجَعَلَهٗ فِىْ اِنَآءٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّهٗ عَلٰى اَصْبَعِهٖ حَيْثُ لَدَغَتْهُ وَيَمْسَحُهَا وَيُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَعَنْ عُثْمٰنَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ اَرْسَلَنِىْ اَهْلِىْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَآءٍ وَكَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَيْنٌ اَوْشَيْئٌ بَعَثَ اِلَيْهَا مِخْضَبَهٗ فَاَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تُمْسِكُهٗ فِىْ

نمک اور پانی منگایا پھر اُسے برتن میں ڈالا پھر اُسے اپنی انگلی پر ڈالنے لگے جہاں بچھو نے کاٹا تھا اُسے پونچھنے لگے اور اس پر قل (دناس سے دم کرنے لگے[۱] (بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن موہب سے[۲] فرماتے ہیں کہ مجھے گھر والوں نے ام سلمہ کے پاس پانی کا پیالہ لے کر بھیجا اور جب کسی آدمی کو نظر یا کوئی شے لگ جاتی تو ان کے پاس لگن بھیجتے تھے[۳] وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بال نکالتیں انہوں نے حضور کا بال چاندی کی نلکی

[۱] یہ ہے دوا اور دعا کا اجتماع نمک و پانی بھڑ (تتیوڑی) اور بچھو وغیرہ کے کاٹے کیلئے بہت ہی مفید ہے بھیجا سے معلوم ہوا کہ دم کرتے وقت بیماری کی جگہ پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مریض پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم فرماتے تھے [۲] یہ عثمان تابعی ہیں تیمی ہیں حضرت طلحہ ابن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں بڑے ثقہ اور عالم ہیں [۳] یعنی اہل مدینہ کو جب کوئی بیماری یا نظر بد یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو وہ کسی ایسے برتن میں جس میں کپڑے دھوئے جاتے تھے پانی بھیج دیتے۔ اور حضرات ام المومنین ام سلمہ وہ عمل فرمائیں جس کا ذکر ابھی ہو رہا ہے۔

جُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَخَضْخَضَتْهُ لَهُ فَشَرِبَ مِنْهُ قَالَ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا ءً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْاَةُ جَدَرِيُّ الْاَرْضِ

میں رکھا ہوا تھا آپ اس کے لیے وہ بال ہلا دیتیں [1] اس نے انہوں نے پیا فرماتے ہیں میں نے کپی میں جھانکا تو چند سرخ بال دیکھے [2] (بخاری) • روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کھمبی زمین کی چیچک ہے [3]

[1] جلجل لغت میں اس گھنگرو کو کہتے ہیں جو جانوروں کے گلوں میں ڈالے جاتے ہیں یہاں مراد کپی ہے کہ وہ بھی اسی شکل کی ہوتی ہے۔غالبًا آپ وہ بال شریف مع اس کپی کے پانی میں گھول دیتی تھیں،لوگ وہ پانی پیتے اور شفا پاتے۔

[2] بال کی یہ سرخی خضاب کی نہ تھی بلکہ وہ بال خوشبوؤں میں رکھے گئے تھے یہ رنگ اسی خوشبو کا تھا اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ حضرات صحابہ کرام حضور کے بال شریف برکت کیلئے اپنے گھروں میں رکھتے تھے دوسرے یہ کہ اس بال شریف کا بہت ہی ادب و احترام کرتے تھے کہ اس کیلئے خاص کپی(ڈبی) یا پونگی بناتے اس میں خوشبو بساتے تھے کیونکہ یہ رنگت خوشبو کی تھی نہ کہ خضاب کی تیسرے یہ کہ صحابہ کرام حضور کے بال شریف کو دافع بلا باعث شفا سمجھتے تھے کہ انھیں پانی میں غسل دے کر شفاء کیلئے پیتے تھے کیوں نہ ہو کہ جب یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع بلا ہوسکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم فرمارہا ہے۔اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ تو حضور انور کے بال شریف بدرجہ اولی دافع بلا ہوسکتے ہیں۔چوتھے یہ کہ صحابہ کرام حضور کے بال شریفہ کی زیارت کرنے جاتے تھے جیسا کہ روایت سے معلوم ہوا

[3] کمات کا اردو ترجمہ ہے کھمبی جو برسات میں بھیگی لکڑی سے چھتری کی طرح نکلتی ہے اسے سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں۔ان کا مطلب یہ تھا کہ جیسے چیچک انسان کے کھال کے نیچے سے ردی بلغمی فضلات سے نمودار ہوتی ہے ایسے ہی کھمبی زمین کے نیچے سے نمودار ہوتی ہے یہ بھی زمین کی بیماری ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاَخَذْتُ ثَلٰثَةَ اَكْمُؤٍ اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا فَعَصَرْتُهُنَّ فَجَعَلْتُ مَاءَهُنَّ فِيْ قَارُوْرَةٍ وَكَحَلْتُ بِهٖ جَارِيَةً عَمْشَاءَ

تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کھمبی من سے ہے [1] اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے [2] اور عجوہ جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفا ہے [3] ابوہریرہ نے فرمایا کہ پھر میں نے تین یا چار یا پانچ یا سات کھمبیاں لیں، انہیں نچوڑا اور ان کا پانی ایک شیشی میں ڈال لیا ایک ضعیف البصر [4] لونڈی کی آنکھ

[1] یعنی جیسے بنی اسرائیل پر من اترا تھا بغیر مشقت نہایت لذیذ و مفید کھانا ایسے ہی یہ کھمبی بغیر مشقت ہمکو مل جاتی ہے بغیر محنت و مشقت سے بہت نافع اس کی شرح پہلے گزر چکی کھمبی دو قسم کی ہے ایک چھتری نما اور ایک مولی کی طرح لمبی یہاں دوسری قسم مراد ہے۔

[2] آنکھ کی گرمی دفع کرنے کیلئے صرف یہ پانی مفید ہے دوسرے چشمی امراض میں یہ پانی سرمہ میں ڈال کر یا دوسری دواؤں میں ملاکر مفید ہے بعض امراض میں نقصان دہ لہذا اس کا استعمال طبیب کی رائے سے کرنا چاہیے۔ غالبًا اہل عرب کی آنکھ کی بیماریاں عمومًا ایسی ہوتی ہوں گی جن میں یہ پانی مفید ہو مرقات اور اشعۃ اللمعات میں ہے کہ ایک بزرگ نابینا ہوگئے تھے۔ انھوں نے اعتقاد سے یہ پانی استعمال کیا انھیں گئی ہوئی روشنی ملی ان کا نام ابن کمال دمشقی ہے۔

[3] یعنی عجوہ کھجوریں جنت سے آئی ہیں اللہ کی بڑی نعمت ہیں اس کو صبح شام کھانے والا زہر کے اثر سے محفوظ رہتا ہے یعنی اس پر زہر اثر نہیں کرتا اس کی شرح بھی پہلے کی جاچکی ہے۔ وہاں مطالعہ فرمانا چاہیئے۔

[4] عمشاء مونث ہے اعمش کی اعمش وہ شخص ہے جو ضعیف البصر ہو۔ اس کی آنکھوں سے پانی جاری ہو یہاں تین یا پانچ یا سات فرمانا کسی راوی کے شک سے ہے ابوہریرہ کی طرف سے شک نہیں۔

فَبَرَأَتْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلٰثَ غَدَوَاتٍ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيْمٌ مِنَ الْبَلَاءِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ الْعَسَلِ وَالْقُرْاٰنِ رَوَاهُمَا ابْنُ مَاجَةَ

پس اس کا سر اس لگایا وہ اچھی ہوگئی [1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مہینے میں جو شخص تین صبح شہد چاٹ لیا کرے تو اسے بڑی بلا نہ پہنچے گی [2] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو شفائیں اختیار کرو شہد اور قرآن [3] ان دونوں حدیثوں کو ابن ماجہ نے

[1] ظاہر یہ ہے کہ خالص پانی ہی لگایا گیا۔ اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث تجربہ سے بھی قوی ہے حدیث کو قوت بہت وجہ سے حاصل ہوتی ہے جن میں سے ایک وجہ تجربہ بھی ہے یہاں اسی کا ذکر ہے اسکی تحقیق ہماری کتاب جاءالحق حصہ دوم میں ملاحظہ کرو۔ گویا یہ حضور انور کا فرمان ہے اور ایک صحابی کا تجربہ لہذا حدیث بہت قوی ہے۔

[2] یعنی شہد کے اس طرح استعمال سے چھوٹی بیماریاں تو کیا شئی ہیں بڑی بیماریاں بھی نہیں لگیں احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح کو ایک پیالہ شہد کا شربت پیا کرتے تھے شارحین کہتے ہیں کہ شہد کے شربت میں ایسی تاثیریں ہیں جن سے بڑے بڑے اطبا بھی ناواقف ہیں بلغمی بیماریوں کیلئے شہد بہت مفید ہے (اشعہ)

[3] یعنی دنیاوی و دینی بلاؤں سے شفا یا ظاہری امراض سے ظاہر و باطنی شفا شہد اور قرآن ہے ان دونوں کا شفا ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے شہد کے متعلق فرمان الٰہی ہے فیہ شفاءٌ للناس قرآن کریم کے متعلق فرماتا ہے وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين اور فرماتا ہے وشفاء لما فی الصدور یعنی بیماریوں میں شہد بھی استعمال کرو اور قرآنی آیات بھی دم کرو۔ اگر شہد پر آیات دم کرکے کھایا جاوے تو سبحان اللہ نور پر نور ہے۔

وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ اَنَّ الْاٰخِيْرَ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ ۔ وَعَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلٰى هَامَتِهٖ مِنَ الشَّاةِ الْمَسْمُوْمَةِ قَالَ مَعْمَرٌ فَاحْتَجَمْتُ اَنَا مِنْ غَيْرِ سَمٍّ كَذٰلِكَ فِيْ يَافُوْخِيْ فَذَهَبَ حُسْنُ الْحِفْظِ عَنِّيْ حَتّٰى كُنْتُ اُلَقَّنُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فِي الصَّلٰوةِ

اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا اور کہا صحیح یہ ہے کہ آخری حدیث حضرت ابن مسعود پر موقوف ہے روایت ہے ابو کبشہ انماری سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی کھوپڑی پر زہریلی بکری کی وجہ سے فصد کرائی [1] معمر کہتے ہیں [2] کہ پھر میں نے بغیر زہر کے اسی طرح اپنی کھوپڑی میں فصد کرائی تو میرے حافظ کی عمدگی جاتی رہی حتی کہ مجھے نماز میں سورۂ فاتحہ بتائی جانے لگی [3]

[1] خیبر میں ایک یہودیہ نے بکری کے گوشت میں حضور انور کو زہر دیا زہر بہت سخت تھا یہ گوشت بشر ابن براء ابن معرور نے بھی کھایا وہ وہاں ہی وفات پا گئے یہ فقیر ان کی قبر انور پر حاضر ہوا ہے جو خیبر میں ہے حضور نے حکم دیا تو وہ گوشت جلا کر دفن کر دیا گیا اور حضور انور نے اس یہودیہ کو معافی دے دی یہاں وہ واقعہ بیان ہو رہا ہے حضور انور نے اس زہر کا اثر دفع کرنے کے لیئے فصد لی۔

[2] معمر اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں آپ کا نام معمر ابن راشد ہے کنیت ابوعروہ ہے ازدی ہیں یمن کے بڑے عالم ہیں اٹھاون سال عمر ہوئی ۱۵۳ھ ترپن میں وفات پائی تابعین میں سے ہیں دس ہزار حدیثیں آپ کو حفظ تھیں (مرقات) [3] اس سے مقصود ہے حافظ کی انتہائی خرابی کا بیان۔ خیال رہے کہ حضرت معمر نے بلا ضرورت اور بے وقت بے موقعہ سر سے بہت خون نکلوا دیا اسلیئے آپ کو یہ مرض لاحق ہوا اور وہ بھی عارضی تھا پھر صحت ہو گئی ورنہ حدیث شریف میں ہے کہ سر میں فصد لینے میں سات بیماریوں سے شفا ہے۔ سر درد۔ جنون۔ جذام۔ برص۔ زیادہ نیند درد ضرس۔ آنکھ تلے اندھیرا ہو جانا مگر یہ فوائد جب ہیں جب ضرورۃً اور صحیح وقت میں فصد لے اسلیئے فصد کسی قابل طبیب کی رائے سے لینا چاہیئے ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔

رَوَاهُ رَزِيْنٌ ٭ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ يَا نَافِعُ يَنْبَغُ بِيَ الدَّمُ فَأْتِنِيْ بِحَجَّامٍ وَاجْعَلْهُ شَابًّا وَلَا تَجْعَلْهُ شَيْخًا وَلَا صَبِيًّا قَالَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحِجَامَةُ عَلَى الرِّيْقِ اَمْثَلُ وَهِيَ تَزِيْدُ فِي الْعَقْلِ وَتَزِيْدُ الْحِفْظَ وَتَزِيْدُ الْحَافِظَ حِفْظًا فَمَنْ كَانَ مُحْتَجِمًا فَيَوْمَ الْخَمِيْسِ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاجْتَنِبُوْا

(رزین) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں فرمایا ابن عمر نے اے نافع میرا خون کھولتا ہے تو فصد والے کو میرے پاس لاؤ مگر جوان آدمی اختیار کرنا نہ بڈھا لینا اور نہ بچہ[۱] فرماتے ہیں کہ ابن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فصد نہار منہ پر اچھی ہے[۲] وہ عقل میں اضافہ حفظ میں زیادتی کرتی ہے اور حافظ کا حافظہ بڑھاتی ہے[۳] تو جو فصد کرانا چاہے وہ اللہ کے نام پر جمعرات کے دن کرائے ۔ اور جمعہ

[۱] کیونکہ بڈھا اور بچہ کمزور ہوتے ہیں وہ فصد کا خون قوت سے نہیں کھینچ سکتے اس لیے جوان اور قوی آدمی سے فصد کھلوائی جاوے خیال رہے کہ بڈھے کا تجربہ زیادہ ہوتا ہے طاقت کم اور بچہ میں طاقت بھی کم تجربہ بھی کم۔ جوان میں اگرچہ تجربہ قدرے کم ہوتا ہے مگر طاقت زیادہ اسیلئے اپریشن وغیرہ کے لیئے جوان طبیب کو ڈھونڈو بڈھے کے بھی ہاتھ کانپ جاتے ہیں جس سے نشتر کہیں کا کہیں لگ جاتا ہے اسیلئے جوان بہتر۔

[۲] یعنی جب بھی فصد ہو تو بغیر کھائے پیئے ہو نہار منہ باسی منہ۔ ہم نے دیکھا کہ اپریشن سے پہلے مریض کو فاقہ کراتے ہیں بلکہ کچھ گھنٹے پہلے اس کا انیمہ کرکے پیٹ صاف کر دیتے ہیں پھر اپریشن کرتے ہیں تاکہ ہرے زخم پر پیشاب پاخانہ نہ ہوتے وغیرہ نہ آئے آج کل کی ڈاکٹری وطبی اصول احادیث سے مستنبط ہیں

[۳] نہار منہ فصد یا مطلقاً فصد کے یہ فوائد ہیں۔ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے بشرطیکہ ضرورۃً استعمال کی جاوے

الْحِجَامَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ فَاحْتَجِمُوْا
يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الثُّلَثَاءِ وَاجْتَنِبُوا الْحِجَامَةَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ
فَاِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِىْ اُصِيْبَ بِهٖ اَيُّوْبُ فِى الْبَلَاءِ وَمَا يَبْدُوْ جُذَامٌ
وَلَا بَرَصٌ اِلَّا فِىْ يَوْمِ الْاَرْبِعَاءِ اَوْ لَيْلَةِ الْاَرْبِعَاءِ رَوَاهُ ابْنُ
مَاجَةَ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ہفتہ۔ اتوار کے دن فصد سے بچو [1] پیر اور منگل کے دن فصد لو اور بدھ کے دن فصد سے بچو کہ یہ ہی وہ دن ہے جس میں ایوب علیہ السلام بلا میں مبتلا کیے گئے [2] اور کوڑھ اور سفید داغ نہیں شروع ہوتے مگر بدھ کے دن یا بدھ کی رات میں [3] (ابن ماجہ)

روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

[1] کیونکہ یہ دن فصد کے لیئے اچھے نہیں اللہ تعالیٰ نے بعض دنوں میں بعض خصوصیات رکھی ہیں۔ اس کی حکمتیں وہ ہی جانتا ہے ہمارے بزرگ کہتے تھے کہ آٹھ۔ اٹھارہ۔ اٹھائیس اور تین۔ تیرہ۔ تئیس تاریخوں میں نکاح نہ کرے یہ تاریخیں نکاح کے لیئے اچھی نہیں۔ علامہ شامی نے لکھا کہ بدھ کے دن بیمار پرسی نہ کرے کہ لوگ اس کو اچھا نہیں سمجھتے۔

[2] ایوب علیہ السلام نے بدھ کے دن فصد لی تو آپ پر بیماری مسلط ہوئی۔ یا بدھ کے دن آپ کی بیماری کی ابتداء ہوئی معلوم ہوا کہ بدھ کا دن عتاب کا دن ہے بلکہ بعض قوموں پر بدھ کے دن عذاب آیا۔ لہذا یہ دن کفار پر عذاب کا بھی ہے اور منحوس ہے رب تعالےٰ بدھ کے متعلق فرماتا ہے فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ اس سے ثابت ہوا کہ عتاب و عذاب کا دن دائمی منحوس ہوتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ رحمت کا دن دائمی مبارک ہو لہذا پیر کا دن بڑا ہی مبارک ہے۔ کہ حضور انور کی ولادت کا دن ہے۔

[3] اس سے پتہ لگا کہ بدھ کے دن کی نحوست دائمی ہے بعض روایات میں ہے کہ پیر کے دن ایوب علیہ السلام کو شفا عطا ہوئی۔

اللہ علیہ وسلم الحجامۃ یوم الثلثاء لسبع عشرۃ من الشھر دواء لداء السنۃ رواہ حرب بن اسمٰعیل الکرمانی صاحب احمد ولیس اسنادہ بذلک ھکذا فی المنتقٰی وروی رزین نحوہ عن ابی ھریرۃ باب الفال والطیرۃ الفصل الاول عن ابی

اللہ علیہ وسلم نے کہ مہینہ کی سترہ تاریخ منگل کے دن فصد لینا سال بھر کی بیماری کی دوا ہے[1] اسے حرب ابن اسمٰعیل کرمانی نے جو احمد کے ساتھیوں سے ہیں روایت کیا اور اس کی اسناد ایسی قوی نہیں یوں ہی منتقٰی میں ہے[2] اور رزین نے اس کی مثل ابوہریرہ سے روایت کی[3] باب فال لینے کا اور بدفالی پہلی فصل روایت ہے حضرت

[1] یعنی اگر چاند کی سترہ تاریخ کو منگل کا دن ہو تو اس دن فصد لینا ایک سال تک متعلقہ بیماریوں کا علاج ہے جن احادیث میں ہے کہ منگل کے دن فصد نہ لو کہ اس میں ایک ساعت خون کی ہے کہ اسوقت کا خون بہا ہوا بند نہیں ہوتا اس سے وہ منگل مراد ہے جو سترھویں تاریخ کے علاوہ ہو لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں یہ حدیث مختلف الفاظ سے منقول ہے۔

[2] محدثین کی اصطلاح میں بذاک سے مراد ہوتا ہے قوی یا صحیح۔ منتقٰی ابن جارود کی کتاب ہے۔ فن حدیث میں۔

[3] محاورہ عرب میں فال ہر اچھی بری شگون کو کہتے ہیں اور طیرہ عموماً بدفالی کو کہا جاتا ہے طیرہ بمعنی تطیر ہے جیسے خیرۃ اور تیرا اس کے لفظی معنی ہیں اوڑنا اہل عرب جب کسی کام کو جاتے تو کسی بیٹھے ہوئے پرندے کو اڑاتے اگر داہنی طرف اڑ جاتا تو سمجھتے کہ ہمیں کامیابی ہوگی اگر بائیں طرف اڑتا تو سمجھتے کہ ناکامی ہوگی۔ پھر اس کام کو جاتے ہی نہیں اگر اوپر یا نیچے کی طرف اڑتا تو سمجھتے کہ کام میں دیر لگے گی رکاوٹ ہوگی۔ پھر اس کا استعمال مطلقاً فال یا بدفالی میں ہو گیا یوں ہی اگر شکاری جانور داہنی طرف نظر پڑتا اسے بروج کہتے اور بائیں طرف نظر آنے کو سنوح۔ بروج سے نیک فال لیتے سنوح سے بدفال سوانح وبوارح سے ممانعت کے یہ ہی معنی ہیں۔ خیال رہے کہ نیک فال لینا سنت ہے اس میں اللہ تعالٰی سے امید ہے اور بدفالی لینا ممنوع کہ اس میں رب سے ناامیدی ہے۔ امید اچھی ہے ناامیدی بری۔ ہمیشہ رب سے امید رکھو۔

هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَالُ قَالُوْا وَمَا الْفَالُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا اَحَدُكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى

ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بدفالی کچھ نہیں[1] بہترین چیز فال ہے لوگوں نے عرض کیا فال کیا چیز ہے فرمایا وہ اچھا لفظ ہے جو تم میں کوئی سنے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ مرض کا اثر لگتا ہے[3]

[1] غالبًا یہاں طیرہ سے مراد بدفالی لینا ہے خواہ پرندے سے ہو یا چرندہ جانور سے یا کسی اور چیز سے کیونکہ بدفالی مطلقًا ممنوع ہے قرآن مجید میں تطیر اور طائر بمعنی بدفالی آیا ہے رب فرماتا ہے قالوا اطیرنا بکم اور فرماتا ہے قال طائرکم معکم مقصد یہ ہے کہ اسلام میں بدفالی کوئی شئی نہیں کسی چیز سے بدفالی نہ لو۔

[2] جیسے کوئی شخص کسی کام کو جارہا ہے کسی سے آواز آئی اے نجیح یا اے برکت یا اے رشید یہ جانے والا یہ الفاظ سنکر کامیابی کا امیدوار ہوگیا یہ بالکل جائز ہے۔ بعض دکاندار صبح کو یا رزاق گمشدہ کے متلاشی یا واجد۔ مسافر لوگ یا سالم حاجی وغازی لوگ یا منصور یا مبرور اور زائر لوگ یا مقبول سن کر خوش ہوجاتے ہیں یہ سب اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔

[3] اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ بیماریوں میں عقل و ہوش ہے جو بیمار کے پاس بیٹھے اسے بھی اس مریض کی بیماری لگ جاتی ہے وہ پاس بیٹھنے والے کو جانتی پہچانتی ہے یہاں اسی عقیدے کی تردید ہے موجودہ حکیم ڈاکٹر سات بیماریوں کو متعدی مانتے ہیں۔ جذام۔ خارش۔ چیچک۔ موتی جھرہ۔ منہ کی یا بغل کی بو۔ آشوب چشم۔ وبائی بیماریاں اس حدیث میں ان سب وہموں کو دفع فرمایا گیا ہے (مرقات واشعہ) اس معنی سے مرض کا اڑکر لگنا باطل ہے مگر یہ ہوسکتا ہے کہ کسی بیمار کے پاس کی ہوا متعفن ہو اور جس کے جسم میں اس بیماری کا مادہ ہو وہ اس تعفن سے اثر لیکر بیمار ہوجاوے اس معنی سے تعدی ہوسکتی ہے اس بنا پر فرمایا گیا کہ جذامی سے بھاگو لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں غرضکہ عدوی یا تعدی اور چیز ہے کسی بیمار کے پاس بیٹھنے سے بیمار ہوجانا کچھ اور چیز ہے۔

وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَمَا بَالُ الْاِبِلِ تَكُوْنُ فِي الرَّمْلِ لَكَاَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيْرُ الْاَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہ بدشگونی نہ الو[1] نہ صفر کوئی چیز ہے[2] اور کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو[3] (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ مرض کا اڑکر لگنا ہے نہ کوئی چیز ہے الو اور نہ صفر تو ایک دیہاتی نے عرض کیا یارسول اللہ اونٹ کا کیا حال ہے کہ وہ ریگستان میں ہرن کی طرح ہوتا ہے[4] پھر اس سے خارشی اونٹ ملتا ہے تو اسے خارشی کردیتا ہے[5] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

[1] اہل عرب کا خیال تھا کہ میت کی گلی ہڈیاں الو بن کر اڑجاتی ہیں اور الو جہاں بول جاوے وہاں ویرانہ ہوجاتا ہے۔ یہ عقیدہ غلط ہے بعض لوگ کہتے تھے کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جاوے اس کی روح الو کی شکل میں آکر لوگوں سے کہتی ہے۔ اسقو۔ اسقو۔ مجھے پانی پلاؤ۔ یہ سب باطل خیالات ہیں۔

[2] صفر سے مراد یا تو ماہ صفر ہے جسے اب بھی بعض لوگ منحوس جانتے ہیں یا اس سے مراد پیٹ کا درد ہے۔ کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ پیٹ کا درد ایک سانپ ہے جو پیٹ میں رہتا ہے اس کا مروڑنا کھانا پیٹ کا درد ہے۔ اس میں ان دونوں خیالات کی تردید ہے۔ مرقات؛ اس کی اور بہت شرحیں ہیں بعض لوگ صفر کے آخری چہار شنبہ کو خوشیاں مناتے ہیں کہ منحوس شہر چل دیا۔ یہ بھی باطل ہے۔

[3] یہ حکم عوام کیلئے ہے جن کا عقیدہ بگڑ جانے کا خوف ہو کہ اگر کوڑھی کے پاس بیٹھنے سے اتفاقًا انہیں بھی کوڑھ ہوجائے تو سمجھیں کہ کوڑھ اڑکر لگ گئی ان کیلئے کوڑھی سے علیحدگی اچھی ہے خاص متوکل لوگ جن کے دلوں پر اس سے کوئی اثر نہ پڑے ان کے لیئے یہ حکم نہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

[4] یعنی جب تک اونٹ ریگستان میں الگ تھلگ رہتا ہے ہرن کی طرح صاف ستھرا بے عیب ہوتا ہے۔

[5] مقصد یہ ہے کہ حضور مرض کی تعدی کا انکار فرماتے ہیں مگر تجربہ شاہد ہے کہ تعدی ہوتی ہے مرض اڑکر لگتا ہے ہم نے اپنے اونٹوں میں اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

فَمَنْ اَعْدَى الْاَوَّلَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا غُوْلَ

تو پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش کردیا [1] (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیماری کا اڑ کر لگنا ہے نہ الّو ہے نہ برج ہے اور نہ صفر [2] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تعدی کوئی چیز ہے نہ صفر نہ بھوت [3]

[1] یعنی اگر خارش اڑکر ہی لگتی ہے تو سب سے پہلا خارشی اونٹ جس سے خارش کی ابتداء ہوئی اسے خارش کہاں سے لگی وہاں تو کہنا پڑے گا کہ رب کے حکم سے وہ خارشی ہوا تو آیندہ بقیہ اونٹ بھی اس کے حکم سے خارشی ہوتے اللہ تعالٰی پر نظر رکھو۔ یہاں اعدی فرمانا مشاکلت کے لیئے ہے۔ جیسے کما تدین تدان یا جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ ورنہ فرمایا جاتا فمن اَعْطَى الْاَوَّلَ (مرقات)۔

[2] ان تمام لفظوں کی شرح ابھی ہوچکی نوء کے معنی ہیں برج اس کی جمع ہے انواء یہ برج اٹھائیس ہیں چاند کی منزلیں اہل عرب بلکہ ہندوستان کے مشرکین بھی بارش کو چاند کے اثر سے مانتے ہیں کہ چونکہ چاند فلاں برج میں پہنچا لہذا بارش ہوئی رب کا نام نہیں لیتے اس لیے یہ ارشاد ہوا کہ برج وغیرہ کوئی چیز نہیں بارش محض عطاء الٰہی ہے۔

شعر

جب آویں برسن کے تاؤ پروا دیکھیں نہ پچھوا باؤ

جب بارش کا وقت آجاتا ہے تو پوربی پچھمی کوئی ہوا ہو بارش ہوجاتی ہے۔ یوں ہی نیک بختی بد بختی کو ستاروں کے متعلق ماننا جائز نہیں۔

[3] بعض لوگوں کا خیال تھا اور ہے کہ خبیث لوگوں کی روحیں مرنے کے بعد بھوت بنکر جنگلوں میں پھرتی ہیں اور لوگوں کو ستاتی ہیں یہاں اس کا انکار فرمایا گیا ورنہ بھوت یعنی سرکش جنات کا ثبوت ہے وہ انسانوں کو ستاتے بھی ہیں حدیث شریف میں ہے اذا تغولت الغیلان فبادروا بالاذان جب بھوت سرکشی کریں تو اذان دو حضرت ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں میرے طاق میں کھجوریں تھیں انھیں بھوت کھاجاتے تھے (مرقات) قرآن کریم فرماتا ہے یتخبطه الشیطان من المس۔ شیطان اسے چھوکر دیوانہ کردیتا ہے ۞

رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ فِيْ وَفْدِ ثَقِيْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مسلم) روایت ہے حضرت عمرو ابن شرید سے وہ اپنے والد[1] سے فرمایا انہوں نے کہ ثقیف کے وفد میں ایک کوڑھی آدمی تھا تو اس کی طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ ہم نے تجھ کو بیعت کر لیا تو لوٹ جا[2] (مسلم) ۞ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] عمرو ابن شرید تابعی ہیں ان کے والد شرید ابن سوید ثقفی صحابی ہیں حضر موت کے رہنے والے تھے۔

[2] یعنی حضور انور نے اسے اپنے پاس نہ بلایا۔ وہ اپنی منزل ہی میں رہا اسے مصافحہ فرما کر بیعت نہ فرمایا بلکہ دور سے زبانی بیعت کی خبر دے دی۔ خیال رہے کہ یہ حدیث عوام مومنین کو احتیاط کی تعلیم کے لیئے ہے اور حضور انور کا کوڑھی کو اپنے ساتھ کھلانا خواص مومنین کو توکل کی تعلیم کے لیئے ہے جیسے گرتی ہوئی دیوار ڈوبتی ہوئی کشتی سے علیحدہ رہنا ایمان کے خلاف نہیں یوں ہی کسی مہلک بیماری والے سے بچنا خلاف ایمان نہیں جیسے مضر غذاؤں سے پرہیز برا نہیں یوں ہی مضر صحبتوں سے دور رہنا حرام نہیں شارحین نے اور بہت وجہیں ان احادیث کی مطابقت میں بیان فرمائی ہیں۔ اگر شوق ہو تو لمعات اور اور اشعۃ اللمعات میں اسی ہی حدیث کی شرح ملاحظہ کرو۔ ہم نے پہلے عرض کیا کہ بعض بیمار کے اردگرد کی ہوا متعفن ہو جاتی ہے۔ جس شخص میں اس مرض کا مادہ موجود ہو وہ اس ہوا سے بیمار ہو جاتا ہے۔ جس چراغ میں تیل بتی موجود ہو وہ دوسرے چراغ سے مس کرتے ہی بھڑک اٹھتا ہے اس لیئے احتیاط بری نہیں۔

يَتَفَاءَلُ وَلَا يَتَطَيَّرُ وَكَانَ يُحِبُّ الْاِسْمَ الْحَسَنَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ❊ وَعَنْ قَطَنِ بْنِ قَبِيْصَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِيَافَةُ وَالطَّرْقُ وَالطِّيَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ❊ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ

اچھی فال تو لیتے تھے بدفالی نہ لیتے تھے [1] اور اچھا نام پسند فرماتے تھے [2] (شرح سنہ) روایت ہے قطن ابن قبیصہ سے وہ اپنے والد سے راوی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیافت اور کنکر پھینکنا [3] اور پرندے اڑانا بتوں میں سے ہے [4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہے فرمایا پرندے اڑانا شرک ہے [5]

[1] یعنی حضور انور اچھے مقام وغیرہ سے نیک فال لیتے کہ انہیں سن کر دیکھ کر رحمت الٰہی کے امیدوار ہو جاتے تھے۔ مگر کسی چیز سے بدفالی نہیں لیتے تھے کہ اللہ سے ناامیدی نہیں چاہیے۔

[2] حتی کہ مسلمانوں کے برے نام اچھے ناموں سے تبدیل فرما دیتے تھے کہ نام کا اثر نام والے پر پڑتا ہے ایک شخص کا نام تھا حزن اسے فرمایا تو سہل ہے۔

[3] عیافت کی بہت شرحیں کی گئی ہیں مشہور شرح یہ ہے کہ پرندوں کے نام سے فال لینا عیافت ہے جیسے کسی نے عقاب دیکھ کر سمجھا کہ ہم کو عتاب یعنی عذاب ہوگا غراب (کوّے) سے غربت و سفر سمجھنا ہدہد سے ہدایت کا امیدوار ہونا یہ عیافت ہے۔ کنکر پھینکنا یا ریت میں لکیریں کھینچنا فال کے لیے یہ ہے طرق طا اور را کے فتحہ سے۔

[4] جبت سے مراد یا جادو ہے یا کہانت یا بت یا شیطان مطلب یہ ہے کہ یہ کام بت پرستوں۔ کاہنوں۔ جادوگروں کے سے ہیں۔

[5] شرک عملی ہے مشرکوں کا سا کام یا شرک خفی۔ ❊

قَالَهُ ثَلٰثًا وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ كَانَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ يَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ هٰذَا عِنْدِيْ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ

یہ تین بار فرمایا، اور نہیں ہے ہم سے کوئی مگر اللہ اس کو توکل سے لے جاتا ہے[1] (ابوداؤد وترمذی) فرمایا ترمذی نے کہ میں نے محمد بن اسمٰعیل کو فرماتے سنا کہ سلیمان ابن حرب اس حدیث کے بارے میں فرماتے تھے[2] کہ وما منا الا ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل میرے نزدیک یہ ابن مسعود کا قول ہے[3] روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، کہ

[1] الا کے بعد ایک عبارت پوشیدہ ہے یخطر فی بالہ اور لکن سے نیا کلام ہے یذھبہ کی ضمیر اس خطرہ کی طرف ہے معنی یہ ہیں کہ ہم مسلمانوں سے جو کوئی بدفالیاں لیتا ہے۔ تو وہ خطرات وشبہات میں پڑ جاتا ہے لیکن اللہ تعالٰی اس شبہ وخطرہ کو توکل کے ذریعہ ختم فرما دیتا ہے کہ جو کوئی توکل اختیار کرے وہ ان شبہات میں نہیں پڑتا اس مطلب کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے احمد وطبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے مرفوعًا روایت کیا کہ جسے بدفالی اس کے کام سے روک دے وہ مشرک ہو گیا اس کا کفارہ یہ ہے کہ یہ کہے اللّٰھم لا خیر الا خیرک ولا طیر الا طیرک ولا الٰہ غیرک اس کی کچھ بحث تیسری فصل میں آئے گی ان شاء اللہ (مرقات)

[2] سلیمان ابن حرب اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں قاضی مکہ تھے بصرہ کے رہنے والے اپنے وقت کے امام فن تھے آپ کے سبق میں چالیس ہزار طلباء ہوتے تھے ماہ صفر ۱۴۰ھ ایک سو چالیس میں پیدا ہوئے اور ۱۵۸ھ ایک سو اٹھاون میں فن حدیث سے فارغ ہوئے۔ انیس سال تک حماد ابن زید محدث کے ساتھ رہے امام احمد ابن حنبل کے استاذوں میں سے ہیں ۲۲۴ھ دو سو چوبیس میں وفات پائی (مرقات)

[3] یعنی یہ عبارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی نہیں بلکہ حضرت ابن مسعود کا اپنا قول ہے حدیث تو الطیرۃ شرک پر ختم ہے۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَہَا فِی الْقَصْعَۃِ وَقَالَ کُلْ ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلًا عَلَیْہِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ ۔ **وَعَنْ** سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا ھَامَۃَ وَلَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَاِنْ تَکُنِ الطِّیَرَۃُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَۃِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا اسے پیالہ میں رکھ لیا، اللہ پر بھروسہ اسی پر توکل ہے[1] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سعد ابن مالک سے[2] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو اُلّو کوئی شے ہے اور نہ مرض کا اڑ کر لگنا، نہ نحوست، اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو گھر میں گھوڑے اور عورت میں

[1] کوڑھی کو ہاتھ لگانا پھر اس کا ہاتھ اپنے پیالہ میں ڈالنا پھر اسے ساتھ کھلانا تینوں کام انتہائی توکل پر مبنی ہیں۔ صرف مجذوم کو دیکھ کر ہی لوگوں کے دل دھڑک جاتے ہیں چہ جائے کہ اسے ساتھ کھلانا اس حدیث میں توکل کی تعلیم ہے۔ اور پچھلی حدیث کو حضور انور نے مجذوم کو بیعت کیا بغیر مصافحہ کے وہاں تعلیم احتیاط تھی خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام نفرت والی بیماریوں سے محفوظ ہوتے ہیں جیسے کوڑھ۔ پھلبہری وغیرہ (مرقات) حضرت ایوب علیہ السلام کو جب یہ خاص بیماری آئی تو آپ پر تبلیغ فرض نہ رہی تھی پھر اس میں گفتگو ہے کہ کیا انہیں بیماری کیا تھی۔

[2] حضرت ابو سعید خدری کا نام سعد ان کے والد کا نام مالک ابن سنان یہ دونوں صحابی ہیں خدرہ قبیلہ انصار کا ایک خاندان ہے اس لئے انہیں خدری کہا جاتا ہے ۷۴ھ چوہتری ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ بقیع سے باہر دفن ہیں یہاں وہی مراد ہیں۔ (اشعہ)

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَةٍ أَنْ يَسْمَعَ يَا رَاشِدُ يَا نَجِيحُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ فَإِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَأَلَ عَنِ اسْمِهِ فَإِذَا أَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهِ وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهُ رُئِيَ كَرَاهِيَةُ

ہوگی [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لیے روانہ ہوتے تو آپ کو یہ پسند تھا کہ سنیں اے راشد، اے نجیح، [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض چیزوں سے فال لیتے تھے، چنانچہ آپ جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے، اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو اس سے خوش ہوتے [3] اور اسکی خوشی آپکے چہرے میں دیکھی جاتی، اور اگر اس کا نام ناپسند ہوتا

[1] محدثین نے اس عبارت کے چند مطلب بیان فرمائے ایک یہ کہ طیرہ سے مراد نحوست ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی لیکن ان میں تو ہے نہیں لہٰذا کسی شے میں نہیں دوسرے یہ کہ اگر نحوست ہو تو ان تین میں ہوگی مگر یقینی نہیں لہٰذا ان میں سے کسی چیز کو یقین سے منحوس نہ جانو تیسرے یہ کہ یہاں طیرہ سے مراد ناپسندیدگی ہے یعنی تین چیزیں کبھی دل کو ناپسند ہوتی ہیں نحوست مراد نہیں (مرقات) چوتھے یہ کہ عورت کی نحوست اس کا بانجھ ہونا خاوند کا نافرمان ہونا گھر میں لڑائی رکھنا ہے گھوڑے کی نحوست اس کا اڑیل ہونا شرکش ہونا ہے کہ مالک کو سواری نہ دے یوں ہی گھر کی نحوست یہ ہے کہ مسجد سے دور ہو وہاں اذان کی آواز نہ آتی ہو۔ اور نہ وہاں ذکر اللہ ہوتا ہو (مرقات و اشعہ) اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے۔ [2] راشد کے معنی ہیں ہدایت یافتہ اور نجیح کے معنی ہیں کامیاب کسی کام کو جاتے وقت یہ الفاظ سننا اس لئے پسند تھا کہ ان سے اللہ کے فضل و کامیابی کی امید ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ نیک فال لینا بالکل جائز ہے [3] اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ اپنی اولاد کے نام اچھے رکھو نام کا اثر نام والے پر پڑتا ہے۔ برے نام والے کو لوگ اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتے اچھے نام والے کے کام بھی انشاء اللہ اچھے ہوتے ہیں۔

ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ وَإِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَأَلَ عَنِ اسْمِهَا فَإِنْ أَعْجَبَهُ اسْمُهَا فَرِحَ بِهٖ وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا فِيْ دَارٍ كَثُرَ فِيْهَا عَدَدُنَا وَأَمْوَالُنَا فَتَحَوَّلْنَا إِلٰى دَارٍ قَلَّ فِيْهَا عَدَدُنَا وَ

تو اس کی ناپسندیدگی آپ کے چہرے میں دیکھی جاتی [1] اور جب کسی بستی میں جاتے تو اس کا نام پوچھتے، تو اگر اس کا نام پسند فرماتے تو اس سے خوش ہوتے، اور اس کی خوشی آپ کے چہرۂ انور میں دیکھی جاتی، اور اگر اس کا نام ناپسند فرماتے، تو آپ کے چہرہ میں اس کی ناپسندیدگی محسوس ہوتی [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ ہم ایک گھر میں تھے جس میں ہمارے تعداد اور ہمارے مال زیادہ ہوگئے۔ پھر ہم دوسرے گھر میں منتقل ہوگئے، جس میں ہماری تعداد

[1] یعنی حضور برے ناموں کو بہت ناپسند فرماتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا تیرا نام کیا ہے وہ بولا جمرہ (انگارہ) کہا کس کا بیٹا ہے بولا شہاب کا (شعلہ) کہا تو کہاں رہتا ہے بولا حرۃ میں (ریگستان) کہا کس محلہ میں بولا بحرۃ النار میں (آگ کا دائرہ) فرمایا کس طرف بولا ذات لظی میں۔ آپ نے فرمایا تو اپنا گھر جاکر دیکھ جل چکا ہے۔ دیکھا تو واقعی گھر اور گھر والے جل چکے تھے۔ عرب کہتے ہیں الاسماء من السماء نام آسمان سے تعلق رکھتے ہیں (مرقات) اہل عرب اپنے بیٹوں کا نام رکھتے تھے۔ اسد (شیر) ذئب (بھیڑیا) کلب (کتا) اور اپنے غلاموں کے نام رکھتے تھے راشد نجیح۔ اور کہتے تھے کہ ہمارے غلام ہماری خدمت کے لئے ہیں۔ اور ہمارے بیٹے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں غلاموں کے نام اچھے رکھو

[2] ہمارے ہاں پنجاب میں بعض دیہات کے نام ہیں نور پور، مدینہ، جہانپورا ایسے نام بڑے مبارک ہیں بعض بستیوں کے نام ہیں شیطانیہ، خونی چک وغیرہ یہ نام اچھے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستیوں کے برے نام بھی ناپسند فرماتے تھے۔

وَاَمْوَالُنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَرُوْهَا ذَمِيْمَةً. رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ. وَعَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَحِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ مَنْ سَمِعَ فَرْوَةَ بْنَ مُسَيْكٍ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَنَا اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا اَبْيَنُ وَهِيَ اَرْضُ رِيْفِنَا وَمِيْرَتِنَا وَاِنَّ وَبَاءَهَا شَدِيْدٌ فَقَالَ

وہاں گھٹ گئی تو فرمایا اسے برا کرکے چھوڑ دو[1] (ابوداؤد) روایت ہے یحییٰ ابن عبداللہ بن بحیر سے، فرماتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی جس نے فروہ ابن کو کہتے سُنا[2] کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس ایک زمین ہے جسے ابین کہا جاتا ہے[3] اور وہ ہماری باغ اور کھیتی کی زمین ہے[4] اور اس کی وبا بہت سخت ہے، تو فرمایا

[1] اس فرمان عالی کی بہت حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ اس زمین میں رہتے تو ہر وقت ان کے دلوں میں وسوسہ آتے دلوں کو سکون وچین میسر نہ ہوتا نہ معلوم کب کیا مصیبت آجائے گی لہذا اس زمین کا چھوڑنا ان حضرات کے سکون قلبی کا ذریعہ تھا جس سے انہیں عبادات میں لذت ہو۔ [2] یحییٰ ابن عبداللہ صنعان کے باشندے ہیں۔ ان سے حضرت معمر نے احادیث روایت کیں اور فروہ ابن مسیک صحابی ہیں مسیک تصغیر ہے مسیک کی آپ مرادی غطیفی ہیں اہل یمن سے ہیں حضور کی خدمت میں ۹ ہجری میں آئے ایمان لائے عہد فاروقی میں کوفہ رہے اپنی قوم کے سردار بڑے اعلیٰ درجہ کے شاعر ہیں۔

[3] ابین بروزن افعل ایک شخص کا نام ہے جس نے شہر عدن آباد کیا اس لئے اُسے عدن ابین کہا جاتا ہے یمن کے علاقہ میں ایک شخص کا نام بھی ابین ہے جو دریا کے قریب ہے۔ ایک شہر کا نام بھی ابین ہے غرضکہ ابین بہت چیزوں کے نام ہیں جیسے ہمارے ہاں پنجاب میں بہاول ایک شخص کا نام تھا۔ اب بہاولپور بہاول نگر شہروں کے نام ہیں اور بہاول بخش بہاول خان آدمیوں کے نام ہیں۔ [4] یعنی وہ زمین بہت ہی زرخیز ہے۔ اس کے کچھ حصہ میں باغ ہے اور کچھ حصہ میں کھیت یہاں کی پیداوار دور جاتی ہے یا اس میں باغ ہے اور باغ کے درمیان کھیت جیسا کہ اب بھی مدینہ منورہ میں دیکھا جاتا ہے۔

دَعْهَا عَنْكَ فَاِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنُهَا الْفَالُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ لَا يَاْتِيْ

اُسے اپنے سے جدا کردو، کیونکہ قرف سے ہلاکت ہے[1] (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عروہ بن عامر سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شگون کا ذکر کیا گیا[2] تو فرمایا اُن میں اچھی فال ہے،[3] اور کسی مسلمان کو نہ لوٹائے[4] تو جب تم میں سے کوئی وہ دیکھے جسے ناپسند کرتا ہو تو کہہ دے، الٰہی بھلائیاں

[1] قرف کے معنی ہیں قرب یعنی نزدیک ہونا یعنی ایسی وبائی زمین میں رہنا ہلاکت کا سبب ہے یہ طبی مشورہ کے طور پر فرمایا کہ جس جگہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو وہاں سے چلا جائے یہ مرض اڑ کر لگنے کا مسئلہ نہیں اطبا بیماروں کو پہاڑوں پر بھیج دیتے ہیں گرم علاقہ سے منتقل کر دیتے ہیں اسی وجہ سے اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ یہ حدیث اس پائے کی نہیں جس پایہ کی احادیث ممانعت ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں وبا و پھیل جائے وہاں سے بھاگو مت اور جہاں وبا پھیل ہو وہاں مت۔ خیال رہے کہ گرنے والے مکان سے بھاگ جانا زلزلہ کی حالت میں گھر سے باہر نکل جانا خلاف توکل نہیں مگر وبائی جگہ سے بھاگ جانا خلاف توکل ہے۔

[2] کہ لوگ بعض چیزوں سے بدشگونی لیتے ہیں۔ بعض سے اچھا شگون اس کی حقیقت کیا ہے۔ تب حضور نے وہ جواب دیا جو یہاں مذکور ہے۔

[3] فال سے مراد نیک فال ہے۔ جو اچھی بات اچھا نام سننے سے لی جائے۔ یعنی یہ جائز ہے۔ لیکن کوئی شخص کسی کام کو جاتے وقت ناپسندیدہ چیز دیکھے یا سنے جس سے بدشگونی لی جائے تو وہ شخص اس وجہ سے اپنے کام سے واپس نہ ہو اللہ توکل کرے اور کام کو جائے۔

بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ مُرْسَلًا۔

بَابُ الْكَهَانَةِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ مُعٰوِيَةَ ابْنِ الْحَكَمِ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُمُوْرًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِی الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَاْتِی الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا

تیرے سوا کوئی نہیں لاتا، اور برائیاں تیرے سوا کوئی نہیں دور کرتا، نہیں ہے طاقت اور نہیں ہے قوت مگر اللہ سے[1] (ابوداؤد ارسالًا)۔ کہانت کا بیان[2] پہلی فصل، روایت ہے حضرت معاویہ ابن حکم سے[3] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم چند کام زمانۂ جاہلیت میں کرتے تھے، ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے[4] فرمایا

[1] یہ عمل بہت ہی مجرب ہے ان شاء اللہ اس دعا کی برکت سے کوئی بُری چیز اثر نہیں کرتی تمام مروجہ بدفالیوں بدشگونیوں کا بہترین علاج ہے واللہ اعلم۔

[2] کہانت کاف سے غیبی خبر دینا۔ اور کِہانت کاف کے کسرہ سے اس غیب گوئی کا پیشہ کرنا بعض کاہنوں کا دعوٰی تھا کہ ہمارے پاس جنات آکر ہم کو غیبی چیزیں غیبی خبریں بتاتے ہیں کہ شیاطین آسمان پر جاکر فرشتوں کی باتیں سن کر ایک سچ میں سو جھوٹ ملاکر کاہنوں نجومیوں کو بتاتے ہیں۔ بعض کاہن خفیہ علامات اسباب سے غیبی چیزوں کا پتہ بتاتے ہیں انہیں عراف کہتے ہیں اور اس عمل کو عرافت یہ دونوں عمل حرام ہیں ان کی اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں (مرقات واشعہ) لفظ کاہن بہت عام ہے نجومی۔ رمال۔ عراف سب کو کاہن کہا جاتا ہے۔

[3] آپ صحابی ہیں سلمی ہیں مدینہ منورہ میں رہتے سہتے ہیں۔ ۱۱۷ھ ایک سو سترہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے عطاء ابن یسار وغیرہم نے روایات لیں۔

[4] غیبی باتیں چھپی چیزیں گم شدہ مال چوری کا اسباب دل کی سوچی باتیں پوچھنے کے لئے فرمایا جائے۔ کہ یہ عمل کیسا ہے؟

تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ قُلْتُ كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُهٗ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهٖ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

تم کاہنوں کے پاس نہ جاؤ [1] فرماتے ہیں، میں نے کہا ہم پرندے اڑاتے تھے، فرمایا یہ ایسی چیز ہے جسے تم میں سے کوئی اپنے دل میں پاتا ہے تو یہ اسے روک نہ دے [2] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہم سے بعض لوگ خط کھینچتے ہیں [3] فرمایا حضرات انبیاء میں ایک نبی خط کھینچتے تھے [4] تو جو ان کے خط کے موافق ہو جاتے تو یہ درست ہے [5] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا [6] تو ان سے رسول اللہ

[1] کاہنوں سے غیبی خبریں پوچھنا حرام ہے انہیں عالم غیب جاننا ان کی خبروں کی تصدیق کرنا کفر ہے ہاں انہیں جھوٹا کرنے کے لئے ان سے کچھ پوچھ کر لوگوں پر ان کا جھوٹ ظاہر کرنا اچھا ہے کہ یہ تبلیغ ہے یہاں پہلی صورت مراد ہے اس سے منع فرمایا گیا۔ [2] یعنی یہ پرندے وغیرہ اڑانا نفس کے دھوکے ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں اگر تم کسی کام کو جا رہے ہو اور کوئی پرندہ بائیں طرف کو راستے دیکھو تو اپنے کام سے نہ رک جاؤ اپنے کام کو جاؤ رب تعالٰی پر توکل کرو کام بنتا نہ بنتا اس کی طرف سے ہے [3] یعنی علم جفر یا رمل کے ذریعہ سے خطوط کھینچ کر غیبی خبریں معلوم کرتے ہیں ان کا یہ عمل از روئے شریعت اسلامیہ جائز ہے یا نہیں۔ [4] یہ نبی یا تو حضرت ادریس علیہم السلام ان کا معجزہ یہ علم خط تھا یعنی علم جفر یا رمل جس سے وہ غیبی بات دریافت فرما لیتے تھے (مرقات) [5] خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ عمل اب عوام کے لئے حرام ہے کیونکہ ان نبی کے خط سے مشابہت معدوم ہے یا موہوم اور معدوم و موہوم پر اعتماد کرنا ممنوع ہے (مرقات و اشعۃ اللمعات) [6] کہ کیا کاہنوں کو غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں یا نہیں کبھی ان کی خبریں درست نکلتی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔

وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِشَيْءٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ
أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي
أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ
الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِينُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ

نے فرمایا کہ وہ لوگ کچھ نہیں عرض کی یارسول اللہ وہ لوگ بعض اوقات کچھ خبریں دیتے ہیں جو سچی ہوتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے ۱؎ جسے جن اوچک لیتا ہے تو اوسے اپنے دوست کے کان میں ایسے ڈال دیتا ہے جیسے مرغی کا چگا دینا ۲؎ یہ لوگ اوس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے اون ہی سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرشتے عنان میں اوترتے ہیں عنان بادل ہے ۴؎ تو وہ اون واقعات کا ذکر کرتے ہیں جن کا آسمان میں فیصلہ کیا گیا ہے ۵؎ تو شیاطین چوری سے سنتے ہیں

۱؎ اس طرح کہ فرشتے لوح محفوظ سے غیبی باتیں معلوم کرکے آپس میں ذکر کرتے ہیں یہ جن چھپ چھپا کر اسے سن لیتے ہیں وہ بات، کاہنوں تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل درست صحیح ہوتی ہے ۲؎ بعض نسخوں میں بجائے دجاجہ کے زجاجہ ز سے ہے وہ درست نہیں مرغی اپنے بچے کے منہ سے منہ ملا کر دانہ کھلاتی ہے ایسے ہی یہ شیطان کاہن کے کان سے منہ ملا کر یہ بات چپکے سے بیان کرتا ہے۔ دوسرا اوسے نہ سن سکے۔ ۳؎ سو کا ذکر زیادتی بیان فرمانے کیلئے ہے صرف یہ عدد مراد نہیں۔ ۴؎ عنان کی تفسیر بادل سے یا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یا کسی راوی نے بادل سے مراد یا تو آسمان دنیا یا جو یعنی آسمان و زمین کے درمیان کی فضا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بادل نہ ہوں تو فرشتے کہاں اوترتے ہیں (مرقات و اشعہ) ۵؎ یعنی فرشتوں کا

فَتُوجِيهِ إِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ

یہ سن کر کاہنوں کو خبر دیتے ہیں اون کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی نجومی کے پاس گیا ۲؎ پھر اوس سے کچھ پوچھے تو اوس کی چالیس شب کی نمازیں قبول نہ ہوں گی ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن

مقام آسمان ہے وہاں ان کو احکام الٰہیہ واقعات عالم کی اطلاع پہونچتی ہے پھر فرشتے آسمان سے اوتر کر بادل فضا میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں وہاں آپس میں ایک دوسرے سے ان غیبی واقعات کا ذکر کرتے ہیں یہاں شیاطین چوروں کی طرح چھپ کر سن لیتے ہیں۔

۱؎ یعنی یہ شیاطین اگر ایک ہونے والی بات فرشتوں سے سنتے ہیں تو سو جھوٹی باتیں ملا کر ایک سو ایک باتیں اپنے کاہنوں کو سنا جاتے ہیں یہ سو باتیں جھوٹی ہوتی ہیں وہ ایک بات سچی ہوتی ہے لوگ اس ایک بات سچی کی سچائی دیکھ کر کاہنوں کو سچا سمجھ لیتے ہیں۔ ۲؎ اسے سچا سمجھ کر اس سے آئندہ غیبی خبریں پوچھنے کے لئے گیا اس کی وہ سزا ہے جو یہاں مذکور ہے لیکن اگر کوئی اُسے جھوٹا سمجھ کر لوگوں کو اس کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لئے دفن کے پاس گیا اس سے کچھ پوچھا تاکہ اس کی جھوٹی خبر لوگوں کو سنا دے اس کی یہ سزا نہیں۔ ۳؎ یعنی اس کی یہ نمازیں ادا ہو جائیں گی اللہ کے ہاں ان کا ثواب نہ ملے گا جیسے غصب شدہ زمین میں نماز کہ اگرچہ ادا تو ہو جاتی ہے مگر اس پر ثواب نہیں ملتا لہٰذا ان نمازوں کا لوٹانا اس پر لازم نہیں خیال رہے کہ نیکیوں سے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر گناہوں سے نیکیاں برباد نہیں ہوتیں وہ تو صرف ارتداد سے برباد ہوتی ہیں (مرقات) اور جب نمازیں ہی قبول نہ ہوئیں۔ تو دوسری عبادتیں بھی قبول نہ ہوں گی بعض شارحین نے فرمایا کہ چالیس راتوں کی نمازیں سے مراد تہجد کی نمازیں ہیں۔ فرائض وواجبات قبول ہو جائیں گی مگر حق یہ ہے راتوں سے مراد دن ورات سب ہیں اور کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور شعر دوسری حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی چالیس دن تک توبہ قبول نہیں ہوتی بہرحال نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا بدترین گناہ ہے۔

خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى اِثْرِ سَمَآءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ

خالد جہنی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں نماز فجر پڑھائی اس بارش کے بعد جو اس رات ہوئی تھی ۱؎ جب فارغ ہوئے تو لوگوں پر توجہ فرمائی پھر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا لوگ بولے اللہ رسول جانیں فرمایا کہ رب نے فرمایا میرے بندوں میں سے مجھ پر مومن و منکر نے صبح پائی ۲؎ جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی یہ مجھ پر مومن ہیں ستاروں کے انکاری ۳؎ لیکن جس نے کہا کہ ہم فلاں فلاں برج سے

۱؎ غالبًا یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہوا۔ حدیبیہ ایک جنگل ہے جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان بحیرہ منزل سے دور مکہ معظمہ سے قریب اس کا کچھ حصہ حل میں ہے کچھ حصہ حرم میں یہاں بیعت رضوان ہوئی بڑا مقدس جنگل ہے ہم نے اس کی زیارت کی ہے۔

۲؎ یعنی رب تعالٰی نے فرمایا کہ اس بارش کی وجہ سے بعض بندے مومن رہے بعض کافر ہوگئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حق تعالٰی جو کلام فرشتوں سے فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اُسے سنتے ہیں جو رب کی سن سکتے ہیں وہ مخلوق کی بھی سن سکتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳؎ یعنی وہ ستاروں کو مؤثر نہیں مانتے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو بعض چیزوں کی علامات ماننا درست ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وبالنجم ھم یھتدون مگر انہیں مؤثر ماننا حرام بلکہ کفر ہے ستاروں سے وقت۔ سمت۔ آفتاب کا طلوع و غروب معلوم کرلیا جاتا ہے۔

كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِكَوَاكِبَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيْقٌ مِّنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِيْنَ يُنَزِّلُ اللّٰهُ الْغَيْثَ فَيَقُوْلُوْنَ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞

بارش ہوئی لہ تو یہ میرا منکر ہے تاروں کا مومن (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ تعالٰی آسمان سے کوئی رحمت نہیں اتارتا لہ مگر اس کی وجہ سے لوگوں کا ایک گروہ کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ بارش اتارتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے سے ہوتی ہے لہ (مسلم)

لہ یعنی فلاں تارہ فلاں برج میں پہونچا لہٰذا بارش ہوئی اس کے تاثیر سے بادل اور برسایا کہنا حرام بلکہ بعض معانی سے کفر ہے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو فاعل مدبر ماننا کفر ہے انہیں بارش کی علامت ماننا اگرچہ کفر نہیں مگر یہ کہنا بہت ہی برا ہے کہ فلاں تارے سے یہ بارش ہوئی کہ اس میں کفار کے عقیدے کا اظہار ہے اور ناشکری کے الفاظ ہیں۔ اس لئے بعض روایت میں ہے۔ اصبح من الناس شاکرا وکافرا(مرقات)

لہ غالبًا برکت سے مراد بارش ہے من السماء کے معنی ہیں آسمان کی طرف سے آنا کیونکہ بارش آسمان سے نہیں آتی بادل سے آتی ہے ہاں آسمان کی طرف یعنی بلندی سے آتی ہے رب تعالٰی بارش کے متعلق فرماتا ہے وانزلنا من السماء ماءً مبارکًا اور ممکن ہے کہ برکت سے مراد عام نعمت ہو بارش ہوا سورج چاند تاروں کی روشنی وغیرہ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

لہ یعنی فلاں تارے کے طلوع فلاں تارے کے غروب سے یا فلاں تارے کے فلاں برج میں جانے کی وجہ سے بارش ہوئی خیال رہے کہ تاروں کو مؤثر حقیقی ماننا کفر ہے انہیں علامات مان کر یہ بات کہنا کفر نہیں مگر پھر بھی اچھا نہیں کہ اس سے عوام کے عقیدے بگڑنے کا اندیشہ ہے لہٰذا یہاں کافر سے مراد یا اعتقادی کافر ہیں یا ناشکرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَۃً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے علم نجوم کا حصہ حاصل کیا اس نے جادو کا حصہ حاصل کیا[1] جس نے اسے بڑھایا اتنا ہی اسے بڑھایا[2] (احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] علم نجوم سے مراد کہانت کا علم ہے کہ ستاروں سے علم غیب حاصل کیا جائے۔ اسی علم کو جادو سے تشبیہ دینا اس کی انتہائی ذلت کے اظہار کے لئے ہے یعنی علم نجوم جادو کی طرح برا ہے جادو کفر ہے یا قریب کفر۔

[2] یعنی جس قدر علم نجوم میں زیادتی کرے گا اس قدر گویا جادو میں زیادتی کرے گا اپنے گناہ بڑھائے گا۔ لہذا دونوں جگہ زاد بمعنی ماضی ہے اور مازاد میں یا بمعنی مادام ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ زاد ما زاد حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے اور زاد کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور انور نے علم نجوم کی برائی میں بہت زیادتی فرمائی لہذا مازاد مفعول ہے زاد کا (اشعۃ اللمعات) پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ تاروں سے بارش کا وقت۔ آندھیاں چلنا سردی گرمی۔ ارزانی گرانی آئندہ کے حالات معلوم کرنا حرام ہے کہ یہ علوم غیبیہ ہیں جنہیں اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے مگر ان سے اوقات اور راستے۔ سمت قبلہ معلوم کرنا بالکل حق ہے۔ چاند کے طلوع کی خبر جو بذریعہ تاروں کے دی جائے شرعاً معتبر نہیں حضرت فرماتے ہیں کہ علم نجوم اس قدر حاصل کرو جس سے تم سمت قبلہ اور راستے معلوم کر لو پھر باز رہو (مرقات) لہذا علم توقیت برحق ہے یوں ہی علم ریاضی علم ہیئت وغیرہ درست ہے اپنے حد میں رہ کر۔

وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ اَوْ اَتٰى اِمْرَاَتَهٗ حَائِضًا اَوْ اَتٰى اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ الْاَمْرَ فِي السَّمَآءِ ضَرَبَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ

وسلم نے جو کہ کاہن کے پاس جائے [1] پھر اس کی تصدیق کرے یا اپنی بیوی کے پاس بحالت حیض جائے یا اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں جاوے تو وہ اس سے بری ہوگیا جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا [2] (احمد ۔ ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے پست ہوکر اپنے پر

[1] کاہن و عراف میں فرق یہ ہے کہ کاہن وہ جو آئندہ کی خبریں دے عراف وہ جو موجودہ چھپی خبریں بتائے کہ تمہاری چوری فلاں نے کی ہے فلاں چیز فلاں جگہ رکھی ہے۔

[2] بحالت حیض یا دبر میں صحبت حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا کافر ہے وطی بحالت حیض کی حرمت تو نص قرآنی سے ثابت ہے فرماتا ہے۔ لاتقربوھن حتی یطھرن اور فرماتا ہے۔ قل ھو اذی فاعتزلوا النساء۔ مگر دبر میں صحبت کی حرمت احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے اور اشارۃ قرآن سے بھی اور وطی بحالت حیض کی حرمت پر قیاس کی وجہ سے بھی یہ قیاس قطعی ہے لہٰذا دبر میں صحبت حرام قطعی ہے جو حرام جان کر ایسی حرکت کرے وہ سخت بدکار گنہگار ہے۔ اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ فرماؤ۔ خیال رہے کہ لڑکوں سے دبر میں صحبت کرنا صریحی قطعی نص سے حرام ہے قوم لوط پر اسی وجہ سے عذاب آیا اور عورت سے دبر میں صحبت قیاس قرآنی سے حرام یہ فرق ضرور خیال میں رہے لہٰذا اصول فقہ والوں کا اسے قیاس شرعی سے حرام فرمانا بالکل درست ہے جیسا کہ نورالانوار اور توضیح تلویح وغیرہ میں ہے۔

بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ

بچھا دیتے ہیں [۱] اس کے فرمان پر گویا کہ وہ پتھر کی چٹان پر زنجیر ہے [۲] پھر جب ان کے دلوں سے کھول دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا [۳] وہ کہتے ہیں رب کے فرمودہ کے متعلق کہ حق فرمایا [۴] اور وہ بلند ہے بڑائی والا تو اسے چھپ کر سننے والے اسطرح سنتے ہیں کہ ان کے بعض بعض کے اوپر ہوتے ہیں سفیان نے اپنے ہاتھ سے یوں بیان کیا کہ اُسے ٹالل کیا اور اپنی انگلیوں کے

[۱] یعنی جب اللہ تعالی اپنے کسی فیصلہ کا فرشتوں میں اعلان فرماتا ہے تو فرشتے اظہار انکسار کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں بعض فرشتوں کے دو پر ہیں بعض کے تین بعض کے چار

[۲] یعنی فرمان الٰہی کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے صاف چکنے پتھر والے لوہے کی پتلی زنجیر کھینچو نہایت باریک اس کا سمجھنا سخت دشوار الفاظ غیر واضح۔

[۳] یعنی جب وہ آواز ختم ہو جاتی ہے اور فرشتوں کے دلوں سے وہ ہیبت جاتی رہتی ہے تو بعض فرشتے بعض سے پوچھتے ہیں یہ پوچھنا ایسا ہوتا ہے جیسے طلباء سبق پڑھ کر آپس میں تکرار کرتے ہیں

[۴] یعنی رب نے جو کچھ فرمایا بالکل حق فرمایا یہاں حق مقابل ہے باطل کا یا بمعنی ثابت ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ روزانہ کے واقعات کا ذکر رب تعالٰی فرشتوں سے فرماتا ہے گناہوں کی بخشش مصیبتوں کا دور کرنا۔ کسی قوم کی ترقی کسی کا تنزل۔ بیماروں کی شفاء تندرستوں کو بیمار کرنا۔ ذلیلوں کو عزت دینا۔ عزت والوں کو ذلیل کرنا۔ فقیروں کو غنی کرنا۔ اغنیاء کو فقیر بنا دینا۔ غرض کہ لوح محفوظ میں تحریر قول میں لائی جاتی ہے (مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالٰی ان فرشتوں کو علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے۔ اور جو فرشتے لوح محفوظ پر مقرر وہ تو کائنات کے ذرہ ذرہ سے خبردار ہیں۔

اَصَابِعِهٖ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيْهَا إِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ ثُمَّ يُلْقِيْهَا الْاٰخَرُ إِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ حَتّٰى يُلْقِيَهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهٗ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ

درمیان کشادگی کی لے تو وہ بات سنتا ہے اُسے اپنے نیچے والے کی طرف ڈال دیتا ہے پھر دوسرا اسے اپنے نیچے والے کی طرف ڈالتا ہے ؎ حتیٰ کہ اسے جادوگر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے تو اکثر شہاب اسے ڈالنے سے پہلے لگ جاتا ہے اور اکثر وہ اُسے لگنے سے پہلے ڈال دیتا ہے ؎ تو اس کے لئے سو جھوٹ بنا دیتا ہے ؎ تو کہا جاتا ہے کہ کیا اس نے ہم سے فلاں فلاں دن فلاں فلاں بات کہی تھی اسی ایک وجہ سے اس کاہن کی تصدیق

؎ یعنی زمین سے آسمان تک جنات کے پرے اوپر نیچے ایسے گھٹے ہو جاتے ہیں جیسے مائل ہاتھ کی متفرق کھلی انگلیاں۔

؎ اس ڈالنے اور بتانے کا سلسلہ اس طرح چلتا ہے کہ آسمان سے قریب والے جن فرشتوں کی باتیں سن کر فوراً اپنے نیچے والے جن کو سنا دیں اس نے اپنے نیچے والے کو اس نے اپنے نیچے والے کو حتیٰ کہ آخری پرے نے اپنے دوست کاہن کو سنا دیں یہاں ساحر سے مراد کاہن نجومی ہے۔

؎ یعنی پہلا جن جو فرشتوں سے باتیں چراتا ہے اس کو شعلہ آگ کا ضرور لگتا ہے مگر کسی کو یہ خبریں سنا دینے کے بعد اور کسی کو سنا دینے سے پہلے پھر یہ شعلہ کبھی تو اس جن کو ہلاک کر دیتا ہے جلا کر اور کبھی جلاتا نہیں صرف دیوانہ کر دیتا ہے (مرقات) خیال رہے کہ ہلکی آگ کو قوی آگ فنا کر سکتی۔ جن ہلکی آگ سے پیدا ہیں اور شعلہ کی آگ بہت قوی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ اسے جلا کر فنا کر دیتی ہے۔

؎ یا تو پہلا جن ہی یہ ملاوٹ کر دیتا ہے۔ یا آخری جن جو کاہن کو سناتا ہے وہ ملاوٹ کرتا ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

الَّتِي سَمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُمْ بَيْنَا هُمْ جُلُوسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِنَجْمٍ وَاسْتَنَارَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ كُنَّا نَقُولُ وُلِدَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ عَظِيمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ

کی جاتی ہے، مگر آسمان سے سُنی گئی ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں، مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری نے خبر دی اس حالت میں کہ ہم ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے، ایک تارا ٹوٹا، اور روشنی پھیل گئی ۲؎ تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاہلیت میں کیا کہتے تھے، جب اس جیسا تارا ٹوٹتا تھا ۳؎ وہ بولے کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانیں، ہم تو یہ کہتے تھے کہ آج رات یا تو کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا کوئی بڑا آدمی مرا ہے۔

۱؎ کاہنوں کی جھوٹی خبروں کی اشاعت نہیں کرتے وہ لوگ اس ایک سچی خبر کی دھوم مچا دیتے ہیں کہ فلاں خبر سچی تھی لہٰذا کاہن سچا ہے آج کل طبیب اور عاملوں کے متعلق یہ دیکھا جارہا ہے۔ اگر کوئی طبیب پچاس بیماروں سے قبرستان بھر دے مگر دو چار کو صحت ہو جائے تو اس کی صحت و شفا کا شہرہ ہو جاتا ہے۔ ۲؎ کہ تھوڑی دیر کے لیے سارے عالم میں سرخ یا سبز یا سفید روشنی ہوگئی جیسا کہ اب بھی کبھی دیکھا جاتا ہے۔ ۳؎ ان کا عقیدہ پوچھنا اس کی تردید کے لیے تھا اور اصل صحیح عقیدہ سمجھانے کے لیے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے [illegible]

عَظِيْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا لَا يُرْمٰى بِهَا لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ اسْمُهٗ اِذَا قَضٰى اَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ اَهْلَ هٰذِهِ السَّمَآءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ

تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ تارے نہ تو کسی کی موت کے لئے مارے جاتے ہیں نہ کسی کی زندگی کے لیئے[1] لیکن ہمارا رب کہ مبارک ہے اس کا نام جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے[2] تو حاملین عرش تسبیح کرتے ہیں، پھر اس آسمان والے تسبیح کرتے ہیں جو اُن کے قریب ہیں حتی کہ تسبیح اس دنیا کے آسمان والوں تک پہونچ جاتی ہے[3] پھر حاملین عرش کے قریب والے حاملین عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے

[1] یعنی تم لوگوں کا یہ خیال غلط ہے تاروں کے ٹوٹنے کا تعلق کسی انسان کی موت یا زندگی سے نہیں۔

[2] یعنی رب تعالٰی عالم کے انتظام کے متعلق اپنے کسی فیصلہ کی خبر فرشتوں کو دیتا ہے کہ ہم نے فلاں قوم کو ذلیل کرنا ہے وغیرہ وغیرہ

[3] جیسے بادشاہ جب اپنے خاص درباریوں کو اپنے کسی ارادے پر مطلع کرتا ہے تو درباری ادب سے سر جھکا کر کہتے ہیں حضور بالکل حق ہے بالکل درست ہے وغیرہ ایسے ہی فرشتے ارادہ الٰہی کی خبر پا کر ادب سے تسبیح پڑھتے ہیں خیال رہے کہ یہاں قضا یعنی فیصلہ الٰہی کا ذکر ہے نہ کہ مشورہ کا چنانچہ رب تعالٰی نے فرشتوں کو خبر دی کہ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں فیصلہ کی خبر نہ تھی بلکہ بطور مشورہ ان سے کہا گیا تھا کہ تمہاری اس میں کیا رائے ہے لہذا وہاں فرشتوں نے آزادی سے رائے ظاہر کردی کہ خلافت کے مستحق ہم ہیں اگر وہاں قضا و فیصلہ کی خبر ہوتی تو فرشتے وہاں بھی تسبیح ہی پڑھتے۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں قرآن کے احکام واجب العمل ہیں جیسے نماز و زکوۃ کا حکم مگر قرآنی مشورہ واجب العمل نہیں مستحب ہیں جیسے قرض کا لکھ لینا۔

مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ مَا قَالَ فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ بَعْضًا حَتّٰى يَبْلُغَ هٰذِهِ السَّمَآءَ الدُّنْيَا فَيَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَقْذِفُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآئِهِمْ وَيُرْمَوْنَ فَمَا جَآءُوْا بِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَّلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُوْنَ فِيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ قَتَادَةَ رض قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ النُّجُوْمَ

رب نے کیا فرمایا، وہ انہیں خبر دیتے ہیں [1] فرمایا کہ پھر بعض آسمان والے بعض سے خبریں پوچھتے ہیں، حتی کہ اس آسمان دنیا تک خبر پہنچ جاتی ہے تو جنات سنی باتوں کو اچک لیتے ہیں [2] تو اپنے دوستوں تک ڈال دیتے ہیں اور مار دیئے جاتے ہیں [3] پھر کاہن جو کچھ اس کے موافق لاتے ہیں وہ حق ہے [4] لیکن وہ تو اس میں جھوٹ ملا دیتے ہیں اور بڑھا دیتے ہیں [5] (مسلم)۔
روایت ہے حضرت قتادہ سے [6] فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تاروں کو،

[1] اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ رب تعالیٰ کی یہ خبر صرف حاملین عرش ہی سنتے ہیں باقی فرشتوں کو پھر یہ لوگ بتاتے ہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان پر مطلع فرمایا ہے حاملین عرش کو بلا واسطہ اور دوسرے فرشتوں کو ان حاملین کے ذریعہ سے [2] اس طرح کہ جب یہ خبریں دنیا کے آسمان یعنی پہلے آسمان والے فرشتوں کو ان کے اوپر والے بتاتے ہیں تو وہاں پیچھے بعض جنات جو کان لگائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں سن لیتے ہیں [3] یعنی بعض خبریں یہ باتیں سنا کر شہاب سے مارے جاتے ہیں اور کبھی اس سے پہلے ہی۔

[4] یعنی جب یہ کاہن لوگ وہ بات جو اس جن سے سنی ہے وہ لوگوں کو بتاتے ہیں تو حق ہوتی ہے اس کے علاوہ جو بتاتے ہیں وہ باطل ہوتی ہے۔ [5] یہ زیادتی ننانوے فی صد ہوتی ہے یعنی سو میں ایک بات درست اور ننانوے باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔ [6] آپ تابعی ہیں اور اس زمانہ کے مفسرین کے امام ہیں آپ کے حالات پہلے ہو چکے ہیں۔

لِثَلٰثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِّلسَّمَآءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ عَلَامَاتٍ يُّهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْلَمُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا وَفِيْ رِوَايَةِ رَزِيْنٍ وَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِيْهِ وَمَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ وَمَا عَجَزَ عَنْ عِلْمِهِ الْاَنْبِيَآءُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَعَنِ

تین مقصدوں کے لئے پیدا فرمایا[۱] انہیں آسمان کی زینت اور شیاطین کی مار بنایا[۲] اور نشانیاں بنایا جن سے ہدایت لی جاوے[۳] تو جو ان میں اسکے سوا تاویل کرے[۴] اس نے خطا کی اور اپنا حصہ ضائع کیا، اور اس کا تکلف کیا جو وہ جانتا نہیں[۵] اسے بخاری نے تعلیقاً روایت کیا، اور رزین کی روایت میں ہے کہ اس نے غیر مفید چیز کا تکلف کیا، اور اس کا جس کا اُسے علم نہیں اور جس کے علم سے انبیاء و فرشتے عاجز ہیں[۶] اور ربیع سے اسی

[۱] یعنی تاروں کے بڑے بڑے مقصد یہ تین ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً ہے۔ ورنہ تاروں کی پیدائش کے ہزارہا مقصد ہیں [۲] چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے زینا السماء الدنیا بمصابیح اور فرماتا ہے۔ وجعلنا ہا رجوما للشیاطین یہ تارے آسمان پر ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے نیلی چادر پر رنگ برنگے سلمے ٹکے ہیں [۳] کہ تاروں سے وقت اور سمت معلوم کی جاتی ہے۔ قطب تارے پر سمت قبلہ وغیرہ موقوف ہیں مسجد میں اس تارے سے بنائی ہیں رب فرماتا ہے۔ وبالنجم ہم یہتدون لہٰذا ستاروں کی یہ تینوں صفات برحق ہیں۔ [۴] اس طرح کہ ان سے غیبی چیزیں معلوم کرے ان کو مؤثر مانے یا شبیں موسم ان سے ثابت کرے جس کا نتیجہ شرک ہے [۵] یعنی رب تعالٰی نے ہمیں ان چیزوں کا مکلف نہیں کیا و غیر ضروری چیزوں میں پھنس کر ضروری عبادات سے غافل ہو جاتا ہے۔ [۶] یعنی حضرات انبیاء اور فرشتے بھی تاروں سے غیبی خبریں معلوم نہیں کرتے ان کے علوم وحی الٰہی ارشاد ربانی سے ہوتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان حضرات کو غیبی علوم دیئے نہیں گئے مقصد یہ ہے کہ ان تاروں کے ذریعہ نہیں دیئے گئے یا یہ مطلب ہے کہ حضرات انبیاء کرام نے مخلوق کو تاروں کے ذریعہ ہدایت نہ دی بلکہ اپنے ارشادات اور ربانی کلام کے ذریعے ہدایت دی علم بعنی تعلیم لہٰذا تم ان تاروں میں سوچ بچار کرنے کی بجائے کتاب و سنت میں سوچ و بچار کرو۔ (از مرقات)

الرَّبِيعِ مِثْلَهُ وَزَادَ وَاللهِ مَا جَعَلَ اللهُ فِي نَجْمٍ
حَيٰوةَ اَحَدٍ وَّلَا رِزْقَهُ وَلَا مَوْتَهُ وَاِنَّمَا يَفْتَرُوْنَ
عَلَى اللهِ الْكَذِبَ وَيَتَعَلَّلُوْنَ بِالنُّجُوْمِ ۔ وَعَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنِ اقْتَبَسَ بَابًا مِنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللهُ
فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ الْمُنَجِّمُ كَاهِنٌ وَ
الْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ رَوَاهُ رَزِيْنٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ
سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ

کی مثل مروی ہے، اور یہ زیادتی ہے کہ رب کی قسم! اللہ نے تارے میں نہ کسی کی زندگی رکھی ہے، نہ رزق، نہ موت، یہ لوگ اللہ پر جھوٹ ہی باندھتے ہیں اور تاروں سے بہانہ بناتے ہیں[1] روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص علم نجوم کا کوئی باب اس کے سوا کے لیے حاصل کرے جو اللہ نے ذکر فرمایا[2] تو اس نے جادو کا حصہ سیکھا، نجومی کاہن، اور کاہن، جادوگر کافر ہے[3] (رزین) روایت ہے ابو سعید سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر اللہ اپنے

[1] یعنی انتظامات دنیا، مخلوق کی موت و زندگی، مزاجی تبدیلی، بارش و خشکی میں تاروں کو دخل نہیں، یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ تارے حالات میں مؤثر نہیں، ان بعض حالات کی علامات ہیں، اور علامات سے حالات وابستہ نہیں ہوتے بادل بارش کی علامت ہے، اسکی علت نہیں، بارہا بادل آتے ہیں بارش نہیں ہوتی، محبت اولاد کی علامت یا علامت سبب، اسکی علت نہیں لہذا علم نجوم باطل نہیں ہے اور سیم بھی مؤثر ماننا باطل ہے، علامت ماننا برحق ہے۔

[2] یعنی گزشتہ مذکورہ تین چیزوں کے سوا اور چیزیں ستاروں سے معلوم کرے۔

[3] کہ جادوگر اپنے عمل سے اور کاہن اپنی باتوں سے لوگوں کے دلوں پر اثر ...

أَمْسَكَ اللّٰهُ الْقَطْرَ عَنْ عِبَادِهٖ خَمْسَ سِنِيْنَ ثُمَّ أَرْسَلَهٗ لَأَصْبَحَتْ طَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ كٰفِرِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سُقِيْنَا بِنَوْءِ الْمِجْدَحِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۔ كِتَابُ الرُّؤْيَا

بندوں سے پانچ سال بارش روک لے، پھر بھیجے[۱] تب بھی لوگوں کا ایک ٹولہ کافر ہی ہو، کہ وہ کہیں کہ ہم برج مجدح کی وجہ سے برسائے گئے[۲] (نسائی)۔ خواب کا بیان[۳]

کرتے ہیں یہ قول عمل یا کفر ہیں یا کفران یعنی ناشکری یہ پہلے بتایا کہ علم نجوم کفر بھی ہے حرام بھی ہے اور درست بھی۔

۱ے پانچ سال کا ذکر بطور مثال ہے اس سے مقصود درازی مدت ہے یعنی اگر دراز مدت اور بہت استغفار کے بعد بھی بارش آوے تب بھی شکر نہیں کرتے کفر ہی کرتے ہیں۔ ۲ے مجدح میم کے کسرہ سے چاند کی ایک خاص منزل کا نام ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ جب چاند اس میں داخل ہوتا ہے تو ضرور بارش آتی ہے بعض نے فرمایا کہ مجدح تین تاروں کا نام ہے جن کے متعلق عرب کا عقیدہ تھا کہ بارش ان سے ہوتی ہے (اشعہ مرقات) جادح کہتے ہیں ستو گھولنے کو ان تاروں کی شکل و ترتیب ایسی واقع ہے۔ جیسے کوئی بیٹھا ہوا ستو گھول رہا ہے اس لئے انہیں مجدح کہتے ہیں۔ جیسے عقرب قوس وغیرہ منزل ہے ۳ے رؤیا بنا ہے رویت سے بمعنی دیکھنا مگر رویت عام ہے رؤیا خاص رویت تو دیکھنے کو کہتے ہیں آنکھ سے دیکھنا ہو یا دل سے دیکھنا مگر رؤیا صرف خواب کو کہا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ الخ رؤیا مصدر ہے بشریٰ و شوریٰ سقیا۔ خواب کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جیسے بیداری میں دل کے خیالات یا الہام الٰہی ہوتے ہیں یا وسوسہ شیطانی یونہی خواب ہونے والے کے دل کے خیالات ہی سچے خواب الہام الٰہی ہیں جھوٹے خواب شیطانی وسوسہ۔ ہمارے خواب نفسیاتی، شیطانی، رحمانی ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ مگر حضرات انبیاء کرام کے خواب رحمانی ہی ہوتے ہیں۔

حتیٰ کہ ان کے خوابوں پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں۔ دیکھو نماز کی اذان حضرات صحابہ کی خواب سے جاری ہوئی حضور کی تصدیق فرما دینے کی وجہ سے بعض خوابیں بالکل واضح ہوتی ہیں۔

جیسے صحابہ کی اذان کی خواب بعض مجمل جیسے شاہ مصر نے قحط کے سالوں کو گایوں، بالیوں کی شکل میں دیکھا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَزَادَ مَالِكٌ بِرِوَايَةِ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ يَرَاهَا الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهُ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ

پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ باقی رہیں نبوت سے مگر بشارتیں ۱؎ لوگوں نے عرض کیا، بشارتیں کیا ہیں، فرمایا اچھی خواب ۲؎ (بخاری) مالک نے بروایت عطاء ابن یسار یہ زیادتی کی کہ جسے مسلمان آدمی دیکھے یا اُسے دکھائی جاوے ۳؎

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا

۱؎ یعنی ہماری وفات پر وحی، نبوت تا قیامت ختم ہو جائے گی مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بشارت باقی رہے گا۔ رب تعالیٰ خوابوں کے ذریعہ علوم غیبیہ اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا خوابیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی خوابیں بشارت بھی ہوتی ہیں۔ ڈراتی بھی ہیں مگر تغلیباً بشارت فرمایا (مرقات)

۲؎ صالحہ سے مراد یا سچی خوابیں یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رویا کہتے ہیں اور ڈراؤنی خواب کو حلم مگر یہاں رویا سے عام خواب مراد ہے اچھی ہو یا ڈراؤنی (اشعہ مرقات) خیال رہے کہ رویا بمعنی خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رویت کا کوئی مشتق آجاوے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے رب فرماتا ہے۔ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس۔ حضور انور نے معراج کی شب سارے عالم غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا مگر اسے رب نے رویا فرمایا چونکہ آگے ہے اریناک اس لیے وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہوا معراج جسمانی کے منکر اسی لفظ رؤیا سے جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں

۳؎ یعنی مسلمان خود خواب دیکھے یا دوسرا شخص اس کے متعلق خواب دیکھے طبرانی نے بروایت عبادہ ابن صامت حدیث نقل فرمائی کہ مومن کا خواب اس کا اپنے رب سے کلام کرنا ہے یا رب کا اس سے کلام کرنا (مرقات) خواب میں رب تعالیٰ کا دیدار بھی ہو سکتا ہے حضرت امام اعظم نے ننانوے بار رب تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تھا اور او تُرٰی لَهٗ سے معلوم ہوتا ہے کہ م

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھی خواب[1] نبوت کا چھیالیسواں ہے[2] (مسلم و بخاری)

بعض خواب انسان خود دیکھتا ہے۔ کہ دن میں جو خیالات رکھتا ہے۔ وہ ہی خواب میں دیکھتا ہے اور بعض خواب رب کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں مومن کے یہ خواب الہام کا حکم رکھتے ہیں۔ انھیں کو رویا صالحہ کہتے ہیں۔

[1] رویا صالحہ سے مراد سچی خواب ہے جو نہ شیطانی وسوسہ سے ہو نہ دل کے خیالات سے بلکہ خاص رحمان کی طرف سے ہو جس قدر تقویٰ اعلیٰ اس قدر خوابیں سچی ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ کبھی کفار و فساق کی خوابیں بھی سچی ہوتی ہیں شاہ مصر کافر تھا۔ مگر اس نے آیندہ کے سات سال کی قحط سالی بالیوں کی شکل میں دیکھی حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی اور وہ خواب سچی تھی اس کی اس خواب کے بہت اعلیٰ نتیجے ہوئے۔

[2] اس کا حقیقی مطلب رب تعالیٰ جانے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور کی نبوت کا زمانہ تیئیس سال ہے اور ظہور نبوت سے پہلے چھ ماہ یعنی نصف سال آپ کو بہت ہی سچی اور اعلیٰ خوابیں آئیں تو زمانہ خواب زمانہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اس لئے خواب کو چھیالیسواں حصہ فرمایا گیا۔ واللہ اعلم۔ بعض روایات میں ہے۔ سترواں حصہ ہے۔ بعض میں ہے پچاسواں حصہ ہے فرماتے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے لہٰذا چاہیے یہ کہ فرمان پر ایمان لاو مطلب اللہ رسول سپرد کرو بعض نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیالیس خصوصی صفات عالیہ عطا ہوئیں جن میں سے ایک صفت اچھی خواب ہے بعض نے فرمایا کہ اس سے عدد خاص مراد نہیں بلکہ زیادتی بیان کرنا مقصود ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی چھیالیس قسم کی ہوئی ہے بلا واسطہ جبریل۔ بواسطہ جبریل۔ پھر گھنٹہ کی سی آواز۔ صاف بیان حق تعالیٰ کا خواب میں کچھ فرما دینا حتی کہ معراج میں مشاہدہ جمال کرا کر کلام فرمایا ان چھیالیس حصوں سے ایک خواب بھی ہے لہٰذا یہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے (اشعہ) خیال رہے کہ حضور پر نبوت ختم ہو چکی مگر نبوت کے اوصاف تاقیامت باقی ہیں اوصاف نبوت یا اجزاء نبوت بعینہٖ نبوت نہیں ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۞ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا[1] کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا (مسلم و بخاری) روایت ہے ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے

[1] یعنی جو شخص خواب میں ایک شکل دیکھے اور سمجھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ حضور اقدس ہی ہیں شیطان آپ کی شکل بن کر نہیں آیا خواہ وہ شخص حضور کو بچپن شریف کی عمر میں دیکھے یا جوانی کی عمر میں یا بڑھاپے شریف کی عمر میں۔ خیال رہے کہ خواب میں حضور کا نورانی چہرہ چمکدار دیکھنا اپنے درستی عقائد کی علامت ہے اور چہرہ انور میں سیاہی دیکھنا اپنے دل کی سیاہی بدعقیدگی ہے حضور کا لباس صاف سفید اپنے نیک اعمال ہونے کی علامت ہے لباس مبارک کثیف دیکھنا اپنے اعمال خراب ہونے کی علامت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ حق نما ہیں۔ آئینہ میں اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ شعر

گفت من آئینہ مصقول دوست ترکی و ہندی درو بیند آنچہ اوست

اگر خواب میں حضور کوئی ناجائز حکم دیں تو وہ ہمارے اپنے سننے میں فرق ہے کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں اشرب خمرا۔ تم شراب پیو اس کی تعبیر دی گئی کہ حضور نے فرمایا ہے لاتشرب تو نے غلطی سے سن لیا اشرب یا خمر سے مراد شراب طہور شراب محبت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کر آسکتا ہے مگر مصطفےٰ بن کر نہیں آسکتا کیونکہ حضور ہادی مطلق ہیں اور شیطان مضل مطلق گمراہ گر ہادی کی شکل میں کیسے آئے ضدین جمع نہیں ہوسکتیں اللہ تعالٰی ہادی بھی ہے مضل بھی دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہوسکتے ہیں۔ جیسے دجال مگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہوسکتے (اشعۃ اللمعات)۔

رَأَى الْحَقَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ✽ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حق دیکھا لہ (مسلم وبخاری) روایت ہے ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا

لہ اس حدیث کے چند معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ دیکھنے سے مراد ہے خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد ہے واقعی دیکھنا باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیال یا شیطانی نہیں میری ہے۔ دوسرے یہ کہ تاقیامت جو ولی بیداری میں مجھے دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئیگا۔ بعض اولیاء بیداری میں حضور کو دیکھتے آپ سے کلام کرتے ہیں مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعود ہر نماز کے بعد حضور انور سے مصافحہ کرتے تھے۔ ابوالحسن شاذی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور فرمایا اے علی اپنے کپڑے پاک رکھو۔ نورالدین یحییٰ روضۂ انور سے جواب سلام سنا۔ شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضور کا جمال نہ دیکھوں تو اپنے مرتد ہو جانے کا فتوےٰ دوں۔ حضرت غوث پاک وعظ فرمارہے تھے کہ شیخ علی ابن ہیتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آگئی۔ حضور غوث پاک منبر سے اتر کر ان کے پاس باادب کھڑے ہوگئے اور حاضرین سے فرمایا باادب رہو خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوث پاک نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضور کی زیارت کی بولے ہاں فرمایا اس لئے میں تمہارے پاس باادب کھڑا ہوگیا۔ فرمایا تم کو حضور نے کیا حکم دیا عرض کیا آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا۔ شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا۔ جناب غوث نے بیداری میں دیکھا غرض کہ بیداری میں حضور کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ (اشعۃ اللمعات) کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں رب تعالٰی کو نہیں دیکھ سکتا قرآن مجید میں فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔ ان آنکھوں سے رب کو صرف حضور انور نے بیداری میں دیکھا مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے وراء جا کر یعنی معراج کی رات۔ ہاں خواب میں رب تعالٰی کی زیارت ہو سکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے حضور انور صبح کی نماز میں دیر سے آئے بعد نماز فرمایا میں نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ جیسا کہ ہم نے باب المساجد میں اس حدیث کی شرح میں لکھ چکے ہیں۔ بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد رب تعالٰی کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا تعالٰی کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انور آئینہ ذات کبریا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِىْ فِى الْمَنَامِ فَسَيَرَانِىْ فِى الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا[1] اور شیطان میری شکل

ہیں جیسے کہا جائے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اس نے رب سے کلام کرلیا یا جس نے بخاری دیکھی اس نے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں لیکن ہم نے جو توجیہ عرض کی اس توجیہ سے یہ معنی درست ہیں قرآن کریم نے حضور کو ذکر اللہ فرمایا۔ وانزلنا الیکم ذکرا رسولا ۔ کیونکہ حضور کو دیکھ کر خدا تعالیٰ یاد آتا ہے حضور تذکرہ ہیں۔ انما انت مذکر۔ یہاں مرقات۔ اشعۃ اللمعات نے اس حدیث کے متعلق بڑی اعلیٰ باتیں فرمائی ہیں:۔

[1] اس حدیث کے بھی چند معنی کئے گئے۔ ایک یہ کہ جس صحابی نے مجھے یہاں خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ دوسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ تیسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا خواص اولیاء تو ظاہر ظہور دیکھے گے ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہوجائے گی۔ تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے تاکہ وہ راز ظاہر نہ کرسکیں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ بیدار ہو کر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انور کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا۔ آپ اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے حضرت میمونہ نے حضور کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انور اپنا چہرہ انور دیکھا کرتے تھے حضرت ابن عباس نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضور کی صورت شریف نظر آئی اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی۔ دیکھو اشعۃ اللمعات یہ ہی مقام ہوسکے یہ کہ میرے زمانہ حیات شریف میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ ان شاء اللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جانے کا اور میری زیارت کرلے گا۔ مگر پہلے معنے بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں سے:۔

بِیْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ مِنَ اللّٰہِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ مَا یُحِبُّ فَلَا یُحَدِّثْ بِہٖ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ وَاِذَا رَاٰی مَا یَکْرَہُ فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّھَا وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَلْیَتْفُلْ ثَلٰثًا وَّلَا یُحَدِّثْ

تھیں بن سکا سلہ (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھی خواب اللہ کی طرف سے ہے، اور بُری خواب شیطان کی طرف سے، ؎۲ تو جب تم میں سے کوئی پسندیدہ چیز دیکھے تو اپنے پیارے کے سوا کسی سے بیان نہ کرے ؎۳ اور جب ناپسندیدہ بات دیکھے تو اس کی شر سے اور شیطان کی شر سے اللہ کی پناہ مانگے، اور تین بار تھوک دے، اور اس کی خبر کسی کو نہ

؎۱ یہ حضور کا وہ معجزہ ہے جو تاقیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ یوں ہی تاقیامت کسی کی خواب میں حضور کی شکل میں نہیں آسکتا حضور انور کے سواء اور تمام کی شکلوں میں آجاتا ہے خواب میں باتیں کر جاتا ہے مرد یا عورت کو احتلام اسی کی مہربانی سے ہوتا ہے۔

؎۲ اچھے خواب کو رویا کہتے ہیں۔ اور برے خواب کو حلم اسی سے ہے اضغاث احلام اسی سے بنا ہے احتلام اگرچہ ساری خوابیں رب تعالٰی کی طرف سے ہوتی ہیں مگر بارگاہ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ بری اور ڈراؤنی خوابوں کو شیطان کی طرف نسبت دے کیونکہ مسلمان کی بری خوابوں سے بہت خوش ہوتا ہے (مرقات) بہرحال اچھی خواب رب کی بشارت ہے تاکہ مسلمان اللہ کی رحمت کا منتظر اور شکر میں مشغول ہو جائے بری خواب مایوس کن ہے۔ اور مایوسی شیطانی عمل ہے۔

؎۳ یعنی اچھی خواب ضرور بیان کرے تاکہ اس کا ظہور ہو جائے مگر بیان کرے ایسے عالم معتبر سے جو اس کا دوست و خیر خواہ ہو تاکہ وہ تعبیر خراب نہ دے اچھی تعبیر دے خواب کی پہلی تعبیر ہی پر خواب کا ظہور ہوتا ہے

بِهَا اَحَدًا فَاِنَّهَا تَضُرَّهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ جَابِرٍ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ
الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ ثَلٰثًا وَّلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
مِنَ الشَّيْطٰنِ ثَلٰثًا وَّلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۝ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

دے تو وہ خواب اسے مضر نہ ہوگی [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے، تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوک دے [2] اور تین بار شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے، اور جس کروٹ پر تھا اس سے پھر جائے [3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

[1] یہ عمل بہت مجرب ہے کیسی ہی خطرناک خواب دیکھو یہ عمل کر لو ان شاء اللہ اس کا ظہور کبھی نہ ہوگا۔ اچھی خواب اللہ کی نعمت ہے اس کا چرچا کرو۔ واما بنعمۃ ربک فحدث اور بری خواب بلا و امتحان ہے اس پر صبر کرو کسی سے نہ کہو رب سے عرض کرو۔ ان شاء اللہ دفع ہو جائے گی (مرقات) چونکہ حضور کے خطرناک خواب بھی رب کی طرف سے ہوتے تھے۔ اس لئے حضور لوگوں سے انکا ذکر فرما دیتے پھر ان کا ظہور بھی ہوتا تھا۔ جیسے حضور نے خواب میں تلوار ٹوٹتی دیکھی اس کا ظہور غزوہ احد کی تکالیف کی شکل میں نمودار ہوا۔ ہاتھوں پر بھاری کنگن دیکھے ان کا ظہور مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے ہوا۔ لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضور کے اس عمل شریف کے خلاف نہیں۔

[2] عربی میں بصق کہتے ہیں۔ تھوکنے کو تفل کہتے ہیں تھتکارنے کو یہاں بصق سے مراد تھتکارنا ہی ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے یہ تینوں عمل شیطان کو ذلیل کرنے اور اپنے حال کو بدلنے کے لئے ہیں۔ شیطان اکثر بائیں ہاتھ پر رہتا ہے ادھر تھوکنا گویا شیطان کے منہ پر تھوکنا ہے۔ یہ عمل بھی مجرب ہے برے خواب میں یہ دیکھ کر یہ کرنا چاہیے اس سے خواب ختم ہو جاتا ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ يَكَدْ يَكْذِبُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَكْذِبُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَأَنَا أَقُوْلُ الرُّؤْيَا ثَلٰثٌ حَدِيْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطٰنِ

علیہ وسلم نے کہ جب زمانہ قریب ہوگا لہ تو مومن کی خواب جھوٹی نہ ہوسکے گی لہ اور مومن کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، اور جس کا تعلق نبوت سے ہو، وہ جھوٹی نہیں ہوتی سہ محمد ابن سیرین نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ خواب تین طرح کی ہے، نفسانی خیالات شہ اور شیطان کی دھمکی

لہ قرب زمان میں کئی احتمال ہیں قرب قیامت۔ موت کے قریب کا زمانہ یعنی بڑھاپا وہ مہینے جن میں دن رات برابر ہوتے ہیں حضرت امام مہدی کے ظہور کا زمانہ جبکہ لوگوں میں عیش عشرت بہت ہوگا۔ سال گزرے گا مہینہ کی طرح مہینہ ہفتہ کی طرح ہفتہ ایک دن کی طرح وہ زمانہ جب لوگوں کی عمریں گھٹ جائیں گی یا شر و فساد کا زمانہ جب لوگ ایک دوسرے سے گتھ جائیں قتل دفون کے لئے قریب ہونگے (اشعہ) مرقات میں اس کے اور بہت سے معنی کئے گئے ہیں۔ مثلاً یاجوج ماجوج کے خروج کا زمانہ۔

سہ یعنی ان زمانوں میں اہل اسلام کی اکثر خوابیں صحیح ہوا کریں گی۔ ان تمام موقعوں پر خوابیں درست ہونے کی وجہیں مرقات ولمعات وغیرہ نے بہت دراز بیان فرمائی ہیں۔

سہ اس مضمون کی شرح ابھی کچھ پہلے ہم عرض کرچکے ہیں۔

سہ محمد ابن سیرین حضرت انس ابن مالک کے آزاد کردہ غلام ہیں عظیم الشان تابعی ہیں۔ بڑے فقیہ محدث عالم باعمل تھے ستتر سال عمر پائی ۱۱۰ھ ایک سو دس میں وفات ہوئی بصرہ کے پاس خواجہ حسن بصرہ کے ساتھ ایک ہی حجرہ میں دفن ہیں فقیر نے قبر شریف کی زیارت کی ہے آپ اپنے زمانہ میں علم تعبیر کے امام تھے۔ شہ کہ دن بھر کے خیالات رات کو خواب کی شکل میں نظر آجاتے ہیں۔

وَبُشْرٰی مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ رَاٰی شَيْئًا يَّكْرَهُهٗ عَلٰی اَحَدٍ وَّلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يُكْرَهُ الْغَلُّ فِی النَّوْمِ وَيُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِی الدِّيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ الْبُخَارِیُّ رَوَاهُ قَتَادَةُ وَيُوْنُسُ وَهُشَيْمٌ وَاَبُوْهِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ يُوْنُسُ لَا اَحْسَبُهٗ اِلَّا

اور اللہ کی طرف سے بشارت[1] تو جو ناپسند چیز خواب میں دیکھے اُسے کسی پر بیان نہ کرے اور کھڑا ہو جائے نماز پڑھ لے[2] فرمایا کہ آپ خواب میں طوق کو ناپسند کرتے تھے اور انہیں قید پسند تھی[3] کہا جاتا ہے کہ قید دین میں پختگی ہے (مسلم بخاری) بخاری نے فرمایا کہ اسے قتادہ، یونس، ہشیم اور ابو ہلال نے محمد ابن سیرین سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے[4]

[1] یعنی ہر خواب سچا نہیں ہوتا۔ نفسانی شیطانی خواب مثل وسوسہ کے ہوتے ہیں ناقابل اعتبار اور رحمانی خواب ہاں رحمانی خواب جس کا تعلق فرشتہ سے ہوتا ہے وہ درست ہی ہوتے ہیں یہ ہماری خوابوں کا حال ہے حضرات انبیاء کرام کے خواب ہمیشہ رحمانی اور درست ہوتے ہیں لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔

[2] تاکہ نماز کی برکت سے شیطان کا اثر جاتا رہے یہ مشورہ جب ہے جبکہ نماز میں دل لگے ورنہ بائیں ہاتھ کی طرف تھتکار دے کروٹ بدل لے لاحول شریف پڑھ لے جیسا کہ ابھی پچھلی حدیث میں گزرا۔

[3] یعنی ابن سیرین خواب میں اپنے گلے میں طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے۔ اپنے پاؤں میں زنجیر و بیڑیاں دیکھنا پسند کرتے تھے اور کہتے تھے یا حضرات صحابہ کرام خواب میں اپنے گلے میں طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے کان یکرہ کا فاعل ابن سیرین ہیں اور یعجبہم کا مرجع حضرات صحابہ کرام ہیں خلاصہ یہ ہے کہ گلے میں طوق لعنت کی علامت ہے پاؤں میں بیڑی دین پر استقامت کی نشانی ہے۔

[4] قتادہ تو مشہور تابعی ہیں یونس نام کے بہت راوی ہیں یہاں یونس ابن عبید بصری مراد ہیں۔ جو عبدالقیس کے آزاد کردہ غلام ہیں کیونکہ محمد ابن سیرین سے زیادہ روایت یہی کرتے ہیں، ہشیم سے مراد ہشیم ابن بشیر سلمی ہیں ابو ہلال بھی تابعی ہیں ان چاروں بزرگوں نے کہا کہ محمد ابن سیرین نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے سماعت کی (اشعہ)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَيْدِ وَقَالَ مُسْلِمٌ لَا أَدْرِي هُوَ فِي الْحَدِيثِ أَمْ قَالَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَفِي رِوَايَةٍ أُدْرِجَ فِي الْحَدِيثِ قَوْلُهُ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ إِلَى تَمَامِ الْكَلَامِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَأْسِي قُطِعَ

روایت کیا یونس نے فرمایا میں اسے نہیں خیال کرتا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قید کے متعلق[۱] اور مسلم نے کہا مجھے خبر نہیں کہ وہ حدیث میں ہے یا یہ ابن سیرین نے کہا[۲] اور ایک روایت میں ہے کہ حدیث میں یہ قول اکرہ الغل پورے کا پورا حدیث میں داخل کر لیا گیا ہے[۳] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا کہ میں نے خواب میں دیکھا، گویا میرا سر کاٹ دیا گیا ہے[۴]

[۱] یعنی یونس ابن عبید نے کہا کہ قید کے متعلق یہ فرمان کہ قید پسند کرتے تھے یہ حضور کا فرمان عالی ہے کہ حضور خواب میں قید دیکھنا پسند فرماتے تھے۔

[۲] یعنی خواب میں قید دیکھنے کا محبوب ہونا یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے یا محمد ابن سیرین کا اپنا قول ہے۔

[۳] یعنی کان یکرہ الغل سے لیکر فی الدین تک کی عبارت حدیث میں نہیں ہے یہ ابن سیرین کا اپنا قول ہے مگر اسے حدیث میں اس طرح بیان کیا ہے کہ حدیث کا جز معلوم ہوتا ہے یہ شامل کرنے والے یا تو ابن سیرین ہیں یا ابو ہریرہ (اشعہ) یہاں مرقات نے فرمایا کہ طوق گردن میں پڑتا ہے اور قیامت کے دن کفار کی گردنوں میں طوق ہوگا۔ رب فرماتا ہے اذا لاغلال فی اعناقہم۔ لہذا یہ خواب میں دیکھنا اچھا نہیں اور بیڑیاں پاؤں میں پڑتی ہیں جس سے پاؤں ایک جگہ ٹھہر جاتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ اس کو اسلام پر ثابت قدمی نصیب ہوگی اپنے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے دیکھنا بخل کی علامت ہے۔

[۴] یعنی مجھے ذبح یا قتل کر دیا اور میں اپنے ذبح اپنے قتل کو خود دیکھ رہا ہوں۔ وہ صاحب خواب سے گھبرا گئے تھے۔

نَضْحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِذَا لُعِبَ الشَّیْطَانُ بِاَحَدِکُمْ فِیْ مَنَامِہٖ فَلَا یُحَدِّثْ بِہِ النَّاسَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ کَاَنَّا فِیْ دَارِ عُقْبَۃَ بْنِ رَافِعٍ فَاُتِیْنَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ فَاَوَّلْتُ اَنَّ الرِّفْعَۃَ لَنَا فِی الدُّنْیَا وَالْعَاقِبَۃَ فِی الْاٰخِرَۃِ وَاَنَّ دِیْنَنَا قَدْ طَابَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا جب تم میں سے کسی سے شیطان خواب میں کھیلے تو لوگوں کو اس کی خبر نہ دے (مسلم) [1] روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مجھے اس میں جس میں سونے والا دیکھتا ہے دکھایا گیا [2]، گویا ہم عقبہ ابن رافع کے گھر میں ہیں کہ ہمارے پاس ابن طاب کے کچھ رطب لائے گئے [3] میں نے تعبیر دی کہ دنیا میں بلندی ہمارے لیے ہے اور آخرت میں انجام بھی، اور یہ کہ ہمارا دین طیب ہوگیا [4] (مسلم)

[1] شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے معلوم فرمالیا کہ یہ خواب اضغاث احلام ہے، شیطان نے اسے مغموم کرنے کے لئے یہ خواب دکھایا ہے، اگر یہ خواب درست ہو تو اس کی تعبیر ہوتی ہے، تبدیلی حال مغموم دیکھے تو اسے خوشی ہوگی خوشحال دیکھے تو وہ بدحال ہوجائے گا۔ غلام دیکھے تو آزاد ہوجائے گا۔ مقروض دیکھے تو قرض سے آزاد ہوجائے گا۔ لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے، اور معبرین کی یہ مذکورہ تعبیریں بھی درست ہیں (مرقات و اشعہ) [2] یری النائم سے مراد صادق صالح خوابیں ہیں النائم میں الف لام عہدی ہے جس سے مومن صالح نائم مراد ہے۔ [3] یعنی ہم مع صحابہ کرام ان کے گھر میں ہیں ہم سب کے پاس یہ کھجوریں لائی گئیں۔ ابن طاب مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جس کی طرف یہ کھجوریں منسوب ہیں۔ انھیں عذق ابن طاب بھی کہتے ہیں، اور رطب ابن طاب بھی۔ [4] حضور انور نے یہ تعبیر ان کے ناموں سے دی۔ حضور انور ناموں سے نالی بیداری بھی لیتے تھے، چنانچہ سفر ہجرت میں حضور انور نے کفار کی ایک جماعت کو دیکھا جس کا سردار بریدہ اسلمی تھا جسے کفار مکہ نے سو اونٹ کے وعدہ پر حضور انور کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ بولا بریدہ، تو صدیق اکبر سے فرمایا (بَرَدَ اَمْرُنَا) ہمارے کاموں میں ٹھنڈک ہوئی۔ پھر پوچھا تیرا نسب کیا ہے؟ بولا بنی اسلم! فرمایا اَنْتَ اللہ ہم کو سلامتی ملی، پھر پوچھا کونسا اسلم؟ بولا بنی سہم والے۔ فرمایا (اصبت سہمک) تو نے اپنا حصہ پالیا۔ اسی وقت بریدہ مسلمان ہوگئے، اور حضور کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے، گویا حضور علیہ السلام نے جو کہا فوراً ہوا، انھیں حصہ مل گیا۔ (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُهَاجِرُ مِنْ مَّکَّةَ اِلٰی اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِیْ اِلٰی اَنَّهَا الْیَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِیَ الْمَدِیْنَةُ یَثْرِبُ وَرَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ هٰذِهٖ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ

روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، جہاں کھجوریں ہیں، تو میرا خیال اُدھر گیا ۱ کہ وہ زمین یمامہ یا ہجر ہے ۲ مگر وہ نکلا مدینہ یعنی یثرب ۳ اور میں نے اپنی اسی خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک تلوار ہلائی، تو اس کا درمیانی حصہ ٹوٹ گیا، یہ وہ تکلیف تھی جو مسلمانوں کو اُحد کے دن پہنچی ۴ پھر میں نے اسے

۱ وَھَل واؤ اور ہ کے فتحہ سے بمعنی گھبراہٹ، اور فوراً دل میں آنے والا خیال (مرقات) ۲ یمامہ ایک لونڈی کا نام تھا جس کی آنکھیں نیلی اور نگاہ بہت تیز تھی، بورا شہر اور علاقہ اس کی طرف منسوب ہے، یمامہ سارے حجاز میں زیادہ ہرا بھرا اور کھجوروں والی بستی ہے، مکہ معظمہ سے جانب مشرق ہے، بصرہ و کوفہ سے ۱۹ منزل پر ہے، مسیلمہ کذاب یہاں ہی کا باشندہ تھا۔ ہجر بحرین کے علاقہ میں ایک شہر ہے جہاں کے گھوڑے اور مٹکے بہت مشہور تھے۔

۳ یعنی اس خواب کے کچھ دیر بعد علامات سے معلوم ہوا کہ ہماری جائے ہجرت مدینہ منورہ ہے جسے لوگ یثرب کہتے ہیں۔ حضور کی یہ تعبیر ہجرت سے کہیں پہلے ہو چکی تھی، خواب دیکھنے کے کچھ بعد جیسا فَاِذَا کی ف سے معلوم ہو رہا ہے دیکھو اشعۃ۔ خیال رہے کہ مدینہ منورہ کے قریبًا اسی نام ہیں، جن میں سے بہت سے نام شیخ عبدالحق نے اپنی کتاب جذب القلوب میں بیان فرمائے، مدینہ، طیبہ، طابہ، بطحیٰ، ربطح وغیرہ اسے یثرب کہنا منع ہے طریقہ منافقین ہے، قرآن کریم فرما رہا ہے کہ منافقین کہتے ہیں یا اھل یثرب لا مقام لکم۔ امام احمد نے بروایت براء ابن عازب مرفوعًا نقل فرمایا کہ جو اسے یثرب کہے وہ توبہ کرے (مرقات) بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی کہ حضور فرماتے ہیں جو ایک بار مدینہ کو یثرب کہے وہ کفارہ کے لیے دس بار مدینہ کہے (اشعۃ) یثرب نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا، جس نے یہ شہر آباد کیا (اشعۃ) واللہ اعلم۔ روح البیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے زمانہ سلیمانی میں تبع نے آباد کیا۔ نیز یثرب بنا ہے ثرب سے بمعنی ہلاکت یا مصیبت، یثرب بمعنی مصیبت و آفات کی جگہ، چونکہ پہلے یہ جگہ بڑی بیماریوں والی تھی، اس لیے یثرب کہلاتی تھی، حضور کی برکت سے طیبہ یعنی صاف کی ہوئی زمین ہو گئی۔ اب وہ جگہ بجائے دارالوبا کے دارالشفاء بن گئی ۵

أُخْرٰى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَآءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ كَفِّيْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ الَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْيَمَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے زیادہ اچھی ہوگئی، تو یہ وہ فتح اور مسلمانوں کا اجتماع ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہم سو رہے تھے تو ہمارے پاس زمین کے خزانے لائے گئے۵ تو ہمارے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے، وہ ہم پر بھاری پڑے۶ تو ہم کو وحی کی گئی کہ انہیں پھونک مار دو، ہم نے پھونکا تو وہ دونوں جاتے رہے۷ ہم نے ان کی تعبیر ان دو جھوٹوں سے کی جن کے درمیان ہم ہیں صنعا والا اور یمامہ والا (مسلم، بخاری)

۳ یعنی تلوار کا ٹوٹنا مسلمانوں کی وہ ہزیمت تھی جو انہیں احد میں پہنچی۔ معلوم ہوا کہ غازی مسلمان حضور کی تلواریں ہیں اور حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ ۴ اس فتح سے مراد یا تو خود احد کے دن کی فتح ہے کہ اولاً مسلمانوں کے قدم اکھڑے اور ستر حضرات شہید ہو گئے۔ پھر حضور کے قدموں میں جمع ہو گئے، اور بخیر و خوبی مدینہ منورہ پہنچے، نہ ان کا مال لٹا، نہ کوئی مسلمان قیدی ہوا، کفار مکہ کی آمد پوری نہ ہوئی، وہ تو مدینہ منورہ کو برباد کرنے آئے تھے، ناکام گئے۔ یا مراد بعد کی فتوحات ہیں جیسے فتح مکہ، فتح حنین، فتح خیبر وغیرہ۔ ۵ اور ہم کو عطا فرمائے گئے یا تو خزانوں کی چابیاں عطا ہوئیں یا خود خزانے کہ حضور انور ان کے مالک بنا دیئے گئے۔ (مرقات) خزانوں میں، زمین اور اس کے تمام ملک اور اس کی تمام چیزیں بحری ہوں یا بری سب آ گئیں۔ حضور سب چیزوں کے مالک کر دیئے گئے اب جو جس کو ملے گا یا ملتا ہے، حضور کی عطا سے ملتا ہے۔ شعر:

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا — بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

۶ کیونکہ وہ کنگن مجھے ناپسند تھے، بھاری پڑنے سے مراد ناپسندیدگی ہے۔ (مرقات) ۷ پھونک سے اڑا دینے میں اشارہ اس جانب ہے کہ وہ دونوں دشمن آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے، آسانی سے دفع ہو جائیں گے، اس حدیث کی بنا پر بعض معبرین کہتے ہیں کہ اگر مرد خواب میں اپنے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے تو کسی مصیبت میں گرفتار ہوگا کہ سونے کے کنگن مرد کے لیے حرام ہیں، نیز وہ ہتھکڑی کے مشابہ ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنگن اپنی ہتھیلی پر رکھے ہوئے دیکھے تھے۔

وَفِي رِوَايَةٍ يُقَالُ أَحَدُهُمَا مُسَيْلِمَةُ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ وَالْعَنْسِيُّ صَاحِبُ صَنْعَاءَ لَمْ أَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَذَكَرَهَا صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنِ التِّرْمِذِيِّ- وَعَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ رَأَيْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ فِي النَّوْمِ عَيْنًا تَجْرِي فَقَصَصْتُهَا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهُ يَجْرِي لَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ- وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَأٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا

اور ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک مسیلمہ ہے یمامہ والا، اور عنسی ہے صنعا والا[۱] یہ روایت مسلم بخاری میں نہ پائی، اسے صاحب جامع نے ترمذی سے ذکر کیا۔ روایت ہے ام علاء انصاریہ سے[۲] فرماتی ہیں میں نے عثمان ابن مظعون کا چشمہ خواب میں دیکھا تھا بہتا ہوا[۳] میں نے اس کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا، تو فرمایا کہ یہ اس کا عمل ہے جو اس کے لیے جاری ہے[۴] (بخاری) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے چہرہ انور سے ہم پر توجہ کرتے فرماتے تم میں آج رات کس نے خواب

[۱] یعنی وہ دو جھوٹے مدعی نبوت جو حضور کے زمانہ میں ہی پیدا ہوئے اور دعوی نبوت کر چکے تھے، ایک اسود عنسی جو یمن کے شہر صنعا میں رہتا تھا، جسے حضور کے مرض وفات میں ہی فیروز دیلمی نے قتل کیا، اور حضور کو خبر دی، حضور نے فیروز کو دعا دی۔ دوسرا مسیلمہ کذاب جو حجاز کے ایک شہر یمامہ میں رہتا تھا، جسے خلافت صدیقی میں حضرت وحشی ابن حرب نے قتل کیا، اس کا واقعہ بہت مشہور ہے، یہ دونوں بڑے مردود تھے جیسے آجکل مرزا قادیانی۔ اس خواب اور اس تعبیر سے چند مسئلہ معلوم ہوئے، ایک یہ کہ مسیلمہ اور عنسی کی نبوتیں دنیا طلبی کیلئے تھیں کہ حضور نے انہیں سونے کے کنگنوں کی شکل دیکھی۔ دوسرے یہ کہ ان کی وجہ سے حضور کے قلب پر بوجھ تھا کہ وہ گمراہ گر تھے۔ تیسرے یہ کہ وہ اور ان کے ایجاد کردہ دین عنقریب فنا ہونے والے تھے، چوتھے یہ کہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت برحق، اور آپ کی فتوحات حضور کے کرم سے ہیں کیونکہ مسیلمہ کذاب حضرت صدیق اکبر کی خلافت میں مارا گیا، آپ نے اس پر جہاد کیا، جسے حضور انور نے اپنی پھونک سے اڑتا دیکھا، صدیق اکبر کا جہاد حضور کی پھونک تھی۔ [۲] اس کا منشا یہ ہے کہ صاحب مصابیح نے یہ حدیث فصل اول میں بیان کی حالانکہ یہ صحیحین کی نہیں، اسے دوسری فصل میں لانا چاہیے تھا۔ [۳] آپ کا نام زینب ہے، زید ابن ثابت کی زوجہ ہیں، خارجہ ابن زید کی والدہ عثمان ابن مظعون آپ کے ہاں دائمی مہمان تھے، آپ کے حصے میں آئے تھے۔ حضور نے مہاجرین کو انصار میں تقسیم فرما دیا تھا، تو حضرت عثمان ابن مظعون جناب ام علاء کے پاس رہے [۴] یہ مضمون بڑی حدیث کا حصہ ہے باقی آگے گا

قَالَ فَاِنْ رَاٰی اَحَدٌ قَصَّهَا فَیَقُوْلُ مَا شَآءَ اللّٰهُ فَسَاَلَنَا یَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰی مِنْكُمْ اَحَدٌ رُّؤْیَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخَذَا بِیَدَیَّ فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَّرَجُلٌ قَائِمٌ بِیَدِهٖ كَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُهٗ فِیْ شِدْقِهٖ فَیَشُقُّهٗ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَیَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهٗ

دیکھا ہے[5] فرماتے اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو اُسے بیان کرتا، آپ وہ فرماتے جو رب چاہتا چنانچہ ہم سے پوچھا، فرمایا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں[6] فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے، انہوں نے میرے ہاتھ پکڑے پھر مجھے مقدس زمین کی طرف لے گئے[7] تو ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے جسے اُس کے جبڑے میں داخل کرتا ہے تو اُسے چیر دیتا ہے حتی کہ اس کی گُدّی تک پہونچا دیتا پھر اُس کے دوسرے جبڑے سے اسی طرح کرتا اور اُس کا وہ جبڑا ابھر جاتا۔ پھر لوٹتا تو اسی طرح کرتا ہے[8]

(بقیہ حواشی صفحہ سابقہ) عثمان ابن مظعون کعب ابن لوی کی اولاد میں سے ہیں، قریش میں تیرھویں مسلمان ہیں، صاحب ہجرتین ہیں، حضور کی ہجرت کے اڑھائی سال بعد مدینہ منورہ میں فوت ہوئے، حضور نے آپ کی پیشانی چومی، آپ مدینہ میں پہلے مہاجر ہیں جن کی وفات ہوئی، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، اُن کے متعلق ام العلاء نے خواب دیکھا کہ آپ کے پاس شفاف پانی کا چشمہ رواں ہے۔ [3] یعنی حضرت عثمان مرابط مجاہد تھے اور مجاہد کو تا روز قیامت ثواب ملتا ہے اُس کا عمل صدقہ جاریہ ہوتا ہے اسے ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے یہ پانی کا چشمہ اُن کا دائمی ثواب ہے۔ [4] آپ کا ذکر بارہا ہو چکا ہے کہ آپ عظیم الشان صحابی ہیں، بڑے محدث ہیں، بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی ۵۹ھ ہجری میں یا ۶۰ھ ہجری میں۔ [5] معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا، اُس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو۔ [6] یا تو صراحۃً نہیں فرمایا، یا تمام حضرات خاموش رہے، یہ خاموشی نفی کی علامت تھی (مرقات) پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ [7] یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے، زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے، چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لیے اسے قدس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس سے تیس میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمن وہاں ہے غار انبیاء، اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں، میں نے وہاں کی زیارت کی ہے، درمیان میں بیت اللحم آتا ہے جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

قُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ
وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ يَّشْدَخُ بِهٖ رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ
تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ لِيَاْخُذَهٗ فَلَا يَرْجِعُ اِلٰى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ
رَاْسُهٗ وَعَادَ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ فَعَادَ اِلَيْهِ فَضَرَبَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا
انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا اِلٰى ثَقْبٍ مِّثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَّاَسْفَلُهٗ
وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارٌ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا

میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا چلے چلئے چنانچہ ہم چل دیئے حتی کہ ایک شخص پر پہنچے جو اپنی پیٹھ پر لیٹا ہے، اور ایک شخص اُس کے سر پر پتھر یا چٹان لیے کھڑا ہے جس سے اس کا سر کچل رہا ہے، جب اُسے مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے وہ اُسے لینے چلا جاتا ہے تو وہ اس تک لوٹ کر نہیں آتا حتی کہ اُس کا سر بھر جاتا ہے اور اُس کا سر جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے پھر لوٹ کر اس تک آتا ہے اور اسے مارتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے تو ہم چلے حتی کہ ہم ایک سوراخ تک پہنچے، جو تنور کی طرح تھا کہ اس کا اوپر تنگ، نیچا فراخ تھا جس کے نیچے آگ تھی، جب آگ بھڑکتی تو وہ لوگ اوپر اُچھلتے حتی کہ اُس کے نکلنے کے قریب ہو جاتے،

یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا، اور لیٹا ہوا شخص مجرم انسان، یہ عذاب برزخی تھا، جو حضور کو آنکھوں سے دکھایا گیا۔ یعنی دو طرفہ جبڑے چیرنے کا کام مسلسل کر رہا تھا، داہنا جبڑا چیرتا تو اتنی دیر میں بایاں جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا اور جب بایاں جبڑا چیرتا تو داہنا جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا ہے، یعنی آگے چلئے، ابھی آپ آگے اور بھی عجائبات دیکھتے ہیں، سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کر دی جائے گی۔ فہر یا تو چھوٹا پتھر یا مٹھی بھر پتھر، یا لطفاً پتھر، صخرہ بڑا پتھر یعنی چٹان، شک راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا یا صخر۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صخر فرمایا ہوگا یعنی چٹان کیونکہ یہ صفات چٹان کی ہیں، لڑھکنا، پھر لڑھک کے دور چلے جانا۔ پتھروں کے لیے بکھر جانا اور نہیں جمع کرنا کہا جاتا ہے یعنی اس شخص کے پتھر لینے جانے کے دوران اس شخص کا کچلا ہوا سر پہلے کی طرح بالکل درست اور کچلنے کے قابل ہو جاتا ہے کہ اسے بار بار مارے، ہر کچلنے سے وہ شخص مرتا نہیں، ورنہ عذاب کا دوام کیسے ہو۔ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے ثقب کے نقب نون سے، ثقب ث سے بڑا ہے سوراخ کو کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ مگر نقب نون سے بڑے سوراخ کو کہا جاتا ہے نقب سے زیادہ چوڑا۔

فَإِذَا أُخْمِدَتْ رَجَعُوا فِيهَا وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا
انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ
النَّهَرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي
فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ
كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ
مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيهَا
شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِّنَ الشَّجَرَةِ

اور جب بجھتی تو اس میں لوٹ جاتے[۱] اس میں ننگے مرد و عورتیں تھیں[۲] میں نے کہا یہ کیا ہے! وہ بولے چلئے ہم چل دیئے، حتی کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے، جس میں ایک آدمی درمیان نہر کے کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی کھڑا ہے، جس کے سامنے پتھر تھے، جو آدمی نہر میں تھا وہ آتا جب نکلنا چاہتا تو یہ شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا، تو اُسے وہاں ہی لوٹا دیتا، جہاں تھا[۳] پھر یہ کرنے لگا کہ جب بھی یہ نکلنے کیلئے آتا تو اس کے منہ میں پتھر مارتا، وہ جہاں تھا وہاں لوٹ جاتا، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے[۴] ہم چلے حتی کہ ایک سبز باغ تک پہنچے، جس میں ایک بڑا درخت تھا، جس کی جڑ میں ایک بوڑھے صاحب اور کچھ بچے تھے[۵] ایک شخص درخت سے قریب تھا۔

[۱] مگر اس کے باوجود ان کی جان نہیں نکلتی ہے، تاکہ آگ کا عذاب اُن پر قائم رہے۔ [۲] یعنی پہلے جو دیکھے گئے وہ عذاب شخصی تھے۔ یہ تیسرا عذاب قومی تھا، جس میں مرد و عورتیں سب ایک ساتھ ہی گرفتار تھے، خدا کی پناہ۔ [۳] یعنی جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے وہ سخت تنگی، مصیبت و تکلیف میں ہے، وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے، آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹب میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے، وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا، اُس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اُسے نکلنے نہ دیتا تھا۔ نہر سے اُس پار نکلنے کی راہ نہ تھی، اس لیے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر لوٹ جاتا۔ یہ تو عذاب دکھائے گئے، اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔ [۴] اور اسکی قدرتیں بھی دیکھئے۔ [۵] یہاں جڑ سے مراد یعنی جڑ نہیں بلکہ درخت کی جڑ سے متصل جگہ مراد ہے، درخت کے پھیلاؤ کے نیچے وہاں یہ بزرگ اور بچے ہیں۔ (مرقات)

بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا وَسْطَ الشَّجَرَةِ لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ مِنْهَا فِيْهَا شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ فَقُلْتُ لَهُمَا إِنَّكُمَا قَدْ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ قَالَا نَعَمْ أَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ

جس کے سامنے آگ تھی، جسے وہ روشن کر رہا تھا، یہ مجھے درخت تک لے گئے، مجھے اس گھر میں داخل کیا جو درخت کے نیچے ہی تھا[1] اس سے اچھا مکان میں نے کبھی نہ دیکھا[2] اس میں کچھ لوگ بوڑھے اور جوان اور عورتیں و بچے تھے[3] پھر وہ مجھے وہاں سے لے گئے، مجھے اس درخت میں چڑھے پاس ایسے گھر میں داخل کیا جو اس سے بھی اچھا اور بہتر تھا[4] اس میں بوڑھے اور جوان تھے[5] میں نے ان دونوں سے کہا، تم نے مجھے آج رات بھر پھرایا، مجھے اس کی خبر دو[6] جو میں نے دیکھا[7] بولے ہاں، لیکن وہ شخص جسے آپ نے دیکھا کہ اس کا جبڑا چیرا جا رہا ہے،

[1] درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے، اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا۔ بہرحال جو صورت بھی ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔ [2] یعنی اس دنیا میں کبھی ایسا شاندار مکان نہ دیکھا، ورنہ مثالی جسمانی خوابوں میں جنت میں مکانات دیکھے تھے، یہ بھی جنت کا ہی مکان تھا۔ [3] شباب جمع ہے شاب کی یعنی جوان، مرد ہو یا عورت سب پر بولا جاتا ہے۔ [4] یعنی اس گھر کی بناوٹ اور یہاں کی زیب و زینت پہلے گھر سے کہیں زیادہ تھی، احسن سے مراد ہے ذاتی خوبی، افضل سے مراد ہے آرائش و فضیلت۔ [5] یہاں عورتوں بچوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے معلوم ہوگی، اسلئے کہ یہ جگہ کاملین کی ہے، اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں، اس لیے۔ [6] تاکہ خواب کی تعبیر خواب ہی میں ہو جائے سبحان اللہ اس خواب کے بھی قربان جایئے، اور اس تعبیر کے بھی فدا۔

فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ[1] مَا تَرٰى اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِیْ رَاَيْتَهٗ يُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمَا فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ مَا[2] رَاَيْتَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِیْ رَاَيْتَهٗ فِی النَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِیْ رَاَيْتَهٗ فِی النَّهْرِ اٰكِلُ الرِّبٰوا وَالشَّيْخُ الَّذِیْ رَاَيْتَهٗ فِیْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرٰهِيْمُ وَالصِّبْيَانُ

یہ وہ جھوٹا ہے جو جھوٹی خبر دیتا ہے، جو اس سے نقل کی جاتی ہے حتی کہ سارے ملک میں پھیل جاتی ہے[1] جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے ساتھ تا روز قیامت کیا جائے گا، اور جو آپ نے دیکھا اس کا سر کچلا جا رہا ہے، یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا، اور وہ رات میں اس سے غافل سویا، اور دن میں اس کے فرمان پر عمل نہ کیا، جو کچھ آپ نے دیکھا، اس کے ساتھ یہ قیامت تک کیا جاوے گا[2] اور جو لوگ آپ نے تنور میں دیکھے یہ زانی لوگ ہیں[3] اور جسے آپ نے نہر میں دیکھا، وہ سود خوار ہے[4] اور وہ بوڑھے صاحب جنہیں آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا ابراہیم علیہ السلام ہیں، اور ان کے آس پاس والے بچے وہ لوگوں کی

[1] یعنی جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا، اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا، جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں، ایسے دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں، اور دینی جھوٹے بھی، جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے، لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں، وہ بھی اسی زمرے میں ہے، مثلاً مرزا نے کہا، میں نبی ہوں، یہ جھوٹ گھڑا، پھر اس کے متبعین نے کہا، ہاں واقعی وہ نبی ہے، یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔ غرضکہ غلط بات، غلط مسئلہ، غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔ [2] چونکہ عالم بے عمل فاسق بھی ہے فاسق گر بھی، یا گمراہ بھی ہے گمراہ گر بھی، کہ اسکی دیکھا دیکھی بہت لوگ بدعمل یا بدعقیدہ ہو جاتے ہیں، اس لئے اسکو عذاب بھی بہت ہوا۔ چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے، دن میں عمل قرآن زیادہ، کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لئے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا، اور رات کے متعلق فرمایا کہ سو گیا، یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا، جو سر خدا کیلئے نہ جھکے، وہ کچلنے کے ہی قابل ہے۔ [3] چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے، اس لئے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا، تاکہ اپنا یہ شوق پورا کریں، اس سے آجکل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں، نیز انہوں نے دنیا میں آتش شہوت بے جا بھڑکائی، لہٰذا وہ بھڑکی آگ میں جلائے گئے۔ شہوت اپنے محل پر خرچ ہو تو نیک ہے اور بے محل

حَوْلَهٗ فَاَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِيْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاُوْلٰى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ وَاَنَا جِبْرَائِيْلُ وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَآءِ قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِيْ اَدْخُلْ مَنْزِلِيْ قَالَا اِنَّهٗ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهٗ

اولاد ہے[3] اور وہ جو آگ روشن کر رہے تھے، وہ مالک ہیں دوزخ کے خزانچی[4] اور پہلا گھر جس میں آپ گئے، وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے[5] اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے[6] میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل[7] اپنا سر تو اٹھایئے، میں نے اپنا سر اٹھایا تو ناگاہ میرے سر پر بادل جیسا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سفید تہ بہ تہ بادل جیسا[8]، وہ دونوں بولے یہ آپ کا گھر ہے[9] میں نے کہا مجھے چھوڑ دو اپنے گھر میں جاؤں، وہ بولے کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جو آپ نے پوری نہیں کی، اگر آپ پوری کر لیتے

ختم ہوئے تو نار۔ [2] چونکہ دنیا میں سود خوار لوگوں کے خون چوستا تھا، کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنتا تھا۔ لہذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔ [3] علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو بچپن میں فوت ہو جاویں وہ برزخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں، قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے بے ڈاڑھی مونچھ۔ [4] مالک نام ہے داروغۂ دوزخ کا۔ [5] یعنی وہ جنت کا وہ مقام ہے جہاں عام جنتی مسلمان رہیں گے، اس لیے آپ نے وہاں مرد عورتیں اور بچے دیکھے۔ [6] یعنی یہ گھر شہیدوں اور خاص مومنوں کا ہے اس لیے یہاں عورتیں اور بچے کم ہیں، کہ یہ مراتب عموماً مردوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں۔ [7] تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ (مرقات) [8] یعنی وہ مکان بہت حسین، خوشنما، بہت اونچا، بہت وسیع کہ جہاں تک بغیر اس کے فضل کے نہ پہنچا جائے۔ [9] جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ، دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں، لہذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا و اعلیٰ ہے، اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہو کر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔

أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِيْ رُؤْيَا
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِيْنَةِ فِيْ بَابِ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ. اَلْفَصْلُ
الثَّانِيْ عَنْ أَبِيْ رَزِيْنِ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَهِيَ عَلٰى رِجْلِ
طَائِرٍ مَّا لَمْ يُحَدِّثْ بِهَا فَإِذَا حَدَّثَ بِهَا وَقَعَتْ وَأَحْسِبُهُ قَالَ لَا تُحَدِّثْ إِلَّا
حَبِيْبًا أَوْ لَبِيْبًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ دَاوُدَ قَالَ الرُّؤْيَا عَلٰى رِجْلِ

تو اپنے گھر چلے جاتے ۱؎ (بخاری) اور عبداللہ ابن عمر کی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب مدینہ منورہ کے بارے میں باب حرم مدینہ میں ذکر کی گئی۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابو رزین عقیلی سے ۲؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور وہ پرندے کے پاؤں پر ہوتی ہے جبتک اس کی خبر نہ دی جائے جب وہ بیان کر دی جائے تو واقع ہو جاتی ہے ۳؎ مجھے خیال ہے کہ انہوں نے کہا کہ خواب نہ بیان کرو مگر دوست سے یا عاقل سے ۴؎ (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے فرمایا کہ پرندے کے پاؤں پر ہے ۵؎

۱؎ شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا، اس لیے یہ عرض کیا گیا امرت دیکھنے سے منع نہ کیا گیا۔ یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہوگا، اور جسمانی رہنا بعد قیامت، ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے نہ قیامت آئی۔ لہذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہو سکتا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی آپ کا داخلہ نہیں، وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہوگا۔ اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے، دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کر دی تعبیر بھی دے دی۔ ۲؎ آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے، اہل طائف سے ہیں مشہور صحابی ہیں۔ ۳؎ اس کی شرح کی جا چکی ہے یہاں اتنا سمجھو کہ خواب تعبیر سے پہلے اڑتی ہوئی چڑیا ہے جو ظاہر نہیں ہوتی، مگر تعبیر جو بات کی جاتی ہے وہی ظہور میں آتی ہوتی ہے، اور تعبیروں میں پہلی تعبیر کا اعتبار ہے، بعد کی تعبیر دی ہوئی کا اعتبار نہیں۔ ۴؎ یعنی پہلی بار تعبیر دینے کے لئے اپنی خواب یا اپنے پیارے سے بیان کرو، یا بہت سمجھدار سے جسے خواب کی تعبیر کا علم ہو، پیارا اگر تعبیر نہ جانتا ہوگا تو تعبیر دے گا نہیں عالم تعبیر دیگا مگر درست۔ بے علم بے وقوف سے خواب کہو کہ وہ غلط تعبیر دے کر تمہاری خواب بگاڑ دے گا۔

حکایت۔ ایک عورت کا خاوند تلاش روزگار میں باہر گیا ہوا تھا، عورت نے خواب میں دیکھا کہ ... [illegible]

طَائِرٍ مَّا لَمْ تُعَبَّرْ فَاِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَا تَقُصَّهَا اِلَّا عَلٰی وَادٍّ اَوْ ذِیْ رَاْیٍ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِیْجَةُ اِنَّهٗ كَانَ قَدْ صَدَّقَكَ وَلٰكِنْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرِیْتُهٗ فِی الْمَنَامِ وَعَلَیْهِ ثِیَابٌ بِیْضٌ

جبتک تعبیر نہ دی جائے، جب تعبیر دے دی جاتی ہے تو واقع ہو کر رہتی ہے، غالباً انہوں نے فرمایا کہ خواب بیان کرو مگر محبت والے پر یا والے پر ۱؎ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ کے متعلق پوچھا گیا ۲؎ حضور سے جناب خدیجہ نے کہا کہ انہوں نے آپکی تصدیق کی تھی ۳؎ لیکن اظہار سے پہلے وفات پا گئے ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خواب میں وہ دکھائے گئے اُن پر سفید کپڑے تھے

نکل کر اڑ رہے ہیں، اُس نے اپنی پڑوسن سے بیان کیا، وہ بولی کہ تو نے تو مُرغے کے منہ سے اُڑتے ہیں، تیرا خاوند مر گیا ہوگا، پھر وہ عالم وقت کے پاس گئی اُنہوں نے فرمایا کہ تیرا خاوند تو بیت خانہ کا مالک کر دیا گیا ہے، کچھ روز بعد اُس کی موت کی خبر آگئی تو وہ پھر اُن عالم کے پاس گئی اور ماجرا بیان کیا، عالم نے فرمایا کہ خواب کی پہلی تعبیر ہی ہوتی ہے، تو نے اُس نادان عورت سے اپنی خواب کہہ کر تعبیر خراب کرالی ۱؎ کیونکہ خواب بظاہر کبھی بُری ہوتی ہے لیکن درحقیقت اچھی، کبھی برعکس، اس لئے خواب اہل علم اور فن تعبیر جاننے والے سے کہو، جو حقیقت تک پہونچ سکیں۔ دشمن اپنی عداوت سے، بے وقوف اپنی حماقت سے اچھی خواب کو بُری کر دے گا، بُری تعبیر دے کر، بلکہ بُری خواب کی تعبیر ہی نہ دے، کچھ صدقہ دلوا دے ۲؎ کہ ورقہ مسلمان ہیں یا نہیں، یہ ورقہ ابن نوفل ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ابن قصی ابن کلاب ہیں، قرشی ہیں، حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی ہیں، اسلام سے پہلے فوت ہوئے وہ عیسائی بن گئے تھے حضور کا ابتدائی زمانہ نبوت پایا، آپکی تصدیق کی، اس لئے بعض نے انہیں صحابی مانا ہے (مرقات) انجیل کا عربی ترجمہ آپنے ہی کیا تھا، کبھی بُت پرستی نہ کی، آخر میں نابینا ہو گئے تھے، پہلی وحی کے موقعہ پر حضرت خدیجہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے پاس لے جانا اور اُنکا حضور کو نبوت کی بشارت دینا اور تمنا کرنا کہ کاش میں کچھ زندہ رہتا، تو آپ کی اُس وقت مدد کرتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی وغیرہ وغیرہ، بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے ۳؎ اور عرض کیا تھا کہ آپ پر جو فرشتہ آج اُترا ہے یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام پر اترتا تھا، یہ عرض معروض تصدیق کی علامت ہے، فرمایا جائے کہ وہ اس تصدیق سے مومن ہوئے یا نہیں ۴؎ یعنی ورقہ بن نوفل اس سے پہلے ہی وفات پا گئے کہ آپ لوگوں پر اپنی نبوت ظاہر فرما دیں، اور اُن کو دعوت اسلام دیں تو

وَلَوْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَعَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِيْ خُزَيْمَةَ اَنَّهٗ رَاٰى فِيْمَا يَرَى
النَّائِمُ اَنَّهٗ سَجَدَ عَلٰى جَبْهَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاضْطَجَعَ
لَهٗ وَقَالَ صَدِّقْ رُؤْيَاكَ فَسَجَدَ عَلٰى جَبْهَتِهٖ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَسَنَذْكُرُ

اور اگر وہ آگ والوں سے ہوتے، تو ان پر اس کے علاوہ لباس ہوتا[1] (احمد، ترمذی) اور روایت ہے
حضرت خزیمہ ابن ثابت سے[2] وہ اپنے چچا ابن خزیمہ سے راوی[3] کہ انہوں نے خود کو اس حالت میں
دیکھا جس کو سونے والا دیکھتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا تو حضور کو خبر دی، حضور ان کے
لئے لیٹ گئے اور فرمایا اپنی خواب سچی کر لو چنانچہ انہوں نے حضور کی پیشانی پر سجدہ کیا[4] (شرح السنہ) اور ہم

[1] یعنی ورقہ کے متعلق ہم پر وحی جلی تو نہ آئی، مگر وحی خفی یعنی خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنتی ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُردے کو سفید لباس میں خواب میں دیکھنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے، اور یہ کہ حضرت ورقہ مومن ہیں مغفور ہیں، بلکہ بعض کے نزدیک صحابی ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت نبوت پا لیا، اور حضور کی تصدیق کر دی۔ اگرچہ اعلان نبوت تبلیغ اسلام کا زمانہ نہ پایا ان کے نزدیک یہ چیز صحابیت کے لئے کافی ہے۔

[2] آپ کا نام عبداللہ ہے، کنیت ابو عمارہ انصاری ہے، بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، جنگ صفین میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے جب عمار ابن یاسر شہید ہو گئے تو آپ نے تلوار سونپ لی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، بہت بڑے عالم زاہد صحابی ہیں ۳۷ھ میں شہادت ہوئی (مرقاۃ)

[3] ابو خزیمہ مشہور صحابی ہیں، آپ کو ذوالشہادتین کہا جاتا ہے، کیونکہ آپ کی گواہی دو گواہوں کے برابر تھی۔

[4] اس طرح کہ حضور انور کی پیشانی پر اپنی پیشانی رکھ کر سجدہ کیا یہ سجدہ رب تعالیٰ کو تھا سجدہ عبادت تھا حضور کو نہ تھا کہ حضور کی پیشانی پر آپ کا مصلیٰ تھا اس سے معلوم ہوا کہ اگر خواب میں کوئی عبادت کرتے دیکھے تو بیدار ہو کر کرے بعض بے دین لوگ زمانہ پیر ولیوں کو سجدہ کرنا جائز کہتے ہیں اور اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں وہ قرآن جانیں یہ مصلے پر سجدہ کرنا مصلیٰ کو سجدہ نہیں ہوتا خیال رہے کہ کسی بندے کو سجدہ عبادت کرنا شرک ہے سجدہ تعظیمی کرنا حرام ہے حضرت آدم کو فرشتوں کا سجدہ کرنا حکم شرعی نہ تھا۔ کہ فرشتے احکام شرعیہ کے مکلف نہیں نیز وہ سجدہ صرف ایک بار ہوا کسی نے کبھی حضرت آدم کو پھر سجدہ نہ کیا یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا حضرت یوسف کو سجدہ کرنا حکم شرعی نہ تھا خواب کی تعبیر پوری کرنے کے لیے تھا جیسے ذبح اسمٰعیل کا واقعہ کہ دین ابراہیمی میں ذبح اولاد

حَدِيْثُ اَبِىْ بَكْرَةَ كَاَنَّ مِيْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ فِىْ بَابِ مَنَاقِبِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنْ رُّؤْيَا فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُصَّ وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ اِنَّهٗ اَتَانِى اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ وَاِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِىْ وَاِنَّهُمَا

ابو بکرہ کی حدیث گویا آسمان سے ترازو اتری الخ مناقب ابو بکر و عمر میں بیان کریں گے[1]،

تیسری فصل روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھی ہے چنانچہ آپ کی خدمت میں وہ شخص بیان کرتا جسے اللہ چاہتا، اور حضور نے ایک صبح فرمایا، کہ آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے۔[2] اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور مجھ سے کہا

حکم شرعی نہ تھا اسی لیے وہ سجدہ میں صرف ایک بار ہوا اگر سجدہ یوسفی سے دلیل لی جاوے تو چاہیے کہ پیر اپنے مریدوں کو سجدہ کریں کیونکہ یعقوب ع جو والد ہیں انہوں نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا سجدہ تعظیمی کی بحث ہماری تفسیر نور العرفان میں ملاحظہ کرو سجدہ تعظیمی کی حرمت پر بہت احادیث وارد ہیں اس کے جواز کی کوئی حدیث نہیں محض ان جاہلوں کا قیاس ہے۔

[1] یعنے وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی، ہم نے وہاں اس باب میں کی کہ اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی شان کا اظہار اس لیے وہاں کے مناسب ہے۔

[2] یہ بھی مثالی معراج ہے۔ جو بالتفصیل پہلے گزر چکی، یہ دونوں آنے والے دو فرشتے تھے، حضرت جبرئیل و میکائیل علیہم السلام جو شکل انسانی میں حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔

قَالَا لِيَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَذَكَرَ مِثْلَ الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ بِطُوْلِهٖ وَفِيْهِ زِيَادَةٌ لَيْسَتْ فِي الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ وَهِيَ قَوْلُهٗ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِيْعِ وَاِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا فِي السَّمَآءِ وَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَاَيْتُهُمْ قَطُّ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا مَا هٰؤُلَاءِ قَالَ قَالَا لِيَ انْطَلِقْ

چلیے، میں اُن کے ساتھ گیا، اور اس طرح کی حدیث بیان کی جو پہلی فصل میں بہت دراز ذکر ہوئی۔ اس میں کچھ زیادتی بھی ہے جو مذکورہ حدیث میں نہیں [1] اور وہ حضور کا یہ قول ہے کہ ہم ایک سر سبز باغ پر آئے [2] جس میں ہر قسم کی بہار کی کلیاں تھیں [3] اور ناگاہ باغ کے درمیان ایک دراز قد شخص ہے نہیں قریب تھا میں کہ اُن کا سر دیکھوں، آسمان میں درازی کی وجہ سے، اور اُس شخص کے ارد گرد بہت بچے ہیں، جنہیں میں نے کبھی دیکھا ہو [4] میں نے کہا یہ کیا ہے، اور یہ کون لوگ ہیں؟ فرماتے ہیں وہ دونوں بولے چلو

[1] یعنی ابھی پہلی فصل میں جو یہ ہی حدیث گزری، اس میں وہ زیادتی نہیں، جو اب اس تیسری فصل میں بیان ہو رہی ہے۔ [2] معتمہ بنا ہے عتمہ سے بمعنی سیاہی یا اندھیرا، اسی لئے نماز عشاء کو عتمہ کہا جاتا ہے کہ وہ رات اندھیری ہو جانے پر پڑھی جاتی ہے یہاں معتمہ کے معنی ہیں نہایت اعلیٰ درجہ کا سبزہ جو مائل بہ سیاہی ہو، قرآن کریم دو جنتوں کے متعلق فرماتا ہے کہ مُدْهَامَّتَانِ وہ دونوں باغ سیاہ ہیں، یعنی اُن کی سبزی مائل بہ سیاہی ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ معتمہ کے معنی ہیں گھنا باغ جس کے نیچے دھوپ نہ ہو نیچے زمین پر اندھیرا ہے، بعض نے فرمایا بڑی لمبی گھاس والا باغ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں (مرقاۃ واشعہ) [3] ربیع موسم بہار کو کہتے ہیں، جو سردی اور گرمی کے درمیان ہوتا ہے، اس زمانہ میں ہر قسم کے پھول و شگوفے کھلے ہوتے ہیں نور نون کے فتحہ سے بمعنی شگوفہ و گل یعنی اُس باغ میں ہر قسم کی کلیاں تھیں کسی پھول یا کلی کا انتہا نہ تھا۔ [4] لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ قط نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے مگر حق یہ ہے کہ قط نفی و اثبات دونوں کی تاکید کے لئے آتا ہے یہاں اثبات کی تاکید کے لئے ہے یعنی اُس شخص کے ارد گرد اتنے زیادہ بچے ہیں کہ اتنے بچے کبھی بھی نہ دیکھے ہونگے۔

فَانْطَلَقْنَا فَانْتَهَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ عَظِيمَةٍ لَمْ أَرَ رَوْضَةً قَطُّ أَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا أَحْسَنَ قَالَ قَالَا لِي ارْقَ فِيهَا قَالَ فَارْتَقَيْنَا فِيهَا فَانْتَهَيْنَا إِلٰى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَأَتَيْنَا بَابَ الْمَدِينَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا فَتَلَقَّانَا فِيهَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ قَالَ قَالَا لَهُمُ اذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهَرِ قَالَ وَإِذَا نَهَرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِي كَأَنَّ مَاءَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ فَذَهَبُوا فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ

تو ہم چلے، تو ہم ایک بڑے باغ تک پہونچے کہ اس سے بڑا اچھا کبھی نہ دیکھا[1] فرماتے ہیں کہ اُن دونوں نے مجھ سے کہا کہ اس میں چڑھ جاؤ، فرماتے ہیں، کہ پھر ہم اس میں چڑھ گئے، تو ایسے شہر تک پہونچے جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا تھا[2] تو ہم شہر کے دروازہ پر پہونچے، ہم نے دروازہ کھلوایا وہ کھولا گیا، ہم اس میں داخل ہو گئے[3] وہاں ہم کو کچھ لوگ ملے، جن کی آدھی شکل تو بہت ہی اچھی تھی جو تم دیکھو، اور ان کی آدھی شکل بہت ہی بری جو تم دیکھو[4] فرماتے ہیں کہ اُن دونوں نے اُن سے کہا جاؤ، اُس نہر میں کود جاؤ، فرماتے ہیں کہ سامنے ہی نہر بہہ رہی تھی جس کا پانی سفید دودھ خالص جیسا تھا، چنانچہ یہ لوگ گئے، پھر اس میں کود گئے۔ پھر ہمارے پاس آ گئے حالانکہ اُن سے تمام برائی جا چکی تھی[5] اور وہ نہایت

[1] یعنی یہ باغ اُس پہلے باغ سے بھی زیادہ بڑا اور زیادہ خوبصورت تھا، ورنہ یہ نہ فرمایا جاتا کہ ہم نے ایسا باغ کبھی نہ دیکھا

[2] یعنی اس باغ کے درمیان ایک بڑا شہر تھا اس شہر کے درمیان مکانات سونے چاندی کی اینٹوں کے تھے۔

[3] خیال رہے کہ دروازہ کھلوانے والے تو یہ دونوں فرشتے ہی تھے، مگر اس شہر میں داخل ہونے والے وہ دونوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب ہی حضرات ہیں جیسا کہ بالکل ظاہر ہے

[4] یعنی اس شہر میں لوگوں کے آدھے منہ کالے اور بدنما آدھے منہ گورے اور نہایت خوشنما تھے، یہ حسن و قبح انتہائی درجہ کا تھا

* * *

عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ وَذَكَرَ فِیْ تَفْسِیْرِ هٰذِهِ الزِّیَادَةِ وَاَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِیْلُ بَلِ الَّذِیْ فِی الرَّوْضَةِ فَاِنَّهٗ اِبْرَاهِیْمُ وَاَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِیْنَ حَوْلَهٗ فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِیْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِیْنَ

اچھی شکل میں ہو گئے تھے[۱] اور اس زیادتی کی تفسیر میں ذکر فرمایا[۲] کہ وہ دراز قد شخص جو باغ میں تھے، وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں[۳] اور وہ بچے جو ان کے ارد گرد تھے وہ ہر ایسا بچہ ہے جو اسلام پر مر گئے[۴] راوی کہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے کہا، یارسول اللہ! مشرکوں کے بچے بھی، تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مشرکوں کے بچے بھی[۵]

[۱] یعنی اس نہر میں غسل کرتے ہی ان کے نصف منہ کی سیاہی ختم ہوگئی، سارا چہرہ حسین اور سفید ہوگیا، تو یہ لوگ حسین اور گورے ہو کر ہمارے پاس آئے، خوشیاں مناتے ہوئے، سبحان اللہ عجیب ہی خواب ہے۔

[۲] ذکر معروف ہے اس کا فاعل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی خود حضور انور نے حضرات صحابہ کرام سے تعبیر ارشاد فرمائی، معلوم ہوا کہ اگر خواب دیکھنے والا خود تعبیر کا علم رکھتا ہو تو خود ہی تعبیر دیدے، کسی سے پوچھنے کی اُسے ضرورت نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خود بھی تعبیر دے تب بھی کسی کو خواب سنا دے، تعبیر بھی سُنا دے، تاکہ اُس کا ظہور ضرور ہو جائے، بعض نسخوں میں ذکر مجہول کے صیغے سے ہے، مگر اسے مرقات نے ضعیف فرمایا۔

[۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت دراز قد دیکھنا آپ کے بلندی درجات کی طرف اشارہ ہے جیسے قیامت کے دن موذن لوگ بہت دراز گردن ہوں گے، یہ درازی قد معاذ اللہ بُری معلوم نہ ہوگی۔

[۴] یعنی وہ انسان کے بچے جو لڑکپن میں مر جاویں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش میں رہتے ہیں۔

[۵] یعنی کفار و مشرکین کے بہت چھوٹے اور بالکل ناسمجھ بچے جو فوت ہو جاویں، وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش میں ہی مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ ہوں گے، اس سے چند مسائل معلوم ہوتے، ایک یہ کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام بعد وفات بھی کارسازی کرتے ہیں، دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام بعد وفات ہمارے چھوٹے بچوں کی تربیت و پرورش فرما رہے ہیں، دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِّنْهُمْ حَسَنٌ وَّشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ قَدْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَفْرَى الْفِرَى اَنْ يُّرِيَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

لیکن وہ قوم جن کا آدھا حصہ اچھا اور آدھا حصہ برا تھا، وہ ایسی قوم ہے جنہوں نے اچھے برے کام ملا کر کیے، اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمادی ۵ (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹوں میں سے بدترین جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو آنکھوں نے نہیں دیکھا ۶ (بخاری)

ان سب سے خبردار ہیں بے خبر نہیں، بعد وفات اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بے خبر نہیں ہو جاتے، تیسرے یہ کہ کفار اور مشرکین چھوٹے بچے فوت شدہ، جنتی ہیں، وہ دوزخی نہیں، جن احادیث میں ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر دوزخی ہیں، اس سے وہ بچے مراد ہیں جو ہوش سنبھال کر اپنی فطرت بدل کر کافر ہو کر مریں، جو شعور سے پہلے مر جاویں وہ جنتی ہیں، لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اسی لئے یہاں مات علی الفطرۃ ارشاد ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا مجوسی یا مشرک بنادیتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے" وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ۔ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ" معلوم ہوا کہ مشرکین کی زندہ دفن شدہ بچی خود دوزخی نہیں، بلکہ وہ اپنے ماں باپ کے خلاف گواہ ہے، اور فرماتا ہے" یطوف علیہم ولدان مخلدون" ظاہر ہے کہ جنت میں تو بچے پیدا ہوا نہ کریں گے، یہ وہی بچے ہوں گے جو دنیا میں پیدا ہو کر بچپن میں گزر گئے، اور جنت میں جنتیوں کے خدام بنائے گئے (مرقات) فقیر کی یہ تحقیق خوب یاد رکھی جاوے۔

۵۔ یعنی وہ گنہگار مسلمان ہیں جو بغیر توبہ مرگئے، حضور کی شفاعت سے بخشے گئے، وہ بہ شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] نے انہیں معاف کر دیا۔ خیال رہے کہ نزع کی حالت میں بدعقیدگی سے توبہ قبول نہیں، مگر بدعملی اور گناہوں سے توبہ قبول ہے۔ جو ان [illegible] نہیں فرمایا ہے [illegible] ۶۔ یہاں آنکھوں سے مراد خواب کی آنکھیں ہیں، یعنی یہ کہنا کہ خواب میں یہ سب کچھ دیکھا ہے، حالانکہ جھوٹا خواب گھڑ کر لوگوں کو سنانا بدترین جھوٹ ہے، جھوٹوں سے بدتر اس لئے ہے کہ [illegible] اور [illegible] ہیں، ایک [illegible] اپنے [illegible] [illegible] (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْدَقُ الرُّؤْیَا بِالْاَسْحَارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ۔ کِتَابُ الْاٰدَابِ۔ بَابُ السَّلَامِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

روایت ہے حضرت ابو سعید سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سچی خوابیں سویرے کی ہوتی ہیں ۱ (ترمذی، دارمی)
اچھی باتوں کا بیان ۲ سلام کا باب ۳ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

۱ یعنی صبح سحر کے وقت کی خوابیں اکثر سچی ہوتی ہیں، کیونکہ اس وقت اکثر دل مطمئن ہوتا ہے۔ معدہ خالی ہوتا ہے، اس سے بخارات دماغ کی طرف نہیں چڑھتے۔ اور اس وقت فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، جو نماز فجر میں شرکت کرکے دن بھر انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ سبحان اللہ مبارک بندوں کے نزول کا وقت بھی مبارک ہے۔ اس وقت کے کام بھی مبارک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، واجعلنی مبارکا۔ ۲ آداب جمع ہے ادب کی، لغت میں ادب اس کھانے کو کہتے ہیں جس کے لئے لوگوں کو جمع کیا جائے، اس لئے دسترخوان کو ادبیہ کہتے ہیں جس پر لوگ جمع ہوکر کھاتے ہیں۔ اصطلاح میں ادب وہ محنت اور مشقت ہے جو اچھے کام کرنے کیلئے برداشت کی جاوے، اسی سے ہے تادیب۔ بزرگوں کے احترام کو بھی ادب کہتے ہیں یعنی تعظیم۔ یہاں ادب سے مراد اچھے کام اور اچھی باتیں۔ (اشعۃ اللمعات)۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بڑوں کی تعظیم چھوٹوں پر شفقت ادب ہے ۳ سلام کے لغوی معنی ہیں آفات یا عیوب سے سلامتی۔ اسی سے ہے تسلیم۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے، سلام یعنی تمام عیوب سے پاک، اپنے بندوں کو سلامتی و امن دینے والا۔ اسی سے ہے تسلم یعنی صلح و صفائی۔ یہاں سلام سے مراد سلام کا جواب ہے، جو آتے جاتے وقت کہا جاتا ہے یعنی السلام علیکم کہنا اور اس کا جواب دینا۔ لطیفہ: علماء فرماتے ہیں کہ السلام علیکم کے معنی ہیں کہ تم پر سلامتی و امان نازل ہو۔ علیکم سے پہلے نازلۃ پوشیدہ ہے، اور یہ دعائیہ جملہ ہے مگر صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں سلام یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال، احوال، افعال، اقوال کا نگران ہے، وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ ان کے ہاں سلام نام ہے اللہ تعالیٰ کا اور علیکم سے پہلے رقیبٌ پوشیدہ ہے یعنی نگران۔ (اشعۃ اللمعات)۔ وہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور انور نے تیمم فرماکر سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ سلام اللہ کا نام ہے، اسلئے بغیر وضو یہ نام نہ لیا۔ وہ حضرات صوفیاء کے معنی کی تائید کرتا ہے۔ دوسرا لطیفہ: مسلمان کو سلام کرنا سنت اور سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ مگر ثواب زیادہ ہے سلام کرنے کا۔ یعنی اس سنت کا ثواب اس فرض سے زیادہ ہے، جیسے مقروض پر قرض ادا کرنا فرض ہے اور وقت سے پہلے ادا کرنا سنت مگر ثواب اس کا زیادہ ہے کہ میعاد سے پہلے ادا کرے۔ یا جیسے محتاج مقروض کو ڈھیل دینا مہلت دینا فرض ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فنظرۃ الی میسرۃ۔ معاف کر دینا سنت ہے۔ مگر معاف کر دینے کا ثواب زیادہ ہے۔ بہرحال بعض سنتوں کا ثواب بعض فرضوں سے

وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهٗ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ

وسلم نے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا[1] جن کے قد کی لمبائی ساٹھ گز تھی[2] تو جب انہیں پیدا کیا تو فرمایا جاؤ اُن لوگوں پر سلام کرو، وہ فرشتوں کی ایک جماعت تھی بیٹھی ہوئی[3] تو غور سے سنو!

زیادہ ہے۔

[1] اس جملہ کی چار شرحیں ہیں صورت بمعنی ہیئت و شکل ہے یا بمعنی صفت۔ اور ضمیر کا مرجع یا آدم علیہ السلام ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ لہٰذا اس جملہ کے چند معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اُن کی شکل و ہیئت پر پیدا فرمایا کہ جس شکل میں انہیں رہنا تھا انہیں اوّل ہی سے وہ شکل دی دوسروں کی طرح نہ کیا کہ پہلے بچہ پھر جوان پھر بڈھا وغیرہ یا اللہ نے حضرت آدم کو اُن کی صفت پر پیدا کیا کہ وہ اوّل ہی سے عالم۔ عاقل۔ عامل۔ عارف۔ سمیع و بصیر وغیرہ تھے دوسروں کی طرح نہیں کہ وہ جاہل پیدا ہوتے ہیں پھر بعد میں ہوش۔ علم۔ عقل وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔ یا اللہ نے حضرت آدم کو اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا خود فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اس لیے کوئی شخص داغ میں شکل انسانی نہ بگاڑے گا کہ یہ شکل خدا کو پیاری ہے۔ یا اللہ نے حضرت آدم کو اپنی صفات پر پیدا فرمایا کہ انہیں اپنا علم۔ اپنا تصرف اپنی سمع اپنی بصر اپنی قدرت وغیرہ بخشی (از اشعہ و مرقات)

[2] گز سے مراد شرعی گز ہے یعنی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) یعنی آپ ساٹھ ہاتھ کے ہی پیدا ہوئے۔ دوسرے انسانوں کی طرح نہیں کہ پہلے بہت چھوٹے پیدا ہوتے ہیں پھر بڑھتے رہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی پیدائش ماں باپ سے نہیں تھی۔ لہٰذا چھوٹا پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

[3] جلوس یا تو مصدر ہے تو اس سے پہلے ذو پوشیدہ ہے۔ یا جمع ہے جالس کی جیسے قاعد کی جمع ہے قعود اور راکع و ساجد کی جمع ہے رکوع و سجود یعنی وہ جماعت ملائکہ جو بیٹھی ہوئی ہے۔ انہیں سلام کرو

اعلیٰ سے ادنیٰ کو سلام کرایا مسجود سے ساجدین کو تحیہ کرائی غالباً یہ واقعہ سجدہ آدم کے بعد کا ہے۔

مَا يُجِيبُوْنَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَذَهَبَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ

وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں، پھر وہ ہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا تحیۃ ہے[۱] چنانچہ آپ گئے تو کہا السلام علیکم[۲] ان سب نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ فرمایا تو انہوں نے ورحمۃ اللہ بڑھا دیا[۳] تو جو بھی جنت میں جاوے گا حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا[۴] اور اس کا قد ساٹھ گز ہوگا،

[۱] اس ارشاد فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام جواب کا علم نہ تھا بلکہ اسے سنت ملائکہ قرار دینے کے لیئے کہا تاکہ اولاد آدم کو یہ معلوم ہو جائے کہ سلام کرنا سنت آدم علیہ السلام ہے۔ اور اعلیٰ جواب دینا سنت ملائکہ رب تعالیٰ انہیں تمام چیزوں کا علم پہلے ہی دے چکا تھا۔

[۲] معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کے الفاظ سے سلام کرنے کا طریقہ پہلے ہی سے معلوم تھا اس لیئے رب تعالیٰ نے آپکو سلام کے الفاظ نہ بتائے سب کچھ پہلے ہی بتا دیا۔ سمجھا دیا گیا ہے۔

[۳] اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ جواب سلام میں السلام علیکم کہنا بھی جائز اگرچہ وعلیکم السلام کہنا افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ جواب میں کچھ زیادہ الفاظ کہنا بہتر ہے۔ جیسا کہ آئندہ آوے گا۔

[۴] یعنی جنت میں صرف انسان ہی جائینگے۔ جانور یا جنات نہ جائیں گے۔ اور تمام جنتی انسان آدم علیہ السلام کی طرح حسین وجمیل تندرست ہوں گے کوئی بدشکل یا بیمار نہ ہوگا اور سب کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا کوئی اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا۔ دنیا میں خواہ پست قد تھا یا دراز قد بچہ تھا یا بوڑھا۔

—— دوزخی کفار بہت موٹے ہونگے۔ کہ ان کی ایک ——

ایک ڈاڑھ پہاڑ کی برابر ہوگی۔ (اشعہ)

ذِرَاعًا فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدَهٗ حَتَّى الْآنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ

پھر جناب آدم کے بعد مخلوق گھٹتی رہی، حتیٰ کہ اب تک ۱؎ (مسلم بخاری)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا اسلام اچھا ہے ۲؎ فرمایا کھانا کھلاؤ اور سلام کرو اسے جسے پہچانو، یا نہ پہچانو ۳؎ (مسلم۔ بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کے مومن پر چھ حق ہیں ۴؎ جب وہ بیمار ہو، تو مزاج پرسی کرے ۵؎

۱؎ یعنی ان کی اولاد بتدریج قامت میں گھٹتی رہی حتیٰ کہ اب ساڑھے تین فٹ کے لگ بھگ رہ گئی مگر یہ کمی صرف دنیا میں ہے آخرت میں جنت میں پوری کردی جاوے گی ۲؎ یعنی اسلامی کاموں میں کون سا کام اچھا ہے۔ ۳؎ یعنی سلام صرف اسلامی رشتہ سے ہو، کاروباری و دنیاوی تعلقات سے نہ ہو خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائل کے حال کے متعلق ہوتے تھے اسی لیے اس سوال کے جواب مختلف دیے کسی سے فرمایا کہ بہترین عمل نماز ہے کسی سے فرمایا جہاد ہے یہاں فرمایا بہترین عمل کھانا کھلانا سب کو سلام کرنا یعنی تیرے لیے یہ اکام بہتر ہیں خیال رہے کہ تحریری سلام کرنا سلام کہلوانا سلام لکھنا لکھوانا سلام کہلوا کر بھیجنا سب اس میں شامل ہے نیز معرفت کا تعلق صرف سلام سے ہے نہ کہ کھانا کھلوانے سے ۴؎ یہ حقوق اگرچہ واجب یا فرض یا سنت نہیں مگر حقِ اسلامی ہیں اس لیے ارشاد عالی ہوا۔

۵؎ عیادت بنا ہے عود سے بمعنی لوٹنا رجوع کرنا چونکہ بیمار کی مزاج پرسی بار بار کی جاتی ہے اسے عیادت کہتے ہیں۔

وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ لَمْ أَجِدْهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلَكِنْ ذَكَرَهُ صَاحِبُ الْجَامِعِ بِرِوَايَةِ النَّسَائِيِّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُونَ

اور جب مر جائے تو جنازہ پر حاضر ہو[1] جب دعوت دے تو قبول کرے[2] جب اس سے ملے تو اسے سلام کرے، اور جب چھینکے[3] تو جواب دے اور اسکی خیر خواہی کرے جب وہ غائب ہو یا حاضر[4] یہ روایت میں نے نہ تو مسلم بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں لیکن اسے جامع والے نے بروایت نسائی روایت فرمایا[5] روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جنت میں نہ جاؤگے

[1] تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھو اسے دفن کرو بعض شارحین نے مات کے معنی کیے جب وہ مرنے لگے یعنی اس کے نزع کے وقت وہاں موجود ہو۔ مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں (مرقات) آج کل امیروں کے جنازوں پر بڑا ہجوم ہوتا ہے غریب کی میت کو کوئی پوچھتا نہیں۔ رب توفیق خیر دے۔

[2] دعوت سے مراد کھانے کی دعوت اس کا قبول کرنا سنت ہے بشرطیکہ دعوت ناجائز نہ ہو جیسے میت کے تیجے چالیسویں کی رسمی برادری کی دعوتیں کہ ان کا کھانا کھلانا دونوں ممنوع ہیں[3] چھینک کا جواب جب دیا جاتا ہے جبکہ وہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو سننے والا کہے یرحمک اللہ پھر چھینکنے والا کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ تشمیت کے لغوی معنی ہیں شماتت دفع کرنا۔[4] یعنی خیر خواہی کمال ہے روبرو خیر خواہی کی باتیں کر دینا آسان ہے بلکہ بسا اوقات خوشامد ہوتی ہے۔[5] کتاب حمیدی میں صرف بخاری مسلم کی احادیث جمع کی گئی ہیں اور جامع اصول میں صحاح ستہ کی روایات جمع کی گئی ہیں اس عبارت کا منشا صاحب مصابیح پر اعتراض کرنا ہے کہ وہ پہلی فصل میں ایسی حدیث لائے جو مسلم بخاری میں نہیں گویا صاحب مشکوٰۃ کہہ رہے ہیں کہ میں نے وہاں یہ حدیث نہ پائی اپنی تلاش کی انتہا بیان کی ہے۔

اَلْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا وَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ

حتی کہ مومن بن جاؤ، اور مومن نہ ہوگے [1] حتی کہ آپس میں محبت کرو [2] کیا میں تمہیں اس پر رہبری نہ کردوں، کہ جب تم وہ کرلو تو آپس میں محبت کرنے لگو، اپنے درمیان سلام پھیلاؤ [3] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سلام کرے سوار پیدل پر [4] اور پیدل بیٹھے ہوئے پر [5]

[1] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں لا تؤمنون ہے نون کے ساتھ جن نسخوں میں لا تؤمنوا ہے وہاں ن کا گرانا مجانست کی وجہ سے ہے کہ چونکہ حتی تؤمنوا میں نون نہ تھا تو یہاں بھی نہ لائے مرقات نے فرمایا کہ عربی میں کبھی نفی بمعنی نہی ہوتا ہے۔ کبھی برعکس۔

[2] یعنی کمال ایمان مسلمانوں کی آپس کی محبت سے نصیب ہوتا ہے آپس کی عداوتیں بہت سے گناہ بلکہ کبھی کفر کا موجب ہو جاتی ہیں۔

[3] سلام پھیلانے کے دو ہی معنی ہیں جو ابھی ذکر ہوئے کہ ہر مسلمان کو سلام کرے جان پہچان والا ہو یا انجان۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کی عداوت مٹانے محبت پیدا کرنے کے لیے سلام مصافحہ ایک اکسیر ہے

[4] حضور کا فرمان بالکل ٹھیک ہے یعنی جب سوار اور پیدل مسلمان ملیں تو پیدل سوار کو سلام کرے کیونکہ سوار پیدل سے اعلی حالت میں ہے اور سلام میں اظہار عجز و نیاز ہے۔ اس لیئے وہ ہی اظہار نیاز کرے جو بظاہر افضل ہے۔ مگر یہ افضلیت کا ذکر ہے اس کے برعکس بھی جائز ہے

[5] یعنی جب کوئی شخص کسی بیٹھے ہوئے شخص کے پاس یا مجمع میں آئے یا ان پر سے گزرے تو وہ مجمع والے اس کو سلام نہ کریں۔ بلکہ یہ آنے والا سلام کرے کہ ملاقات یہ کر رہا ہے اس بیٹھے سے کر رہا ہے اور سلام ملاقات کرنے والے کے لیے ہے۔

عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى غِلْمَانٍ

اور تھوڑے بہتوں پر[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سلام کرے چھوٹا بڑے پر[2] اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے پر، اور تھوڑے بہت پر[3] (بخاری) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند لڑکوں پر گزرے تو انہیں[4]

[1] جب دو طرف مسلمان آرہے ہوں اور دونوں یکساں حالت میں ہوں کہ یا دونوں سوار ہوں یا دونوں پیادہ ہوں تو قانون یہ ہے کہ تھوڑے آدمی بہت سوں کو سلام کریں تاکہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کا احترام کرے ممکن ہے کہ اس بڑی جماعت میں اللہ والے زیادہ ہوں بڑی جماعت کا بڑا احترام ہے۔ [2] یعنی جب دو طرف مسلمان آتے ہوں ایک ان میں کم عمر ہو دوسرا بڑی عمر والا تو سنت یہ ہے کہ چھوٹا بڑی عمر والے کو سلام کرے تاکہ بڑے کا احترام ہو اگر چھوٹی عمر والا بیٹھا ہو اور بڑی عمر والا آرہا ہو گزر رہا ہو، تو اب گزرنے والا ہی سلام کرے۔ لہذا حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے [3] کیونکہ تھوڑے قلیل اور چھوٹے صغیر کے حکم میں ہیں لہذا یہ ہی سلام کریں گے [4] اس سے معلوم ہوا کہ اگر گزرنے والا بڑا ہو اور بیٹھا ہوا چھوٹا، یا گزرنے والا ایک ہو اور بیٹھے ہوئے بچے زیادہ تو گزرنے والا اور تھوڑی جماعت ہی السلام کہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ننھے چھوٹے بچے جو سمجھدار ہوں انہیں بھی سلام کیا جاوے۔ اگر کسی جماعت میں بیٹھنے والے مخلوط ہوں اور ان میں کوئی ایک سلام کہے۔ پھر جواب دے دے تو سب کا فرض ادا ہو جائے گا، جیسا کہ اگر بچہ نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ادا ہو گا۔ اجنبیہ جوان حسینہ عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے اپنی محرم عورت یا بیوی یا بوڑھی عورت کو سلام کرنا بالکل جائز ہے۔ یہ ہی حکم جواب سلام کا ہے

اجنبیہ عورت اجنبی مرد کے سلام کا جواب نہ دے یا اجنبی
اس عورت کے سلام کا جواب نہ دے یہ
مسائل کتب فقہ اور مرقات میں اسی
جگہ دیکھو۔

نَسَلِّمُ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى
بِالسَّلَامِ وَإِذَا لَقِيْتُمْ أَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ إِلٰى
أَضْيَقِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ
الْيَهُوْدُ فَإِنَّمَا يَقُوْلُ أَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ

سلام کیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہودیوں، عیسائیوں پر اسلام کی ابتداء نہ کرو[1] اور جب تم ان میں سے کسی سے راستہ میں ملو، تو تنگ راستہ کی طرف انہیں مجبور کرو[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کو یہودی سلام کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کہتا ہے، تم پر موت پڑے تو تم کہہ دو کہ تجھ پر[3]

[1] سارے کفار کا یہی حکم ہے، ذمی ہوں یا حربی کیونکہ مسلمان بلا ضرورت سلام نہ کرے کہ سلام میں اظہار احترام ہے اور کفار کا احترام درست نہیں مرتدین بد مذہبوں کا حکم بھی یہی ہے ضرورت کے احکام جداگانہ ہیں (اشعۃ اللمعات)۔

[2] یعنی مسلمان نہ سمٹیں اس طرح ہجوم کرکے چلیں کہ ذمی کفار کنارہ پر چلنے پر مجبور ہو جائیں اسلام کی شان ظاہر کرنے کے لیے بشرطیکہ کنارہ راہ پر غار یا خار نہ ہوں، انہیں غار یا خار میں دھکا دینا ان کو ایذا دینا ہے اور ذمی کافر کو ایذا دینا ممنوع ہے (مرقات) مسئلہ کفار اگر ہمارے مہمان بن جائیں یا ان کو بلایا جاوے تو ان کا احسان کفار کی خاطر کی ہے خیال رہے کہ اس زمانہ میں کفار بھی مسلمانوں سے ایسا بلکہ اس سے بدتر سلوک کرتے تھے

[3] فقیر نے بھی آزمایا ہے مجھے ایک بد مذہب نے صاف طور پر کہا اَلسَّامُ علیکم سام کے معنی ہیں موت تو مطلب یہ ہوا کہ تم پر موت پڑے اس کے جواب میں عرض، وہ وعلیک کہے تو واؤ یعنی ہیں یا صرف علیک کہہ دے۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتٰبِ فَقُوْلُوْا وَ
عَلَيْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ
رَهْطٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا
اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا
عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُّحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ

(مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو کہہ دو وعلیکم ۱؎ (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ یہود کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی تو بولے السام علیکم ۲؎ تو میں نے کہا بلکہ تم پر موت و لعنت پڑے ۳؎ تو حضور نے فرمایا اے عائشہ اللہ رحیم ہے ہر کام میں نرمی پسند کرتا ہے۔ ۴؎

میں نے کہا

۱؎ اگر کفار کبھی مسلمانوں سلام کرے تو وعلیکم کہہ دے اگر ایک کافر ہو تو وعلیک کہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔
۲؎ غالباً یہ یہود مدینہ تھے جو حضور انور سے ملنے آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ کفار سے ملنا نہیں گھر میں آنے کی اجازت دینا جائز ہے خصوصاً جب ان کو تبلیغ کرنے کے لیے ہوں ان بد نصیبوں نے حضور انور کے [illegible] کرکے سام یعنی موت علیکم کہا۔ اس کے جواب میں حضور انور نے فرمادیا وعلیکم جواب عائشہ سمجھیں کہ حضور نے اس کو [illegible] غور نہیں فرمایا اس لیے اگلا کلام آپ نے خود کیا ۳؎ ام المؤمنین کا یہ غضب و غصہ حضور کی والہانہ محبت کی بنا پر تھا کہ [illegible] رب کریم کیوں کہا ۴؎ لہذا تم ان آنے والوں پر نرمی کرو خیال رہے کہ جنگ و مناظرہ میں کفار پر سختی محبوب ہے مگر جب وہ ہمارے گھر ہم سے ملنے آویں تب ان پر نرمی کی جاوے۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ واغلظ علیہم مختلف اوقات کے مختلف احکام ہوتے ہیں۔

أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ
عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَاوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ
قَالَتْ إِنَّ الْيَهُوْدَ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رض
السَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ
عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ قَالَتْ أَوَلَمْ

کیا آپ نے وہ نہ سنا جو انہوں نے کہا تھا، فرمایا میں نے کہہ دیا اور تم پر ۱ اور ایک روایت میں ہے تم ہی پر یعنی واو کا ذکر نہیں ۲ (مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو بولے السام علیک، حضور نے فرمایا وعلیکم تو جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا موت ہو تم پر، اور تم پر خدا لعنت کرے، غضب کرے ۳ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا ٹھہرو، نرمی لازم کرو، اور سختی اور فحش سے بچو ۴ انہوں نے عرض کیا، کیا آپ نے

۱ یعنی ہم نے خود اپنا بدلہ لیتے ہوئے ان سے فرمایا کہ تم پر ہی پڑے یہ بدلہ کافی ہے حضور انور نے اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی وہ بھی مہمان کفار کے ساتھ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر سختی کرنا عبادت ہے حضور مہمان کفار کی خاطر تواضع کرتے تھے لہٰذا اس حدیث سے یہ دھوکا نہ دیا جائے کہ حضور کے دشمنوں پر نرمی کرنی چاہیئے۔ مہمان کا حکم کچھ اور ہے ۲ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ وعلیکم میں واو جمع کے لیے نہیں بلکہ بمعنی بل ہے۔ لہٰذا وعلیکم کے معنی یہ نہیں کہ ہم پر اور تم پر دونوں پر موت واقع ہو بلکہ معنی یہ ہیں ہم پر نہیں بلکہ تم پر موت آئے اور واو نہ ہونے کی صورت تو معنی بالکل ظاہر ہیں ۳ یعنی اس روایت میں لعنت کے ساتھ غضب کی زیادتی ہے کہ ام المومنین نے انہیں تین بد دعائیں دیں موت کی لعنت کی اللہ تعالٰی کے غضب کی ۴ عنف سے مراد ہے۔

تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ اَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قُلْتُ رَدَدْتُّ عَلَيْهِمْ
فَيُسْتَجَابُ لِيْ فِيْهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ وَفِيْ رِوَايَةٍ
لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا تَكُوْنِيْ فَاحِشَةً فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ
وَالتَّفَحُّشَ ٭ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ اَخْلَاطٌ مِّنَ
الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ

نہ سُنا جو انہوں نے کہا فرمایا کیا تم نے نہ سُنا جو میں نے کہا، میں نے ان پر ہی لوٹا دیا، تو میری دعا ان کے بارے میں قبول ہوگی، اور ان کی دعا میرے متعلق نہ قبول ہوگی ۱؎ اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا تم فحش گو نہ بنو ۲؎ کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش کو اور فحش کہنے کو پسند نہیں کرتا ۳؎ روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس پر گزرے، جس میں مسلمان مشرکین بُت پرست اور یہود مخلوط لوگ تھے ۱؎ حضور نے انہیں سلام

دل کی سختی فحش سے مراد ہے زبان کی سختی یعنی دل و زبان دونوں نرم رکھو یہ نرمی صرف یہود کی وجہ سے ہے ورنہ انہی ام المؤمنین کے والد ماجد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ میں صلح کی گفتگو کے موقعہ پر ایک کافر سے کہا تھا امصص بظر اللات یہ ہے اشداء علی الکفار کا ظہور رضی اللہ عنہ۔

۱؎ یعنی اس صورت میں انھیں کو گناہ رہا ۲؎ یعنی تمہارے منہ سے کبھی فحش بات نہ نکلے گالی، کوسنا، غیبت وغیرہ کہ تمہاری زبان ان باتوں کے لئے نہیں بنی تم صدیقہ ہو تمہاری زبان سے ہر بات بھلی بھلی نکلے۔ شعر

جو بات کہو منہ سے وہ اچھی ہو بھلی ہو ٭ کھٹی نہ ہو کڑوی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو۔

۳؎ یعنی ان دونوں سے رب تعالیٰ ناراض ہے خیال رہے کہ فحش سے مراد ہے بری بات کا عادی ہونا تفحش سے مراد ہے بہ تکلف بری بات کہنا

عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ
بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا
بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا قَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا
الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ
بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞

کیا ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ۲؎ فرمایا، راستوں پر بیٹھنے سے بچو ۳؎ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو وہاں بیٹھنے کے سوا چارہ نہیں، ہم وہاں بات چیت کرتے ہیں ۴؎ فرمایا اگر بغیر بیٹھے نہ مانو تو راستہ کو اس کا حق دو ۵؎ انہوں نے عرض کیا، کہ راستہ کا کیا حق ہے یا رسول اللہ! فرمایا نگاہ نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز ہٹانا اور سلام کا جواب دینا اور اچھائیوں کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا ۶؎ (مسلم بخاری) ۞

کرا ہوا عادت تو نہ ہو مگر بلا پر جبر کرکے بری بات منہ سے نکالی جائے ۳؎ بت پرست بیان ہے مشرکین کا یہود بھی اگرچہ شرک و بت پرستی کرتے ہیں۔ مگر چونکہ انبیاء کو مانتے ہیں اسلئے انھیں مشرک نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اہل کتاب کہا جاتا ہے۔ اسی لیئے یہود کو مشرکین پر معطوف کیا کبھی غلط نسبت بھی فائدہ پہونچا رہتی ہے۔ ۴؎ مسئلہ معلوم ہوا کہ مخلوط جماعت پر جہاں مسلمان کفار ملے ہوئے بیٹھے ہوں وہاں سے گزرنے والا مسلمان سلام کرے اور اپنے سلام سے مسلمانوں کی نیت کرے اور جب کسی کافر کو خط لکھے تو یوں لکھے السلام علی من اتبع الھدیٰ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ایسی مجلس پر گزرنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ ۲؎ چونکہ راستہ سے عورتیں بچے گزرتے رہتے ہیں۔ نیز وہاں سے لوگوں کے مال سواریاں گزرتی ہیں اس لئے وہاں بیٹھنا خطرناک بدنظری کا اندیشہ ہے ۳؎ یعنی ہماری ضروریات راستوں پر بیٹھنے سے وابستہ ہیں وہاں بیٹھ کر ہم کاروبار اور دیگر ضروریات کی باتیں کرتے ہیں ۴؎ یعنی راستہ میں بیٹھو گر وہ نیکیاں کرو جس کی برکت سے تمام رہائی

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَاِرْشَادُ السَّبِیْلِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ عَقِیْبَ حَدِیْثِ الْخُدْرِیِّ هٰكَذَا ۔ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَتُغِیْثُوا الْمَلْهُوْفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ عَقِیْبَ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ هٰكَذَا وَلَمْ اَجِدْ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس قصہ میں فرمایا اور لوگوں کو راستہ بتانا[۱] ابوداؤد نے حدیث خدری کے پیچھے یوں روایت کیا۔ روایت ہے حضرت عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس ہی قصہ میں فرمایا کہ مظلوم کی مدد کرو گمے ہوئے (بھولے بھٹکے) کو ہدایت دو[۲] اس سے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث کے پیچھے یوں ہی روایت کیا اور[۳]

لے گناہوں سے بچے رہو اور ثواب کما لو یہاں حق بمعنی استحقاق ہے کہ راستہ ان اعمال کا مستحق ہے۔ ۵؎ یعنی راستوں پر بیٹھ کر یہ پانچ نیکیاں یا ان میں سے جس قدر بن پڑیں کیا کرو نگاہیں نیچی رکھو تاکہ اجنبی عورتوں پر نہ پڑیں راستہ سے کانٹا دشت پتھر الگ کر دیا کرو تاکہ کسی راہ گیر کو نہ چبھے نہ ٹھوکر لگے جو راستہ گزرنے والا تمہیں سلام کیا کرے تم اس کا جواب دو اگر تم راستہ میں کسی کو کوئی برا کام کرتے دیکھو تو اس سے روکو اس کی عوض سے اچھے کام کرنے کا مشورہ دو اس صورت میں تمہارا وہاں بیٹھنا بھی عبادت ہے سبحان اللہ کیا بے مثل تابعہ کو سونا کر دیتی ہے حضور کی تعلیم گناہوں کو ثواب بنا دیتی ہے۔ شعر

تیرے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا　　　ثواب ہو گئے سارے عتاب کیا کہنا

۱؎ یعنی چھوٹی نیکی بھولے بھٹکوں کو راستہ بتانا ہے اگر راہ گیر کسی کی دکان کسی کے گھر کا پتہ پوچھے ہوں تو بتا دو کہ یہ بھی عبادت ہے۔ ۲؎ یعنی اگر راستہ یا بازار میں دو مسلمان جھگڑ پڑیں تو ان میں بیچ بچاؤ کرا دو اگر نہ ہو سکے تو مظلوم کی حمایت کرو یہ بھی ثواب ہے۔ ۳؎ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی روایت سے آئے مگر مرقات نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ دونوں حدیثیں یعنی حدیث

هُمَا فِي الصَّحِيحَيْنِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

میں نے یہ دونوں حدیثیں مسلم بخاری میں نہ پائیں۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مسلمان کے مسلمان پر چھ اچھی خصلتیں ہیں [1]۔ جب اس سے ملے تو سلام کرے [2] جب وہ دعوت دے تو قبول کرے [3] اور جب چھینکے تو اسے جواب دے۔ جب بیمار ہو جائے تو مزاج پرسی کرے۔ جب مر جاوے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے [4] اور اس کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے [5] (ترمذی)

ابی ہریرہ اور حدیث عمر رضی اللہ عنہما یہاں تکمیل اور تبرک کے طور پر لائی گئی ہیں نہ کہ اصالۃً۔

[1] یہ ست کے بعد خصال پوشیدہ ہے اور بالمعروف صفت ہے اسی پوشیدہ خصال کی خصال جمع ہے خصلت کی یعنی عادت کی مگر یہاں مراد حقوق ہیں جن کی عادت ڈالی جائے یعنی مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں ان کی ادا کی عادت ڈالنی چاہیے۔ [2] اگر راہ میں ملے تو صرف ایک بار سلام کرے مگر جب کسی کے گھر جا کر ملے تو تین بار سلام کرے پہلا سلام اجازت داخلہ کے لئے دوسرا سلام جب اندر داخل ہو اس سے ملاقات کرے اور تیسرا سلام وداع ہوتے وقت۔ پہلے سلام کو سلام استیذان کہتے ہیں دوسرے کو تحیۃ تیسرے کو سلام وداع یہاں راہ چلتے وقت کا سلام مراد ہے اس لیے صرف لقیہ فرمایا حضور کے ہر لفظ پاک میں عجیب حکمتیں ہوتی ہیں [3] کھانے کے لئے دعوت دے یا اپنے کسی کام کے لئے بلائے بشرطیکہ وہ کھانے کی دعوت یا اس کا یہ کام ناجائز نہ ہو [4] اتباع کے معنی ہیں پیچھے چلنا یہاں یتبع فرما کر اشارۃً فرمایا گیا۔ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو جنازہ سے پیچھے رہنا چاہیئے اس سے آگے چلنا ممنوع ہے۔ ابن ماجہ میں روایت حضرت ابن مسعود ہے کہ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَقَدَّمَهَا۔ معلوم ہوا کہ جنازہ کے پیچھے چلے یہی احناف کا مذہب ہے یہاں جنازہ کے ساتھ جانے سے مراد ہے نماز جنازہ پڑھنا، دفن کرنا کامل اتباع یہی ہے رمرقات و اشعہ [5] یعنی زندگی بھر ہر مسلمان سے وہ برتاؤ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اللہ تعالٰی اگر یہ نعمت نصیب کردے تو ملاؤ

وَالدَّارِمِیُّ ۔ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ
اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ
فَرَدَّ عَلَیْہِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ
فَرَدَّ عَلَیْہِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ
السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ فَرَدَّ عَلَیْہِ فَجَلَسَ
فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ
اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاہُ وَزَادَ ثُمَّ

(دارمی) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، تو عرض کیا السلام علیکم ۱؎ حضور انور نے اس کا جواب دیا۔ پھر بیٹھ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس ۲؎ پھر دوسرا آدمی آیا اس نے عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضور نے اس کا جواب دیا۔ وہ بیٹھ گیا تو فرمایا بیس۔ پھر اور دوسرا آیا عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے اس کا جواب دیا۔ وہ بیٹھ گیا تو فرمایا تیس ۳؎ (ترمذی) ابوداؤد نے حضرت معاذ ابن انس سے بھی روایت کی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں ۴؎ ہم معنی اور زیادتی کی، کہ پھر

سے زبانیں جھگڑے سب ختم ہو جائیں۔ شعر: کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو کلام ایسا　　کہ جو کوئی تم سے کرتا تمہیں ناگوار ہوتا
دوسرا شاعر کہتا ہے۔ مصرع: آنچہ بر خود نہ پسندی بہ دیگراں مپسند۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کو بھی سلام کرے تو علیکم جمع میں کہے کہ اس میں ان فرشتوں کو سلام ہو جاتا ہے جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں محافظین اور کاتبین اعمال وغیرہم اگرچہ علیک واحد کہنا بھی جائز ہے۔ ۳؎ عشر فاعل ہے ثبت پوشیدہ کا یا نائب فاعل ہے کُتب فعل مجہول کا یعنی اس کو دس نیکیوں کا ثواب حاصل ہوا یا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی گئیں۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ سلام کے ہر کلمہ پر دس نیکیاں ملتی ہیں جتنے کلمات زیادہ ہوں اتنی نیکیاں اسی حساب سے زیادہ ہوں گی۔ م

اٰتٰی اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ فَقَالَ اَرْبَعُوْنَ وَقَالَ ھٰکَذَا تَکُوْنُ الْفَضَائِلُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ۞ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰہِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ۞ وَعَنْ جَرِیْرٍ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ

دوسرا اور آیا اس نے عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ تو فرمایا چالیس۔ اور فرمایا یونہی زیادتیاں ہوتی رہیں گی[۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے قریب تر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت جریر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جواب دینے والا زیادہ اچھا جواب دے یعنی سلام کے کلمات پر کچھ کلمات بڑھا کر جواب دے جیسے[۱] یعنی یہ ثواب صرف مغفرتہ تک ہی محدود نہیں کہ ان کلمات کے علاوہ اور کوئی کلمہ بڑھاؤ تو ثواب نہ بڑھے بلکہ جس قدر کلمات بڑھاتے جاؤ گے ثواب بھی فی کلمہ دس کے حساب سے بڑھتا ہی جائے گا۔ مرقات نے فرمایا کہ السلام علیکم بھی جائز ہے السلام کو معرفہ کرکے اور سلامٌ علیکم بھی جائز سلام کو نکرہ کرکے السلام کے معنی ہیں وہ سلام یعنی اللہ کا سلام یا آدم علیہ السلام کا سلام جو انہوں نے فرشتوں کو کیا تھا وغیرہ یہ بھی ہو قرآن مجید میں دو طرح سلام مذکور ہیں رب فرماتا ہے وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی۔ یہاں سلام معرفہ۔ اور فرماتا ہے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ فَادْخُلُوْہَا خٰلِدِیْنَ یہاں سلام نکرہ ہے۔ خیال رہے کہ جواب سلام میں علیکم پہلے ہو سلام بعد میں اگر جواب میں بھی السلام علیکم کہہ دیا تو فرض ادا ہوگیا سنت رہ گئی۔[۲] یعنی جب دو مسلمان راستہ میں گزرتے ہوئے ملیں اور ان میں سے ہر ایک کو سلام کرنے کا حق ہو تو جو سلام کی ابتداء کرے وہ رحمت الٰہی سے بہت ہی قریب ہوگا لہذا یہ فرمان عالی ان فرمانوں کے خلاف نہیں کہ آنے والا بیٹھے ہوؤں کو اور تھوڑے لوگ بہت کو چھوٹا بڑے کو سوار پیدل کو سلام کرے حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ تین چیزیں محبت پیدا کر دیتی ہیں سلام میں ابتداء کرنا اپنے مسلمان بھائی کو اچھے

عَلٰی نِسْوَۃٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِنَّ رَوَاہُ اَحْمَدُ ۔ وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ یُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ اِذَا مَرُّوْا اَنْ یُّسَلِّمَ اَحَدُهُمْ وَیُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوْسِ اَنْ یَّرُدَّ اَحَدُهُمْ رَوَاہُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مَرْفُوْعًا وَرَوٰی اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ رَفَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ وَهُوَ شَیْخُ اَبِیْ دَاوٗدَ ۔

عورتوں پر گزرے تو انھیں سلام کیا [1] (احمد) روایت ہے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرماتے ہیں کہ جماعت کی طرف سے یہ کافی ہے کہ جب وہ گزریں تو ان میں سے ایک سلام کرے اور بیٹھے ہوؤں کی طرف سے یہ کافی ہے کہ ان میں سے ایک جواب دے دے [2] بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعًا روایت کیا [3] اور ابوداؤد نے روایت کی اور کہا کہ اسے حسن ابن علی نے مرفوع کیا۔ وہ ابوداؤد کے شیخ ہیں۔ [4]

لقب سے پکارنا جب وہ آئے اُسے مجلس میں جگہ دے دینا (مرقات) یہ [1] اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے کہ وہاں فتنہ کا خطرہ نہیں ہے دیگر مسلمان اجنبی عورتوں خصوصًا جوان عورتوں کو ہرگز سلام نہ کریں نہ ان کے سلام کا جواب دیں کہ یہ سلام عشق بلکہ بدکاری کی ابتداء بن سکتا ہے (مرقات واشعہ) [2] یعنی اسلام میں سلام کرنا سنت علی الکفایہ ہے کہ اگر جماعت میں سے ایک بھی سلام کرے تو سب کی سنت ادا ہو جائے گی اور سامنے والوں پر جواب سلام دینا فرض کفایہ ہے کہ اگر اس جماعت میں سے ایک نے بھی جواب دے دیا تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا۔ خیال رہے کہ فرض علی الکفایہ تو بہت ہیں جیسے نماز جنازہ اور سلام کا جواب بعض صورتوں میں جہاد۔ عالم دین بننا وغیرہ مگر سنت علی الکفایہ صرف دو ہیں ایک تو سلام دوسرے چھینک کا جواب کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا ہمارے ہاں سنت علی العین ہے کہ ہر شخص بسم اللہ پڑھ کر کھائے اور شوافع کے ہاں سنت علی الکفایہ بہرحال احناف کے نزدیک سنت علی الکفایہ صرف یہ دو چیزیں ہی ہیں [3] یعنی یہ حدیث ابوداؤد نے دو اسنادوں سے روایت کی ایک اسناد میں مرفوع ہے یعنی حسن ابن علی کی اسناد میں دوسری اسناد میں حضرت علی کا اپنا قول روایت کیا یعنی حدیث موقوف مگر بیہقی نے صرف مرفوعًا روایت کی [4] یعنی یہ حسن ابن علی۔ ابوداؤد کے مشائخ سے ایک شیخ ہیں یہ حسن ابن علی ابن ابی طالب نہیں دھوکا نہ کھانا چاہیے ان کی اسناد یہ ہیں

عن ابی داؤد عن حسن ابن علی عن عبدالملک ابن ابراہیم عن

سعید ابن خالد عن عبداللہ ابن فضل عن الخ

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ

روایت ہے عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم سے نہیں جو ہمارے غیروں سے مشابہت کرے ۱؎ تم نہ تو یہود سے مشابہت کرو نہ نصاریٰ سے یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور عیسائیوں کا اسلام ہتھیلیوں سے اشارہ ہے ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے ۳؎

عن عبداللہ ابن ابی رافع . . . . . عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہر حال یہ حدیث موقوف بھی ہے مرفوع بھی لہذا مرفوع ہی مانی جاوے گی اگر موقوف بھی ہوتی تب بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی کہ ایسی حدیث جو عقل سے وراء ہو وہ موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

۱؎ جو افعال یا احوال یا چیزیں کفار کی قومی علامتیں ہوں مسلمانوں کیلئے حرام ہیں جیسے ہندوانی دھوتی وغیرہ اور جو ان کی دینی علامتیں ہوں وہ مسلمانوں کیلئے کفر ہیں جیسے ہندوانی تشغہ یا ہندوانی زنار وغیرہ۔

۲؎ یعنی صرف اشاروں سے سلام کرنا منہ سے کچھ نہ کہنا یہود و نصاریٰ کا سلام ہے مسلمان یا تو زبان سے سلام کریں السلام علیکم کہیں یا اشارہ کے ساتھ منہ سے بھی بولیں تاکہ اسلامی اور غیر اسلامی سلام میں فرق ہو جاوے یوں ہی صرف سر جھکا دینا یا سر یا آنکھوں سے اشارہ کر دینا سلام کے لیے کافی نہیں اور سلام کے وقت خود جھکنا ممنوع ہے تا حد رکوع ہو تو حرام ہے رب تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کی توفیق بخشے۔

۳؎ ترمذی نے اس حدیث کو صرف اس لیے ضعیف فرمایا کہ عَنْ جَدِّہٖ میں ضمیر کے متعلق پتہ نہیں چلتا کہ اس کا مرجع کون ہے عمر ابن شعیب ہیں یا ان کے والد ہم شروع کتاب میں یہ بحث کر چکے ہیں حق یہ ہے کہ یہ اسناد قوی ہے امام سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث بروایت عبداللہ ابن عمرو نقل فرمائی (مرقات)۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ فَاِنْ حَالَتْ بَیْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِیَهُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ بَیْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهٖ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے لہ تو اسے سلام کرے پھر اگر ان کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر کی آڑ ہو جائے پھر اس سے ملے تو پھر اسے سلام کرے ٢ (ابوداؤد) روایت ہے قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی گھر میں جاؤ تو اس کے باشندوں کو

لہ بھائی سے مراد اسلامی بھائی ہے خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی بھائی فرما کر اشارۃً فرمایا کہ اجنبی عورت کو سلام نہ کرے ٢ یعنی ملاقات کا سلام غائب ہونے کے بعد ملنے پر ہوگا غائب ہونا اگرچہ معمولی ہی ہو ذرا سی آڑ درمیان میں آگئی غائب ہونا پالیا گیا اب ملنا ملاقات ہے سلام کرو بلکہ حکمی غائب ہونے کے بعد بھی سلام سنت ہے اس لیئے نماز ختم ہونے پر سلام کیا جاتا ہے اس سلام میں نمازی ایک دوسرے کی نیت کریں کیونکہ نمازی بحالت نماز ایک دوسرے سے حکمًا غائب تھے اب عالم بالا کی سیر کرکے آرہے ہیں لہذا سلام کرتے ہیں۔ بعد نماز فجر بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں اسکی وجہ بھی یہ ہی ہے کہ مصافحہ بوقت ملاقات ہوتا ہے اور یہ بھی وقت ملاقات ہے۔ خیال رہے کہ یہاں وہ حالات مراد ہیں جن میں سلام ممنوع نہ ہو لہذا جو پیشاب پاخانہ یا جماع میں مشغول ہو یا سو رہا ہو اونگھ رہا ہو یا نماز یا اذان میں مشغول ہو یا غسل خانہ میں ہو کھانا کھا رہا ہو لقمہ منہ میں ہو یا تلاوت قرآن کر رہا ہو یا دین درس دے رہا ہو یا سن رہا ہو اسے سلام نہ کرے اگر کرے گا تو اس کا جواب دینا لازم نہ ہوگا (مرقات)۔ یوں ہی جمعہ کے دن خطبہ کے وقت سلام ممنوع ہے٭

اَهْلِهٖ وَاِذَا خَرَجْتُمْ فَاَوْدِعُوْا اَهْلَهٗ بِسَلَامٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بُنَيَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُوْنُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سلام کرو[۱] اور جب نکلو تو وہاں کے باشندوں کو سلام سے وداع کرو[۲] (بیہقی۔شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بچے جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو یہ برکت ہو گی تم پر اور تمہارے گھر والوں پر[۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[۱] اپنے گھر میں جاؤ یا دوسرے کے بہرحال سلام کرو اگر خالی گھر میں جاؤ تو کہو۔السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اس کا ماخذ وہ آیت کریمہ ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ۔(مرقات) اور جب مسجد میں جاؤ تو کہو بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔روح پاک مصطفے مسجدوں بلکہ مسلمانوں کے گھروں میں جلوہ فرما ہے (شرح شفا شریف)۔

[۲] یعنی سلام کرکے وہاں سے آؤ یہ سلام وداع کہلاتا ہے اس کا جواب دینا فرض نہیں مستحب ہے (مرقات) بعض شارحین نے فرمایا کہ فاودعوا بنا ہے ودیعۃ بمعنی امانت سے یعنی رخصت ہوتے وقت اپنا سلام اہل خانہ کے پاس امانۃ رکھ آؤ کہ پھر خیر سے واپس آؤ اپنی امانت یعنی خیروبرکت وسلامتی وصول کرو۔وداع کے وقت مصافحہ کرنا سنت نہیں۔

[۳] گھر میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچے ہوں بہرحال سلام کرکے داخل ہو اس سے گھر میں اتفاق اور روزی میں بڑی برکت ہوتی ہے بہت ہی مجرب ہے فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی بہت برکتیں دیکھتا ہے۔

اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ ❁ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُوْلُ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَاَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ نُهِيْنَا عَنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ❁ وَعَنْ غَالِبٍ

کہ سلام کلام سے پہلے ہے [1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث منکر ہے [2] روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے اللہ تیری آنکھ ٹھنڈی کرے سویرا اچھا ہو جب اسلام آیا تو ہم اس سے روک دیئے گئے [3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت غالب سے [4]

[1] سلام تین قسم کے ہیں سلام اذن یعنی گھر میں داخل ہونے سے پہلے بہ اجازت داخلہ حاصل کرنے کیلئے۔ سلام تحیتہ یعنی گھر میں داخل ہونے اور کلام کرنے سے پہلے ہے سلام وداع یعنی گھر سے رخصت ہوتے وقت یہاں سلام تحیت مراد ہے یہ کلام سے پہلے چاہیئے تاکہ تحیت باقی رہے جیسے تحیۃ المسجد کے نفل کہ وہ بیٹھنے سے پہلے پڑھے جاویں [2] اس کی اسناد میں ایک راوی عنبسہ ابن عبدالرحمٰن ہے وہ خود بھی ضعیف ہے اور اس کا شیخ محمد ابن زادان ہے جو بہت ہی ضعیف ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس اسناد میں منکر ہے معنی یہ حدیث صحیح ہے بہت اسنادوں سے مروی ہے۔ (مرقات) [3] اور اس کی بجائے ہم کو اسلامی سلام کا حکم دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ سوا اسلامی سلام کے اور سلام ممنوع ہے جیسے آداب عرض۔ یا تسلیمات عرض۔ یا خدا حافظ۔ یا یہ کہنا کہ یا علی مدد وغیرہ سب ممنوع ہیں ہاں اگر اولًا سلام کرے پھر یہ الفاظ کہے تو حرج نہیں دیکھو مرقات فارسی میں کہا جاتا ہے زنی ہزار سال یہ سب ممنوع ہیں (اشعہ) اسلامی سلام بہت ہی جامع ہے ہندوانی سلام رام رام، سیتارام انگریزی سلام گڈ مارننگ نہایت بیہودہ اور بے معنی ہیں اسلامی سلام میں سلامتی کی دعا ہے۔ سلامتی جان۔ مال۔ عزت۔ اولاد زندگی قبر و حشر ہر سلامتی کو شامل ہے۔
[4] آپ غالب ابن ابی غیلان ابن خطاب القطان ہیں بصرہ کے رہنے والے ہیں تابعین میں سے ہیں امام نسائی نے آپ کو ثقہ کہا امام احمد نے ثقہ کہا امام یحییٰ نے صدوق و صالح فرمایا بڑے عالم متقی ہیں ❁

قَالَ اَنَا لَجُلُوْسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِهِ فَاَقْرِئْهُ السَّلَامَ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَبِيْ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ فَقَالَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ السَّلَامُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ اَبِي الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِيِّ اَنَّ الْعَلَاءَ الْحَضْرَمِيَّ كَانَ عَامِلَ

کہتے ہیں کہ ہم حسن بصری کے دروازے پر بیٹھے تھے ۱ کہ ایک شخص آیا بولا مجھے میرے والد نے میرے دادا سے خبر دی فرمایا مجھے میرے باپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ۲ کہا حضور کے پاس جاؤ تو حضور کو میرا سلام عرض کرو ۳ فرماتے ہیں میں حضور کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا کہ میرے والد آپ کو سلام عرض کرتے ہیں تو فرمایا تم پر اور تمہارے باپ پر سلام ۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالعلاء حضرمی سے کہ ابوالعلاء حضرمی رسول اللہ صلے

۱ ان کی تشریف آوری کے منتظر تھے یا ان کے ساتھ بیٹھے تھے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں دیکھو مرقات یہی مقام۔

۲ یعنی میرے دادا کو ان کے باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہلا کر بھیجا تھا۔

۳ معلوم ہوا کہ سلام کہلا بھیجنا بھی سنت ہے اب لوگ حجاج کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام کہلواتے ہیں حاجی کو چاہیے کہ مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر یوں عرض کرے۔ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ فلاں اور فلاں کی جگہ اس کا نام لے۔

۴ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی کا سلام پہونچائے تو پہونچانے والے اور بھیجنے والے دونوں کو جواب سلام میں داخل کر لینا چاہیے بلکہ پہونچانے والے کا ذکر پہلے اور بھیجنے والے کا ذکر بعد میں ہونا چاہیے کہ حضور انور نے پہلے فرمایا وعلیک اور بعد میں فرمایا علی ابیک لہذا جو زائرین مدینہ دوسروں کا سلام حضور انور کو پہونچاتے ہیں۔ خود بھی جواب میں داخل ہوتے ہیں زہے نصیب۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اِذَا كَتَبَ اِلَيْهِ بَدَاَ بِنَفْسِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَتَبَ اَحَدُكُمْ كِتَابًا فَلْيُتَرِّبْهُ فَاِنَّهٗ اَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ رَوَاهُ ؛

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عامل تھے ۱؎ اور جب آپ ان کی طرف لکھتے تو اپنی ذات سے ابتدا کرتے ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تحریر لکھے تو مٹی اس پر ڈال لے کہ یہ ضرورت کو بہت پورا کرنے والی ہے۔ ۳؎

۱؎ علاء حضرمی کا نام عبداللہ ہے حضرموت کے باشندے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے گورنر تھے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے ان کا عہدہ بحال رکھا چنانچہ آپ تا وفات اسی عہدے پر رہے بعض نے فرمایا کہ آپ کی وفات عہد صدیقی میں ہے مرقات نے فرمایا کہ ۱۴ھ چودہ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔ اور ابوالعلاء کا نام زید ابن عبداللہ ہے کنیت ابوالعلاء مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ابن العلاء ہے۔

۲؎ یعنی حضرت علاء جب بحرین سے حضور انور کی خدمت میں کوئی عریضہ لکھتے تو پہلے اپنا نام پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتے تھے کیونکہ یہی سنت رسول اللہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کو خط لکھا تو لکھا وانہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ روم کو فرمان عالی لکھا تو لکھا من محمد رسول اللہ الی ہرقل عظیم الروم طریقہ خط لکھنے کا یہ چاہیے کہ پہلے اپنا نام لکھے پھر جس کو خط لکھنا ہے اس کا نام ہو پھر کچھ القاب پھر سلام پھر مقصد کی تحریر خیال رہے کہ یہ چیز سلام کی تمہید ہوتی ہے اس لیئے اسے باب سلام میں لائے۔ ۳؎ یا خط پر مٹی ڈالے یا خط کو مٹی پر ڈال لے اس سے حرف بھی خشک ہو جائیں گے اور انشاء اللہ جس مقصد کیلئے خط لکھا گیا ہے اس مقصد میں بھی کامیابی ہوگی کہ مٹی ڈالنے میں اظہار عجز ہے اور رب تعالٰی کو عاجزی بڑی پیاری ہے۔ شعر

عجز کار انبیاء و اولیاء است　　عاجزی محبوب درگاہ خدا است

لہذا اگر کسی کو کسی چیز کی درخواست دینا ہو تو یہ عمل کر کے درخواست دے انشاء اللہ کامیابی ہوگی بعض شارحین نے مٹی ڈالنے کی اور بہت توجیہیں کی ہیں مگر حق یہ ہے کہ اس سے ظاہری معنی ہی مراد ہیں یعنی خط پر مٹی یا ریت چھڑک دینا۔

التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ ۞ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ كَاتِبٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰى أُذُنِكَ فَإِنَّهُ أَذْكَرُ لِلْمَآلِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ إِسْنَادِهٖ ضُعْفٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ

(ترمذی) اور کہا یہ حدیث منکر ہے ۱؎ روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کاتب تھا میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ قلم اپنے کان پر رکھو کہ یہ انجام کو زیادہ یاد کرانے والا ہے ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے ۳؎ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

۱؎ طبرانی نے اوسط میں یہ حدیث بروایت حضرت ابو الدرداء بروایت صحیح نقل فرمائی۔لہذا اس حدیث کا متن صحیح ہے۔اگرچہ ترمذی والی اسناد منکر ہے (مرقات)۔

۲؎ یعنی اگر کاتب قلم کو کان سے لگائے رکھے تو اسے وہ مقصد یاد رہے گا جو اسے لکھنا ہے بہتر یہ ہے کہ قلم داہنے کان پر رکھے اللہ تعالٰی نے ہر چیز میں کوئی تاثیر رکھی ہے۔قلم کان میں لگانے کی یہ تاثیر ہے کہ اسے مضمون یاد رہتا ہے۔

۳؎ یہ حدیث ابن عساکر نے بروایت حضرت انس مرفوعًا نقل فرمائی۔وہاں فَاِنَّہٗ اَذْکَرُلَکَ ہے اور جامع صغیر میں حضرت زید ابن ثابت سے مرفوعًا نقل فرمائی وہاں اذکر للمآل ہے بہرحال یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے لہذا اس کا متن صحیح ہے (مرقات)۔

أَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ أَمَرَنِي أَنْ أَتَعَلَّمَ كِتَابَ يَهُودَ وَقَالَ إِنِّي مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابٍ قَالَ فَمَا مَرَّ بِي نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى تَعَلَّمْتُهُ فَكَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَى يَهُودَ كَتَبْتُ وَإِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهُ كِتَابَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

میں سریانی زبان سیکھ لوں [1] اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے حکم دیا کہ میں یہود کی خط و کتابت سیکھ لوں اور فرمایا کہ میں کسی تحریر میں یہود پر مطمئن نہیں [2] فرماتے ہیں کہ مجھ پر آدھا مہینہ نہیں گزرا حتی کہ میں نے سیکھ لی تو جب حضور یہود کو لکھتے تو میں لکھتا اور جب وہ حضور کو کچھ لکھتے تو حضور کی خدمت میں ان کا خط میں پڑھتا [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلے اللہ

[1] سریانی زبان وہ ہے جس میں توریت شریف نازل ہوئی۔ یہود عموماً یہی زبان بولتے اور لکھتے تھے سریانی زبان عبرانی کے مشابہ یا اس کی شاخ ہے (اشعہ) اب یہ زبانیں دنیا سے مٹ چکیں صرف ان کے نام رہ گئے کسی جگہ نہیں بولی جاتیں جیسے ہندوؤں کی سنسکرت کہ دنیا سے مٹ چکی کہیں نہیں بولی جاتی سریانی عبرانی زبانوں کی جگہ عربی نے لے لی۔

[2] یعنی ہم یہود کو تبلیغ کرنے کیلئے انہیں خطوط لکھنا بھی چاہتے ہیں اور ان کے جوابات ملاحظہ کرنا بھی چاہتے ہیں اگر لکھنے پڑھنے کا کام یہود مدینہ سے لیا جاوے تو ان کی خیانت کا اندیشہ ہے کہ ہم کچھ لکھوائیں وہ کچھ لکھ دیں یا یہود کے خطوط میں کچھ لکھا ہو یہ کچھ پڑھ دیں لہذا یہ دونوں کام تم خود کرو اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی زبان سیکھنا ممنوع نہیں بلکہ ضرورت پر اس کا حکم ہے جیسے آج انگریزی یا فرنچ زبانیں ضرورت کے لیئے سیکھی جاویں خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قدرتی طور پر تمام زبانیں جانتے ہیں جب حضور جانوروں پتھروں۔ کنکروں کی بولیاں سمجھتے ہیں تو انسانوں کی بولی کیوں نہ سمجھیں گے یہ حکم عالی امت کی تعلیم کے لیئے ہے کہ امراء و سلاطین اپنے ہاں دوسری قوموں کی زبان دانی رکھیں بلکہ خود اپنے لوگوں کو ان کی زبان سکھائیں زبان کوئی بری نہیں سب رب تعالٰی کی طرف سے ہیں فرماتا ہے۔ ومن اٰیاتہ خلق السمٰوٰت والارض واختلاف السنتکم۔

[3] صرف پندرہ دن میں سریانی زبان کما حقہ سیکھ لینا یا حضرت زید کی ذکاوت سے ہے یا حضور کے معجزے سے اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہوں کے ہاں ترجمان رہنے چاہئیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى مَجْلِسٍ فَلْيُسَلِّمْ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ ثُمَّ إِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا خَيْرَ فِي جُلُوسٍ فِي الطُّرُقَاتِ إِلَّا لِمَنْ هَدَى السَّبِيلَ وَرَدَّ التَّحِيَّةَ وَغَضَّ الْبَصَرَ وَأَعَانَ عَلَى الْحَمُولَةِ

علیہ وسلم کر فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی مجلس تک پہونچے تو سلام کرے لہ پھر اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جاوے لہ پھر جب کھڑا ہو تو پھر سلام کرے لہ کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ حق دار نہیں لہ (ترمذی) اور ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستوں میں بیٹھنے میں بھلائی نہیں لہ سوا اس کے جو راستہ کو بتائے اور سلام کا جواب دے اور نگاہ نیچے رکھے اور سوار کرنے پہ مدد دے لہ

لہ معلوم ہوا کہ آنے والا سلام کرے بیٹھے ہوؤں کو۔

لہ یعنی اگر وہاں بیٹھنا نہ بھی ہو صرف گذر جانا ہو جب بھی سلام کرے اور اگر بیٹھنا ہو تب بھی سلام کرے۔

لہ معلوم ہوا کہ راہ گیر یعنی گزرنے والا صرف ایک سلام کرے اور جو مجلس میں کچھ دیر ٹھہرے وہ دو سلام کرے ایک آنے کا دوسرا جانے کا۔

لہ یعنی سلام لقا اور سلام وداع دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں لہذا یہ دونوں سلام سنت ہیں اور ان کے جواب فرض۔

لہ بلکہ راستوں میں بیٹھنا کبھی گناہوں کا سبب بن جاتا ہے اس سے اجنبی عورتوں پر نظر پڑ جاتی ہے اور بہت خرابیاں ہو جاتی ہیں ضرورت کے احکام جداگانہ ہیں۔ لہ یعنی اگر تم کو راستوں پہ بیٹھنا پڑ جاوے تو یہ چار نیکیاں کرتے رہو بھولے بھٹکے ناواقف کو راستہ بتاؤ نگاہیں نیچی رکھو راہ گیروں کے سلام کے جواب دو اگر کوئی سواری پر سوار ہونے میں دشواری محسوس کرتا ہو تو اسے سوار کرا دو یوں ہی اگر کوئی بوجھ اٹھانا چاہتا ہے مگر اسے دشواری ہو رہی ہو تو اس کی گٹھڑی اس کے سر پر رکھ دو۔

رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ذُكِرَ حَدِيثُ أَبِي جُرَيٍّ فِي بَابِ فَضْلِ الصَّدَقَةِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللهُ اٰدَمَ وَنَفَخَ فِيْهِ الرُّوْحَ عَطَسَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِإِذْنِهِ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ يَرْحَمُكَ اللهُ يَا اٰدَمُ اذْهَبْ إِلَى أُولٰئِكَ الْمَلَائِكَةِ إِلَى مَلَاءٍ مِّنْهُمْ جُلُوْسٍ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ

(شرح سنہ) ابوجری کی حدیث فضل کے باب میں ذکر کردی گئی [1] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی تو انہیں چھینک آئی انہوں نے کہا الحمد للہ (زبان الہی) پھر ان سے ان کے رب نے کہا اے آدم اللہ تم پر رحمت کرے [2] ان فرشتوں کے پاس جو جماعت بیٹھی ہے جاؤ تو کہو السلام علیکم [3]

[1] اس حدیث کے اول میں یہ تھا کہ میں نے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ تو فرمایا یہ مردوں کا آپس کا سلام ہے تم یوں کہو السلام علیک۔ [2] یعنی انہیں پیدا ہوتے ہی چھینک آنا جو صحت وتندرستی کی علامت ہے اللہ کی رحمت اس کے فضل سے تھا اور چھینک پر الحمد للہ کہنا بھی اللہ کے ارادے اس کی تعلیم اس کی رحمت سے تھا انہیں کسی نے سکھایا نہ تھا معلوم ہوا کہ آپ علم لدنی سے عالم تھے جیسے ہمارے حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور سجدہ میں حمد الہی کی یہ سب رب کی تعلیم سے ہے۔

[3] یہ واقعہ فرشتوں کے سجدے کے بعد کا ہے لہذا اس آیت کے خلاف نہیں فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین یرحمک اللہ اگر دعائیہ کلام ہے تو بندوں کی تعلیم کیلئے ہے کہ اولاد چھینک کے جواب میں یہ کہا کریں جیسے قرآن کریم میں ہے اہدنا الصراط المستقیم اور اگر یہ فرمان خبر کیلئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کریگا۔ تو مقصد ظاہر ہے۔

[4] یعنی اے آدم آپ ان فرشتوں کے پاس جاؤ انہیں تحیہ وملاقات کا سلام کرو معلوم ہوا کہ آنے والا سلام کرے بیٹھے ہوؤں کو اگرچہ آنے والا افضل ہو اور بیٹھے ہوئے لوگ مفضول ہوں۔ دیکھو آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل بلکہ ان کے مسجود ہیں مگر آپ نے ہی سلام کیا۔

فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوْا عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ إِنَّ تَحِيَّتَكَ وَتَحِيَّةُ بَنِيْكَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ لَهُ اللّٰهُ وَيَدَاهُ مَقْبُوْضَتَانِ اِخْتَرْ اَيَّتَهُمَا شِئْتَ قَالَ اِخْتَرْتُ يَمِيْنَ رَبِّيْ وَكِلْتَا يَدَيْ رَبِّيْ يَمِيْنٌ مُبَارَكَةٌ ثُمَّ بَسَطَهَا فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ وَذُرِّيَّتُهٗ

چنانچہ انہوں نے کہا السلام علیکم وہ بولے علیک السلام ورحمۃ اللہ[1] پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹے[2] تو فرمایا یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا آپس میں سلام ہے پھر ان سے اللہ نے فرمایا حالانکہ اس کے دونوں ہاتھ کی مٹھیاں بند تھیں[3] کہ جو لینا چاہو اختیار کرلو[4] عرض کیا میں نے اپنے رب کا داہنا ہاتھ اختیار کیا میرے رب کے دونوں ہاتھ داہنے اور مبارک ہیں[5] پھر رب نے ہاتھ کھولا تو اس میں آدم اور ان کی اولاد تھی۔[6]

[1] فرشتوں نے جواب میں ورحمۃ اللہ زیادہ کیا تاکہ آیندہ کے لیے سبق ہو کہ جواب میں کچھ زیادتی کردی جایا کرے۔

[2] یعنی اس جگہ لوٹے جہاں پہلے رب تعالٰی سے کلام کیا تھا ورنہ رب تعالٰی کی رحمت وقدرت ہر جگہ ہے۔

[3] یہ جملہ متشابہات سے ہے اس کے حقیقی معنی ہماری عقل وفہم سے بالا ہیں اللہ تعالٰی جسمانی ہاتھ اور مٹھی سے پاک ہے اس کے معنی یا رب تعالٰی جانے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ دونوں ہاتھوں سے مراد صفت جمال و جلال ہیں ان صفتوں میں مرحومین اور مردودین ایسے چھپے تھے جیسے مٹھی کی چیز مٹھی میں چھپی ہوتی ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

[4] یعنی ان دونوں میں سے جس کو چاہو اپنا لو اسکے اندر کے بندوں کو اپنا بنالو۔

[5] یہ ساری عبارت متشابہات سے ہے اسکے حقیقی معنی وہ ہیں جو اللہ رسول جانیں یہاں اشعۃ اللمعات میں اس جملہ کے پانچ معنی بیان فرمائے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مخلوق کے داہنے بائیں میں سے بایاں ضعیف وکمزور ہوتا ہے داہنا قوی رب تعالٰی ضعف وکمزوری سے پاک ہے اس کی صفات رحمت اور صفات قہر دونوں ہیں یعنی دونوں مبارک وقوی ہیں وہ عزیز وغالب ہے جسے گمراہ کرتا ہے تو حکمت سے اور جسے ہدایت دیتا ہے تو حکمت سے۔

[6] یہاں آدم علیہ السلام عالم شہود میں تھے دست قدرت میں عالم غیب میں بطور مثال تھے خود اپنے کو دیکھ رہے تھے جیسے کوئی شخص آئینہ میں اپنے کو اور اپنے گھر بار آل واولاد کو دیکھے جو خود گھر میں موجود ہوں یہ مثال محض سمجھانے

فَقَالَ اَیْ رَبِّ مَا ھٰؤُلَآءِ قَالَ ھٰؤُلَآءِ ذُرِّیَّتُکَ فَاِذَا کُلُّ اِنْسَانٍ مَکْتُوْبٌ عُمْرُہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ فِیْھِمْ رَجُلٌ

عرض کیا یارب یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے لہ تو ہر انسان کی عمر اس کی آنکھوں کے درمیان لکھی تھی لہ ان میں ایک صاحب

لہ کیونکہ ازآدم تا روزِ قیامت سارے انسان حضرت آدم کو دکھا دیئے گئے اور یہ دکھانا اجمالاً نہ تھا بلکہ تفصیلاً تھا کہ آپ نے ہر ایک کو پہچان بھی لیا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے رب تعالٰی نے پہلے تو آدم علیہ السلام کو تمام عالم کی چیزیں دکھا کر ان کے نام بتا دیئے اس موقعہ پر صرف اولادِ آدم دکھائی۔

سلہ اس ہاتھ میں صالحین یعنی مومنین اولیاء انبیاء ہی تھے دوسرے دست قدرت میں کفار ہوں گے خبر نہیں کہ ہم کس ہاتھ میں تھے رب تعالٰی فضل کرے۔

سلہ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ انسان کی تقدیر اس کی عمر اس کی پیشانی میں لکھی ہوتی ہے اس لیئے اسے پیشانی کہتے ہیں یعنی پیش آنے والی چیز دوسرے یہ کہ یہ تحریر اللہ کے مقبول بندے پڑھ لیتے ہیں آدم علیہ السلام نے بغیر کسی مدرسہ میں تعلیم پائے یہ تحریر پڑھ لی۔ تیسرے یہ کہ آدم علیہ السلام کو سارے انسانوں کی تقدیریں ان کی عمریں معلوم تھیں یہ ہی علوم خمسہ سے ہیں پھر ہمارے حضور کے علم کا کیا پوچھنا آدم علیہ السلام کا علم ہمارے حضور کے علم کے سمندر کا قطرہ ہے۔ شعر

قدرت کی تحریریں جانے اَتی اور تقریریں جانے
بخشش کی تدبیریں جانے
وہ ہے رحمت والا
جنکا نام ہے محمدان سے دو جگ میں اجیالا . . . :
آن کی آن میں عرش پہ جاوے پلک جھپکتے فرش پہ آوے
دو جگ کا والی کہلاوے
امت کا رکھوالا
جن کا نام ہے محمدان سے دو جگ میں اجیالا . . . :

✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻

أَضْوَءُهُمْ أَوْ مِنْ أَضْوَءِهِمْ قَالَ يَا رَبِّ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا ابْنُكَ دَاوُدَ وَقَدْ كَتَبْتُ لَهُ عُمْرَهُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ يَا رَبِّ زِدْ فِيْ عُمْرِهِ قَالَ ذَالِكَ الَّذِيْ كَتَبْتُ لَهُ قَالَ أَيْ رَبِّ فَإِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ لَهُ مِنْ عُمْرِيْ سِتِّيْنَ سَنَةً

بہت چمکدار تھے یا ان کو چمک داروں سے [1] عرض کیا یارب یہ کون ہیں فرمایا یہ تمہارے فرزند داؤد ہیں اور ان کی عمر میں نے چالیس سال لکھی ہے [2] عرض کیا یارب ان کی عمر میں زیادتی کر دے فرمایا میں نے ان کے لئے یہ ہی لکھی ہے [3] عرض کیا یارب میں نے اپنی عمر میں سے ساٹھ سال انہیں دیئے [4]

[1] غالباً حضرت آدم علیہ السلام کی غائر نظر حضرت یوسف علیہ السلام یا حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ پڑی ہوگی یا ادھر متوجہ نہ ہوئے ہوں گے ورنہ حضور کا حسن تمام سے زیادہ ہے رب کا منشا یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے زیادہ نہ ہو حضور کو دینے کیلئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ کسی سے لینے کے لیئے رب تعالٰی کا منشا یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو جناب آدم علیہ السلام کی نگاہ میں حسین ترین دکھایا جاوے تاکہ اگلا واقعہ پیش آوے۔

[2] آدم علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ عمر ان کی پیشانی میں پڑھ ہی چکے تھے رب تعالٰی کا یہ فرمان اس پڑھے ہوئے کی تصدیق و تائید کے لیئے ہے۔

[3] آدم علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ ان کی عمر اپنی طرف سے بڑھا دے اس لیئے یہ جواب دیا گیا کہ ہم تو انھیں وہ عمر دے چکے جو دینا تھی آپ کی دعا سے اس وقت اس میں زیادتی نہ فرمائیں گے خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے بعد میں حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی عمر پوری دی یعنی ایک ہزار سال اور داؤد علیہ السلام کو بھی یہ ساٹھ سال دیے جو آدم علیہ السلام دے چکے تھے۔ لہذا اس فرمان عالی کے معنی یہ ہیں کہ اسوقت ان کی عمر میں زیادتی نہ کریں گے (مرقات)

[4] اس سے چند مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندوں کی دعا سے تقدیریں بدل جاتی ہیں عمریں بڑھ جاتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے چالیس سال کے سو سال ہوگئی قرآن کریم فرماتا ہے۔ مایعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتب ان ذالک علی اللہ یسیر۔ بلکہ بعض اعمال سے عمریں بڑھ جاتی ہیں حضور فرما تے ہیں کہ صدقہ سے عمر بڑھتی ہے۔

قَالَ اَنْتَ وَذَاكَ قَالَ ثُمَّ سَكَنَ الْجَنَّةَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اُهْبِطَ مِنْهَا وَكَانَ اٰدَمُ يُعِدُّ لِنَفْسِهٖ فَاَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهٗ اٰدَمُ قَدْ عَجِلْتَ قَدْ كُتِبَ لِيْ اَلْفُ سَنَةٍ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنَّكَ جَعَلْتَ لِابْنِكَ دَاؤدَ سِتِّيْنَ سَنَةً[۲]

فرمایا تم جانو اور یہ کام[۱] فرماتے ہیں پھر جتنا اللہ نے چاہا حضرت آدم جنت میں رہے پھر وہاں سے اتارے گئے اور حضرت آدم اپنی عمر گنتے تھے[۲] پھر ان کے پاس ملک الموت آئے تو آدم نے ان سے کہا تم نے جلدی کی میری عمر ایک ہزار سال لکھی گئی عرض کیا ہاں لیکن اپنے فرزند داؤد کو ساٹھ سال دے دیئے ہیں۔[۳]

۱؎ یعنی منظور ہے اگر تم ہی اپنی عمر دے رہے ہو تو تم جانو معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو اپنی عمر معلوم تھی کہ ایک ہزار سال ہے تب ہی تو آپ اس میں سے ساٹھ سال دے رہے ہیں اگر آپ کو خبر ہی نہ ہوتی کہ میری عمر دس سال ہے یا بیس سال تو آپ ساٹھ سال کیسے دیتے۔

۲؎ خیال رہے کہ آپ کی یہ عمر جنت سے واپس آنے کے بعد شروع ہوئی تھی اس وقت سے آپ نے گنتی شروع کی تھی ورنہ آپ جنت میں بہت دراز مدت رہے وہ مدت عمر کے حساب میں نہیں لگی جب بچہ پیدا ہوتا ہے تب اس کی عمر شروع ہوتی ہے پیٹ میں رہنے کی مدت عمر کے حساب میں نہیں لگتی اسی لئے یہاں ثم اہبط ارشاد ہوا۔

۳؎ تقدیر کے بیان میں جو حدیث گزری ہے وہاں چالیس سال کا ذکر ہے یہاں ساٹھ سال کا ذکر بات یہ تھی کہ آدم علیہ السلام نے داؤد علیہ السلام کو پہلے چالیس دیئے پھر ساٹھ سال کر دیئے یعنی بیس سال اور زیادہ حضرت ملک الموت اولًا تو جب آئے جبکہ جناب آدم کی عمر کے ساٹھ سال باقی تھے آپ نے انکار کیا پھر جب بیس سال بعد آئے جب چالیس سال باقی تھے تاکہ ان بیس سال میں آپ دیگر غور کر لیں سوچ لیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کی موت ان کی رضا سے آتی ہے وہ جب چاہتے ہیں تب انہیں وفات دی جاتی ہے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ اگر آپ ابھی مرنا نہیں چاہتے تو بیل کی کھال پر ہاتھ پھیریں جتنے بال آپ کے ہاتھ لگیں فی بال ایک سال

فَجَحَدَ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهٗ وَنَسِيَ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهٗ قَالَ فَمِنْ يَوْمَئِذٍ اُمِرَ بِالْكِتَابِ وَالشُّهُوْدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهٗ كَانَ يَاْتِيْ ابْنَ عُمَرَ فَيَغْدُوْ مَعَهٗ اِلَى

حضرت آدم نے انکار کر دیا[1] چنانچہ ان کی اولاد انکار کرتی ہے آپ بھول گئے تو اولاد بھولنے لگی[2] فرماتے ہیں کہ اس دن سے لکھنے گواہ بنانے کا حکم دیا گیا[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتے ہیں کہ ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گزرے ہم چند عورتوں میں تھیں تو حضور نے ہم کو سلام کیا[4] (ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ دارمی) روایت ہے طفیل بن ابی ابن کعب سے[5] کہ وہ حضرت ابن عمر کے پاس جاتے تھے تو ان کے ساتھ بازار

[1] یعنی آدم علیہ السلام یہ واقعہ ایسا بھولے کہ یاد دلانے پر بھی انھیں یاد نہ آیا عمر لینا تو یاد رہا مگر عمر دینا یاد نہ رہا خیال رہے کہ یہاں انکار اپنی یاد آنے کا ہے نہ کہ اصلی واقعہ کا اصل واقعہ تو بذریعہ فرشتہ کے رب تعالی بیان فرما رہا ہے اس کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔

[2] آپ سے بھول تو گندم کھانے میں ہوئی اور انکار عمر دینے کا ہوا اولاد میں ماں باپ کا اثر آتا ہے اس لیئے انسانوں میں یہ مرض خصوصیت سے موجود ہیں۔

[3] معلوم ہوا کہ معاملات کا لکھ لینا ان پر گواہ بنا لینا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی چلا آرہا ہے۔

[4] ہم دوسری فصل میں عرض کر چکے ہیں کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ ہم لوگ اجنبی جوان عورتوں کو نہ تو سلام کریں نہ ان کے سلام کا جواب دیں ہاں اپنی محرم عورتوں یا بچیوں یا بوڑھی عورتوں کو سلام جائز ہے۔

[5] یہ طفیل تابعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیارت نہ کر سکے آپ کی کنیت ابوالحسن ہے انصاری ہیں۔

السُّوْقِ قَالَ فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلٰى سَقَّاطٍ وَلَا عَلٰى صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَلَا عَلٰى مِسْكِيْنٍ وَلَا عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ قَالَ الطُّفَيْلُ فَجِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِيْ اِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ وَمَا تَصْنَعُ فِي السُّوْقِ وَاَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْاَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِهَا وَلَا تَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ فَاجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثُ قَالَ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَا اَبَا بَطْنٍ قَالَ وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ اِنَّمَا نَغْدُوْ مِنْ اَجْلِ السَّلَامِ نُسَلِّمُ

تک جاتے فرماتے ہیں کہ جب ہم بازار پر جاتے تو عبداللہ ابن عمر کسی معمولی چیزیں بیچنے والے [1] اور خاندار تجارت کرنے والے اور مسکین پر اور کسی پر نہ گزرتے مگر اسے سلام کرتے [2] طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں عبداللہ ابن عمر کے پاس گیا تو مجھ سے بازار تک ساتھ چلنے کو کہا میں بولا کہ آپ بازار میں کرتے کیا ہیں نہ تو خرید و فروخت پر کھڑے ہوتے ہیں نہ سامان کی دریافت کرتے ہیں نہ اس کا بھاؤ لگاتے ہیں نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو ہمارے ساتھ یہاں ہی بیٹھے باتیں کرلیں گے [3] فرماتے ہیں کہ تو مجھ سے عبداللہ ابن عمر نے فرمایا اے پیٹ والے راوی کہتے ہیں کہ طفیل کا پیٹ بڑا تھا [4] ہم سلام کے لئے جاتے ہیں کہ جو ہم کو ملے

[1] سقاط سین کے فتح ق کے شد سے بنا ہے سقط سے سقط معمولی چیزوں کو کہتے ہیں یعنی گھری بڑی چیزیں سقاط وہ شخص جو معمولی چیزیں فروخت کرتا ہو جسے اردو میں کہتے ہیں۔ چھابڑی فروش اور صاحب بیعت اعلیٰ چیزوں کو بیوپاری کہا جاتا ہے

[2] یعنی آپ ہر تاجر غیر تاجر امیر و فقیر واقف ناواقف سب کو سلام کرتے تھے اور کچھ خرید و فروخت نہیں کرتے تھے۔

[3] یعنی یہاں بیٹھ کر دینی باتیں کریں کتاب و سنت اللہ رسول کا ذکر کریں بازار جاتے آتے بات کرنے کا موقعہ نہیں ملتا

[4] لہذا ابو بطن کے معنی ہوئے پیٹ والے جیسے ابو ہریرہ بلیوں والے ابوبکر اولیت والے ابو بطن بڑے پیٹ والے۔

عَلٰی مَنْ لَقِیْنَا رَوَاہُ مَالِكٌ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِفُلَانٍ فِیْ حَائِطِیْ عَذْقٌ وَاَنَّہٗ قَدْ اٰذَانِیْ مَکَانُ عَذْقِہٖ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ بِعْنِیْ عَذْقَكَ

اسے سلام کریں لہ (مالک - بیہقی - شعب الایمان) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا فلاں شخص کی کھجور کی شاخ میرے باغ میں ہے لہ اور اس کی شاخ نے مجھے بہت دکھ دیا ہے لہ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کہلا بھیجا کہ میرے ہاتھ اپنی یہ شاخ فروخت کردے لہ

لہ یعنی ہمارا بازار جانا بھی عبادت ہے کہ ہم وہاں عملی تبلیغ کیلئے یعنی سلام کی اشاعت کرنا لوگوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالنا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کو سنت کا عادی بنانا بھی بہترین عبادت ہے علما اگر لوگوں کے پاس جاکر انھیں تبلیغ کریں تو بہت ہی اچھا ہے گھر بلا کر تبلیغ کرنا اور لوگوں کے گھر جاکر تبلیغ کرنا دونوں ہی سنت ہیں۔

لہ اس طرح کہ میرا باغ اس کے باغ سے متصل ہے ایک مشترک دیوار بیچ میں ہے دیوار کے اس طرف اس کی کھجور کا درخت ہے اس درخت کی ایک شاخ دیوار کی اس جانب میرے باغ میں ہے حائط وہ باغ کہلاتا ہے جو دیواروں سے گھرا ہو عرب کے اکثر باغ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

لہ کیونکہ یہ شخص اس شاخ کی وجہ سے دیوار پر چڑھتا ہے اور اگر اس شاخ کے پھل میری طرف گر جاویں تو انھیں لینے کیلئے میرے باغ میں آتا ہے ان حرکتوں سے مجھے اور میرے بچوں کو تکلیف ہوتی ہے عرب میں باغ والے کا مکان بھی باغ میں ہوتا ہے جہاں اس کے بال بچے رہتے ہیں۔ اس پڑوسی کی اس آمدورفت سے اسے یقیناً دکھ پہونچتا تھا۔

لہ یعنی اس شاخ یا اس درخت کو ہمارے ہاتھ کچھ پیسوں کی عوض فروخت کردو تاکہ ہم وہ شاخ یا وہ درخت کٹوا دیں تاکہ اس شخص کی تکلیف دور ہو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کے ولی ہیں۔ اسلیئے فرمایا یعنی ہمارے ہاتھ فروخت کردو ؎

قَالَ لَا قَالَ فَهَبْ لِي قَالَ لَا قَالَ فَبِعْنِيهِ بِعَذْقٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاَيْتُ الَّذِي هُوَ اَبْخَلُ مِنْكَ اِلَّا الَّذِي يَبْخَلُ بِالسَّلَامِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ

وہ بولا نہیں[1] فرمایا تو مجھے ہبہ کردے[2] بولا نہیں فرمایا تو اسے میرے ہاتھ جنت کے درخت کی عوض بیچ دے[3] بولا نہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایسا شخص نہ دیکھا جو تجھ سے زیادہ بخیل ہو[4] سوا اس کے جو سلام میں بخل کرے[5] (احمد۔ بیہقی۔ شعب الایمان)

[1] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ نہ ماننے والا یا فاسق ہوگا یا کافر مگر حضور کے مشورے کا ماننا فرض نہیں نہ قبول کرنے کا حق ہے یہاں فرمانا مشورہ تھا حکم نہ تھا دوسرے یہ کہ حاکم بادشاہ بھی کسی کا مال بغیر اس کی مرضی کے فروخت نہیں کرسکتا بیع میں مالک کی رضا ضروری ہے حضور انور نے اس سے فرمایا فروخت کردے خود فروخت نہ فرمادیا رب فرماتا ہے الا ان یکون تجارۃ عن تراض منکم اور ایک سائل کا کمبل و پیالہ نیلام فرمادینا یہ حضور کی ولایت عامہ کی بنا پر تھا۔ جیسے مالک اپنے غلام کا مال یا باپ اپنے چھوٹے بچے کا مال فروخت کرسکتا ہے غرضکہ حضور کے دو عمل دو حیثیت سے ہے ابی اللحم کے ہاں حضور کی دعوت تھی ایک شخص کو ساتھ لے گئے تو مالک سے اجازت لی حضرت طلحہ کے ہاں سارے خندق والوں کو مہمان بنا کر لے گئے وہاں فتویٰ یہاں اپنی ملکیت کا اظہار صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] بغیر دنیاوی عوض کے دیدے یہ ہبہ درحقیقت اس باغ والے کے لیے ہوتا ھَبْ لِی فرمانا اس وجہ سے ہے جو ابھی عرض کی گئی۔ یا ھَبْ لِی کے معنے یہ ہیں کہ میری خاطر اس باغ والے کو ہبہ کردے تو یہ سفارش ہے نہ کہ حکم شرعی۔ (مرقات)

[3] معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مسلمان تھا مطلب یہ ہے کہ تو اسے سفارش سے بطور صدقہ دیدے میں تجھے اس کی عوض جنت کا باغ عطا کرتا ہوں۔ حضور جنت کے مالک ہیں وہاں کی کوئی چیز کسی کو کسی کی عوض دے سکتے ہیں۔

[4] شاید یہ شخص کوئی بدوی یعنی جنگلی شخص تھا جسے ان چیزوں کی قدر نہ تھی نہ آداب مجلس سے واقف تھا ورنہ جنت کی عوض درخت کی شاخ کا بک جانا اچھا سودا تھا[5] یعنی تجھ سے بڑھ کر بخیل وہ ہے جو مسلمان بھائی کو بلاوجہ سلام نہ کرے مفت کا ثواب کھودے یا وہ ہے جو مجھ پر سلام نہ بھیجے دوسری توجیہ زیادہ قوی ہے (مرقات) اس کی تائید اس حدیث سے ہے کہ بخیل وہ جو میرا ذکر سنے اور مجھ پر سلام نہ بھیجے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۞ بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اَتَانَا اَبُوْ مُوْسٰى قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَنْ اٰتِيَهُ فَاَتَيْتُ بَابَهُ فَسَلَّمْتُ ثَلٰثًا فَلَمْ يَرُدَّ

روایت ہے حضرت عبداللہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا سلام میں ابتداء کرنے والا تکبر سے دور ہے [1] (بیہقی شعب الایمان) اجازت لینے کا بیان [2] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ابوموسٰے آئے بولے کہ حضرت عمر نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں ان کے پاس آؤں تو میں انکے دروازے پر آیا میں نے تین بار سلام کیا [3]

[1] یعنی جو شخص مسلمانوں کو سلام کر لیا کرے وہ انشاءاللہ متکبر نہ ہوگا اس کے دل میں عجز و نیاز ہوگا یہ عمل مجرب ہے۔

[2] استیذان بنا ہے اذن سے اذن کے معنی علم بھی ہیں اور اباحت و اجازت بھی استیذان کے معنی ہیں اجازت داخلہ حاصل کرنا یا یہ علم حاصل کرنا کہ مجھے اس جگہ جانا درست ہے کسی کے گھر میں جاتے وقت اس سے اجازت مانگنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کہے السلام علیکم کیا میں آسکتا ہوں یہ سلام بھی استیذان کا ہے (اشعہ۔ مرقات۔ لمعات) وہ جو آتا ہے کہ السلام قبل الکلام وہاں سلام سے مراد سلام تحیتہ ہے جو ملاقات کے وقت ہوتا ہے یہ سلام استیذان ہے۔

[3] یعنی جب میں حضرت عمر کے دروازے پر آیا تو میں نے تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر تین بار کہا السلام علیکم یہ سلام استیذان ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ داخلہ کی اجازت مانگنے کے لیئے صرف سلام کرنا بھی کافی ہے اور یہ بھی کہ السلام علیکم کیا آجاؤں چونکہ حضرت عمر مکان میں تھے جو زنانہ تھا اس لیئے اجازت مانگنے کی ضرورت ہوئی اگر مردانہ میں ہوتے تو بلانا ہی کافی تھا۔ جسے بلایا جاوے اسکو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ آگے آوے گا ۞

عَلَیَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَاْتِيَنَا فَقُلْتُ اِنِّيْ اَتَيْتُ
فَسَلَّمْتُ عَلٰى بَابِكَ ثَلَاثًا فَلَمْ تَرُدُّوْا عَلَيَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ
لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلٰثًا
فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ
قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَذَهَبْتُ اِلٰى عُمَرَ فَشَهِدْتُ

انہوں نے جواب نہ دیا تو میں لوٹ گیا ۱؎ انہوں نے فرمایا کہ تم کو ہمارے پاس آنے سے کس نے روکا ۲؎ میں نے کہا کہ میں آیا تھا آپ کے دروازے پر تین بار سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا ۳؎ تو میں لوٹ گیا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے پھر اسے اجازت نہ دی جاوے لوٹ جاوے ۴؎ حضرت عمر نے فرمایا کہ اس پر گواہی قائم کرو ۵؎ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں ان سے ساتھ اٹھا اور حضرت عمر کی

۱؎ وہ دولت پیشا نہیں آج آنے والے اگر اجازت نہ پائیں تو دروازہ توڑ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اسلامی احکام سے خبردار نہیں۔

۲؎ یا تو میرے لوٹتے ہی مجھے خادم کے ذریعہ بلوا کر یہ کہا یا جب میں کسی اور موقعہ پر حاضر ہوا تب یہ فرمایا پہلے معنی زیادہ موزوں ہے۔

۳؎ یعنی گھر سے جواب سلام نہ ملا نہ آپ نے جواب دیا نہ آپ کے اہل خانہ میں سے کسی نے اسلئے میں واپس گیا۔

۴؎ گھر والا پہلے سلام پر تو پہچانے کون ہے دوسرے سلام پر غور کرے کہ اسے اجازت دوں یا نہ دوں تیسرے سلام پر اجازت دے یا نہ دے ان تین سلاموں میں یہ حکمت ہے۔

۵؎ اس گواہی مانگنے میں حکمت یہ تھی کہ لوگ حدیث بیان کرنے پر دلیر نہ ہو جاویں یا حدیثیں گھڑنے نہ لگیں نہ تو یہ وجہ تھی کہ ان صحابی پر آپ کو اعتماد نہ تھا نہ یہ کہ خبر واحد قبول نہیں کیونکہ دو شخصوں کی خبر بھی واحد ہی ہوتی ہے۔ حدِ تواتر سے کم کی خبر خبرِ واحد ہے (مرقات) مطلب یہ ہے کہ کوئی اور صحابی ایسا پیش کرو جس نے حضور انور سے یہ فرمان سنا ہو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ اِلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْنُكَ عَلَیَّ اَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ وَاَنْ تَسْتَمِعَ سِوَادِیْ حَتّٰی اَنْھَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

طرف گیا پھر میں نے گواہی دی لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے میرے پاس آنے کی اجازت یہ ہے کہ تم پردہ اٹھا دو اور یہ کہ میری بھنک سنو ۲ حتی کہ میں تم منع کر دوں ۳

۱ یعنی میں نے حضرت عمر کے پاس جا کر عرض کیا کہ میں نے بھی یہ فرمان عالی حضور انور سے سنا ہے تب آپ خاموش ہو گئے اسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا تھا کہ جو احادیث عہد فاروقی کے بعد شائع ہم انہیں قبول نہ کریں گے کیونکہ حضرت عمر کی سی احتیاط بعد میں نہ رہی خلافت حیدری میں روافض وخوارج کا ظہور ہوا۔ روافض نے حضرت علی کے فضائل میں خوارج نے آپ کے خلاف حدیثیں گھڑنا شروع کر دی تھیں۔ پھر محدثین نے جرح و تعدیل کر کے احادیث کو چھانٹا اسنادیں قائم کیں سندوں پر جرح وقدح کی کھرے کھوٹے کو الگ کر کے دکھا دیا رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

۲ یعنی تم بغیر آواز دیے دروازہ کا پردہ اٹھاؤ گھر میں آجاؤ اگرچہ میں کسی سے خفیہ بات کر رہا ہوں تم کو اجازت ہے کہ آجاؤ میری وہ بات سن لو یہ آپ کی نہایت اہم خصوصیت ہے کہ آستانہ عالیہ میں ایسے باریاب ہیں رضی اللہ عنہ۔ چونکہ آپ حضور انور کے خادم خاص تھے اور خصوصی خدام جنھیں بار بار گھر میں آنا جانا رہتا ہے انھیں ہر دفعہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کہ اس پابندی میں تکلیف ہوگی انھیں بھی اور گھر والوں کو بھی حضور کا یہ فرمان ان کے لیے دائمی اجازت ہو گیا۔ خیال رہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت ابن مسعود سے ازواج پاک پردہ نہیں کرتی تھیں کیونکہ مکان سے مردانہ مکان مراد ہے نہ کہ زنانہ یا یہ فرمان عالی پردہ فرض ہونے سے پہلے ہے (مرقات) سواد سین کے کسرہ سے خفیہ آواز یعنی بھنک۔

۳ یعنی اگر کسی وقت میں تم کو آتے ہوئے اشارۃً منع کر دوں تب نہ آنا وہ کوئی خاص صورت ہوگی گویا یہ عمومی اجازت ہے۔ وہ خصوصی ممانعت ہوگی۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلٰى اَبِيْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِيْ قَدَحٍ فَقَالَ اَبَا هُرَيْرَةَ اِلْحَقْ بِاَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ اِلَيَّ فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس قرض کے بارے میں آیا جو میرے باپ پر تھا۱ میں نے دروازہ بجایا فرمایا یہ کون ہے میں نے کہا کہ میں تو فرمایا کہ میں میں گویا حضور نے اسے ناپسند کیا۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوا تو آپ نے پیالہ میں دودھ پایا۳ فرمایا ابوھریرہ صفہ والوں کے پاس جاؤ انہیں میرے پاس بلا لاؤ میں ان کے پاس گیا انہیں بلایا تو وہ آ گئے انہوں نے اذن مانگا انہیں اذن دیا تو وہ اندر آ گئے۴ (بخاری)

۱ جناب عبداللہ یعنی حضرت جابر کے والد مقروض تھے اور غزوۂ احد میں شہید ہو گئے حضرت جابر اس کے متعلق دعا کرانے یا قرض خواہوں سے سفارش کیلئے حاضر بارگاہ ہوئے تھے یہ حدیث انشاءاللہ باب المعجزات میں آ رہے گی۔

۲ معلوم ہوا کہ آنے والا پوچھنے پر اپنا نام لے صرف میں نہ کہہ دے کہ میں سب ہیں اس سے گھر والے کو پہچان نہیں ہوتی کہ کون اجازت مانگ رہا ہے۔

۳ غالباً یہ واقعہ حضور کے اپنے گھر شریف کا ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت سعد ابن عبادہ کے گھر کا واقعہ ہے کہ حضور نے ان کے گھر یہ دودھ پایا تھا (مرقات)

۴ ان بزرگوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بلایا تھا مگر چونکہ وہ حضرات دیر سے آئے تھے اسلئے داخلہ کی اجازت مانگی ورنہ اگر بلانے والے کے ساتھ فوراً آجاوے اور بلانے والا زنانہ خانہ میں نہ ہو تو داخلہ کی اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں یا یہ اجازت لینا استحباباً تھا نہ کہ وجوباً لہذا یہ حدیث آئندہ حدیث کے خلاف نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ کَلْدَۃَ بْنِ حَنْبَلٍ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَیَّۃَ بَعَثَ بِلَبَنٍ اَوْجَدَایَۃٍ وَضَغَابِیْسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَعْلَی الْوَادِیْ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَیْہِ وَلَمْ اُسَلِّمْ وَلَمْ اَسْتَاْذِنْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْجِعْ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَاَدْخُلُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ؎

دوسری فصل روایت ہے کلدہ ابن حنبل سے کہ صفوان ابن امیہ نے [1] دودھ یا ہرنی کا بچہ اور ککڑیاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں [2] اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اعلےٰ حصہ میں تھے [3] فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو نہ میں سلام کیا نہ اجازت لی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ جاؤ پھر کہو سلام علیکم پھر اندر آؤ [4] (ترمذی۔ ابوداؤد)

[1] کلدہ ابن امیہ ماں شریکے بھائی ہیں صفوان ابن امیہ کے صفوان قرشی ہیں فتح مکہ کے بعد اسلام لائے مؤلفۃ القلوب سے ہیں ان کا باپ امیہ ابن خلف بدر کے دن دوسرے مشرکین کے ساتھ مارا گیا یہ مکہ معظمہ میں فوت ہوئے وہاں ہی دفن ہوئے صفوان بڑے فصیح خطیب تھے (مرقات)

[2] جدایہ ہرنی کے شش ماہیہ بچے کو کہتے ہیں اور جدی بکری کے شش ماہیہ بچے کو کہا جاتا ہے ضغابیس جمع ہے ضغبوس کی یعنی چھوٹی ککڑی جسے پنجابی میں گلہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گلے بہت پسند تھے۔

[3] مکہ معظمہ کے اونچے محلوں کو معلّی کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ کے بیرونی بلند حصوں کو عوالی کہتے ہیں، واشعہ نے فرمایا کہ حضور انور مکہ معظمہ کے اعلیٰ حصہ میں تھے مرقات نے کہا کہ مدینہ منورہ میں یہ واقعہ ہوا حضور وہاں تشریف فرما تھے۔

[4] یہ عمل اس لئے فرمایا تاکہ انھیں یاد رہے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کریں جو شخص ہمارے گھر میں بغیر سلام آئے اسے پھر باہر بھیجو اور کہو کہ دوبارہ سلام کرکے آؤ ان شاء اللہ ایک دفعہ کے عمل سے اسے سلام کی عادت پڑ جاوے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ فَجَآءَ مَعَ الرَّسُوْلِ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَهٗ اِذْنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ قَالَ رَسُوْلُ الرَّجُلِ اِلَی الرَّجُلِ اِذْنُهٗ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی بَابَ قَوْمٍ لَمْ یَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَآءِ وَجْهِهٖ وَلٰکِنْ مِنْ رُکْنِهِ الْاَیْمَنِ اَوِ الْاَیْسَرِ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَذٰلِكَ اَنَّ الدُّوْرَ لَمْ یَکُنْ یَوْمَئِذٍ عَلَیْهَا

روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بلایا جاوے تو وہ قاصد کے ساتھ آئے تو یہ ہی اس کی اجازت ہے[1] (ابوداؤد) ان کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آدمی کا قاصد آدمی کی طرف اس کی اجازت ہے[2] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازے پر آتے تو منہ کے طرف سے دروازے کے سامنے نہ ہوتے لیکن اس کے داہنے یا بائیں رہتے[3] پھر فرماتے السلام علیکم السلام علیکم اس لئے تھا کہ اس زمانہ میں گھروں پر پردے نہ تھے[4]

[1] یہ جب ہے جبکہ وہ شخص جلد آجاوے اور بلانے والا زنان خانہ میں نہ ہو لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں ہو۔ ایسے شخص کا اجازت لینا ثابت ہے [2] اس میں وہ قید لیں جو ابھی ذکر کی گئیں یعنی جو بلانے والے قاصد کے ساتھ آئے اسے داخلہ کی اجازت لینا ضروری نہیں قاصد ہی اس کی اجازت ہے [3] سامنے اس لیے نہ کھڑے ہوتے تاکہ پردہ کے سوراخوں کواڑ کے جھروں سے اندرونی حصہ نظر نہ آوے اور گھر والوں کی بے پردگی نہ ہو۔

[4] یعنی کواڑوں کے پردے نہ تھے صرف ٹاٹ پڑے رہتے تھے۔ اب جبکہ دروازوں پر کواڑ وغیرہ ہیں۔ تب بھی بالکل دروازے کے سامنے نہ کھڑا ہونا کہ کواڑوں کی جھری سے یا پردہ ہٹ جانے سے گھر والوں کی بے پردگی نہ ہو۔

سُنَّةٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ فِيْ بَابِ الضِّيَافَةِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَسْتَاذِنُ عَلٰى اُمِّيْ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ مَعَهَا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَاذِنْ عَلَيْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ خَادِمُهَا فَقَالَ

(ابوداؤد) اور حضرت انس کی حدیث کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا السلام علیکم دعوت کے باب میں ذکر کر دی گئی [1] تیسری فصل روایت ہے عطاء ابن یسار سے [2] کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا بولا کیا میں اپنی ماں سے داخلہ کی اجازت لوں [3] فرمایا ہاں وہ بولا کہ میں گھر میں اس کے ساتھ رہتا ہوں [4] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے داخلہ کی اجازت لو تو وہ شخص بولا کہ میں تو اس کا خدمتگار ہوں [5] تو

[1] یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے دعوت کے باب میں نقل کر دی۔

[2] آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ حضرت میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ جلیل القدر تابعی ہیں (اشعہ)

[3] یعنی اگر ایک گھر میں صرف میری ماں حقیقی یا سوتیلی یا دودھ کی یا اور کوئی محرم ہو جس سے نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہے ماں سے مراد باقی تمام ذی رحم محرم ہیں۔ مرقات، تو میں بغیر اجازت گھر میں چلا جاؤں یا ان سے بھی داخلہ کی اجازت لوں۔

[4] یعنی اگر میں اپنی ماں سے علیحدہ نہ رہتا ہوں بلکہ ایک گھر میں ساتھ ہی رہتا ہوں کہیں باہر گیا پھر آیا تو کیا پھر اجازت لوں۔

[5] اس خدمت گزاری کی وجہ سے بار بار مجھے جانا آنا پڑتا ہے ہر بار اجازت لینے میں حرج ہوگا۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً قَالَ لَا قَالَ فَاسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا ۞ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ لِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ فَكُنْتُ اِذَا دَخَلْتُ بِاللَّيْلِ تَنَحْنَحَ لِيْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَاْذَنُوْا لِمَنْ لَمْ يَبْدَاْ بِالسَّلَامِ رَوَاهُ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجازت داخلہ لو [۱] کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اسے ننگا دیکھو وہ بولا نہیں تو فرمایا کہ اس سے داخلہ کی اجازت لو [۲] (مالک ارسالاً) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میری حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک حاضری رات میں ہوتی تھی [۳] ایک حاضری دن میں تو میں جب رات میں حاضر ہوتا تو آپ میری خاطر کھنکار دیتے [۴] (نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سلام سے ابتداء نہ کرے اسے اجازت نہ دو [۵]

[۱] اس اجازت میں یہ آسانی ہے کہ صرف کھانس دینا پاؤں کی آہٹ کر دینا کنڈی بجا دینا کھنکار دینا کافی ہوگا باقاعدہ سلام کرکے اجازت لینا ضروری نہ ہوگا (مرقات) کسی طرح اپنی آمد کی اطلاع کافی ہوگی۔

[۲] سبحان اللہ کیسی پیاری وجہ بیان ہوئی کہ چونکہ ماں کا ستر دیکھنا حرام ہے اور بے اجازت داخل ہونے میں اس کا اندیشہ ہے لہذا اطلاع کرکے آنا چاہیے ہاں اگر گھر میں صرف بیوی ہو تو اطلاع کی ضرورت نہیں کہ بیوی سے حجاب نہیں۔

[۳] یعنی میں روزانہ کم از کم ایک بار دن میں حاضر ہوتا تھا اور ایک بار رات میں کبھی زیادہ بار بھی حاضری دیتا تھا یہ حاضریاں زیادہ قرب منزلت کی بنا پر تھیں [۴] یہ کھنکارنا اجازت کیلئے ہوتا تھا کہ آجاؤ اجازت ہے۔

[۵] اس سلام سے مراد یا سلام اجازت ہے یا سلام ملاقات یعنی جو شخص بغیر سلام اجازت داخلہ مانگے یا جو شخص جب گھر میں آئے تو سلام نہ کرے بات شروع کردے تو اسے آنے یا بیٹھنے کی اجازت نہ دو واپس کردو پھر بلاؤ تاکہ وہ اب سلام کرکے آئے یا جو کوئی تمہاری دعوت میں بغیر سلام آجاوے تو اسے کھانا نہ دو لوٹا کر سلام کے ساتھ بلاؤ۔

البَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۔ بَابُ الْمُصَافَحَةِ وَالْمُعَانَقَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(بیہقی ۔ شعب الایمان) مصافحہ کرنے گلے لگنے کا باب [1]

پہلی فصل روایت ہے ۔ حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس سے کہا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں مصافحہ مروج ہے

۲ سپچر کھلاؤ (مرقات)

[1] مصافحہ بنا ہے صفح سے بمعنی کشادگی و چوڑائی اس سے دروازے کے تختوں کو صفائح الباب کہتے ہیں اور تلوار کی چوڑائی کو صفح السیف کہتے ہیں مصافحہ کے معنی ہیں ہاتھ کی چوڑائی یعنی ہتھیلی کو دوسرے کی ہتھیلی سے ملانا معانقہ بنا ہے عنق سے بمعنی گردن اور گلا معانقہ کے معنی ہیں کسی کو گلے لگانا مصافحہ معانقہ کے متعلق چند مسائل یاد رکھو ۔ عـ۱ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے چاہیئے صرف ایک ہاتھ سے نہ کرے عـ۲ مصافحہ کرتے وقت ہاتھوں کو ہلانا چاہیئے ۔ عـ۳ نماز جمعہ یا نماز فجر کے بعد مصافحہ کرنا اگرچہ سنت نہیں مگر درست ہے بلکہ اس کی اصل سنت سے ثابت ہے عـ۴ اجنبی جوان عورت سے مرد کو مصافحہ کرنا حرام ہے عـ۵ اپنی محرم یا بہت بوڑھی عورت سے مصافحہ جائز ہے ۔ حضرت ابوبکر صدیق اپنے زمانہ خلافت میں اپنی دودھ کی ماں سے مصافحہ کرتے تھے ۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر مکہ معظمہ میں ایک بوڑھی عورت کی اپنی ہاتھ سے خدمت کرتے تھے عـ۶ خوبصورت امرد لڑکے سے مصافحہ کرنا جائز نہیں عـ۷ علماء مشائخ کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے حضرات صحابہ نے حضور کے پاؤں چومے ہیں ۔ عـ۸ جو شخص اپنے کو لوگوں سے چموائے اور چومنے کیلئے کہے اشارۃً یا صراحۃً اس کے ہاتھ چومنا منع ہے عـ۹ مصافحہ کرکے اپنے ہاتھ چومنا منع ہے عـ۱۰ بچوں کو چومنا جائز ہے عـ۱۱ ننگے بدن معانقہ کرنا حرام ہے ۔ ہاں کپڑے پہنے ہوئے معانقہ کرنا جائز ہے مگر مرد مرد سے معانقہ کریں ۔ عورتیں عورتوں سے ۔ مرد عورت سے اور امرد لڑکوں سے معانقہ نہ کریں عـ۱۲ اپنی اولاد کا سر چومنا جائز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ زہرا کو چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں ان کے جسم سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں ۔ یہ تمام مسائل اشعۃ اللمعات میں ہیں عـ۱۳ کسی کو سجدہ کرنا اس کے آگے کی زمین چومنا حرام ہے یوں ہی سلام میں تا حد رکوع جھکنا حرام ہے ۔

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ؛ وَعَنْ اَبِیْ
هُرَیْرَةَ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
الْحَسَنَ ابْنَ عَلِیٍّ وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ [ابْنُ حَابِسٍ] فَقَالَ
الْاَقْرَعُ اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ
اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ
قَالَ مَنْ لَّا یَرْحَمُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ [وَسَنَذْكُرُهُ] ؛

تھا فرمایا ہاں ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن ابن علی کو چوما ۲؎ اور آپ کے پاس اقرع ابن حابس تھے ۳؎ وہ بولے کہ میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو نہ چوما ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا پھر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا ۵؎ (مسلم بخاری) ہم

۱؎ یعنی بوقت ملاقات مصافحہ کرنا سنت صحابہ ہے بلکہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم

۲؎ ان کے رخسار چومے یا سر یا دونوں تیسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔

۳؎ اقرع ابن حابس فتح مکہ کے سال بعد فتح بنی تمیم کے وفد میں حضور انور کی خدمت میں آئے اپنی قوم میں بہت باعزت تھے۔

۴؎ یعنی میں نے ساری عمر اپنے کسی بچہ کو نہ چوما آپ بچوں کو کیوں بوسہ دیتے ہیں خیال رہے کہ بوسہ پانچ قسم کے ہیں بوسہ مودت جیسے ماں باپ کے ہاتھ پاؤں چومنا۔ بوسۂ رحمت جیسے اپنے بچوں کو چومنا بوسۂ شہوت جیسے اپنی بیوی کو چومنا بوسہ تحیۃ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو چومنا بوسۂ عبادت جیسے سنگ اسود یا قرآن مجید کو چومنا (از اشعہ مع زیادہ) حضور کا یہ بوسہ بوسۂ رحمت تھا۔

۵؎ یعنی بچوں کو چومنا بوسۂ رحمت ہے جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اپنے ننھے بچوں کو کبھی کبھی چومنا واجب ہے۔ (مرقات)

حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَثَمَّ لُكَعٌ فِيْ بَابِ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَذُكِرَ حَدِيْثُ اُمِّ هَانِيٍ فِيْ بَابِ الْاَمَانِ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ الْمُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَحَمِدَا اللّٰهَ

جناب ابوہریرہ کی حدیث اثم الکع مناقب اہل بیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ۔ اور ام ہانی کی حدیث باب الامان میں ذکر کردی گئی [1] دوسری فصل روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی دو مسلمان نہیں جو آپس میں ملیں پھر مصافحہ کریں مگر ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں بخش دیئے جاتے ہیں [2] (احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا جب دو مسلمان ملیں تو مصافحہ کریں اللہ تعالٰی کی حمد کریں

[1] یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں اسی جگہ تھیں ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان بابوں میں ذکر کیا۔ خیال رہے کہ حدیث من لایرحم لایرحم۔ یعنی جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اسے مسلم۔ بخاری۔ احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ طبرانی نے مختلف راویوں سے نقل کیا۔

[2] مصافحہ سے گناہ صغیرہ جو ہاتھ سے کیئے گئے معاف ہوجاتے ہیں گناہ کبیرہ اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ ابوالشیخ نے بروایت حضرت عمر مرفوعًا حدیث نقل کی۔ فرمایا نبی صلے اللہ وسلم نے کہ دو مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالٰی کی سو رحمتیں اترتی ہیں نوے رحمتیں مصافحہ کی ابتداء کرنیوالے پر اور دس رحمتیں دوسرے پر (مرقات)

وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ
اَلرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى اَخَاهُ اَوْ صَدِيْقَهٗ اَيَنْحَنِىْ لَهٗ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَلْتَزِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ
قَالَ لَا قَالَ اَفَيَاْخُذُ بِيَدِهٖ وَيُصَافِحُهٗ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ

اور اس سے معافی چاہیں تو ان کی بخشش کر دی جاتی ہے [1] روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا اپنے دوست سے ملے تو کیا اس کے آگے جھکے فرمایا نہیں [2] کہا کیا اس سے لپٹ جاوے اور اسے چومے فرمایا نہیں [3] عرض کیا کہ کیا اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے فرمایا ہاں [4] (ترمذی)

[1] یعنی مصافحہ کرتے وقت دونوں صاحب پہلے تو اللہ کی حمد اس کا شکر کریں کہ اس نے ان اسلام کی برکت سے بھائی بھائی بنادیا پھر ہر شخص دونوں کیلئے دعا مغفرت کرے کہ کہے۔ یغفر اللہ لنا ولکم بعض لوگ اس وقت درود شریف پڑھتے ہیں یہ بھی اچھا ہے کہ حضور کی سنت ادا کرتے وقت حضور پر درود شریف پڑھیں جن کے صدقہ میں یہ سنت ملی۔

[2] کیونکہ جھکنا رکوع ہے اور غیر خدا کو جیسے سجدہ کرنا حرام ہے ایسے ہی رکوع کرنا بھی حرام ہے خیال رہے کہ جھکنا جب ممنوع ہے جبکہ تعظیم کے لیئے ہو اگر جھکنا کسی اور کام کے لیئے ہو اور وہ کام تعظیم کیلئے ہو تو جائز جیسے کسی کے جوتے سیدھے کرنے یا اس کا ہاتھ یا پاؤں چومنے کے لیئے جھکنا ممنوع نہیں کہ یہ جھکنا اور کاموں کے لیئے ہے۔

[3] لپٹنے اور چومنے کی ممانعت کی چند وجہیں ہوسکتی ہیں ہر ایک سے معانقہ کرنا ہر ایک کے ہاتھ پاؤں چومنا منع ہے۔ خاص بزرگوں کی دست و پابوسی اور خاص پیاروں کو گلے لگانا جائز ہے یا دنیاداروں مالداروں سے خوشامد کے لیئے لپٹنا ان کے ہاتھ پاؤں چومنا درست ہے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں معانقہ اور دست و پابوسی کا ثبوت ہے حضور نے بعض صحابہ سے معانقہ کیا ہے اور صحابہ نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے ہیں۔ (مرقات۔ لمعات۔ اشعہ)۔

[4] یعنی مصافحہ کرنا ہر مسلمان سے سنت ہے بوقت ملاقات مصافحہ کرے
بوقت وداع نہ کرے کہ وداع کے وقت
مصافحہ کرنے سے محبت گھٹتی
ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ اَنْ يَضَعَ اَحَدُكُمْ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْ عَلٰى يَدِهٖ فَيَسْاَلُهٗ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ وَضَعَّفَهٗ ◆ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَيْتِىْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار کی پوری مزاج پرسی یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر یا اس ہاتھ پر رکھے پھر اس سے پوچھے کہ وہ کیسا ہے [۱] اور تمہارے آپس کی پوری تحیت مصافحہ ہے [۲] (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے اسے ضیف کہا۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ زید ابن حارثہ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے [۳] وہ حضور کے پاس آئے تو دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ صلے اللہ

[۱] یعنی جب کوئی شخص کسی بیمار کی مزاج پرسی کرنے جاوے۔ تو اپنا ہاتھ اس کے سر یا ہاتھ پر رکھے پھر زبان سے یہ کہے اس سے بیمار کو تسلی ہوتی ہے۔ مگر بہت دیر تک ہاتھ نہ رکھے رہے یہ ہاتھ رکھنا اظہار محبت کے لیئے ہے۔

[۲] بوقت ملاقات صرف سلام کرنا ادنی درجہ ہے اور معانقہ کرنا انتہائی حالت ہے۔ ہر وقت معانقہ تکلیف کا باعث ہے درمیانی حالت یہ ہے کہ بوقت ملاقات سلام بھی کرے مصافحہ بھی اور درمیانی حالت ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔

[۳] کسی سفر سے آئے یا کسی جہاد سے۔ عرصہ تک غائب رہنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اس دن حضور کی باری میرے گھر تھی یہ واقعہ میرے گھر میں درپیش ہوا جسے میں نے اپنی آنکھوں دیکھا ◆

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُهٗ عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَعَنْ اَيُّوْبَ بْنِ بُشَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ اَنَّهٗ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ ذَرٍّ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُ قَالَ مَا لَقِيْتُهٗ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِيْ وَبَعَثَ اِلَيَّ ذَاتَ

علیہ وسلم ان کی طرف برہنہ چلے اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے [1] بخدا میں نے آپ کو برہنہ دیکھا نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد [2] تو حضور نے انہیں گلے لگایا انہیں چوما (ترمذی) روایت ہے ایوب ابن بشیر سے وہ عنزہ کے ایک شخص سے راوی [3] فرماتے ہیں کہ میں نے ابوذر سے کہا کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب تم ان سے ملتے تو تم سے مصافحہ کرتے تھے [4] فرمایا کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں ایسے ملا ہوں اور مجھ سے مصافحہ نہ کیا [5] حضور نے مجھے

[1] یعنی حضور انور نے چادر اوڑھنے یا قمیض پہننے کا توقف نہ کیا بلکہ قمیض پہنتے ہوئے یا چادر اوڑھتے ہوئے ہی ان کی طرف بڑھے برہنہ کے یہی معنی ہیں یعنی بے چادر یا بغیر قمیض ورنہ حضور انور کا ستر کسی بیوی صاحبہ نے بھی کبھی نہ دیکھا (مرقات واشعہ) [2] معلوم ہوتا ہے حضور انور دولتخانہ میں بھی بغیر قمیض کبھی کسی کے سامنے نہ ہوتے۔ اس شرم وحیا پر قربان یا یہ مطلب ہے کہ میں نے اس طرح بغیر قمیض کسی سے ملتے نہ دیکھا۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [3] اس میں حضرت زید ابن حارثہ کی انتہائی محبوبیت کا اظہار ہے آپ کو حضور نے اپنا بیٹا بنایا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی میں کسی سے گلے ملنا سنت ہے لہذا عید کے معانقہ کو حرام نہیں کہا جاسکتا [4] ایوب ابن بشیر تبع تابعین ہیں اور قبیلہ عنزہ کے وہ صاحب جن کا نام نہ لیا وہ تابعی ہیں خبر نہیں وہ عادل ثقہ ہیں یا نہیں [5] یعنی جب تم حضور انور سے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھاتے تھے تو کیا حضور تم سے مصافحہ کر لیتے تھے یہ بعید ہے کہ حضور انور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائیں اور صحابی مصافحہ کریں۔ (مرقات) [6] یہاں بھی وہی مطلب ہے کہ جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا تو میں مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھاتا تھا۔ حضور مجھ سے مصافحہ فرمالیتے تھے۔

يَوْمٍ وَلَمْ أَكُنْ فِي أَهْلِي فَلَمَّا جِئْتُ أُخْبِرْتُ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرٍ فَالْتَزَمَنِي فَكَانَتْ تِلْكَ أَجْوَدَ وَأَجْوَدَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عِكْرِمَةَ ابْنِ أَبِي جَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جِئْتُهُ

ایک دن بلایا میں اپنے گھر میں نہ تھا پھر جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی تو میں حضور کے پاس آیا آپ ایک تخت پر تھے مجھے لپٹا لیا تو یہ بہت اچھا بہت اچھا ہوا ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عکرمہ ابن ابوجہل سے ۲؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس دن میں آپ کے پاس آیا

۱؎ آج کوئی خاص وقت تھا دریائے کرم جوش میں تھا مجھ سے بجائے مصافحہ کے معانقہ فرمایا معانقہ مصافحہ سے اس لیئے بہتر ہوا کہ مصافحہ میں صرف ہاتھ ملتے ہیں اور معانقہ میں گلا سینہ وغیرہ سب ہی مل گئے فیضان جو معانقہ میں ہوا وہ مصافحہ کے فیضان سے زیادہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ صرف سفر سے آنے پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ حالت میں بھی ہوسکتا ہے (اشعہ)

۲؎ ابوجہل کا نام عمرو ابن ہشام قرشی مخزومی ہے لوگ اسے ابوالحکم کہتے تھے حضور نے اس کا نام ابوجہل رکھا یعنی جہالت والا یہ اس امت کا فرعون ہے اس کا فرزند عکرمہ بھی حضور کے سخت تر دشمن تھے فتح مکہ کے دن یہ یمن بھاگ گئے ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث اوّلاً حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ایمان لائیں پھر اپنے خاوند کے لیئے امن لیکر یمن سے حضور اقدس کی خدمت میں لائیں جب مکہ آئے تو حضور انور ان کے لیئے کھڑے ہوگئے انھیں گلے لگایا اور یہ فرمایا خیال رہے کہ انھیں مہاجر کہنا اس معنی میں سے ہے کہ کفر یا دار کفر سے اسلام یا دار اسلام کی طرف انھوں نے ہجرت کی عکرمہ کا ایمان ۸ھ ہجری میں ہوا اور آپ جنگ یرموک میں شہید ہوئے یعنی خلافت فاروقی میں حضور نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا تھا کہ میں نے ابوجہل کی ایک شاخ جنت میں دیکھی ہے جب عکرمہ ایمان لائے تو فرمایا اے ام سلمہ یہ ہے ابوجہل کی جنتی شاخ آپ کا ایمان نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ہوا آپ جب قرآن مجید کھولتے تو کہتے اے میرے رب کے فرمان عالی شان یہ کہہ کر اکثر بیہوش ہوجاتے تھے (مرقات) اشعۃ اللمعات کے حاشیہ میں ہے کہ آپ یمن جانے کیلئے جدہ پہنچ گئے تھے کشتی میں سوار ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی پہنچ گئی اور آپ کو اپنے دوپٹہ سے اشارہ کیا آپ کشتی سے اتر آئے آپ کو حضور کی امان نامہ کی خبر دی وہ بولے کہ مو

مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؁ وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيْهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَاصِرَتِهٖ بِعُوْدٍ فَقَالَ اَصْبِرْنِيْ قَالَ اصْطَبِرْ قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ قَمِيْصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيْصٌ

خوش آمدید مہاجر سوار (ترمذی) روایت ہے حضرت اسید ابن حضیر سے جو انصاری آدمی ہیں ؎۲ فرمایا جبکہ وہ قوم سے بات چیت کر رہے تھے ان کی طبیعت میں مذاق تھا ؎۳ جبکہ وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں چھڑی چبھوئی ؎۴ وہ بولے مجھے قصاص دیجئے حضور نے فرمایا قصاص لے لو عرض کیا کہ آپ پر قمیض ہے اور مجھ پر نہیں

میں امان کے لائق ہی نہیں ہوں میں بڑا مجرم ہوں وہ بولیں کہ حضور کی رحمت تمہارے قصوروں سے زیادہ ہے اس پر وہ آئے اور یہ واقعہ پیش آیا (حاشیہ اشعہ)

؎۱ حضور انور نے انہیں گلے لگا کر یہ فرمایا یعنی تم اب دار الکفر سے دار السلام کی طرف آئے عکرمہ یہ کرم کریمانہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

؎۲ آپ مشہور صحابی ہیں بیعۃ عقبہ اور جنگ بدر میں حاضر ہوئے ۲۰ھ بیس ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے (مرقات)

؎۳ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود اسید ابن حضیر کا مگر صحیح تو یہ ہے یہ واقعہ ایک اور انصاری کا ہے جن کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے۔ ان رجلا من الانصار بینما یحدث۔ (مرقات)

؎۴ یہ چھڑی چبھونا بھی خوش طبعی کے طور پر ہوا معلوم ہوا کہ کبھی کبھی جائز خوش طبعی کرنا اور سننا اس میں شرکت کرنا جائز ہے (اشعہ)

فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيْصِهٖ فَاحْتَضَنَهٗ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُّ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ❁ وَعَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقّٰى جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَهٗ وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا وَفِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنِ

تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اٹھا دی [1] وہ حضور کو لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف چومنے لگے پھر بولے یا رسول اللہ میں نے یہ چاہا تھا [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت شعبی سے [3] کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جناب جعفر ابن ابی طالب سے ملے تو حضور نے انہیں لپٹا لیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا [4] (ابوداؤد) بیہقی۔ شعب الایمان ارسالًا) اور مصابیح کے بعض نسخوں اور شرح سنہ میں

[1] خیال رہے کہ بیٹا باپ سے شاگرد استاد سے امتی نبی سے۔ غلام مولیٰ سے اپنا قصاص نہیں مانگ سکتا ان کے درمیان قصاص ہے دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بے قصور ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر انھیں کھینچا مگر قصاص کا حکم نہ ہوا حضور انور کا یہ عمل تعلیم امت کیلئے ہے کہ قصاص دینے میں شرم نہ کریں۔
[2] سبحان اللہ انھوں نے یہ قرب حاصل کرنے کے لیئے کیسا لطیف بہانہ کیا ورنہ کہاں یہ صحابی اور کہاں حضور انور سے قصاص۔
[3] آپ کا نام عامر ابن شرحبیل ہے کوفی ہیں خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کی بیاسی سال عمر پائی ۱۰۴ھ ایک سو چار میں وفات پائی۔
[4] یہ واقعہ جب کا ہے جب حضرت جعفر حبشہ سے ہجرت کرکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے (اشعہ) ❁

الْبَيَاضِيِّ مُتَّصِلًا ❁ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي قِصَّةِ رُجُوعِهِ مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ فَتَلَقَّانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِي ثُمَّ قَالَ مَا أَدْرِي أَنَا بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَفْرَحُ أَمْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ وَوَافَقَ ذٰلِكَ فَتْحَ خَيْبَرَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ❁ وَعَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا

بیاضی سے بطور اتصال روایت ہے [1] روایت ہے حضرت جعفر ابن ابی طالب سے [2] زمین حبشہ سے لوٹنے کے قصہ میں فرماتے ہیں کہ ہم چلے حتی کہ ہم مدینہ پہنچے تو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ملے حضور نے مجھے گلے لگا لیا۔ پھر فرمایا میں نہیں جانتا کہ میں خیبر کی فتح سے زیادہ خوش ہوا یا جعفر کے آنے سے اور اتفاقًا یہ آمد فتح خیبر کے دن ہوئی تھی [2] (شرح السنہ) روایت ہے حضرت زارع سے [3] اور وہ عبد القیس کے وفد میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم

[1] بیاضی کا نام عبد اللہ ابن جابر ہے بیاضہ قبیلہ کے ہیں بیاضہ ایک قبیلہ ہے جو بیاضہ ابن عامر ابن زریق کی اولاد سے ہے چونکہ شعبی تابعی تھے اس لیئے ان کی روایت ارسالًا تھی وہاں صحابی کا ذکر رہ گیا اور بیاضی صحابی ہیں اسلیئے یہ اسناد متصل ہے کہ صحابی حضور سے روایت کر رہے ہیں۔

[2] حضرت جعفر ابن ابی طالب یعنی حضرت علی شیر خدا کے بھائی جب حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر میں ہی ملاقات ہوگئی اس دن فتح خیبر ہوئی تھی۔ حضور انور نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو خیبر کی غنیمت سے حصہ بھی دیا اور ان کو چوم کر یہ فرمایا کہ آج مجھے اللہ نے دو خوشیاں دکھائی ہیں ایک فتح خیبر دوسری تمہاری یہ دونوں خوشیاں ایسی عظیم الشان ہیں کہ ان میں سے کسی کو دوسری پر ترجیح دینا مشکل ہے۔ [3] آپ ذارع ابن عامر ابن عبد القیس ہیں عبد القیس قبیلہ کے وفد میں آپ بھی حاضر بارگاہ ہوئے تھے ایمان لائے صحابی بنے آخر میں بصرہ میں قیام رہا۔ (مرقات) ❁

الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا ؏

مدینہ آئے تو ہم اپنی سواریوں سے جلدی آنے لگے [1] تو ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے [2] (ابو داؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں

[1] یعنی جب مدینہ منورہ پہونچے تو شوق و محبت میں بے خود ہو گئے۔ اپنی سواریوں سے جلد جلد اتر کر حضور انور کی طرف دوڑنے لگے زیارت کیلئے آج بھی حجاج جب مدینہ منورہ پہونچتے ہیں تو انھیں سامان رکھنا مشکل پڑجاتا ہے یہ تڑپ وہ جانے جس کے دل سے لگی ہو اسی وفد میں ایک صاحب تھے جن کا نام تھا وشبح یہ سردار قافلہ تھے یہ اپنی سواری سے اترے غسل کیا سفید عمدہ لباس پہنا پھر مسجد شریف میں آکر دو رکعت نفل ادا کی۔ پھر نہایت ادب و انکسار خشوع و خضوع سے بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے حضور انور ان کے اس ادب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری دو خصلتیں اللہ کو بڑی پیاری ہیں ایک حلم دوسرے وقار (اشعہ)

[2] اس سے معلوم ہوا۔ کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں دونوں چومنا جائز۔ بلکہ مستحب ہے خواہ پاؤں پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو چومے خواہ پاؤں پر منہ رکھ کر چومے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ کیونکہ مصافحہ کرکے اپنا ہاتھ چومنا منع ہے۔ بزرگوں کے ہاتھ اپنے منہ سے چومے ایسے ہی ان کے پاؤں اپنے منہ سے چومے آنکھیں ان کے قدموں سے ملے مبارک ہیں۔ وہ ہونٹ اور آنکھیں جو حضور کے قدم شریف سے لگ جاویں۔ شعر

اشارہ آپ کا پاتے ہم آتے اپنی آنکھوں سے ؏ تمہارے آستانہ کو لگاتے اپنی آنکھوں سے
تم آتے خواب میں ہم پتلیاں قدموں سے مل لیتے ؏ ہم اپنی سوئی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھوں سے

پابوسی کو سجدہ سمجھنا جہالت ہے سجدہ میں ہی سات اعضاء زمین پر لگنا اور سجدہ کی نیت ہونا ضروری ہے۔ قدم بوسی میں یہ کچھ نہیں ہوتا ؏

كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا وَفِي رِوَايَةٍ حَدِيثًا وَكَلَامًا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهٖ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا رَوَاهُ

دیکھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہیئت، عادت، صورت میں لہ ایک روایت میں ہے اور بات و گفتگو میں پورا پورا مشابہ ہو بمقابلہ جناب فاطمہ کے آپ جب حضور کی خدمت میں آتیں تو حضور ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے انہیں چومتے انہیں اپنی مجلس میں بٹھاتے تھے لہ اور جب حضور ان کے پاس تشریف لاتے تو ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں حضور کا ہاتھ پکڑتیں اسے بوسہ دیتیں اور آپ کو

لہ سمت کے معنی ہیں ہیئات یعنی رفتار گفتار، کردار اور چال ڈھال۔ ہدی بمعنی عادت دل لام کے شد سے بمعنی صورت یعنی حضرت خاتون جنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی چلتی پھرتی بولتی تصویر تھیں بلکہ تصویر صرف شکل دکھاتی ہے آپ سرکار تو سیرت و خصلت میں بھی حضور کا نمونہ تھی قدرت نے ایک سانچہ میں یہ دو صورتیں ڈھالی تھیں ایک ہمارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حضرت فاطمہ زہرہ کی ہم نے عرض کیا ہے شعر

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا		کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا
نبی کی لاڈلی بانو ولی کی ماں شہیدوں کی		یہاں جلوہ نبوت کا ولایت کا شہادت کا

سلہ حضرت فاطمہ زہرا کیلئے حضور کا کھڑا ہونا تعظیم کا نہ تھا کہ تعظیم اپنے سے بڑے کی ہوتی ہے بلکہ خوشی کا قیام تھا ایسے ہی یہ بوسہ محبت و پیار کا تھا۔ ساری اولاد میں حضور کو جناب فاطمہ زہرا بہت پیاری تھیں کہ سب سے چھوٹی تھیں اور آپ کی والدہ جناب خدیجہ آپ کے لڑکپن میں وفات پاگئی تھیں تو آپ حضور کی گود میں حضور کی آغوش میں پلیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ﴿ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا عَائِشَةُ اِبْنَتُهٗ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَهَا حُمّٰى فَاَتَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَا بُنَيَّةِ وَقَبَّلَ خَدَّهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ﴿ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اپنی جگہ بٹھا لیتیں[۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں اولین آمد کے موقعہ پر حضرت ابوبکر کے ساتھ گیا[۲] تو آپ کی دختر جناب عائشہ لیٹی ہوئی تھیں انہیں بخار آگیا تھا[۳] تو ان کے پاس ابوبکر آئے بولے اے بچی تو کیسی ہے اور رخسار چوما[۴] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ

[۱] حضرت خاتون جنت کا یہ قیام وغیرہ حضور کی تعظیم کیلئے تھا جس میں محبت و جوش کی چاشنی تھی معلوم ہوا کہ تعظیم کیلئے قیام سنت فاطمہ زہرا ہے اور خوشی کیلئے قیام سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معلوم ہوا کہ جوان بیٹی کو چومنا اور جوان بیٹی کا اپنے باپ کو چومنا جائز ہے۔

[۲] حضرت براء ابن عازب مشہور صحابی ہیں انصاری حارثی ہیں آخر میں کوفہ میں قیام رہا ۲۴ھ میں رَی علاقہ کے فاتح آپ ہیں جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے کوفہ میں ہی وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے قریب ہی خود بھی ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہونچ گئی تھیں۔

[۳] کیونکہ اس زمانہ سے زمین مدینہ بڑی وبا والی تھی اسیلئے اسے یثرب کہتے ہیں جو مہاجر وہاں پہونچتے تھے انھیں بخار آجاتا تھا اس سلسلہ میں حضرت ام المومنین کو بھی بخار آگیا۔ پھر حضور کے دم قدم سے وہ جگہ ایسی صحت بخش بنا دی گئی کہ وہاں کی خاک بجائے خاک وبا کے خاک شفا بن گئی۔ حضور فرماتے ہیں۔ تربة ارضنا ريقة بعضنا يشفى سقيمنا۔

[۴] معلوم ہوا کہ باپ اپنی جوان بچی کا رخسار چوم سکتا ہے یہ چومنا رحمت کا ہے سنت سے ثابت ہے حضور انور نے اولاد کے رخسار چومے ہیں بنية تصغیر ہے بنت کی بمعنی چھوٹی سی لڑکی اسے اردو میں بٹیا کہتے ہیں۔ بٹیا یہ تصغیر پیار کیلئے ہے ؛

وَسَلَّمَ اُتِیَ بِصَبِیٍّ فَقَبَّلَهٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمْ مُبْخِلَةٌ مُجْبِنَةٌ وَاِنَّهُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللّٰهِ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ يَعْلٰی قَالَ اِنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا اسْتَبَقَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُمَا اِلَيْهِ وَقَالَ اِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ رَوَاهُ

وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا[1] تو آپ نے اسے چوما پھر فرمایا کہ یقینًا یہ بخیل اور بزدل بنانے والے ہیں[2] اور یہ اللہ کے اعلیٰ رزق سے ہیں[3] (شرح السنہ) تیسری فصل روایت ہے یعلے سے[4] کہ حسن اور حسین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتے ہوئے آئے تو حضور نے انہیں اپنے سے چمٹا لیا اور فرمایا کہ اولاد بخیل اور بزدل بنا دینے والی ہے

[1] حضور انور کا اپنا بچہ حضرت حسن یا حسین یا کسی اور کا بچہ۔

[2] کہ اولاد کی وجہ سے ماں باپ مال کنجوسی سے خرچ کرتے ہیں ان کیلئے بچانے کی کوشش کرتے اور اولاد ہی کی وجہ سے جنگ میں جانے سے کتراتا ہے کہ میرے بچے میرے بعد کہاں جائیں گے کیا کریں گے یہ عام لوگوں کے عام حالات کا بیان ہے۔

[3] ریحان خوشبودار سبزے کو بھی کہتے ہیں اور طیب و اعلیٰ روزی کو بھی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں ماں باپ انہیں چومتے سونگھتے ہیں لہذا یہ اللہ کی عطا کی ہوئی بہترین خوشبوئیں ہیں ماں باپ کے دل کا پھل ہیں لہذا یہ بہترین رزق ہیں (مرقات و اشعہ)

[4] یہاں یعلی ابن مرہ مراد نہیں بلکہ یعلی ابن امیہ مراد ہیں جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور غزوہ حنین۔ طائف۔ تبوک میں حاضر ہوئے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے اسی میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ آپ سے بہت حضرات نے روایات لیں (مرقات)

[5] اولاد کو مجبن۔ مبخل فرمانا ان کی برائی کیلئے نہیں بلکہ انتہائی محبت کے اظہار کے لیے ہے یعنی اولاد کی انتہائی محبت انسان کو بخیل و بزدل بن جانے پر مجبور کر دیتی ہے یہ بات فطری ہے اگرچہ اللہ والوں میں اس کا ظہور کم ہوتا ہے مومن کو اللہ رسول بمقابلہ اولاد پیارے ہوتے ہیں

لا یومن احدکم حتی اکون

احب الیہ الخ ٭

أَحْمَدُ ۞ وَعَنْ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَافَحُوا يَذْهَبُ الْغِلُّ وَتَهَادَوْا تَحَابُّوا وَتَذْهَبُ الشَّحْنَاءُ رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا ۞ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى أَرْبَعًا قَبْلَ الْهَاجِرَةِ فَكَأَنَّمَا صَلَّاهُنَّ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَالْمُسْلِمَانِ إِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ

(احمد) روایت ہے عطاء خراسانی سے[1] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں مصافحہ کرو کینہ جاتا رہے گا اور آپس میں ہدیے تحفے دو محبت کرنے لگوگے اور دشمنی جاتی رہے گی[2] (مالک ارسالاً) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دو پہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے[3] تو گویا اس نے وہ شب قدر میں پڑھیں[4] اور دو مسلمان جب آپس میں مصافحہ کریں تو ان کے درمیان کوئی گناہ

[1] آپ عطاء ابن عبداللہ ابن ابی مسلم ہیں بلخی ہیں خراسانی ہیں تابعی ہیں شام میں قیام رہا ۵۰ھ ہجری میں پیدائش ہے ۱۳۵ھ ایک سو پینتیس میں وفات پائی آپ سے امام مالک۔ اوزاعی، شعبہ وغیرہم نے روایات لی ہیں۔ [2] یہ دونوں عمل بہت ہی مجرب ہیں جس سے مصافحہ کرتے رہو اس سے دشمنی نہیں ہوتی۔ اگر اتفاقاً کبھی ہو بھی جائے تو اس کی برکت سے ٹھہرتی نہیں۔ یوں ہی ایک دوسرے کو ہدیہ دینے سے عداوتیں ختم ہو جاتی ہیں یہ حدیث بہت اسنادوں سے مختلف طریقہ سے مروی ہے دیکھو مرقات یہی مقام ۞

[3] یعنی نماز چاشت جس کا وقت شروع چہارم دن سے شروع ہو کر نصف دن یعنی دوپہر پر ختم ہو جاتا ہے اس کے بڑے فضائل ہیں۔

[4] کیونکہ ان کے پڑھنے میں مشقت و محنت زیادہ ہے کہ دوپہر کی گرمی اور بھوک کی حالت میں پڑھی جاتی ہے نیز اس وقت کھانا کھا کر آرام کرنے کو دل چاہتا ہے اس لئے ان کا ثواب زیادہ ہے ۞

إِلَّا سَقَطَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۞ بَابُ الْقِيَامِ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدٍ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَرِيبًا

باقی نہیں رہتا گر جھڑ جاتا ہے ۱ (بیہقی۔ اربسلا) کھڑے ہونے کا
باب ۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے
ہیں کہ جب بنی قریظہ حضرت سعد کے حکم پر اوترنے لگے ۳ تو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور وہ حضور سے قریب ہی

۱ یعنی گناہ صغیرہ جھڑ جاتے ہیں۔ خصوصًا وہ گناہ جو ہاتھوں سے کئے جاویں گناہ کبیرہ توبہ سے اور حقوق العباد ادا کرنے سے معاف ہوسکتے ہیں۔ اس کا مطلب نہیں کہ چوری ڈکیتی کرلی جاوے کسی کا مال مارلیا جاوے بعد میں کسی سے مصافحہ کرلیا جاوے سب معاف ہو نعوذ باللہ۔

۲ یہاں کھڑے ہونے سے مراد کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ہے۔ تعظیمی قیام ممنوع بھی ہے جائز بھی فاسق دنیا داروں کے لئے کھڑا ہونا ان کی خوشامد میں یونہی جب مخدوم بیٹھا ہوا اور خدام سامنے دست بستہ کھڑے ہوں۔ یوں ہی جو اپنی تعظیم کرانا چاہے اس کے لئے کھڑا ہونا۔ یہ سب ممنوع ہے اگر یہ تین چیزیں نہ ہوں تو قیام تعظیمی جائز ہے۔ لہٰذا قیام کی ممانعت اور جواز کی احادیث درست ہیں ان میں تعارض نہیں۔

۳ غزوہ خندق جسے احزاب کہتے ہیں اس میں یہود مدینہ یعنی بنی قریظہ اور بنی نضیر کا ہاتھ تھا۔ انہوں نے حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غداری کرکے کفار مکہ سے مدینہ پر چڑھائی کرائی تھی۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غزوہ سے فارغ ہوکر پچیس دن بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا یہ لوگ تنگ آکر بولے کہ ہم سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں ہم کو منظور ہے یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد ابن معاذ کو بلوایا تاکہ وہ اپنا فیصلہ دیں۔ یہاں وہ واقعہ مذکور ہے۔

مِّنْهُ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَضَى الْحَدِيْثُ بِطُوْلِهٖ

تھے چنانچہ وہ ایک گدھے پر سوار آئے لہ تو جب مسجد سے قریب ہوئے لہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اٹھو جاؤ اپنے سردار کی طرف لہ (مسلم بخاری) یہ دراز حدیث

لہ حضرت سعد ابن معاذ اس غزوۂ خندق میں زخمی ہو گئے تھے زخم سے خون جاری تھا حضور انور کے بلانے پر خون قدرتی طور پہ بند ہو گیا تھا۔ (اشعہ)

لہ یہاں مسجد سے مراد مسجد نبوی شریف نہیں ہے بلکہ وہ جگہ ہے جہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس محاصرہ کے زمانہ میں نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے قلعہ کے اردگرد مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے وہاں حضرت سعد بلائے گئے تھے (مرقات) لہ اس فرمان عالی میں حضور انور نے تمام انصار کو دو حکم دیئے ایک حضرت سعد کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا دوسرے ان کے استقبال کے لئے کچھ آگے جانا ان کو لے کر آنا بزرگوں کی آمد پر یہ دونوں کام یعنی تعظیمی قیام اور استقبال جائز بلکہ سنت صحابہ ہیں بلکہ حضور کی سنت قولی بھی اس لئے الی سیدکم فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم حضرت سعد کی بیماری کی وجہ سے تھا تاکہ لوگ انہیں سواری سے اتار لائیں مگر یہ درست نہیں۔ ورنہ صرف ایک دو آدمیوں کو کہا جاتا اور بجائے سیدکم کے مریضکم ارشاد ہوتا تمام انصار کو قیام کا حکم نہ ہوتا۔ جمہور علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا ہے بزرگوں کے لئے قیام تعظیمی مستحب ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ ابن ابوجہل اور عدی ابن حاتم کی آمد پر ان کی عزت افزائی کے لئے قیام فرمایا حضرت فاطمہ زہرا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر تعظیمی قیام کرتی تھیں صحابہ کرام رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیام تعظیمی بارہا کیا ہے دیکھو مرقات (اشعہ اور لمعات) ہم باب الاسرائیل اس پر بحث کر چکے ہیں اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں قیام تعظیمی کی مکمل بحث کر دی گئی ہے۔ وہاں مطالعہ کرو؟

فِي بَابِ حُكْمِ الْأُسَرَاءِ ؛ وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا

باب حکم اسراء میں گزر چکی روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ کوئی شخص کسی شخص کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ پھر وہاں بیٹھ جائے [1] لیکن یہ کہہ دے کہ جگہ وسیع کرو اور جگہ دو [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی جگہ سے اٹھ جاوے پھر وہاں آئے تو اس جگہ کا وہ ہی حقدار ہے [3] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ کوئی شخص صحابہ کرام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ پیارا نہ تھا [4] یہ حضرات

[1] یہ حکم عام ہے کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھ جانا ممنوع ہے ہاں اگر وہ شخص ناجائز طور پر وہاں بیٹھا تھا تو اسے اٹھا دینا جائز ہے جیسے کوئی مسجد میں امام یا موذن کی مقرر جگہ بیٹھ جاوے یا وہ کسی کی جگہ بیٹھ گیا تھا تو یہ لوگ آکر اٹھا سکتے ہیں کہ یہ جگہ خود ان کی اپنی ہے نہ کہ اس بیٹھے ہوئے کی۔

[2] یعنی اگر تھوڑے آدمی بہت سی جگہ گھیرے بیٹھے ہیں تو یہ عام خطاب سے کہے کہ بھائیو ذرا گنجائش کرو ذرا مل کر بیٹھو تاکہ ہم بھی جگہ حاصل کر سکیں۔ [3] یہ اس صورت میں ہے کہ جانے والا اپنی جگہ کوئی نشانی رکھ گیا ہو جس سے پتہ لگے کہ وہ لوٹ کر آوے گا یا کوئی اور علامت ہو۔

[4] صحابہ کرام کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جان مال اولاد ماں باپ سب سے زیادہ پیارے تھے۔ کمال ایمان کی علامت ہے ؛

إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ؛ وَعَنْ مُعٰوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ ؛ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ

جب حضور کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ حضور کی ناپسندیدگی کو جانتے تھے[1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے سرو قد کھڑے رہیں[2] تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے[3] (ترمذی و ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے

[1] یہ ہمیشہ کا عمل نہ تھا بلکہ اکثر قیام کرتے تھے کبھی نہ کرتے تھے یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور کو دور سے تشریف لاتا دیکھ کر پہلے سے ہی کھڑے نہ ہو جاتے اور کھڑے ہو کر حضور کا انتظار نہ کرتے تھے بلکہ جب آپ ہمارے پاس تشریف لے آتے تھے تب ہم کھڑے ہوتے تھے لہذا یہ حدیث اس آنے والی حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہم حضور کے لئے قیام کرتے تھے۔

[2] اس حدیث نے ممانعت قیام کی تمام حدیثوں کی شرح کردی کہ جو کوئی اپنے لئے قیام تعظیمی کرانا چاہے اس کے لئے نہ کھڑے ہو یا اس طرح کھڑے ہونا منع ہے کہ مخدوم بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں دست بستہ۔ اور یہ عمل تکبر و غرور کے لئے ہو ضرورۃً نہ ہو تب سخت ممنوع ہے عالم دین کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا یوں ہی عادل حاکم کے روبرو کھڑا ہونا خصوصًا مقدمہ والوں کا یوں اوستاذ کے سامنے شاگردوں کا کھڑا ہونا مستحب ہے اگرچہ یہ حضرات بیٹھے ہوئے ہوں اور شاگردوں وغیرہ کھڑے ہوں (مرقات) ہاں مخدومین کا تکبرا نہیں کھڑا کرنا خود بیٹھے رہنا یہ ممنوع ہے یہ ہی یہاں مراد ہے (اشعۃ اللمعات)

[3] یعنی اس قسم کی تعظیم کو پسند کرنا یا لوگوں کو ایسی تعظیم کا اپنے لئے حکم دینا جہنمی ہونے کا سبب ہے اور تکبر جہنم کا راستہ ہے ؛

قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى عَصًا فَقُمْنَا فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ ۞ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ جَاءَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ فِيْ شَهَادَةٍ فَقَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ مَّجْلِسِهٖ فَاَبٰى اَنْ يَّجْلِسَ فِيْهِ وَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاٹھی پر ٹیک لگائے تشریف لائے ۱؎ ہم کھڑے ہو گئے تو فرمایا ایسے نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں ان کے بعض بعض کی تعظیم کرتے ہیں ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سعید ابن ابی الحسن سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک گواہی میں ابوبکرہ ۴؎ آئے تو ایک شخص ان کے لئے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا آپ نے وہاں بیٹھنے سے انکار فرمایا اور کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے

۱؎ غالباً حضور بیمار تھے اس لیئے عصا پر ٹیک لگائے تشریف لائے۔

۲؎ یعنی تمہارا یہ قیام تو ٹھیک ہے مگر عجمیوں کا سا قیام نہ کرنا کہ مخدوم بیٹھا ہو۔ غلام سامنے دست بستہ سر و قد کھڑے ہوئے ہوں اور مخدوم اس تعظیم کی خواہش بھی کرتا ہو کہ ایسا قیام ممنوع ہے یہ قیود خیال میں رہیں مرقات نے فرمایا کہ یہاں قیام سے مراد وقوف ہے یعنی کسی کے لیئے تعظیماً کھڑا رہنا۔

۳؎ سعید ابن ابی الحسن تابعی ہیں۔ خواجہ حسن بصری کے بھائی ہیں آپ کے والد کا نام یسار ہے کنیت ابوالحسن ہے سعید اپنے بھائی حسن بصری سے ایک سال پہلے فوت ہوئے یعنی ۱۰۹ھ ایک سو نو ہجری میں حضرت عبداللہ ابن عباس۔ ابو ہریرہ وغیرہ سے آپ کی ملاقات ہے آپ کے بھائی قتادہ نے آپ سے احادیث روایت کیں (مرقات و اشعہ)

۴؎ حضرت ابوبکرہ کا نام نفیع ابن حارث ہے ثقفی ہیں مشہور صحابی۔ آپ کے حالات و وفات پہلے بیان ہو چکے۔

نهى عن ذا ونهى النبي صلى الله عليه وسلم أن يمسح الرجل يده بثوب من لم يكسه رواه ابوداود ❁ وعن أبي الدرداء قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جلس وجلسنا حوله فقام فأراد الرجوع نزع نعله أو بعض ما يكون عليه فيعرف ذلك أصحابه فيثبتون رواه ابوداود

منع فرمایا ہے [1] اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی اپنے ہاتھ اس کے کپڑے سے پونچھے جسے یہ پہنے ہوئے نہیں [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے اور ہم آپ کے گرد بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے واپس ہونا چاہتے تو آپ اپنا جوتہ شریف یا بعض چیز جو آپ پر ہوتی اتار جاتے [3] تو یہ آپ کے ساتھی پہچان جاتے تو وہ حضرات بیٹھے رہتے [4] (ابوداؤد)

[1] یہ آپ کی انتہائی تواضع ہے وہ شخص آپ کے لئے خود جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آپ کو وہاں بیٹھنا بالکل جائز تھا کسی کو اس کی جگہ سے بلا ضرورت ہٹا کر خود بیٹھ جانا ممنوع ہے جبکہ وہ جگہ اس کی ہو اپنی نہ ہو چونکہ یہاں اس کا یہ عمل اس ممنوع چیز کے مشابہ تھا لہذا آپ وہاں وہاں نہ بیٹھے یا شاید اس شخص کو کسی اور نے اٹھایا ہو گا۔ تاکہ آپ وہاں بیٹھ جائیں اس لئے آپ نہ بیٹھے (مرقات) [2] یعنی اپنے گیلے یا کھانے وغیرہ سے تنترے ہوئے ہاتھ دوسرے کے کپڑے سے بغیر اس کی اجازت نہ پونچھو جبکہ تم نے یہ کپڑا اسے نہ پہنایا ہو لہذا اپنے بیٹے، اپنے غلام کے کپڑے سے ہاتھ پونچھنا جبکہ وہ کپڑا خود اس ہی نے پہنایا ہو جائز ہے یوں اگر وہ شخص ہمارے اس عمل سے ناراض نہ ہو تو بھی جائز ہے (مرقات و اشعہ)

[3] یعنی اگر حضور انور ہم لوگوں کے پاس سے اپنے گھر میں تشریف لے جاتے اور پھر واپس آنے کا ارادہ ہوتا تو اپنا جوتہ شریف وہاں ہی چھوڑ جاتے ننگے پاؤں جاتے یا کوئی اور کپڑا وغیرہ چھوڑ دیتے تاکہ ہم سمجھ جاویں کہ حضور ابھی آتے ہیں۔

[4] اس انتظار میں کہ حضور ابھی آتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کو نہ جاتے ❁

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ؕ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْلِسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَسْجِدِ يُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان علیحدگی کرے بغیر ان کی اجازت سے ؎۱ (ترمذی - ابوداؤد)

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخصوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو ؎۲ (ابوداؤد)

تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھتے ہم سے باتیں کرتے تھے پھر جب کھڑے

؎۱ یعنی مجلس میں پہونچ کر دو آدمیوں کو جو ملے ہوئے بیٹھے ہوں ان کو بچھڑ کر بیچ میں بیٹھ جانا ممنوع ہے ممکن ہے کہ ان دونوں کی آپس میں محبت ہو ان کی جدائی ناگوار ہو یہ حکم ہر مجلس کے لئے ہے خواہ مسجد میں ہوں یا اور جگہ جب ان کی اجازت سے درمیان میں بیٹھے گا تو انہیں اس سے رنج نہ ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے ؎۲ اس کی وجہ وہ ہی ہے جو ابھی عرض کی گئی خیال رہے کہ رجل فرمانا اس لئے ہے کہ عورتیں مردوں کے حکم میں ہیں ان پر احکام شرعیہ مردوں کی طرح جاری ہوتے ہیں رب تعالیٰ نے نماز روزے وغیرہ کے احکام مردوں کو ہی دئے - مگر عورتوں پر بھی یہ عبادات فرض ہیں لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد تو یہ حرکت نہ کریں عورتیں کر لیا کریں۔

فَمُنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهٖ ؛ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ فَتَزَحْزَحَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فِي الْمَكَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ہوتے تو ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے [1] حتی کہ ہم دیکھ لیتے کہ حضور اپنی بعض بیویوں کے گھروں میں تشریف لے گئے [2] روایت ہے واثلہ ابن خطاب سے [3] فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا حالانکہ آپ مسجد میں بیٹھے تھے تو اس کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ جنبش کی [4] تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جگہ میں کافی گنجائش ہے [5] تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم

[1] حضور کی تعظیم کے لئے کیونکہ یہ بات بہت بری محسوس ہوتی ہے کہ مخدوم کھڑا ہو۔ اور خدام بیٹھے یا لیٹے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ مخدوم کے جانے پر بھی قیام تعظیمی سنت ہے یہ وہ حدیث ہے جس سے قیام تعظیمی کا ثبوت ہے ممانعت قیام کی احادیث کا مطلب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں وہاں کا مطالعہ فرماؤ۔

[2] اس میں تعظیم کی انتہا ہے کہ جب تک حضور اپنے کسی گھر میں داخل نہ ہو جاتے۔ وہ حضرات کھڑے ہی رہتے تاکہ ہم حضور کے سامنے جبکہ آپ کھڑے ہوں بیٹھے ہوئے نظر نہ آئیں اللہ تعالٰی ایسا ادب نصیب کرے۔

[3] آپ قرشی ہیں عدوی ہیں حضرت عمر کے قبیلہ سے ہیں صحابی ہیں مگر آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے (اشعہ)

[4] اس طرح کہ پورے کھڑے تو نہ ہوئے مگر اپنی جگہ سے سرک کر ان کے لئے جگہ بنائی کچھ سکڑ کر بیٹھے۔

[5] یعنی جگہ بہت ہے بڑی بڑی جہاں چاہوں بیٹھ سکتا ہوں حضور انور کو میرے لئے جگہ بنانے اور اپنی جگہ سے جنبش کرنے کی ضرورت نہیں پھر آپ نے یہ عمل شریف کیوں کیا؟

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ تَزَحْزَحَ لَهٗ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

بَابُ الْجُلُوْسِ وَالنَّوْمِ وَالْمَشْيِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا

نے فرمایا کہ مسلمان کا حق ہے کہ جب اسے اس کا بھائی دیکھے تو تو اس کے لئے کچھ جنبش کرے لہ (بیہقی شعب الایمان)

بیٹھنے۔ سونے اور چلنے کا باب لہ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی صحن میں اکروں بیٹھے اپنے ہاتھوں پر

لہ یعنی ہمارا یہ حرکت فرمانا جگہ کی تنگی کے لئے نہیں بلکہ تمہارے آنے کی خوشی اور تمہارے احترام کے اظہار کے لئے ہے اس عمل سے تم کو خوشی ہوگی کہ حضور انور نے ہماری آمد پر اہتمام فرمایا غالبًا یہ آنے والے صاحب اپنی قوم کے سردار ہوں گے فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم انزلوا الناس منازلہم لوگوں کو ان کے درجوں میں رکھو یہ انتہائی اخلاق کی تعلیم ہے افسوس کہ ہم یہ تعلیم قریبًا بھول گئے۔

لہ یہ ترتیب یہاں بہت ہی اچھی ہے انسان پہلے کھانے وغیرہ کے لئے بیٹھتا ہے پھر کھا کر سونے کے لئے لیٹتا ہے۔ سو کر اٹھتا ہے تو مسجد وغیرہ کی طرف جاتا ہے۔ لہذا بیٹھنا پہلے ہے سونا بعد میں چلنا اس کے بعد ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ جلوس ہر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ خواہ کھڑے سے بیٹھے یا لیٹے سے بیٹھے بعض شارحین نے فرمایا کہ کھڑے سے بیٹھنے کو قعود کہتے ہیں اور لیٹے سے بیٹھنے کو جلوس مگر پہلی بات قوی ہے یہاں جلوس مصدر ہے بمعنی بیٹھنا۔ کبھی یہ جالس کی جمع بھی ہوتی ہے جیسے رقود جمع ہے راقد کی رب تعالیٰ فرماتا ہے تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ۔ فلاں جگہ جلوس نکلا وہاں جلوس جمع جالس کی ہے چونکہ یہ لوگ جگہ جگہ بیٹھتے ہوئے جاتے ہیں لہذا اس جماعت کو جلوس کہا جاتا ہے اس باب میں مستحب جائز۔ مکروہ۔ بیٹھکوں کا بھی ذکر ہوگا اور مستحب و مکروہ ہونے کا بھی اور اچھے برے چلنے کا بھی۔

بِيَدَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِيًا وَاضِعًا إِحْدَى قَدَمَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ إِحْدَى

ٹیک لگائے دیکھا ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عباد ابن تمیم سے وہ اپنے چچا سے راوی ۲؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ اپنا ایک قدم دوسرے پر رکھے ہوئے تھے ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنا ایک پاؤں

۱؎ گھر کے سامنے کی کھلی جگہ جس پر چھت نہ ہو فنا کہلاتی ہے۔ جسے اردو میں صحن یا آنگن کہتے ہیں۔ احتبار یہ ہے کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں پاؤں کے تلوے زمین سے لگے ہوں چوتڑ زمین پر ہوں اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر رکھے ہوں۔ ان کا حلقہ کئے ہوئے یہ اکڑوں بیٹھنے کی ایک قسم ہے اس بیٹھک میں اظہار عجز و انکسار ہے یہ بیٹھک سنت ہے (مرقات) کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح بھی بیٹھے ہیں۔

۲؎ عباد ابن تمیم ابن زید ابن عاصم تابعی ہیں انصاری مازنی ہیں ان کے چچا کا نام عبداللہ ابن زید انصاری ہے وہ غزوہ حرہ میں ۶۳ھ تریسٹھ میں شہید ہوئے۔

۳؎ قدم کا قدم پر رکھنا یہ ہے کہ دونوں پاؤں پورے پھیلے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر رکھا ہو اس صورت میں ستر نہیں کھل سکتا پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہو اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو پہلی صورت جائز ہے دوسری صورت ممنوع لہذا احادیث میں تعارض نہیں پاؤں پر پاؤں رکھنے میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے خصوصًا جبکہ تہبند بندھا ہوا ہو۔ آئندہ حدیث میں پاؤں پر پاؤں رکھنے سے ممانعت آرہی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا جائز ہے خصوصًا ضرورت کے وقت یا بحالت اعتکاف۔

رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتَلْقِيَنَّ اَحَدُكُمْ ثُمَّ يَضَعُ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ كَانَ يَتَبَخْتَرُ فِيْ بُرْدَيْنِ وَقَدْ اَعْجَبَتْهُ نَفْسُهٗ

دوسرے پر نہ رکھے جبکہ وہ اپنی پشت پر لیٹا ہو [۱] (مسلم) روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ لیٹے کہ پھر ایک پاؤں دوسرے پر رکھ لے [۲] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص دو چادروں میں اکڑ کر چل رہا تھا [۳] اسے اپنا نفس بڑا پسند آیا تھا

[۱] اس حدیث کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی اوپر بیان ہوئے کہ آدمی تہبند باندھے یا ڈھیلے پائنچہ کا پاجامہ پہنے ہو اور پھر ایک پاؤں کھڑا کرے کھڑے ہوئے گھٹنے پر دوسرے پاؤں کی پنڈلی رکھے اس میں ستر کھل جانے کا سخت خطرہ ہوتا ہے اس لئے ممنوع ہے ویسے بھی اس طرح لیٹنا خلاف تہذیب معلوم ہوتا ہے خصوصًا لوگوں کے سامنے غرضکہ اس ممانعت میں بہت حکمتیں ہیں۔ [۲] اس ممانعت کی وہ ہی صورت ہے جو ابھی بیان ہوئی کہ ایک پاؤں کھڑا ہو دوسرا پاؤں گھٹنے پر رکھا ہو اور آدمی چت لیٹا ہو کہ اس صورت میں ستر کھلنے کا خطرہ ہے اگر ستر کھلنے کا خطرہ نہ ہو تو جائز ہے بہرحال احادیث میں تعارض نہیں۔ [۳] شاید یہ شخص قارون تھا یا کوئی ملک فارس کا کافر بعض نے فرمایا کہ یہ واقعہ قریب قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی سے ہوگا اس صورت میں تبختر بھی مستقبل ہوگا اور اعجبت بمعنی تعجب تمام افعال بمعنی مستقبل ہوں گے واللہ علم اس سے معلوم ہوا کہ تکبر و غرور کی چال چلنا بھی ممنوع بلکہ باعث عذاب ہے مسلمان کی چال میں بھی تواضع چاہیے رب تعالٰی اپنے مقبول بندوں کی صفت یوں فرماتا ہے الذی یمشون علی الارض ھونًا جو زمین پر آہستہ سے چلتے ہیں۔ آج کل بعض لوگ چشمہ لگائے ننگے سر ہاتھ میں بینت گھماتے چلتے ہیں یہ متکبرانہ چال ہے اس سے بچو۔

خُسِفَ بِهِ الْاَرْضُ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ◆ اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِى الْمَسْجِدِ اِحْتَبٰى بِيَدَيْهِ رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ

اور سے زمین میں دھنسا دیا گیا تو وہ اس میں قیامت تک دھنستا چلا جا رہا ہے [1] (مسلم۔ بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی بائیں طرف تکیے پر ٹیک لگائے دیکھا [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھوں سے احتباء فرماتے تھے [3] (رزین) روایت ہے جناب قیلہ بنت

[1] تجلجل بنا ہے جلجلۃ سے اس کے معنی ہیں وہ حرکت جس کی آواز ہو مقصد یہ ہے کہ تکبر کا انجام ذلت و خواری ہے عجز کا انجام عزو وقار ہے ؎ عجز کار انبیاء و اولیاء است عاجزی محبوب درگاہ خدا است
خاک میں عجز ہے آگ میں تکبر تو باغ خاک میں ہی لگتے ہیں نہ کہ آگ میں۔

[2] معلوم ہوا کہ گاؤ تکیہ پر بائیں ہاتھ کی ٹیک لگا کر بیٹھنا سنت ہے بلکہ اگر سادہ تکیہ پر ٹیک لگائی جاوے تو وہ بھی اس میں داخل ہے اس حدیث کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حضور انور تکیہ پر سر مبارک کے بائیں کروٹ پر لیٹے تھے (مرقات و اشعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ بہت پسند تھا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تم کو تکیہ دے تو اسے رد نہ کرو (اشعہ)

[3] احتباء کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ دونوں زانوں کھڑے ہوں سرین زمین پر لگے ہوں۔ اور دونوں ہاتھوں سے زانو پکڑے ہوئے کہ ہاتھوں کے حلقے ہیں انہیں لے لیا جاوے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ اور وقت میں مسجد میں اس طرح بیٹھتے تھے وہ بھی کبھی کبھی ◆

مَخْرَمَةَ أَنَّهَا رَأَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهٖ حَتّٰى

مخرمہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا کہ آپ قرفصا کی نشست بیٹھے تھے[1] فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عجز و نیاز کرتے دیکھا تو میں خوف سے کانپ گئی[2] (ابو داؤد) روایت ہے حضرت ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی اسی جگہ میں چہار زانو بیٹھے رہتے حتی کہ

[1] قرفصا ایک خاص بیٹھک کا نام ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور دونوں ران پنڈلیوں سے اور پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہو اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں۔ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے قرفصاء کی اور صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں (مرقات و اشعہ) اشعہ نے فرمایا کہ بیٹھک عرب کے چرواہوں اور غریب لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی جو کسی خاص اہم کام میں غور و فکر کر رہے ہوں بہرحال اس بیٹھک میں عجز و انکسار یا فکر کا اظہار ہے۔

[2] کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سید المرسلین امام الاولین والآخرین کی یہ نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا ؎

پیش او گیتی جبین فرسودہ است — خویشتن را عبدہ فرمودہ است

بوریا ممنون خواب راحتش — تاج کسریٰ زیر پائے امتش

اپنی تواضع کا یہ حال ہے اور دنیا ان کے آستانہ کی خاک چاٹ رہی ہے ان کی چوکھٹ پر پیشانی رگڑ رہی ہے۔

تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ
اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ اِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ
وَاِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ
رَاْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ؛ وَعَنْ

سورج خوب چمک جاتا لہ (ابو داؤد) روایت ہے حضرت
ابو قتادہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب رات
میں کہیں اترتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے لہ
اور جب صبح سے کچھ پہلے اترتے تو اپنی کلائی کھڑی کرتے
اور اپنی ہتھیلی پر اپنا سر رکھتے لہ (شرح سنہ) روایت ہے

لہ حسناء ح اور سین کے فتح سے ہے یعنی خوب اچھی طرح صاف و روشن یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر مصلے شریف پر ہی چہار زانو بیٹھے رہتے جب آفتاب طلوع ہو کر بلند ہو جاتا تب اشراق وہاں ہی پڑھ کر اٹھتے۔ سنت بھی یہ ہی ہے۔ خیال رہے کہ آفتاب چمکنے کے بیس منٹ بعد نماز جائز ہوتی ہے اسی وقت سے نماز اشراق کا وقت شروع ہوتا ہے چہارم دن تک رہتا ہے۔ پھر چہارم دن سے وقت چاشت شروع ہوتا ہے۔ جو نصف النہار تک رہتا ہے۔ نصف النہار پر نماز بلکہ سجدہ حرام ہو جاتا ہے۔ پھر زوال یعنی سورج ڈھلنے پر ظہر کا وقت ہوتا ہے۔ بعض نوافل کے لئے وقت مقرر ہیں ان میں سے نوافل اشراق بھی ہیں۔

لہ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر کی حالت میں کسی جگہ اول رات یا آدھی رات میں اترتے آرام فرماتے تو سونے کی نیت سے لیٹتے تھے۔ داہنی کروٹ پر داہنی ہتھیلی پر داہنا رخسارہ رکھ کر لیٹتے تھے لیٹنے میں سنت طریقہ یہ ہی ہے ؛

لہ یعنی اگر آخری شب میں جب صبح صادق ہونے والی ہوتی آپ آرام کے لئے اترتے تو اس طریقہ طریقہ سے لیٹتے تاکہ نیند نہ آجاوے۔ خیال رہے کہ عرب میں اکثر شب میں سفر کرتے ہیں دن میں کسی منزل پر آرام کے لئے ٹھہر جاتے ہیں ؛

بَعْضِ اٰلِ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّمَّا يُوْضَعُ فِيْ قَبْرِهٖ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَاْسِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰى بَطْنِهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ لَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ

ام سلمہ کے بعض گھر والوں سے [1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر اس ہی طرح تھا جیسا کہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور مسجد آپ کے سر کے پاس تھی [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو ھریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے پیٹ پر لیٹا دیکھا تو فرمایا کہ یہ وہ لیٹنا ہے جسے اللہ پسند نہیں فرماتا [3] (ترمذی) روایت ہے

[1] مرقات نے فرمایا کہ آل ام سلمہ سے مراد حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کوئی خاص خادمہ ہیں آل خادم کو بھی کہا جاتا ہے رب فرماتا ہے واذ نجینٰکم من آل فرعون۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے حضرت ام سلمہ کی بعض اولاد مراد ہے جو ابو سلمہ سے تھی جن میں سے بعض حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھی جیسے عمرہ۔ زینب واللہ اعلم [2] یعنی اب جو رخ حضور کی قبر انور کا ہے کہ قبلہ کے داہنے سرہانے اور بائیں طرف پائنتی وہ ہی رخ حضور کے بستر شریف کا ہوتا تھا بلکہ اس بستر کی جگہ قبر انور ہے اور جس کمبل شریف پر آپ سوتے تھے۔ وہ ہی کمبل شریف قبر انور میں بچھا دیا گیا [3] یعنی اوندھے لیٹنے کو اللہ تعالٰی پسند نہیں کرتا بلکہ اس سے ناراض ہے کہ اس طرح سونے سے غفلت پیدا ہوتی ہے اس سونے میں سینہ اور چہرہ جو اشرف اعضاء ہیں زمین پر رگڑتا ہے مگر تو سجدہ ہی میں زمین پر رکھا جاوے نہ کسی اور کے سامنے نہ سونے میں صوفیاء فرماتے ہیں کہ سونا چار قسم کا ہے پشت پر سونا یعنی چت یہ سونا اہل عبرت کا ہے داہنی کروٹ پر سونا یہ اہل عبادت کا سونا ہے بائیں کروٹ پر سونا یہ اہل استراحت کا سونا ہے پیٹ کے بل سونا یہ سونا اہل غفلت کا ہے (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ اوندھے سونا دوزخیوں کا ہوگا اور لوطی لوگ ایسے سوتے ہیں ۞

يَعِيْشَ بْنِ طِخْفَةَ بْنِ قَيْسِ الْغِفَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ مِنَ السَّحَرِ عَلٰى بَطْنِيْ اِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ

یعیش ابن طخفہ ابن قیس غفاری سے [1] وہ اپنے والد سے راوی اور وہ صفہ والوں میں سے تھے [2] فرماتے ہیں اس حالت میں کہ میں درد کی وجہ سے اپنے پیٹ پر لیٹا ہوا تھا [3] ناگاہ کوئی صاحب مجھے اپنے پاؤں سے ہلانے لگے [4] پھر فرمایا کہ اس لیٹنے سے اللہ ناراض ہے [5] میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے [6] ابوداؤد۔ ابن ماجہ روایت ہے حضرت علی ابن شیبان سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] یعیش بروزن یزید تابعی ہیں انکے والد طخفہ ط۔ خ۔ ف۔ ہ یا طہفہ صحابی ہیں انکے والد قیس ابن ابی غزرہ غفاری کوفی ہیں۔

[2] یعنی طخفہ صحابی ہیں اور صفہ والوں میں سے ہیں وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

[3] سحر میم کے پیش ح کے سکون سے یا پیش کے اور ح دونوں کے فتحہ سے حلق اور سینہ کا درمیانی حصہ یعنی سینہ کے اوپری حصہ میں میرے درد تھا اسلئے میں پیٹ کے بل اوندھا لیٹا ہوا تھا کہ سینہ دبا رہے اور درد کو سکون ہو۔

[4] بڑا خوش نصیب ہے وہ جسم جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوکر لگ جاوے ہم نے عرض کیا ہے۔

شعر
مرمٹے کے خوب لگتی تھی مری ٹکا نے
گران کی ٹھوکروں میں بیڑا مرا رہوتا

جس غلطی کی بنا پر حضور کی ٹھوکر نصیب ہو جاوے وہ غلطی بھی اللہ کی رحمت ہے۔

[5] چونکہ دوسری طرح لیٹنے سے بھی یہ تکلیف دفع ہو سکتی تھی اس لیئے یہ درد اس کے لیئے عذر نہ مانا گیا اور اس سے منع فرمادیا گیا۔ لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ضرورت کے وقت ممنوعات بھی درست ہو جاتے ہیں۔

[6] سبحان اللہ آپ نے یہ عذر حضور سے عرض نہ کیا بلکہ فوراً کروٹ بدل لی یا اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ عَلٰی ظَھْرِ بَیْتٍ لَیْسَ عَلَیْہِ حِجَابٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ حِجَارٌ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ الذِّمَّۃُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَفِیْ مَعَالِمِ السُّنَنِ لِلْخَطَّابِیِّ حِجًی ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّنَامَ الرَّجُلُ عَلٰی سَطْحٍ لَیْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ مَلْعُوْنٌ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ایسے گھر کی چھت پر رات گزارے جس پر آڑ نہ ہو ایک روایت میں ہے کہ پتھر نہ ہو تو اس کی ذمہ داری ختم ہو گئی [1] (ابوداؤد) اور خطابی کی معالم سنن میں حجی ہے روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص ایسی چھت پر سوئے جس پر آڑ نہ ہو [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر وہ لعنتی ہے جو

[1] یعنی ایسی چھت پر نہ سوؤ جس کے کناروں پر دیوار کی آڑ نہ ہو جسے اردو میں منڈیر کہتے ہیں اگر سوؤ گے تو اللہ تعالٰی نے جو تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے لیے فرشتے مقرر کیے ہیں وہ ختم ہو جاوے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے ایسی چھت پر سونے والے بہت دفعہ چھت سے گر کر مر گئے ہیں تجربہ ہے کہ چھت بغیر منڈیر کبھی بھی نہ چھوڑی جاوے پوری دیوار نہ ہو تو تھوڑی اونچی ہی بنادی جاوے تاکہ اس سے گرنے کا خطرہ نہ رہے اس فرمان میں بڑی حکمتیں ہیں۔

[2] اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو کوئی کسی جلسہ میں آخر میں آوے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا بیچ میں پہنچے وہ لعنتی ہے چاہیے کہ اگر کنارہ پر جگہ ملے تو وہاں ہی بیٹھ جاوے۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اردگرد دست بستہ کھڑے ہوں یہ بھی متکبرین کا کام ہے جو آدمی بھی لوگوں کے ساتھ حلقہ میں بیٹھے (مرقات و اشعہ) بعض لوگ مذاق دل لگی کرنے کے لیے کسی کو درمیان حلقہ میں بٹھا کر اسے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں وہ ہر طرف کے لوگوں سے مذاق کرتا ہے وہ بھی لعنتی ہے (اشعہ)

بَعْدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا رَوَاهُ
اَبُوْ دَاوٗدَ • وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَآءَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ
جُلُوْسٌ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عِزِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

حلقہ کے بیچ میں بیٹھے (ترمذی۔ ابو داؤد) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین محفل وہ ہے جو وسیع تر ہو[1] (ابو داؤد) روایت ہے حضرت ابن سمرہ سے فرماتے ہیں تشریف لائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالانکہ آپکے صحابہ بیٹھے تھے[2] تو فرمایا کیا ہے مجھے میں تم کو متفرق دیکھتا ہوں[3] (ابو داؤد)

[1] یعنی جب جلسہ مجلس وغیرہ کرو تو وسیع زمین میں کرو تاکہ لوگوں کو بیٹھنے میں تنگی نہ ہو آرام سے کھلے ہوئے بیٹھیں ایسی مجلس بہت مبارک ہے۔

[2] یعنی مسجد نبوی شریف میں حضرات صحابہ متفرق بیٹھے تھے دو چار اس طرف اور چار چھ اس دوسری طرف۔

[3] یہ فرمان عالی اظہار ناراضی کے لیئے ہے۔ عزین جمع ہے عزۃ سے بمعنی علیحدگی اور متفرق ہونا رب تعالیٰ فرماتا ہے عن الیمین وعن الشمال عزین۔ مقصد یہ ہے کہ مسجد یا مجلس میں مسلمان اکٹھے بیٹھا کریں الگ الگ ٹولیاں بنا کر نہ بیٹھیں کہ اس میں کفار سے مشابہت ہے نیز قالب کا اثر قلب پر پڑتا ہے اگر مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے الگ تھلک بیٹھینگے تو ان کے دل بھی الگ ہو جائیں گے اگر مل کر بیٹھیں گے تو دل بھی مل جائیں گے۔ خیال رہے کہ نماز کی انتظار میں مسجد میں مسلمان صف بستہ بیٹھیں کہ فرشتے بارگاہ الٰہی میں صف بستہ ہی حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ ذکر کی مجلس میں حلقہ باندھ کر بیٹھے کہ جنت میں مسلمان حلقوں سے بیٹھا کریں گے۔ رب فرماتا ہے۔ علی سرر متقابلین۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان میں ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِی الْفَیْءِ فَلَقَصَ عَنْهُ الظِّلُّ فَصَارَ بَعْضُهٗ فِی الشَّمْسِ وَبَعْضُهٗ فِی الظِّلِّ فَلْیَقُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِی الْفَیْءِ فَلَقَصَ عَنْهُ فَلْیَقُمْ فَاِنَّهٗ مَجْلِسُ الشَّیْطَانِ هٰكَذَا رَوَاهُ مَعْمَرٌ مَوْقُوْفًا وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سایہ میں ہو پھر اس سے سایہ ہٹ جاوے کہ اس کا بعض دھوپ میں اور بعض سایہ میں ہو جاوے تو اٹھ کھڑا ہو [1] (ابوداؤد) اور شرح سنہ میں انہیں سے ہے فرمایا جب تم میں سے کوئی سایہ میں ہو پھر اس سے سایہ ہٹ جاوے تو اُٹھ کھڑا ہو کہ یہ شیطان کی بیٹھک ہے [2] اسے معمر نے یوں ہی موقوفاً روایت کی [3] روایت ہے حضرت ابوسعید انصاری سے [4] انہوں نے

[1] یا تو سایہ میں ہی چلا جاوے یا بالکل دھوپ میں ہو جاوے کیونکہ سایہ ٹھنڈا ہے اور دھوپ گرم اور بیک وقت ایک جسم پر ٹھنڈک و گرمی اپنا صحت کے لیے مضر ہے ایسے ایسا نہ کرے نیز یہ شیطانی نشست ہے جس سے شیطان خوش ہوتا ہے لہذا اس تشبیہ سے بچنا ضروری ہے [2] یعنی معمر نے جو تابعی ہیں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے موقوفاً روایت کی یہ کلام خود حضرت ابوہریرہ کا بیان فرمایا مگر ایسی موقوف حدیث جس میں قیاس کو دخل نہ ہو وہ مرفوع کے حکم میں ہے خصوصاً جبکہ دوسری اسناد سے مرفوع حدیث بھی آرہی ہو۔ خیال رہے کہ ایسی بیٹھک کو شیطان کی بیٹھک فرمانے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ شیطان اس طرح بیٹھا کرتا ہے دوسرے یہ کہ وہ ملعون اس بیٹھک سے خوش ہوتا ہے حدیث شریف میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں بالکل ظاہری معنی پر ایمان لانا چاہیے واقعی شیطان ایسے ہی بیٹھتا ہے حضور کی نظر ان چیزوں کو دیکھ لیتی ہے جو ہمارے خیالات سے بھی وراء ہیں (مرقات)۔ [3] آپ کا نام مالک ابن ربیعہ ہے انصاری ہیں صحابی ہیں اصحاب بدر میں سب سے آخر میں آپ کی وفات ہوئی۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ لِلنِّسَاءِ اسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى اِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ مسجد سے نکل رہے تھے تو راستہ میں مرد عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے ۱؎ تو عورتوں سے فرمایا تم پیچھے رہو تمہیں یہ حق نہیں کیونکہ تمہارے لیئے بیچ راستہ میں چلنا مناسب نہیں ۲؎ تم راستہ کے کنارے اختیار کرو ۔ پھر عورت دیواروں سے مل کر چلتی تھی حتی کہ اس کا کپڑا دیوار سے الجھتا تھا ۳؎ (ابوداؤد ۔ بیہقی ۔ شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلے

۱؎ جماعت نماز یا جلسہ وعظ ختم ہونے پر حاضرین مسجد سے نکلے مجمع بہت تھا بھیڑ میں عورتیں مرد مخلوط ہو گئے ۔ تب حضور انور نے یہ فرمایا اب بھی حج کے موسم میں جب نمازی مسجد نبوی سے نکلتے ہیں تو راستے بند ہو جاتے ہیں ۔

۲؎ تحققن بنا ہے حاق سے بمعنی درمیان اور وسط تحققن بروزن تنصرن ہے نصر ینصر سے مضارع جمع مؤنث یعنی تم بیچ سڑک پر مت چلا کرو وہ مردوں کے لیے چھوڑ دیا کرو بیچ راہ میں چلیں راستہ کے کناروں پر تم چلا کرو تاکہ تم مردوں سے مخلوط نہ ہو جایا کرو ۔

۳؎ یہ ہے حضرات صحابہ کرام کی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس فرمان عالی کے بعد کوئی مسلمہ بی بی وسط راہ میں چلی ہی نہیں بلکہ اگر راستہ خالی ہوتا جب بھی وہ کنارے پر ہی چلتی تھی اب بھی عورتوں کو اگر ضرورۃً راہ چلنا پڑ جاوے تو کنارہ پر ہی چلیں ۔ یہ ہی حکم سرکاری

ہے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّمْشِيَ يَعْنِي الرَّجُلَ بَيْنَ الْمَرْاَتَيْنِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِيْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فِيْ بَابِ الْقِيَامِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَيْ عَلِيٍّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ بَابِ اَسْمَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِفَاتِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد عورتوں کے درمیان چلے [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو ہم میں سے ہر ایک وہاں بیٹھتا جہاں مجلس ختم ہوتی [2] (ابوداؤد) اور عبداللہ ابن عمرو کی دو حدیثیں باب القیام میں ذکر ہوچکیں اور ہم حضرت علی و ابو ہریرہ کی حدیثیں باب اسماء النبی صلے اللہ علیہ وسلم وصفاتہ میں بیان کریں گے [3] ان شاء اللہ تعالےٰ

[1] یعنی اگر دو عورتیں راہ میں جارہی ہیں تو کوئی اجنبی مرد ان کے درمیان سے نہ گزرے۔ ایک طرف سے گزر جاوے یا ان کے درمیان نہ چلے الگ چلے۔ کیونکہ حضور انور نے راستہ کے الگ الگ حصے کر دیئے ہیں درمیان راہ مردوں کے لیئے کنارے عورتوں کے لیئے۔ اگر اپنی محرم عورتوں کے ساتھ بھی ہو، ایسے ہی چلے۔ تاکہ دوسرے لوگ اس سے سبق لیں۔

[2] یعنی کنارہ مجلس پر بیٹھتا تھا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر درمیان میں پہونچنے کی کوشش نہ کرتا تھا یہ آداب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے۔

[3] یعنی یہ چار حدیثیں مصابیح میں تھیں۔ مگر ہم نے ان میں سے دو حدیثیں تو باب القیام میں ذکر کر دیں اور دو حدیثیں باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کریں گے۔ کیونکہ ہم کو یہ حدیثیں ان مقام سے زیادہ مناسب معلوم ہوئیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ مَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِيْ وَاتَّكَأْتُ عَلٰى أَلْيَةِ يَدِيْ فَقَالَ أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُضْطَجِعٌ عَلٰى بَطْنِيْ فَرَكَضَنِيْ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ يَا

تیسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن شرید سے ۱؎ اور وہ اپنے والد سے فرماتے ہیں مجھ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گزرے جب کہ میں اس طرح بیٹھا تھا۔ کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنے ہاتھ کی سرین پر ٹیک لگائی ہوئی تھی ۲؎ تو فرمایا تم ان لوگوں کی بیٹھک بیٹھتے ہو جن پر غضب کیا گیا ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم گزرے جب کہ میں اپنے پیٹ پر لیٹا ہوا تھا ۴؎ تو مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا اے

۱؎ عمرو ابن شرید تابعی ہیں ان کے والد شرید صحابی ہیں عمرو طائف کے رہنے والے ہیں ثقہ ہیں ان کی ملاقات اپنے والد سے اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے ہے ان دو بزرگوں کے علاوہ اور چند صحابہ سے بھی ہے (اشعہ)۔

۲؎ الیۃ سرین یعنی چوتڑ کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد ہتھیلی کا وہ گوشت ہے جو انگوٹھے کی جڑ سے آخر تک ہے۔

۳؎ یعنی اس طرح یہود بیٹھا کرتے ہیں۔ اور یہود پر اللہ کا غضب ہے تو یہ بیٹھنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ تم مومن انعام یافتہ بندے ہو تم ان سے تشبیہ کیوں کرتے ہو خیال رہے کہ ایک ہاتھ پیٹھ پر رکھنا اور دوسرے ہاتھ پر ٹیک لگانا مطلقاً ممنوع ہے خواہ داہنا ہاتھ پیٹھ پر ہو بایاں زمین پر یا برعکس (اشعہ) بلکہ دونوں یا ایک ہاتھ کو کوکھ پر رکھنا یا پیٹھ سے لگانا ہی ممنوع ہے یونہی دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کر کے ان پر ٹیک لگانا ممنوع ہے۔

۴؎ اس طرح کہ میرا پیٹ زمین سے لگا ہوا تھا اور دونوں پاؤں پیچھے [illegible] جسے کہتے ہیں اوندھا لیٹنا۔

جُنْدُبُ اِنَّمَا هِيَ ضَجْعَةُ اَهْلِ النَّارِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ بَابُ الْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ

جندب یہ آگ والوں کا لیٹنا ہے [۱] (ابن ماجہ) چھینک اور جماہی کا بیان [۲] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں اللہ تعالٰے چھینک کو پسند فرماتا ہے [۳] اور جماہی کو ناپسند کرتا ہے [۴] تو جب تم میں

[۱] جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام ہے کنیت ابوذر ہے اس فرمان کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جہنمی لوگ یعنی کفار دنیا میں ایسے لیٹتے ہیں۔ تم ان سے مشابہت نہ کرو دوسرے یہ کہ دوزخ میں کفار لیسے لٹائے جایا کریں گے۔ ان کی پیٹھ پر کوڑے مارنے کیلئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد اپنے چھوٹوں کو پیار یا ناراضی میں ٹھوکر مارنا جائز ہے حضرات صحابہ کرام تو حضور کی ٹھوکر کھانے پر فخر کرتے تھے آج ہم ان ٹھوکروں کیلئے ترستے ہیں

شبلی تشنہ دیدار کو زندہ کرتے
بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے

[۲] عطاس مصدر ہے عطسٌ کا عطس کے معنی ہیں چھینک تو عطاس کے معنی ہوئے چھینکنا اور تثاؤب مصدر ہے ثوباءٌ کا ثوباء کے معنی ہیں سستی تثاؤب کے معنی ہیں سستی کا طاری ہونا اصطلاح میں جماہی کو تثاؤب کہتے ہیں کہ اس میں سستی ظاہر ہوتی ہے تثاؤب مهموز عین ہے نہ کہ اجوف یہ ہی قوی ہے۔

[۳] چھینک سے دماغ صاف ہوتا ہے چھینک آنے سے دماغ ہلکا ہو جاتا ہے طبیعت کھل جاتی ہے جس سے عبادات پر زیادہ قدرت ہو جاتی ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ زکام آ کر خیریت سے گزر جاوے تو بہت بیماریوں کا دفعیہ ہے۔

[۴] جماہی سستی کی علامت ہے اس سے جسم میں جمود طاری ہوتا ہے چھینک رب کو پسند ہے جماہی شیطانی پسند اسلئے حضرت انبیاء کرام کو جماہی کبھی نہیں آتی۔

أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ
أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ
مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهٗ مَا
اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ
الشَّيْطَانُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَإِنَّ

سے کوئی چھینکے اور اللہ کی حمد کرے تو ہر سننے والے مسلمان پر حق ہے کہ اس سے کہے یرحمک اللہ[1]
لیکن جمائی وہ تو شیطان کی طرف سے ہے[2] تو جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے اسے دفع کرے
[3] کیونکہ تم میں سے کوئی جب جمائی لیتا ہے تو اس سے شیطان
ہنستا ہے[4] (بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ تم میں

[1] بعض علماء فرماتے ہیں کہ چھینک کا جواب دینا فرض ہے وہ اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ فرمایا گیا حقا عام علماء اسے سنت کہتے ہیں۔ فرض والوں میں بعض لوگ اسے فرض عین کہتے ہیں بعض فرض کفایہ اس سے معلوم ہوا کہ چھینکنے والا الحمد للہ بلند آواز سے کہے تاکہ لوگ سن سکیں اور صرف سننے والے پر جواب ہے نہ سننے والے پر کچھ نہیں۔ جواب چھینک کے متعلق علماء کا بڑا اختلاف ہے حق یہ ہے کہ اس کا جواب سنت علی العین ہے کہ ہر سننے والا جواب دے۔ یہاں حق بمعنی واجب یا لازم نہیں بلکہ بمعنی استحقاق ہے جیسے فرمایا گیا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں مریض کی عیادت کرنا جنازہ میں شرکت کرنا وغیرہ۔

[2] یعنی شیطان کے اثر سے جمائی آتی ہے وہ اس سے خوش ہوتا ہے [illegible] ہے اسی لیے حضرات انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں آتی۔ جیسے کہ انہیں احتلام نہیں ہوتا [illegible]

[3] جمائی دفع کرنے کی تین تدبیریں ہیں۔ جب جمائی آنے لگے [illegible] سے [illegible] سانس نکال دے جب جمائی آنے لگے تو نیچا ہونٹ دانتوں میں دبا لے [illegible] کہ حضرات انبیاء کرام کو جمائی نہیں آتی۔

[4] یعنی جب کوئی جمائی میں منہ پھاڑتا ہے [illegible] شیطان خوب ٹھٹھہ مار کر ہنستا ہے کہ [illegible] اسے [illegible] اپنا اثر [illegible] کر لیا۔

أَحَدُكُمْ إِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ مِنْهُ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهُ
أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ
اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقَالَ
الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِي

سے کوئی جب کہتا ہے ہا تو اس سے شیطان ہنستا ہے لہ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے الحمد للہ اور اس کا بھائی اس کا ساتھی اس سے کہے یرحمک اللہ پھر جب کہے یرحمک اللہ تو یہ کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم لہ (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخصوں نے چھینک لی تو حضور نے ایک کو جواب دیا دوسرے کو جواب نہ دیا تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ان کو جواب دیا مجھے نہ دیا

لہ یہ حدیث بہت [illegible] الفاظ سے مروی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جن آوازوں سے شیطان ہنستا ہے بعض آوازوں سے وہ خوش ہوتا ہے اور بعض آوازوں سے اسے تکلیف ہوتی ہے جمائی کی آواز سے وہ ہنستا ہے گانے بجے کی آواز پر وہ خوش [illegible] چاہیئے چونکہ اس [illegible] یرحمک اللہ [illegible] یہدیکم اللہ [illegible] شمت [illegible] کہتے ہیں [illegible]

قَالَ إِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَلَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوهُ
وَإِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ✦
وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ

فرمایا اس نے اللہ کی حمد کی تم نے نہ کی ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت
ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سنا کہ جب تم میں سے کوئی چھینکے پھر خدا کی حمد کرے تو جواب دو اگر حمد نہ کرے تو اسے
جواب نہ دو ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے انہوں نے نبی

۲ یعنی دعا رحمت دعا خیر و تشمیت سے کیا جاتا ہے ۔

۱؎ معلوم ہوا کہ چھینکنے والے کا جواب تب دیا جاوے جب وہ الحمد للہ کہے اور یہ سننے میں ایک شخص نے دیوار کے پیچھے چھینک لی تو حضرت نے فرمایا یرحمک اللہ یعنی اگر تو نے رب کی حمد کی ہو تو خدا تجھ پر رحم کرے اگر اکیلا آدمی چھینکے اور الحمد للہ کہے کوئی جواب دینے والا نہ ہو تو خود ہی کہہ لے یغفر اللہ لی ولکم کیونکہ فرشتے اس کی چھینک کا جواب دیتے ہیں یہ ان کی نیت سے یہ دعا کرے جیسے نماز کے سلام میں فرشتوں کی نیت کرے گو اکیلا ہو (مرقات)

۲؎ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نہی ممانعت کے لیئے ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو جواب دینا گناہ ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ نہی سنیت کی نفی کے لیئے ہے۔ یعنی ایسے کو جواب دینا سنت نہیں۔ مگر گناہ بھی نہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کو جواب نہیں دیا۔ لہٰذا جواب نہ دینا ہی سنت ہے (اشعہ) خیال رہے کہ عدم فعل سنت نہیں ہوتا بلکہ ترک فعل سنت ہوتا ہے، عدم اور ترک میں بڑا فرق ہے ۔ عدم زنا پر ثواب نہیں بلکہ ترک گناہ پر ثواب ہے جب کسی کام کا باعث موجود ہو پھر کام نہ کیا جاوے وہ ترک ہے اور مطلقاً کوئی کام نہ کرنا عدم فعل ہے ۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ اُخْرٰى فَقَالَ الرَّجُلُ مَزْكُوْمٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ فِى الثَّالِثَةِ اَنَّهٗ مَزْكُوْمٌ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَثَاوَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيْهِ

صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا اور آپ کے پاس ایک شخص نے چھینک لی تو اس سے فرمایا یرحمک اللہ اس نے پھر دوبارہ چھینک لی تو فرمایا کہ یہ شخص زکام والا ہے[1] (مسلم) اور ترمذی کی روایت میں کہ حضور نے تیسری بار میں فرمایا کہ وہ زکام والا ہے[2] روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لینے لگے تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے[3]

[1] معلوم ہوا کہ یہ شخص زکام کا بیمار ہے ہر چھینک پر جواب نہ دے کہ اس میں بہت حرج ہوگا کہ پھر تو وہ زکام والا کسی کو بات نہ کرنے دیگا وہ چھینکے جا رہے تم جواب دیئے جاؤ جیسے اذان کا جواب دے مگر پہلی اذان کا پھر دوسری میں مختار ہے جواب دینا ضروری نہیں۔

[2] زیادہ روایات میں یہی ہے کہ حضور انور نے تیسری چھینک پر فرمایا کہ تجھے زکام ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ زکام والے شخص کو بجائے جواب دینے کے یہ کہے شفاک اللہ تجھے اللہ شفا دے مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ دعا رحمت تو ویسے ہی کرنی چاہیئے چھینک پر کیا موقوف ہے۔ یہ وقت شفا کی دعا کا نہیں ہے نیز زکام بیماری نہیں ہے بلکہ دماغی بیماریوں کا علاج اس سے بہت رفع ہو جاتے ہیں رمز بات زکام والے کو دیوانگی و جنون نہیں ہوتا جیسے کبھی خارش ہو تو اسے جذام و کوڑھ نہیں ہوتا زکام و خارش میں رب تعالیٰ کی بہت حکمتیں ہیں۔

[3] اس طرح بائیں ہاتھ کے ہتھیلی کی یا انگلیوں کی پشت منہ پر رکھ لے کہ یہی سنت ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا مذکور ہے۔

فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَطَسَ غَطَّى وَجْهَهُ بِيَدِهِ أَوْ ثَوْبِهِ غَضَّ بِهَا صَوْتَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَلْيَقُلِ الَّذِي يَرُدُّ عَلَيْهِ

کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے ۱؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو اپنا چہرہ انور اپنے ہاتھ یا آستین سے ڈھانپ لیتے اور اس میں اپنی آواز پست کرتے ۲؎ (ترمذی۔ابوداؤد) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے روایت ہے حضرت ابوایوب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے

۱؎ یا تو خود شیطان ہی داخل ہو جاتا ہے کیونکہ اگرچہ وہ مردود ہمارے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے مگر ہمارے منہ میں اس وقت گھستا ہے یا اس کے وسوسے داخل ہوتے ہیں بہرحال جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ ضرور رکھ لے کہ اس سے نہ شیطان داخل ہوگا نہ اس کے وسوسے نہ ہوائی کیڑے کوڑے۔ ۲؎ چھینک کے وقت اپنا پورا چہرہ یا پورا منہ کپڑے یا ہاتھ سے ڈھانپ لینا سنت ہے کہ اس سے رطوبت کی چھینٹیں نہ اڑیں، نہ اپنے یار دوست کے کپڑے خراب نہ ہوں اور چھینک کی آواز حتی الامکان پست کرنا بھی سنت ہے کہ بہت آواز بلند ہو تو بری معلوم ہوتی ہے لوگ اچھل پڑتے ہیں چھینک کی آواز آہستہ نکلے الحمد کی آواز بلند ہو۔ ۳؎ عمل جو کوئی چھینک پر کہے الحمد للہ علی کل حال اور اپنی زبان سارے دانتوں پر پھیر لیا کرے تو ان شاء اللہ دانتوں کی بیماریوں سے محفوظ رہے گا مجرب ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جو کوئی چھینک پر کہے الحمد للہ رب العالمین علی کل حال تو ان شاء اللہ اسے کبھی داڑھ اور کان کا درد نہ ہوگا۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے راوی ثقہ ہیں۔ مرقات۔ حق یہ ہے کہ تمام سننے والوں پر جواب ورنہ سنت ہے یعنی جواب چھینک سنت علی العین ہے۔

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَيَقُوْلُ هُوَ يَهْدِيْكُمُ وَتُصْلِحُ بَالَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُوْنَ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ۔ وَعَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ

اللہ تم پر رحم کرے اور یہ کہے اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست کرے[1] (ترمذی۔ دارمی) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ یہود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکا کرتے تھے[2] امید یہ کرتے تھے کہ ان سے فرمادیں اللہ تم پر رحم کرے مگر آپ فرماتے اللہ تمہیں ہدایت دے تمہارا حال درست کرے[3] (ترمذی۔ ابوداؤد) روایت ہے ہلال ابن یساف سے[4]

[1] کہ بال کے معنی دل، خیال، حال ہیں۔ یہاں بمعنی حال ہے جب حال ہی ٹھیک ہوگیا تو دل وخیال بھی ٹھیک ہوجائیں گے اس لیے یہاں بال سے حال مراد لے تاکہ دعا جامع ہوجاوے [2] یعنی دیدہ ودانستہ چھینک لیا کرتے تھے ناک میں تنکے ڈال کر یا کسی اور طریقہ سے جیسا کہ یتعاطسون بتارہا ہے۔

[3] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ یہود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبول الدعاء اللہ کا محبوب جانتے تھے اسلئے آپ کی دعا لینے کی کوشش کرتے تھے مگر ایمان نہ لاتے تھے حضور سے دعا لینے کی ترغیب ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا ہے خصوصًا نماز تہجد کی پابندی کرنا۔ دوسرے یہ کہ کفار کے لیئے دعاء مغفرت دعاء رحمت کرنا ممنوع ہے انھیں دعا سے ہدایت کرے رحمت مغفرت صرف مسلمانوں کے لیئے ہے ہدایت کفار کو بھی مل سکتی ہے کہ وہ ہدایت پاکر ایمان قبول کرلیں [4] آپ تابعی ہیں حضرت اشجع کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضرت علی اور حضرت ابو مسعود انصاری۔ مسلم ابن قیس سے ملاقات ہے ۱۰۱ھ ایک سو ستر میں وفات پائی آپ سے بہت لوگوں نے روایات لیں ۔

(مرقات واشعہ)

قَالَ كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ لَهُ سَالِمٌ وَعَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ فَكَاَنَّ الرَّجُلَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ فَقَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَقُلْ اِلَّا مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

فرماتے ہیں کہ ہم سالم ابن عبید کے پاس تھے [۱] تو قوم میں سے کسی شخص نے چھینکا تو بولا السلام علیکم [۲] تو اس سے سالم نے کہا تجھ پر اور تیری ماں پر [۳] تو شاید وہ شخص اپنے دل میں غصہ ہوا [۴] تو فرمایا میں نے وہ ہی کہا ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینک لی تھی تو بولا السلام علیکم تو نبی صلے اللہ

[۱] یا تو منہ سے نکل گیا یا بجائے الحمد للہ کے السلام علیکم عمداً کہا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بھی اللہ کا ذکر ہی ہے یا مسئلہ معلوم نہ تھا۔

[۲] یہ سلام تحیت کا نہیں ہے بلکہ اظہار ناراضی و بیزاری کا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کے جواب میں فرمایا قال سلام علیک یعنی تجھے دور ہی سے سلام ہے اس سلام یعنی ناراضگی میں ماں کو اس لیئے داخل فرمایا کہ ماں نے بچے کو دین نہ سکھایا یہ باتیں مائیں سکھاتی ہیں اس نے غفلت برتی یا بچے ایسی بدعتیں اکثر ماؤں سے سیکھتے ہیں ہمارے ہاں لوگ چاند دیکھ کر سلام کرتے ہیں اماں سلام ابا سلام یہ بھی بوڑھی عورتوں کی رسم ہے چونکہ ان رسوم بے موقعہ سلام کی موجد عورتیں ہوتی ہیں خصوصاً مائیں دادیاں اسیلئے عَلٰى اُمِّكَ فرمایا۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ بے موقعہ سلام کرنے والے کو جواب سلام نہ دیا جاوے دیکھو حضور انور نے وعلیکم السلام نہ فرمایا نیز چونکہ اس نے چھینک کر الحمد للہ نہ کہا لہٰذا اسے جواب بھی نہ دیا گیا اس حدیث سے بہت مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں۔

[۳] یعنی اس نے منہ سے تو کچھ نہ کہا مگر اس کے چپ ہو جانے سے محسوس ہوا کہ اس کے دل کو اس جواب سے رنج ہوا ؛

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اُمِّكَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلْيَقُلْ لَهٗ مَنْ يَّرُدُّ عَلَيْهِ
يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَقُلْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَاَبُوْ دَاؤدَ • وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَمِّتِ الْعَاطِسَ
ثَلٰثًا فَمَا زَادَ فَاِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا

علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر اور تیری ماں پر[1] جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے
الحمد للہ رب العالمین اور اس کو جواب دینے والا کہے یرحمک اللہ اور
اور یہ کہے یغفر اللہ لی ولکم[2] (ترمذی۔ ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبید
ابن رفاعہ سے[3] وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا چھینکنے
والے کو تین بار جواب دو پھر جو زیادہ کرے تو اگر چاہو جواب دو اگر چاہو نہ دو[4]

[1] سبحان اللہ کیا حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا کہ اس کا رنج دور کرنے کو حدیث پیش فرمائی اور فرمایا کہ اس سارے ہی واقعہ میں تم ہی مبتلا ہو مبتلا نہیں ہوں (مرقات)

[2] مقصد یہ ہے کہ یہ موقعہ سلام کا نہ تھا بلکہ حمد الٰہی کا تھا اگر تم حسب موقعہ الحمد کہتے تو جواب پاتے ہر مقام کے لیے ذکر اللہ علیحدہ ہے خوشی کی خبر پر انا للہ نہ پڑھو غم کی خبر پر الحمد للہ نہ کہو۔

[3] عبید ابن رفاعہ تابعی ہیں ان کے والد رفاعہ ابن رافع صحابی ہیں ان کی کنیت ابو معاذ ہے انصاری ہیں زرقی ہیں بدر احد اور تمام غزوات نبوی میں شریک ہوئے جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے حضرت معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے ان کے دو بیٹے ہیں عبید اور معاذ ایک بھتیجا یعنی ابن خلاد لہذا یہ حدیث مرسل ہے (مرقات)۔

[4] یعنی مسلمان کی تین چھینکوں کا جواب دینا سنت ہے مگر چوتھی چھینک کا جواب دینا سنت نہیں تمہاری مرضی پر ہے لیکن اگر جواب دیا تو انشاء اللہ ثواب ملے گا کہ مسلمان کو دعا دینا عبادت ہے یہاں یہ پتہ نہ ہوا کہ خود چھینکنے والا چوتھی چھینک پر الحمد للہ کہے یا نہ کہے ظاہر یہ ہے کہ کہے حمد الٰہی بہتر ہی ہے۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَمِّتْ اَخَاكَ ثَلٰثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ
زُكَامٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنَّهٗ رَفَعَ الْحَدِيْثَ
اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ**
عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ
لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَقُوْلُ

(ابوداؤد ۔ ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ
سے فرمایا اپنے بھائی کو تین بار جواب دو اگر زیادہ ہو تو وہ زکام ہے[1] (ابوداؤد)
اور فرمایا کہ میں انہیں نہیں جانتا ہوں مگر انہوں نے حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک
مرفوع کی[2] تیسری فصل روایت ہے حضرت نافع سے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر کی برابر میں
چھینک لی تو بولا اللہ کا شکر ہے اور رسول اللہ پر سلام[3] تو جناب ابن عمر نے کہا کہ میں بھی کہتا

[1] اور زکام ایک بیماری ہے بیماری کی چھینک کا جواب سنت نہیں خیال رہے کہ سنت نہ ہونا اور ہے خلاف سنت ہونا کچھ اور خلاف سنت چیز بدعت ہوتی ہے جس کا کرنا ممنوع ہوتا ہے اور سنت نہ ہونا ممنوع ہونے کی دلیل نہیں ہمارا شرعی زیرہ سنت نہیں مگر خلاف سنت نہیں اسلئے ممنوع نہیں خلاف سنت وہ ہے جو سنت کو مٹا دے اس کا فرق کتاب جاء الحق راہ جنت میں ملاحظہ فرماؤ آج لوگوں نے ان دونوں میں فرق نہیں کیا۔

[2] یعنی قال کا فاعل ابوداؤد نہیں بلکہ وہ راوی ہیں جنہوں نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کی یعنی سعید مقبری مطلب یہ ہے کہ سعید مقبری کہتے ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کا قول نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (لمعات) اگر مرفوع نہ بھی ہو تب بھی مرفوع کے حکم میں ہوگی کہ صحابی کا وہ قول جو قیاس سے وراء ہو مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے (اشعہ) جیسا کہ کتب اصول فقہ میں مذکور ہے۔

[3] غالبًا ان صاحب نے سمجھے کہ حضور انور کو سلام بھی ذکر خیر ہے اور الحمد للہ بھی ذکر خیر اور خیر کو خیر سے ملانا زیادتی خیر کا ذریعہ ہے دیکھو خطبہ۔ مسجد میں داخلے کے وقت حمد و صلوٰۃ و سلام ملے ہوتے ہیں۔ مگر یہ قیاس درست نہ تھا (مرقات)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَلَیْسَ ھٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ • بَابُ الضَّحْکِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عَائِشَۃَ

اللہ کا شکر ہے اور رسول اللہ پر سلام [1] مگر ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہ سکھایا ہمیں یہ سکھایا کہ ہم کہیں اللہ کا شکر ہے ہر حال پر [2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ہنسنے کا باب [3] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے

[1] یعنی میں نہ تو حمد الٰہی کا انکار کرتا ہوں نہ حضور کو سلام کرنے کا نہ ان دونوں کو جمع کرنے کا میں خود بارہا ان دونوں کو ملا کر کہا کرتا ہوں۔ [2] یعنی چھینک کے موقعہ پر حمد الٰہی کو سلام رسول اللہ سے ملانا خلاف سنت ہے۔ ہم کو حضور نے اس موقعہ پر یہ سکھایا کہ حمد کے ساتھ علی کل حال ملائیں، نیز حمد کے ساتھ سلام کو ملانا اس سنت کے ترک کا باعث ہے۔ لہٰذا بدعت ہے اور ممنوع۔ بعض علماء نے چھینک کے وقت درود شریف کو سنت فرمایا ہے۔ دیکھو اشعۃ اللمعات مگر وہ حضرات علی کل حال کے بعد درود شریف کو مستحب کہتے ہیں خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ میں کسی نے چھینک کر کہا تھا۔ السلام علیکم تو حضور انور نے اس پر کچھ سختی فرمائی تھی۔ مگر حضرت ابن عمر نے اس شخص پر نہایت نرمی کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے الحمدللہ بالکل نہ کہا تھا صرف سلام کیا تھا۔ لہٰذا اس پر سختی کی یہاں اس شخص نے حمد کے بعد سلام کہا یعنی حمد کو چھوڑا نہیں لہٰذا نرمی فرمائی۔ یا شاید اس شخص نے بار بار یہ تصور کیا ہوگا اس لیئے اس پر سختی کی یہاں اس شخص نے پہلی بار یہ قصور کیا ہے مرقات میں اس دوسری توجیہ کا ذکر کیا۔

[3] ضحک ض کے کسرہ ح کے سکون سے یا دونوں کے کسرہ سے یا ض کے فتحہ سے ح کے سکون سے ہے بمعنی ہنسنا یہاں ضحک سے مراد ہنسنا تبسم کرنا سب مراد ہے اس لیئے مصنف اس باب میں تبسم کا ذکر بھی کریں گے۔ فقہاء کے ہاں صرف دانت کھل جانا آواز نہ پیدا ہونا تبسم ہے تھوڑی آواز بھی پیدا ہونا جو خود سنی جائے دوسرا نہ سنے ضحک ہے زیادہ آواز پیدا ہو کہ دوسرا بھی سنے اور منہ کھل جائے۔ قہقہہ ہے یعنی ٹھٹھا۔ نماز میں تبسم کرنے سے نہ نماز جائے نہ وضو۔ ہنسنے سے نماز جاتی رہے گی۔ قہقہہ سے نماز وضو دونوں جاتے رہتے ہیں۔

قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پورا ہنستے نہ دیکھا حتی کہ میں آپ کے انتہائی تالو دیکھ لیتی [1] آپ مسکرایا کرتے تھے [2] (بخاری) روایت ہے حضرت جریر سے [3] فرماتے ہیں کہ جب سے مسلمان ہوا مجھ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پردہ نہ کیا [4] اور مجھے نہ دیکھا مگر تبسم فرمایا [5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] یہ تفسیر ہے مستجمعا کی یعنی اس طرح ہنستے نہ دیکھا کہ آپ کا منہ شریف کھل جاتا اور میں آپ کے تالو کا آخری حصہ دیکھ لیتی لہوات جمع ہے لہات کی لہات وہ پارۂ گوشت جو تالو کی انتہا اور حلق سے متصل ہے حضور انور اس طرح ساری عمر کبھی نہ ہنسے [2] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے کبھی نہ تھے مسکراتے بہت تھے۔ ہنسنا قلب میں غفلت پیدا کرتا ہے تبسم خوش اخلاقی ہے اس سے سامنے والے کو خوشی ہوتی ہے۔ شعر

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

[3] آپ جریر ابن عبداللہ ہیں کنیت ابو عمرو ہے حضور انور کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے بعد میں کوفہ میں قیام رہا سنہ ۵۱ اکیاون ہجری میں وفات پائی (اکمال) بڑے خوبصورت خوش خلق اپنی قوم کے سردار تھے [4] یعنی جس موقعہ پر دوسروں کو اجازت لے کر آنا ہوتا تھا مجھے بغیر اجازت حاصل کیے حاضری کی اجازت تھی ایک بار حضور نے مجھے ایسی مجالس میں حاضری کی اجازت دیدی تھی گویا اپنا قرب و منزلت بیان فرما رہے ہیں خیال رہے کہ حضور کی مجلس عامہ میں کسی کو اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی جیسے نماز جمعہ عید اور عام مجالس وعظ میں دولت خانہ کے اندر کسی کو بغیر اجازت حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی رب تعالی فرماتا ہے لاتدخلوا بیوت النبی الخ مجالس خاصہ میں عام لوگ اجازت لے کر حاضر ہوتے تھے مگر کوئی خاص الخاص بغیر اجازت بھی یہاں اسی کا ذکر ہے۔

[5] حضور کا یہ تبسم اظہار خوشی یا اظہار کرم کے لیے ہوتا تھا۔

لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَأْخُذُوْنَ فِيْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہ اٹھتے تھے اپنے اس مصلے سے جس میں فجر کی نماز پڑھتے حتی کہ سورج طلوع ہوجاتا پھر جب سورج طلوع ہوجاتا تو اٹھتے اور لوگ باتیں کرتے تھے تو جاہلیت کے زمانہ کے کاموں کے ذکر میں مشغول ہوجاتے تو ہنستے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے[۱] (مسلم) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ حضرات اشعار پڑھتے تھے دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حارث ابن جزء[۲] سے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم والا ہو[۳]

[۱] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھا رہنا سنت ہے دوسرے یہ کہ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن افضل نہیں کہ اس وقت سجدہ تلاوت نہ کرسکے گا تیسرے یہ کہ نفلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف وہاں بیٹھے تھے چوتھے یہ کہ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنت صحابہ ہے پانچویں یہ کہ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کرسکتا یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں دیکھو حضرات صحابہ کرام اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے ناسمجھ تھے اب حضور کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔ چھٹے یہ کہ حضور انور بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ ... اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے ان کے ہر کام میں شریک ہوجاتے تھے۔ [۲] آپ صحابی ہیں زبیدی ہیں زبید ایک قبیلہ ہے جو زبید نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہے آپ مصر میں سب سے آخری صحابی ہیں جو فوت ہوئے ۸۶ چھیاسی ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

[۳] تبسم میں ہزارہا حکمتیں ہیں۔ حضور کی ہر ادا میں رب تعالٰی کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُوْنَ قَالَ نَعَمْ وَالْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ اَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

(ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت قتادہ سے کہ حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنستے تھے[۱] فرمایا ہاں حالانکہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے بڑا تھا[۲] اور بلال ابن سعد نے کہا[۳] کہ میں نے صحابہ کو پایا کہ وہ نشانوں کے درمیان دوڑ لگاتے تھے اور ان کے بعض بعض سے ہنسی کرتے تھے جب رات ہوتی تو راہب (تارک الدنیا) بن جاتے تھے[۴] (شرح سنہ)

[۱] شاید سائل نے وہ حدیث سنی ہوگی کہ زیادہ ہنسنا دل مردہ کرتا ہے تو اس نے سوچا ہوگا کہ حضرت صحابہ کبھی نہ ہنستے ہوں گے وہ حضرات زندہ دل تھے پھر انہیں ہنسی سے کیا تعلق جیسے آج لوگ کہتے ہیں زندہ دلی وہ جس کے گھر بار بیوی بچے کچھ نہ ہو جنگل میں تارک الدنیا ہو کر رہے مشہور ہے کہ وہ فقیر کیسا جو پاس رکھے پیسہ۔ [۲] جواب کا مقصد یہ ہے کہ ہنسنا حرام نہیں حلال ہے وہ حضرات وہ ہنسی نہ ہنستے تھے جو دل مردہ کر دے یعنی ہر وقت ہنستا رہنا بلکہ وہ ہنسی ہنستے تھے جو دل کو شگفتہ رکھے اور سامنے والے کو بھی شگفتہ بنا دے ان حضرات کے دل ایمان سے بھرے ہوئے تھے ساتھ ہی وہ حضرات شگفتہ دل بھی تھے ان کے پاس بیٹھنے والے بھی خوش ہو جاتے تھے۔ [۳] آپ تابعی ہیں بہترین واعظ عابد شب زندہ دار۔ دمشق میں قیام رہا آپ کو دمشق کا حسن بصری کہا جاتا تھا آپ کی ملاقات اپنے اپنے والد تمیم داری۔ امیر معاویہ۔ جابر سے ہے رضی اللہ عنہم ۱۲۰ھ ایک سو بیس ہجری میں وفات ہوئی۔ (اشعہ) [۴] یعنی وہ حضرات دن میں بھاگ دوڑ ہنسی مذاق سب کچھ کرتے تھے تیر اندازی ان کا بہترین مشغلہ تھا۔ مگر جب رات ہوتی تو معاملہ ہوتا اور یہ حضرات ہوتے تہ اب دعوت۔ مناجات۔ عبادات میں مشغول ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ خیال رہے کہ شب بیداری یعنی نماز تہجد کی قرآن کریم میں بہت ہی تعریف آئی ہے رب تعالیٰ نصیب کرے

بَابُ الْأَسَامِي

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا الْقٰسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

ناموں کا بیان [1] پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک آدمی نے کہا اے ابوالقاسم [2] تو اس کی طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی وہ بولا کہ میں نے تو اس کو بلایا ہے تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام تو رکھو میری کنیت نہ رکھو [3] (مسلم بخاری)

خوبیہ۔ تو سمجھو کہ تمام نمازیں اطاعت کی ہیں یہ نماز محبت کی تمام نمازیں مسلمانوں کے لیئے آئیں مگر تہجد خاص حضور حضور انور کے لیئے رب فرماتا ہے ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک اب جو بھی تہجد پڑھتا ہے حضور کے صدقے پڑھتا ہے حضرات صحابہ ظاہرًا ہنستے تھے باطن کی آنکھ سے روتے تھے اشباح (صورتوں) میں فرشی تھے ارواح میں عرشی تھے بدن سے مخلوق میں تھے دل میں خالق کے ساتھ یہ ظاہر سب کے ساتھ یہ باطن رب کے پاس فقراء کے لباس میں بادشاہ تھے ان میں سے ہر صحابی ایسا تھا۔ شعر شیر زدہ پوشیں بزہ اے آفتابے در لباس زرہ بکرے کی کھال میں شیر ذرہ کے لباس میں سورج رضی اللہ عنہم ؀

[1] اسامی الف کے فتحہ ی کے شد سے جمع اسم کی بروزن افاعیل اسم سے مراد نام ہے خواہ علم ہو یا اور کچھ اس باب میں بتایا جاوے گا کہ کیسا نام برا ہے کیسا اچھا [2] کسی شخص کا نام ابوالقاسم تھا اس نے اسے پکارا۔

[3] مقصد یہ ہے کہ اگر تمہارے نام محمد ہوں تو دھوکہ نہ ہوگا کیونکہ حضور کو صرف نام سے پکارنا حرام ہے اب جو حضور کو پکارے گا وہ یا رسول اللہ کہے گا یا محمد نہ کہے گا اگر یا محمد کہہ کر پکارے گا تو کسی اور محمد کو پکارے گا نہ کہ حضور۔ اللہ تعالٰی نے ہمارے حضور کو نام لیکر نہ پکارا یا ایہا النبی یا ایہا الرسول سے پکارا لہذا نام کے اشتراک میں شبہ و دھوکہ نہ ہوگا کنیت کے اشتراک میں ضرور دھوکا ہوگا (مرقات) لہذا حدیث واضح ہے پس حضور انور کو یا اباالقاسم کہہ کر پکار سکتے ہیں کہ یہ حضور کا لقب ہے جیسے رسول اللہ نبی اللہ مگر یا محمد کہہ کر نہیں

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمُّوْا وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنِّيْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو کیونکہ میں قاسم بنایا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

پکار سکتے کہ محمد حضور کا نام شریف ہے دیکھو مرقات حضور انور کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا اس نام سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔

[۱] یعنی اللہ کی ہر نعمت تقسیم میرے ہاتھ سے ہوتی ہے دنیاوی نعمت ہو یا اخروی اسیلئے حضرات صحابہ نے بارش۔ جنت۔ آنکھیں دولت اولاد حضور سے مانگی ہیں جب جنت ہی حضور سے مانگ لی تو دیگر چیزیں بدرجہ اولی حضور سے مانگی جاسکتی ہیں اس کے لیئے ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے اور جاء الحق کا مطالعہ کرو دوسری روایت میں ہے اللہ المعطی وانا القاسم نہ اللہ کی عطا مقید ہے نہ حضور کی تقسیم رب فرماتا ہے اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت حضور کی حیات شریف میں تھی بعد وفات ہر طرح اجازت ہے خواہ حضور انور کا نام رکھے یا آپ کی کنیت یا دونوں جمع کردے کہ نام رکھے محمد کنیت رکھے ابوالقاسم اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں یہی قول قوی ہے جو ہم نے عرض کیا کہ یہ حکم حیات شریف میں تھا مرقات و اشعہ حضرت علی نے حضور کے بعد اپنے بیٹے کا نام محمد کنیت ابوالقاسم رکھی جنہیں محمد ابن حنفیہ کہا جاتا ہے اور انہوں نے حضور سے پہلے پوچھا تھا کہ کیا میں آپ کے بعد اپنے کسی بیٹے کا نام محمد کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہوں فرمایا تھا۔ ہاں۔ خیال رہے کہ اگر قاسم قوی ہو تو تقسیم بھی قوی ہوتی ہے ڈول۔ چرسہ۔ رہٹ۔ ٹیوب ویل۔ دریا بادل سب ہی پانی تقسیم کرتے ہیں مگر ان کی تقسیموں میں جو فرق ہے وہ معلوم ہے سارے نبی اللہ کی نعمتیں تقسیم کرتے تھے حضور بھی تقسیم کرتے ہیں حضور بھی تقسیم کرتے ہیں حضور کی تقسیم بہت قوی ہے تمام امتوں میں وضو تھا مگر اعضاء کا چمکنا حضور کی امت کے وضو سے ہے پانچ نمازوں کا ثواب پچاس ہے کیوں اس لیئے کہ یہ حضور کی تقسیم سے ملی ہیں اب پڑھو اللہ المعطی وانا القاسم۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَلَا رَبَاحًا وَلَا نَجِيْحًا وَلَا اَفْلَحَ فَاِنَّكَ تَقُوْلُ اَثَمَّ هُوَ فَلَا يَكُوْنُ فَيَقُوْلُ لَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے ناموں میں رب تعالٰے کو بہت پسند نام عبداللہ اور عبد الرحمن ہے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے غلام کا نام نہ یسار رکھو [2] نہ رباح نہ نجیح اور نہ افلح [3] کیونکہ تم کہو گے کہ کیا یہاں وہ ہے ہوگا نہیں تو کہے گا نہیں [4] (مسلم) اور مسلم کی

[1] یہ نام اسلیئے پیارے ہیں کہ ان میں اپنی عبدیت کو رب کی طرف نسبت کیا گیا ہے تو اس میں دونوں چیزوں کا اظہار ہے اپنی عبدیت اللہ کی ربوبیت یعنی انبیاء کرام کے ناموں کے بعد یہ نام رب کو بہت پسند ہیں سب سے بہتر یہ ہے کہ کسی نبی کے نام پر نام رکھے اس کے بعد یہ بہتر ہے کہ یہ نام رکھے یہاں عبداللہ اور عبدالرحمن بطور تمثیل فرمائے گئے اسماء الٰہیہ میں سے کسی کی طرف عبدیت کی طرف نسبت کرے بہتر ہے خیال رہے کہ ملائکہ کے نام پر نام رکھنا ممنوع ہے لہٰذا کسی چیز کا جبریل یا میکائیل نام نہ رکھو جیسا کہ حدیث میں ہے (مرقات) چنانچہ بخاری نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث نقل کی کہ نبیوں کے نام پر نام رکھو فرشتوں کے نام پر نام نہ رکھو۔

[2] غلام سے مراد مطلقًا لڑکا ہے خواہ بیٹا ہو یا غلام یا کوئی اور وہ جس کا نام رکھنا ہمارے قبضہ میں ہو نہی تنزیہی ہے یعنی یہ نام بہتر نہیں [3] یسار کے معنی ہیں فراخی۔ عسر کا مقابل رباح کے معنی ہیں۔ نفع۔ خسارہ کا مقابل نجیح کے معنی ہیں کامیاب۔ ظفریاب۔ افلح کے معنی ہیں نجات والا یہ ممانعت صرف ان ناموں میں محدود نہیں بلکہ ان جیسے اور نام جن کے معنی ہیں خوبی و عمدگی ہو جیسے ظفر۔ برکت وغیرہ (اشعہ) یہ نام نہ رکھنا بہتر ہے۔ اس کی وجہ خود بیان فرمارہے ہیں [4] تو اس صورت میں تمہارے گھر سے نفع۔ فتح۔ نجات کی نفی ہو جاوے گی نام رکھے تھے نیک فالی کے لیئے مگر جب ان کی نفی کی گئی تو بد فالی ہو گی۔

بِرِوَايَةٍ لَّهُ قَالَ لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحًا وَلَا يَسَارًا وَلَا أَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا • وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْهٰى عَنْ يُسَمّٰى بِيَعْلٰى وَبِبَرَكَةٍ وَبِأَفْلَحَ وَبِيَسَارٍ وَبِنَافِعٍ وَبِنَحْوِ ذٰلِكَ ثُمَّ رَأَيْتُهُ سَكَتَ بَعْدُ عَنْهَا ثُمَّ قُبِضَ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ اللهِ رَجُلٌ يُسَمّٰى مَلِكَ

ایک روایت میں ہے کہ اپنے غلام کا نام نہ رباح رکھو نہ یسار نہ افلح نہ نافع ۱؎ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ یعلے برکت افلح ۔یسار۔ نافع اور ان کی مثل نام رکھنے سے منع فرمادیں میں نے پھر آپ کو دیکھا کہ بعد میں اس سے خاموش رہے پھر وفات پا گئے ۲؎ اور اس سے منع نہ فرمایا (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین نام کا وہ شخص ہے جس کا نام ملک

۱؎ اس روایت میں نافع نہ تھا۔یہاں نافع بھی ہے خیال رہے کہ سب سے اعلیٰ و افضل نام محمد یا احمد ہے کہ رب کے محبوب کے نام ہیں پھر ابراہیم۔اسماعیل وغیرہ کہ حضرات انبیاء کے نام ہیں۔پھر عبداللہ عبدالرحمٰن عبدالستار وغیرہ کہ ان میں اپنی عبدیت اور اللہ کی ربوبیت کا اعلان ہے۔بے معنی یا برے معنی والے نام ممنوع ہیں۔جیسے۔بدھو۔تلو۔یا جیسے نسیم۔ریاض۔جاوید۔اختر وغیرہ ۲؎ یعنی مجھے علامات سے معلوم ہوتا تھا کہ حضور انور ان ناموں سے ممانعت فرمادیں گے مگر کی نہیں یا تو حضرت جابر کو ممانعت کی خبر نہ ہوئی پچھلی روایت میں ممانعت گذر چکی اور نفی کی روایت پر ثبوت کی روایت مقدم ہوتی ہے یا یہاں مراد حرمت کی نہیں ہے یعنی یہ نام رکھنا حرام نہ فرمایا اور پچھلی روایات میں تنزیہی کراہت کی نہیں تھی لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔یہاں مرقات میں ناموں کی بہت تفصیل ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے۔حرب۔ولید۔رباح۔حکم۔کلب۔کلیب وغیرہ ناموں سے منع فرمایا وہ بھی کراہتہ تنزیہی ۔

الْاَمْلَاكِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ اَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَخْبَثُهٗ رَجُلٌ كَانَ يُسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ لَا مَلِكَ اِلَّا اللهُ ۔ وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَتْ سُمِّيْتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمُ اللهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ

الاملاک رکھا جاوے [1] (بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا اللہ کا سخت غضب ناک قیامت کے دن اور خبیث ترین وہ شخص ہے جس کا نام ملک الاملاک رکھا جاوے خدا کے سوا کوئی بادشاہ نہیں [2] روایت ہے حضرت زینب ابی سلمہ سے [3] فرماتی ہیں کہ میرا نام برہ رکھا گیا [4] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود اپنی صفائیاں نہ دو تم میں سے بھلائی والے کو اللہ جانتا ہے [5]

[1] اس لیے کہ ان ناموں میں فخر و تکبر کا اظہار ہے نہ ذلت کے نام رکھو نہ فخر و تکبر کے خیال رہے کہ ناموں کا اور حکم ہے القاب و خطابات کا دوسرا حکم کسی کو ملک العلماء کا خطاب دینا ممنوع نہیں نام رکھنا ممنوع ہے ملک الاملاک کا ترجمہ ہے بادشاہوں کا بادشاہ یعنی شہنشاہ اور ظاہر ہے کہ اس نام میں تکبر ہے اس عبارت میں رجل سے پہلے نام محذوف ہے اور یہ اخنی الاسماء کی خبر ہے (اشعہ) [2] یعنی حقیقی اور دائمی بادشاہ اللہ تعالٰی ہے بندوں کی بادشاہت و ملکیت عارضی ہے ایسے نام رکھنے والا گویا رب تعالٰی کا مقابلہ کرتا ہے خیال رہے کہ املاک جمع ہے ملک کی لام کے کسرہ سے اور ممالک جمع ہے ملک کی لام کے ضمہ سے ملوک جمع ہے ملک بمعنی بادشاہ کی مالک الملوک۔ مالک الاملاک۔ اور مالک ممالک تمام نام ممنوع ہیں خیال رہے کہ یہ ناراضی جب ہے جبکہ وہ شخص اس نام سے راضی ہو اگر راضی نہیں تو وبال اس کے ماں باپ پر ہے جنھوں نے اس کا یہ نام رکھا اسے چاہیے کہ نام تبدیل کرے [3] یہ زینب حضور انور کی سوتیلی بیٹی ہیں جو اپنی والدہ جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور انور کے گھر میں آئیں اور حضور انور کی پرورش میں رہیں اور زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ حضور کی سگی بیٹی ہیں جو ابوالعاص کے نکاح میں رہیں [4] یعنی میری والدہ ام سلمہ نے یا میرے والد ابو سلمہ نے میرا نام برہ رکھا برہ کے معنی ہیں نہایت نیک صالحہ بچی [5] اس فرمان عالی میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے۔ لا تزکوا انفسکم بل اللہ یزکی من یشآء۔

مِنْكُمْ سَمُّوْهَا زَيْنَبَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اِسْمُهَا بَرَّةُ فَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّقَالَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ بِنْتًا كَانَتْ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اس کا نام زینب رکھو [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جویریہ کا نام برہ تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جویریہ سے تبدیل کردیا [2] اور یہ ناپسند کرتے تھے کہ کہا جاوے برہ کے پاس سے گئے [3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر کی بیٹی کا نام عاصیہ تھا [4] رسول اللہ صلے اللہ

[1] زینب کے بہت معنی ہیں زنب بمعنی موٹا یا تندرستی زینب موٹی و تندرست عورت یا زنب وہ درخت جو خوبصورت خوشبودار ہو یا یہ لفظ بنا ہے زین اور اب سے یعنی اچھے باپ کی بیٹی یہ تیسرے معنی نہایت موزوں ہیں (مرقات) واقعی ان سے بڑھ کر اچھے باپ والی بیٹی کون ہوگی۔ رضی اللہ عنہا [2] جویریہ تصغیر ہے جاریۃ کی جاریہ کے معنی ہیں لڑکی جویریہ چھوٹی لڑکی آپ جویریہ بنت الحارث ہیں غزوہ مریسیع جسے غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں جو ۵ھ میں ہوا اس میں قید ہو کر آئیں ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں انہیں نے آپ کو مکاتبہ کردیا حضور انور نے آپ کا مال کتابت ادا کردیا اور آپ سے نکاح کرلیا آپ کی وفات ربیع الاول ۵۶ھ چھپن میں ہوئی ۶۵ پینسٹھ سال عمر پائی رضی اللہ عنہا اکمال [3] یعنی حضور انور نے برہ نام اس لیے بدل دیا کہ اگر آپ اپنی ان بیوی صاحبہ کے پاس سے تشریف لائیں تو یہ نہ کہا جاوے کہ آپ برہ یعنی نیک کے یا نیکی کے پاس سے آئے کہ اس کا مطلب یہ بن جاتا ہے کہ نیکی سے نکل کر آئے تو نعوذ باللہ برائی میں آئے [4] عاصیہ عاصی بمعنی گنہگار کا مؤنث نہیں وہ تو عصیان سے بنتا ہے۔ بلکہ عاص یا عیص کا مؤنث عرب میں عیص گنجان درخت کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھائی کا نام عیص ابن اسحاق تھا۔ ایک صحابی کا نام ابوالعاص ہے ان ناموں کا ماخذ یہ ہی عیص ہے۔

(مرقات)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْلَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ فَقَالَ مَا اسْمُهٗ قَالَ فُلَانٌ قَالَ لَا لٰكِنِ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَاَمَتِيْ كُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ وَكُلُّ نِسَائِكُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِيْ وَجَارِيَتِيْ

علیہ وسلم نے ان کا نام جمیلہ رکھا [1] (مسلم) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے [2] فرماتے ہیں کہ منذر ابن ابی اسید کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا [3] جبکہ وہ پیدا ہوئے تو اسے حضور نے اپنی ران پر رکھا فرمایا اس کا نام کیا ہے عرض کیا فلاں فرمایا نہیں لیکن اس کا نام منذر ہے [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی نہ کہے کہ میرا عبد میری امت تم سب اللہ کے عبد ہو اور تمہاری تمام عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں [5] لیکن کہے کہ میرا غلام اور میری

[1] چونکہ عاصیہ کے ایک معنی گنہگار عورت بھی ہے اس لیے حضور انور نے یہ نام بدل دیا اہل جاہلیت اس نام کے معنی کرتے تھے برائیوں سے انکار کرنے والی بی بی خیال رہے کہ برہ اور جمیلہ میں فرق یہ ہے کہ برہ بذات خود نیک اور جمیلہ اللہ تعالٰی کے فضل سے نیک بی بی جس سے نیک اعمال ہی سرزد ہوں جمیلہ بنا ہے جمال بمعنی حسن سے عاصیہ کا مقابل مطیعہ ہے۔ مگر جو جمیل ہو وہ مطیع بھی ہے (مرقات) [2] سہل ابن سعد ساعدی مشہور صحابی ہیں مدینہ کے آخری صحابی آپ ہی ہیں کہ آپ کی وفات سے مدینہ صحابہ سے خالی ہوا منذر تابعی ہیں ثقہ ہیں ابو اسید کا نام مالک ابن اسعد ہے (اشعہ) [3] پتہ نہ چلا کہ ان کا پہلا نام کیا تھا۔ حضور انور نے منذر نام رکھا منذر کے معنی عالم فقیہ بھی ہو سکتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ تو اس نام میں اچھی فال بھی ہے کہ یہ بڑے ہو کر عالم فقیہ بنیں (مرقات) [4] عبد بمعنی عابد بھی ہے اور بمعنی غلام بھی بمعنی عابد ہو تو صرف رب تعالٰی کی طرف نسبت ہوگا جیسے عبد اللہ یا عباد اللہ بمعنی غلام بندوں کی طرف سے مضاف ہو جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ چونکہ

وَفَتَايَ وَفَتَاتِيْ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّيْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا
يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ مَوْلَايَ فَاِنَّ مَوْلَاكُمُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوا
الْكَرْمُ فَاِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ

لونڈی اور میرا فتا اور میری فتات ۱ اور غلام نہ کہے کہ میرا رب لیکن کہے میرا سید اور ایک روایت میں ہے کہ کہے میرا سید میرا مولا ۲ اور ایک روایت میں ہے کہ غلام اپنے آقا کو مولا نہ کہے کیونکہ تمہارا مولیٰ اللہ ہے ۳ (مسلم) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کرم نہ کہو کیونکہ کرم مومن کا دل ہے ۴ (مسلم) اور مسلم کی ایک روایت

اس میں عابد کے معنی کا بھی احتمال ہے لہٰذا عبدی کہنا مناسب نہیں لونڈی کے معنی ہیں مملوکہ حقیقی مالک رب تعالیٰ ہی ہے اور حقیقی مملوک ہم سب اس کے ہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اللہ کو اپنی طرف نسبت نہ کرو ۔

۱ خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے نہ لازمی حکم لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ من عبادکم و امائکم اہل عرب دن رات کہتے ہیں عبدی فقہاء ہمیشہ فرماتے ہیں عبدی حر لہٰذا نہ اہل عرب گنہگار ہیں نہ فقہاء ۔

۲ رب بمعنی مربی بندہ کو کہنا جائز ہے یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے نوکر سے کہا تھا ارجع الی ربک قرآن کریم میں ہے رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا ۳ یہاں بھی یہی ہے کہ مولیٰ کہنا بالکل جائز ہے حضور انور نے خود فرمایا مولی القوم منھم مگر چونکہ مولیٰ کے چند معنی ہیں ایک معنی وہ ہیں جو صرف رب تعالیٰ کی صفت ہے اس لیئے اگر یہ لفظ بندے کے لیئے نہ بولے تو بہتر ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حدیثیں منسوخ ہوں ان کی ناسخ وہ احادیث و آیات ہوں جن میں بندوں کیلئے مولیٰ، عبد، سید وغیرہ کہا گیا ہے ۔ لہٰذا عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ نام جائز ہیں صاحب درمختار کے شیخ کا نام عبد النبی تھا دیکھو درمختار کا مقدمہ اس کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو ۴ اہل عرب انگور کو اسلیئے کرم کہتے تھے کہ اس سے شراب بنتی ہے شراب پی کر انسان نشہ میں بہت سخی ہو جاتا ہے کہ اپنا مال جائز نا جائز جگہ خوب اڑاتا ہے وہ سمجھتے تھے کہ انگور شراب کی اصل ہے اور شراب کرم و سخاوت کی اصل لہٰذا انگور گویا سراپا کرم و سخاوت ہے جب شراب حرام کی گئی تو انگور کو کرم کہنے سے بھی منع کر دیا گیا اور فرمایا

لَهٗ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ لَا تَقُوْلُوا الْكَرْمَ وَلٰكِنْ قُوْلُوا الْعِنَبَ وَالْحَبَلَةَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ وَلَا تَقُوْلُوْا يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ٭ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں وائل ابن حجر سے ہے فرمایا نہ کہو کرم لیکن کہو عنب اور حبلہ[1] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انگور کا نام کرم نہ رکھو اور نہ کہو ہائے محرومی زمانہ کی[2] کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے[3] (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

ہو گیا کہ کرم تو مومن کا قلب یا خود مومن، تم ایسا اچھا نام ایسی خبیث چیز کو کیوں دیتے ہو عربی میں اچھی نیز۔ انگور یہ حج، جہاد سب کو کرم کہتے ہیں۔ یہ حدیث اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے رب فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (مرقات) بہرحال یہ ممانعت یا محض تنزیہی ہے یا منسوخ ہے اس حدیث کی اور بہت توجیہیں ہیں جو اشعہ نے بیان کیں:

[1] یہاں عنب سے مراد درخت انگور ہے نہ کہ اس کا پھل، حبلہ درخت انگور کی جڑ کو کہتے ہیں۔ اور عنب انگور کے پھل کو بھی کہتے ہیں اور درخت انگور کو بھی۔ [2] اہل عرب ہر مصیبت کو زمانہ کی طرف سے سمجھتے تھے اس لیے مصیبت پڑنے پر زمانہ کی شکایات کرتے بلکہ زمانہ کو گالیاں دیتے تھے ان کے محاورہ کے الفاظ میں سے یہ لفظ بھی یا خیبۃ الدھر ہے یعنی ہائے محرومی زمانہ کا نقصان و خسارہ ہم کو اس سے منع فرمایا۔

[3] اس جملہ کی شرح کتاب الایمان میں گزر گئی اس جملہ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالٰی ہی زمانہ کو پھیرنے والا ہے زمانہ کو برا کہنا درپردہ رب تعالٰی کی شان میں گستاخی کرنا ہے ہائے افسوس! ابھی یہ بیماری ہے عوام بلکہ بعض پڑھے لکھے لوگ زمانہ کو برا کہتے ہیں چنانچہ مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے اپنے بزرگ رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا۔ تو اس میں زمانہ کو بہت برا کہا کہیں سنا ہیں وہ مرثیہ لائق دید ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کیسے اپنے بزرگوں کو نبیوں سے بڑھا دیتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسُبُّ اَحَدُكُمُ الدَّهْرَ فَاِنَّ
اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ
خَبُثَتْ نَفْسِىْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِىْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ يُؤْذِيْنِىْ ابْنُ اٰدَمَ فِىْ بَابِ
الْاِيْمَانِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِىٍٔ عَنْ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی زمانہ کو گالی نہ دے کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا لیکن کہے کہ میرا نفس پریشان ہوگیا[۲] (مسلم بخاری) اور ابوہریرہ کی حدیث کہ مجھے ابن آدم نے ستایا باب الایمان میں ذکر کی گئی[۳] دوسری فصل روایت ہے شریح ابن ہانی سے[۴]

[۱] اسلام میں زمانہ کو مؤثر نہیں مانا گیا مؤثر اور متصرف اللہ تعالیٰ ہے بعض لوگ سردی گرمی کو رات و دن کو گالیاں دیدیتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں [۲] عربی میں خبیث اور نفس ہم معنی ہیں بمعنی پریشانی برائی۔ مگر خبث فساد عقیدہ پر بھی بولا جاتا ہے کفر بیدینی خباثت ہے۔ لہٰذا اپنے لیے یہ لفظ مشترک استعمال نہ کرو کہ اس میں ایک معنی سے اپنے کفر یا بے دینی کا اقرار ہے بلکہ بجائے خبیث کے لقست کہو گویا جس کے لفظ کے دو معنی ہوں اچھے و بُرے ایسے لفظ کو اپنے لیے نہ بولو وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ جو صبح کو پڑا سوتا رہتا ہے۔ وہ خبیث النفس کسلان اٹھتا ہے وہاں اپنے کو یا کسی خاص شخص کو خبیث نہیں کہا گیا۔ بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان ہوا کسی معین مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹے پر لعنت [۳] یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے کتاب الایمان میں بیان کردی ہے وہاں دیکھو [۴] شریح ابن ہانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے حتیٰ کہ حضور انور نے ہانی کی کنیت انہی کی وجہ سے ابو شریح رکھی۔ مگر حضور اقدس کی زیارت نہ کر سکے اسلئے آپ تابعی ہیں بڑے عابد زاہد تھے حضرت علی مرتضیٰ کے خاص خدام سے تھے آپ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

أَبِيْهِ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يُكَنُّوْنَهُ بِأَبِي الْحَكَمِ فَدَعَاهُ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ
وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكَنَّى أَبَا الْحَكَمِ قَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا
اخْتَلَفُوْا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيْقَيْنِ
بِحُكْمِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْسَنَ
هٰذَا فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِيْ شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ

وہ اپنے والد راوی کہ جب وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد بن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۱؎ تو حضور نے لوگوں کو سنا کہ وہ انہیں ابوالحکم کنیت کرتے ہیں ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا پھر فرمایا کہ اللہ ہی حکم ہے اور اس کی طرف فیصلے ہیں تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں ہے ۳؎ انہوں نے عرض کیا کہ میری قوم جب کسی بات میں جھگڑتی ہے تو میرے پاس آجاتی ہے میں ان کے درمیان فیصلہ کردیتا ہوں تو دونوں فریق میرے فیصلہ سے راضی ہوجاتے ہیں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہی اچھا ہے ۴؎ تو کیا تمہارے کوئی لڑکا ہے بولے میرے شریح اور مسلم اور عبداللہ ہیں

۱؎ جو لوگ اپنی ساری قوم کے نمائندے بن کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتے سب کی طرف سے اسلام قبول کرتے تھے انہیں وفد کہتے تھے حضور انور ان کی بڑی خاطر فرماتے تھے ۲؎ خیال رہے کہ کنیت میں ابو آتا ہے اس کے معنی ہرجگہ والدین ہوتے ہیں بلکہ اکثر جگہ اس کے معنی ہوتے ہیں والا۔ جیسے ابوجہل۔ جہالت والا۔ ابوہریرہ بلیوں والے ایسے ہی ابوالحکم فیصلہ کرنے والا۔ ابوبکر کے معنی ہیں اولیت والے ۳؎ یعنی کنیت اچھی نہیں کہ اس کے ایک معنی بہت ہی برے ہیں رد معنی والا نام نہ رکھو جس کے ایک معنی معیوب ہوں مودودی صاحب کا نام ہے ابوالاعلیٰ۔ حالانکہ اعلیٰ رب تعالیٰ کا نام اور اس کی صفت ہے اس حدیث کی رو سے یہ نام ناجائز ہے ۴؎ یعنی تمہارا یہ کام تو بہت ہی اچھا قوم کے جھگڑے چکا دینا ان کی عداوتیں ختم کردینا بہت ہی اچھا کام ہے مگر اس کے باوجود اپنی کنیت ابوالحکم رکھنا اچھا نہیں کہ حکم اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے چنانچہ اگلا سوال حضور نے فرمایا اور ہوسکتا ہے کہ ما نافیہ ہو اور معنی یہ ہوں کہ یہ کنیت اچھی نہیں کہ حکم رب تعالیٰ کا نام ہے اور وہ باپ بیٹا

قَالَ فَمَنْ اَكْبَرُهُمْ قَالَ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَاَنْتَ اَبُوْشُرَيْحٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ • وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ لَقِيْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَجْدَعُ شَيْطَانٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ

فرمایا ان میں بڑا کون ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ شریح فرمایا تو تم ابو شریح ہو (ابوداؤد۔ النسائی) روایت ہے مسروق سے کہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر سے ملا تو فرمایا تم کون ہو میں بولا مسروق ابن اجدع جناب عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اجدع شیطان ہے کہ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ) روایت ہے۔

ہونے سے پاک ہے اگرچہ تمہاری نیت بری نہیں مگر اس لفظ میں برے معنی کا احتمال تو ہے۔

۲ اس سے معلوم ہوا کہ کنیت بڑے بیٹے کے نام سے کی جاوے اگر بڑا بیٹا نہ ہو تو بڑی بیٹی کے نام سے یہ علم ان کا ہے (مرقات) جیسے ابو سلمہ اور ام سلمی حضرت ابو شریح حضور کے کرم سے جلیل القدر صحابی اور اور صحابہ کے زمانہ میں ہی مفتی ہوگئے حضرت علی نے انہیں قاضی القضاۃ بنا یا حتی کہ آپ نے حضرت علی کے حق میں امام حسن کی گواہی قبول نہ کی حالانکہ حضرت علی بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں درست مانتے تھے یہ واقعہ ایک زرہ کے مقدمہ میں پیش آیا جب حضرت علی مدعی اور یہودی مدعی علیہ تھا (مرقات) ۳ آپ کوفی ہمدانی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اسلام لائے اکابر صحابہ سے ملاقات کی ایک بار چرائے گئے تھے پھر والدین کی تلاش پر ملے اس لیئے آپ کا نام مسروق ہوا یعنی چرائے ہوئے یا اغوا کیے ہوئے ایک بار آپ بہت غریب ہوگئے تو خالد ابن عبداللہ حاکم بصرہ نے آپ کو تیس ہزار درہم دینے کی کوشش کی مگر آپ نے رد فرمادیئے۔ توکل کا یہ عالم تھا۔ (مرقات) ۴ یعنی شیطان کی ایک قسم کا نام اجدع ہے یعنی ہر چیز سے کٹا ہوا اب ناک کان کٹے کو اجدع کہا جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ اگر تمہارے والد زندہ ہیں تو ان سے کہہ کر نام بدلو اور تاکہ تم کو ابن الاجدع نہ کہا جاوے اور اپنی اولاد میں کسی کا نام اجدع نہ رکھو تاکہ تم کو ابو الاجدع نہ کہا جاوے۔

الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَسْمَآئِكُمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَآئِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَآءَكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّجْمَعَ اَحَدٌ بَيْنَ اِسْمِهٖ وَكُنْيَتِهٖ وَيُسَمِّيَ مُحَمَّدًا اَبَا الْقٰسِمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا

حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپوں کے ناموں سے بلائے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو[1] (احمد۔ ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی حضور کا نام اور آپ کی کنیت جمع کرے اور محمد ابوالقاسم نام رکھے[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم

[1] بعض روایات میں ہے کہ انسانوں کو انکی ماں کے نام سے پکارا جائے گا غالبًا اس میں حکمت یہ ہوگی کہ حرام لوگ رسوا نہ ہوں یا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اظہار شرافت کیلئے یا حضرت حسن و حسین کی عظمت کے اظہار کیلئے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی طرف نسبت سے ان کو حضور اقدس سے نسبت کا شرف حاصل ہو جاوے (اشعہ) مگر ان روایات میں تعارض نہیں قیامت کے اول وقت ماؤں کے نام سے پکارا جاوے گا۔ بعد میں باپوں کے نام سے یا سب کے سامنے ماں کے نام پکارا جاویگا تنہائی میں باپ کی نسبت سے یا یہاں آباء سے مراد امہات ہے بہت دفعہ ماں باپ کو ایک دوسرے کے نام سے یاد کر دیتے ہیں (اشعہ) [2] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے جس میں حضور انور نے اپنی کنیت رکھنے سے منع فرمایا اس حدیث نے شرح کر دی کہ حضور انور کا نام اور کنیت دونوں جمع کرنا منع ہے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں بعد وفات یہ اجتماع بھی جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے اپنے ایک بیٹے کا نام محمد اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی جنھیں محمد ابن حنفیہ کہا جاتا ہے ان کی ماں کا نام خولہ بنت جعفر تھا۔ قبیلہ بنی حنیفہ سے تھیں جنگ یمامہ میں گرفتار ہو کر آئیں حضرت صدیق اکبر نے حضرت علی کو ہبہ کر دیں آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

سَمَّيْتُمْ بِاسْمِيْ فَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ
مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ رِوَايَةِ
اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ مَنْ سَمّٰى بِاسْمِيْ فَلَا يَكْتَنِ بِكُنْيَتِيْ وَتَكَنّٰى بِكُنْيَتِيْ
فَلَا يَتَسَمَّ بِاسْمِيْ • وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اِمْرَأَةً
قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَلَدْتُ غُلَامًا فَسَمَّيْتُهٗ مُحَمَّدًا
وَكَنَّيْتُهٗ اَبَا الْقَاسِمِ فَذُكِرَ لِيْ اَنَّكَ تَكْرَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا
الَّذِيْ اَحَلَّ اِسْمِيْ وَحَرَّمَ كُنْيَتِيْ اَوْ مَا الَّذِيْ حَرَّمَ كُنْيَتِيْ وَاَحَلَّ
اِسْمِيْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ غَرِيْبٌ • وَعَنْ

میرا نام رکھو تو میری کنیت نہ رکھو[1] (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا جو میرا نام رکھے تو میری کنیت نہ رکھے[1] جو میری کنیت رکھے وہ میرا نام نہ رکھے روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے ایک لڑکا جنا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور کنیت ابوالقاسم رکھی ہے[2] تو مجھ سے ذکر کیا گیا کہ آپ اسے ناپسند کرتے ہیں تو فرمایا وہ کیا ہے جس نے میرا نام حلال کیا اور میری کنیت حرام کی یا کس چیز نے میری کنیت حرام کی اور میرا نام حلال کیا[3] (ابوداؤد) محی السنہ نے کہا کہ یہ غریب ہے روایت ہے

[1] اس حدیث کی شرح وہ ہی ہے جو ابھی کی گئی کہ حضور انور کے زمانہ حیات شریف میں آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا ممنوع تھا اس میں اسی کا ذکر ہے [2] اس طرح کہ اپنا نام محمد ابوالقاسم نہ کرے کہ محمد نام ہو اور ابوالقاسم کنیت ابھی عرض کیا گیا کہ یہ ممانعت زمانہ حیات شریف میں تھی [3] معلوم ہوا کہ بالکل لڑکپن میں بچہ کی کنیت ابو سے جائز ہے یہاں ابو کے معنی ہوتے ہیں والا نہ کہ والد یعنی باپ [4] یہ حدیث صحیح نہیں۔ اگر صحیح ہو بھی تب بھی اس کے معنی یہ ہیں کہ میرا نام اور میری کنیت جمع فرمانا حرام نہیں ہم نے جو ممانعت فرمائی ہے وہ کراہت تنزیہی کے لیئے ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں اس اجتماع کی ممانعت ہے (اشعۃ اللمعات) یا یہ مطلب ہے کہ اس اجتماع کی ممانعت دائمی نہیں ہماری حیات شریف میں ہے۔

مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ وُلِدَ لِيْ بَعْدَكَ وَلَدٌ اُسَمِّيْهِ بِاسْمِكَ وَاُكَنِّيْهِ بِكُنْيَتِكَ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَنَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقْلَةٍ كُنْتُ اَجْتَنِيْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

محمد ابن حنفیہ سے [1] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے تو اگر آپ کے بعد میرے بیٹا پیدا ہو تو کیا میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھ دوں فرمایا ہاں [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت اس سبزی سے رکھی جسے میں چنا کرتا تھا [3] (ترمذی) اور فرمایا یہ

[1] آپ محمد ابن علی ابن ابی طالب ہیں کنیت ابوالقاسم ہے آپ کی والدہ خولہ بنت جعفر حنفیہ ہیں یعنی بنی حنفیہ قبیلہ کی ہیں خلافت صدیقی میں گرفتار ہو کر جنگ یمامہ سے آئیں سنہ اکیاسی ہجری میں آپ کی وفات ہوئی چھپن سال عمر پائی مدینہ منورہ میں دفن ہوئے خود تابعی ہیں اور آپ کے بیٹے ابراہیم تبع تابعی ہیں انہوں نے آپ سے کچھ احادیث روایت کیں

[2] یعنی حضرت علی مرتضیٰ نے حضور انور سے پوچھا کہ اگر آپ کی وفات کے بعد فاطمہ زہرا یا کسی اور بیوی سے میرے لڑکا پیدا ہو تو کیا اس کا نام محمد کنیت ابوالقاسم رکھ دوں فرمایا رکھ دو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضور کی وفات کے بعد دونوں کا اجتماع جائز ہے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حضرت علی کی خصوصیت ہے مگر یہ درست نہیں اگر خصوصیت ہوتی تو حضور کی حیات شریف میں بھی آپ اس پر عمل فرما لیتے حضرت حسن و حسین دونوں کا اجتماع فرمادیتے امام حسن کی کنیت ابو محمد ہے اور حضرت حسین کی کنیت ابو عبداللہ ہے

[3] اس گھاس کا نام حمزہ تھا جسے فارسی میں ترہ تیزک کہتے ہیں اردو میں ترہ تیزی اس کے پتے میتھی کے ساگ کی طرح ہوتے ہیں مزہ ترش کچھ تیزی کے ساتھ میتھی کے ساگ میں اکثر یہ بھی آجاتی ہے بچے اسے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ یعنی میں یہ گھاس (سبزی) چن کر لاتا خود کھاتا اوروں کو کھلاتا تھا اس لیے حضور نے میری کنیت ابو حمزہ رکھی یعنی حمزہ والے۔

حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ صَحِيْحَةٌ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَمِّهٖ اُسَامَةَ بْنِ اَخْدَرِيٍّ اَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهٗ اَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِيْ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اسْمُكَ قَالَ اَصْرَمُ قَالَ بَلْ اَنْتَ زُرْعَةُ رَوَاهُ ۔

حدیث وہ ہے جسے صرف اسی وجہ سے ہم پہچانتے ہیں اور مصابیح میں ہے صحیح کہا ۱ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم برے ناموں کو بدل دیا کرتے تھے ۲ (ترمذی) روایت ہے بشیر ابن میمون سے وہ اپنے وہ اپنے چچا اسامہ بن اخدری سے ۳ راوی کہ ایک شخص کو اصرم کہا جاتا تھا ۴ وہ اس جماعت میں تھا۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے وہ بولے اصرم فرمایا بلکہ تم زرعہ ہو ۵

۱ یہ حدیث ایک اسناد میں غریب ہے دوسری اسناد میں صحیح ایک ہی حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے اور ضعیف بھی۔ حسن بھی۔ غریب بھی مختلف اسنادوں سے ۲ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے جانوروں کے بلکہ شہروں بستیوں کے برے نام بدل کر اچھے نام رکھ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص کا نام تھا اسود حضور انور نے اس کا نام ابیض رکھا مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا حضور انور نے اسکا نام مدینہ طیبہ۔ اطیب۔ طیبہ وغیرہ رکھے کفار کے لیئے برعکس عمل تھا۔ چنانچہ ابوالحکم نام حضور نے ابوجہل رکھا ۳ بشیر ابن میمون تابعی ہیں۔ ثقہ ہیں ان کے چچا اسامہ صحابی ہیں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے تمیمی ہیں بصری ہیں (اشعہ۔ مرقات) ۴ اصرم بنا ہے صرم سے بمعنی ٹوٹ جانا کٹ جانا اصرم کے معنی ہوئے ٹوٹا ہوا۔ کٹا ہوا ۵ کیونکہ زرعہ بنا ہے زرع سے بمعنی کھیتی ظاہر ہے کہ کھیتی سے دانہ بڑھتا ہے اس لیئے کھیتی مبارک ہے اور یہ نام مبارک ہے اصرم کے معنی فاسد ہیں۔ اس لیئے اپنا نام بدل دو۔

أَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ غَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْعَاصَ وَعَزِيْزَ وَعَتَلَةَ وَشَيْطَانَ اَلْحَكَمَ وَغُرَابَ وَ
حُبَابَ وَشِهَابَ وَقَالَ تَرَكْتُ اَسَانِيْدَهَا لِلْاِخْتِصَارِ
وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ لِاَبِيْ عَبْدِ اللهِ اَوْ قَالَ
اَبُوْعَبْدِ اللهِ لِاَبِيْ مَسْعُوْدٍ مَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى

(ابوداؤد) اور کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عاص۔ عزیز۔ عتلہ۔ شیطان۔ حکم۔ غراب۔ حباب۔ شہاب نام تبدیل فرمائے [1] اور کہا کہ میں نے ان کی اسنادیں مختصر کرنے کے لئے چھوڑ دیں [2] روایت ہے حضرت ابومسعود انصاری سے کہ انہوں نے ابوعبداللہ سے کہا یا ابوعبداللہ نے ابومسعود سے کہا [3] کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ

[1] کیونکہ عاص مخفف ہے عاصی کا جس کے معنی ہیں گنہگار۔ طاعت الٰہی سے علیحدہ یہ مومن کی شان نہیں مومن اطاعت شعار ہوتا ہے عتلہ بنا ہے عتل سے بمعنی سختی۔ شدت رب تعالٰی فرماتا ہے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ۔ اب ایک مضبوط اوزار کو عتلہ کہتے ہیں جس سے دیوار وغیرہ کھودی جاوے مسلمان صفت نہیں ہوتا نیز عزیز اسماء الٰہیہ میں سے ہے عزت سے بنا ہے مسلمان میں فروتنی عجز و نیاز چاہیے۔ شیطان لقب ہے ابلیس کا بنا ہے شیط سے بمعنی جلنا۔ ہلاک ہونا یا شطن سے بمعنی بھلائی سے دوری حکم صفت مشبہ حکومت یا حکم کا بمعنی دائمی حکومت والا یہ رب تعالٰی کی صفت ہے۔ غراب بنا ہے غرب سے بمعنی دوری یہ نام ہے کوے کا کہ وہ بہت دور نکل جاتا ہے حباب شیطان کا نام بھی ہے اور ایک قسم کے سانپ کو بھی کہتے ہیں لہذا یہ نام بھی منحوس ہے اور شہاب آگ کے شعلہ کو بھی کہتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے تارے کو بھی جس سے شیاطین کو بھی مارا جاتا ہے مگر صاحب مرقات نے فرمایا کہ اگر شہاب کو دین کی طرف مضاف کر دیا جاوے اور نام ہو شہاب الدین تو کراہتہً قطعًا نہیں بلا کراہتہ جائز ہے کہ اب یہ فاسد معنی نکل گئے چمک دار لہذا کراہتہ نہ رہی۔

[2] یعنی ابوداؤد کہتے ہیں کہ ان تمام ناموں کی تبدیلی کی احادیث مع اسنادوں کے میرے پاس موجود ہیں مگر چونکہ وہ حدیثیں احکام شرعیہ سے متعلق نہیں ہیں اس لیئے میں نے اصل حدیث تو بیان کر دی اسنادیں چھوڑ دیں کیونکہ ان پر جرح قدح کی ضرورت نہیں [3] یہ شک اس حدیث کے راویوں میں سے کسی راوی کو ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی نے کسی سے پوچھا ابومسعود انصاری کے حالات تو بارہا بیان ہو چکے ہیں اور ابوعبداللہ کنیت ہے حضرت حذیفہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ زَعَمُوْا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ اِنَّ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ حُذَيْفَةُ ۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ

علیہ وسلم سے زعموا کے متعلق کیا فرماتے سنا [1] فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ انسان کی بری سواری ہے [2] (ابوداؤد) اور فرمایا کہ ابو عبداللہ حذیفہ ہیں روایت ہے حضرت حذیفہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا یہ نہ کہو کہ اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا لیکن کہو کہ اللہ نے چاہا پھر فلاں نے چاہا [3]

ان بیان کی محدثین جب ابوعبداللہ بولتے ہیں تو آپ مراد ہوتے ہیں (مرقات واشعہ) ۔

[1] بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر بات کے متعلق کہتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں بات بات میں یہ لفظ بولنے کے عادی ہوتے ہیں فرمایئے یہ خصلت اچھی ہے یا بری اگر بری ہے تو کس وجہ کی اور آپ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ فرماتے سنا ہے یا نہیں [2] مطیہ وہ اونٹنی جس پر سوار ہو کر کسی منزل پر پہونچا جاوے اس لفظ زعموا کو حضور انور نے سواری قرار دیا اور سواری بھی بری جو منزل مقصود پر نہ پہونچائے اس لیے کہ اس لفظ کا منشا یہ ہوتا ہے کہ خبر دینے والا خود تو اس پر یقین رکھتا نہیں اور خبر دینے والے کا پتہ بھی صحیح نہیں بتاتا کہ فلاں نے کہا بلکہ یوں بولتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر یہ خبر جھوٹی ہو تو میں اس کا ذمہ دار نہیں نہ مجھے اس کے ذمہ دار کی خبر ہے غیر ذمہ داری کی باتیں کرنا برا ہے جو بات کہو ذمہ داری سے کہو احتیاط سے بولو زبان پر قفل لگاؤ منہ کو لگام دو اس ایک کلمہ میں بہت نصیحتیں ہیں [3] یعنی جب کسی وعدہ یا آئندہ خبر کو تم اللہ تعالٰی کی مشیت پر موقوف کرو اور ساتھ ہی کسی اور کے ارادہ کا بھی ذکر کرو تو رب مربوب خالق و مخلوق کے نام واو سے نہ ملاؤ کہ اس میں مساوات یا بے ادبی کا احتمال ہے بلکہ ثم کہو تاکہ ثم کی تراخی سے ربوبیت و عبدیت کا فرق معلوم ہو جاوے رب کا ذکر پہلے بندے کا بعد میں اور بیچ میں ثم ہو کہ اللہ تعالٰی کی مشیت وارادہ دائمی قدیم ہے اور ذاتی ہے بندہ کی مشیت حادث ہے اور رب کی مشیت کے تابع رب تعالٰی فرماتا ہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین ۔ خیال رہے

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَفِیْ رِوَایَةٍ مُنْقَطِعًا قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ مُحَمَّدٌ وَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَیِّدٌ فَاِنَّهٗ اِنْ یَّكُ سَیِّدًا فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ

(احمد ۔ ابوداؤد) اور ایک منقطع روایت میں ہے فرمایا نہ کہو کہ چاہا اللہ نے اور چاہا محمد نے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کہو کہ صرف ماشاء اللہ [1] (شرح السنہ) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا منافق کو سردار نہ کہو [2] کہ اگر وہ سید ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا [3] (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے

فرمان بہت اعلیٰ ہے ۔

[1] یہ فرمان عالی انتہائی انکسار و تواضع سے ہے کہ ہماری مشیت کا ذکر اللہ کی مشیت کے ساتھ تم سے بھی نہ کرو ۔ صرف ماشاء اللہ کہو ۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں بہت جگہ حضور کا نام شریف رب کے نام سے ملایا گیا ہے دیکھو ۔ اغنٰہم اللہ ورسولہ ۔ من یطع اللہ ورسولہ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ۔ لہٰذا یہ حدیث یا ضعیف ہے یا ان آیات سے منسوخ ہے یا استحباب کے بیان کے لیئے ہے یا اظہار تواضع و انکسار کے لیئے ہے بہرحال اس ملانے میں شرعًا گناہ نہیں [2] اس حکم میں کافر ۔ فاسق ۔ منافق سب ہی داخل ہیں بلاضرورت خوشامد کے لیئے ان لوگوں کو ایسے الفاظ کہنے سخت جرم ہیں رب تعالیٰ نے عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کا سید نہ کہا بلکہ زلیخا کا سید یعنی خاوند کہا ۔ وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَی الْبَابِ [3] اس سے معلوم ہوا کہ بے دین کو نہ تو صرف سید کہو نہ سیدنا کہو نہ سید القوم کہو بے دین تو ذلیل ہے سید عزت والا ہوتا ہے یوں ہی اسے سردار سرور حضور وغیرہ کہنا حرام ہے کہ تعظیمی الفاظ کفار کے لیئے استعمال کرنا رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں ضرورت دینی یا ضرورت دنیاوی کی وجہ سے یہ کہنا معاف ہے یوں ہی بیدینوں کو مولانا تعظیمًا کہنا جائز نہیں کہ مولیٰ تو سید سے بھی زیادہ تعظیم کا لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے لیئے مولانا فرمایا گیا سیدنا نہیں کہا گیا انت مولانا ہاں اگر مولیٰ بمعنی غلام مراد لے کر اسے مولانا کہا جاوے تو جائز رب تعالیٰ فرماتا ہے ۔

عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ جَلَسْتُ إِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَحَدَّثَنِيْ اَنَّ جَدَّهٗ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ اِسْمِيْ حَزْنٌ قَالَ بَلْ اَنْتَ سَهْلٌ قَالَ مَا اَنَا بِمُغَيِّرٍ اِسْمًا سَمَّانِيْهِ اَبِيْ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتْ

عبدالحمید ابن جبیر ابن شیبہ سے فرماتے ہیں کہ میں سعید ابن جبیر کے پاس بیٹھا تھا [1] تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کے دادا حزن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا تمہارا نام کیا ہے عرض کیا میرا نام حزن ہے فرمایا بلکہ تم سہل ہو [2] عرض کیا میں وہ نام نہ بدلونگا جو میرے باپ نے میرا رکھا ہے [3] ابن مسیب نے کہا کہ پھر ہم میں

فاخوانکم فی الدین و موالیکم۔ بہرحال توریہ جائز ہے تعظیم ناجائز اس کی پوری تحقیق یہاں ہی مرقات میں دیکھو۔

[1] عبدالحمید بھی تابعی ہیں اور سعید ابن مسیب بھی۔ ابن مسیب بڑے مشہور عالم فقیہ تابعی ہیں۔ حضرت عمر کی خلافت میں آپ پیدا ہوئے بہت صحابہ سے ملاقات کی مکحول کہتے ہیں کہ میں نے روئے زمین میں سعید ابن مسیب سے بڑا عالم نہ دیکھا چالیس حج کیے ۹۳ھ میں وفات پائی [2] حزن ح کے فتحہ سے سخت زمین اور سخت دل انسان حزن ح کے پیش سے رنج وغم سہل سین کے فتحہ کے سکون سے نرم زمین اور نرم دل انسان۔ آسانی ونرمی کو بھی سہل کہتے ہیں۔ چونکہ حزن کے معنی اچھے نہیں اس لیے آپ نے تبدیلی نام کا مشورہ دیا۔

[3] ان کا مقصد یہ تھا کہ سہل یعنی نرم زمین ہمیشہ پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے اس پر غلاظت ڈالی جاتی ہے اسلیئے ایسا نام رکھنا میری ذلت ہے نیز اپنے باپ کی یادگار کا مٹانا ہے اس لیئے میں یہ نام رکھونگا اسے بدلونگا نہیں۔ خیال رہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ تھا امر نہ تھا۔ اسی لیے حضور نے کچھ ارشاد نہ فرمایا حضور کا مشورہ قبول مستحب ہے واجب نہیں لہذا اس عرض پر اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ حزن ابن وھب ابن عمرو ابن عائذ مخزومی قرشی ہیں اشراف قریش سے ہیں بعد اسلام مہاجر ہوئے بیعت الرضوان میں شریک ہوئے شاید یہ واقعہ ان کی ہجرت کی ابتداء میں تھا جبکہ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آداب سے واقف نہ تھے

فِيْنَا الْحُزُوْنَةُ بَعْدُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنْ اَبِيْ وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ وَاَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ وَاَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

ہمیشہ رنج وغم رہا لہ (بخاری) روایت ہے حضرت ابو وہب جشمی سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نبیوں کے نام پر نام رکھو لہ اور اللہ تعالٰے کو زیادہ پسند نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں لہ اور بہت سچے نام حارث۔ ہمام ہیں لہ اور بہت برے نام حرب اور مرہ ہیں لہ (ابو داؤد)

مومن آپ کے مشوروں کی قدر و منزلت جانتے تھے (اشعہ)

لہ یعنی حضرت حزن نے جو حضور انور کا مشورہ قبول نہ کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے خاندان بلکہ ہماری پشتوں میں رنج وغم رہا۔ حزن کے بیٹے مسیب ہیں۔ اور مسیب کے بیٹے سعید ابن مسیب ہیں سعید کہتے ہیں کہ زرا کا اثر ہم پوتوں تک باقی رہا اس سے معلوم ہوا کہ برے ناموں کا برا اثر ہوتا ہے اور کبھی ایک شخص کی غلطی سے پورے خاندان پر برا اثر ہوتا ہے لہ حضرات انبیاء کرام کے نام پر نام رکھو فرشتوں کے نام پر نام نہ رکھو کسی کا نام جبریل یا عزرائیل نہ رکھو یوں ہی جاہلیت کے نام ممنوع ہیں جیسے کلب۔ حمار۔ عبدالشمس وغیرہ کہ یہ نام ممنوع ہیں ان کا اثر بھی برا ہوتا ہے (مرقات)۔ لہ یوں ہی عبدالکریم۔ عبدالرحیم وغیرہ خیال رہے کہ ان ناموں کی محبوبیت انبیاء کرام کے ناموں کے مقابلہ میں نہیں بلکہ بے معنی ناموں کے مقابل ہے لہ کیونکہ حارث کے معنی ہیں کماؤ۔ حرث کہتے ہیں کمائی کو۔ ہمام کے معنی ہیں قصد و ارادہ کرنے والا ہم کہتے ہیں ارادہ کو۔ کوئی شخص کمائی یا ارادہ سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا یہ نام بہت سچے ہیں نام مطابق کام کے ہیں لہ کیونکہ حرب کے معنی ہیں جنگ (خونریزی) مرہ کے معنی ہیں جھگڑالو یا کڑوی طبیعت کا آدمی۔ مرہ شیطان کا نام بھی ہے۔

بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

وعظ و شعر کا بیان [۱] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں دو شخص مشرق سے آئے [۲] انہوں نے وعظ کیا ان کی تقریر پر لوگوں نے تعجب کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض بیان جادو ہیں [۳] (بخاری) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض شعر حکمت ہیں [۴] (بخاری)

[۱] بیان سے مراد ہے فصیح و بلیغ کلام جو دل کی بات ظاہر کرے یہ بنا ہے بین سے بمعنی جدائی و فاصلہ یا بمعنی ظہور شعر کے معنی ہیں دانائی و عقلمندی اسی سے ہے شعور اصطلاح میں قافیہ وزن والے کلام کو شعر کہتے ہیں کہ یہ شاعری دانائی بتاتا ہے نیز جھوٹے اور دلچسپ کلام کو بھی شعر کہا جاتا ہے۔جیسے نادل رب فرماتا ہے وما علمنٰہ الشعر وہاں یہی ناول گوئی مراد ہے [۲] ان دونوں کا نام زبرقان ابن بدر اور عمرو ابن اہشم تھا یہ دونوں مدینہ منورہ کے مشرقی علاقہ سے آئے تھے زبرقان نے اپنے فضائل میں بہت فصیح و بلیغ بیان دیا۔پھر عمرو ابن اہشم نے زبرقان کی برائی و ہجو میں بہت فصیح کلام کیا جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے فصحاء اور خطباء کا طریقہ تھا [۳] یعنی بعض کلام لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنے میں لوگوں کو حیران کردینے میں جادو کا سا اثر رکھتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ بعض کلام جادو کی طرح حرام و باطل بھی گناہ ہیں کہ ان میں جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر دکھایا جاتا ہے غرضیکہ یہ فرمان یا بیان کی تعریف کے لیے ہے یا اس کی برائی کیلئے [۴] یہاں غالبًا شعر سے مراد کلام منظوم ہے یعنی ہر شعر برا نہیں بعض شعر میں علم و حکمت حمد و نعت و منقبت بھی ہوتی ہے اب تو بعض علوم اشعار میں بھر دیے گئے جیسے صرف و نحو فقہ حدیث کی اصطلاحیں اشعار میں لکھدی گئی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلٰثًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہلاک ہوگئے گہری باتیں کرنے والے یہ تین بار کہا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی سچی بات جو شاعر کہے وہ لبید کی بات ہے[2] کہ یقیناً اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے[3]

[1] متنطع بنا ہے نطع سے بمعنی حلق یا منہ کا غار اس کے لفظی معنی ہیں حلق سے نیچے سے بات نکالنے والے اور مراد ہے نہایت فصیح و بلیغ اور مبالغہ آمیز مگر بے فائدہ بلکہ نقصان دہ کلام کرنے والے جیسا کہ خوشامدی (جھوٹی بچک) لوگ امیروں کی تعریف میں عموماً کرتے ہیں کلام وہ ہے کہ سادہ ہو تھوڑا ہو مگر دل کی گہرائیوں سے نکلے اس کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے قرآن و حدیث کی فصاحت بناوٹی نہیں نہ بیکار ہے بلکہ اس سے بے شمار فائدے ہیں کلام کی شیرینی اللہ کی رحمت ہے۔ [2] یہاں کلمہ سے مراد شعر ہے لبید ابن ربیعہ عامری عرب کے مشہور شاعر ہیں یہ اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور کے بعد کوفہ میں رہے ۴۱ھ اکتالیس ہجری میں وفات پائی ایک سو چالیس یا ایک سو ستاون سال عمر ہوئی کوفہ میں ہی مزار ہے اسلام لا کر کوئی شعر نہ کہا فرماتے تھے کہ اب مجھے قرآن کریم کی فصاحت کافی ہے یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے اشعار بارگاہ رسالت میں شرف قبول پا گئے تو خود بھی مقبول ہوگئے رضی اللہ عنہ (مرقات)۔ [3] یہاں باطل بمعنی فانی ہے اور آیت کریمہ ربنا ما خلقت هذا باطلا میں باطل بمعنی بیکار ہے لہٰذا یہ کلام قرآن کریم کے خلاف نہیں لبید کے اشعار یہ ہیں۔

الا کل شیء ما خلا اللّٰہ باطل	وکل نعیم لا محالۃ زائل
نعیمک فی الدنیا غرور وحسرۃ	وعیشک فی الدنیا محال وباطل
سوی الجنۃ الفردوس ان نعیمہا	یدوم وان الموت لا بد نازل

چونکہ لبید نے یہ کلام زمانۂ جاہلیت میں کہا تھا مگر قرآن کریم کی آیت کے مطابق ہوا کل من علیہا فان یا فرمان کل شیء هالک الا وجهه اسی وجہ سے بارگاہ نبوت میں سند قبول ہوا۔

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ الشَّرِیْدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَکَ مِنْ شِعْرِ اُمَیَّةَ ابْنِ اَبِی الصَّلْتِ شَیْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِیْهِ فَاَنْشَدْتُّهٗ بَیْتًا فَقَالَ هِیْهِ حَتّٰی اَنْشَدْتُّهٗ

(مسلم بخاری) روایت ہے عمرو ابن شرید سے وہ اپنے والد سے راوی۱؎ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک دن ردیف بنا۲؎ تو فرمایا کیا تمہیں امیہ ابن ابی الصلت کے کچھ شعر یاد ہیں۳؎ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا لاؤ میں نے ایک شعر پڑھا فرمایا اور لاؤ۴؎ حتی کہ میں نے آپ کو سو شعر سنائے۵؎

۱؎ عمرو ابن شرید کی کنیت ابوالولید ہے تابعی ہیں ثقفی ہیں طائف کے رہنے والے ان کے والد شرید صحابی ہیں ۲؎ اس طرح کہ ایک گھوڑے یا اونٹ پر آگے حضور انور سوار تھے حضور کے پیچھے میں تھا۔ حضور کی پشت انور سے میرا سینہ مس کرتا تھا بطور شکریہ اس نعمت کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ اپنا قرب بیان کریں اور یہ بات میں نے حضور سے بہت قریب سے سنی ہے مجھے اس میں تردد و شک نہیں ۳؎ امیہ ابن الصلت قبیلہ بنی ثقیف کا ایک شاعر تھا جس نے اسلام کا شروع زمانہ اور حضور کی ابتدائی تبلیغ پائی مگر نہ ایمان لایا نہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اپنے دین تارک الدنیا اور توحیدی تھا اسکے اشعار توحید والے حضور انور نے سنے فرمایا کہ یہ ایمان کے قریب تھا بعض روایات میں ہے کہ اس کے دل میں کفر تھا مگر زبان پر ایمان تھا (مرقات) ۴؎ ہیہ اصل میں ایہ تھا الف ھ سے بدل دیا گیا اس کے معنی ہیں لاؤ یا اور سناؤ۔ پہلا ہیہ بمعنی لاؤ ہے بعد کے ہیہ بمعنی اور بھی لاؤ سناؤ ۵؎ یہ اشعار حمد الٰہی دنیا کی بے وفائی۔ آخرت کے ثواب و عذاب کے تھے حضور انور نے پسند فرمائے اور بہت سے اشعار سنے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اچھے مضمون کے شعر اچھے ہیں جن احادیث میں اشعار کی برائی آئی ہے وہاں برے مضمون کے اشعار مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شعر جانتے تھے اس کی بھلائی برائی سے واقف تھے آیت کریمہ "وما علمناہ الشعر" میں یا تو شعر سے مراد ہے جھوٹا کلام یعنی ناول۔ یہ علمنا سے مراد ہے ملکہ شعر گوئی یا لہجہ سے شعر پڑھنا کہ حضور انور اس سے پاک تھے۔ تیسرے یہ کہ دوسروں سے شعر پڑھوا کر سننا سنت سے ثابت ہے چوتھے یہ کہ کفار و فساق شاعروں کے اچھے شعر سننا جائز ہیں جب کہ مضمون شعر اچھا ہو ۞ ۞

مِائَةَ بَيْتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ اَصْبَعُهُ فَقَالَ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اَصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مسلم) [1] روایت ہے حضرت جندب سے [2] کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی جہاد میں تھے اور آپ کی انگلی شریف خونا خون ہو گئی [3] تو فرمایا کہ نہیں ہے تو مگر وہ انگلی جو خونیں ہو گئی اور اللہ کی راہ میں تو نے یہ مشقت پائی [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] یہاں اشعر میں ہے کہ امیہ ابن صلت اہل کتاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات سنتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ کاش مجھے ان کی زیارت - خدمت نصیب ہو جب حضور انور قریش میں نمودار ہوئے تو جل گیا بولا اگر وہ بنی ثقیف سے ہوتے تو میں ایمان لے آتا اسی حسد میں حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہوا - خط میں سب سے پہلے باسمک اللہم لکھنے والا یہی شخص تھا اس سے سیکھ کر قریش یہ لکھنے لگے تھے [2] آپ جندب ابن عبداللہ ابن ابو سفیان بجلی صحابی ہیں زمانہ ابن زبیر میں وفات پائی۔ [3] غالبًا غزوہ احد تھا اس غزوہ میں آپ کسی نماز کیلئے تشریف لے گئے تب انگلی میں چوٹ لگ گئی لہٰذا یہ حدیث نماز کے جانے کی حدیث حدیث کے خلاف نہیں [4] یعنی اے انگلی تو صبر کر صرف تیرا خون ہی نکلا ہے جو معمولی تکلیف ہے جو کچھ تجھے تکلیف پہونچی وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ مالقیت کا ما موصولہ ہے یہ شعر یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے جو بلا قصد شعر گوئی آپ کے منہ سے صادر ہو گیا جیسے قرآن مجید کی بعض آیات شعر بن جاتی ہیں جیسے انا اعطینٰک الکوثر یا جیسے لن تنالوا البر حتی تنفقوا یا یہ شعر عبداللہ ابن رواحہ کا ہے آپ نے وہ پڑھا لہٰذا حضور انور کا شعر پڑھنا ثابت ہوا مگر لہجہ سے یا کا کر نہیں بقیہ اشعار یہ ہیں۔ شعر

۲ ومانفس الی لاتقتلی تموتی — هذا حیاض الموت قد صلیت

ومامنیت فقد لقیت — ان تفعلی فعلهما هدیت ﴿مرقات﴾

يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُهْجُوْا قُرَيْشًا فَاِنَّهٗ اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْهَا

قریظہ کے دن جناب حسان ابن ثابت سے فرمایا لہ کہ مشرکین کی ہجو کرو کہ جبریل تمہارے ساتھ ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حسان سے فرماتے تھے کہ میری طرف سے جواب دو الٰہی روح القدس سے ان کی مدد فرما لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کی ہجو کرو کہ یہ ان پر تیر کے مارنے سے زیادہ سخت ہے لہ (مسلم) روایت ہے ان ہی سے

لہ آپ حسان ابن ثابت ابن منذر ابن حرام انصاری مدنی ہیں ان چاروں کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ حضرت حسان نے ساٹھ سال کفر میں گزارے ساٹھ سال اسلام میں خاص شاعر اسلام ہیں خلافت حیدری میں وفات پائی ۲ہ یعنی غزوہ خندق کے بعد جب حضور انور نے بنی قریظہ یہود مدینہ کا محاصرہ فرمایا تب تو حضرت حسان سے یہ کہا کہ کفار کی ہجو کرو۔ جبریل تمہارے ساتھ معاون ہیں ویسے عام موقعوں پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میرے حسان کی جبریل سے مدد کر معلوم ہوا کہ مقبولوں کی تعریف کرنا نیکی ہے اور مردودوں کی ہجو کرنا نیکی ہے ۳ہ یہاں قریش سے مراد ان کے کفار حربی ہیں جو نہ ذمی تھے نہ مستامن جن پر جہاد جائز تھا اس سے معلوم ہوا کہ ہجو زبانی جہاد ہے جس سے دشمن کے دل زخمی ہوتے ہیں ان کی ہمت ٹوٹتی ہے جس پر تلوار کا جہاد جائز ہے اس کی ہجو بھی جائز ہے لہٰذا ذمی اور مستامن اور جن کفار سے ہماری صلح ہو چکی ہو ان کی ہجو نہ کی جاوے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم یہ ہجو شدت وغلظت میں داخل ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ مسلمان جواباً ہجو کریں ابتداءً نہ کریں۔

(مرقات)

قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اَغْبَرَّ بَطْنُهٗ

فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حسان سے فرماتے سنا کہ روح القدس تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں جب تک کہ تم اللہ رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہو لہ اور فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حسان نے ان کفار کی ہجو کی تو شفا دی اور شفا پائی لہ (مسلم) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خندق کے دن مٹی ہٹا رہے تھے حتی کہ آپ کا پیٹ غبار آلودہ ہو گیا لہ

لہ اس طرح کہ کفار اسلام مسلمانوں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بکواس کرتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ جواباً کفار ان کے دین ان کے بتوں کی ہجو اشعار میں کرتے تھے حضور اس کے متعلق حضرت حسان کو بشارت دے رہے ہیں کہ جب تم ہجو کے اشعار لکھنے لگتے ہو تو جناب جبریل تمہارے دل میں اچھے مضمون ڈالتے ہیں تمہاری زبان پر اچھے الفاظ جمع فرماتے ہیں اور تم کو دعائیں دیتے تمہارا احترام کرتے ہیں یہ ہے۔ حضرت جبریل کی مدد معلوم ہوا کہ دشمنان دین کی ہجو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے بعض وقت قصیدے جہاد میں بڑی مدد دیتے ہیں ستمبر ۱۹۶۶ء کے جہاد پاکستان میں اسے خوب اچھی طرح آزمایا ہے ریڈیو پاکستان نے اس قسم کے قصیدوں کے ذریعہ غازیوں بلکہ سارے پاکستانیوں کو گرما دیا جس کا نتیجہ بہت ہی اچھا رہا لہ یعنی پہلے کفار قریش نے مسلمانوں کی ہجو کی جس سے مسلمانوں کے دل زخمی ہو گئے حضرت حسان نے ان سے بدلہ لیتے ہوئے کفار کی ہجو کی مسلمانوں کے زخموں پر گویا مرہم رکھ دیا ان کے اشعار مرہم زخم دل ہیں لہ جب کفار عرب نے مل کر مدینہ طیبہ پر یلغار کرنی چاہی تو حضور انور نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور خود بھی اس کام میں شرکت فرمائی اور سرکار عالی مٹی ڈھوتے جاتے تھے اور یہ اشعا

يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا
صَلَّيْنَا فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا
قَيْنَا اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا
يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ اَبَيْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ
جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ وَ
يَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا

فرماتے تھے رب کی قسم اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے ۱؎ نہ صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے ۲؎ تو ہم پر سکون اتار اور اگر ہم دشمن سے منہ بھیڑ کریں تو ہم کو ثابت قدم رکھ ۳؎ یقیناً ان کفار ۴؎ نے ہم پر زیادتی کی ۵؎ جب انہوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا ۶؎ اس پر اپنی آواز بلند فرماتے تھے اَبَیْنَا (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار خندق ۱؎ کھودنے لگے اور مٹی ہٹانے لگے اور وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے

وہ پڑھتے جاتے تھے۔ ۱؎ یعنی ہماری ہدایت ایمان اور ہدایت اعمال محض تیرے فضل و کرم سے ہے لولا اللہ کے معنی ہیں لولا فضل اللہ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا۔ اس میں اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ۲؎ چونکہ نماز و صدقہ دیگر نیکیوں سے افضل ہیں اس لیئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا اھتدینا میں یہ دونوں آگئے تھے ۳؎ اس دعا میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین۔ یعنی اے مولیٰ اگر کفار سے ہماری جنگ ہوجاوے تو ہم کو جہاد میں ثابت قدم رکھ کر ہمارے پاؤں ان کے مقابلہ میں اکھڑ نہ جائیں ۴؎ الاولیٰ مخفف ہے اولئک کا یا اولاء کا اسم اشارہ ہے اس سے اشارہ ہے کفار عرب کی طرف اور ان کے ظلم کی جانب خصوصًا ان کفار کی طرف جو اس وقت ساری قومیں جمع کرکے مدینہ منورہ پر ٹوٹ پڑنا چاہتے تھے۔ ۵؎ یہاں فتنہ سے مراد اسلام سے پھیر دینا کفر قتال و غارت میں مشغول کر دینا یعنی ان کفار نے چاہا کہ ہم اسلام کے بعد پھر کفر، قتل، ڈکیتی وغیرہ کریں اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے ودوا لو تکفرون ۶؎ غالب یہ ہے کہ اشعار خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جو بے ساختہ منہ مبارک سے نکل رہے ہیں۔

مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَمْتَلِيَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَمْتَلِيَ شِعْرًا

محمد مصطفٰے سے جہاد پر بیعت کرلی جب تک ہم باقی رہیں ہمیشہ کے لئے [1] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے الٰہی نہیں ہے عیش مگر آخرت کا [2] تو تو انصار و مہاجرین کو بخش دے [3] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھرا ہو جو اُسے گندہ کردے [4] اس سے اچھا ہے کہ شعر سے بھرا ہو [5]

[4] بغیر قصد و ارادہ کے۔

[1] سبحان اللہ کیا نظارہ ہوگا کہ مومنین اپنے ایمان کے ساتھ خندق کھود رہے ہیں اور یہ گیت گاتے جارہے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں یہ دعائیں ارشاد فرمارہے ہیں [2] اس فرمان عالی میں حضرات صحابہ کو تسکین دینا ہے کہ یہاں کی مشقت پر نہ گھبراؤ اگلی زندگی میں دائمی عیش پاؤ گے [3] یعنی ان تمام کو ابھی ابھی بخش دے ان کے سارے گناہوں کی اگلے ہوں یا پچھلے اسی گھڑی بخشش فرمادے (مرقات) یہ ہے کرم کریمانہ ظاہر یہ ہے کہ انصار و مہاجرین سے مراد سارے انصار و مہاجرین ہیں اس کام میں شریک ہوتے ہوں یا کسی اور کام میں مصروف ہوں [4] بعض روایات میں بجائے قیحا کے بحشا ہے یری ی کے فتحہ رے کے کسرہ دوسری ی کے سکون سے یہ بنا ہے وری سے وری پیٹ کا وہ زخم جو پیٹ کو بگاڑ دے لاعلاج بنادے اس سے مراد ہے بگاڑ دے اسے خراب کردے [5] بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد برے اشعار ہیں بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد کوئی خاص شخص ہے ورنہ اچھے اشعار عام مسلمانوں کیلئے برے نہیں مگر قوی یہ ہے کہ اس سے ہر اچھے برے شعر مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ اشعار میں بہت مشغولیت کہ ہر وقت اسی میں لگا رہے نہ نماز کا خیال ہو نہ کسی اور عبادت کا بہرحال برا ہے خواہ اچھے اشعار ہوں ایسی مشغولیت ہو یا برے اشعار میں (مرقات) دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ہر وقت ہی رود بدلا کرتے رہتے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے گاتے رہتے ہیں یہ برا ہے حدیث اپنے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَا اَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَكَاَنَّمَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهٖ نَضْحَ النَّبْلِ رَوَاهُ

(مسلم بخاری)۔ دُوسری فصل ۔ روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے لے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کے بارے میں جو آیات نازل کیں وہ کیں ۲ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے ۳ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اسی شعر سے ان کفار کو تیر کے مارنے کی طرح مارتے ہو ۴

عموم پر ہے کسی قید یا تاویل کی ضرورت نہیں۔ بلاوجہ احادیث و قرآن میں تاویلیں یا قیدیں لگانا سخت جرم ہے، جیسے مرزائی کرتے ہیں ۔

لہ آپ مشہور صحابی ہیں جن کے متعلق سورۂ توبہ کی آیات توبہ نازل ہوئیں۔ شعراء اسلام میں بڑے پایہ کے شاعر ہیں حضور انور کے تین شاعر تھے۔ حسان ابن ثابت۔ عبداللہ ابن رواحہ۔ کعب ابن مالک۔ حضرت حسان کفار پر طعن کے اشعار لکھتے تھے۔ عبداللہ ابن رواحہ ان کے کفر و شرک کی برائیاں بیان کرتے تھے اور حضرت کعب ابن مالک کفار کو جنگ سے ڈراتے تھے (اشعہ مرقات) حضرت کعب انصاری خزرجی ہیں ۵۰ھ میں وفات پائی آپ کی عمر پچھتر سال ہوئی ۲ یعنی اللہ تعالیٰ نے شعر و شعراء کی بہت برائیاں قرآن کریم میں بیان فرمائی ہیں اور میں حضور کا شاعر ہوں تو کیا میں اور میرے اشعار بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں اور کیا میں آئندہ شعر گوئی سے توبہ کرلوں اس سوال میں آیت کریمہ الشعراء یتبعہم الغاوون کی طرف اشارہ ہے۔

۳ یعنی تمہارے اشعار اس آیت کی زد میں نہیں آتے وہاں برے شعر کہنے والے شعراء مراد ہیں تم تو مجاہد ہو تمہاری شعر گوئی جہاد ہے اور تمہارے اشعار کفار کو مارتے تیر و تلوار اس لیئے رب تعالیٰ نے وہاں اس آیت کے متصل ہی فرمایا الا الذین آمنوا زمانۂ جاہلیت میں فحش گوئی شراب وحسین وعورتوں کی تعریف میں شعر گوئی کا عام رواج تھا۔ اسے قرآن کریم نے برا کہا۔

۴ سبحان اللہ کیا پیارا جواب ہے یعنی مجاہد مسلمان تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور

فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِي الْاِسْتِيْعَابِ لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا تَرٰى فِي الشِّعْرِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ ٭ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَاءُ وَالْعِيُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

(شرح سنہ) اور استیعاب عبدالبر میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور شعر کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے لے۔
روایت ہے حضرت ابو امامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا کہ حیاء اور خاموشی ایمان کی دو شاخیں ہیں ۲ے اور فحش گوئی زیادہ بولنا نفاق کی دو شاخیں ہیں ۳ے (ترمذی) روایت ہے ابو ثعلبہ خشنی سے ۴ے
کہ رسول اللہ

اشعار سے بھی تلوار کفار نابکار کے اجسام نابکار کو زخمی کرتی ہے اور تمہارے اشعار ان کے دلوں کو چھلنی کرتے ہیں تم ان اشعار میں ثواب پاتے ہو جب بھی جہاد کے موقع پر قصیدے مجاہدوں کو گرما دیتے ہیں ۔

لے یہ حدیث صحیح ہے مسلم بخاری کی شرط پر ہے (مرقات)

۲ے عی کے معنی ہیں حیران اور کلام سے عاجزی یہاں مراد ہے کم گوئی یعنی زیادہ خاموشی اور کم گوئی مومن کی نشانی ہے کم گو آدمی اپنے باطن کی اصلاح زیادہ کرتا ہے۔

۳ے یعنی ہر بات بے دھڑک منہ سے نکال دینا منافق کی پہچان ہے زیادہ بولنے والا گناہ بھی زیادہ کرتا ہے یعنی اسّی فی صدی گناہ زبان سے ہوتے ہیں ۔

۴ے آپ کا نام جرہم ابن ناشب ہے قبیلہ خشن سے ہیں اس قبیلہ کے مورث کا نام خشن ابن نمر تھا جرہم اپنی کنیت میں زیادہ مشہور ہے یعنی ابو ثعلبہ۔ آپ بیعت الرضوان میں شریک تھے حضور انور نے آپ کو خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا۔ آپ کی تبلیغ پر آپ کی قوم ایمان لائی ۷۵ھ وفات پائی بعض نے فرمایا کہ امیر معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے (اشعہ)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ مَسَاوِيْكُمْ اَخْلَاقًا اَلثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَيْهِقُوْنَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ عَنْ جَابِرٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے مجھے سب سے پیارا اور قیامت کے دن مجھ سے بہت قریب تم میں سے اچھے اخلاق والا ہے [1] اور تم میں سے مجھ کو بہت ناپسند اور مجھ سے بہت دُور بُرے اخلاق والے ہیں [2] جو زیادہ بولنے والے منہ پھٹ فراخ گو متکبر [3] (بیہقی۔ شعب الایمان) اور ترمذی نے اس کی مثل حضرت جابر سے روایت کی اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ثرثارون اور

[1] کیونکہ خوش خلق آدمی اکثر نیک اعمال زیادہ کرتا ہے۔ گناہ اس سے کم سرزد ہوتے ہیں۔ اخلاق سے مراد اخلاق محمدی ہیں کفار پر سخت مومنوں پر بہت ہی نرم۔ دیانتداری۔ وعدہ پورا کرنا معاملات کا درست ہونا سب ہی خوش خلقی میں داخل ہیں۔ خیال رہے کہ خوش خلقی۔ خوشامد میں فرق ہے یوں ہی بدخلقی اور استغنا میں فرق ہے [2] کیونکہ بدخلق اکثر بدعمل ہوتے ہیں بدخلقی خود بھی بدعملی ہے اور بہت سے بدعملیوں کا ذریعہ۔ جھوٹ۔ خیانت وعدہ خلافی بدمعاملگی سب ہی بداخلاقی کی شاخیں ہیں۔ [3] ثرثارون بنا ہے ثرثرۃ سے بمعنی کثرت کلام یا ایک بات کو بار بار کہنا متشدقون بنا ہے۔ شدق سے بمعنی منہ کا جبڑا۔ متشدق وہ ہے جو منہ بھر کر باتیں کرے یا بس کے بڑے باتونی نے سے کھلے رہیں اور متفیہقون بنا ہے فہق سے بمعنی وسعت و فراخی یعنی بہت ہی کلام کرنے والا جسے اردو میں بکّی کہتے ہیں۔ بکّی فارسی میں کہتے ہیں۔ بسیار گو ایک شاعر کہتا ہے۔

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو
از شما یک مونہ شد اسرار جو

الْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ قَالَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ وَعَنْ
سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ قَوْمٌ يَاْكُلُوْنَ
بِاَلْسِنَتِهِمْ كَمَا تَاْكُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ
وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ

متشدقون کو تو جانتے ہیں، مگر متفیہقون کیا چیز ہیں فرمایا متکبر ۱ روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت نہ قائم ہوگی حتی کہ ایسی قوم نکلے گی جو اپنی زبانوں سے کھائیں گے ۲ جیسے گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں ۳ (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مردوں میں سے اس بلیغ آدمی کو ناپسند کرتا ہے ۴

۱ یعنی متفیہقوں سے ہماری مراد وہ لوگ ہیں جو تکبراً بہت بولیں اپنی مجلس میں کسی کو بولنے نہ دیں جو آئے ان کی سنے اپنی کچھ نہ کہہ سکے ۲ یعنی ان کا ذریعہ معاش یہ ہی ہوگا کہ کسی کی خوشامدانہ جھوٹی تعریف میں قصیدہ کہہ دیا اور انعام حاصل کرلیا کسی کے دشمن کی برائی میں نظم کہہ ڈالی اور کچھ وصول کرلیا لوگوں کو فصیح و بلیغ جھوٹے کلام سنا کے چندہ کرلیا یعنی صرف زبان سے کمائی کریں گے۔ جیسا کہ جاہلیت کے شعراء کا دستور تھا وہ ہی پھر ہوجاوے گا۔ نعت خواں نعت گو علماء واعظین اس میں داخل نہیں بشرطیکہ باعمل ہوں حلال و حرام آمدنی میں فرق کریں اسی لیے آگے بیان ہو رہا ہے ۳ گائے میدان میں کھاتے وقت ہری سوکھی گھاس نہیں دیکھتی جو سامنے آجائے اسے کھا لیتی ہے حتی کہ کبھی دودھک بوٹی بھی کھا جاتی ہے جس سے بیمار بلکہ ہلاک ہوجاتی ہے یہ ہی اس شخص کا حال ہے جو حلال و حرام نہ دیکھے جو ملے کھائے۔

۴ بلیغ یا تو بلاغت سے ہے یا مبالغہ سے اگر بلاغت سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے اگر مبالغہ سے ہے تو مطلب ظاہر ہے کہ وہ شخص لوگوں کی تعریف یا ہجو میں مبالغہ کرے جھوٹی سچی بات کی پرواہ نہ کرے۔

الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا يَتَخَلَّلُ الْبَاقِرَةُ بِلِسَانِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ • وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ

جو اپنی زبان کو پھیرتا ہے جیسے گائے اپنی زبان کو پھیرا دیتی ہے [1] (ترمذی، ابوداؤد)، ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس رات ہم کو سیر کرائی گئی (معراج) ہم ایسی قوم پر گزرے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے [2]۔ تو ہم نے کہا کہ

[1] تخلل بنا ہے خلل سے بمعنی درمیان یا بیچ اسی سے ہے خلال وہ تنکا جو دانتوں کے بیچ میں جائے تخلل کے معنی ہوئے اپنی زبان کو منہ کے بیچ میں گھمائے یعنی بہت بولے بااحتیاطی سے بولے اس کے ذریعہ روزی کمائے بے احتیاطی سے کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھوما کر چارا پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے۔ اچھی بری چیزوں میں فرق نہیں کرتی (مرقات، اشعہ) بقر۔ بقر۔ باقر۔ باقرہ سب کے معنی ہیں۔ بیل گائے بقر کے معنی ہیں چیرنا۔ چونکہ گائے بیل کے ذریعہ زمین ہل چلا کر چیری جاتی ہے اس لیئے اسے باقرہ کہتے ہیں یعنی زمین کو چیرنے والی۔ بڑے عالم کو باقر العلوم کہتے ہیں گویا اس نے علم کو چیر کر اس پر قبضہ کرلیا ہے اس لیئے ایک امام کا نام باقر ہے اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لیئے تقریریں کرتے ہیں سوا لوگوں کو خوش کرنے کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے۔ یہاں مرقات نے بروایت حاکم حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً حدیث نقل فرمائی۔ کہ اللہ تعالےٰ دنیا کے عالم آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے۔ وعظ تبلیغ دین کے لیئے چاہیئے [2] یعنی لوہے کی قینچی آگ سے گرم کی ہوئی۔ آگ بھی دوزخ کی تو ان کا تپنا گرم ہونا بھی نہایت ہی سخت ہوگا ⁂

يَا جِبْرِيْلُ مَنْ هٰؤُلَآءِ قَالَ هٰؤُلَآءِ خُطَبَاءُ أُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ • وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ أَوِ النَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ • وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهٗ قَالَ يَوْمًا وَقَامَ

جبریل یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ آپ کی امت کے واعظین ہیں [1] جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں [2] (ترمذی)، اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات کا ہیر پھیر سیکھے [3] تاکہ اس سے مردوں یا لوگوں کے دل پھانس لے تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کے نہ فرائض قبول فرمائے گا نہ نوافل [4] (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عمرو بن عاص سے کہ انہوں نے ایک دن فرمایا حالانکہ ایک

[1] مرقات نے فرمایا کہ خطباء میں بے عمل عالم، واعظ، شاعر سب ہی داخل ہیں خیال رہے کہ بے عمل عالم سے بدعمل عالم زیادہ برا بھی ہے خطرناک بھی [2] فی زمانہ واعظین عمل کا وعظ ہی نہیں کرتے شعر خوانی خوش الحانی قصے کہانی میں وقت پورا کرتے ہیں عام جلسے گویا حلال سنیما ہیں کہ سننے والے بھی تماشائی ذہنی عیاش ہوتے ہیں ہم نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب مسلمان علماء کے وعظ سن کر بعد میں یاد کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے آج فلاں فلاں مسئلہ بیان کیا [3] صرف کے چند معنی ہیں ایک مضمون کو مختلف عبارتوں سے بیان کرنا۔ اچھی عبارت بولنا جھوٹی بات سچی کر کے دکھانا یعنی جو دار گفتگو رٹا لے کی تقریریں کرنا اس لیئے سیکھے کہ لوگ اس کے جال میں پھنس جائیں لوگ اس کے معتقد ہو جائیں [4] صرف و عدل کے بہت معنی ہیں صرف فرض ہے عدل نفل صرف توبہ۔ عدل فدیہ صرف عبادات نفل درستی معاملات یعنی ایسے ریاکار کے اعمال بارگاہ الٰہی میں قابل قبول نہیں وجہ ظاہر ہے کہ اس نے علم دین دنیا کیلیئے حاصل کیا اللہ کی اعلیٰ نعمت کی بے قدری کی۔

رَجُلٌ فَاَكْثَرَ الْقَوْلَ فَقَالَ عَمْرٌو وَلَوْ قَصَدَ فِي قَوْلِهٖ لَكَانَ
خَيْرًا لَّهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَقَدْ رَاَيْتُ اَوْ اُمِرْتُ اَنْ اَتَجَوَّزَ فِي الْقَوْلِ فَاِنَّ الْجَوَازَ
هُوَ خَيْرٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ • وَعَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ

ی کھڑا ہوا تو بہت باتیں کیں ۱ تب حضرت عمرو نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے کلام میں اختصار کرتا تو اچھا ہوتا ۲ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں یا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کلام میں اختصار کیا کروں ۳ کیونکہ مختصر کرنا ہی بہتر ہے ۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت صخر بن عبداللہ ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ۵ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بعض بیان

۱ یعنی بہت لمبی تقریر کی نہایت فصیح و بلیغ تاکہ لوگ اس کے کمال کے قائل ہو جاویں لوگ اس کی دراز تقریر سے گھبرا گئے اکتا گئے ۲ کہ زیادہ باتیں لوگ عموماً بھول جاتے ہیں دلوں پر اثر نہیں ہوتا بہتر یہ ہے کہ کلام تھوڑا ہو مگر دلنشیں اور موثر ہو ۳ ہر کلام میں خصوصاً وعظ و نصیحت میں اختصار مفید ہے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ خیر الکلام ما قل و دل لوگوں کو یاد خوب رہتا ہے ۴ اس حدیث کی اسناد میں محمد ابن اسماعیل ابن عیاش راوی ہے اسے محدثین نے ضعیف فرمایا ہے ۵ بریدہ اسلمی مشہور صحابی ہیں ان کے فرزند عبداللہ ابن بریدہ تابعی ہیں مرو کے قاضی رہے۔ ان کے بھائی سلیمان ابن بریدہ ان سے زیادہ عالم و متقی تھے۔ صخر ابن عبداللہ بھی تابعی ہیں ان کا لقب مروزی ہے انہوں نے اپنے دادا حضرت بریدہ سے ملاقات کی ہے حضرت بریدہ غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے مگر اس غزوہ میں شریک نہ ہوئے بیعۃ رضوان میں حاضر تھے مدینہ کے رہنے والے تھے پھر بصرہ پھر خراسان میں رہے یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مقام مرو میں وفات پائی ۶۲ھ باسٹھ میں اور مرو میں ہی دفن ہوئے آپ سے بہت لوگوں نے احادیث روایت کیں

مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا وَإِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤد

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ يُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جادو ہیں اور بعض علم جہالت ہے [۱] اور بعض شعر حکمت ہیں [۲] اور بعض کلام وبال ہیں [۳] (ابوداؤد)۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے جس پر وہ سیدھے کھڑے ہوں [۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فخر کرتے تھے یا دفع فرماتے تھے [۵] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

[۱] غیر ضروری چیزیں سیکھنا ضروری چیزیں نہ سیکھنا جہالت ہے بعض لوگ بجائے علم دین کے فلسفہ منطق ریاضی میں عمر صرف کر دیتے ہیں یہ جہالت ہے یوں ہی جو علم رب تک نہ پہونچائے وہ جہالت ہے یوں ہی علم بے عمل جہالت ہے یا علم کا دعویٰ ہو مگر علم نہ ہو یہ جہالت مرکبہ ہے جس علم کے ساتھ عقل یا معرفت نہ ہو وہ جہالت ہے۔ [۲] بعض علماء نے بہت سے علوم اشعار میں بیان کر دیئے ہیں ایک بزرگ نے سارے قرآن مجید کی تفسیر پنجابی اشعار میں لکھی تفسیر سورہ یوسف نظم میں تو بہت لوگوں نے لکھیں یہ اشعار حکمت ہیں ان۔۔ سے علم کی اشاعت بہت ہوتی ہے۔ [۳] یا کہنے والے پر وبال کہ اپنے کلام سے پکڑا جاوے یا سننے والے پر وبال کہ وہ اکتا جاوے مگر یہ ختم ہی نہ کرے یا وہ سمجھے نہیں اور یہ کہے جاوے [۴] حضور کی نعت شریف پڑھنے کے لئے یا مشرکین عرب کی ہجو کرنے کے لئے سبحان اللہ کیا تقدیر ہے حضرت حسان کی کہ حضور انور کی مجلس مبارک میں مسجد نبوی شریف میں آپ کو منبر عطا ہو رہا ہے نعت خوانی نعت گوئی اللہ کی رحمت ہے بشرطیکہ مقبول ہو [۵] یعنی حضور کی تشریف آوری اور خود اپنے کو حضور کی اتباع نصیب ہونے پر فخر کرتے تھے ؎ انسانیت کو فخر ہے تیری ذات سے — بے نور تھا خرد کا ستارہ ترے بغیر یا مشرکین سے حضور کا بدلہ لیتے تھے کہ ان کی ہجو کرتے تھے حضور انور کے فضائل بیان فرماتے تھے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حُسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ أَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَادٍ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَهُ

کہ اللہ بذریعہ جبریل حضرت حسان کی مدد فرماتا ہے جبتک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فخر کرتے ہیں یا دفع کرتے رہتے ہیں لہ (بخاری)۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا جسے انجشہ کہا جاتا تھا اور وہ تھا خوش آواز تو اس سے

؎ آپ خود سنتے اور لوگوں کو سننے کا حکم دیتے تھے حضرت حسان کو دعائیں دیتے تھے۔

لہ یعنی میں دیکھتا ہوں کہ جب تک جناب حسان ہماری نعت خوانی کفار کی ہجو کرتے ہیں ان کے سر پر حضرت جبریل علیہ السلام کا ہاتھ ہوتا ہے اس ہاتھ کے اثر سے ان کے دل میں اچھے مضامین پیدا ہوتے ہیں اچھے الفاظ سمجھ میں آتے ہیں اچھی طرح اخلاص کے ساتھ ادا ہوتے ہیں یہ سب کچھ حضرت جبریل کی مدد کا نتیجہ ہے خیال رہے کہ دوست چند قسموں کے ہوتے ہیں اپنا دوست وہ دوست۔ اپنے دوست کا دوست وہ دوست۔ دشمن کا دشمن وہ دوست یونہی دشمن چند قسم کے ہیں اپنا دشمن۔ اپنے دشمن کا دوست۔ اپنے دوست کا دشمن۔ حضرت حسان حضور کے دوست حضور کے دوستوں کے دوست اور حضور کے دشمنوں کے دشمن تھے لہذا آپ تینوں قسم کے دوست تھے اس لیئے آپ کا یہ درجہ ہوا چونکہ حضرت جبریل انبیاء کرام پر وحی لاتے رہے اور وحی روح ہے لہذا آپ کا نام روح ہوا قدس رب تعالیٰ کا نام شریف ہے تو معنی ہوئے کہ رب تعالیٰ کی روح یعنی اس کی پسندیدہ روح ۲؎ حدی یا حُداء وہ گانا ہے جس سے اونٹ کو مستی دلا کر چلایا جاوے اونٹ گانے . . کا عاشق ہے جیسے سانپ خوش آواز کا جب اونٹ تھک جاتا ہے تو خوش آوازی سے اسے گانا سنایا جاتا ہے جس سے مست ہو کر خوب تیز دوڑتا ہے اس گانے کو حدی اور گانے والے کو حاد کہتے ہیں حضرت انجشہ بڑے خوش آواز تھے اس لیئے حدی خواں آپ ہوتے تھے حدی کی ابتداء کیسے ہوئی اس کے متعلق یہاں مرقات نے عجیب واقعات بیان کیے ایک بدوی نے اپنے غلام کو مارا اس کا ہاتھ کاٹ کھایا غلام خوش آواز تھا وہ گھبراہٹ میں بولا دی۔ دی۔ دی بجائے یدی یدی کے دی دی کہا اونٹ کو اس پر وجد آگیا تب سے حدی کا دستور قائم ہوا بعض خوش الحان بدوی کے حدی پر ۔

انسانوں کو بھی ابھارا ہے ۳؎ انجشہ کی کنیت ابو ماریہ تھی حبشی تھے۔ حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُوَيْدَكَ أَنْجَشَةُ لَا تُكَسِّرِ الْقَوَارِيْرَ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِيْ ضَعَفَةَ النِّسَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَرَوَى

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انجشہ چھوڑ رہ کچی شیشیاں نہ توڑو۔ قتادہ فرماتے ہیں یعنی کمزور دل عورتیں [۱] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایک کلام ہے اچھا شعر اچھا ہے اور برا شعر برا ہے [۲] (دارقطنی)۔

[۱] یعنی میرے ساتھ سفر میں عورتیں بھی ہیں جن کے دل کچی شیشی کی طرح ... کمزور ہیں۔ خوش آوازی ان میں بہت جلد اثر کرتی ہے اور وہ لوگوں کے گانے سے گناہ کی طرف مائل ہو سکتی ہیں اس لیے اپنا گانا بند کر دو۔ یہ فرمان عالی تاقیامت عورتوں کے متعلق ہے۔ ورنہ صحابیات کے متعلق فسق و فجور کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا مقصد یہ ہے کہ مرد عورتوں کو گانا نہ سنائے اس طرح عورتیں مردوں کو گانا نہ سنائیں کہ اس سے عشق و بدمعاشی پیدا ہوتی ہے۔ شعر

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

بہت مرد ریڈیو پر عورتوں کے گانے سن کر ان کے عاشق ہو گئے یوں ہی عورتیں مردوں کا گانا سن کر اغوا ہو گئیں۔ حضور کا ہر فرمان حق ہے عورت کا دل کچی شیشی کی طرح کمزور اور جلد اثر لینے والا ہوتا ہے اس لیئے اسلام نے گانا بجانا حرام کیا۔ بعض شارحین نے اس کے معنی کیئے کہ تمہارے گانے سے اونٹ تیز دوڑینگے جس سے عورتوں کو تکلیف ہوگی مگر یہ درست نہیں کہ تیز دوڑنے کی تکلیف تو مردوں کو بھی ہو سکتی ہے۔ پھر صرف عورتوں کا ذکر کیوں ہوا۔ پہلی توجیہ قوی ہے۔ [۲] یعنی شعر کی اچھائی برائی اس کے مضمون سے ہے بعض شعر پڑھنا عبادت ہے بعض کفر بعض ثواب ... جیسا مضمون ویسا حکم ۞

الشَّافِعِيُّ عَنْ عُرْوَةَ مُرْسَلًا ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ نَسِیْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ اِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ یُّنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّیْطَانَ اَوْ اَمْسِكُوا الشَّیْطَانَ لَاَنْ یَّمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّمْتَلِئَ شِعْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ كَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ

اور شافعی نے عروہ سے ارسالاً روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں اس حال میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام عرج میں چل رہے تھے [1] کہ ایک شاعر شعر پڑھتا سامنے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پکڑو شیطان کو یا روکو شیطان کو [2] کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا اس کے لیے اس سے اچھا ہے کہ شعروں سے بھرا ہو [3] (مسلم)۔

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گانا دل میں نفاق ایسا اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو [4] (بیہقی)۔

[1] عرج یمن کا ایک شہر بھی ہے علاقہ ہذیل میں ایک میدان بھی مکہ معظمہ کے راستہ میں ایک منزل بھی مدینہ منورہ سے ۷۸ اٹھتر میل پر یہاں یہ تیسرے معنی مراد ہیں [2] یعنی یہ شاعر انسانی شیطان ہے اسے شعر پڑھنے سے روک دو شاید اس کے اشعار گندے واہیات تھے جن میں زنا، شراب، عورتوں کی تعریفیں تھیں جیسا کہ جاہلیت کے شعراء کے کلام میں دیکھا جاتا ہے اس لیے روک دیا گیا [3] اس کی شرح پہلے عرض کی گئی کہ یا برے اشعار مراد ہیں یا اشعار کا طبیعت پر غلبہ کہ اسے گانے کے سوا کچھ سوجھے ہی نہیں اس لیے ارشاد ہوا ان یمتلی [4] یعنی مرد کا گانا خود گانے والے اور سننے والے کے دل میں منافقت پیدا کرتا ہے لہذا عورت کا گانا سننا یا عورت و مرد کا مل کر گانا یا باجے پر گانا اس سے بدتر ہے عرب کہتے ہیں الغناء رقیۃ الزنا یعنی گانا زنا کا منتر ہے مراد گانے سے وہ ہی ہے جو اوپر عرض کیا خوش الحانی سے نعت شریف حضرت حسان پڑھتے تھے۔

شُعَبِ الْاِیْمَانِ ● وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِیْ طَرِیْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ وَنَاءَ عَنِ الطَّرِیْقِ اِلَی الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِیْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ یَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَیْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَیْهِ مِنْ اُذُنَیْهِ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ یَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَکُنْتُ اِذْ ذَاکَ

(شعب الایمان)۔ روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ ایک راستہ میں تھا کہ آپ نے باجہ کی آواز سنی۱؎ تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں لگا لیں اور راستہ سے دور ہٹ گئے۔ دوسری طرف پھر دور جاچکنے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اے نافع کیا تم کچھ سن رہے ہو میں نے کہا نہیں تب آپ نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں سے نکالیں۲؎ فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو حضور نے بانسی کی آواز سنی۳؎ تو یونہی کیا جو میں نے کیا نافع فرماتے ہیں کہ اس وقت میں

سے حضور کی تشریف آوری کے موقعہ پر مدینہ منورہ کی بنی نجار کی بچیوں نے گیت گائے ہیں۔ شادی۔ عید کے موقعہ پر بچیوں کو حضور نے اچھے گیت گانے کی اجازت اجنبی عورتوں سے مرد نعت بھی نہ سنیں کہ آوازمیں دلکشی ہوتی ہے اسی لیئے عورتوں کو اذان دینا تکبیر کہنا خوش الحانی سے اجنبیوں کے سامنے تلاوت قرآن کرنا سب ممنوع ہے عورت کی آواز بھی ستر ہے۔

۱؎ یعنی صرف باجہ کی آواز سنی بغیر گانے کی آواز کے غالبًا گانا بھی ہورہا ہوگا مگر اس کی آواز یہاں نہیں آرہی ہوگی ڈھول کی آواز دور تک جاتی ہے گانے والے کی آواز تھوڑی دور ہی پہونچتی ہے ۲؎ یہ آپ کا انتہائی تقویٰ ہے جس پر عمل آج کل قریبًا ناممکن ہے آج ریڈیو۔ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ بستی کے گوشہ گوشہ میں گانے باجے کی تیز آوازیں پہونچتی ہیں۔ کبھی تو لوگوں کو سونے نہیں دیتیں ۳؎ یراع ی اور ر کے فتحہ سے یعنی الغوزہ یا بانسلی بانس کے ٹکڑے میں چند سوراخ کرکے اسے منہ سے بجاتے ہیں۔

صَغِيرًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاؤُدَ ۞ بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِيبَةِ وَالشَّتْمِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنُ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ

چھوٹا تھا؁ (احمد۔ ابوداؤد) زبان کی حفاظت اور غیبت اور گالی کا بیان؁ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی مجھے اپنے دو جبڑوں اور دو پاؤں کے درمیان کی چیزوں کی ضمانت دے۔ میں اس کے لئے

؁ یہ ایک شبہ کا جواب ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر نے خود تو کانوں میں انگلیاں دے لیں تاکہ گانے باجے کی آواز نہ سنیں مگر اپنے غلام حضرت نافع کو اس کا حکم نہ دیا اس کی وجہ کیا ہے جواب یہ دیا کہ میں اس وقت نابالغ بچہ تھا مجھ پر احکام شرعیہ خصوصًا ورع وتقوٰی کے احکام جاری نہ تھے ورنہ مجھے بھی آپ اس کا حکم دیتے۔ غالبًا حضرت عبداللہ ابن عمر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ پر نابالغ ہونگے۔ خیال رہے کہ ان دونوں موقعوں پر گانے باجے والا آدمی کوئی غیر مسلم ذمی ہوگا اس لیئے آپ نے اسے گانے سے نہ روکا خود کانوں میں انگلی دے لی کہ کفار کو ان جیسے کاموں سے مسلمان نہیں روکتے (مرقات) لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حضرات صحابہ کے گھروں سے گانے باجوں کی آوازیں آتی تھیں نہ یہ کہ حضرت ابن عمر نے گانے والوں کو منع کیوں نہ فرمایا؁ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں من الغیبۃ والشتم ہے تو معنی ظاہر ہیں یعنی اپنی زبان کو غیبت اور گالی سے محفوظ رکھنا عام نسخوں میں واؤ سے ہے تب معنی یہ ہوں گے کہ اپنی زبان کو ہر بری چیز خصوصًا غیبت وگالی سے محفوظ رکھنا۔ خیال رہے کہ کسی مسلمان کے غیر مشہور عیب اس کے پس پشت بلاضرورۃ بیان کرنا غیبت ہے خواہ وہ شخص زندہ ہو یا مردہ موجود ہو یا غائب۔ غیبت حرام ہے اور ہر فحش کلام شتم ہے سبّ عام ہے شتم خاص۔ غیبت کی یہ تعریف اور تعریف کی یہ قیود خیال میں رکھنی چاہیئے۔ لغوی غیبت کبھی حرام ہے کبھی کفر کبھی جائز کبھی واجب فرض مسلمان کی غیبت بلاوجہ حرام ہے انبیاء واولیاء کی غیبت جو جنت کی بشارت یافتہ ہیں کفر ہے جیسے روافض کا تبرا اور راویان حدیث کی غیبت واجب ہے تاکہ احادیث صحیح وغیر صحیح مخلوط نہ ہو جاویں کسی کے شر سے مسلمان کو بچانے کے لیئے غیبت کرنا ہے واجب ہے

الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ٭ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِىْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِىْ بِهَا بَالًا يَهْوِىْ بِهَا فِىْ جَهَنَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَهُمَا يَهْوِىْ بِهَا فِى النَّارِ اَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

جنت کا ضامن ہوں لہ (بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ رضاءِ الٰہی کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجے بڑھا دیتا ہے ۲ے اور بندہ اللہ کی ناراضی کی کوئی بات کر دیتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا اس کی وجہ سے دوزخ میں گر جاتا ہے ۳ے (بخاری) اور مسلم بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اس سے آگ میں گر جاتا ہے مشرق و مغرب کے فاصلے کے برابر ۴ے

۱ے دو جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان و تالو وغیرہ ہے اور دو پاؤں کے بیچ کی چیز شرمگاہ ہے یعنی اپنی زبان کو جھوٹ غیبت ناجائز باتیں کرنے سے بچائے اپنے منہ کو حرام غذا سے محفوظ رکھے اپنی شرمگاہ کو زنا کے قریب نہ جانے دے ظاہر بات ہے کہ ایسا مسلمان مومن متقی ہوگا۔ خیال رہے کہ قریبًا اسّی فی صدی گناہ زبان سے ہوتے ہیں جو اپنی زبان کی پابندی کرے وہ جو چوری ڈکیتی قتل بھی نہیں کرتا انسان جرم جب ہی کرتا ہے جبکہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جاوے کہ اگر پکڑا گیا تو میں انکار کر دوں گا۔ جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی یہ ضمانت تا قیامت انسانوں کے لیئے ہے اور حضور کی ضمانت خدا کی ضمانت ہے ۲ے یعنی بعض باتیں انسان کے نزدیک معمولی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم الشان کر بولنے والے کو عظیم الشان بنا دیتی ہیں ۳ے یعنی بعض باتیں انسان کی نگاہ میں نہایت معمولی ہوتی ہیں۔ رب تعالیٰ کے نزدیک بدترین جرم کہ انسان کو دوزخی بنا دیتی ہیں لہذا زبان کی بہت ہی حفاظت چاہیئے ۴ے دوزخ میں جس قدر نیچائی زیادہ اسی قدر عذاب سخت جنت میں جس قدر اونچائی زیادہ اسی قدر ثواب اعلیٰ دوزخ کا طبقہ ہاویہ سب سے نیچا ہے مطلب یہ ہے کہ بدعملی کی وجہ سے انسان دوزخ کے اونچے طبقے میں جاویگا جہاں عذاب ہلکا ہے مگر بری کلام کی وجہ سے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے [1] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہے تو اس کفر کو لے کر ان دونوں میں سے ایک لوٹے گا [2]۔

سو نیچے طبقہ میں جاوے گا جہاں عذاب سخت تر ہے رب تعالٰی نے انسان کو ارکان (اعضا)، جنان (دل) لسان (زبان) عطا فرمائے ہیں ارکان وجنان کے گناہوں سے لسان یعنی زبان کا جرم بدترین ہے ۔

[1] کفر یا بمعنی کفران نعمت یعنی ناشکری ہے یا ایمان کا مقابل یعنی بلا قصور مسلمان کو بُرا کہنا اور بلاقصور اس سے لڑنا بھڑنا ناشکری ہے یا کفار کا سا کام ہے یا اسے مسلمان ہونے کی وجہ سے مارنا پیٹنا یا ناجائز جنگ کو حلال سمجھ کر کرنا کفر و بے ایمانی ہے (مرقات)

[2] یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے اگر وہ مسلمان واقعی کوئی کفریہ کام یا کفریہ کلام کرچکا ہے تب تو یہ کفر اس پر پڑے گا لیکن اگر اس میں کوئی کفر نہ ہو تو یہ کہنے والا کافر ہو جاوے گا جب کہ کسی قطعی ایمان والے کو کافر کہے۔ جیسے صحابہ کرام کو خصوصًا بشرون الجنۃ کو کافر کہنے والا یقینًا وقطعًا کافر ہے کہ قرآن حدیث تو انہیں مؤمن کہہ رہے ہیں اور یہ انہیں کافر کہتا ہے۔ تو قرآن وحدیث کا منکر ہے یا کسی عقیدہ اسلامیہ کی بنا پر کافر کہتا ہے تو بھی یہ کہنے والا کافر ہے اس سے وہ شخص مراد نہیں جو کسی کو گالی کے طور پر کافر کہے یا کافر کے معنی ناشکرا یا چھپانے والا کرے لہٰذا حدیث واضح ہے حضرت خسرو فرماتے ہیں ۔

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہاں کافر عشق سے مراد ہے عشق کا چھپانے والا اسے دل میں رکھنے والا رب تعالٰی فرماتا ہے فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ، جو کوئی بتوں کا انکار کرے اللہ پر ایمان لائے یہاں کفر بمعنی انکار ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت مشکل ہے فقیر نے جو توجیہ کی ہے ان شاء اللہ اس سے اشکال مندفع ہے ۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ

(مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص کسی شخص کو فسق کی اور کفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ اس پر لوٹتا ہے اگر اس کا صاحب ایسا نہ ہو[1] (بخاری)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی شخص کے کافر ہونے کا دعویٰ کرے یا کہے اللہ کا دشمن اور وہ ایسا ہو نہیں مگر وہ اس پر لوٹتا ہے[2] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت انس اور ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گالی گلوچ کرنے والے جو کچھ کہیں اس کا وبال ابتداء کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے[3]

[1] مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جاویگا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔ [2] اسکا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے قذف لگ سکتی ہے۔ [3] یعنی دونوں کی برائیوں کا وبال ابتداء کرنے والے پر ہوگا جبکہ دوسرا زیادتی نہ کر جاوے صرف اگلے کو جواب دے خیال رہے کہ گالی کے بدلے میں گالی نہ دینا چاہیئے کہ گالی فحش ہے جس سے زبان اپنی ہی خراب ہوتی ہے صبؔ کے معنی ہیں برا کہنا نہ کہ گالی دینا گالی دینے والے سے بدلہ اور طرح لو اسے گالی نہ دو اگر کتا کاٹ لے تو تم اسے کاٹو مت بلکہ لکڑی سے مارو لہذا حدیث واضح ہے اس میں گالیاں بکنے کی اجازت نہ دی گئی۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ

(مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدیق کے لئے یہ لائق نہیں [1] کہ لعن وطعن کرنے والا ہو [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بہت لعن طعن کرنے والے قیامت

[1] صدیق کے لغوی معنی ہیں بہت سچا یہ صدیق کا مبالغہ ہے صادق وہ جو جھوٹ نہ بولے صدیق وہ جو جھوٹ نہ بول سکے صادق وہ جو ایک آدھ بار سچ بولے صدیق وہ جو ہمیشہ سچ بولا کرے صادق وہ جو کلام کا سچا ہو صدیق وہ جو کام، کلام ہر وصف کا سچا ہو صادق وہ جو وہ کہے جو واقعہ ہو، صدیق وہ کہ جو وہ کہہ دے واقعہ ویسا ہی ہو جاوے صوفیاء کے نزدیک صدیق ایک درجہ والا جس کا مقام نبی کے بعد بغیر واسطہ بغیر فاصلہ کے ہے رب تعالٰی فرماتا ہے "مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ" اسلام میں پہلے صدیق حضرت ابوبکر صدیق اکبر ہیں۔ [2] یعنی جسے اللہ تعالٰی صدیق بنائے وہ لوگوں پر لعنت کرنے کا عادی نہیں ہوتا کیونکہ صدیقیت کو نبوت سے بہت ہی قرب ہے کہ نبی کے بعد صدیق کا درجہ ہے حضرات انبیاء رحمت والے ہوتے ہیں نہ کہ لعنت بھیجنے والے اور نہ عذاب کی دعائیں کرنے والے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے مذہب میں تبرا و لعنت بہترین عبادت ہے۔ نعوذ باللہ۔ الحمدللہ کہ اہل سنت نے لعنت کو نہ عبادت سمجھی نہ عادت ڈالیں حق کہ جو لوگ لعنت کے مستحق بھی ہیں ان پر بھی لعنت کرنا اپنا شیوہ نہیں بناتے ہمارے ہاں ابلیس یا ابوجہل یا فرعون پر لعنت کرتے رہنا عبادت نہیں بلکہ عبث کام ہے خیال رہے کہ لعنت دو قسم کی ہے ایک تو اللہ تعالٰی کی رحمت عامہ سے دوری یہ صرف کفار کے لیئے دوسری رحمت خاصہ یعنی بلندی درجات سے محرومی یہ گنہگار مسلمان کو بھی ہو سکتی ہے جن کفار کا کفر پر مرنا دلیل شرعی سے ثابت ہو ان پر نام لے کر لعنت کرنا درست ہے۔ دوسروں کو وصف سے لعنت کر سکتے ہیں نام لے کر نہیں کر سکتے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹوں پر یا ظالموں پر خدا کی لعنت یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں پر جو جھوٹا ہے لعنت یہ بھی خیال رہے کہ اللہ کی لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دور کرنا بندوں کی لعنت

لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ

کے دن نہ گواہ ہوں گے نہ شفیع [1] (مسلم)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص کہے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو اس نے انہیں ہلاک کردیا [2] (مسلم)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم قیامت کے دن بدترین لوگوں میں دو منہ والے کو پاؤ گے۔

۴ کے معنی میں اس دوری کی بددعا کرنا (اشعہ)۔

[1] یعنی امت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت گذشتہ انبیاء کرام کی گواہ بھی ہوگی کہ انھوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ فرمادی اور گنہگاروں کی شفیع بھی مگر جو مسلمان لعن وطعن کا عادی ہوگا وہ ان دونوں نعمتوں سے محروم رہے گا لہذا دنیا میں لعن طعن کے عادی نہ بنو۔ [2] اهلکهم کی دو قرآتیں ہیں کاف کے ضمہ سے یعنی صیغہ اسم تفضیل اور کاف کے فتحہ سے ماضی۔ یعنی جو مسلمانوں کے متعلق کے متعلق یہ کہتا رہے کہ سارے مسلمان ہلاک ہوگئے رحمت خدا سے دور ہوگئے بے دین ہوگئے تو ان سب میں زیادہ ہلاک ہونے والا یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو رحمت الٰہی سے دور سمجھ رہا ہے یا جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس کرے اور کہے کہ لوگ برباد ہوگئے کافر ہوگئے فاسق ہوگئے تو ان لوگوں کو رب تعالٰی نے ہلاک نہ کیا بلکہ اس نے ہلاک کیا اگر لوگ مایوس ہوکر گنہگار بن جاویں تو مجرم یہ ہوگا مسلمان کہتے ہیں گنہگار ہوں مگر ان شاء اللہ رحمت الٰہی ان کی دستگیری کرے گی انہیں سے کام لے گی کوئی انہیں ابھارنے والا ہو۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔ شعر

نہیں مایوس ہیں اقبال اپنی کشت ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی۔

رحمت للعالمین کی امت غافل ہوجاتی ہے اسے جگاتے رہو کام لیتے رہو یہ جاگ اٹھے تو بہت کام کرتی ہے کیوں نہ ہو کہ حضور کی رحمت ہے شعر

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت وہ آئے لیکن آئے رحمۃ للعالمین ہوکر

الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ نَمَّامٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ

جو اُن کے پاس اور منہ سے جاوے اور اُن کے پاس اور منہ سے ۱ (مسلم بخاری) ۔ روایت ہے حضرت حذیفہؓ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جنت میں چغل خور نہ جاوے گا ۲ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں چغلخور ہے ۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سچ کو لازم کرلو کیونکہ سچ نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے ۳ اور نیکی جنت کی طرف ہادی ہے اور انسان سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کی تلاش کرتا رہتا ہے۔

۱ یعنی بدترین بندہ منافق یا چغل خور ہے جو لوگوں میں لڑائی کرانے کے لیے ایک جماعت کے پاس اس کا خیر خواہ بن کر جاوے اور دوسری جماعت سے انہیں بھڑکا دے دوسری جماعت کے پاس ان کا خیر خواہ بن جاوے انہیں بھڑکا کر لڑائی کرا دے خدا کی پناہ یہ عیب فی زمانہ عورتوں میں بہت زیادہ ہے اس سے توبہ چاہیے اس کا انجام دو طرفہ شرمندگی ہے۔ شیخ سعدی نے ان کا انجام یوں فرمایا شعر کنند این و آن خوش دگر بارہ دل ؛ وے اندر میاں کور بخت و خجل ۔ وہ دونوں مل جاویں گے یہ دو طرفہ رو سیاہ ہوگا ۲ قتات وہ شخص ہے جو دو مخالفوں کی باتیں چھپ کر سنے اور پھر انہیں زیادہ لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائے اگر یہ شخص ایمان پر مرا تو جنت میں اولاً نہ جاوے گا بعد میں جائے تو جائے اگر کفر پر مرا تو کبھی وہاں نہ جاوے گا خیال رہے کہ جو دو طرفہ جھوٹی باتیں لگا کر صلح کرا دے وہ نمام نہیں مصلح ہے نمام وہ ہے جو لڑائی و فساد کے لیے یہ حرکات کرے ۳ یعنی جو شخص سچ بولنے کا عادی ہو جاوے اللہ تعالیٰ اسے نیک کار بنا دے گا کہ اس کی عادت اچھے کام کرنے کی ہو جاوے گی اسی کی برکت سے وہ مرتے وقت تک نیک رہے گا ۔ برائیوں سے بچے گا ۔

حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّیْقًا وَاِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ یَهْدِیْ
اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ
یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکِذْبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ
کَذَّابًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ
بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْکِذْبَ فُجُوْرٌ
وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ ۔ وَعَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ قَالَتْ

حتّٰی کہ اللہ کے نزدیک سچّا لکھ دیا جاتا ہے [1] اور جھوٹ سے بچو کہ جھوٹ بدکاری کی طرف رہبری کرتا ہے اور یہ بدکاری آگ کی طرف ہادی ہے [2] اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش کرتا رہتا ہے حتّٰی کہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے [3] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا سچائی بھلائی ہے اور بھلائی جنّت کی طرف رہبری کرتی ہے اور جھوٹ بدکاری ہے اور بدکاری آگ کی طرف رہبری کرتی ہے [4] روایت ہے حضرت ام کلثوم سے [5] فرماتی ہیں۔

[1] اور جو اللہ کے نزدیک صدیق ہو جاوے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے ہر قسم کا ثواب پاتا ہے اور دنیا بھی اسے سچا کہنے اچھا سمجھنے لگتی ہے اس کی عزت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ [2] یعنی جھوٹا آدمی آگے چل کر پکا فاسق و فاجر بن جاتا ہے جھوٹ ہزارہا گناہوں تک پہنچا دیتا ہے تجربہ بھی اسی پر شاہد ہے سب سے پہلا جھوٹ شیطان نے بولا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ میں تمہارا خیرخواہ ہوں پہلا تقیہ پہلا جھوٹ شیطان کا کام تھا [3] جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر یہ شخص ہر قسم کے گناہوں میں پھنس جاتا ہے اور قدرتی طور پر لوگوں کو اس کا اعتبار نہیں رہتا لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں [4] یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے جنہیں مسلم بخاری۔ جامع صغیر وغیرہ نے روایت فرمایا وہ تمام الفاظ یہاں مرقات نے جمع فرمائے [5] یہ ام کلثوم بنت رسول اللہ نہیں ہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل مدینہ منورہ پہنچیں حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں جب غزوہ موتہ میں جناب زید شہید ہو گئے تو ان سے زبیر ابن عوام نے نکاح کر لیا انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے عبدالرحمٰن ابن عوف نے نکاح کر لیا ان سے دو بیٹے ہوئے ابراہیم اور حمید پھر عبدالرحمٰن کے وفات کے بعد عمرو ابن عاص کے نکاح میں آئیں اس نکاح سے ایک ماہ بعد وفات پا گئیں۔ حضرت عثمان غنی کی اخیافی بہن ہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيُنْمِيْ خَيْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرا دے اور کہے خیر بات اور پہنچائے خیر بات [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم منہ پر تعریف کرنے والوں کو دیکھو [۲] تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو [۳] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے

جو آپ سے آپ کے صاحبزادہ عبید نے احادیث روایت کیں (مرقات) ٭

[۱] یعنی جو مسلمان دو لڑتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان جھوٹی خبریں پہونچا کر ان میں صلح کرا دے تو وہ گنہگار نہیں اور یہ جھوٹ گناہ نہیں مثلًا زید و عمر لڑتے ہوئے ہیں یہ زید سے کہے کہ عمرو نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں عمرو کے متعلق بھی یہ ہی کہے حتی کہ ان کی صلح ہو جاوے تو یہ شخص ثواب پائے گا۔ خیال رہے کہ چند صورتوں میں جھوٹ جائز ہے ان میں سے ایک تو یہ دوسرے کسی کا جان و مال محفوظ کرتے دشمن سے بچانے کے لیئے جھوٹ بولنا بلکہ بعض جگہ جھوٹ عبادت ہے جیسے کسی متقی پرہیزگار کا اپنے کو گنہگار کہنا عبادت ہے اور بعض سچ کفر ہو جاتا ہے۔ شیطان نے کہا تھا رب بما اغویتنی سچ کہا تھا ہدایت و گمراہی اللہ ہی کی طرف سے ہے مگر شیطان ہو گیا کافر [۲] یہاں مداحین سے مراد وہ جھوٹی چک ہیں جو خوشامد کے لیئے لوگوں کے منہ پر تعریفیں کرتے ہیں بلکہ اس سے اپنے پیٹ پالتے ہیں جھوٹی تعریفیں کرکے سامنے والے کو خوش کرتے ہیں جو کسی نیک شخص کی سچی تعریف کرے جس سے اس کو اور زیادہ نیکی کی رغبت ہو وہ اس میں داخل نہیں اس لیئے مداحین صیغہ مبالغہ ارشاد ہوا۔ یعنی تعریفیں کرنے کا عادی اس کا پیشہ ور [۳] بعض شارحین نے حدیث کو بالکل ظاہری معنی پر رکھا کہ واقعی ان پر مٹی ڈال دو۔ تاکہ آئندہ وہ اس کام کی جرأت نہ کریں۔ دو چار جگہ منہ پر خاک پڑ جانے سے اس عمل سے توبہ کر لیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس پر خاک ڈالو ادھر توجہ نہ کرو یہ نہ سمجھو کہ واقعی تم بڑے ہو

قَالَ اُثْنِيَ رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلٰثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللهُ حَسِيْبُهٗ اِنْ كَانَ يَرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّيْ عَلَى اللهِ اَحَدًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کی تعریف کی ۱؎ تو فرمایا تیری خرابی تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی تین بار فرمایا ۲؎ تم میں سے جو کسی کی ضرور تعریف ہی کرے تو کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اللہ تعالٰی اس پر مطلع ہے بشرطیکہ وہ اسے ایسا ہی جانتا ہو ۳؎ اللہ پر کسی کی صفائی بیان نہ کرے ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۵؎ اچھے آدمی ہو یا یہ مطلب ہے کہ اسے کچھ دے دو تھوڑا مال بھی گویا خاک ہے تاکہ وہ تمہاری ہجو نہ کرے کہ ایسے لوگ کچھ نہ ملنے پر گالیاں دیتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ انہیں بہت تھوڑا مال دو جو خاک برابر ہو۔ زیادہ مال نہ دو اور بھی بہت معنی کیے گئے ہیں۔

۱؎ یعنی بہت زیادہ تعریف کی بہت مبالغہ سے غالبًا وہ شخص وہاں موجود ہوگا۔ جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے دیکھو مرقات ۲؎ یعنی وہ شخص ایسی طبیعت کا ہے کہ تیری تعریف سن کر مغرور و متکبر ہو جاوے گا۔ ایسے شخص کی منہ پر تعریف اسے نقصان دیتی ہے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ اپنی تعریف سن کر اور زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں اور بعض لوگ غرور میں آجاتے ہیں پہلے قسم کے لوگوں کے منہ پر تعریف کرنا مفید ہے دوسرے لوگوں کے لیئے نقصان دہ یہاں دوسری صورت کا ذکر ہے ۳؎ یعنی کسی کی تعریف کرنے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ یقین کے ساتھ تعریف نہ کرے کہ وہ ایسا ہی ہے بلکہ اپنے خیال کا اظہار کرے دوسرے یہ کہ جو سمجھتا ہو وہی کہے اگر واقعی اسے اچھا سمجھتا ہے تو اچھا کہے دل میں برا جانتا منہ سے اچھا کہنا جھوٹ بھی ہے اور خوشامد بھی ۴؎ یعنی واقعہ کی گواہی نہ دے کہ واللہ وہ بہت ہی اچھا ہے۔ مگر یہ تمام شرائط اس کے متعلق ہیں جس کی برائی بھلائی نص سے ثابت نہ ہو حضرات انبیاء خصوصًا حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آل و اصحاب کی تعریفیں کامل یقین سے کرے اور خوب کرے مثلًا میں کہہ سکتا ہوں کہ قسم رب تعالٰی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اللہ کے پیارے بندے ہیں۔ یوں ہی وہ حضرات جنہیں مخلوق ولی اللہ کہتی ہے

قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ
قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ
اَخِيْ مَا اَقُوْلُ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ
لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ
رِوَايَةٍ اِذَا قُلْتَ لِاَخِيْكَ مَا فِيْهِ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِذَا

نے فرمایا کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے [۱] سب نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں۔
فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ناپسندیدہ ذکر کرنا [۲] عرض کیا گیا فرمایئے تو اگر میرے بھائی
میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں [۳] فرمایا اگر اس میں وہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اس
کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اسے بہتان لگایا [۴] (مسلم) اور
ایک روایت میں ہے [۵] کہ جب تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہے تو تو نے اس کی

[۱] انھیں ہم یقین سے دل کہہ سکتے ہیں کہ مخلوق کی زبان خالق کا قلم ہے۔ لہذا یہ حدیث نہ تو آیت قرآنیہ کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث۔ حضور فرماتے ہیں انتم شہداء اللہ فی الارض۔
[۱] یعنی قرآن مجید میں ہے لا یغتب بعضکم بعضا بعض مسلمان کی غیبت نہ کریں کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے اور اس کی تفسیر کیا ہے [۲] یعنی کسی کے خفیہ عیب اس کے پس پشت بیان کرنا عیب خواہ جسمانی ہوں یا نفسانی دنیاوی یا دینی یا اس کی اولاد کے یا بیوی کے گھر خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارہ سے غرض کسی طرح سے لوگوں کو سمجھا دو حتی کہ کسی لنگڑے یا ہکلے کی پس پشت نقل کرنا لنگڑا کر چلنا یا ہکلا کر بولنا سب کچھ غیبت ہے۔ یہ فرمان بہت ہی جامع ہے (مرقات) [۳] سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت ہے اس لیئے انھوں نے یہ سوال کیا وہ مایکرہ کے لفظ سے دھوکہ کھا گئے [۴] سبحان اللہ کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے کو غیبت ہی ہوتا ہے سچ مگر ہے حرام اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی و حرام ہر سچ حلال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ غیبت ایک گناہ ہے بہتان دو گناہ [۵] یہ روایت مسلم میں نہیں۔ بلکہ امام بغوی نے شرح سنہ میں نقل فرمائی مگر مؤلف کے فی روایت کہنے سے دھوکہ پڑتا ہے کہ یہ بھی مسلم ہی کی روایت ہے (مرقات)

قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اِنَّ رَجُلًا اِسْتَاذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِئْذَنُوْا لَهُ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

غیبت کی اور اگر تو وہ کہے جو اس نے نہ کیا ہو تو تو نے اسے بہتان لگایا [۱]۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی۔ فرمایا کہ اجازت دے دو یہ اس قبیلہ کا برا آدمی ہے [۲] پھر جب وہ بیٹھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے خندہ پیشانی کی اور کشادہ روئی فرمائی۔ [۳] پھر جب وہ شخص چلا گیا تو جناب عائشہ نے عرض کیا یارسول اللہ

[۱] غیبت وبہتان کا یہ فرق ضرور خیال رہے بہتان بہرحال برا ہے غیبت کبھی بری کبھی بری نہیں جیسا کہ ہم شروع باب میں عرض کر چکے کہ غیبت کے حرام ہونے کی چند شرطیں کسی خاص کی ہوں وہ خاص شخص مسلمان ہو وہ عیب بھی اس کا خفیہ ہو اور بیان بھی کرے۔ بلا ضرورت مگر بہتان وہ بہرحال حرام ہے خواہ کسی کو لگائے کسی طرح لگائے [۲] حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جبکہ وہ ابھی حضور کے پاس پہونچا نہ تھا دروازہ پر ہی تھا۔ یعنی اس کے پشت بیان فرمایا جو لغۃً غیبت ہے اسلئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے اس شخص کا نام عیینہ ابن حصن تھا۔ مولفۃ القلوب سے تھا اپنی قوم کا سردار سخت طبیعت تھا حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اس کا بھتیجا حرابن قیس پختہ مسلمان صاحب علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے۔ کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہی جب حرابن قیس نے عرض کیا خذ العفو واعرض عن الجاہلین — حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات۔ اشعہ) [۳] یعنی حضور مطابق عادت کریمہ کے بہت اخلاق سے پیش آئے کرم کریمانہ سے کلام فرمایا۔

قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى

آپ نے اس کے متعلق ایسا ایسا فرمایا پھر اس کے اُوپر خنداں پیشانی اور کشادہ رُوئی فرمائی[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے فحش گو کب پایا[2] اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ ہے جسے لوگ چھوڑ دیں اس کی شر سے ڈر کر اور ایک روایت میں ہے اس کے فحش سے خوف کرکے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ساری امت کو عافیت دی جاوے گی[4]

[1] یہ کلام یا تو حضرت عروہ کا ہے اس لیے قلت نہ کہا بلکہ قالت عائشہؓ فرمایا یا حضرت عائشہ کا ہی ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضور کا یہ عمل شریف غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں فرمایا۔ اور سامنے اخلاق سے گفتگو فرمائی [2] یعنی ہم دوست دشمن نیک و بد سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خلقی سے پیش نہیں آتے تم کو ہمارا تجربہ ہے [3] یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں۔ مگر اس سے ڈر کر اس کا احترام کرتے ہیں یہ انہیں میں سے ہے اگر میں اس کے سامنے وہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا تھا تو یہ میرے آنا چھوڑ دیتا اور اس کی اصلاح نہ ہوسکتی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لیئے اس کی شر پر مطلع کردینا غیبت نہیں نیز کسی کی اصلاح کے لیئے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جداگانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

[4] معافی کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ عفو سے یعنی رب تعالٰی کی طرف سے معافی دی جاوے گی دوسرے یہ کہ عافیت سے ہو یعنی اسے عافیت دی ہوئی ہے اس کی غیبت حرام ہے ؏

إِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَإِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فِيْ بَابِ الضِّيَافَةِ ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سوا اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے ۱؎ اور علانیہ سے یہ بھی ہے ۲؎ کہ کوئی شخص رات میں کوئی کام کرے پھر صبح پائے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھ لیا مگر وہ کہے اے فلاں میں نے آج رات ایسا ایسا کیا ۳؎ حالانکہ رات میں اس کے رب نے اسے چھپا لیا وہ صبح کو اللہ کا پردہ خود ہی کھولنے لگا ۴؎ (مسلم بخاری)، اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث (جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو) دعوت کے باب میں ذکر کر دی گئی ۵؎

دوسری فصل

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

۱؎ یعنی علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ آخرت میں پردہ پوشی کی جاوے گی نہ دنیا میں ان کی غیبت حرام ہوگی ان کی غیبت جائز ہے کہ وہ خود ہی اپنے پردہ در ہیں۔

۲؎ مجانہ کے معنی اعلان بھی ہیں اور بے پرواہ بھی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

۳؎ یعنی اپنے چھپے گناہ خود ہی لوگوں پر ظاہر کرے اللہ تعالٰی کی ستاری سے فائدہ اٹھا کر خفیہ توبہ نہ کرے۔

۴؎ اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ چھپے گناہ کی چھپ کر توبہ کرے اعلان نہ کرے کہ توبہ کے اعلان میں گناہ کا بھی اعلان ہوگا۔ یہ حکم حقوق عباد اور بعض شرعی سزاؤں کے علاوہ دیگر جرموں کے لیئے ہے اگر کسی کا حق ہم نے مار لیا اسے خبر نہ ہوئی تو ضرور اسے خبر دے اور حق ادا کرے۔ اگر خفیہ زنا کر لیا ہے تو قاضی کے پاس اقرار کرکے سزا لے جیسے حضرت ماعز نے کیا تھا لہذا حدیث واضح ہے۔

۵؎ یعنی وہ حدیث کہ جو اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے مصابیح میں اس جگہ تھی ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے دعوت کے باب میں ذکر فرما دی صاحب مشکوۃ نے رد و بدل بہت جگہ کیا ہے۔

مَنْ تَرَكَ الْكِذْبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ
وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِي وَسْطِ الْجَنَّةِ وَمَنْ
حَسَّنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي أَعْلَاهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ
هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَكَذَا فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِي الْمَصَابِيحِ
قَالَ غَرِيبٌ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ

کہ جو جھوٹ چھوڑ دے جو کہ باطل چیز ہے ۱؎ تو اس کے لئے جنت کے کنارہ میں گھر بنایا جائے گا ۲؎ اور جو لڑائی جھگڑے چھوڑ دے حالانکہ حق پر ہو اس کیلئے بیچ جنت میں گھر بنایا جاوے گا ۳؎ اور جس کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے لئے جنت کے اوپری حصہ میں گھر بنایا جاویگا ۴؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے یونہی شرح سنہ میں ہے مصابیح میں فرمایا غریب ہے ۵؎ ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کونسی چیز زیادہ لوگوں کو جنت میں

۱؎ وھو باطل یا تو جملہ معترضہ ہے جو جھوٹ سے نفرت دلانے کے لیئے ارشاد ہوا یعنی جھوٹ ہے ہی باطل چیز اسے چھوڑنا ہی چاہیئے یا یہ جملہ حالیہ ہے تو معنی یہ ہوں گے جو جھوٹ باطل ہے وہ چھوڑ دے اور جو جھوٹ مفید ہے اس کے چھوڑنے کی ضرورت نہیں جیسے دو لڑے مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیئے جھوٹ بولنا یا نیک بندے کا اپنے کو گنہگار کہنا توبہ کرنا وغیرہ جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے (از مرقات واشعہ) ۲؎ یعنی جنت کا ادنیٰ درجہ کیونکہ کنارہ ادنیٰ ہوتا ہے درمیان اعلیٰ مگر کنارہ سے مراد جنت کا اندرونی کنارہ ہے نہ کہ بیرونی جنت ۳؎ یعنی جو کوئی لڑائی جھگڑا سے بچنے کے لیئے اپنا حق بھی ظاہر نہ کرے یعنی حق پر ہو مگر اس پر لڑے نہیں اس کا گھر جنت یعنی جنت کے اعلیٰ درجہ میں ہوگا۔ یہاں حق سے مراد دنیاوی حقوق ہیں نہ کہ دینی حقوق اگر کسی مسلمان نے کسی کی زمین یا قرض مار لیا یہ لڑائی سے بچنے کے لیئے پیچھے نہ پڑا صبر کرکے بیٹھ گیا بڑے درجے والا ہے مگر جو دینی حق کو برباد کرنا چاہیئے اس کا مقابلہ بقدر طاقت زبان قلم تلوار سے ضرور کرے ۴؎ سبحان اللہ خوش خلقی کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے کہ اس سے جنت الفردوس نصیب ہوتی ہے مگر حسن خلق کے لیئے کوشش بھی کرے رب سے دعا بھی ۵؎ لغوی حسن غریب کے خلاف نہیں لہٰذا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی (مرقات)

اَلْجَنَّةَ تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَتَدْرُوْنَ مَا اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ اَلْاَجْوَفَانِ اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؕ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ

داخل کرتی ہے اللہ سے ڈر اور اچھی عادت ۱؎ کیا جانتے ہو کہ لوگوں کو آگ میں کون چیز زیادہ لے جاتی ہے دو خالی چیزیں منہ اور شرمگاہ ۲؎ (ترمذی۔ ابن ماجہ)۔ روایت ہے حضرت بلال ابن حارث سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص ایسی بات بول دیتا ہے اس کی انتہا نہیں جانتا ۴؎ اس کی وجہ سے اس کے لیئے اللہ کی رضا اس دن تک کیلئے لکھی جاتی ہے ۵؎ جب وہ اس سے ملے گا اور ایک آدمی

۱؎ تقوے کا ادنیٰ درجہ کفر و بدعقیدگی سے بچنا ہے اور درمیانی درجہ گناہوں سے بچنا اعلیٰ درجہ میں غافل کرنے والی چیز سے بچنا ہے یوں ہی خوش خلقی کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی کو جانی۔مالی۔عزت کی ایذا نہ دے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے کرے یہ بہت اعلیٰ چیز ہے جسے خدا تعالٰی نصیب کرے ۲؎ یعنی انسان منہ سے کفر بولتا ہے غیبتیں۔ چغلیاں کرتا ہے تو نوے فی صدی گناہ منہ سے ہی ہوتے ہیں۔ شرمگاہ سے گناہ کرتا ہے جو بدترین گناہ ہے عقل کو مغلوب کرنے والی دین برباد کرنے والی چیز شہوت ہے جس کی جگہ شرمگاہ ہے ۳؎ یہ وہ بلال نہیں جو حضور انور کے موذن تھے وہ تو بلال ابن ابی رباح حبشی ہیں یہ بلال ابن حارث مزنی ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے سنہ پانچ ہجری میں وفد مزینہ میں حضور کی خدمت میں آئے، حضور انور نے آپ کو فرع کے علاقہ کا حاکم مقرر فرمایا فرع مدینہ منورہ سے پانچ دن کے راستہ پر ہے فتح مکہ کے دن مزینہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا اسی سال آپ کی عمر ہوئی سنہ ساٹھ ہجری میں وفات پائی ۴؎ یعنی اسے خبر نہیں ہوتی کہ یہ بات جو میں بول رہا ہوں اللہ کے نزدیک کیسی عظیم الشان ہے یوں ہی بول دیتا ہے ۵؎ یہاں الی انتہا کا نہیں اور حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت تک تو رب اس سے راضی رہے گا بعد میں ناراض ہوجاوے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس رضا کا ظہور دنیا میں ہی نہیں بلکہ بعد قیامت تک رہے گا جیسے رب نے شیطان سے فرمایا

بِالْكَلِمَةِ مِنَ الشَّرِّ مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْهِ سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ ۔ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ

بری بات بول دیتا ہے جس کی انتہا نہیں جانتا اللہ اس کی وجہ سے اپنی ناراضی اس دن تک لکھ دیتا ہے جب وہ اس سے ملے گا [۱] (شرح سنہ) اور مالک ترمذی ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی۔ روایت ہے بہز بن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ہیں [۲] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، خرابی ہے اس کے لئے جو بات کرے تو جھوٹ بولے تاکہ اس سے قوم کو ہنسائے [۳]

۵ ان علیک لعنتی الی یوم الدین۔ غرضیکہ رحمت کے آثار کا ظہور ابد الآباد تک ہے اور عذاب بغضب بعد قیامت ہوگی راشعہ غرضیکہ اس فرمان سے مراد ابد الآباد ہے جیسے کہا جاتا ہے میں تجھ سے قیامت تک نہ بولوں گا یا تجھ سے قیامت تک خوش رہوں گا۔ یعنی کبھی نہ بولوں گا یا ہمیشہ خوش رہوں گا۔

[۱] یعنی کوئی بات ایسی بری بول دیتا ہے جس سے رب تعالیٰ ہمیشہ کے لیے ناراض ہوجاتا ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ بہت سوچ سمجھ کر بات کیا کرے حضرت علقمہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بہت سی باتوں سے بلال ابن حارث کی حدیث روک دیتی ہے (مرقات) یعنی میں کچھ بولنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث سامنے آجاتی ہے اور میں خاموش ہوجاتا ہوں۔ [۲] بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حیدہ قشیری بصری تابعی ہیں ثقہ ہیں ان کے والد حکیم ابن معاویہ کی صحابیت میں اختلاف ہے معاویہ ابن حیدہ صحابی ہیں مگر صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب اکمال میں ان کا ذکر نہ فرمایا (مرقات) [۳] لوگوں کو ہنسانے کے لیے تو جھوٹ بولنا ہمیشہ ہی جرم بلکہ ڈبل جرم مگر لوگوں کو منانے کے لیے سچی بات کہنا اگر کبھی کبھی ہو تو جرم نہیں خوش طبعی اچھی چیز ہے مگر اس کا عادی بن جانا گناہ ہے کسی پریشان یا مغموم کو ہنسا دینے کے لیے اچھی دلچسپ دل لگی کی بات کہہ دینا ثواب ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دینے کے لیے اپنا گھریلو واقعہ بیان فرمایا جب کہ حضور نے اپنی ازواج پاک سے ایلا کیا تھا یہ سنت فاروقی ہے بہرحال ایسے جائز کاموں میں بھی اعتدال چاہیے ان کا عادی بن جانا اچھا نہیں امام غزالی فرماتے ہیں کہ خوش طبعی کرنا بوجہ

وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ • وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ يَهْوِيْ لَهَا اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَيَزِلُّ عَنْ لِسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ • وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اس کے لئے خرابی ہے [1] (احمد - ترمذی - ابوداؤد - دارمی) - روایت ہے حضرت ابوہریرہ رض سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ کوئی بات کرتا ہے نہیں کہتا مگر اس لئے کہ اس سے لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے وہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ نیچا گر جاتا ہے [2] وہ اپنی زبان سے پھسلتا ہے اس سے سخت پھسلنا جو اپنے قدم سے پھسلتا ہے [3] (بیہقی شعب الایمان) - روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[4] تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سی خوش طبعی کرے جو بالکل حق ہوتی تھی (مرقات) ۔

[1] ویل کے معنی ہیں خرابی - افسوس - ایک دوزخ کے ایک طبقہ کا نام بھی ویل ہے - یہاں بمعنی خرابی تین بار ویل فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ایسے شخص کے لیئے دنیا میں بھی خرابی ہے برزخ میں بھی آخرت میں بھی [2] اس فرمان عالی سے آج کل کے ڈوم مراثی مسخرے بھانڈ بھنڈیلے عبرت پکڑیں جو لوگوں کو ہنسا کر گزارہ کرتے ہیں جن کی کمائی صرف لوگوں کی ہنسائی ہے نیز اس سے وہ واعظین بھی عبرت پکڑیں جو منبر رسول پر وعظ کرتے ہیں صرف ہنسانے کیلئے ان کے وعظ کی کامیابی لوگوں کے قہقہہ سے ہوتی ہے پناہ بخدا ان کے وعظ میں پتہ نہیں چلتا کہ دینی وعظ ہو رہا ہے یا سینما کا کوئی دل لگی شو [3] یعنی پاؤں کی پھسلن سے زبان کی لغزش زیادہ خطرناک ہے کہ پاؤں کی لغزش سے بدن چوٹ کھاتا ہے مگر زبان کی لغزش سے دل ۔ جان ۔ ایمان زخمی ہوتا ہے ۔ زبان کی لغزش سے ہی قتل و خون ہوتے ہیں زبان ہی کی لغزش سے انسان کافر و بے دین ہو جاتا ہے ابلیس اپنی زبان کی لغزش کی سزا اب تک پا رہا ہے ۔

وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

جو خاموش رہا نجات پاگیا ۱ (احمد۔ ترمذی۔ دارمی۔ بیہقی۔ شعب الایمان)

روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے ۲ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو میں نے عرض کیا کہ نجات کا ذریعہ کیا ہے ۳ فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو ۴ اور تم کو تمہارا گھر کافی رہے ۵ اور اپنی خطاؤں پر روؤ ۶ (احمد۔ ترمذی)

۱ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو بری بات سے خاموش رہا وہ دنیا و دین کی آفات سے نجات پاگیا۔ دوسرے یہ کہ جس نے خاموشی اختیار کی وہ دونوں جہان کی بلاؤں سے محفوظ رہا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ کلام چار قسم کے ہیں۔ خالص مضر۔ خالص مفید۔ مضر بھی مفید بھی۔ نہ مضر نہ مفید۔ خالص مضر سے ہمیشہ پرہیز ضروری ہے۔ خالص مفید کلام ضرور کرے جو کلام مضر بھی ہو مفید بھی اس کے بولنے میں احتیاط کرے بہتر ہے کہ نہ بولے اور چوتھی قسم کے کلام میں وقت ضائع کرنا ہے ان کلاموں میں امتیاز کرنا مشکل ہے لہذا خاموشی بہتر ہے (اشعہ) ۲ آپ قبیلہ جہینہ سے ہیں امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر معزول کردیئے گئے۔ مصر ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ ۵۸ھ میں (کمال) ۳ یعنی ہم دین و دنیا کی مصیبتوں سے کیسے بچیں دنیا میں آفتیں تو گرد و غبار کی طرح پھیلتی ہیں ان سے بچاؤ کی تدبیر کیا ہے ۴ املک الف کے کسرہ سے باب ضرب کا امر ہے ملک بمعنی قبضہ قابو ہے یعنی اپنی زبان کو قبضہ میں رکھو اس کی حفاظت کرو۔ بری بات بولنے سے نہ کرو ۵ یعنی بلاضرورت گھر سے باہر نہ جاؤ لوگوں کے پاس بلاوجہ نہ جاؤ گھر سے نہ گھبراؤ اپنے گھر کی خلوت کو غنیمت جانو کہ اس میں صدہا آفتوں سے امان ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ سکوت۔ لزوم بیوت اور قناعت بالقوت الی ان یموت امان کی چابی ہے یعنی خاموشی۔ گھر میں رہنا رب کی عطا پر قناعت موت تک اس پر قائم رہنا۔ ۶ یعنی اپنے گذشتہ گناہوں پر نادم ہو کر رونا اختیار کرو دوسروں کی عیب جوئی کی بجائے اپنی عیب جوئی کرو ⁂

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَفَعَهٗ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَيَقُوْلُ اِتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَاِنَّا نَحْنُ بِكَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ‍◆ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَ

روایت ہے حضرت ابو سعید سے انہوں نے مرفوع فرمایا[۱] کہ فرمایا جب انسان سویرا پاتا ہے تو سارے اعضاء زبان کی خوشامد کرتے ہیں[۲] کہتے ہیں ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کہ ہم تیرے ساتھ ہیں تو اگر سیدھی رہے گی ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگی تو ہم ٹیڑھے ہوجاویں گے[۳] (ترمذی)۔ روایت ہے حضرت علی ابن حسین[۴] سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک چھوڑ دینا ہے اس کا جو اسے نفع نہ دے[۵]۔ (مالک)

[۱] چونکہ راوی کو یہ یاد نہ رہا کہ حضرت ابو سعید خدری نے کن الفاظ سے حدیث کو مرفوع کیا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا یا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیئے رفعہ کہہ دیا (مرقات)

[۲] تکفر بنا ہے کفر سے بمعنی ذلت وعاجزی وخواری کہا جاتا ہے کفر الیہودی یعنی یہودی ذلیل ہوگیا اپنے صاحب کے آگے جھک گیا [۳] یعنی نفع نقصان راحت وآرام تکالیف والام میں ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو خراب ہوگی ہماری شامت آجاوے گی تو درست ہوگی ہماری عزت ہوگی خیال رہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے اس کی اچھائی برائی دل کی اچھائی برائی کا پتہ دیتی ہے عرب کہتے ہیں لسان الانسان البیان للکفر والایمان۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ دل کے درست ہوجانے سے تمام جسم درست ہوجاتا ہے کہ دل وزبان کا حال یکساں ہے۔ بلکہ منافقین کی زبان ان کے دل کا نشان دے دیتی تھی۔ دل دیگ ہے زبان اس کا چمچہ ہے [۴] علی ابن حسین ابن علی یعنی امام زین العابدین آپ کے فضائل ومناقب بارہا ہم اسی کتاب میں عرض کرچکے ہیں [۵] یعنی کامل مسلمان وہ ہے جو ایسے کلام ایسے کام ایسی حرکات وسکنات سے بچے جو اس کے لیئے دین یا دنیا میں مفید نہ ہوں۔ وہ کام یا کلام کرے جو اسے یا دنیا میں مفید ہو یا آخرت میں سبحان اللہ ان دو کلموں میں دونوں جہان کی بہ

أَحْمَدُ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْهُمَا • وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَا تَدْرِي فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَأَخَذَ

(احمد) اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے اور ترمذی و بیہقی نے شعب الایمان میں ان دونوں سے روایت کی • روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے وفات پائی تو کسی نے کہا کہ مبارک ہے جنت کی لہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ شاید غیر مفید چیز میں گفتگو کی یا نہ گھٹنے والی چیز میں بخل کیا ہو لہ (ترمذی) - روایت ہے حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی سے لہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ جن چیزوں کا آپ مجھ پر خوف کرتے ہیں ان میں زیادہ خطرناک کیا چیز ہے لہ فرمایا کہ

ہو جیلانی وابستہ ہے ایک بزرگ کسی محل پر گزرے مالک سے پوچھا کہ تونے یہ مکان کب بنایا ہے فوراً بولے کہ میں نے یہ کلام بے فائدہ کیا اس کے کفارہ میں ایک سال روزے رکھے اپنے نفس کا حساب کرو تاکہ قیامت کا حساب آسان ہو (مرقات) ؛

لہ یعنی میری طرف سے جنت کی مبارک باد قبول کرکے تو مومن۔ متقی۔ صحابی ہوکر دنیا سے گیا اس سے بڑھ کر کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ یہ خطاب اس میت سے ہے لہ مطلب یہ ہے کہ فوری جنتی ہونے کا فیصلہ کسی کے لیے نہیں کیا جاسکتا ممکن ہے کہ اس شخص نے بیکار بات کری ہو یا مال یا علم میں بخل کیا ہو اس کے حساب میں گرفتار ہو جنت کا داخلہ اس کے حساب سے فراغت کے بعد میسر ہو لہ آپ کا نام سفیان ابن عبداللہ ابن ربیعہ ہے کنیت ابوعمرو قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں طائف کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طائف کے حاکم رہے لہ یعنی میرے اعضاء سارے ہی خطرناک ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک . . . . کونسا عضو ہے جو مجھے بہت زیادہ نقصان پہونچا سکتا ہے ؛

بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ هٰذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتَنِ مَا جَاءَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؕ وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسَدٍ

آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا یہ[1] ترمذی اور اسے صحیح کہا۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے[2] اس بدبُو کی وجہ سے جو آتی ہے[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت سفیان ابن اسد

[1] حضور انور نے خود سائل کی زبان نہ پکڑی اس لیے کہ اس میں تکلیف ہوتا اور یہ احتمال ہوتا کہ شاید صرف ان کی زبان ہی خطرناک ہوگی دوسروں کی نہیں اپنی زبان شریف پکڑنے میں یہ دونوں باتیں نہیں نیز اشارہ کیا نام نہ لے دیا کہ اشارہ فرمانے میں زیادہ اہتمام ہے چونکہ کفر و شرک اور اکثر بڑے گناہ زبان سے ہوتے ہیں نیز بہت زیادہ گناہ اور ہر وقت گناہ زبان سے ہوتے ہیں اس لیے اسی کو زیادہ خطرناک قرار دیا دیگر اعضاء کے گناہوں میں بھی زبان کا دخل ہوتا ہے چوری۔ زنا۔ شراب خوری۔ قتل وغیرہ تمام جرموں میں پہلے زبان کام کرتی ہے پھر باقی اعضاء کران کاموں کے مشورے زبان سے ہی ہوتے ہیں میدان زبان بناتی ہے پھر اس پر چلتے ہیں باقی اعضاء۔ یہی حال نیکیوں کا ہے کہ زیادہ نیکیاں زبان سے ہوتی ہیں اور باقی اعضاء کی نیکیوں میں بھی زبان کا حصہ ضرور ہوتا ہے دوسرے اعضاء کی نیکیاں خاص وقتوں میں ہوتی ہیں مگر زبان کی نیکیاں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں[2] فرشتہ سے مراد یا تو نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہے یا حفاظت کرنے والا فرشتہ یا کوئی خاص رحمت کا فرشتہ گناہ لکھنے والا فرشتہ دور نہیں ہوتا فرشتوں کے مزاج مختلف ہیں میل سے مراد یا تو یہ ہی شرعی میل ہے یعنی فرسخ کا تہائی حصہ یا مراد ہے تا حد نظر زمین[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی بری باتوں نیک و بد اعمال میں خوشبو اور بدبو ہے بلکہ ان میں اچھی بری لذتیں بھی ہیں مگر یہ صاف دماغ والوں کو صاف طبیعت والوں کو ہی محسوس ہوتی ہیں اللہ رسول کے نام میں وہ لذت ہے جو کسی چیز میں نہیں۔ مولانا محمد بشیر صاحب فرماتے ہیں۔

شہد سے میٹھا محمد نام

میم سے ہیں محبوب خدا کے ہ ح سے حاکم عجم و عرب کے۔ دوسری میم سے مالک سب کے د دال سے داتا دونوں جہان کے

فیض ہے ان کا عام شہد سے میٹھا محمد نام

اَلْحَضْرَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کَبُرَتْ خِیَانَۃً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا ھُوَ لَکَ بِہٖ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ بِہٖ کَاذِبٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ❁ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ ذَا وَجْھَیْنِ فِی الدُّنْیَا کَانَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لِسَانٌ مِّنْ نَّارٍ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ ❁ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا

حضرمی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے جس میں وہ تجھے سچا سمجھتا ہو اور تو اس میں جھوٹا ہے ۱؎ (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عمار سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دنیا میں دو منہ والا ہو گا ۲؎ قیامت کے دن اس کی زبان آگ کی ہوگی (دارمی)۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن نہ تو طعنہ باز ہوتا ہے اور نہ

میم سے توحید پائے۔ اور حق سے جا کے ملائے۔ دوسری میم مراد لائے

دال سے دل آرام شہد سے میٹھا محمد نام ؎

۱؎ یعنی جھوٹ بہر حال برا ہے مگر اس شخص سے جھوٹ بولنا جو تمہیں سچا سمجھتا ہو تم پر اعتماد کرتا یہ بہت ہی برا ہے کہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور دھوکا فریب بھی یوں ہی اللہ رسول سے جھوٹ بولنا بڑا ہی جرم ہے کہ یہ جھوٹ بھی ہے بے حیائی بے غیرتی۔ بے شرمی بھی اللہ تعالٰی اپنا خوف اپنے حبیب کی شرم نصیب کرے کہ یہ دو چیزیں ہی گناہوں سے بچاتی ہیں ۲؎ دو منہ والا وہ شخص ہے جو سامنے تعریف کرے پیچھے برائی یا سامنے دوستی ظاہر کرے پیچھے دشمنی یا دو لڑے ہوئے آدمیوں کے پاس جاوے اس سے ملے تو اس کی سی کہے دوسرے سے ملے تو اس کی سی کہے ہر ایک کا ظاہری دوست بنے ۳؎ حدیث شریف بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں جو رب دنیا میں مٹی کی زبان دے سکتا ہے وہ قیامت کے بعد آگ کی بھی زبان دے سکتا ہے اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں اس زبان میں جو سوزش اور جلن ہوگی وہ ظاہر ہے ؎

بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَفِي أُخْرٰى لَهُ وَلَا الْفَاحِشِ الْبَذِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَفِي رِوَايَةٍ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ

لعنت باز یا نہ فحش گو نہ بے حیا [1] (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) اور بیہقی کی دوسری روایت میں ہے کہ نہ فحش گو بے حیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان لعنت کرنے والا نہیں ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ مومن کو لائق نہیں کہ بہت لعن طعن کرنے والا ہو [2] (ترمذی)۔ روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہ تو اللہ کی لعنت سے لعنت کرو [3] اور نہ اللہ کے غضب سے نہ دوزخ سے

[1] یعنی یہ عیوب سچے مسلمان میں نہیں ہوتے اپنے عیب نہ دیکھنا دوسرے مسلمانوں کے عیب ڈھونڈھنا ہر ایک کو لعن طعن کرنا اسلامی شان کے خلاف ہے یہ حدیث بہت جامع ہے بعض لوگ جانوروں کو ہوا کو گالیاں دیتے ہیں بعض کے ہاں حضرت صحابہ کو گالیاں دینا عبادت ہے نعوذ باللہ بعض لوگ گالی پہلے دیتے ہیں بات پیچھے کرتے ہیں۔ سب لوگ اس سے عبرت پکڑیں [2] یعنی کامل مسلمان لعن طعن کرنے کا عادی نہیں ہوتا کہ بات بات پر لعنت کرتا ہے اتفاقیہ کبھی منہ سے نکل جاتا اس کے خلاف نہیں (مرقات) [3] یعنی یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت اللہ کی پھٹکار نہ یہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب اللہ کا قہر وغیرہ لعنت وغضب کی بددعا نہ کرو نہ یہ کہو کہ تو جہنم میں جائے یا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہو یا تجھے خدا دوزخ میں یا آگ میں ڈالے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا بِالنَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ
وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ
اِلَی السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ
اِلَی الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ یَمِیْنًا وَّ
شِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لُعِنَ
فَاِنْ كَانَ لِذٰلِكَ اَهْلًا وَّاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِهَا

اور ایک روایت میں ہے کہ نہ آگ سے ۱ (ترمذی۔ ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے ۲ تو اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف لوٹتی ہے اور اس کے سامنے زمین کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں ۳ پھر وہ داہنے بائیں پھرتی ہے ۴ پھر جب جگہ نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی تو اگر وہ اس کا اہل ہو تو فبہا ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے ۵

۱ خیال رہے کہ یہ لعنت و پھٹکار اور یہ بددعائیں کسی معین مسلمان کو منع ہیں غیر معین کو اس کے وصف سے لعنت کرنا بالکل جائز ہے جیسے لعنۃ اللہ علی الکافرین رہے مشرکین و کفار اگر ان کا کفر پر مرنا یقینی سے معلوم ہو تو انہیں نام لیکر لعنت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں بہرحال لعنت بددعائیں وغیرہ خاص عبادت نہیں کہ اس کی عادت ڈالی جائے ۲ جیسے غبار دھواں وغیرہ بذات خود اوپر چڑھتے ہیں ایسے ہی لعنت و پھٹکار بھی اوپر چڑھتی ہے مگر اسے آسمان میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہاں اس کا مستحق کوئی نہیں ۳ لہذا وہ لعنت زمین میں نہیں دھنس سکتی کہ وہاں بھی اس کا مستحق کوئی نہیں خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت نہ تو آسمان میں رہتے ہیں نہ زمین کے اندر بلکہ ادھر ادھر ہی مارے مارے پھرتے ہیں لہذا اس فرمان پر کوئی غبار نہیں ۴ یعنی لعنت اس حیران پریشان چیز کی طرح دوڑتی گھومتی ہے جسے اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو اور تلاش ٹھکانہ کے لیے حیران پریشان گھومے یا بطور تمثیل ارشاد ہوا ہے یا واقعہ ایسے ہی ہوتا ہے کیونکہ ہمارے تمام قول و فعل ایک شکل و حال رکھتے ہیں ۵ بہرحال لعنت یا تو ملعون پر پڑتی ہے اگر وہ اس کا اہل ہو ورنہ خود لاعن پر لہذا لعنت کرنا چاہیے ہی نہیں سوچو کہ ان کا حال کیا ہوگا جو دن رات حضرات صحابہ پر تبرا ء

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيْحُ رِدَاءَهُ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَاِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ

(ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک شخص کی چادر ہوا نے اس پر سے اڑا دی اس نے ہوا پر لعنت کی ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو کہ یہ تو زیر فرمان ہے ۲؎ اور یقینًا جو کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو اس کی اہل نہ ہو تو لعنت اس پر ہی لوٹتی ہے ۳؎ (ترمذی۔ ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے کوئی صحابی کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے ۴؎ میں چاہتا ہوں کہ

۵ اور بعض طعن کرتے رہتے ہیں۔اسی طرح جو لوگ جانوروں کو دھوپ کو ہوا کو لعنت کردیتے ہیں بیماریوں کو کوستے پیٹتے ہیں اس سب کا وبال خود ان پر ہی پڑتا ہے۔

۱؎ جیسے آج بعض لوگ بیماریوں وغیرہ پر لعنت کردیتے ہیں یہ سخت برا ہے ۲؎ ہوا کا نرم و سخت چلنا تیری چادر کا اڑا دینا سب کچھ اللہ تعالٰی کے حکم سے ہے ان میں اس کا کوئی قصور نہیں پھر اس پر لعنت کیسی۔

۳؎ یعنی لعنت کرنے کا گناہ اس پر پڑے گا یا تو لعنت پھٹکار رحمت سے دوری خود اس کو ملے گی معلوم ہوا کہ لعنت اور رحمت اپنے مستحق کو جانتی پہچانتی ہیں ان کے ٹھکانوں کو بھی جانتی ہے حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ۴؎ یعنی اگر کوئی مجھے میرے پیچھے برا کہے تو تم اس کی بات مجھ سے نہ کہو خیال رہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام لیا مگر ہم کو قانون بتایا کہ کوئی کسی کی غیبت اس تک نہ پہنچائے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دلوں کی گہرائیوں کی بات گھروں کے اندرونی حالات سے خبردار ہیں ان سے کوئی چیز مخفی نہیں نیز کوئی صحابی حضور انور کی شان میں گستاخی نہیں کرتے تھے نہ سامنے نہ پیچھے حضور کی گستاخی کفر ہے رہے منافقین حضور انور سے ناراض تھے خواہ کوئی ان کی بات پہونچاتا یا نہ پہونچاتا۔بہرحال حدیث بالکل واضح ہے اس پر نہ وہاں اعتراض ہے

أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ وَمَا

کر تمہارے پاس صاف سینہ آیا کروں [۱] (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عائشہ رضی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو صفیہؓ سے یہ ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں یعنی پستہ قد [۲] تو فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اس کو دریا میں ملا دیا جاوے تو اسے رنگین کر دے [۳] (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہوتی بے حیائی کسی چیز میں مگر اسے عیب ناک کر دیتی ہے۔

۔۔ کر سکتے ہیں نہ شیعہ ۔ [۱] کہ کسی کی عداوت کسی سے نفرت دل میں نہ ہوا کرے۔ یہی ہم لوگوں کے لیے بیان قانون ہے کہ اپنے سینے صاف رکھو تاکہ ان میں مدینہ کے انوار دیکھو ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ رحمت۔ نور کرامت کا گنجینہ ہے وہاں کدورت کی پہونچ نہیں [۲] اس طرح کہ جناب عائشہ نے اپنا بالشت دکھا کر فرمایا کہ صفیہ اتنی بڑی ہیں یعنی میرے بالشت کی برابر یہ عرض و معروض حضرت صفیہ بنت حیی کے پس پشت ہوئی۔ اس لیے اسے غیبت کہا گیا معلوم ہوا کہ غیبت اشارہ سے بھی ہو جاتی ہے [۳] یعنی بظاہر یہ بات چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے مگر اتنی بڑی ہے کہ اگر اس رنگت کو پڑیا کی شکل دے دی جاوے اور اسے سمندر میں گھول دیا جاوے تو سارے سمندر کو رنگین کر دے تو یہ تمہارے دل کو یقیناً گدلا کر دے گی تمہارے نیک اعمال کا رنگ بھی بگاڑ دے گی اس سے توبہ کرو اور آئندہ کبھی کسی کی غیبت نہ کرو اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرات صحابہ کرام گناہوں سے معصوم نہیں۔ معصوم یہ فرشتے ہیں یا حضرات انبیاء کرام یہ حضرات عادل ہیں کہ گناہ پر جمتے نہیں توبہ کر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ غیبت حق العبد جب ہے جبکہ اس کی خبر اس کو پہونچ جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ ہے کہ توبہ سے معاف ہو جاتی ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو جناب صفیہ سے معافی مانگنے کا حکم نہ دیا۔ ۴

كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ✦ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِيْ مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ خَالِدًا

اور نہیں ہوتی شرم کسی چیز میں مگر اسے زینت دے دیتی ہے ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت خالد ابن معدان سے ۲؎ وہ حضرت معاذ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کو کسی گناہ کی عار دلائے ۳؎ تو وہ نہ مرے گا حتی کہ خود بھی کرے گا ۴؎ یعنی وہ گناہ جس سے وہ توبہ کرچکا ہے ۵؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں کیونکہ خالد نے

۱؎ کیونکہ حضرت صفیہ کو اس کی خبر نہ ہوئی لہٰذا یہ حق اللہ رہی۔

۱؎ یعنی اگر بے حیائی اور حیا و شرم انسان کے علاوہ اور مخلوق میں بھی ہوں تو اسے بھی بے حیائی خراب کردے اور حیا اچھا کردے تو انسان کا کیا پوچھنا حیا ایمان کی زینت انسانیت کا زیور ہے بے حیائی انسانیت کے دامن پر بدنما دھبہ

۲؎ آپ جلیل القدر عظیم الشان تابعی ہیں آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے ملک شام میں مقام حمص کے رہنے والے ہیں قبیلہ کلاع سے ہیں ستر صحابہ سے ملاقات کی ۱۰۴ھ ایک سو چار ہجری میں مقام طرطوس میں آپ کی وفات ہوئی وہاں ہی قبر شریف ہے۔

۳؎ گناہ سے وہ گناہ مراد ہے جس سے وہ توبہ کرچکا ہے یا وہ پرانا گناہ جسے لوگ بھول چکے یا خفیہ گناہ جس پر لوگ مطلع نہ ہوں اور عار دلانا توبہ کرانے کے لیئے نہ ہو محض غصہ اور جوش غضب سے ہو یہ قیود خیال میں رہیں۔

۴؎ یعنی اپنی موت سے پہلے یہ گناہ خود کرے گا اور اس میں بدنام ہوگا مظلوم کا بدلہ ظالم سے خود رب تعالٰی لیتا ہے۔

۵؎ یہ تفسیر حضرت امام احمد ابن حنبل کی ہے کہ یہاں گناہ سے مراد وہ گناہ ہے۔ جس سے گنہگار توبہ کرچکا ہے ایسے گناہ کا ذکر بھی نہیں چاہیئے۔ جس گناہ میں بندہ گرفتار ہے اس سے عار دلاتا تاکہ توبہ کرے یہ تو تبلیغ ہے۔ اس پر ثواب ہے۔

لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَعَنْ وَاثِلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُحِبُّ اَنِّيْ حَكَيْتُ اَحَدًا وَاَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ٭ وَعَنْ

معاذ ابن جبل کو نہیں پایا ۱؎ روایت ہے حضرت واثلہ سے ۲؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی پر سن طعن ظاہر نہ کرو ۳؎ ورنہ اللہ اس پر رحم کرے گا اور تجھے مبتلا کر دے گا ۴؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کسی کی نقل کروں اگرچہ مجھے اتنا اتنا ملے ۵؎ (ترمذی) اور اس کو صحیح فرمایا۔ روایت ہے

۱؎ یعنی خالد ابن معدان نے معاذ ابن جبل کا زمانہ نہ پایا کیونکہ حضرت معاذ کی وفات ۱۸ھ اٹھارہ میں ہوئی اور خالد کی پیدائش ۲۰ھ کے بعد ہوئی خیال رہے کہ اتصال کے لیئے راوی کا اپنے شیخ سے ملاقات کرنا ضروری نہیں صرف ہم زمانہ ہونا کافی ہے تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے ہاں امام بخاری کے ہاں ملاقات ضروری ہے (مرقات)

۲؎ واثلہ ابن اسقع لیثی صحابی ہیں جب حضور انور غزوۂ تبوک کے لیئے جا رہے تھے تو آپ ایمان لائے تین سال حضور کی خدمت میں رہے اصحاب صفہ سے تھے ایک سو برس عمر پائی بیت المقدس میں وفات ہوئی (مرقات) آپ مشہور صحابی ہیں

۳؎ یعنی کسی مسلمان کو دینی یا دنیاوی آفت میں مبتلا دیکھ کر اس پر خوشی میں طعن نہ کرو بعض دفعہ خوشی میں بھی کسی پہ لاحول پڑھی جاتی ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

مگو اندوہ خویش پیش کساں | کہ لاحول گویند شادی کناں

اگر ملامت کرنا اس کی فہمائش کیلئے ہو تب جائز ہے جبکہ اسی طریقہ سے اس کی اصلاح ہو سکے غرضکہ ملامت کی مختلف صورتیں ہیں

۴؎ یہ ہے مسلمان کی آفت پر خوشی منانیکا انجام کہ خوشی منانے والا خود گرفتار ہو جاتا ہے بارہا کا آزمودہ ہمیشہ خدا سے خوف کرنا چاہیئے

۵؎ یعنی اگر مجھے کوئی دنیا کی بڑی سے بڑی دولت نعمت دے اس کے عوض میں کہ میں کسی مسلمان کی کوئی حرکت ۲

جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتٰى رَاحِلَتَهٗ فَاَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادٰى اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِكْ فِيْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَقُوْلُوْنَ هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِيْرُهٗ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰى مَا قَالَ قَالُوْا بَلٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

حضرت جندب سے فرماتے ہیں کہ ایک بدوی آیا اس نے ۱ اپنا اونٹ بٹھا دیا پھر اُسے باندھ دیا۔ پھر مسجد میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر جب سلام پھیرا تو اپنی سواری کے پاس گیا اُسے کھولا اس پر سوار ہوا۔ پھر پکارا الٰہی مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر ۲ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کہتے ہو یہ زیادہ بیوقوف ہے یا اس کا اونٹ ۳ کہ کیا تم نے نہ سنا جو اس نے کہا لوگ بولے ہاں ۴ (ابوداؤد)

بطور غیبت نقل کروں تو میں وہ دولت قبول نہ کروں گا اور اس کی نقل نہ اتاروں گا یہاں حضور انور نے اپنا عمل شریف بیان فرما کر تا قیامت مسلمانوں کو تعلیم دی کہ تم کو کوئی کتنی ہی دولت دے کر کسی مسلمان کی قولی یا عملی غیبت کرائے اس کی نقل اتروائے تو ہرگز قبول نہ کرو۔ یہاں بھی حکایت سے مراد بطور غیبت ممنوعہ نقل کرنا ہے۔

۱؎ اعرابی یعنی بدوی حضرات اپنے گاؤں میں عموماً رہتے تھے اتفاقاً کبھی شہر میں کسی کام کے لیئے آجاتے تھے وہ آداب سے کم واقف ہوتے تھے ۲؎ وہ اپنی غلطی سے اس دعا کو بہت اچھا سمجھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کیلئے یہ کہا اسی لیئے آواز سے کہا کہ حضور انور سن لیں اور خوش ہو جاویں یعنی مجھ پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی خاص رحمت کر جو کسی پر نہ ہو ۳؎ یہاں ضلالت سے مراد گمراہی یا بد عقیدگی نہیں بلکہ بے وقوفی وجہالت ہے کیونکہ اس نے وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی دعا کی یا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت خاصہ میں اپنے کو شریک کیا اس میں بے ادبی ہے اور بظاہر دعویٰ مساوات ہے (لمعات) ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ دعا صرف اپنے واسطے نہیں کرنا چاہیئے بلکہ عام مومنین سے کی جاوے خصوصاً یہ کہنا کہ اور کسی پر رحم نہ کر یہ تو بہت ہی بُرا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا ظاہر ظہور عیب اس کی پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں کہ حضور انور نے

وَذُكِرَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا فِي بَابِ الِاعْتِصَامِ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالَى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ

اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کفی بالمرء کذبًا ہم نے باب الاعتصام کی پہلی فصل میں ذکر کردی۔

تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو رب تعالٰی ناراض ہوتا ہے [1] اور اس سے عرش ہل جاتا ہے [2] بیہقی۔ شعب الایمان

روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن تمام خصلتوں پر پیدا کیا جا سکتا ہے سوا خیانت اور جھوٹ کے [3] (احمد۔ بیہقی)

ہ اس کی جہالت صحابہ سے بیان فرمائی جبکہ وہ یہ سن رہا تھا اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

[1] یعنی گنہگار بدکار لوگوں کی تعریف کرنا خوشامد کے لیے یا ان سے کچھ دنیاوی نفع حاصل کرنے کے ممنوع ہے رب تعالٰی کی ناراضی کا باعث۔ ظالم کو عادل کہنا فقہاء کے نزدیک کفر ہے کہ اس میں نص قرآنی کا انکار ہے [2] عرش الٰہی کا ہلنا رب تعالٰی کے غضب کے اظہار کے لیئے ہے کہ یہ اس کی تعریف کر رہا ہے جس سے رب تعالٰی ناراض ہے اگر اسے حلال جان کر اچھا کہا ہے تو کافر ہے [3] خلال سے مراد بری عادتیں ہیں اس فرمان عالی سے یا نفی مقصود ہے یا نہیں پہلی صورت میں معنی یہ ہیں کہ جھوٹ اور خیانت ایسی بری عادتیں ہیں کہ کسی مومن میں یہ دونوں چیزیں اصلی پیدائشی نہیں ہوسکتی اگر کوئی مومن جھوٹا یا خائن ہوگا تو عارضی طور پر ہوگا کہ جھوٹوں خائنوں کی صحبت میں رہ کر یہ جھوٹا یا خائن بن جاویگا اس کے علاوہ اور عیوب مومن میں اصل پیدائشی ہو سکتے ہیں دوسری صورت میں یہ معنی ہیں کہ مومن کو چاہیئے کہ جھوٹا و خائن عادۃً نہ بنے ان عیبوں کی عادت نہ ڈالے یہ دونوں اس کی شان ایمان کے خلاف ہیں رب فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لایومنون بآیات اللہ و اولیک ہم الکاذبون (مرقات۔ لمعات)

فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ • وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ مُرْسَلًا • وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ

شعب الایمان۔ بروایت سعد ابن ابی وقاص)۔ روایت ہے حضرت صفوان ابن سلیم سے [1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے۔ فرمایا ہاں پھر عرض کیا گیا کیا مومن کنجوس ہو سکتا ہے فرمایا ہاں [2] پھر عرض کیا گیا کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے فرمایا نہیں [3] (مالک۔ بیہقی۔ شعب الایمان ارسالا) [4] روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں بنتا ہے پھر کسی قوم کے پاس پہنچتا ہے انہیں کسی جھوٹی بات کی خبر دیتا ہے [5] لوگ پھیل جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو سنا جس کی صورت پہچانتا ہوں یہ نہیں جانتا کہ اس کا نام کیا ہے۔

[1] آپ تابعین میں سے ہیں نہایت متقی پرہیزگار تھے چالیس سال زمین سے پیٹھ نہ لگائی بیٹھے بیٹھے جان نکلی سجدہ کرتے کرتے پیشانی میں غار ہو گیا۔ ۱۳۲ھ ایک سو بتیس ہجری میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقات) لہذا یہ حدیث مرسل ہے کہ صحابی کا ذکر اس میں نہیں ہے۔

[2] یعنی مسلمان میں بزدلی یا کنجوسی فطری طور پر ہو سکتی ہے کہ یہ عیوب ایمان کے خلاف نہیں لہذا مومن میں ہو سکتی ہیں۔

[3] کذاب فرما کر اس طرف اشارہ ہے کہ مومن گاہے بگاہے جھوٹ بول لے تو ہو سکتا ہے مگر بڑا جھوٹا ہمیشہ کا جھوٹا یعنی جھوٹ کا عادی ہونا مومن ہونے کی شان کے خلاف ہے یہاں بھی وہ ہی مراد ہے جو ابھی پہلی حدیث میں عرض کیا گیا یا مومن سے مراد ہے کامل الایمان۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت مسلمان جھوٹے ہوتے ہیں [4] ارسال کی وجہ ابھی عرض کی گئی کہ صفوان ابن سلیم تابعی ہیں صحابی نہیں تو تابعی کا حدیث کو حضور سے روایت کرنا ارسال ہے [5] کسی واقعہ کی جھوٹی خبر یا کسی مسلمان پر بہتان یا فساد و شرارت کی

يُحَدِّثُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُهُ فِي الْمَسْجِدِ مُحْتَبِيًا بِكِسَاءٍ أَسْوَدَ وَحْدَهُ فَقُلْتُ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا هٰذِهِ الْوَحْدَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَاحِدَةُ مِنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِنَ الْوَحْدَةِ وَامْلَاءُ

وہ یہ کہتا تھا [1] (مسلم) روایت ہے حضرت عمران ابن حطان سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر کے پاس گیا تو میں نے انہیں ایک کالے کمبل میں اکیلے ٹیک لگائے بیٹھے پایا [2] میں نے کہا اے ابوذر یہ گوشہ نشینی کیسی تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تنہائی بہتر ہے بُرے ساتھی سے اور اچھا ساتھی بہتر ہے تنہائی سے [3] اور اچھی بات بولنا

جو خبریں کی اصل کچھ نہ ہو الکذب بہت عام ہے ؛

[1] یہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں یہ بارہا کا تجربہ ہے۔ ماہِ رمضان کی ستائیسویں تاریخ جمعہ کے دن یعنی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا عید الفطر کے دن نمازِ عید کے وقت تمام شہروں بلکہ دیہاتوں میں خبر اڑ گئی کہ سکھ مسلح ہو کر اس بستی پر حملہ ہو رہے ہیں۔ قریب ہی آ چکے ہیں ہر گھر ہر محلہ ہر جگہ میں شور مچ گیا لوگ تیاریاں کر کے نکل آئے۔ حالانکہ بات غلط تھی ہر جگہ لوگوں نے کہا کہ ابھی ایک آدمی کہہ گیا ہے خبر نہیں کون تھا۔ پھر جو فساد شروع ہوا۔ وہ سب نے دیکھا لیا خدا کی پناہ اس کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ شیطان چھپ کر بھی دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے اور ظاہر ہو کر شکل انسانی میں نمودار ہو کر بھی لہٰذا ہر خبر بغیر تحقیق نہیں پھیلانا چاہیئے اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی شیطان عالم آدمی کی شکل میں آکر جھوٹی حدیثیں بیان کر جاتا ہے لوگوں میں وہ جھوٹی حدیثیں پھیل جاتی ہیں اس لیئے حدیث کو کتاب میں دیکھ کر اسناد وغیرہ معلوم کر کے بیان کرنا چاہیئے اگرچہ یہ فرمان حضرت ابن مسعود کا ہے مگر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کہ ایسی بات صحابی اپنے خیال یا رائے سے بیان نہیں فرما سکتے حضور سے سن کر ہی کہہ رہے ہیں

[2] اس طرح کہ اکڑوں بیٹھے تھے اور اپنے اردگرد کمبل لپیٹا ہوا تھا ہاتھوں کے حلقہ میں پنڈلیاں لیئے ہوئے تھے۔ یہ انتہائی تواضع کی بیٹھک ہے [3] یعنی چونکہ مجھے اس وقت کوئی نیک صالح ساتھی نہ ملا اس لیئے تنہائی کو غنیمت سمجھ کر اکیلا بیٹھ گیا غالبًا کسی اجنبی جگہ میں ہوں گے مسجد سے مراد مسجد نبوی شریف نہیں کوئی اور مسجد مراد ہے۔ ۴

الْخَيْرُ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰى اَنْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِيْ قَالَ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى

خاموشی سے بہتر ہے اور خاموشی بہتر ہے بُری بات بولنے سے ۃ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا خاموشی سے ثابت رہنا ۃ ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے ۃ روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دراز حدیث بیان کی ۃ یہاں تک کہ فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وصیت کیجئے ۃ فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرنے

ھ اور زمانہ میں مدینہ منورہ میں نیک ساتھیوں کی کیا کمی تھی خیر القرون تھا۔

ۃ یعنی تنہائی میں انسان خاموش بیٹھے گا۔ اور خاموشی اچھی ہے بری بات سے برے یار کے پاس بیٹھ کر بری باتیں کرنا پڑتی ہیں اس لیے تنہائی بہتر ہے ۃ یہاں یا تو ساعۃ پوشیدہ ہے یا زمانا بعض روایات میں ہے فی الصف فی سبیل اللہ یعنی ایک ساعۃ یا کچھ دیر یا جہاد کی صف خاموش رہنا۔ دنیاوی باتیں نہ کرنا ۃ یعنی اگر کوئی شخص ساٹھ سال عبادت کرے مگر زیادہ باتیں بھی کرے اچھی بری بات میں تمیز نہ کرے اس سے یہ بہتر ہے کہ تھوڑی دیر خاموش رہے کیونکہ خاموشی میں فکر بھی ہوئی اصلاح نفس بھی معارف وحقائق میں استغراق بھی ذکر خفی کے سمندر میں غوطہ لگانا بھی مراقبہ بھی بہ نیت نفس اگرچہ ایک ساعت کی ہوں ساٹھ سال کی خشک عبادت سے افضل ہیں اس لیے حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کی فکر ہزار سال کے خاص ذکر سے افضل ہے خیال رہے کہ ان جیسے مقامات ساٹھ سال یا ستر سال سے مراد دراز زمانہ ہوتا ہے نہ کہ صرف یہ مدت ۃ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض ومعروض بہت دراز ہوئی جس کا ذکر یہاں جگہ ہے یہاں نہیں ۃ مجھے کوئی خاص تاکیدی حکم دیجئے اعلیٰ نصیحت فرمایئے۔ اہل عرب بہت تاکیدی حکم یا اہم نصیحت کو وصیت کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک وصیت ضرور پوری کی جاتی تھی۔ رب فرماتا ہے یوصیکم اللہ ۔

اللّٰهِ فَإِنَّهُ أَزْيَنُ لِأَمْرِكَ كُلِّهِ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ ذِكْرٌ لَكَ فِي السَّمَاءِ وَنُورٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ عَلَيْكَ بِطُولِ الصَّمْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ لَكَ عَلَى أَمْرِ دِينِكَ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ إِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضَّحِكِ

کہ وصیت کرتا ہوں کہ یہ تمہارے تمام کاموں کی زینت ہے ۱؎ میں نے عرض کیا کہ کچھ زیادہ کیجئے فرمایا قرآن کی تلاوت اور اللہ کا ذکر اختیار کرو ۲؎ کہ یہ تمہارے چرچے کا باعث ہے آسمان میں اور تمہارے لیئے نور ہے زمین میں ۳؎ میں نے عرض کیا کچھ زیادہ فرمائیے۔ فرمایا تم دراز خاموشی اختیار کرو ۴؎ کہ یہ شیطان کو بھگانے والا ہے۔ اور تمہارے دینی کام پر تمہارا مددگار ہے ۵؎ میں نے عرض کیا کہ مجھے زیادہ دیجئے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کہ

۱؎ یعنی دین و دنیا کی تمام اچھی چیزوں کی زینت خوف خدا ہے خوف خدا کے ساتھ عقائد عبادات معاملات جو بھی کیے جاویں کامل ہوں گے قرآن کریم میں ہے۔ ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ تقوی دل کا غسل ہے۔ نیک عقائدوں کا لباس نیک اعمال دل کا زیور سب چیزیں تقوی کے بعد ہیں۔

۲؎ کیونکہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ تقوی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اس سے دل نرم پڑتا ہے نرمی دل اللہ کی بڑی نعمت ہے ہر چیز نرم ہوکر ہی کچھ بنتی ہے لوہا نرم ہوکر اوزار بنتا ہے زمین میں نرمی کے بعد دانہ و تخم بوئے جاتے ہیں آٹا پانی سے نرم ہوکر اعلیٰ درجہ کی غذائیں بنتا ہے دل نرم ہوکر ولی اللہ بن جاتا ہے۔

۳؎ اس فرمان عالی میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اللہ کے ذاکر کا فرشتے چرچا کرتے ہیں اس سے چہرے پر نور دل میں سرور ہوتا ہے لوگوں میں عزت نصیب ہوتی ہے آزمائش کرلو۔ شعر

گر تو خواہی زیستن با آبرو | ذکر او کن ذکر او کن ذکر او
ہر گدا را ذکر او سلطان کند | ذکر مرزیور ایمان بود
ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق | زیر پائش عرش و کرسی و فلک

۴؎ یعنی دنیاوی کلام سے خاموشی اختیار کرو ذکر اللہ سے خاموشی مراد نہیں ۵؎ کیونکہ قریبًا اسی فی صدی گناہ زبان سے ہوتے ہیں زبان بند رکھو گناہ کم کرو گے تم پر شیطان کا داؤ کم چلے گا خاموشی میں ذکر و فکر کا زیادہ موقعہ ملے گا۔

فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ لِيَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَفْسِكَ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ هُمَا اَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَاَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ

یہ دل کو مردہ کردیتا ہے اور چہرے کا نور زائل کر دیتا ہے[۱] میں نے عرض کیا زیادہ کیجیے۔ فرمایا حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو[۲] میں نے عرض کیا اور زیادہ کیجیے فرمایا اللہ کی راہ میں ملامت والے کی ملامت سے نہ ڈرو[۳] میں نے عرض کیا زیادہ کیجیے، فرمایا کہ تم کو لوگوں سے وہ بات منع کرے جو تم اپنے میں جانتے ہو[۴]۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر کیا میں تم کو ایسی دو خصلتوں پر رہبری نہ کروں جو پیٹھ پر ہلکی ہیں[۵]۔ ترازو میں بھاری ہیں[۶]

---

[۱] کیونکہ زیادہ ہنسی دل غافل کردیتی ہے دل کی غفلت اس کی موت ہے قلب بیدار زبان ذاکر جسم صابر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔

[۲] یعنی اگر حق بات لوگوں کو بری معلوم ہو تم پر اس کی وجہ سے کچھ تکلیف بھی آجائے مگر کہو ہمیشہ حق بات اس حق بات سے مراد لوگوں کو اچھی نصیحتیں کرنا ہے [۳] لوگوں کے ڈر سے اچھے کلام اچھے کام نہ چھوڑو دین پر سختی سے قائم رہو لوگ خواہ زندہ باد کہیں یا مردہ باد [۴] یعنی لوگوں کو ان عیوب پر ملامت نہ کرو جو تم میں خود موجود ہیں پہلے اپنی اصلاح کرو پھر دوسروں کی خیال رہے کہ اچھی باتیں بتانا اور چیز ہے اور عیب جوئی کچھ اور اپنے کو سب سے ناقص جانو۔

غافل از ایں خلق از خود اے پسر لاجرم گویند عیب یک دگر

[۵] یعنی ان پر عمل کرنا آسان ہے کچھ مشکل نہیں چونکہ عمل میں پیٹھ کو بھی دخل ہوتا ہے اس لیے عمل کے لیے پیٹھ کا لفظ استعمال فرمایا جاتا ہے نیز بوجھ پیٹھ پر ہی اٹھائے جاتے ہیں پیٹھ ہی ہلکا بھاری بوجھ محسوس کرتی ہے بہرحال کلام بڑا فصیح ہے یا مراد ہے زبان کی پیٹھ [۶] یعنی کل قیامت میں یہ خصلتیں جب گناہوں سے تولی جائیں گی تو یہ بھاری ہوں گی گناہ ہلکے ہو جائیں گے قیامت میں ہمارے کام و کلام کی شکل و صورتیں بھی ہوں گی ان میں وزن بھی ہوں گے۔

وہاں نیکیوں کا وزن اخلاص سے ہوگا۔

قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ كَلَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَاَعْتَقَ اَبُوْبَكْرٍ يَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ ثُمَّ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ہاں تو فرمایا دراز خاموشی اور اچھی عادت[1] اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مخلوق نے ان دو جیسے کام نہ کیئے ہوں گے[2] روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوبکر پر گزرے حالانکہ آپ اپنے کسی غلام کو برا بھلا کہہ رہے تھے[3] تو ان کی طرف توجہ فرما کر فرمایا کہ برا کہنے والے بھی اور صدیق بھی قسم رب کعبہ کی ہرگز نہیں[4] تو اس دن جناب ابوبکر نے کچھ غلام آزاد کردیئے[5] پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا اب کبھی نہ کروں گا[6]

[1] خاموشی سے مراد ہے دنیاوی باتوں سے خاموشی جس کے ساتھ فکر بھی ہے اللہ کے ذکر سے خاموشی اچھی نہیں۔ اچھے اخلاق سے مراد ہے خلق و خالق کے حقوق ادا کرنا نرم و گرم حالات میں شاکر و صابر رہنا چونکہ خاموشی اور صبر و شکر میں کوئی خاص محنت نہیں پڑتی بلکہ ان کے ترک میں محنت ہوتی ہے اس لیئے انہیں ہلکا فرمایا گیا۔

[2] کیونکہ ان کے فائدے دین و دنیا دونوں جگہ دیکھے جائیں گے واقعی ان دو کاموں سے بڑھ کر معاملات کا کوئی کام نہیں یہاں معاملات کے مقابلہ میں عظمت بیان فرمائی گئی [3] یہاں لعنت سے لغوی لعنت مراد ہے برا بھلا کہنا یا بددعا کرنا شرعی لعنت جو کفار سے خاص ہے مراد نہیں ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس لعنت سے توبہ کراتے۔

[4] یعنی تم تو خالق و مخلوق کے نزدیک صدیق ہو پھر تم کسی کو برا بھلا کیسے کہتے ہو یہ دو صفتیں ایک شخص میں جمع نہیں ہوتیں صدیق کے لیئے صبر ضروری ہے مطلب یہ ہے کہ تم میں یہ عیب نہیں ہونا چاہیئے نہایت ہی نفیس نصیحت ہے۔

[5] یہ غلام آزاد کرنا اس غلطی کے کفارہ کے لیئے تھا جو بلا شعور آپ سے سرزد ہو گئی یہ ہے انتہائی تقوی بھلائیاں برائیوں کو مٹاتی ہیں [6] چنانچہ اس کے بعد آپ نے کبھی کسی کو برا بھلا نہ کہا۔ اپنی فطرت کو نبوت کے سانچہ میں ڈھال لیا۔

رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثَ الْخَمْسَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ
وَعَنْ أَسْلَمَ قَالَ إِنَّ عُمَرَ دَخَلَ يَوْمًا عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ
وَهُوَ يَجْبِذُ لِسَانَهُ فَقَالَ عُمَرُ مَهْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ فَقَالَ لَهُ
أَبُو بَكْرٍ إِنَّ هٰذَا أَوْرَدَنِي الْمَوَارِدَ رَوَاهُ مَالِكٌ ۞ وَعَنْ
عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اضْمَنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ
اُصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ وَأَدُّوا إِذَا

یہ پانچوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔ روایت ہے حضرت اسلم سے[1] فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب عمر حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے[2] تو حضرت عمر نے ان سے عرض کیا ٹھہریئے اللہ آپ کو بخشے تو ان سے جناب ابوبکر نے فرمایا کہ اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں لا ڈالا[3] (مالک) روایت ہے حضرت عبادہ بن صامت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے نفس کی طرف سے میرے لیئے چھ چیزوں کے ضامن بن جاؤ میں تمہارے لیئے جنت کا ضامن ہوں[4] جب بات کرو تو سچ کہو جب وعدہ کرو تو پورا کرو[5]۔ جب

[1] آپ تابعی ہیں آپ کی کنیت ابوخالد ہے حبشی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے جنہیں حضرت فاروق نے مکہ معظمہ میں ۱۱ھ میں خریدا آپ کی عمر ایک سو چودہ سال ہوئی مروان کے زمانہ میں وفات پائی ۸۰ اسی ہجری میں[2] اپنی زبان شریف کو کھینچ کر مروڑ رہے تھے یا اسے باہر نکال ڈالنے کی کوشش فرما رہے تھے گویا اپنی زبان کو سزا دے رہے تھے[3] یہ انتہائی خوف خدا کی دلیل ہے حضرت صدیق کی زبان صدق کے سوا کیا بولے گی مگر پھر بھی اپنے کو قصوروار کہتے ہیں جیسے حضرات انبیاء کرام نے اپنے کو ظالم۔ خاسر وغیرہ فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے رب انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از اطاعت استغفار

[4] یعنی تم چھ عادتیں ڈال لو ان کے خلاف نہ کرو تو میں تمہارے جنتی ہونے کا ضامن ہوتا ہوں تم ضرور جنتی ہو گے بلکہ وہاں کا اعلیٰ درجہ پاؤ گے[5] وعدہ سے مراد جائز وعدہ ہے وعدہ کا پورا کرنا ضروری ہے مسلمان سے وعدہ کرو یا کافر سے عزیز سے وعدہ کرو یا غیر سے استاذ۔ شیخ نبی اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے تمام وعدے پورے کرو ہاں اگر کسی سے م

اِئْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ ۰ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُنَ

امین بنائے جاؤ تو ادا کرو۱ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۲ اپنی نگاہیں نیچی رکھو۳ اپنے ہاتھ روکو۴ روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن غنم اور اسماء بنت یزید سے۵ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آجائے۶ اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں

ہ حرام کام کا وعدہ کیا ہے اسے ہرگز پورا نہ کرے حتی کہ حرام کام کی نذر پوری کرنا حرام ہے۔

۱؎ امانت مال کی ہو یا بات کی یا کسی اور چیز ضرور ادا کرے مسلمان کی امانت ہو یا کافر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی رات حضرت علی سے فرمایا کہ ان خونخوار کفار کی امانتیں میرے پاس ہیں وہ تم ادا کر دینا امانت اور غنیمت میں بڑا فرق ہے

۲؎ نہ اس سے حرام کاری کرو نہ خاوند بیوی کے سوا کسی پر ظاہر ہونے دو فروج سے مراد مرد و عورت کی ستر غلیظ ہے۔

۳؎ چلو پھرو تو نیچی نگاہ سے بیٹھو تو نیچی نگاہ سے تاکہ غیر محرم کے دیکھنے سے بچو یہ حکم مرد و عورت دونوں کو ہے جہاں اوپر دیکھنا ضروری ہے یا جائز ہے وہاں ضرور دیکھو عالم۔ ماں باپ کا چہرہ۔ چاند وغیرہ ضرور دیکھو یہاں شرم حیاء کا ذکر ہے۔ ۴؎ کہ اپنے ہاتھ سے کسی پر ظلم نہ کرو اس سے ناجائز چیز نہ چھوؤ۔

۵؎ عبدالرحمٰن غنم اشعری شامی ہیں۔ جلیل القدر تابعی ہیں آپ نے حضور انور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کرسکے حضرت معاذ ابن جبل کے ساتھ رہے۔ اسماء بنت یزید ابن سکن صحابیہ ہیں اسی لیئے شارحین فرماتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ حضرت اسماء کا نام شریف پہلے ذکر کیا جاتا۔ ۶؎ یعنی ان کے چہروں پر انوار و آثار عبادت ایسے ہوں کہ انہیں دیکھتے ہی رب یاد آجاوے ان کے چہرہ آئینہ خدا نما ہوں حضور فرماتے ہیں کہ علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے آپ کو جو دیکھتا تھا کہتا تھا لا الہ الا اللہ کیسا کریم بہادر حلیم جوان ہے (مرقات) بعض لوگوں کے پاس بیٹھنے سے قلب جاری ہو جاتا ہے حضور داتا صاحب کے مزار مقدس پر پہونچ کر دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ مصری عورتوں نے جمال یوسفی دیکھتے ہی کہا تھا حاشا للہ یہ ہے اللہ کی یاد آجانا نیاں حضرت شیخ عبدالحق نے فرمایا۔ کہ میں ایک بار مکہ معظمہ کے بازار میں سر نیچا کیئے جا رہا تھا۔ کہ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی میرے منہ سے نکلا

بِالنَّمِيمَةِ الْمُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُونَ الْبُرَآءَ الْعَنَتَ رَوَاهُمَا أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ أَعِيدُوا وُضُوْءَ كُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَامْضِيَا فِي صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ

جو چغلی سے چلیں۔ دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے[1] پاک لوگوں میں عیب ڈھونڈنے
والے[2] (احمد بیہقی شعب الایمان) روایت ہے ابن عباس سے کہ دو شخصوں نے نماز ظہر یا
یا عصر پڑھی۔ اور وہ دونوں تھے روزہ دار[3]۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی
تو فرمایا کہ اپنے وضو اپنی نمازیں لوٹا لو۔ اور اپنے روزوں میں گزر جاؤ (پورے:
کرلو) اور دوسرے

۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئی قدیر (اشعہ)۔

[1] معلوم ہوا کہ فساد و نفاق کے لیے چغلی کھانا ممنوع ہے۔ صلح کرانے کے لیے ایک دوسرے کو اچھی باتیں پہونچانا عبادت ہے۔

[2] باغون جمع ہے باغی کی جس کا مادہ بغی ہے بمعنی چاہنا ڈھونڈھنا براء جمع ہے بری کی بمعنی دور یعنی جو عیب سے دور ہوں ان میں عیب جوئی کرنے والے۔ اپنے عیب ڈھونڈھنا عبادت ہے۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈھنا برا ہے خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں میں عیب جوئی کفر ہے بعض بدنصیبوں کو نبیوں ولیوں میں عیب جوئی کی عادت ہوتی ہے۔

[3] یعنی یہ دونوں روزہ دار بھی تھے۔ مدینہ منورہ کی سرزمین میں بھی مسجد نبوی شریف میں بھی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انھوں نے نماز بھی پڑھی اتنی خوبیوں کے ساتھ انھوں نے کسی مسلمان کی غیبت بھی کرلی۔

يَوْمًا اٰخَرَ قَالُوْا لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اغْتَبْتُمْ فُلَانًا
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَكَيْفَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَزْنِيْ فَيَتُوْبُ
فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَتُوْبُ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَهٗ وَاِنَّ
صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهٗ حَتّٰى يَغْفِرَهَا لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ

ان کی قضا کرو[1]۔ وہ بولے یارسول اللہ کیوں فرمایا تم نے فلاں کی غیبت کی۔ روایت ہے ابو سعید و جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے[2] لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ غیبت زنا سے سخت کیسے ہے فرمایا کہ کوئی شخص زنا کرتا ہے تو توبہ کرلیتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اسے بخش دیتا ہے اور غیبت والے کی بخشش نہیں ہوتی حتی کہ اس کا صاحب وہ معاف کردے[3] اور

[1] قرآن کریم نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے ان یاکل لحم اخیہ میتا۔ اور ظاہر ہے گوشت کھانے خون پینے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے نماز بھی خلاصہ یہ ہے کہ گناہ نیکیوں کا کمال دور کردیتے ہیں جیسے نیکیاں اصل گناہوں کا زوال کردیتی ہیں۔ نیز غیبت کی وجہ سے غیبت کرنے والے کی نیکیاں مغتاب کو دیدی جاتی ہیں اس کا روزہ نماز مغتاب کو دیدیا گیا یہ بغیر روزہ نماز رہ گیا۔ لہذا اسے دوبارہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ فرماتے ہیں کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے نماز پڑھی ہوئی بیکار ہوجاتی ہے ان کی دلیل یہی حدیث ہے (مرقات) باقی حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ نماز کا کمال ٹوٹ جاتا ہے بہرحال یہ حکم عالی تنبیہ فرمانے کے لیے ہے [2] یعنی غیبت ہے تو گناہ صغیرہ اور زنا ہے گناہ کبیرہ مگر شدت اور نتیجہ میں غیبت زنا سے بدتر ہے یہ فرق کی وجہ آگے بیان ہورہی ہے۔
[3] خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ زنا گناہ ہے اس کی شرعی سزا بھی بہت سخت ہے مگر ہے حق اللہ جو توبہ سے معاف ہوسکتا ہے غیبت حق العبد ہے کہ توبہ سے معاف نہیں ہوسکتا جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کرے اگر وہ مرگیا ہو تو اس کی معافی کی کوئی صورت ہی نہیں۔ حق اللہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ بندے کے معاف کرنے سے معاف نہ ہو حق العبد کی پہچان یہ ہے کہ بندے کے معاف کرنے سے معاف ہوجاوے زنا حق اللہ۔ قتل حق العبد۔ اسی لیے قتل کا قصاص ولی مقتول م

فِيْ رِوَايَةِ اَنَسٍ قَالَ صَاحِبُ الزِّنَا يَتُوْبُ وَصَاحِبُ الْغِيْبَةِ لَيْسَ لَهٗ تَوْبَةٌ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ

حضرت انس کی روایت ہے کہ فرمایا زنا والا توبہ کر سکتا ہے اور غیبت والے کی توبہ نہیں[۱] ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ روایت کیا حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کے کفارہ میں سے یہ ہے کہ تو اس کے لیے دعا مغفرت کرے جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ کہے کہ الٰہی ہم کو اور اس کو بخش دے[۲]

ہو کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے زنا اگر زانی مرتے سمے سارے عزیز معاف کر دیں اس کی سزا معاف نہیں ہوتی۔

[۱] اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ غیبت کا گناہ توبہ کر لینے سے معاف نہیں ہوتا۔ اس کی معافی کے لیے مغتاب کا معافی دینا ضروری ہے دوسرے یہ کہ لوگ زنا کو سخت گناہ سمجھتے ہیں اس لیے توبہ کر لیتے ہیں مگر غیبت کو معمولی چیز سمجھ کر اس سے توبہ نہیں کرتے حالانکہ یہ سخت گناہ ہے اس لیے زنا کبھی کوئی کرتا ہے مگر غیبت سب ہمیشہ کر لیتے ہیں الا ماشاء اللہ یہ وبا عام ہے اس کو لوگ برا بھی نہیں سمجھتے اس سے بچو (مرقات)

[۲] اس فرمان عالی کے بہت معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ گئی تب تو وہ حق العبد بن گئی اس سے جا کر معافی مانگے اور اگر اس کی خبر غیبت والے کو نہ پہنچی تو حق اللہ ہے توبہ کرے مگر اس توبہ میں غیبت والے کو بھی شامل کرے دوسرے یہ کہ اگر غیبت والا زندہ ہے تو اس سے معافی مانگے اور اگر مر چکا ہے تو اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ تیسرے یہ کہ غیبت والے سے معافی مانگے اگر وہ معاف کر دے تو خیر اگر معاف نہ کرے تو اس کے لیے دعا مغفرت کرے مولانا علی قاری نے فرمایا کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ جاوے تو حق العبد ہو جاتی ہے اگر خبر نہ پہنچے تو حق اللہ رہتی ہے مگر میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ غیبت بہرحال حق العبد ہے خواہ اسے خبر پہنچے یا نہ پہنچے جیسے کسی کا مال مار لینا بہرحال حق العبد ہے خواہ مال والے کو خبر پہنچے یا نہ پہنچے کیونکہ غیبت سے غیبت والے کی آبروریزی ہوتی ہے اور آبرو بھی مال کی ۴

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ وَقَالَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ ضَعْفٌ بَابُ الْوَعْدِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ اَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ كَانَتْ لَهٗ قِبَلَهٗ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا

(بیہقی دعوات کبیر) اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے۔ وعدے کا باب[1]۔
پہلی فصل۔ روایت ہے جابر سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر کے پاس علاء ابن حضرمی کے پاس سے مال آیا[2] تو جناب ابوبکر نے اعلان فرمایا کہ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ قرض ہو یا اس سے حضور کا کوئی وعدہ ہو تو ہمارے پاس آ جائے[3]۔

۳ طرح حق العبد ہے اس لیئے علماء فرماتے ہیں کہ مردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ مردے سے معافی نہیں مانگی جاسکتی۔ اس میں اختلاف ہے کہ غیبت والے سے معافی مانگے تو اجمالاً مانگے یا تفصیلاً یعنی یہ بتا کر معافی مانگے کہ میں نے تجھے یہ کہا تھا یا صرف یہ کہہ دے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی مجھے معاف کردے ۔

۱ لغت میں اچھی چیز کی امید دلانے یا بری چیز سے ڈرانے ان دونوں کو وعدہ کہا جاتا ہے اصطلاح میں کسی چیز کی امید دلانے کو وعدہ کہتے ہیں بری چیز سے ڈرانے کو وعید ہیں تم کو کچھ دوں گا وعدہ ہے تم کو سزا دوں گا وعید ہے۔ یہاں وعدہ اصطلاحی مراد ہے خلاف وعدہ کرنا جھوٹ ہے خلاف وعید کرنا معافی وعدہ خلافی بری چیز ہے معافی اچھی چیز ہے۔

۲ علاء ابن حضرمی صحابی ہیں حضرموت کے رہنے والے ان کا نام عبداللہ ہے حضور انور نے انھیں یمن کا حاکم مقرر فرمایا عہد صدیقی و فاروقی میں بھی اسی عہدے پر رہے حتی کہ سنہ چودہ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ یہاں یمن سے مال آنے کا ذکر ہے (مرقات)

۳ اور ہم سے حضور کا قرض وصول کرے حضور کا وعدہ پورا کرائے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وعدہ مثل قرض کے ہے دوسرے یہ کہ مرحوم کی طرف سے اس کے قرض ادا کردینا اس کے وعدے پورے کرنا سنت ہے خواہ کوئی میت کا عزیز کرے یا کوئی اور اسی وجہ سے حضرت صدیق باغ فدک کی آمدنی حضور کے اہل پر خرچ کرتے تھے (مرقات)

قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّعْطِيَنِي هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ جَابِرٌ فَحَثٰى لِي حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے اتنا اور اتنا اور اتنا دیں گے[1] آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے تھے[2] حضرت جابر کہتے کہ جناب صدیق نے مجھے ایک لپ بھر دیا[3] میں نے گنا تو وہ پانچ سو تھے فرمایا اس کے دوگنے اور لے لو[4] (مسلم بخاری) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوجحیفہ سے[5] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] یعنی تم کو تین لپ بھر کر درہم دینار عطا فرمائیں گے یہ وعدہ عطیہ خسروانہ عنایت شاہانہ کے طور پر تھا۔

[2] یعنی حضور انور نے اپنے لپ بھر کر عطا کا وعدہ فرمایا تھا نہ کہ میرے لپ بھر کر۔

[3] معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست کرم تھا کہ حضور انور نے اپنے لپ بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بھر کر ان کی جھولی میں ڈالا تھا۔

[4] آپ نے خود تین لپ بھر کر نہ دے تاکہ اصل اور نائب کے لپ میں فرق رہے خیال رہے کہ آپ نے حضرت جابر سے اس وعدہ پر گواہی نہیں مانگی نہ قسم لی کیونکہ معاملات میں گواہی منکر کے مقابل ہوتی ہے یہاں کوئی منکر تھا نہیں اور حضرات صحابہ ثقہ عادل ہیں ان کے قول بغیر قسم قبول ہیں وہ حضرات حضور سے احادیث روایت کرتے ہیں تو نہ ان پر جرح ہوتی ہے نہ ان سے قسم لی جاوے اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کی تقسیم نہیں ورنہ حضرت جابر جناب فاطمہ زہرا یا حضرت عباس سے یہ وعدہ پورا کراتے دوسرے یہ کہ جو ذات کریم ایسی دیانتدار ہو وہ خلافت جیسی اہم چیز کبھی غصب نہیں کر سکتی حضرت صدیق اکبر خلیفہ برحق ہیں دیانتدار ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اسلام کے پہلے تاجدار ہیں۔

[5] آپ کا نام وہب ابن عبداللہ ہے کنیت ابوجحیفہ لڑکپن میں حضور سے ملاقات کی کوفہ میں قیام رہا حضرت علی نے آپ کو وزیر خزانہ بنایا آپ کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہے کوفہ میں ۷۴ھ چوہتر میں وفات پائی وہاں ہی مزار ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْيَضَ قَدْ شَابَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ وَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ قَلُوصًا فَذَهَبْنَا نَقْبِضُهَا فَأَتَانَا مَوْتُهُ فَلَمْ يُعْطُونَا شَيْئًا فَلَمَّا قَامَ أَبُوبَكْرٍ قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَجِئْ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَمَرَ لَنَا بِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي

وسلم کو سفید رنگت والا دیکھا کہ بڑھاپا آگیا تھا[۱]۔ اور حضرت حسن بن علی آپ کی ہم شکل تھے[۲]۔ اور ہمارے لیئے تیرہ اونٹنیوں کا حکم جاری فرمایا۔ ہم قبضہ کرنے گئے تو ہم کو آپ کی وفات کی خبر پہنچ گئی[۳]۔ لوگوں نے ہم کو کچھ نہ دیا[۴]۔ پھر جب حضرت ابوبکر قائمقام ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس کا کوئی وعدہ ہو وہ آئے[۵]۔ میں آپ کی طرف گیا میں نے آپ کو یہ خبر دی تو آپ نے ہمارے لیئے ان کا حکم دیا[۶] (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ

۱؎ سفید یا بسرخی خالص چٹا نہیں سر مبارک اور داڑھی شریف میں بیس بال شریف سفید ہوئے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

۲؎ سر سے ناف تک حضرت حسن حضور کے ہم شکل تھے ناف سے قدم تک حضرت حسین حضور کے ہم شکل تھے اور از سر تا پا جناب فاطمہ زہرا ہم شکل مصطفےٰ تھیں اس لیئے حضرت معاویہ امام حسن کو اپنے تخت پر بٹھاتے تھے اور آپ کا نہایت درجہ احترام فرماتے تھے کہتے تھے کہ یہ ہم شکل رسول آل رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم۔

۳؎ یعنی ہماری قوم کے لیئے حضور انور سے تیرہ اونٹنیاں لے لینے کا حکم جاری فرمایا مدینہ منورہ سے کچھ دور جہاں حضور انور کی وفات کی خبر شائع ہوگئی۔

۴؎ یعنی جو اصطبل کے منتظم تھے انھوں نے ہم کو یہ اونٹنیاں نہ دیں کیونکہ حضور انور کی طرف سے ہبہ تو ہوگیا تھا مگر ابھی قبضہ نہیں ہوا تھا اور ہبہ بغیر قبضہ مکمل نہیں ہوتا اس لیئے ان لوگوں کو اونٹنیاں دینے قبضہ کرانے کا حق نہ تھا۔

۵؎ جب خلافت کا معاملہ مکمل ہوگیا اور حالات پُر سکون ہوگئے تب آپ نے یہ اعلان فرمایا اس لیئے قاما فرمایا(مرقات)

۶؎ یعنی ان اونٹنیوں پر قبضہ کر لینے کا حکم جاری فرمایا خیال رہے کہ بہت سے وعدے اکیلے میں کیئے جاتے ہیں جن پر گواہ نہیں ہوتے اگر جناب صدیق گواہی کی قید لگاتے تو حضور انور کے بہت سے وعدے پورے نہ ہو سکتے اس لیئے انھوں نے بغیر گواہ وعدے جاری فرمائے۔ نیز حضرات صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں۔ وہاں جھوٹ کا احتمال نہیں دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔

الْحَمْسَاءِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُّبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهٗ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُهٗ اَنْ اٰتِيَهٗ بِهَا فِيْ مَكَانِهٖ فَنَسِيْتُ فَذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَاِذَا هُوَ فِيْ مَكَانِهٖ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ اَنْتَظِرُكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهٖ اَنْ يَّفِيَ لَهٗ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا اِثْمَ

الحمساء سے[1] فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ظہور سے پہلے حضور سے خرید و فروخت کی[2] اور آپ کا کچھ بقایا رہ گیا میں نے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ وہ چیز لاتا ہوں پھر میں بھول گیا تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو حضور انور اسی جگہ تھے[3] فرمایا کہ تم نے مجھ پر مشقت ڈال دی میں تین دن سے یہاں ہی تمہارا انتظار دیکھ رہا ہوں[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت پورا کرنے کی ہو پھر پورا نہ کرسکے وعدہ پر نہ آسکے تو اس پر

[1] حق یہ ہے کہ آپ کا نام عبداللہ ابن ابی الحمساء ہے یعنی میم سین سے پہلے ہے مصابیح میں جمسار لکھا گیا ہے آپ عامری ہیں مکی ہیں مگر بصرے میں قیام رہا (اشعہ)[2] یہ بیع مبادلہ تھی یعنی سامان کے عوض سامان کی اسی لیئے بایعت باب مفاعلت سے فرمایا (مرقات) یہ واقعہ ظہور نبوت سے پہلے کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت کسی شان کی تھی اور نبوت کے ظہور سے پہلے کیسے سچے تھے[3] عبداللہ نے حضور سے عرض کیا تھا کہ آپ کا بقایا اسی جگہ لاتا ہوں حضور مجھے یہاں ہی ملیں حضور انور نے قبول فرمالیا تھا کہ تم کو یہاں ہی ملوں گا یہ ملنے کا وعدہ حضور کی طرف سے ہوا تھا لہذا حدیث واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور نے تو کوئی وعدہ نہیں کیا تھا[4] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں ٹھہرنا اپنا مال لینے کے لیئے نہ تھا اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیئے تھا مال تو ان کے گھر جاکر بھی وصول کیا جاسکتا تھا سچ اور وعدہ پورا کرنا تمام نبیوں کی سنت ہے اللہ تعالٰی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیئے فرماتا ہے وابراہیم الذی وفی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کیلیئے فرماتا ہے وکان صادق الوعد ۞

عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِيْ اُمِّيْ يَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِيْ بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ اُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِيَهُ قَالَتْ اَرَدْتُّ اَنْ اُعْطِيَهُ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّكِ لَوْ تُعْطِيْهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ

گناہ نہیں[۱] (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عامر سے[۲] فرماتے ہیں مجھے میری ماں نے ایک دن بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف فرما تھے وہ بولیں آ تجھے دوں گی[۳] ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہیں کیا دینا چاہتی ہو[۴] بولیں میں نے اسے کھجوریں دینے کا ارادہ کیا[۵] تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تم پر جھوٹ

۱؎ جائز وعدہ پورا کرنا عام علماء کے نزدیک مستحب ہے وعدہ خلافی مکروہ بعض علماء کے نزدیک ایفاء وعدہ واجب ہے۔ وعدہ خلافی حرام ہے یہ حدیث انہی حضرات کی دلیل ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر وعدہ کرنے والا پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر کسی عذر یا مجبوری کی وجہ سے پورا نہ کرسکے تو وہ گنہگار نہیں یوں ہی اگر کسی کی نیت وعدہ خلافی کی ہو مگر اتفاقًا پورا کر دے تو گنہگار ہے اس بدنیتی کی وجہ سے ہر وعدہ میں نیت کو بڑا دخل ہے۔ ۲؎ آپ عبداللہ ابن عامر ابن کریز ابن حبیب ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہیں قرشی ہیں حضرت عثمان غنی کے ماموں ہیں تیرہ برس کی عمر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے خلافت عثمانی میں بصرہ و خراسان کے حاکم رہے امیر معاویہ نے آپ کو اس عہدہ پر قائم رکھا۔ خراسان کے فاتح آپ ہی ہیں فارس۔ اصفہان۔ کرمان۔ حلوان وغیرہ آپ نے ہی فتح کیے۔ بصرہ کی نہر آپ نے ہی کھدوائی بڑے عالم سخی۔ عابد تھے ۵۹ھ انسٹھ میں وفات پائی۔ (مرقات و اشعہ)۔

۳؎ چھوٹے بچے ضد کرکے گھر سے بھاگ جاتے ہیں۔ جب ماں کچھ دینے کا بہانہ کرکے بلاتی ہے تب آتے ہیں یہی واقعہ یہاں ہوا تھا ۴؎ یعنی تم نے جو کہا کہ تجھے کچھ دوں گی یہ جملہ خبریہ ہے جس میں سچ کا بھی احتمال ہے جھوٹ کا بھی بتاؤ تم اس بچہ کو کچھ دوگی یا نہیں اگر دینا نہیں ہے تو یہ کلام جھوٹا ہوا۔

كَذِبَةٌ[۱] رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَعَدَ رَجُلاً فَلَمْ يَاْتِ اَحَدُهُمَا
اِلٰى وَقْتِ الصَّلٰوةِ وَذَهَبَ الَّذِىْ جَاءَ لِيُصَلِّيَ فَلَا اِثْمَ
عَلَيْهِ رَوَاهُ رَزِيْنٌ ﴿ بَابُ الْمِزَاحِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

لکھا جاتا ہے[۱] (ابوداؤد، بیہقی شعب الایمان) تیسری فصل روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شخص سے وعدہ کرے پھر ان میں سے ایک نماز کے وقت تک نہ آئے[۲] اور جانے والا نماز کے لیئے چلا جاوے تو اس پر گناہ نہیں[۳] (رزین)

خوش طبعی کا بیان[۴] پہلی فصل

[۱] یہ فرمان عالی بہت ہی سبق آموز ہے کہ ماں چھوٹے بچوں کو جھوٹے بہانہ سے نہ بلائیں غلط خبر نہ دیں کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

[۲] یعنی دو مسلمانوں نے آپس میں وعدہ کیا کہ ہم فلاں وقت فلاں جگہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے وہاں آ جانا۔

[۳] یعنی ان دونوں سے ایک آدمی تو وقت پر پہونچ گیا دوسرا نہ پہونچا کہ وقت نماز آ گیا یہ پہونچ جانے والا نماز کو چلا گیا۔ پھر اس کے پیچھے دوسرا آیا تو وہ نماز کو چلا جانے والا گنہگار نہیں ہوا وہ اپنے وعدہ پر پہونچ گیا تھا۔ خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں گزرا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک وعدے کے موقعہ پر تین دن ایک ہی جگہ قیام فرمایا وہ واقعہ فرضیت نماز بلکہ ظہور نبوت سے پہلے کا ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا مستحب ہے نماز فرض ہے۔ جماعت مستحب کے لیئے فرض یا واجب نہیں چھوڑا جا سکتا۔

[۴] مزاح میم کے پیش سے بھی آتا ہے میم کے کسرہ سے بھی میم کے پیش سے ہو تو خوش دلی کی بات مراد ہوتی ہے میم کے کسرہ سے دل خوش بات کرنا۔ ایسی بات جس سے اپنا اور سننے والے کا دل خوش ہو جاوے مزاح ہے اور جس سے دوسرے کو تکلیف پہونچے جیسے کسی کا مذاق اڑانا تمسخر یہ ہے مزاح اچھی چیز ہے تمسخر بری بات ہے جن احادیث میں ہے کہ حضور انور نے مزاح سے منع فرمایا وہاں تمسخر مراد ہے یا ہمیشہ دل لگی کرتے رہنا ہنسنے ہنساتے رہنا کہ اس سے دل مردہ ہوتا ہے۔ غفلت طاری ہو جاتی ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی خوش طبعی کرنا ثابت ہے جیسا کہ اس باب میں آوے گا اسی لیئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی خوش م

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلُ لِاَخٍ لِّيْ صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ كَانَ لَهٗ نُغَيْرٌ يَلْعَبُ بِهٖ فَمَاتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؞

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا رَوَاهُ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں گھلے ملے رہتے تھے[1] حتی کہ میرے بھائی سے کہتے تھے[2] کہ اے ابوعمیر چڑیا کیا ہوئی[3] ان کی ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلتے تھے وہ مرگئی[4] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں[5] فرمایا ہم نہیں کہتے مگر سچی بات[6]

ہ طبعی کرنا سنت مستحبہ ہے ؛

۱؎ بعض روایات میں ہے لیخالطنا یعنی ہم سے کلام فرماتے تھے ۲؎ ابوعمیر حضرت انس کے چھوٹے بھائی تھے اخیافی ان کے باپ کا نام زید ابن سہیل تھا کنیت ابوطلحہ۔ ابوعمیر کا نام کبشہ تھا۔ (مرقات)

۳؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ نغیر بلبل کا نام ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ کوئی اور چڑیا ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔ حضور کا یہ فرمان حضرت ابوعمیر کو تسکین دینے یا ان کا دل بہلانے کے لیئے تھا۔

۴؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چڑیا پالنا اسے پنجرے میں رکھنا اس سے بچوں کا کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے دانہ پانی آرام کا خیال رکھے دوسرے یہ کہ حرم مدینہ میں شکار کرنا درست ہے ورنہ چڑیا کا پنجرہ میں رکھنا بھی حرام ہوتا جیسا کہ حرم مکہ کا حال ہے کہ وہاں نہ تو شکار کرنا درست ہے نہ شکار کو پنجرے وغیرہ میں رکھنا درست تیسرے یہ کہ معلوم بات کا پوچھنا کسی اچھے مقصد کے لیئے درست ہے حضور کو خبر تھی کہ چڑیا مرگئی پھر بھی پوچھ رہے کہ چڑیا کیا ہوئی چوتھے یہ کہ بچوں سے خوش طبعی کرنا ان کا دل بہلانے کے لیئے جائز ہے پانچویں یہ کہ ہم وزن نام بولنا درست ہے جیسے حضور انور نے فرمایا۔ ابوعمیر۔ نغیر۔ خیال رہے کہ کبوتر پالنا درست ہے کبوتر بازی حرام ہے۔

۵؎ یعنی آقا حضور دونوں جہان کے والی ہیں ہم لوگ نوکر چاکر حضور کے خدام ہیں۔ جیسوں سے حضور انور کا خوش طبعی فرمانا حیرت در حیرت ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات خوش طبعی کو ناجائز سمجھتے تھے تب یہ عرض کیا ؛

التِّرْمِذِیُّ • وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وُلْدِ نَاقَةٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَاذَا الْاُذُنَيْنِ

(ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی تو فرمایا کہ ہم تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کریں گے[1] وہ بولا میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو اونٹنی ہی جنتی ہے[2] (ترمذی۔ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے دو کانوں والے[3] (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ

[1] یعنی وہ دل لگی و مذاق حرام ہے جس میں جھوٹ بولا جاوے یا کسی کو ذلیل کیا جاوے ہماری خوش طبعی میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتیں لہذا یہ جائز ہے خیال رہے کہ ہر وقت دل لگی و مذاق ہیبت دور کرتا ہے اس لیے کبھی کبھی شاذ و نادر ہی چاہیئے۔

[2] اصطلاح میں اونٹنی کا بچہ چھوٹے اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق نہ ہو یہ ہوئی خوش طبعی وہ صاحب بھی یہی سمجھے کہ حضور انور مجھے چھوٹا سا اونٹنی کا بچہ عطا فرمائیں گے اس پر انہوں نے وہ عرض و معروض کی جو آگے آرہی ہے۔

[3] یعنی اونٹ بڑا ہو کر بھی اونٹنی کا ہی بچہ رہتا ہے کسی اور جانور کا بچہ نہیں بن جاتا معلوم ہوا کہ خوش طبعی میں کسی لفظ کے بعید معنی مراد لینا جائز ہے۔

[4] حضرت انس کے دونوں کان کسی قدر بڑے تھے اس لیے انہیں دو کان والے فرمایا جیسے حضرت خرباق ابن ساریہ کو ذوالیدین فرمایا کرتے تھے یا حضرت انس کی قوت سماعت بہت قوی تھی یا آپ بہت ذکی و ذہین تھے بہر حال اس فرمان عالی میں حضرت انس کی تعریف بھی ہے اور خوشی طبعی بھی یہ ہے اس سید الصادقین کی خوش طبعی (مرقات)۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِامْرَاَةٍ عَجُوْزٍ اِنَّهٗ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ فَقَالَتْ وَمَا لَهُنَّ وَكَانَتْ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ لَهَا اَمَا تَقْرَئِيْنَ الْقُرْاٰنَ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ

وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اِسْمُهٗ زَاهِرَ بْنَ حَرَامٍ وَكَانَ يُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے ایک بوڑھی سے فرمایا[1] کہ جنت میں بوڑھی نہ جائے گی۔ وہ بولی ان کا کیا بنے گا[2]۔ وہ قرآن پڑھتی تھیں[3]۔ فرمایا کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتی کہ ہم انہیں پیدا کریں گے دوبارہ پیدائش تو انہیں کنواریاں بنادیں گے[4] (رزین) اور شرح سنہ میں مصابیح کے لفظ سے ہے۔ روایت ہے انہی سے کہ ایک شخص دیہاتیوں میں سے ان کا نام زاہر بن حرام تھا[5] وہ گاؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے

[1] ان بی بی صاحبہ نے حضور انور سے جنت کی دعا کرائی تب یہ فرمایا یہ بی بی صاحبہ غالبًا حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور انور کی پھوپھی حضرت زبیر ابن عوام کی والدہ یہ واقعہ دو بار ہوا ہے ایک بار حضرت صفیہ سے یہ فرمایا تھا دوسری بار کسی اور بی بی صاحبہ سے رضی اللہ تعالٰی عنہما نہ معلوم یہ کس واقعہ کا ذکر ہے (مرقات)

[2] یعنی بوڑھی عورتیں مومنہ صالحہ ہوتی ہیں پھر بھی اگر وہ جنت میں نہ جائیں تو کہاں جائیں گی انہوں نے بہت مایوسی و تعجب سے یہ سوال کیا [3] یعنی وہ بی بی صاحبہ قرآن مجید کی عالمہ حافظ ذکیہ صاحب فہم تھیں تب ہی انہوں نے حضور انور سے یہ سوال کیا تھا [4] یعنی جب وہ بوڑھی عورتیں جنت میں جانے لگیں گی تو بوڑھی نہ رہیں گی بلکہ نوجوان بنادی جاویں گی ہمیشہ کنواریاں رہیں گی لہذا ہم ذات کی نفی کرتے نہیں صفت بڑھاپے کی نفی فرماتے ہیں جنتی عورتوں کی عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی یہی عمر ہمیشہ رہے بعض مفسرین نے انشاناہن کی ضمیر حوروں کی طرف راجع کی ہے مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی ساری عورتیں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں سب کی طرف لوٹ رہی ہے سب کی عمر یہی ہے۔

[5] ان خوش نصیب صحابی کے حالات معلوم نہ ہوسکے حتی کہ صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب اکمال میں بھی بیان نہیں کیئے کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں ÷

مِنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهُ وَكَانَ دَمِيمًا فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ فَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهُ فَقَالَ أَرْسِلْنِي مَنْ هٰذَا فَالْتَفَتَ

ہدیہ لاتے تھے[1] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سامان دیتے تھے جب وہ جانا چاہتے[2] فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زاہر ہمارے دیہاتی بھائی ہیں اور ہم زاہر کے شہری ہیں[3] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے وہ خوبصورت نہ تھے[4] ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے حضور نے ان کے پیچھے سے گود میں لے لیا[5] وہ حضور کو نہ دیکھتے تھے بولے یہ کون ہیں۔ مجھے چھوڑ دو انہوں نے التفات کیا

[1] یعنی دیہاتی چیزیں پھل پھلاری۔ کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور کے لیئے تحفۃً لایا کرتے تھے۔

[2] یعنی جب زاہر مدینہ منورہ سے واپس جانے لگتے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم شہری چیزیں بطور ہدیہ وسوغات ان کو دیتے کہ وہ اپنے بچوں کے لیئے گھر لے جائیں۔

[3] یعنی زاہر ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں اور ہم زاہر کی شہری ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں گویا زاہر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاہر کا شہر یہ اخلاق کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں نیازمندوں کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔

[4] حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ اگرچہ وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصًا دیہاتی ہوتے ہیں۔ شکل ولباس دیہات کا سا۔ دمیم کے معنی ہوتے ہیں بدشکل (مرقات) مگر اس کی شکل پر ہزاروں خوبصورت قربان۔ جسے پیا چاہے وہ سہاگن۔

[5] اس طرح کہ حضور انور ان کے پیچھے بیٹھے انھیں پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا۔ ان کی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاہر کی آنکھوں پر رکھ لیا۔ یعنی بوجھو تو ہم کون ہیں۔ کاش میں اس وقت زاہر کے پاس ہوتا تو اس کے قدم سے اپنی آنکھیں ملتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ واقعہ بیچ بازار میں ہو رہا ہے۔

فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْزَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهُ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا[1] تو انہوں نے کمی نہیں کی اپنی پیٹھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے رگڑنے لگے جب کہ حضور کو پہچان لیا[2] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اس غلام کو کون خریدتا ہے[3] وہ بولے تب تو رب کی قسم آپ مجھے بے قیمت پائیں گے[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک بے قیمت نہیں ہو[5]

[1] حضرت زاہر پہچان تو پہلے ہی گئے ہوں گے بھلا حضور کی خوشبو مہک کسی اور میں کہاں۔ مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضور کو آنکھوں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پہچان جاتے تھے۔ کہ حضور گزرے۔ شعر

آمدی از پس بہ بازی چشم پوشیدی مرا　　　اے نگاہ دست رنگیں دست بکشا کیستی

[2] حضرت زاہر نے یہ موقعہ غنیمت جانا کہ خود حضور انور نے مجھے اپنی گود میں لے لیا ہے اور اپنا سینہ میری پشت سے متصل کر دیا ہے۔ ایسے موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آتے اس اپنی پشت حضور کے سینہ انور سے خوب مس کیا برکت حاصل کرنے کے لیے معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے خوش طبعی کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور برکت کے لیے بزرگوں کا جسم ان کے کپڑے چھونے سنت صحابہ ہے[3] یہ کلام بالکل حق ہے عبد سے مراد ہے عبداللہ خریدنے سے مراد ہے اس کے عوض دوسرا لانا یعنی کون ہے جو اس جیسا اللہ کا بندہ مجھے دکھائے یا اشتراء میں تجرید ہے لہذا بمعنی ماخذ ہے یعنی اس اللہ کے بندے کو کون لیتا ہے مجھ سے (مرقات) [4] یعنی مجھ میں نہ شکل نہ عقل نہ رنگ نہ ڈھنگ۔ مجھے کون قبول کرے گا ایسوں کو کون لیتا ہے میں آپ کا کیسے ہو سکتا ہوں [5] جو حضور کا ہو جاوے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہو۔ ان کی قیمت سارا جہان نہیں ہو سکتا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جو نئی چیز دیکھتے حضور انور کی خدمت میں ہدیۃً لے آتے تھے

رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ❊ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ
قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ
تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ وَقَالَ ادْخُلْ
فَقُلْتُ أَكُلِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ كُلُّكَ فَدَخَلْتُ قَالَ عُثْمَانُ
ابْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ إِنَّمَا قَالَ أَدْخُلُ كُلِّي مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ رَوَاهُ
أَبُودَاؤدَ ❊ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ اِسْتَأْذَنَ أَبُوبَكْرٍ
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ

(شرح سنہ) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے[۱]. فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غزوہ تبوک میں حاضر ہوا آپ چمڑے کے خیمے میں تھے. میں نے سلام کیا آپ نے مجھے جواب دیا اور فرمایا اندر آجاؤ میں نے کہا پورا یا رسول اللہ فرمایا تم پورے ہی آجاؤ[۲]. میں حاضر ہوگیا. عثمان ابن عاتکہ فرماتے ہیں[۳] کہ انہوں نے خیمہ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے عرض کیا کہ کیا پورا آجاؤں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے[۴] فرماتے ہیں اجازت مانگی حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو حضرت عائشہ کی

جب چیز کا مالک قیمت مانگتا. تو اسے بھی حضور کے پاس لے آتے عرض کرتے حضور فلاں دن جو حضور کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت حضور اسے دے دیں یہ تقاضا کر رہا ہے حضور تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو ہدیۃً دی تھی عرض کرتے حضور میرے پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی. حضور قیمت ادا فرماتے گران سے کچھ نہ کہتے (مرقات) ❊

[۱] صحابی ہیں غزوہ خیبر میں حاضر ہوئے فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ تھا شام میں رہے ۷۳ھ تہتر میں وفات پائی

[۲] سبحان اللہ کیسا پیارا کلام ہے مقصد یہ ہے کہ خیمہ چھوٹا ہے اس میں گنجائش ہے نہیں میں کل پورا کا پورا آجاؤں یا میرا کچھ حصہ آئے ظاہری معنی مراد ہیں

[۳] یہ عثمان تابعی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کل آٹھ سال سات ماہ کے تھے

[۴] آپ کے حالات زندگی بارہا بیان ہوچکے کہ آپ اسلام میں پہلے فرزند ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے. حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ کی تھی آپ کے والدین صحابی ہیں. بقیہ حالات بیان کیے جاچکے ہیں ❊

عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا أَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجِزُهٗ وَخَرَجَ أَبُوْبَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ أَبُوْبَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتِنِيْ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ فَمَكَثَ أَبُوْبَكْرٍ أَيَّامًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ

آواز سے بلند[۱] تو جب آئے تو انہیں پکڑ لیا تاکہ طمانچہ مار دیں اور فرمایا میں تم کو نہ دیکھوں کہ تم اپنی آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اونچی کرتی ہو[۲] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو روکنے لگے[۳] اور حضرت ابوبکر ناراض ہو کر چلے گئے[۴] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ ابوبکر صدیق چلے گئے۔ بولو تم نے مجھے کیسا دیکھا میں نے تم کو ان صاحب سے بچا لیا[۵]۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر کچھ دن حضرت ابوبکر ٹھہرے پھر اجازت مانگی[۶] تو ان دونوں حضرات کو صلح محبت میں پایا ان سے

[۱] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات کا جواب بلند آواز سے دے رہی تھیں یا بے پرواہی میں یا غصہ میں محبوب کا غصہ بھی پیارا ہوتا ہے اسی لیئے اس پر قرآن کریم میں عتاب نہیں آیا ورنہ قرآن کریم فرماتا ہے لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ [۲] اس جملہ کی روایتیں طرح ہے لَا اَرَاکِ یعنی تم کو دیکھ رہا ہوں لَا اَرَاکِ میں تم کو آئندہ نہ دیکھوں۔ اَلَا اَرَاکِ کیا میں تم کو نہیں دیکھتا۔ دوسری روایت قوی تر ہے کہ یہ کلمہ نفی ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے گذشتہ پر سزا دینے کے لیئے طمانچہ مارنا چاہا اور آئندہ کے لیئے منع فرمایا یہ طمانچہ اس تادیب میں سے ہے جو والدین اپنی اولاد کو کیا کرتے ہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ کلمہ دعا ہے یعنی خدا کرے میں تم کو حضور کے سامنے اونچی آواز کرتے نہ دیکھوں [۳] یا اس طرح کہ حضور انور نے حضرت صدیق کو پکڑ لیا کہ وہ نہ ماریں یا اس طرح کہ حضور انور دونوں کے درمیان آڑ ہو گئے کہ حضرت صدیق و صدیقہ کے درمیان کھڑے ہو گئے [۴] حضرت عائشہ صدیقہ پر ناراض ہو کر گھر سے باہر چلے گئے۔ یہ ناراضگی بھی عبادت ہے [۵] خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میاں میں ایک نہ فرمایا الرجل فرمایا یعنی بہادر مرد جسے اللہ رسول کے لیئے تم پر غصہ آیا یہ غصہ ان کی بہادری کی علامت ہے (مرقات) [۶] یعنی کچھ روز حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر نہ آئے یا اتفاقًا یا حضرت صدیق

لَهُمَا اَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ٭

عرض کیا کہ مجھے اپنی صلح صفائی میں داخل کرلو[۱] جیسے تم نے مجھے اپنی لڑائی میں داخل کیا تھا[۲] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے کرلیا ہم نے کرلیا[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کرو نہ اس کا مذاق اڑاؤ[۱] نہ اس سے کوئی وعدہ کرو جو خلاف کرو[۲] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے

پر ناراضگی کی وجہ سے پہلا احتمال قوی ہے پھر حاضر ہوئے شاید تین روز کے بعد حاضر ہوئے ٭

۱؎ صلح سے مراد پیار و محبت ہے اور حرب سے مراد وہ ناراضگی جو زوجین کی آپس میں ہو جاتی ہے یہ ناراضگی بھی زیادہ محبت کی بنا پر ہوتی ہے ۲؎ ادخال کی نسبت حضور کی طرف سبب کی بنا پر ہے۔ یعنی آپ دونوں کی شکر رنجی میرے اس معاملہ میں دخل دینے کا باعث بنی ۳؎ حضور انور نے فَعَلْنَا دو بار فرمایا ایک بار اپنی طرف سے دوسری بار جناب عائشہ صدیقہ کی طرف سے یعنی میں نے اور تمہاری لخت جگر نور نظر عائشہ صدیقہ نے بھی اپنی صلح میں داخل کرلیا اس طرح کہ تم ہمیشہ کیلئے ہمارے ہر کام میں دخیل ہوگئے ہمارے گھر کے تم کار مختار ہوگئے رضی اللہ تعالٰی عنہ اس حدیث کو باب المزاح میں صرف ایک جملہ کی وجہ سے لایا گیا کہ فرمایا دیکھا ہم نے تم کو کیسا بچایا ۱؎ آپس کا مذاق جس سے ہر ایک کا دل خوش ہو یہ چند شرطوں سے جائز ہے جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے مگر کسی کا مذاق اڑانا جس سے سامنے والے کو تکلیف پہونچے بہرحال حرام ہے وہ ہی یہاں مراد ہے کیونکہ مسلمان کو ایذا دینا حرام ہے ۲؎ یہاں وعدے سے وہ وعدہ مراد ہے جو جائز ہو بعض فقہا کے نزدیک ایسا وعدہ پورا کرنا واجب ہے۔ اکثر کے ہاں مستحب ہے اگر وعدہ کے وقت ان شاء اللہ کہہ دیا جاوے تو سب کے نزدیک اس کا پورا کرنا مستحب ہے ٭

بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ ❊ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَكْرَمُ قَالَ اَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا

فخر اور تعصب کا بیان[1] پہلی فصل - روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے۔ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں کون زیادہ عزت والا ہے[2] فرمایا سب میں عزت والا اللہ کے نزدیک ان میں بڑا پرہیزگار ہے[3] بولے اس کے متعلق ہم نہیں پوچھتے۔ فرمایا تو لوگوں میں بڑے اشرف یوسف ہیں اللہ کے نبی اور نبی اللہ کے بیٹے۔ وہ خلیل اللہ کے بیٹے کے[4] پوتے بولے

[1] ایک دوسرے پر فاتی بڑائی ظاہر کرنا کہ میں تجھ سے اونچا ہوں یہ ہے تفاخر یہ کفار کے مقابل بضرورت کے وقت مسلمان سے بھی کر سکتے ہیں جبکہ اس میں دینی مصلحت ہو نفسانی فخر حرام ہے کہ یہ تکبر ہے اور تکبر حرام۔ تعصب بنا ہے عصبؔ سے بمعنی قوت اصطلاح میں جماعت میں کنبہ و قوم کو عصب کہا جاتا ہے قرآن کریم میں ہے وَنَحْنُ عُصْبَةٌ تعصب کے معنی ہیں اپنے کنبہ اپنی قوم اپنے دھڑے کی حمایت کرنا اگر حق حمایت ہے تو جائز ہے ناحق ہے تو حرام ہے [2] اللہ کے نزدیک یا دنیا و آخرت میں کون محترم ہے [3] چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ خیال رہے کہ انسان کیلئے تقویٰ ذاتی شرافت و عزت ہے اسے حسب کہتے ہیں اور عالی خاندان عارضی عزت ہے اسے نسب کہتے ہیں مبارک ہے وہ جو حسب و نسب دونوں میں اعلیٰ ہو۔ [4] یعنی یوسف علیہ السلام حسب و نسب دونوں میں بہت اعلیٰ ہیں کہ خود بھی نبی ہیں یہ ان کی حسبی عظمت ہے ان کے تین پشت میں نبوت ہے۔ کہ والد نبی دادا پردادا نبی یہ ان کی نسبی شرافت ہے یہ ان کی خصوصیت ہے جیسے حضرت صحابہ میں ابوبکر صدیق کہ حسبی اشرف بھی ہیں کہ صدیق ہیں نسبی اشرف بھی کہ آپ کی چار پشتوں میں صحابیت ہے خود صحابی ماں باپ صحابی اولاد صحابی پوتے نواسے صحابی یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام میں نبوت علم۔ عالی نسبی جود و سخا۔ عدل۔ دین دنیا کی ریاست جمع ہیں۔ (مرقات) ❊

لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِيْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۝ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

ہم اس کے متعلق آپ سے نہیں پوچھتے فرمایا تو کیا عرب کے قبیلوں کے متعلق تم مجھ سے پوچھتے ہو[1] بولے ہاں فرمایا تم میں سے جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ عالم ہو جاویں[2] (مسلم بخاری) روایت ہے ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریف بیٹے شریف کے بیٹے شریف کے بیٹے شریف کے حضرت یوسف بیٹے یعقوب کے وہ بیٹے اسحاق کے وہ بیٹے ابراہیم کے[3] (بخاری) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے

[1] معادن جمع ہے معدن کی بمعنی کان۔ قبیلہ کو معدن کہتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کی کان ہوتا ہے یعنی کیا تم مجھ سے عرب کے قبائل کے متعلق پوچھتے ہو کہ کونسا قبیلہ اشرف ہے[2] یعنی اسلام لانے سے اعلیٰ خاندانی آدمی کی شرافت گھٹ نہیں جاتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ عالم باعمل بھی ہو جاوے تو صرف خاندانی مسلمان سے افضل ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ جو زمانہ کفر میں اپنی قوم میں اعلیٰ و افضل ہو وہ مسلمان ہو کر بھی اعلیٰ و افضل ہی رہے گا اسے نو مسلم یا دیندار سمجھ کر ذلیل نہ سمجھا جاویگا اگر وہ عالم باعمل بھی ہو جاوے تو اس کی شرافت کو اور چار چاند لگ جاویں گے مثلاً آج کوئی بڑا عزت والا پادری یا پنڈت مسلمان ہو جاوے تو اسے نو مسلم یا دیندار کہہ کر حقیر نہ جانو اس کی عزت و احترام باقی رکھو اور اگر وہ عالم ہو جاوے تو اس کا بہت احترام کرو یہاں فقہ سے مراد علم باعمل ہے۔ پھر بھی مطلب وہ ہی ہوا کہ شرافت علم و تقویٰ پر بھی موقوف ہے حسب و نسب دونوں کی شرافت کا اجتماع رب کی رحمت ہے[3] یعنی حضرت یوسف علیہ السلام میں جیسی شرافت تو یہ ہے کہ وہ خود کریم یعنی نبی اور تقویٰ و طہارت کے عالم ہیں نسبی شرافت یہ ہے کہ وہ تین پشت میں نبی زادے ہیں خیال رہے کہ پہلا الکریم الف سے پڑھا جاویگا باقی وہ بغیر الف یوں ہی نیچے ابن بغیر الف پڑھے جاویں گے کہ جب ابن دو صفتوں کے درمیان آوے تو بغیر الف پڑھا جاتا ہے (اشعہ مرقات)

قَالَ فِیْ یَوْمِ حُنَیْنٍ کَانَ اَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعَنَانِ بَغْلَتِهٖ یَعْنِیْ بَغْلَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشِیَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ قَالَ فَمَا رُئِیَ مِنَ

وہ حنین کے متعلق فرماتے ہیں[1]. کہ ابوسفیان ابن حارث آپ کے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ تو جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ اترے کہنے لگے میں سچا نبی ہوں

میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں[2]

فرماتے ہیں اس دن حضور

سے

[1] حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وسیع جنگل ہے حاضر ہے اس فقیر نے اس میدان کی زیارت کی ہے فتح مکہ کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا قبیلہ ہوازن سے یہ جنگ ہوئی۔ [2] یہ ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حضور کے اخیافی بھائی کو حلیمہ والی بنت ذویب سعدیہ کا دودھ انہوں نے بھی پیا ہے بڑے شاعر تھے زمانہ کفر میں حضور انور کے خلاف انہوں نے بہت اشعار کہے تھے جن کے جواب حضرت حسان نے دیئے تھے پھر اللہ نے اسلام کی توفیق دی تو بعد اسلام کبھی حضور کے سامنے سر نہ اٹھایا شرم کی وجہ سے فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ان سے کہا تھا کہ حضور کے سامنے جا کھڑے ہوؤ۔ اور یہ آیت پڑھو تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین چنانچہ انہوں نے یہ ہی کہا حضور انور نے فرمایا لاتثریب علیکم الیوم ۲۰ھ میں وصال ہوا عقیل ابن ابی طالب کے گھر میں دفن ہوئے حضرت عمر فاروق نے نماز پڑھائی یہ ابوسفیان وہ نہیں جو امیر معاویہ کے والد ہیں وہ تو ابوسفیان ابن حرب ابن صخر اموی ہیں (از مرقات) [3] غزوہ حنین میں اولًا مسلمانوں کو ہزیمت ہوگئی تھی قبیلہ ہوازن وغطفان نے حضور انور کے خچر کو گھیر کر حضور پر حملہ کرنا چاہا تب آپ خچر سے اترے اور تلوار سونت کر یہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مومن بھی ہیں بہادر بھی آپ کی اولاد بہادری میں مشہور بھی ہے۔ حضور انور نے ان کے اولاد ہونے پر فخر فرمایا یہ فخر کفار کے مقابلہ میں اظہار شجاعت کے لیئے تھا۔ لہذا بالکل درست تھا۔ مشرک باپ داداؤں پر فخر جائز نہیں اگر عبدالمطلب کافر مشرک ہوتے تو حضور ان کی اولاد ہونے پر فخر نہ فرماتے از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ حضور کے تمام آباؤ ۴

النَّاسِ يَوْمَئِذٍ أَشَدُّ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيْرُ الْبَرِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ إِبْرَاهِيْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ

زیادہ کوئی بہادر نہیں دیکھا گیا[1] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا۔ اے خلقت سے بہتر۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابراہیم ہیں[2]۔ (مسلم) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا تھا۔ میں اس کا بندہ ہی ہوں۔ تو کہو اللہ کے بندے

۴ اجداد کفر اور زنا سے محفوظ رہے۔

سلہ یعنی حضور کی شجاعت کے جوہر آج دیکھے گئے کہ ایسے نازک موقعہ پر بجائے بھاگنے کے سواری سے اتر کر پیدل ہو لیئے تلوار سونت کر ان ہزاروں کے مقابلہ میں اکیلے آ گئے۔

وہ موقعہ جب خضر آسمان بھی تھر تھراتی تھی محمد تھے کہ ان کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی

سلہ یعنی لفظ خیر البریہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سجتا ہے کہ وہ اللہ کے خلیل بھی ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے والد بھی کعبہ بنانے والے بھی مکہ بسانے والے بھی میری اصل بھی حضور انور کا یہ فرمان عالی تواضعًا ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کیلئے خیر البریہ ہیں حضرت خلیل اپنے زمانہ میں خیر البریہ تھے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں انا سید ولد آدم آدم ومن سواہ تحت لوائی وغیرہ کہ ان احادیث میں واقعہ کا ذکر ہے اور یہاں تواضع و انکسار کا اظہار جیسے کوئی بڑا آدمی اپنے سے ماتحت کا احترام کرے اللہ کرامے سلہ لاتطروا بنا ہے اطراء سے بمعنی مبالغہ کرنا۔ جھوٹی تعریف کرنا۔ حد سے بڑھانا۔ یعنی مجھے خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم جنسوں میں ہوتی ہیں رب تعالیٰ جنس سے پاک ہے یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں

وَرَسُوْلُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَبْغِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اللہ کے رسول ۔ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار مجاشعی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے وحی فرمائی کہ انکسار کرو۔ حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے (مسلم) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا

میں کیا تم میرے بارے میں وہ نہ کرو۔

اس کے معنی یہ نہیں کہ تم مجھے عبداللہ و رسولہ کے سوا اور کچھ نہ کہو نہ شفیع المذنبین کہو نہ رحمۃ للعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو عبدیت کے ماتحت ہوں الوہیت والی صفات مت بیان کرو لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں انا سید ولد آدم یا جیسے انا خطیبہم اذا صمتوا نہ یہ حدیث قرآن کریم کی آیات نعت کے خلاف ہے رب فرماتا ہے یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا حق یہ ہے کہ سوا ابن اللہ وغیرہ کے جو تعریف کر سکتے ہو کرو۔ امام بوصیری فرماتے ہیں ؎

دع ما ادعته النصاری فی نبیہم ۔۔۔ واحکم بما شئت من شرف ومن عظم

فان فضل رسول اللہ لیس لہ ۔۔۔ حد فیعرب عنہ ناطق بفم

نبی کریم کو ابن اللہ وغیرہ نہ کہو باقی جو کہہ سکتے ہو کہو کہ ہمارے الفاظ محدود ہیں حضور انور کے صفات غیر محدود ساری دنیا ساری عمر حضور کے صفات بیان کرے سمندر کا قطرہ بیان نہیں ہو سکتا کہ غیر محدود کو محدود کیسے بیان کرے ہمارے الفاظ محدود ہیں ۲۸ حرفوں میں حضور کے صفات لامحدود ہیں سبحان اللہ فیصلہ کر دیا ؎ آپ صحابی ہیں بصری ہیں حضور انور کو بڑے پیارے تھے خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔ ؎ اس حدیث میں حتی بمعنی کے ہے۔ یعنی عجز و انکسار اختیار کرو تاکہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب و خاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں۔ اور کوئی مسلمان

لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِآبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِّنْ جَهَنَّمَ أَوْ لَيَكُوْنُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِيْ يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِأَنْفِهِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ

قومیں اپنے مرے ہوئے باپ داداؤں پر فخر کرنے سے باز آجائیں جو باپ دادے دوزخ کے کوئلے ہیں[1] ورنہ وہ اللہ پر اس گندگی کے کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوجائیں گے جو اپنی ناک میں گندگی لگاتا ہے[2] یقیناً اللہ نے تم سے جاہلیت کا تکبر دور فرمایا اور باپ دادوں پر فخر دور فرمادیا[3]۔ انسان یا مومن متقی ہے یا کافر بدنصیب ہے[4] سارے لوگ حضرت آدم کی اولاد

ہو کسی بندے پر ظلم نہ کرے نہ مومن پر نہ کافر پر ظلم سب پر حرام ہے۔ مگر کبر و فخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔

[1] یعنی اگر تمہارے باپ دادے کافر تھے تو وہ یقیناً دوزخ کے کوئلے ہیں اگر مومن تھے تو ممکن ہے کہ ان کا خاتمہ خراب ہوا ہو اور وہ دوزخ کے کوئلے بن چکے ہوں ان کے خاندان پر فخر کرنا بڑی ہی حماقت ہے اگر فخر کرو تو حضور کے اُمتی ہونے پر کہ اللہ تعالٰی نے ہم گنہگاروں کو ان کا دامن نصیب فرمایا۔

بریں نازم کہ ہستم امت تو — گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

[2] جُعَل ج کے پیش ع کے فتحہ سے گندگی کا کیڑا جسے عرب خنفسار کہتے ہیں اردو والے گبریلا یہ دہدہ بنا ہے دہدہ سے بمعنی لوٹنا خراء پاخانہ یعنی جیسے گبریلا کیڑا گندگی میں لوٹتا اسے اپنی منہ ناک پر ملتا ہے اور خوش ہوتا ہے مگر دنیا اس سے گھن کرتی ہے یہ ہی تمہارا حال ہوجاویگا کہ تم اکڑ میں رہو گے دنیا تمہیں ذلیل سمجھے گی [3] یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ باپ داداؤں پر فخر کرتے تھے اللہ تعالٰی نے تمہیں اسلام کی توفیق دے کر تم سے یہ عیب دور فرمادیا [4] اس سے معلوم ہوا کہ انسان دو ہی قسم کے ہیں یا مومن یا کافر درمیان میں درجہ کوئی نہیں جو نہ مومن ہو نہ کافر [5] سبحان اللہ کس پاکیزہ طریقہ سے سمجھایا کہ کسی کی پیدائش سونے چاندی سے نہیں ہے۔ سب مٹی سے پیدا ہوتے ہیں پھر فخر کیسا۔ اور تکبر کس چیز پر۔ ہاں اعمال اچھے کرو اچھے ہو جاؤ گے۔

تُرَابٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ
عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیْرِ قَالَ اِنْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِ بَنِیْ عَامِرٍ
اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَیِّدُنَا
فَقَالَ السَّیِّدُ اللّٰہُ فَقُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَاَعْظَمُنَا طَوْلًا
فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَکُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِکُمْ وَلَا یَسْتَجْرِیَنَّکُمْ

ہیں اور آدم مٹی سے ہیں (ترمذی۔ابوداؤد) روایت ہے حضرت مطرف بن عبداللہ ابن شخیر
سے [1] فرماتے ہیں کہ میں بنی عامر کے وفد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا [2]
تو ہم نے کہا کہ آپ ہمارے سید ہیں۔ فرمایا سید تو اللہ ہے [3]۔ ہم
نے عرض کیا کہ آپ ہم سب میں بڑی بزرگی والے اور
بڑے عطا والے ہیں [4]۔ تو فرمایا کہ اپنی یہ بات یا بعض
بات کہو اور تم کو شیطان بے باک

[1] مطرف تابعی بصری ہیں بڑے متقی پرہیزگار تھے ۸۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی آپ کے والد عبداللہ ابن شخیر صحابی ہیں۔
[2] وفد وہ جماعت کہلاتی تھی جو اپنی ساری قوم کی طرف نمائندہ بن کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتی تھی اور ایمان قبول کرتی اسکا ایمان ساری قوم کا ایمان ہوتا حضرت مطرف قبیلہ بنی عامر کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے
[3] سید بہت معنی میں آتا ہے۔ سردار۔ مالک۔ مولی۔ خاوند۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَ اَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ وہاں سید بمعنی خاوند ہے ان لوگوں نے حضور انور کو سید بمعنی سردار کہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی کو سید بمعنی مالک و خالق فرمایا یہ خصوصی ارشاد ہے لہذا ہم لوگ اللہ تعالٰی کو عموماً سید نہیں کہہ سکتے خیال رہے کہ ان حضرات نے حضور انور کو سید کہا لفظ سید ہر سردار پیشوا کو کہا جاتا ہے انھیں چاہیئے تھا کہ حضور کو رسول اللہ نبی اللہ کہتے یہ خطاب کسی سردار کے لیے نہیں ہوتا اس لیے انھیں نہایت اخلاق کے ساتھ اس سے روک دیا گیا یہ ممانعت اس عارضہ کی وجہ سے ہے لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو سید المرسلین وغیرہ نہ کہا جاوے نہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ (از اشعۃ اللمعات) لہذا خدا تعالٰی کو سید کہنا ہمارے لیے ہرگز جائز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المرسلین وغیرہ کہنا جائز ہے [4] طول کے بہت معنی ہیں دوستوں پر عطا۔ دشمنوں پر غالب سنت و عبادت میں زیادتی یہاں بمعنی عطا و غلبہ ہے (مرقات و اشعہ) یعنی آپ تمام مخلوق میں زیادہ

الشَّيْطَانُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاؤُدَ ◆ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَرَمُ التَّقْوٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ

ذکر دے لے (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب مال ہے۔ اور کرم پرہیزگاری ہے[2] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو جاہلیت کی نسبتوں سے اپنے کو منسوب کرے

وجو اہل سنی ہیں کفار پر غالب ◆ [1] اور یہ جملہ متکلم میں بہت احتمال ہیں قوی یہ ہے کہ یہ بنا ہے جرأت سے بمعنی دلیری اور بے باکی استجہاد کے معنی ہیں دلیر بیباک کر دینا یعنی شیطان تم کو میری تعریف میں دلیر نہ کر دے کہ تم میری وہ تعریف کرو جو کفر یا شرک ہے جیسے تم مجھے خدا کا بیٹا یا خدا کہنے لگ جاؤ میری تعریف عبدیت کے دائرے میں کرنا لہذا اس حدیث کے معنی یہ نہیں کہ میرے فضائل ہی بیان نہ کرو حضور کی نعت گوئی ثنا خوانی حضرات صحابہ کرتے تھے حضور سنتے تھے خوش ہوتے تھے ان نعتیہ قصیدوں میں حضور کی ایسی تعریفیں ہوتی تھیں کہ سبحان اللہ اس جملہ کی یہی شرح مرقات و اشعہ نے کی ہے لہذا اس حدیث سے کوئی دھوکا نہ کھائے دن رات حضور کی نعت پڑھے حمد باری سنت رسول اللہ سنت الہیہ ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور کی بہت نعت فرمائی ہے اعلیحضرت نے فرمایا ؎

حق تعالیٰ جس کی کرتا ہے ثنا — مرتے دم تک اسکی مدحت کیجئے

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — اس پیارے سے محبت کیجئے

[2] یعنی دنیاوی عزت مال ہے کہ مالدار شریف مانا جاتا ہے لیکن آخرت کی عزت نیک اعمال سے ہے تم کو چاہیئے کہ آخرت کی عزت اختیار کرو کہ فانی عزت بیکار ہے باقی عزت مفید ہے سبحان اللہ کیا پاکیزہ فرمان ہے۔ دین و دنیا ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں کہ ایک کا وزنی ہونا دوسرے کا ہلکا پڑنا ہے ◆

فَاَعِضُّوْهُ بِهَنِ اَبِيْهِ وَلَا تَكْنُوْا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ
وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ اَبِيْ عُقْبَةَ وَكَانَ
مَوْلًى مِّنْ اَهْلِ فَارِسَ قَالَ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
فَقُلْتُ خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِيُّ فَالْتَفَتَ
اِلَيَّ فَقَالَ هَلَّا قُلْتَ خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِيُّ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰى

تو اس کے منہ میں اس کے باپ کی شرمگاہ دیدو اور کنایہ نہ کرو[1] (شرح سنہ) روایت ہے
عبدالرحمٰن بن عقبہ سے وہ حضرت ابی عقبہ سے راوی[2] اور وہ فارسی غلام سے تھے۔
فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد میں حاضر ہوا تو میں نے مشرکین میں
سے ایک شخص کو مارا تو میں نے کہا اسے لے مجھ سے میں فارسی غلام ہوں[3] تو میری طرف رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا فرمایا تم نے کیوں نہ کہا کہ مجھ سے یہ لے اور میں انصاری
غلام ہوں[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ اپنے قوم کی ناحق

[1] یعنی جو مسلمان اپنے کافر باپ داداؤں کی نسبت پر فخر کرے کہ فلاں کی اولاد سے ہوں۔ فلاں خاندان سے ہوں تو اس سے صاف صاف کہہ دو کہ اپنے باپ کا ذکر چوس یا یہ مطلب ہے کہ تم کفار کے عیوب بت پرستی کی برائیاں بیان کرو۔ کہ تمہارے باپ دادا کے عقیدے اعمال ایسے گندے تھے تم ان کی نسبت پر فخر کیوں کرتے ہو۔ [2] یہ عبدالرحمٰن تابعی ہیں ان کے والد ابو عقبہ صحابی ہیں یہ اہل فارس سے تھے جبیر ابن عتیق انصاری کے آزاد کردہ غلام تھے لہذا نسبًا فارسی تھے گو ولاءت کے لحاظ سے انصاری تھے ان کا نام رشید ہے کنیت ابو عقبہ۔ [3] یعنی میں نے اپنے فارسی النسل ہونے پر فخر کرتے ہوئے کافر پر حملہ کیا۔ [4] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی ہونے پر فخر کرنے پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ اپنے کو مسلمانوں کی طرف نسبت کرو اس پر فخر کرو۔ اس زمانہ میں اہل فارس کفار تھے اب وہاں اسلام عام شائع ہے۔ اور عام لوگ مسلمان ہیں۔

غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِيْ رُدِّيَ فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ وَعَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْعَصَبِيَّةُ قَالَ اَنْ تُعِيْنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ مَا لَمْ يَاْثَمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

پر مدد کرے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو گڑھے میں گر گیا تو اسے اس کی دم سے اوپر کھینچا جاوے [1]۔ روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ تعصب کیا چیز ہے۔ فرمایا یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرو [2]۔ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سراقہ ابن مالک ابن جعشم سے [3] فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے کنبہ سے دفاع کرے جب تک کہ گناہ نہ کرے [4] (ابوداؤد)

موجب ہے کیونکہ قوم کا اصل انھیں میں سے ہوتا ہے اس لیے انھیں غلام انصاری فرمایا گیا لہذا اس کا مطلب واضح ہے۔

[1] یعنی جو اپنی ظالم قوم کی بیجا حمایت کرکے ان کی عزت و عظمت قائم کرنا چاہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی کنویں میں گرے ہوئے اونٹ کو اس کی دم سے کھینچ کر نکالنے کی کوشش کرے اس فرمان عالی میں فاسق قوم کو گرے اونٹ سے تشبیہ دی گئی ان کے فسق و کفر کو کنویں سے جس میں وہ گرے ہیں اس شخص کا اس قوم کی حمایت کرنا گویا اسے دم پکڑ کر نکالنا ہے جیسے کنویں میں گرا۔ اونٹ دم کے ذریعہ نہیں نکل سکتا ویسے ہی فاسق و بدکار ذلیل قوم ایسی تعریفوں سے عزت نہیں پاتی اگر تم انھیں عزت دینا چاہتے ہو تو ان کو گناہوں سے روکو راہ راست پر لگادو۔
[2] اس حدیث کی شرح اگلی حدیث میں آرہی ہے یعنی اپنی قوم سے محبت کرنا ان کی مدد کرنا لوگوں کے طعنہ دفع کرنا تعصب نہیں بلکہ برائی پر ان کی مدد کرنا یہ ہے تعصب یہ ہی ممنوع ہے کیونکہ اس میں گناہ پر مدد ہے اور گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے [3] یہ ہی سراقہ ہیں رضی اللہ عنہ جو ہجرت کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں گئے تھے انھیں کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا تھا یہ کنانی ہیں بڑے شاعر تھے دل سے تو وہاں ہی ایمان لے آئے تھے مگر اپنا ایمان فتح مکہ کے دن ظاہر کیا اس لیے آپ کو فتح کے دن کا مومن کہا جاتا ہے مقام قدید میں رہتے تھے۔ پھر مدنی بن گئے تھے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ

روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جو تعصب کی طرف دعوت دے[1]۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جو تعصب میں لڑے[2]۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جو تعصب پر (قوم پرستی پر) مرے[3] (ابوداؤد)۔ روایت ہے ابو درداء سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کسی چیز سے تیری محبت اندھا بہرا کردیتی ہے[5]

(ابوداؤد)

۵۴ھ میں وفات پائی۔

۱؎ یعنی اپنی قوم کو ظالموں سے بچانے والا ان سے لوگوں کے ناجائز حملے دفع کرنے والا ان کی مدد کرنے والا نہ متعصب ہے نہ گنہگار بلکہ ثواب کا مستحق ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وات ذالقربٰی حقہ ہاں گناہ پر ان کی مدد کرنے والا گنہگار بھی ہے متعصب بھی رب تعالٰی فرماتا ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

۲؎ اس طرح کہ اپنی ظالم قوم کی حمایت کے لیئے لوگوں کو جمع کرے تاکہ وہ سب اس ظلم پر اسی قوم کی مدد کریں ایسا شخص ہماری جماعت ہماری سنت سے خارج ہے یہ مطلب نہیں کہ ہمارے دین ہماری ملت سے خارج ہے کہ گناہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا

۳؎ یعنی اپنی ظالم قوم کی حمایت میں ظلم پر مدد کرے اسے چاہیئے تھا کہ اپنی قوم کو ظلم سے روکتا یہ الٹی ان کی حمایت کرتا ہے۔

۴؎ یعنی اپنی ظالم قوم کی حمایت و محبت و ہمدردی کرتا کرتا مرے غرضکہ ظلم پر مدد ظلم کی حمایت ظلم سے محبت سب ہی برابر ہے۔

۵؎ سبحان اللہ کیسا پیارا اور وسیع فرمان ہے مطلب یہ ہے کہ جب تجھے کسی سے محبت ہوگی تو تجھے اس کے عیب نظر نہیں آئیں گے تو اس کے خلاف بات نہ سن سکے گا لہذا تو بروں سے محبت نہ کرنا کہ تو اندھا بہرا نہ بن جائے یا یہ مطلب ہے کہ محب کو پیارے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا پیارے کی باتوں کے سوا اور کسی کی بات پسند نہیں آتی لہذا اچھوں سے محبت کرو تاکہ تمہاری آنکھوں میں ان کا ہی جمال رہے ان ہی کی سنو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ كَثِيْرٍ الشَّامِیِّ مِنْ اَهْلِ فِلَسْطِيْنَ عَنْ اِمْرَاَةٍ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهَا فُسَيْلَةُ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِیْ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ قَالَ لَا وَلٰكِنْ

تیسری فصل - روایت ہے حضرت عبادہ ابن کثیر شامی سے[1] جو فلسطین والوں سے ہیں وہ ان کی ایک عورت سے راوی - جسے فسیلہ کہا جاتا ہے[2] انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ بھی تعصب سے ہے کہ کوئی شخص اپنی قوم سے محبت رکھے فرمایا نہیں لیکن

تو یہ ہی اصل ایمان ہے شعر

تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا ... حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا ... تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

عربی شاعر کہتا ہے

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة ... ولکن عین السخط تبدی مساویا

ویقبح من سواك الفعل عندی ... فتفعله فیحسن منك ذالك

[1] حاشیہ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ ان کا نام عباد ابن کثیر شامی ہے عبادہ نام نہیں ہے واللہ اعلم فلسطین مشہور ملک ہے جس میں بیت المقدس واقع ہے یہ علاقہ شام اور اردن سے ملا ہوا ہے اور فلسطین عراق کے ایک شہر کا نام بھی ہے ان راوی کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ [2] فسیلہ ف کے پیش اور سین کے فتح سے اس کے لغوی معنی ہیں کھجور کا چھوٹا درخت یہ بی بی تابعیہ ہیں ان کا نام جمیلہ بنت واثلہ ابن اسقع ہے حضرت واثلہ صحابی ہیں (از تقریب، حاشیہ اشعہ) فسیلہ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ [3] یعنی فسیلہ کے والد حضرت واثلہ ابن اسقع نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اپنی قوم سے محبت کرنا گناہ ہے یہ بھی تعصب کی ایک قسم ہے؟

مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ رَوَاهُ
اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْسَابُكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ
بِمَسَبَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ كُلُّكُمْ بَنُوْ اٰدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ
لَمْ تَمْلَؤُوْهُ لَيْسَ لِاَحَدٍ عَلٰى اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا
بِدِيْنٍ وَتَقْوٰى كَفٰى بِالرَّجُلِ اَنْ يَّكُوْنَ
بَذِيًّا فَاحِشًا بَخِيْلًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ

تعصب سے یہ ہے کہ کوئی شخص ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے[1] (احمد
ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں۔ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے یہ نسب کسی پر گالی کا
سبب نہیں ہیں[2] ۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ جیسے صاع کی چیز
صاع سے ہے۔ جسے اس نے بھرا نہ ہو[3] کسی کو کسی پر بزرگی نہیں
مگر دین اور تقوی سے انسان کے لیئے یہ شرم و عار
کافی ہے کہ وہ بدزبان فحش گو کنجوس ہو[4]
(احمد، بیہقی)

[1] یعنی اپنی قوم کی ناحق بات کو حق کہنا اگرچہ وہ دوسری قوم کے آدمی پر ظلم کرے تو اس ظالم کی حمایت کرنا صرف اسلئے کہ وہ اپنی قوم کا آدمی ہے یہ ہے تعصب یہ بڑا جرم ہے یہ بیماری آج مسلمانوں میں بہت ہی ہے قومی تعصب صوبائی تعصب بہت ہے اسلئے اسنے مسلمان قوم کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے سارے مسلمان ایک قوم ہیں خواہ کسی نسب کے ہوں۔ یا کسی ملک کے [2] یعنی کوئی شخص کسی کو نسب کی گال نہ دے نسب کا عار نہیں جیسے کہا جاتا ہے او جولاہے او نائی وغیرہ یہ حرام ہے نسب کو گالی نہ بناؤ یہ مرض بھی مسلمانوں میں بہت ہے [3] طف ط کے فتحہ ف کے شد سے بمعنی کم ہونا کرنا اسی سے ہے تطفیف یعنی کم تولنا رب تعالٰی فرماتا ہے ویل للمطففین۔ اصطلاح میں طف وہ چیز ہے جو صاع وغیرہ پیمانہ میں بھری جاوے مگر اسے پر نہ کرے کچھ خالی رہے مطلب یہ ہے کہ ہر انسان پورا کامل انسان نہیں اس میں کچھ کمی و نقصان ضرور ہے جیسے صاع پیمانہ کا طف کہ اس میں کمی ہوتی ہے [4] یعنی یہ خصلتیں شرم و عار کی چیزیں ہیں نہ کہ محض نسب لہٰذا ان عیوب سے بچنے کی ۲

شُعَبِ الْإِيْمَانِ ﴿ بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ وَفِيْ

شعب الایمان ، نیکی اور صلہ رحمی کا بیان[1] پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اچھے برتاوے کا زیادہ حقدار کون ہے[2] فرمایا تمہاری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تمہاری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تمہاری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تمہارا باپ[3]۔ اور ایک

۴ کوشش کرو نسب پر طعن کیا ۔

۱؎ بر ب کے کسرہ ر کے شد بمعنی نیکی و بھلائی یہاں اس سے مراد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا ہے جس کا مقابل ہے عقوق یعنی نافرمانی، صلہ بنا ہے وصل سے بمعنی ملنا ملانا یہاں اس سے مراد ہے رحمی قرابت داروں پر احسان اور ان سے سلوک کرنا کہ اس سے عزیزوں کے دل مل جاتے ہیں۔ بر کا اسم فاعل بار ہے جمع بررہ صلہ کا اسم فاعل واصل ہے جمع وصلہ اور واصلین ۔ ۲؎ صحابہ صاد کے کسرہ سے بمعنی مدد یا برتاؤ خدمت اسی سے ہے صحبت وہمراہی جو الفت ۔ خدمت مدد کے ساتھ ہو۔ اس لیے جن کفار نے حضور انور کے ساتھ مجالس کی انہیں صحابی نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمراہی الفت وخدمت کے ساتھ نہ تھی یعنی میرے رشتہ دار قریبی دور کے بہت ہیں اچھا برتاؤ کسی سے کروں اس کا کون مستحق ہے ۔ ۳؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے باپ ایک احسان ۔ پیٹ میں رکھنا ۔ جننا ۔ پرورش کرنا ۔ باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے بیٹا ماں باپ دونوں کی خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں ادب واحترام باپ کا زیادہ کرے خدمت وانعام ماں کی زیادہ (اشعہ) ماں باپ کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے ۔ مالی وبدنی خدمت کرے یعنی اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ کرائے بلکہ خود کرے ۔ ان کا ہر جائز حکم مانے انہیں نام لے کر نہ پکارے اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے ۔ اگر قبول نہ کریں تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے ۔ ان کی سختی پر تحمل کرے یہ آداب قرآن مجید میں اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے عمل شریف میں مذکور ہیں اس کے متعلق ہماری تفسیر نعیمی کا مطالعہ فرماؤ ۔

روایت قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَسْمَاءَ

روایت میں ہے کہ فرمایا تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں۔ پھر تمہارا باپ پھر تمہارا قریبی پھر قریبی[1]۔ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کی ناک رگڑ جاوے۔ اس کی ناک رگڑ جاوے[2]۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس کی فرمایا اس کی جو اپنے ماں باپ کو پائے کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں۔ پھر جنت میں نہ چلا جاوے (مسلم) روایت ہے حضرت

[1] یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کے عزیزوں کے حق بھی ادا کرے کہ چچا ماموں دادا نانا بہن بھائی وغیرہم کے حقوق ادا کرے۔ [2] یعنی وہ ذلیل ہوجاوے وہ ذلیل ہوجاوے وہ ذلیل ہوجاوے ناک رگڑنے سے مراد ذلت وخواری ہے ناک رگڑنے سے مراد ذلت وخواری ہوتی ہے۔ [3] احدہما اور کلاہما یہ دونوں عند الکبر کا فاعل ہیں لہذا مرفوع ہیں یعنی انہیں اس حال میں پائے کہ وہ دونوں یا ایک بڑھاپے کی قید اس لیے لگائی کہ اس وقت ہی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں بوڑھے کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے وہ کریم سفید داڑھی بالوں والے بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں پھیرتا اولاد کو چاہیئے کہ ایسے وقت اور ایسے وقت کی خدمت کو غنیمت جانیں۔ [4] یا اس طرح کہ ان کی نافرمانی کرے یا اس طرح کہ ان کی خدمت میں کمی کرے یا اس طرح کہ انہیں سخت جواب دے۔ خیال رہے کہ بڑھاپے میں طبیعت چڑچڑی ہوجاتی ہے غصہ بڑھ جاتا ہے اس وقت ان کی سخت بات برداشت کرے ان کی سختی کی پرواہ نہ کرے سمجھے ان کی مت کٹ گئی ہے ان شاء اللہ دونوں جہان میں آرام پائے گا قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ بڑھاپے کا ذکر اسلئے بار بار ہوتا ہے کہ وہ وقت تو سنبھالنے کا ہے جس نے وہ وقت سنبھال لیا اس نے کمائی کرلی ایسے آڑے وقت میں ان پر دل کھول کر خرچ بھی کرے ان کی خدمت بھی کرے ان کے لیے دعائیں بھی کرے بچپن میں یہ مجبور تھا تو ماں باپ نے اسے سنبھالا مر

بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِکَةٌ فِیْ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَهِیَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِیْهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ فُلَانٍ لَیْسُوْا لِیْ

اسماء بنت ابی بکر سے فرماتی ہیں کہ میری ماں آئیں جب کہ وہ قریش میں مشرکہ تھیں[1] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں میرے پاس آئی ہیں۔ وہ دین سے دور ہیں[2] کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں فرمایا ہاں کرو[3] (مسلم بخاری)۔

روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ فلاں قبیلہ میرے دوست نہیں[4]

اور وہ مجبور ہیں تو یہ انہیں سنبھالے اللہ کی رحمت اسے سنبھالے گی (مرقات وغیرہ)۔

[1] صلح حدیبیہ کے بعد کفار مکہ مدینہ منورہ آنے جانے لگے تھے اس دوران میں حضرت ابوبکر صدیق کی پہلی بیوی حضرت اسماء کی والدہ آئیں۔

[2] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں راغمۃ ہے میم سے مگر اکثر نسخوں میں راغبۃ ب سے ہے راغمۃ میم سے بمعنی عاجزہ ذلیل، خوار، مسکین، وغریب یعنی وہ میرے پاس عاجزہ و محتاج ہو کر آئی ہے میرے مال کی حاجتمند ہے راغبۃ ب سے ہو تو اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ بمعنی رغبت خواہش ہو یعنی وہ میرے مال میری خدمت کی خواہش مند ہے دوسرے یہ کہ بمعنی بے رغبتی و روگردانی ہو یعنی وہ اسلام سے بے رغبت ہے اسے اسلام کی طرف رغبت و میلان نہیں اگر رغبت کے بعد الی ہو تو بمعنی میلان ہوتی ہے اگر عن ہو تو بمعنی بے رغبتی۔

[3] معلوم ہوا کہ کافر و مشرک ماں باپ کی بھی خدمت اولاد پر لازم ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ مشرک باپ کو بتخانہ لے نہ جائے مگر جب وہاں پہنچ چکا ہو تو وہاں سے گھر لے آئے کہ لے جانے میں بت پرستی پر مدد ہے اور لے آنے میں خدمت ہے۔ دوسرے عزیز و قرابت دار بھی اگر مشرک و کافر ہو مگر محتاج ہوں تو ان کی مالی خدمت کرے (از اشعہ)

[4] ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے ان کا نام لیا تھا مگر راوی نے نام نہ لیا کیونکہ وہ لوگ اس وقت برسر اقتدار تھے۔ ان سے خطرہ تھا۔ بہرحال اس سے مراد یا ابولہب کی اولاد ہے یا ابوسفیان کی اولاد یا حکم ابی العاص

بِأَوْلِيَاءَ إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ

میرے دوست اللہ تعالٰی اور نیک کار مسلمان ہیں[1] لیکن ان کا رشتہ رحمی ہے۔ جس کی تری سے ہی تر کروں گا[2] (مسلم بخاری) روایت ہے مغیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے حرام فرمایا ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کا زندہ دفن اور روک رکھنا لاؤ لاؤ کرنا اور ناپسند کیا زیادہ قیل و قال بہت سوال[3] بربادی

کی اولاد مگر قوی یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے قریشی ہاشمی تمام قوموں کو شامل ہے درتبات جو بھی اسلام سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ جاوے وہ حضور کا دوست نہیں ❊

[1] خلاصہ یہ کہ متقی مسلمان خواہ کسی خاندان کا ہو مجھے پیارا ہے کافر و بے ایمان اگرچہ ہماری نسل سے ہو مردود ہے قرآن حکیم فرماتا ہے ان اولیاؤہ الا المتقون [2] خیال رہے کہ صلہ رحمی کرنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کو بلل یعنی تری کہتے ہیں کیونکہ تری سے چیز جڑتی ہے خشکی سے ٹوٹ جاتی ہے یوں ہی سلوک کرنے سے دل جڑتے ہیں بدسلوکی سے دل ٹوٹ کر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

[3] چونکہ بمقابلہ باپ ماں کا حق زیادہ ہے نیز ماں کمزور دل ہے بہت جلد رنجیدہ ہو جاتی ہے یا اکثر اولاد ماں سے ہی ضد کرتی ہے اس کا حکم نہیں مانتی اس لیے صرف ماں کا ذکر فرمایا ورنہ باپ کی نافرمانی بھی ممنوع ہے اہل عرب زندہ بچیوں کو دفن کر دیتے تھے۔ ہات کے معنی یہ ہیں کہ ہمیشہ لیتے رہنا کبھی کسی کو دینا نہیں۔ چاہیے یہ کر لینا سیکھے تو دینا بھی سیکھے بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں واجب حقوق ادا نہ کرنا حرام کمائی سے پرہیز نہ کرنا۔

[4] یعنی ہر حکم کی وجہ پوچھنا عمل نہ کرنا۔ یا زیادہ بولنا لوگوں سے مانگتے رہنا ❊

الْمَالِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

مال کو[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ کبیرہ سے ہے کسی شخص کا اپنے ماں باپ کو گالی دینا[2] صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے[3] یہ کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے۔ اور یہ کسی کی ماں کی گالی دے تو وہ اس کی ماں کو گالی دے[4] (مسلم بخاری)

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] حرام رسموں میں مال خرچ کرنا۔ فضول خرچی ہے مال اور شاہانہ سال کی بربادی ہے اچھا کھانا پینا جبکہ اس میں اسراف اور تکبر نہ ہو بالکل جائز ہے یہ فرمان عالی جامع کلمات میں سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ بلا تکلف ہم وزن الفاظ لا بولنا ممنوع نہیں درتحات[2] یعنی اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو گالی دینا ہے[3] فرمایا ہاں ہے۔۔۔ یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کو گالی دے سبحان اللہ زمانہ قدوسیوں کا تھا کہ یہ جرم ان کی عقل میں نہ آتا تھا اب تو کھلم کھلا نالائق لوگ اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں ذرا شرم نہیں کرتے[4] خیال رہے کہ سب ہر قسم کے برا کہنے کو کہتے ہیں گالی ہو یا اور نہ کچھ مگر شتم گالی کو کہا جاتا ہے۔ کبھی سب بمعنی شتم آتا ہے اور شتم بمعنی سب کسی سے کہا تیرا باپ احمق ہے یہ سب ہے کسی سے کہا تیرا باپ زانی ہے حرامی ہے یہ شتم ہے مطلب یہ ہے کہ کسی کے بزرگوں کو تم برا نہ کہو تاکہ وہ تمہارے بزرگوں کو برا نہ کہے یہی حکم اولاد و عزیزوں کے متعلق ہے تم کسی کی بیٹی بہن بھائی کو گالی نہ دو تاکہ وہ تمہاری بیٹی بہن بھائی کو گالی نہ دے جیسے کہو گے ویسی سنو گے بہت اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے کسی نے کیا خوب کہا۔ شعر

گر بمادر خویش حرمت داری   دشنام مکن بہ مادر من

وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ
بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ
يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ

سے کہ بہترین بھلائیوں میں سے کسی شخص کا اپنے باپ کے غائب ہونے کے بعد اس کے محبت والوں سے سلوک کرنا ہے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چاہے کہ اس کے رزق میں وسعت دی جاوے اور اس کی موت میں دیر کی جاوے[2] تو وہ صلہ رحمی کرے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے مخلوق پیدا فرمائی[3] جب اس سے فارغ ہوا

ابن ابی الدنیا میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعًا ہے کہ کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرنا اسے بہتان لگانا گناہ کبیرہ میں سے ہے (مرقات)؛

[1] یعنی عام ہے جس میں سفر موت دونوں داخل ہیں یعنی جب ماں باپ سفر میں گئے ہوں یا وفات پا چکے ہوں تو ان کے دوستوں کو اپنا باپ سمجھنا ان سے سلوک کرنا اس لیے کہ یہ ہمارے والدین کے دوست ہیں۔ [2] نساء کہتے ہیں دیر لگانے کو اسی لیے ادھار کو نسیہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں دیر سے ملتا ہے اثر کہتے ہیں نشان قدم کو مرنے سے نشان قدم جاتے رہتے ہیں کیونکہ پھر انسان چلتا پھرتا نہیں۔ پھر زندگی کو اثر کہنے لگے کیونکہ زندگی میں نشان قدم زمین پر پڑتے ہیں موت میں دیر لگانے سے مراد ہے عمر دراز دینا یعنی جو رزق میں برکت عمر میں درازی چاہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے خیال رہے کہ تقدیر تین قسم کی ہے۔ مبرم، معلق، متشابہ بمبرم۔ تقدیر مبرم میں کمی بیشی ناممکن ہے مگر باقی دو تقدیروں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے دعا نیک اعمال سے عمر بڑھ جانے اور بددعا، بدعملی سے عمر گھٹ جانے کا یہی مقصد ہے کہ آخری دو قسم کی عمریں گھٹ بڑھ جاتی ہیں ہم یہ مسئلہ باب القدر میں بیان کر چکے ہیں۔ اور تفسیر نعیمی کے پہلے پارہ میں بھی عرض کر چکے۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہو گئی۔ [3]

مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَيِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو رحم اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے رحمان کا دامن کرم پکڑ لیا۔ رب نے فرمایا کیا ہے عرض کیا یہ جگہ ہے اس کی جو توڑے جانے سے تیری پناہ لے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اس سے اور جو تجھے توڑے اسے توڑ دوں بولا ہاں اے رب فرمایا تو ایسا ہی ہے (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وفات یافتہ لوگ جی جاتے تھے اور زندہ ہستے تھے۔ ۱؎ یہاں خلق سے مراد یا تو پیدائش کا فیصلہ فرمانا ہے یا اندازہ لگانا لہذا حدیث واضح ہے۔ ۲؎ حقو کہتے ہیں کمر کو جہاں کمربند یا تہبند باندھا جاتا ہے عرب والے جب کسی کی پناہ لیتے یا اس سے کچھ ضروری عرض معروض کرنا چاہتے تھے تو اس کی کمر سے لپٹ جاتے تھے یہاں وہ ہی استعارہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ رحم سے مراد رحمی رشتہ داری ہے اس عالم میں ہر چیز کی شکل ہے لہذا یہ رشتہ داری ایک خاص شکل میں تھی اور اس نے صاف صاف یہ عرض کیا قیامت میں ہمارے اعمال قرآن رمضان کی خاص شکلیں ہوں گی وہ کلام کریں گے۔ لہذا حدیث واضح ہے بعض شارحین نے کہا کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے کہ اسے بغیر سمجھے ہی مان لو۔ ۳؎ لفظ مَہْ مخفف ہے ما ہذا کا۔ یا اسم فعل ہے یا اصل میں لفظ ما تھا۔ ۷؎ وقف کی ہے مطلب یہ ہی ہے کہ تو کیا کہتا ہے ۵؎ رحم توڑے جانے سے مراد ہے حقوق قرابت ادا نہ کرنا یعنی اس بات سے تیری پناہ لیتا ہوں کہ کوئی میرے حق ادا نہ کرے ۶؎ یعنی جو شخص اپنے اہل قرابت کے حق بالکل ادا نہ کرے اور دوسری عبادتیں کریگا۔ وہ مجھ تک نہ پہنچ سکے گا اور جو حقوق ادا کرے گا اگرچہ گنہگار ہوگا وہ میرے رحمت میں داخل ہوگا۔ بلکہ اسے دنیا ہی میں اور نیکیوں کی توفیق بھی مل جاوے گی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داری کے حقوق ادا کرنا واجب ہے قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے صلہ رحمی کے بہت درجے ہیں جتنا رشتہ قوی اتنے ہی حقوق زیادہ یہ ضرور خیال رہے۔

الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ مُّتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ

کہ رحم بنا ہوا ہے رحمٰن سے[1] رب نے فرمایا ہے کہ جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا[2] اور جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا[3] (بخاری) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رشتے توڑنے والا جنت میں نہ جائے گا[4] (بخاری مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم عرش سے لٹکا ہوا ہے[5] کہہ رہا ہے کہ جو مجھے جوڑے اللہ اسے جوڑے اور جو مجھے توڑے اللہ اسے توڑ دے گا[6] (مسلم بخاری) روایت ہے

[1] یعنی رشتہ رحم رحمٰن سے بنا ہے لہذا رحم کا رحمٰن سے بہت گہرا تعلق ہے شجنہ درخت کی رگیں جو ایک دوسرے میں گتھی ہوئی ہوں مطلب یہ ہے کہ رحمٰن اور رحم کا آپس میں گہرا تعلق ہے (مرقات) جو رحم کے حقوق سے الگ ہو وہ خدا تعالیٰ سے الگ ہوا [2] یعنی جو رشتہ داروں سے الگ رہے گا مجھ سے الگ رہے گا [3] رحم توڑنے سے مراد ہے رشتہ داری کے حقوق ادا نہ کرنا رب تعالیٰ کے اس کو توڑنے سے مراد ہے اپنی رحمت سے دور کر دینا یعنی جو رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرے گا وہ اللہ کی رحمت سے دور رہے گا [4] عرش سے مراد یا تو عرش اعظم ہی ہے یا بلند مقام پہلا احتمال قوی ہے یعنی رشتہ داروں کا حق قرابت کا تعلق دور رہے گا۔ [5] اس عبارت کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ جو رشتہ داروں کا حق ادا کریگا اللہ سے قرب پائیگا اور جو ادا نہ کرے گا یا ان پر ظلم کرے گا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جاویگا ایک گفتگو ہے کہ رشتہ داروں کی حد کہاں تک ہے جن کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں بعض علماء نے فرمایا کہ جن سے نکاح حرام ہے وہ ذی رحم ہیں لہذا چچازاد خالہ زاد ذی رحم نہیں بعض نے فرمایا کہ جن دو کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے وہ ذی رحم ہیں بعض کے نزدیک جن کو میراث پہونچ سکے وہ ذی رحم ہے لہذا والدین۔ اولاد بھائی بہن چچا ماموں۔ ان کی اولاد سب ذی رحم ہیں یہ ہی قول قوی ہے (مرقات) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ واولوالارحام بعضہم اولٰی ببعض۔ یہ گفتگو ذی رحم کے متعلق ہے ان کے علاوہ دوسرے قرابت دار جیسے ساس سسر

اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ
رَحِمُهٗ وَصَلَهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ
رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَ
يَقْطَعُوْنِيْ وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَيَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ
عَلَيَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ

حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلہ چکاتا ہے لیکن جوڑنے والا وہ
ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے؎۳ (بخاری)
روایت ہے ابو ہریرہ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے
قرابت دار ہیں؎۴ میں ان سے جوڑتا ہوں اور مجھے توڑتے ہیں ان سے
بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں میں ان سے بردباری
سے برتتا ہوں؎۵ وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں تو فرمایا کہ اگر ویسا ہی ہے
جیسا کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ

سو سالہ۔ رضاعی ماں رضاعی بھائی یعنی ان کے ساتھ بھی سلوک کرے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت حلیمہ اور جناب ثویبہ کے عزیزوں سے سلوک کیے ہیں؎۲ قاطع سے مراد یا تو ڈاکو ہے یعنی قاطع طریق (راہ مار) یا قاطع رحم یعنی
حقوق ادا کرنے والا دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی یعنی یہ لوگ اولًا جنت میں نہ جائیں گے پہلے سزا پائیں گے
پھر جائیں گے ؎۳ یعنی جو شخص اپنے عزیزوں سے سلوک کرے مگر بدلہ یوں کرے کہ وہ کچھ کریں تو اس کی عوض یہ بھی کرے وہ ناقص ہے کامل
رشتے جوڑنے والا وہ ہے جو اپنے عزیزوں کی برائی کا بدلہ بھلائی سے کرے کہ وہ اس پر زیادتی کریں تو یہ سلوک کرے اسکی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کا عمل شریف ہے۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ظلم سہہ کر ان کی پرورش فرمائی رب تعالیٰ فرماتا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ غرضیکہ
یہ حدیث کمال اخلاق کی تعلیم دے رہی ہے؎۴ یہاں قرابت سے مراد نزدیکی قرابت یعنی رشتہ دار ہیں یہ صاحب ان کی شکایت بارگاہ
رسالت میں کر رہے ہیں؎۵ غرضیکہ ہر طرح ان کی برائیوں کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہوں یہ دوسروں کی غیبت یا اپنی
شیخی مارنا نہیں بلکہ مسئلہ دریافت کرنا ہے ؛

الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ

میں بھوبل ڈال رہا ہے[1] اور تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ان پر مددگار رہے گا جب تک تو اس حال پر رہے[2] (مسلم) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ثوبان سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تقدیر کو نہیں رد کرتی مگر دعا[4] اور عمر میں نہیں زیادتی کرتی

[1] تصفو کے معنی ہیں ان کے منہ میں بھرتا ہے مل میم کے فتح لام کے شد سے بمعنی گرم راکھ جسے اردو میں بھوبل کہتے ہیں اس جملہ کے بہت معنی ہیں ایک یہ کہ اس حالت میں ان لوگوں کو تیرا مال حرام ہے جو یہ کھا رہے ہیں تو گویا اپنے منہ میں بھوبل بھر رہے ہیں دوسرے یہ کہ ان کو ان حالات میں ایسی شرمندگی چاہیئے کہ ان کے منہ جلس جاویں جیسے بھوبل پڑ جانے سے منہ جلس جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ان کی برائیوں کی عوض تیرا ان سے سلوک کرنا گویا ان کے منہ سے بھوبل بھرنا ہے تو انہیں ذلیل کر رہا ہے تیری عزت بڑھ رہی ہے ان کی شرمندگی و ذلت خیرات سے مال بڑھتا ہے عفو و کرم سے عزت بڑھتی ہے۔

[2] یعنی جب تک تیرا یہ علم اور برائی کی عوض بھلائی ہے تب تک اللہ تعالٰی کی طرف سے تجھے مدد پہنچتی رہے گی یا تجھ پر رب کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کی شر سے بچائیگا اور تیرے عزت و مال میں برکت دیگا۔

[3] آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ ثوبان ابن بجد ہیں کنیت ابو عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہے حضور کی وفات کے بعد شام چلے گئے پہلے رملہ میں پھر حمص میں قیام رہا وہاں ہی سنہ ۵۴ھ میں وفات پائی۔

[4] تقدیر سے مراد تقدیر معلق ہے۔ اور دعا سے مراد دعائے مقبول ہے خواہ اپنی دعا ہو یا کسی بزرگ کی تقدیر مبرم کسی طرح بھی نہیں بدل سکتی (مرقات و اشعہ) تقدیر معلق کہتے ہیں اسے ہی جو شرائط و قیود پر موقوف رکھی گئی کہ فرشتوں سے فرمایا گیا ہو کہ فلاں شخص اگر یہ کرے گا تو اس کا یہ ہوگا۔

علم الٰہی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

إِلَّا الْبِرُّ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ * وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ

مگر اچھا سلوک[1] اور یقینًا انسان رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس گناہ سے جو اسے پہنچے[2] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں جنت میں گیا تو میں نے اس میں تلاوت سنی[3] میں نے کہا یہ کون ہے بولے یہ حارثہ ابن نعمان ہیں[4]

۱؎ یعنی اپنے ماں باپ اور قرابت داروں عزیزوں سے اچھا سلوک کرنا عمر بڑھا دیتا ہے اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی تقدیر بدلنے کے متعلق عرض کیا گیا کہ انسان کی عمر دو قسم کی ہے عمر مبرم یعنی علم الٰہی اور اسکا قطعی فیصلہ اس میں زیادتی کی نا ممکن ہے دوسری عمر معلق جہاں فرشتوں اولیاء اللہ کو اطلاع یوں دی گئی ہو کہ اگر یہ فلاں نیکی کرے تو اس کی عمر اتنی ہوگی اگر نہ کرے تو اس سے کم جب یہ بندہ نیکی کر لیتا ہے تو اسے وہ ہی زیادہ عمر مل جاتی ہے جو نیکی پر معلق تھی ۲؎ اس فرمان کے چند معنی ہیں ایک یہ کہ گناہوں سے رزق آخرت یعنی ثواب اعمال گھٹ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مومن کا گناہوں کی وجہ سے رزق روحانی یعنی اخلاص۔ اطمینان قلب۔ دل کا چین و سکون رغبت الی اللہ گھٹ جاتی ہے تیسرے یہ کہ مومن اپنے گناہوں کی وجہ سے تنگی رزق یا بلاؤں میں گرفتار ہو جاتا ہے تاکہ ان کی وجہ سے گناہوں سے توبہ کر کے پاک و صاف ہو کر دنیا سے جائے لہذا اس فرمان پر یہ اعتراض نہیں کہ اکثر متقی پرہیز گار لوگ مفلوک الحال ہوتے ہیں اور فاسق و بدکار بڑے مالدار (مرقات۔ اشعہ) ۳؎ یعنی ایک بار خواب میں ہم نے جنت دیکھی تو کسی کو خوش الحانی سے قرآن مجید تلاوت کرتے پایا۔ قراءۃ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی قراءۃ القرآن ۴؎ آپ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں غزوۂ بدر و احد میں شریک ہوئے ایک بار حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور کے پاس کوئی شخص بیٹھا تھا آپ نے سلام کیا اس شخص نے بھی جواب دیا جب دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا وہ صاحب جنھوں نے تم کو سلام کا جواب دیا حضرت جبریل تھے غالبًا حارثہ اس وقت وفات پا چکے تھے ہو سکتا ہے کہ اس وقت زندہ ہوں۔ پہلا احتمال قوی ہے

كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ نِمْتُ فَرَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ بَدَلَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ لِيْ امْرَاَةً وَاِنَّ اُمِّيْ تَأْمُرُنِيْ

بھلائی ایسی ہوتی ہے۔ بھلائی ایسی ہوتی ہے[1] اور وہ اپنی ماں کے ساتھ سب سے زیادہ نیکوکار تھے[2]۔ شرح سنہ، بیہقی شعب الایمان۔ اور ان کی روایت میں ہے فرمایا میں سویا تو میں نے اپنے کو جنت میں دیکھا[3]۔ بجائے دخلت الجنۃ کے۔ روایت ہے عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب کی رضا باپ کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا بولا میری بیوی ہے اور میری ماں اسے طلاق دے دینے کو

[1] یہ جملہ یا تو حضور انور کا فرمان ہے جو صحابہ سے فرمایا یا فرشتوں کی عرض و معروض ہے جو انہوں نے حضور سے کی تو ذٰلکم کی جمع تعظیم کے لیئے ہے [2] یہ قول راوی ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی والدہ کی بہت ہی خدمت کرتے تھے اس کی وجہ سے انہیں یہ عظمت ملی [3] اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خواب کی معراج کا ہے نہ کہ بیداری کی معراج کا جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا [4] غالبًا اس وقت باپ کی خدمت ہی کا ذکر ہوگا اس لیئے صرف باپ کا ذکر فرمایا ورنہ ماں کا بھی یہی حکم ہے بلکہ بطریق اولیٰ اس کی مستحق ہے ممکن ہے کہ والد سے مراد جنس ہو یعنی ولادت والا خواہ مرد ہو یا عورت یعنی ماں ہو یا باپ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے مرفوعًا روایت کیا فی رضا الوالدین اور فی سخطہما۔ وہ حدیث اس کی شرح ہے کہ والد سے مراد والدین ہیں۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضور کا یہ فرمان خود عبداللہ ابن عمر سے تھا کہ وہ خود جا بر زا[illegible]

بِطَلَاقِهَا فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ
الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَى الْبَابِ أَوْضَيِّعْ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ
أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ
أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ ثُمَّ الْأَقْرَبَ

کا مجھے حکم دیتی ہے[1] تو ان سے ابوالدرداء نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ والدین جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہیں۔ تو اگر تم چاہو تو دروازہ سنبھال لو یا اسے ڈھا دو[2] (ترمذی۔ ابن ماجہ) روایت ہے بہز ابن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی[3] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں کس سے سلوک کروں فرمایا اپنی ماں سے میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا پھر اپنی ماں سے میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا اپنی ماں سے میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا اپنے باپ سے[4] پھر درجہ بدرجہ

تہجد گزار شب بیدار تھے مگر ان کے والد عمرو ابن عاص نے حضور سے شکایت کی کہ یہ اپنے بیٹے سے ناراض ہوں تب آپ نے ان سے فرمایا ۔ [1] یعنی فرمائیے میں کیا کروں اسے طلاق دوں یا نہ دوں کہ طلاق تمام مباح چیزوں میں بہت ہی ناپسندیدہ چیز ہے [2] مقصد یہ ہے کہ یا تو اپنی بیوی سے اپنی ماں کو راضی کردو۔ ساس بہو کی صلح کرادو یا طلاق دیدو۔ صراحۃً طلاق کا حکم نہ دیا کہ ایسی صورت میں طلاق دینا واجب نہیں بہتر ہے اور اگر ماں باپ بیوی پر ظلم کرنے کا حکم دیں کہ اسے خرچہ نہ دے اسے میکے میں چھوڑ دے تو ہرگز نہ کرے کہ ظلم حرام ہے ماں باپ کی اطاعت حکم شرعی کے خلاف میں نہیں [3] آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے کہ آپ بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حیدہ قشیری ہیں بصری ہیں یہاں جدہ میں ہ ضمیر بہز کی طرف لوٹتی ہے لہٰذا معاویہ ابن حیدہ سے یہ روایت ہے [4] اس کی شرح پہلے ہوچکی کہ حق الخدمت ماں کا تین گنا ہے باپ کا ایک گنا کہ ماں نے بچہ کو اولاً پیٹ میں رکھا۔ پھر جنا۔ پھر دودھ پلایا۔ اس کے بعد کی پرورش میں ماں باپ دونوں شریک ہیں خیال رہے کہ حق خدمت ماں کا زیادہ ہے ۔

فَالْاَقْرَبَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِيْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ۔

قرابت داروں سے[1] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں[2] اور میں رحمان ہوں میں نے رحم کو پیدا فرمایا[3]۔ اور اس کے لیئے اپنے نام سے نام مشتق کیا[4] تو جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا۔ اور جو اسے توڑے گا میں اسے توڑوں گا[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس قوم پر رحمت نہیں

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ قرابت داروں سے مراد نسبی قرابت دار ہیں ان میں جتنا قریب زیادہ اتنا حق زیادہ۔ چنانچہ پہلے بھائی بہن پھر ماموں چچا وغیرہ۔ اور ہو سکتا ہے کہ قرابت دار عام مراد ہوں جن میں ساس۔ سالہ رضاعی ماں وغیرہ سب شامل ہوں
۲؎ یعنی معبود حقیقی ہوں سب سے غنی ہوں سب کا داتا ہوں ۳؎ رحم سے مراد یا تو رحمی رشتے اور قرابت داریاں ہیں یا خاص رحم ہے یعنی بچہ دانی جو عورت کے پیٹ میں ہے کہ یہ تمام نسبی رشتوں کا ذریعہ ہے ۴؎ یعنی اپنے نام سے اس کا نام بنایا یہاں اشتقاق صرفی مراد نہیں کہ اس فائدہ سے تو لفظ رحمٰن بنا ہے رحم سے
۵؎ یعنی جو رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے گا میں اسے اپنے سے ملالوں گا اور اپنی رحمت تک پہونچا دوں گا اور جو ان کے حقوق ادا نہ کرے گا یا ان پر ظلم کرے گا میں اسے اپنی رحمت سے دور کروں گا جو مجھ سے ملنا چاہے۔ وہ اپنے عزیزوں کے حق ادا کرے۔

الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰى اَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

اتری جن میں قرابت توڑنے والا ہو[1] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابو بکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کے مرتکب پر سزا اللہ دنیا میں بھی بھیجے مع آخرت میں ذخیرہ کرنے کے بمقابلہ بغاوت اور رشتہ توڑنے کے[2] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر

[1] یعنی جس قوم میں ایک شخص اپنے عزیزوں کی حق تلفی کرتا ہو اور دوسرے لوگ اس کے اسی گناہ پر مدد کرتے ہوں یا باوجود قدرت کے اسے اس ظلم سے نہ روکتے ہوں تو وہ سب لوگ رحمت سے محروم ہیں گناہ کرنا بھی گناہ ہے ۔ باوجود قدرت کے گناہ سے نہ روکنا بھی گناہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس ایک کی شامت سے یہ سب لوگ رب کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ لہذا مطلب واضح ہے [2] یعنی تمام گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی کیونکہ دنیا دار العمل ہے آخرت دار الجزا۔ مگر دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے اور آخرت میں بھی ملے گی ۔ ایک بغی دوسرا رشتہ داروں کا حق ادا نہ کرنا ۔ ان کی حق تلفی۔ بغی کے معنی ظلم بھی ہیں۔ بادشاہ اسلام پر بغاوت کرنا بھی، تکبر و غرور کرنا بھی ۔ یہاں تینوں معنی کا احتمال ہے (مرقات) دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ کو ستانے والا دنیا میں بھی چین سے نہیں رہتا دربدر بھٹکا پھرتا ہے ماں باپ کا خدمتگار دنیا میں عیش، چین، عزت پاتا ہے یہ میرا خود اپنا تجربہ ہے ۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ عزیزوں کی حق تلفی خیانت اور جھوٹ اس لائق ہیں کہ ان کی سزا دونوں جہان میں ملے رشتہ داروں کی خدمت وہ نیکی ہے جس کی جزا دونوں جہان میں ملتی ہے حتی کہ بعض لوگ فاسق فاجر ہوتے ہیں مگر رشتہ داروں کے سلوک کی وجہ سے ان کے مال و اولاد میں برکت ہو جاتی ہے ۔ (مرقات) یہ بھی

عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَلَا عَاقٌّ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِي الْاَثَرِ رَوَاهُ

سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں نہ جائے گا احسان جتانے والا اور نہ نافرمان اور ہمیشہ کا شراب خوار[1] (نسائی، دارمی) روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنے نسب یاد رکھو جس سے اپنے رشتے جوڑو[2] کیونکہ رشتے جوڑنا گھر والوں میں محبت ہے[3]۔ مال میں برکت ہے عمر میں درازی ہے[4]

ہ تجربہ ہے بعض فساق ماں باپ کی خدمت کی برکت سے بہت پھلتے پھولتے ہیں۔

[1] منان بنا ہے منٌّ سے من کے چند معنی ہیں کسی پر منت رکھنا یعنی کچھ دے کر اسے طعنے دینا ایذا رسانی کرنا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذٰی۔ کاٹنا ختم کرنا رب تعالٰی فرماتا ہے ان لهم لاجرا غیر ممنون۔ خواہ قطع رحمی ہو یا قطع طریق یعنی ڈکیتی یہاں سارے معنی بن سکتے ہیں (لمعات، مرقات) عاق ماں باپ کا نافرمان۔ مدمن خمر وہ جو شراب خوری کا عادی ہو اس سے توبہ نہ کرے یعنی یہ لوگ اولًا جنت میں جانے کے مستحق نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے شراب خوری خود ہی سخت جرم ہے پھر اس پر ہیشگی ڈبل جرم [2] یعنی اپنے ددھیال ننھیال کے رشتہ یاد رکھو اور یہ بھی دھیان میں رکھو کہ کسی سے ہمارا کیا رشتہ ہے تاکہ بقدر رشتہ ان کے حق ادا کرتے رہو اگر تم کو رشتہ داروں کی خبر ہی نہ ہوگی تو ان سے سلوک کیسے کروگے [3] مثراۃ بنا ہے ثری سے بمعنی کثرت اسی سے ہے ثروت مثرات کے معنی ہیں۔ زیادتی مال اور برکت کا ذریعہ [4] منساۃ بنا ہے نساٗ سے بمعنی تاخیر یا دیر اس لیے ادھار کو نسیہ کہتے ہیں کہ اس کی وصولی میں دیر ہوتی ہے اجل بمعنی موت یعنی اس کی برکت سے موت دیر سے آتی ہے۔

التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ✦ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ✦ وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے تو کیا میری توبہ ہو سکتی ہے[1] فرمایا کیا تیری ماں ہے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری کوئی خالہ ہے عرض کیا ہاں فرمایا اس سے اچھا سلوک کر[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو اسید ساعدی سے[3] فرماتے ہیں جب کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

موجن کا نتیجہ یہ ہے کہ عمر بڑھتی ہے اس کا بہت لوگوں سے تجربہ کیا ہے بالکل درست پایا۔

[1] یعنی میں نے قولی یا عملی بدترین گناہ کر لیا ہے ایسے بدترین گناہ کی بھی توبہ ہو سکتی ہے یا نہیں خیال رہے کہ یہاں سوال گناہ کے متعلق ہے کسی بندے کے حق کے متعلق نہیں کہ حق العبد بغیر ادا کیے یا بغیر اس صاحب حق کے معاف کیے معاف نہیں ہوتا۔ [2] یہ ہے حضور کی شان پردہ پوشی کہ اس سے پوچھا نہیں کہ تو نے گناہ کیا کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے بیان کرکے رسوا نہ ہو حضور کو معلوم تھا کہ اس نے گناہ کیا ہے جو صلہ رحمی کے وجہ سے معاف ہو سکتا ہے کسی کا حق نہیں مارا ہے جس کی معافی صلہ رحمی وغیرہ نیک عمل سے نہ ہو سکے اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ صلہ رحمی سے گناہ معاف ہوتے ہیں کہ صلہ رحمی بھی نیکی ہے اور نیکیوں سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ دوسرے یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ بھی چھپ کر ہی کرے۔ ہاں علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ کرے التوبۃ علی قدر الحوبۃ تو گناہ کے عدد کی ہو اس سے نبی کریم کے علم غیب کا بھی ثبوت ہوا [3] آپ صحابی ہیں انصاری ہیں تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے آپ سے بہت محدثین نے روایات کیں آخر میں نابینا ہو گئے تھے ۷۸ اٹھتر سال عمر پائی ہے

اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ اَبَوَيَّ شَيْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا

کے پاس تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں سے کوئی بھلائی باقی ہے۔ جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کروں ؎۱ فرمایا ہاں ان کے لیئے دعا رحمت ان کی بخشش کی دعا ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور ان رشتوں کو جوڑنا

؎ سنہ ۷۴ھ ساٹھ میں وفات ہوئی آپ سارے بدری صحابہ میں آخری صحابی تھے کہ آپ کی وفات سے بدری صحابہ کا سلسلہ ختم ہوا بڑی عظمتوں برکتوں والے تھے رضی اللہ عنہ۔

؎۱ یعنی میرے ماں باپ کا انتقال ہو چکا ہے اب میں ان سے کوئی سلوک کیسے کروں دل چاہتا ہے کہ سلوک کا سلسلہ قائم ہے ؎۲ یعنی اب تم ان کے ساتھ چار قسم کے سلوک کر سکتے ہو ایک تو ان کے لیئے دعا خیر اور ان کے گناہوں کی معافی کی رب سے درخواست دعا میں نماز جنازہ بھی داخل ہے دمرقات، ہر نماز کے آخر میں رب اغفرلی والدی پڑھنا بھی ان کے نام پر صدقات وخیرات کرنا بھی ان کی طرف سے حج بدل کرنا یا کرانا بھی۔ ان کا تیجہ دسواں چالیسواں برسی وغیرہ کرنا بھی غرضکہ یہ ایک لفظ بہت جامع ہے ؎۳ یعنی ان کی وصیت پوری کرنا اس کے علاوہ انھوں نے اپنی زندگی میں کسی سے جو وعدہ کیا ہو اور بغیر پورا کیئے مر گئے ہوں وہ پورا کرنا اس میں ادائے قرض بھی داخل ہے۔ بعض لوگ اپنے والدین کی اچھی رسمیں باقی رکھتے ہیں یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اگر ماں باپ کسی تاریخ میں خیرات کرتے تھے یا میلاد شریف گیارہویں کرتے تھے۔ تو وہ ہمیشہ نبھاتے ہیں۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کی آبادی کی کوشش کرتے ہیں۔ جس خانقاہ سے انھیں عقیدت تھی۔ اس خانقاہ سے وابستہ رہتے ہیں یہ صورتیں اسی حدیث میں داخل ہیں۔

تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ اِذَا اَقْبَلَتْ اِمْرَاَةٌ حَتّٰى دَنَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَهَا رِدَآءَهٗ فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ فَقُلْتُ مَنْ هِيَ فَقَالُوْا

جو ان ہی کی وجہ سے ہی جوڑے جائیں[1] اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا[2]۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوطفیل سے[3] فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم فرماتے دیکھا[4] کہ ایک بی بی صاحبہ آئیں حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوگئیں تو حضور نے ان کے لیئے اپنی چادر بچھادی وہ اس پر بیٹھ گئیں[5] میں نے کہا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا

[1] اس فرمان عالی کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ جن عزیزوں سے رشتہ صرف ماں یا باپ کی وجہ سے ہو دوسری وجہ سے نہ ہو ان سے سلوک کرنا کہ یہ میرے والدین کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اس میں بھائی بہن۔ چچا ماموں پھوپھی خالہ سب ہی داخل ہیں دوسرے یہ کہ خالص رضاء والدین کے لیئے ان سے سلوک کرنا اپنی ناموری یا شہرت وغیرہ کو دخل نہ دے اس سے معلوم ہوا کہ بندوں کی رضا کے لیئے کام کرنا بھی بعض صورتوں میں ثواب کا باعث ہے لہذا حضور کی رضا کیلئے نیک اعمال کرنا بالکل جائز ہے شرک یا گناہ نہیں نبی کریم کا حق ماں باپ سے زیادہ ہے مرقات واشعہ نے اسی دوسرے احتمال کو اختیار کیا۔ غرضکہ ان عزیزوں کی والدین کی رضا کے لیئے خدمت کرے اور والدین کی رضا اللہ رسول کی رضا کے لیئے چاہیئے۔ [2] احترام میں تعظیم و اکرام بھی داخل ہے اور ان کی خدمت ان پر مال خرچ کرنا بھی شامل ہے بیٹا باپ کے دوستوں ماں کی سہیلیوں سے سلوک کرے [3] آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خاص ہمراہیوں میں سے ہیں آخری صحابی جن کی وفات ہوئی آپ ہی ہیں آپ کی وفات سے دور صحابہ ختم ہوا [4] جعرانہ مکہ معظمہ سے ایک منزل فاصلہ پر ہے طائف کے راستہ میں میدان حنین سے متصل ہے غزوہ حنین کے بعد حضور انور نے یہاں سولہ دن قیام فرمایا یہاں ہی حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمائیں [5] اللہ اکبر بادشاہوں کے ایلچی آتے تو جوتوں پر بیٹھیں جبریل امین آئیں تو التحیات کی طرف حضور کے سامنے دو زانو بیٹھیں مگر یہ خوش نصیب بی بی حاضر ہوں تو ان کے لیئے چادر بچھائی جاوے جس پر وہ

إِمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوْا إِلٰى غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوْا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا فَقَالَ أَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ

یہ حضور کی وہ ماں ہیں جنہوں نے حضور کو دودھ پلایا ہے[1] (ابوداؤد) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی۔ فرماتے ہیں جب کہ تین آدمی چل رہے تھے کہ انہیں بارش نے آلیا تو وہ پہاڑ میں ایک غار کی طرف چلے گئے تو ان کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آگری تو ان کو ڈھک لیا تب ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ ان نیک اعمال کو سوچو جو تم نے اللہ کے لیئے کیئے ہوں اس کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرو[2] کہ اللہ اسے کھول دے تو ان میں سے ایک بولا الٰہی میرے

سو بیٹھیں یہ ہے دودھ کی ماں کی عزت واحترام۔ ۱؎ یہ والدہ حضرت حلیمہ بنت ابی ذویب ہیں جو قبیلہ ہوازن کی ایک بی بی ہیں حضور کی شیر خوارگی کی مدت آپ نے پوری کرائی غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ ان کے لیئے کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر مبارک بچھادی۔ حق یہ ہے کہ ثوبیہ اور حلیمہ اسی طرح حلیمہ کے خاوند مسلمان ہو گئے بی بی خدیجہ سے جب حضور انور نے نکاح کرلیا تو ثوبیہ حضور کے پاس آیا کرتی تھیں۔ حضور ان کا بہت احترام فرماتے تھے اور مدینہ منورہ سے ثوبیہ کے لیئے کپڑے وغیرہ ہدایا بھیجا کرتے تھے۔ بی بی ثوبیہ کی وفات فتح خیبر کے بعد ہے دیکھو مرقات و اشعہ۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ اپنے نیک اعمال کے توسل سے دعا کرنا چاہیئے کہ یہ بھی ذریعہ قبولیت ہے اور جس کے پاس اپنی نیکیاں نہ ہوں جیسے ہم گنہگار تو وہ مقبول بندوں کی نیکیوں کے توسل سے دعا کریں جیسے ہم کہیں کہ خدایا حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول سجدوں کا توسل حضرت حسین کی پیاری شہادت کا صدقہ حضور غوث پاک کی اطاعتوں کا طفیل ہم کو اچھا خاتمہ اور تقوٰی د

لِيْ وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَلِيْ صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعٰى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيْهِمَا قَبْلَ وَلَدِيْ وَأَنَّهُ قَدْ نَاٰى بِيَ الشَّجَرُ فَمَا أَتَيْتُ حَتّٰى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلِبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ

ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے چھوٹے تھے[۱] میں ان کے لیئے جانور چراتا تھا جب میں شام کو ان کے پاس آتا دوہتا تو اپنے ماں باپ سے ابتدا کرتا کہ انہیں اپنے بچوں سے پہلے پلاتا[۲] مجھے ایک درخت دور لے گیا[۳] تو میں نہ لوٹا حتی کہ شام ہوگئی۔ پھر میں نے ان دونوں کو پایا کہ سو گئے تھے[۴] میں نے دودھ دوہا جیسے دوہا کرتا تھا۔ پھر میں دودھ لایا۔ تو ان کے سر کے پاس کھڑا ہوگیا۔ میں ان کو جگانا پسند نہ کرتا تھا اور یہ بھی نہ چاہتا تھا کہ ان سے پہلے بچوں سے ابتدا کردوں[۵]

[۱] یعنی ماں باپ بوڑھے تھے بچے چھوٹے دونوں کردہ تھے میری خدمت کے حاجت مند ان سب کا میں ہی کفیل تھا [۲] معلوم ہوا کہ بوڑھے ماں باپ کو اپنی چھوٹی اولاد پر ترجیح دینا بھی نیکی ہے کہ پہلے ان کی خدمت کرے بعد میں بچوں کو سنبھالے [۳] یعنی اپنی بکریاں چرانے کیلیے مجھے دور جانا پڑا قریب میں مجھے کوئی درخت نہ ملا جس کے پتے جھاڑ کر بکریاں چراؤں اس لیئے گھر دیر میں لوٹا۔ [۴] یعنی میں جنگل سے رات گئے واپس ہوا پھر دودھ دھوتے ہوئے دیر ہوئی دودھ گرم کرنے میں اور وقت لگا حتی کہ جب میں والدین کے پاس لایا۔ تو وہ سو چکے تھے یا یہ مطلب ہے کہ میرے آتے وقت ہی وہ سو چکے تھے اگر جاگتے ہوتے تو انھیں جلدی دھو کر پلا دیتا حلاب کے معنی ہیں دودھ یا دودھ کا برتن جس میں دودھ دوہا جاتا ہے [۵] خیال رہے کہ یہ بچوں پر ظلم نہیں بلکہ ماں باپ کا احترام ہے۔ بوڑھے ماں باپ بھی بچوں کی طرح ہی ہو جاتے ہیں جو انھیں تکلیف دے تو اس کی اولاد اس کے بڑھاپے میں اس کو ایذا دے گی یہ خدمت یا ایذا رسانی نقد سودا ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے (مرقات)

[۶] توفیق دے ان کے نیک اعمال یقیناً مقبول ہیں

يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِيْ وَدَأْبَهُمْ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرٰى مِنْهَا السَّمَآءَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ لَهُمْ حَتّٰى يَرَوْنَ السَّمَآءَ قَالَ الثَّانِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَتْ لِيْ بِنْتُ عَمٍّ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ اِلَيْهَا نَفْسَهَا فَاَبَتْ حَتّٰى اٰتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ

اور بچے میرے قدموں کے پاس بھوک سے رو رہے تھے۔ میری ان کی حالت یہی رہی حتی کہ صبح طلوع ہوگئی[۱] تو اگر تو جانتا ہو کہ میں نے یہ تیری رضا کی تلاش کے لیئے کیا ہے[۲] تو اتنی کشادگی کردے جس سے ہم آسمان دیکھ لیں[۳] چنانچہ اللہ نے ان کے لیئے اتنا کھول دیا کہ وہ آسمان دیکھنے لگے[۴] دوسرا بولا الٰہی میری چچا زاد تھی جس سے میں بہت ہی محبت کرتا تھا۔ جیسی مرد عورتوں سے کرتے ہیں[۵] میں نے اس کی طرف اس کے نفس کے مطالبہ کے لیئے بھیجا[۶] اس نے انکار کیا حتی کہ میں اس کو سو دینار دوں[۷]

۱؎ صبح کو وہ اٹھے تو میں نے پہلے انہیں دودھ پلایا پھر بچوں کو دیا ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص رات بھر کھڑا رہا بچے کچھ دیر ہی جاگ کر سو گئے ہوں ممکن ہے کہ بچے بار بار سوتے جاگتے رہے ہوں والدین سوتے رہے ہوں یہ کھڑا رہا ہو۔

۲؎ اس عرض و معروض میں رب کے علم میں تردد نہیں بلکہ اپنے اخلاص میں شک اور تردد ہے یعنی اگر میرے دل میں اخلاص ہوگا۔ تب تو جانتا ہی ہوگا۔ ۳؎ کیونکہ اس بند غار میں ہمارا دل گھٹ رہا ہے اس بیکسی بے دری میں تو ہی ہمارا والی وارث ہے۔

۴؎ اس طرح کہ پتھر میں قوی جنبش پیدا ہوئی اور وہ خود بخود سرک گیا یا کسی فرشتے نے کام کیا بہرحال رب تعالٰی نے ان کی دستگیری کی۔

۵؎ یعنی یہ محبت چچا زاد بہن ہونے کی نہ تھی بلکہ میں اس کا عاشق ہوگیا تھا عشق بھی شہوت کا تھا نہ وہ عشق مجازی جو عشق حقیقی کا ذریعہ ہے۔ مصرع این فساد خوردن گندم بود

۶؎ یہاں طلب بمعنی ارسال کے معنی ہیں اسی لیئے بعد میں ایسا ارشاد ہوا یعنی میں نے اسے کہلا بھیجا کہ تو اپنی ذات میرے حوالے کردے زنا کے لیئے (مرقات)

۷؎ یعنی اس نے زنا کرانے کی اجرت سو اشرفیاں مانگیں اسی اجرت کو خرچی کہتے ہیں۔

فَسَعَيْتُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَلَقِيْتُهَا بِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اَللّٰهُمَّ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ اِبْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَّجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ كُنْتُ اِسْتَاجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقِ اُرُزٍّ فَلَمَّا قَضٰى عَمَلَهٗ قَالَ اَعْطِنِيْ حَقِّيْ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهٗ فَتَرَكَهٗ وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ اَزَلْ

چنانچہ میں نے محنت کی حتی کہ سو دینار جمع کر لیئے پھر میں اس کے پاس وہ لایا جب میں اس کے دونوں پاؤں کے بیچ میں بیٹھا[1] تو وہ بولی اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر مہر نہ کھول میں اس کے آگے کھڑا ہو گیا[2] الٰہی تو اگر تو جانتا ہو کہ میں نے یہ تیری رضا کی تلاش کے لیئے کیا تو اس میں اور زیادہ کشادگی کر دے تو اللہ نے اور کشادگی فرمادی[3] تیسرا بولا الٰہی میں نے مالک مزدور رکھا تھا چاول کے ایک پیمانہ کے عوض[4] تو جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو کہا مجھے میرا حق دے دو میں نے اس پر اس کا حق پیش کیا وہ اسے چھوڑ گیا[5]

[1] اس طرح کہ میں نے اسے سو اشرفیاں کما کر دے دیں اس نے اپنا نفس مجھے حوالہ کر دیا اور ہم دونوں تنہائی میں جمع ہو گئے اور زنا کیلئے بالکل تیار ہو گئے [2] یعنی میں کنواری بھی ہوں پارسا بھی ابھی تک نہ خاوند کے پاس گئی نہ کسی اجنبی کے پاس مہر سے مراد پردہ بکارت ہے جو پہلی صحبت پر ٹوٹتا ہے یعنی مجھ سے زنا نہ کر رب یہاں بھی دیکھ رہا ہے [3] گناہ نہ کرنا بھی کمال ہے مگر نازک حالات میں گناہ سے ہٹ جانا بڑا کمال رب تعالٰی فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور فرماتا ہے اما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوٰی۔ میں نے اپنی دی ہوئی نقدی بھی واپس نہ لی اسے بطور صدقہ اس کو دیدی یہ اشرفیاں عورت کیلئے ابھی حرام تھیں اب حلال ہو گئیں یہ ہے انقلاب حقیقت [4] چنانچہ اب اتنی کشادگی ہو گئی کہ دھوپ بھی غار میں آنے لگی مگر ابھی اتنی کشادگی نہیں ہوئی کہ یہ لوگ نکل سکتے اس لیئے تیسرا بولا [5] فرق اس پیمانہ کا نام ہے جس میں سولہ رطل یعنی قریبًا آٹھ سیر دانہ سماتا ہے یعنی میں نے اسے آٹھ سیر دھان (منجی) کے عوض مزدور رکھا [6] یعنی مزدور نے اپنی مزدوری مانگی میں نے پیش کی

اَلزَّرَعَةُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا فَجَاءَنِيْ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِيْ وَاَعْطِنِيْ حَقِّيْ فَقُلْتُ اِذْهَبْ اِلٰى ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَهْزَأْ بِيْ فَقُلْتُ اِنِّيْ لَا اَهْزَأُ بِكَ فَخُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا فَاَخَذَهٗ فَانْطَلَقَ

اس سے بے رغبتی کی میں اس چاول کو بوتا رہا حتی کہ میں نے اس سے بیل اور چرواہے جمع کر لیئے[1] پھر وہ میرے پاس آیا بولا اللہ سے ڈرو اور مجھ پر ظلم نہ کر مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا ان بیلوں اور چرواہوں کی طرف جاؤ بولا اللہ سے ڈر مجھ سے دل لگی نہ کر[2] میں نے کہا کہ میں تجھ سے دل لگی نہیں کرتا تو یہ بیل اور چرواہے لے لے اس نے قبضہ

کر لیا۔

[1] کردی۔ مگر کسی وجہ سے اس نے اس مزدوری دھان پر قبضہ نہ کیا اور غائب ہو گیا ؛

[1] اس طرح کہ وہ کئی سال تک نہ آیا۔ میں اس زمانہ میں اس کے دھان بوتا کاٹتا رہا ہر سال وہ بڑھتے رہے۔ حتی کہ چند سالوں میں اس کا مال بہت بڑھ گیا۔ بیل اور غلام بھی اس آمدنی سے خرید لے گئے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے مال کو فضول آدمی اگر تجارت میں لگا کر بڑھا دے تو جائز ہے اس میں گناہ نہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک دینار بکری خرید کر ڈیڑھ دینار میں فروخت کر دی پھر ایک دینار میں دوسری بکری خریدی۔ پھر دینار اور بکری حضور کی بارگاہ میں لائے سرکار نے اس عمل پر ناراضی نہ فرمائی بلکہ ان کے لیئے دعاء برکت کی (مرقات) اس سے بہت مسائل فقیہہ مستنبط ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ مسجد۔ یتیم اور غائب آدمی کا متولی ان کے مال کو تجارت میں لگا سکتا ہے ۲۔ اس صورت میں سارا نفع مالک ہی کا ہوگا کام کرنے والے کو اس سے کچھ نہ ملے گا ۳۔ اس صورت میں یہ متولی اجرت نہ پا سکے گا۔ کیونکہ مالک نے اسے اس کام کا حکم نہ دیا تھا ۴۔ ماں باپ کی خدمت۔ پاک دامنی اور خدمت خلق اعلیٰ درجہ کی نیکیاں ہیں ۵۔ فی زمانہ حکومتیں اپنے ملازمین کی تنخواہ سے کچھ فنڈ کاٹتی ہیں ملازمت سے الگ ہونے پر یہ جمع شدہ رقم مع زیادتی دیتی ہیں۔ یہ سود نہیں ملازم کے لیئے حلال ہے کیونکہ ملازم قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے اس فنڈ کی رقم کا مالک قابض نہ بنا لہذا وہ رقم دین نہیں یہ نفع سود۔ حکومت اس فنڈ سے تجارت کرتی ہے اس تجارتی نفع سے اس ملازم کو دیتی ہے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے

[2] وہ سمجھا کہ میری مزدوری چند سیر دھان تھے یہ اتنی زیادہ دولت پیش کر رہا ہے مجھ سے دل لگی کر رہا ہے ؛

بِهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ
فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ
مُعٰوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ
جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ
نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا رَوَاهُ
اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ • وَعَنِ ابْنِ

کرلیا اور دے گیا[۱] تو اگر تو جانتا ہو کہ میں نے یہ تیری رضا کی تلاش کے لیئے کیا تو باقی ماندہ بھی کھول دے۔ رب نے پھر ان سے کھول دیا[۲] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت معویہ ابن جاہمہ سے کہ جاہمہ[۳] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یارسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورہ لینے حاضر ہوا ہوں[۴] تو فرمایا کیا تیری ماں ہے عرض کیا ہاں فرمایا اسے مضبوط پکڑ لو[۵] کیونکہ جنت اس کے پاس ہے[۶] (احمد، نسائی بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن

[۱] بعض روایات میں ہے کہ اسے دس ہزار درھم دے یا تو یہ مال اس قیمت کا تھا۔ یا یہ نقدی بھی اس تمام مال کے ساتھ تھی نیک نیتی کی برکت سے یہ کثرت ہوئی۔ [۲] اس حدیث سے جہاں اور مسائل معلوم ہوئے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامات اولیاء حق ہے اور حضرات اولیاء مقبول الدعا ہوتے ہیں یہ تینوں اس زمانہ کے اولیاء تھے (مرقات) حدیث شریف میں ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو اگرچہ کافر ہی ہو کہ مظلوم کی بددعا رائگاں نہیں جاتی اس کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو۔ [۳] یہ معاویہ بھی صحابی ہیں ان کے والد جاہمہ ابن عباس ابن مرداس سلمی بھی صحابی ہیں اہل حجاز سے ہیں۔ [۴] غالبًا اس وقت کفار کا دباؤ زیادہ نہ تھا بعض تھوڑے مسلمان ہی ان کے مقابلہ کیلئے کافی تھے غرضکہ اس وقت غزوہ فرض عین نہ تھا فرض کفایہ تھا۔ [۵] یعنی اپنی ماں کے پاس رہو اس کی خدمت کرو تمہارے لیئے اس وقت جہاد سے بہتر ماں کی خدمت ہے کہ ماں کو تمہاری خدمت کی ضرورت ہے۔
[۶] پاؤں کا ذکر فرما کر اشارۃً بتایا کہ ماں کی خدمت اور اس کے سامنے عاجزی دونوں ہی ضروری ہیں خدمت کے ع

عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِي طَلِّقْهَا فَأَبَيْتُ فَأَتَى عُمَرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ ✦ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ✦ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا وَإِنَّهُ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ

عمر سے فرماتے ہیں کہ میرے پاس بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر اسے ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو[1] میں نے انکار کیا تو حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس واقعہ کا حضور سے ذکر کیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے طلاق دے دو[2] (ترمذی۔ ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ماں باپ کا اپنے اولاد پر کیا حق ہے فرمایا وہ دونوں تیری جنت اور آگ ہیں[3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بندہ جس کے ماں باپ یا اون میں سے ایک فوت ہوجاوے اور وہ ان کا نافرمان ہو[4] پھر وہ ان

ثمامقہ اگر نہ کرے اس کے پاؤں سے لگا رہے تب جنت پائے گا۔ [1] شاید اس بی بی میں کوئی دینی خرابی ہوگی محض دنیاوی وجہ پر طلاق کا حکم نہ دیا ہوگا۔ [2] ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوب کا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر پر اس حکم کی بنا پر طلاق دینا واجب ہوگیا۔ مرقات نے فرمایا کہ امر استحباب کیلئے ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ طلاق دیدو تاکہ تمہارے والد تم پر ناراض نہ ہوں۔ [3] یعنی تیرے ماں باپ تیرے لیے جنت دوزخ میں داخلہ کا سبب ہیں کہ انہیں خوش رکھ کر تو جنتی بنے گا انہیں ناراض کرکے دوزخی یہ فرمان عالی وعدہ وعید دونوں کا مجموعہ ہے اگرچہ یہاں خطاب بظاہر خاص ہے مگر حکم تاقیامت عام ہے۔ [4] ماں باپ کی نافرمانی میں حق اللہ و

يَدْعُوْ لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا ؞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ

کے لیئے دعا کرتا ہے بخشش مانگتا ہے حتیٰ کہ اللہ اسے نیک کار لکھ دیتا ہے روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لیئے اپنے ماں باپ کے بارے میں مطیع ہو تو اس کے لیئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اگر ان میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ اور جو اپنے والدین کے متعلق اللہ کا نافرمان ہو اس کے لیئے

کی تلفی بھی ہے اور حق العباد کی بربادی بھی لہذا یہ اسلامی گناہ بھی ہے اور ماں باپ کا حق مارنا بھی اور گناہ بھی ہے کبیرہ ؎
سلہ یعنی یہ نافرمان والدین کی وفات کے بعد اولاً نافرمانی سے توبہ کرے پھر مرتے دم تک ان کیلئے گناہوں کی بخشش کی دعا اور ایصال ثواب کرتا ہے تو رب تعالیٰ برزخ میں اس کے ماں باپ کو اس سے راضی کر دیگا اور اس کا گناہ کبیرہ تھا بغیر توبہ معاف نہیں ہوتا (مرقات) آپ ماں باپ کے بعد ان کا تیجہ۔ چالیسواں۔ برسی وغیرہ اور وقتاً فوقتاً ان کے نام پر خیرات جو کیا کرتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے بلکہ ہر نمازی نماز ختم ہوتے وقت ماں باپ کو دعائیں دے کر سلام پھیرتا ہے رب اغفرلی ولوالدی سلہ یہاں للہ فرما کر دو مسئلے بتائے ایک یہ کہ ماں باپ کی اطاعت اپنی ناموری یا رزق میں برکت کے لیئے نہ کرے بلکہ محض اس لیئے کرے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ رب تعالیٰ اس سے راضی ہے دوسرے یہ کہ ان کی فرمانبرداری ناجائز باتوں میں نہ کرے اگر وہ نماز روزے سے روکیں تو نہ مانے۔
سلہ کہ اگر اس حال میں مر جائے تو مرتے ہی ان میں داخل ہو جاوے دو دروازے کھولنا اس کی عزت افزائی کے لیئے ہے ورنہ جنت میں داخلہ کے لیئے ایک دروازہ کھلنا ہی کافی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے لیئے جنت کے ہر دروازہ پر پکار پڑے گی کہ ابوبکر صدیق کے لیئے جنت کے ہر دروازہ پر پکار پڑے گی کہ ابوبکر ادھر سے آیئے خلاصہ یہ ہے کہ ماں کی خدمت کا دروازہ علیحدہ ہے باپ کی خدمت کا دروازہ علیحدہ ممکن ہے کہ ان دونوں دروازوں سے

لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ النَّارِ اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ • وَعَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ

آگ کے دروازے کھل جاتے ہیں اگر ایک ہو تو ایک دروازہ۔ ایک شخص نے عرض کیا اگرچہ وہ ظلم کریں فرمایا اگر اس پر ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں[۲] روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی اپنے ماں باپ سے بھلائی کرنے والا لڑکا جو اپنے والدین کو ایک نظر رحمت سے دیکھے[۳] مگر اللہ اس کے لیئے ہے۔ نظر کی

ہو میں فرق یہ ہو ماں کی خدمت کا دروازہ عظیم الشان ہو کہ ماں کی خدمت اعلیٰ ہے واللہ اعلم۔

[۱] اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ ماں باپ کی نافرمانی دوزخ کے دروازہ کھلنے کا ذریعہ ہے کہ نافرمان مرا اور دوزخ میں گیا اگرچہ بعد قیامت اس کی دوسری نیکیاں دوزخ سے اسے نکال دیں مگر فی الحال تو دوزخ میں جائیگا۔ ماں باپ کی بددعا بڑے سے بڑے متقی کو آفت میں ڈال دیتی ہے تم کو معلوم ہے کہ جریج اسرائیلی نے نماز کی وجہ سے ماں کی پکار کا جواب نہ دیا تو مصیبت میں پھنس گیا کہ اسے زنا کی تہمت لگی لوگوں نے مارا اگرچہ پھر اپنی نیکیوں کی وجہ سے نجات پاگیا کہ شیر خوار بچے نے اس کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ جس سے اس کی گئی ہوئی عزت واپس آئی مگر ماں کی ناخوشی نے اپنا رنگ دکھادیا ماں باپ کی نافرمانی ان کی بددعا سے رب کی پناہ [۲] ظلم سے مراد دنیاوی ناانصافی ہے دینی گناہ مراد نہیں مثلاً ایک باپ اپنے بیٹوں میں سے ایک سے محبت کم کرتا ہے دوسری اولاد کو اس پر ترجیح دیتا ہے یا اسے کسی حق سے محروم کردیتا ہے مگر یہ مظلوم لڑکا ان کی خدمت ضرور کرے اس کی عوض اللہ تعالیٰ اسے مالا مال کردیگا آزما کر دیکھ لو ماں باپ کی خدمت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ [۳] خلاصہ یہ ہے کہ اطاعت شعار لڑکے کو ان کی فرمانبرداری کا ثواب تو ملے گا ہی پیار و محبت سے انہیں دیکھنے کا ثواب بھی ملے گا غور کرو کہ جب ماں باپ کے دیکھنے کا اتنا ثواب ہے تو جو مومن ان آنکھوں سے حضور کا چہرہ انور محبت سے دیکھے اس کو ثواب کتنا ملے گا فقیر تو کہتا ہے کہ ان ہو

حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَاشَآءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجَّلُ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ

عوض مقبول حج لکھتا ہے۔ عرض کیا کہ اگرچہ ہر دن سو بار دیکھے ۱؎ فرمایا ہاں اللہ بہت بڑا ہے ۲؎ روایت ہے ابی بکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گناہوں میں سے اللہ جو چاہے بخش دے گا ۳؎ سوا ماں باپ کی نافرمانی کے کہ اس شخص کے لیئے موت سے پہلے زندگی میں ہی سزا دیتا ہے ۴؎

کے نام کو محبت سے دیکھنا چومنا بھی ثواب ہے۔ شعر

خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا ان کا ‏ خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا ان کا

۱؎ سائل نے سمجھا ہوگا کہ دن بھر کی نگاہیں ایک بار میں شمار ہوں گی اسی لیئے یہ سوال کر کے مسئلہ حل کر لیا۔

۲؎ یعنی اے پوچھنے والے اللہ کریم کی دین پر تعجب نہ کر اگر تو دن بھر میں ہزار بار ماں باپ کو پیار سے دیکھ لے تو تجھے ہزار حج مقبول کا ثواب ملے گا۔ خیال رہے کہ یہ تو اپنے ماں باپ کی محبت کا ثواب ہے جنہوں نے ہم کو جنا جس ماں نے حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو بخشا اس ماں یعنی جناب آمنہ خاتون حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے محبت کا ثواب کتنا ہوگا یہ وہ ماں ہے جس کے قدم پاک پر سارے جہان کی مائیں قربان و نثار ہوں ہماری جیسی سینکڑوں جانیں ان کے نام پر نچھاور ہوں ۳؎ یعنی اللہ تعالٰی ہر قسم کے گناہ صغیرہ و کبیرہ اگر چاہے گا تو معاف فرما دیگا اس قاعدے سے شرک و کفر اور حقوق العباد خارج ہیں کہ شرک و کفر تو زندگی میں ایمان لائے بغیر معاف نہیں ہوتے اور حقوق العباد ادا کیئے بغیر معاف نہیں ہوتے نیز تمام گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جو کہ آگے آرہا ہے۔

۴؎ لصاحبہ میں ضمیر عقوق کی طرف ہے اور الممات میں الف لام مضاف الیہ کی عوض ہے اس سے مراد یا تو خود یہ نافرمان بیٹا ہے یا ماں باپ خیال رہے کہ یہ فرمان عالی سخت ناراضی کے اظہار کے لیئے ہے۔ لازمی قانون کے لیئے نہیں لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء (مرقات) یا اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جس گناہ پر دنیا میں بھی عذاب آجاتا ہے وہ ماں باپ کو ستانا ہے۔ شرک و کفر پر دنیا میں عذاب آنا لازم نہیں۔ ۴

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْخَمْسَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ

روایت ہے حضرت سعید ابن العاص سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھوٹے بھائی پر بڑے بھائی کا حق ایسا ہے جیسے باپ کا حق اولاد پر[2] ان پانچ حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا۔ مخلوق پر شفقت و رحمت کا بیان[3]۔ پہلی فصل روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے

ماں باپ کو ستانے والا دنیا میں چین نہیں پاتا۔

[1] آپ حضرت عمرو ابن عاص کے بھائی ہیں۔ ہجرت کے سال پیدا ہوئے قریش کے سرداروں میں سے تھے حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں قرآن مجید جمع کرنے والوں میں آپ بھی تھے حضرت عثمان نے آپ کو کوفہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ طبرستان کے فاتح آپ ہی ہیں۔ ۵۹ھ انسٹھ میں وفات ہوئی ایک سعید ابن عاص ابن امیہ بھی ہیں وہ یہاں مراد نہیں۔ [2] یعنی بڑے بھائی کا حق اس قسم کا ہے جس قسم کا حق باپ کا اپنی اولاد پر ہے یہاں تشبیہ نوعیت میں ہے مقدار حق مراد نہیں۔ [3] شفقت بنا ہے شفق بمعنی ڈر و خوف پھر اصطلاح میں شفقت اس مہربانی کو کہتے ہیں جو ڈر کے ساتھ ہو یعنی کسی پر مہربانی کرنا اس ڈر سے کہ ان پر مہربانی نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے رحمت کسی پر بلا استحقاق مہربانی کرنا رحمت دو قسم کی ہوتی ہے رحمت عامہ اور رحمت خاصہ یہاں دونوں رحمتیں مراد ہیں۔ [4] فرمان

قَالَتْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَاَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِيْ امْرَاَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُنِيْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ

فرماتی ہیں کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کیا آپ لوگ بچوں کو چومتے ہیں ہم تو نہیں چومتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تیرے لیئے اس کا مالک ہوں کہ اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال لیا[1]۔ (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں مجھ سے کچھ مانگتی تھیں[2] تو اس نے میرے پاس ایک چھوہارے کے سوا کچھ نہ پایا میں نے اسے وہ ہی دے دیا[3] اس نے وہ اپنی لڑکیوں میں بانٹ دیا اس میں سے خود نہ کھایا[4] پھر اٹھی اور چلی گئی پھر نبی صلی اللہ

سوالی یا بطور بددعا ہے یا بطور خبر یعنی خدا اس پر رحم نہ کرے یا رحم نہ کریگا لوگوں پر رحمت اللہ تعالٰی کا خاص کرم ہے۔

[1] یعنی تم لوگوں کا اپنے بچوں کو نہ چومنا اس لیئے ہے کہ رب تعالٰی نے تمہارے دلوں سے رحم و کرم نکال دیا ہے جن کے دلوں سے اللہ رحم نکال دے اس کے دل میں رحمت و کرم کس طرح ڈالیں ہم تو اللہ کی رحمتوں کے دروازہ ہیں۔

[2] مرات کی دوسری جلد باب السوال میں گزر گیا کہ بعض مجبوریوں میں مانگنا جائز ہے۔ یہ بی بی صاحبہ انھیں مجبوریوں میں پھنسی ہوگی اس لیئے اسے سوال درست تھا۔ [3] یعنی میرے پاس سوا ایک کھجور کے اور کچھ نہ تھا میں نے وہ اسے دیدی معلوم ہوا کہ جہاں تک ہوسکے فقیر کو کچھ دے دے تھوڑے بہت کا خیال نہ کرے فقیر بھی تھوڑے شکایت نہ کرے تھوڑی چیز قبول ہو جاوے تو بہت ہے اگر بہت سی چیز قبول نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں۔

[4] یعنی وہ خود بھی بھوکی تھی اس کی دونوں بچیاں بھی بھوکی تھیں مگر اس نے بچیوں کو کھلا دیا خود کچھ نہ کھایا یہ نا ممکن ہے کہ خود سیر ہو اور بچیاں بھوکی ہوں۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِيْ

علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور کو یہ خبر دی تو فرمایا جو کوئی بیٹیوں میں مبتلا کر دیا جاوے[۱] پھر ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لیئے آگ سے آڑ ہو جائیں گی[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دو لڑکیوں کو پالے حتی کہ وہ جوان ہو جاویں تو میں اور وہ قیامت کے دن ایسے آئیں گے اور اپنی انگلیوں کو ملایا[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شوہر مسکینوں پر

[۱] معلوم ہوا کہ بارہ بیٹیاں ملنا بھی رب کی طرف سے آزمائش ہے اکثر لوگ اس سے گھبرا جاتے ہیں اس پر صبر کرنا چاہیئے کہ بے صبری سے اجر بھی جاتا رہتا ہے [۲] یعنی یہ بیٹیاں اس کے لیئے دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہوں گی کہ وہ دوزخ میں جائے گا ہی نہیں یا اگر گیا تو وہاں دوزخ کی آگ اس تک نہ پہونچ سکے گی۔ یہ بیٹیاں پردہ بن کر اسے محفوظ رکھینگی مگر شرط یہ ہی ہے کہ ان پر گھبرائے نہیں ان سے اچھا سلوک کرے اس اجر کی وجہ یہ ہے کہ لڑکوں سے لوگوں کو بہت امیدیں وابستہ ہیں کہ جوان ہو کر ہماری خدمت کرینگے لڑکیوں پر خرچ ہی کرنا ہوتا ہے وہ بھی بغیر کسی امید کے مگر دیکھا گیا ہے کہ آج کل بمقابلہ لڑکوں کے لڑکیاں ماں باپ کی خدمت بھی زیادہ کرتی ہیں اور ان کے مرے بعد ختم فاتحہ زیادہ لڑکیاں ہی کرتی ہیں کوئی خوش نصیب ہی لڑکوں سے آرام پاتے ہیں اکثر لڑکے بدنام اور برباد کرتے ہیں [۳] یعنی خوش دلی سے دو بچیوں کو پال دینا خواہ اپنی بیٹیاں ہوں یا بہنیں ہوں یا یتیم بچیاں قیامت میں مجھ سے قرب کا ذریعہ ہے اور جیسے اس دن حضور کا

عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالسَّاعِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ
اَحْسِبُهٗ قَالَ كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ
لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

پر خرچ کرنے والا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی طرح ہے ۱؎ مجھے خیال ہے کہ فرمایا اس کی طرح جو تھکے نہیں اور اس روزے دار کی طرح جو افطار نہ کرے ۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور یتیم کا پالنے والا ۳؎ خواہ اپنا ہو یا غیر کا ۴؎ جنت میں اسی طرح ہوں گے اور کلمہ کی اور بیچ کی انگلی سے

وہ قرب نصیب ہو جاوے اسے سب کچھ مل جاوے۔ شعر

گر محمد کا ساتھ ہو جائے — پھر تو سمجھو نجات ہو جائے ؎

۱؎ ارامل جمع ہے ارمل کی جس کا مادہ ہے رمل (ریگستان) چونکہ ریگستان باغات و سبزہ سے خالی ہوتا ہے اس لیئے بے شوہر عورت کو ارملہ اور بے بی بی والے مرد کو ارمل کہتے ہیں خواہ کنوارے ہوں یا بیوہ یا خاوند نے طلاق دیدی ہو یا خاوند نے اسے معلقہ رکھا ہو اگر یہ فقیر ہے۔ تو اس پر خرچ بھی کرے اور اس کا کام کاج بھی اگر غنی ہے تو کام کاج کرے اس کا سودا سلف وغیرہ لادیا کرے لفظ ساعی ان دونوں کو شامل ہے (مرقات واشعہ) ایسے شخص کا ثواب تو مجاہد و غازی فی سبیل اللہ کی طرح یا اس کی برابر ہے یہ خدمت بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔

۲؎ یعنی جس قسم کا یا جتنا ثواب اس انتھک عابد کو ملتا ہے جو صائم الدہر قائم اللیل ہو اسی قسم کا یا اتنا ثواب اس خدمت کرنے والے کو ملتا ہے احسب فرمانے والے حضرت ابوہریرہ ہیں قال کا فاعل حضور (مرقات) ۳؎ یتیم وہ نابالغ انسان ہے جس کا والد فوت ہو چکا ہو خواہ لڑکا ہو لڑکی لفظ یتیم ان دونوں کو شامل ہے (مرقات) جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ جس کی ماں مرگئی ہو اور موتی وہ یتیم کہلاتا ہے جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو یہاں انسان یتیم مراد ہے لڑکا یا لڑکی ۴؎ یعنی وہ یتیم خواہ اپنا پوتا نواسا بھتیجہ بھانجہ ہو یا کوئی غیر کا بچہ جس سے یہ رشتہ داریاں نہ ہوں ؎

وَالْوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اشارہ کیا ان کے درمیان کچھ کشادگی فرمائی ؁۱ (بخاری) روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم مسلمانوں کو آپس کی رحمت آپس کی محبت آپس کی مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے ؁۲ کہ جب ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارے جسم کے اعضا بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں ؁۳ (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

؁۱ یعنی جیسے ان دونوں انگلیوں میں کوئی فاصلہ نہیں ایسے ہی قیامت میں مجھ میں اور اس میں کوئی فاصلہ اور دوری نہ ہوگی اس کو مجھ سے بہت ہی قرب نصیب ہوگا۔ ؁۲ یعنی کامل مسلمان ایمان اسلامی رشتہ کی وجہ سے ایسے ہیں جیسے ایک جسم کے اعضاء جن کے نام بھی مختلف ہیں کام اور شکل و صورت بھی جداگانہ مگر چونکہ ان سب کی روح ایک ہے اس لیے ایک عضو کی تکلیف تمام اعضاء کو بے قرار کردیتی ہے یوں ہی مختلف ممالک کے مسلمانوں کے نام کام۔ زبان غذا دنیاوی رہن سہن مختلف ہیں مگر ان سب کا نبی حضور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہیں لہذا ایک کی تکلیف سارے مسلمانوں کو بیقرار کردیتی ہے مگر یہ کیفیت زندہ مسلمانوں کی ہے جو مردہ یا بے حس ہوگئے وہ مردہ جسم یا سوکھے ہوئے اعضاء کی طرح ہیں کہ ایک چوٹ لگا دو دوسرے کو خبر نہ ہو ؁۳ یعنی ایک عضو کو بیماری ہو تو سارے اعضاء بے قرار ہو کر اس کی تکلیف دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب تک اسے آرام نہ ہو جاوے یہ چین سے نہیں رہتے یوں ہی ایک مسلمان کی تکلیف کو ساری قوم مل کر دفع کرتی ہے اس کے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب سے وابستگی نصیب کرے اور ہماری قوم کا یہی حال ہو جاوے اب تو یہ حال ہے کہ بعض جگہ مسلمان ہوتا ہے [illegible]

الْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَتَاهُ

مسلمان ایک شخص کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ دکھے تو سارا جسم بیمار ہو جاوے اور اگر اس کا سر درد کرے تو سارا جسم بیمار ہو جاوے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، کہ فرمایا مسلمان مسلمان کے دیوار کی طرح ہیں کہ اس کا بعض سے بعض مضبوط ہوتا ہے [2] اور اپنی انگلیوں کو گتھا دیا [3] روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ جب حضور کے پاس

[1] یعنی قوم مسلم گویا ایک جسم ہے افراد مسلم گویا اس جسم کے اعضاء ایمان مسلم گویا اس جسم کی جان ہے۔ حرارت و غیرت ایمانی گویا ایمان سے تعلق ہے اس تعلق کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی تکلیف ساری افراد کی تکلیف ہے خیال رہے کہ غدار مسلمانوں کو قوم سے نکالنا ایسا ہے جیسے گلے سڑے عضو کو جسم سے کاٹ دینا تاکہ اس کا فساد دوسرے اعضاء میں نہ پہنچے۔ [2] یعنی مومنوں کے دنیاوی و دینی کام ایک دوسرے سے مل جل کر مکمل ہوتے جیسے مکان کی دیواریں ایک دوسرے سے مل کر مکان مکمل کرتی ہے۔

[3] اس طرح کہ ایک ہاتھ شریف کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں داخل کردیں یعنی گتھا دیں یہ سمجھانے کے لیئے کہ جیسے یہ انگلیاں ایک دوسرے میں داخل ہوگئیں ایسے ہی مسلمان ایک دوسرے میں گتھے ہوئے ہیں کہ یہ کبھی بے تعلق نہیں ہوسکتے گتھانے والے یا حضرت ابوموسیٰ اشعری ہیں یا خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ مثال یہ بتانے کیلئے ہے کہ مسلمانوں کے بعض کے بعض پر حقوق ہیں۔

السَّآئِلُ وَصَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَا شَآءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

سوال یا حاجت مند آتا تو فرماتے اے صحابہ سفارش کرو ثواب دیئے جاؤ گے [1] اور اللہ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم [3] ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی مظلومیت میں تو مدد کروں گا ظالم ہونے پر اس کی مدد کیسے کروں فرمایا اسے ظلم سے روک دو یہ ہے تمہاری اسے امداد۔ [4] (مسلم، بخاری)

[1] یعنی اس سائل یا حاجت مند کی حاجت روائی کے لیئے ہم سے سفارش کرو تم کو سفارش کرنے کا ثواب ملے گا معلوم ہوا کہ حاکم سے حق اور اہل حق کی سفارش کرنا ثواب ہے کہ نیکی کرنا نیکی کرانا نیکی کا مشورہ دینا سب ہی ثواب ہے باطل کی سفارش گناہ ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ شرعی حدود میں سفارش حرام ہے اور تعزیرات میں سفارش جائز (اشعہ)

[2] یعنی اگر ہم تمہاری سفارش کے مطابق فیصلہ کریں تو تمہاری سفارش کی وجہ سے نہ کریں گے بلکہ بحکم الٰہی اور اگر سفارش قبول نہ کریں اس کے خلاف فیصلہ کریں تو بھی تمہاری سفارش کی مخالفت سے نہیں بلکہ یہ دونوں عمل بحکم الٰہی ہوں گے کیونکہ ہماری زبان پر رب تعالٰی کلام فرماتا ہے ہمارے کلام رب کے کلام ہیں ہاں تم کو بہرحال ثواب مل جاوے گا خواہ سفارش قبول ہو یا نہ ہو لہذا تم سفارش قبول نہ ہونے پر ملول نہ ہو اور آئندہ سفارش چھوڑ نہ دو۔

[3] یعنی اپنے بھائی مسلمان کی بہرحال مدد کرو خواہ تمہاری مدد اس کو خوش کرے یا مغموم کرے [4] یعنی ظالم کو ظلم سے روک دینا یہی اس کی بڑی مدد ہے کہ اسے مظلوم کی بددعاؤں سے اللہ کے عذاب سے بچا لیتا ہے ایک شاعر کہتا ہے۔

شعر

گ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ۱؎ نہ تو اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے ۲؎ اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے گا اللہ اس کی حاجت میں رہے گا ۳؎ اور جو مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرے گا۔ اللہ اس سے قیامت کے دن کی تکالیف دور کرے گا۔ اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا ۴؎

۴ یعنی قدرت پا کر کسی پر ظلم نہ کرو کہ ظلم کا انجام ندامت ہے تم تو رات کو سو جاؤ گے مگر مظلوم نہ سوئے گا تم پر رات میں بددعا کرے گا اللہ کی آنکھ سوتی نہیں وہ اسی وقت اس کو دیکھتی ہے (مرقات)

۱؎ یعنی مسلمان مسلمان کا دینی و اسلامی بھائی ہے یا مسلمان مسلمان کے لیے سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا اور مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بنایا۔ حضور سے رشتہ غلامی قوی ہے ماں باپ سے رشتہ نسبی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور مسلمانوں کے بھائی نہیں حضور تو مثل والد کے ہیں اس لیے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں بھاوج نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن و مسلم ہم معنی ہیں کہ قرآن کریم نے مومنوں کو بھائی قرار دیا۔ انما المؤمنون اخوۃ اور حضور نے یہاں مسلمون کو (از مرقات) خیال رہے کہ یہاں بھائی ہونا رحمت و شفقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ احکام کے اعتبار سے

۲؎ یسلم بنا ہے اسلام سے جس کا مادہ سلم بمعنی سلامتی ہے ہمزہ سلب کا تو معنی ہوئے سلامت نہ رکھنا یعنی اسے ہلاک کردینا یا مدد کی ضرورت پر اسے بے یار و مددگار چھوڑ دینا ۳؎ سبحان اللہ کیسا پیارا وعدہ ہے مسلمان بھائی کی تم مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا مسلمان کی حاجت روائی تم کرو اللہ تمہاری حاجت روائی کریگا معلوم ہوا کہ بندہ بندہ کی حاجت روائی کرسکتا ہے یہ شرک نہیں بندہ بندہ کا حاجت روا مشکل کشا ہے ۴؎ یعنی اگر کوئی حیادار آدمی ناشائستہ حرکت خفیہ کر بیٹھے پھر پچھتائے تو تم اسے خفیہ سمجھا دو کہ اس کی اصلاح ہوجاوے اسے بدنام نہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالٰی کی ۲

عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ
وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيرُ إِلٰى صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے حقیر جانے[1] تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرماتے تھے تین بار[2]

سے قیامت میں تمہارے گناہوں کا حساب خفیہ ہی لے لیگا۔ تمہیں رسوا نہ کرے گا۔ ہاں جو کسی کی ایذاء کی خفیہ تدبیریں کر رہا ہو یا خفیہ حرکتوں کا عادی ہو چکا ہو اس کا اظہار ضرور کردو تاکہ وہ شخص ایذا سے بچ جاوے یا یہ توبہ کرے یہ قیدیں ضرور خیال میں رہیں غرضکہ صرف بدنامی سے کسی کو بچانا اچھا ہے مگر اس کے خفیہ ظلم سے دوسرے کو بچانا یا اس کی اصلاح کرنا بھی اچھا ہے یہ فرق خیال میں رہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو مسلمان کی ایک عیب پوشی کرے رب تعالٰی اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا۔ لہذا کربۃً کی تنوین تعظیمی ہے اور سترہ اللہ میں ستر مطلق بمعنی کامل ہے رب تعالٰی کی عطائیں ہمارے خیالات سے وراء ہیں۔

۱؎ یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں۔ نسبوں۔ یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتی کہ صوبجاتی تعصب ہم میں بہت ہوگیا کہ وہ پنجابی ہے۔ وہ بنگالی وہ سندھی۔ وہ سرحدی اسلام نے یہ سارے فرق مٹادیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہوجاتا ہے۔ مختلف لکڑیوں کو آگ جلادے تو اس کا نام راکھ ہوجاتا ہے۔ آم۔ جامن۔ ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہوگئے حبشی ہو یا رومی مولانا جامی فرماتے ہیں۔ شعر

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی   کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

۲؎ یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو تم سے اچھا ہو۔ شعر

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد

بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِيْفُ

انسان کے لیئے یہ شر کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ مسلمان پر مسلمان کی ہر چیز حرام ہے اس کا خون اس کا مال اس کی آبرو ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت عیاض ابن احمار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی لوگ تین ہیں ۳ وہ حاکم جو عادل والا صدقہ والا توفیق والا ۴ اور وہ شخص جو رحم اور نرم دل ہو ہر قرابت والے پر ۵ اور وہ مسلمان جو پاک دامن سوال کرنے سے بچنے والا عیالدار ہو ۶ آگ والے پانچ ہیں وہ کمزور

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے میرے سینہ سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقوے کی نہریں نکلیں (مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطائیں بٹتی ہیں (مرقات) ٭ ۱؎ یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے کسی کی آبروریزی نہ کرے کسی مسلمان کو ناحق اور ظلمًا قتل نہ کرے کہ یہ سب سخت جرم ہیں۔ ۲؎ یعنی میری امت میں تین قسم کے لوگ یقینًا جنتی ہیں ۳؎ یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے تو وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرے اسے خبر کرنے خیرات کی توفیق ملے کہ حاکم درست ہو جانے سے رعایا خود درست ہو جاتی ہے ۴؎ یعنی عوام مسلمانوں پر عمومًا اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصًا مہربان ہو ۵؎ یعنی وہ مسلمان جو باوجود عیالدار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے گناہ کے قریب نہ جاوے ٭

الَّذِیْ لَا زَبْرَ لَهٗ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْكُمْ تَبَعٌ لَا یَبْغُوْنَ اَهْلًا وَّلَا مَالًا وَّالْخَائِنُ الَّذِیْ لَا یَخْفٰی لَهٗ طَمَعٌ وَّاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَرَجُلٌ لَا یُصْبِحُ وَلَا یُمْسِیْ اِلَّا وَهُوَ یُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ اَوِ الْكَذِبَ وَالشِّنْظِیْرُ الْفَحَّاشُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ

جس کی خود اپنی کوئی رائے نہ ہو[1] جو کہ تم میں رہیں تمہارے تابع ہو کہ نہ گھر بار چاہتے ہیں۔ نہ مال[2] اور وہ خیانت والا جس کی ہوس ڈھکی چھپی نہیں رہتی۔ اگرچہ معمولی چیز ہو۔ مگر خیانت کر لیتا ہوں[3] اور وہ شخص جو نہیں صبح کرتا نہیں شام کرتا مگر وہ تم کو دھوکہ دیتا رہتا ہے تمہارے گھر بار اور تمہارے مال میں[4] اور حضور نے کنجوسی اور جھوٹ کا بھی ذکر فرمایا[5] اور بدخلق اور فحش گو[6] (مسلم) روایت ہے

[1] یعنی اس میں اتنی عقل نہ ہو جو اسے برائیوں سے بچائے کبھی آخرت کے نفع نقصان کو سوچتا ہی نہ ہو جانوروں کی طرح صرف کھانے عیش کرنے کی فکر میں لگا رہے [2] یعنی حلال بیوی رکھتے نہیں حلال روزی کماتے نہیں محنت سے جی چراتے ہیں غیر عورتوں پر نظر حرام رکھتے ہیں۔ غیروں کا مال ناجائز طور پر کھانے کے درپے رہتے ہیں یہ لوگ نرے دوزخی ہیں [3] یعنی اسے خیانت کرنے کی عادت ہو گئی معمولی چیز حقیر سی امانت میں خیانت کرنے سے باز نہیں رہتا یعنی وہ گنہگار رہی ہو ذلیل طبیعت والا بھی یہ بھی دوزخی ہے یہ عادات خالص دوزخیوں کے ہیں [4] صبح شام سے مراد ہمیشہ ہے یعنی وہ دھوکہ دینے کا عادی ہو چکا ہو۔ تم سے جب بھی کلام یا کوئی معاملہ کرے دھوکہ ہی دے یہ بھی دوزخی ہے [5] چونکہ راوی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ طیبہ یاد نہ رہے جو حضور نے بخل اور جھوٹ کے متعلق فرمائے اس لیئے راوی نے اس طرح بیان کیا۔ اگر اسے الفاظ طیبہ یاد ہوتے تو باقاعدہ بطریق روایت ارشاد کرتے۔ [6] شنظیر فحاش بخل وکذب کا معطوف ہے تو نصبی حالت میں ہے یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شنظیر اور فحاش کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ بھی دوزخی ہیں شنظیر بروزن خنزیر بمعنی بدخلق سخت طبیعت اور ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں مبتدا ہوں اور ان کی خبر من اہل النار پوشیدہ ہو دونوں مرفوع ہونگے مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں والفحاش ہے یعنی فحاش معطوف ہے الشنظیر پر تب م

أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‎۰‎ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‎۰‎ وَعَنْ أَنَسٍ

حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا حتی کہ اپنے بھائی کے لیئے وہ ہی پسند کرے جو اپنے لیئے پسند کرتا ہے نہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم نہیں مومن ہوتا اللہ کی قسم مومن نہیں ہوتا اللہ کی قسم مومن نہیں ہوتا عرض کیا گیا کون یارسول اللہ فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہوتے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے

ح تو معنی بالکل ظاہر ہیں ؂

سے یہ فرمان عالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات سے ہے ان چند لفظوں میں دونوں جہان کی خوبیاں جمع ہیں یعنی کوئی شخص مومن کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیئے دینی و دنیاوی وہ چیز نہ چاہے جو اپنے لیئے چاہتا ہے اسی کا ترجمہ ہے کہ آنچہ برخود نہ پسندی بہ دیگراں پسند۔ خیال رہے کہ یہاں خیر مراد ہے ہر مسلمان کے لیئے دنیا و آخرت کی خیر چاہو جو اپنے لیئے چاہتے ہو اس خیر کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے کسی کے لیئے دولت مندی خیر ہے کسی کیلئے فقیری خیر کسی کیلئے خلوت خیر ہے کسی کیلئے جلوت خیر لہذا اگر خلوت نشین مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے جلوت چاہیئے جسے جلوت بہتر ہو تو اس فرمان کے خلاف نہیں تمام مسلمانوں میں پاور ایک ہی ہے مگر پاور کے اثرات مختلف ہیں جیسے پاور ہیٹر میں پہونچے تو گرمی دیتا ہے، فریج میں پہونچے تو ٹھنڈک (مرقات) سے تین بار فرمانا تاکید کیلئے ہے لا یومن میں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی مومن کامل نہیں ہو سکتا نہیں ہو سکتا نہیں ہو سکتا سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی وضاحت پہلے ہی نہ فرمادی بلکہ سائل کے پوچھنے پر بتایا تاکہ سننے والوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جاوے جو بات انتظار اور پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہو وہ بہت دلنشین ہوتی ہے اگرچہ ہر مسلمان کو اپنی شر م

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ رَوَاهُ وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ ثَلٰثَةً

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا[1] جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو[2] روایت ہے حضرت عائشہ اور ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ مجھے جناب جبریل پڑوسی کے متعلق مجھے حکم الٰہی پہنچاتے رہے[3] حتی کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم تین ہو[5] تو تیسرے کو

۲ سے بچانا ضروری ہے مگر پڑوسی کو بچانا نہایت ہی ضروری کہ اس سے ہر وقت کام رہتا ہے وہ ہمارے اچھے اخلاق کا زیادہ مستحق ہے رب تعالٰی فرماتا ہے والجار ذی القربٰی والجار الجنب۔

[1] یعنی صالحین اور نجات پانے والوں کے ساتھ وہ جنت میں نہ جاویگا اگرچہ سزا پا کر بہت عرصہ کے بعد وہاں پہونچ جاوے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ [2] افسوس کہ یہ سبق آج بہت سے مسلمان بھول گئے اب تو ان کے تیر کا پہلا شکار ان کا پڑوسی ہی ہوتا ہے۔ [3] یہاں وصیت سے مراد اصطلاحی وصیت نہیں بلکہ تاکیدی حکم مراد ہے اور حکم کس کا احکم الحاکمین کا نہ کہ حضرت جبریل کا کہ حضرت جبریل حضور کے حاکم نہیں حضور کے خادم ہیں رب کی طرف سے فرمان رساں فیضان رساں ہیں یوصینی سے مراد ہیں حضور کی امت کے لیے حضور کو حکم پہونچاتے رہے کہ آپ اپنی امت کو یہ حکم پہنچادو۔ [4] یعنی مجھے یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو پڑوسی کی مالی میراث میں شریک کریگا کہ قرابت کی طرح یہ وصیت بھی میراث پانے کا ذریعہ ہو جاوے گی حضور کی میراث مراد نہیں کہ حضرات انبیاء کرام کی مالی میراث کسی کو نہیں ملتی۔ [5] خواہ کسی مجلس میں تین مسلمان ہوں یا کسی راستہ پر جاتے ہوئے تین شخص ہمراہ ہوں یہاں ہمراہی اور مصاحبت مراد ہے لہذا حدیث صاف ہے۔

فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ يُّحْزِنَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ

چھوڑ کر سرگوشی نہ کرو حتی کہ تم لوگوں سے خلط ملط ہو جاؤ اس لیئے کہ یہ بات اسے غمگین کرے گی ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت تمیم داری سے ۲؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ۳؎ تین بار فرمایا ہم نے عرض کیا کہ کس کی فرمایا اللہ کی ۴؎ اس کی کتاب کی ۵؎ اور اس کے رسول کی ۶؎

۱؎ یعنی اگر تین ساتھیوں میں سے دو خفیہ سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو اندیشہ ہوگا کہ کوئی بات میرے خلاف طے کی جاوے گی میرے خلاف مشورہ کر رہے ہیں جب تین سے زیادہ آدمی ہوں تو باقی کسی کو یہ خطرہ نہ ہوگا کہ میرے خلاف سازش ہو رہی ہے۔ خیال رہے کہ یہ ممانعت وہاں ہے جہاں تیسرے کو اپنے متعلق یہ شبہ ہو سکتا ہو اگر یہ شبہ نہ ہو سکے تو بلا کراہتہ یہ عمل جائز ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ فاطمہ زہرا حاضر ہوئیں۔ حضور نے انہیں مرحبا کہا اور ان سے کچھ سرگوشی فرمائی ۲؎ آپ کا نام تمیم ابن اوس ابن دار ہے آپ عیسائی تھے ۹ھ؁ ہجری میں ایمان لائے آپ سے کل اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے صرف یہ ایک حدیث مسلم میں ہے آپ شب کو نوافل میں ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور کبھی ایک آیت صبح تک بار بار پڑھتے اور روتے رہتے تھے اولًا مدینہ منورہ میں رہے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام چلے گئے وہاں ہی وفات پائی مسجد نبوی میں سب سے پہلے چراغ آپ نے ہی روشن کیئے (مرقات) چراغاں کیا ۳؎ نصیحت بنا ہے نصح سے بمعنی خالص ہونا عرب کہتے ہیں نصحت العسل عن الشمع میں نے شہد کو موم سے خالص کر لیا اصطلاح میں کسی کی خالص خیر خواہی کرنا جس میں بدخواہی کا شائبہ نہ ہو یا خلوص دل سے کسی کا بھلا چاہنا نصیحت ہے یہ بھی جامع کلمات میں سے ہے کہ اس ایک لفظ میں لاکھوں چیزیں شامل ہیں۔ حتی کہ اعتقاد کو کفر سے خالص کرنا عبادات کو ریا سے پاک و صاف کرنا معاملات کو خرابیوں سے بچانا سب ہی نصیحت میں داخل ہیں۔ ۴؎ اللہ کے لیئے نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کے متعلق خالص اسلامی عقیدہ رکھنا خلوص دل سے اس کی عبادت کرنا اس کے محبوبوں سے محبت دشمنوں سے عداوت رکھنا اس کے متعلق اپنے عقیدے خالص رکھنا اس کی شرح بہت وسیع ہے (مرقات) ۵؎ کتاب اللہ یعنی قرآن م

وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

اور مسلمانوں کے اماموں کی لہ اور عوام کی لہ (مسلم) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی لہ

ف مجید کی نصیحت یہ ہے کہ اس کے کتاب اللہ ہونے پر ایمان رکھنا اس کی تلاوت کرنا اس میں بقدر طاقت غور کرنا اس پر صحیح عمل کرنا اس پر سے مخالفین کے اعتراضات دفع کرنا غلط تاویلوں تحریفوں کی تردید کرنا۔ سلہ اللہ کے رسول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ انہیں تمام نبیوں کا سردار ماننا ان کے تمام صفات کا اعتراف کرنا جان و مال و اولاد سے زیادہ انہیں پیارا رکھنا ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ان کا ذکر بلند کرنا۔ سلہ اماموں سے مراد یا تو اسلامی بادشاہ اسلامی حکام ہیں یا علماء دین مجتہدین کاملین اولیاء واصلین ہیں۔ ان کی نصیحت یہ ہے کہ ان کے ہر جائز حکم کی بقدر طاقت تعمیل کرنا لوگوں کو ان کی اطاعت جائزہ کی طرف رغبت دینا آئمہ مجتہدین کی تقلید کرنا ان کے ساتھ اچھا گمان رکھنا (مرقات) علماء کا ادب کرنا سلہ عام مسلمانوں کی نصیحت یہ ہے کہ بقدر طاقت ان کی خدمت کرنا ان سے دینی و دنیا مصیبتیں دور کرنا ان سے محبت کرنا ان میں علم دین پھیلانا۔ اعمال نیک کی رغبت دینا جو چیز اپنے لیئے پسند نہ کرے ان کے لیئے پسند نہ کرنا یہ حدیث بہت ہی جامع ہے سلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے ایمان تقوٰی پر بھی بیعت لیتے تھے اور نیک اعمال پر بھی یعنی میری معرفت رب تعالٰی سے یہ وعدہ کرو کہ ہم نیک اعمال کریں گے گناہوں سے بچیں گے بیعت کی بہت قسمیں ہیں یہاں بیعت اعمال مراد ہے۔ بیعت کی اقسام ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن کے ضمیمہ میں ملاحظہ کرو۔ ایک بار حضرت جریر نے ایک شخص سے گھوڑا تین سو درہم میں خرید سودا طے ہو جانے پر فرمایا کہ تیرا گھوڑا زیادہ قیمت کا ہے اچھا چار سو دوں گا۔ پھر کہا نہیں پانچ سو دوں گا حتی کہ آٹھ سو درہم تک بڑھا کر خرید لیا۔ بائع حیران ہو کر بولا۔ حضرت یہ کیا فرمایا میں نے حضور سے بیعت کی ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی پر یہ اس پر عمل ہے (مرقات)

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ • وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ • وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

(مسلم بخاری) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے سچے اور سچے کیے ہوئے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رحمت نہیں نکالی مگر بدبخت سے ۱؎ (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے ۲؎ تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے ۳؎ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے ابن عباس سے

۱؎ میاں بھی رحمت میں بڑی گنجائش ہے اپنے پر رحم کرنا کہ گناہوں سے بچنا مسلمانوں پر رحم کرنا بلکہ کفار پر رحم کرنا کہ انھیں دعوت اسلام دینا بلکہ جانوروں پر رحم کرنا کہ ان کے دانہ پانی کا خیال رکھنا مقصد یہ ہے کہ بدبخت کی علامت یہ ہے کہ اس کا دل سخت ہوتا ہے اسے کسی پر رحم نہیں آتا لہذا نیک بخت کی علامت یہ ہے کہ وہ نرم دل ہوتا ہے سب پر رحم کرتا ہے۔

۲؎ کیونکہ رحم و کرم والے بندے اللہ تعالٰی کی صفت رحمت کے مظہر ہیں اللہ کے اخلاق سے موصوف ہیں رحمت سے مراد عام رحمت ہے۔

۳؎ یعنی تم اللہ کی زمینی مخلوق پر رحم کرو انسانوں پر جانوروں پر تم پر وہ رحم کرے گا جس کی رحمت خاصہ جس کی سلطنت آسمانوں میں بھی ہے یعنی رب تعالٰی یا اس سے مراد فرشتے ہیں یعنی فرشتے تمہاری حفاظت کریں گے تمہارے لیے دعاء مغفرت کریں گے (مرقات)

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ٭ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا مِنْ اَجْلِ سِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ عِنْدَ سِنِّہٖ مَنْ یُّکْرِمُہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ٭

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں [1] جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے [2] اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے منع نہ کرے [3] ترمذی۔ اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی جوان کسی بوڑھے کا اس کی عمر کی وجہ سے احترام نہیں کرتا۔ مگر اللہ اس کے بڑھاپے پر اسے مقرر کرے گا جو اس کا احترام کرے [4] (ترمذی)

[1] یعنی ہماری جماعت سے یا ہمارے طریقہ والوں سے یا ہمارے پیاروں سے نہیں یا ہم اس سے بیزار ہیں وہ ہمارے مقبول لوگوں میں سے نہیں یہ مطلب نہیں کہ وہ ہماری امت یا ہماری ملت سے نہیں کیونکہ گناہ سے انسان کافر نہیں ہوتا ہاں جو حضرات انبیاء کرام کی توہین کرے وہ اسلام سے خارج ہے۔ [2] یعنی اپنے سے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اپنے سے بڑوں کا ادب نہ کرے چھوٹائی بڑائی خواہ عمر کی ہو خواہ علم کی خواہ درجہ کی یہ فرمان بہت عام ہے خیال رہے صغیرنا اور کبیرنا فرما کر یہ بتایا کہ چھوٹے بڑے مسلمانوں کا ادب ان پر رحم چاہیئے یہ قید بھی زیادتی اہتمام کے لیئے ہے ورنہ کافر ماں باپ کا بھی مادری ادب کافر چھوٹے بھائی پر بھی قرابت داری کا رحم چاہیئے جیسا کہ فقہاء کے فرامین اور دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے یوں ہی ان کے حقوق قرابت ادا کرے (اشعہ) [3] ہر شخص اپنی طاقت اور اپنے علم کے مطابق دینی احکام لوگوں میں جاری کرے یہ صرف علماء کا ہی فرض نہیں سب پر لازم ہے حاکم ہاتھ سے برائیاں روکے عالم عام زبانی تبلیغ سے یہ فرض انجام دیں فی زمانہ اس سے بہت غفلت ہے [4] یعنی جو شخص بوڑھے مسلمان کا صرف اس لیئے احترام کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے تو اس کی عبادات مجھ سے زیادہ ہیں یہ مجھ سے پرانے اسلام والا ہے تو انشاء اللہ

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْبَیْہَقِیُّ

روایت ہے حضرت ابوموسی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ کی تعظیم میں سے ہے بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کا احترام[1] جو حامل قرآن نہ تو اس میں زیادتی کرے[2] نہ اس سے دور رہے[3] اور عادل بادشاہ کا احترام کرنا ہے[4] (ابوداؤد، بیہقی)

[1] دنیا میں وہ دیکھ لے گا کہ اسکے بڑھاپے کے وقت لوگ اس کا احترام کریں گے اس وعدے میں فرمایا گیا کہ ایسا آدمی دراز عمر بھی پائے گا دنیا میں مال، عیش، عزت بھی اسے ملے گی آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے خود اس حدیث کے راوی حضرت انس نے حضور کی دس سال خدمت کی دیکھ لو کہ ان کی عمر ایک سو تین سال ہوئی ان کی زندگی میں ان کی اولاد کی تعداد ایک سو ہوئی یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد ایک مخلوق نے ان سے احادیث روایت کیں۔ جہاں پہونچ جاتے تھے لوگ ان کی زیارت کے لیئے جمع ہو جاتے تھے (مرقات) یہ ہے اس حدیث کا ظہور اور اس وعدہ نبوی کی جیتی جاگتی تصویر و تفسیر۔

[2] سفید ڈاڑھی والے مسلمان کا احترام خود رب تعالٰی فرماتا ہے کہ جب وہ دعا کے لیئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ کریم اس سے شرم فرماتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے تو بندہ اس کا احترام کیوں نہ کرے حامل قرآن میں حافظ عالم دین، قاری، مفسر، ہمیشہ تلاوت کرنے والا سب ہی داخل ہیں سب کا احترام چاہیئے (مرقات)

[3] یعنی وہ حامل قرآن وہ عالم وہ حافظ قابل تعظیم ہیں جو بدمذہب بیدین نہ ہو جو قرآن کو لوگوں کے گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائیں اس کی غلط تاویلیں کریں اس میں خیانتیں کریں اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فتنہ فساد پھیلائیں ان پر تو خدا تعالٰی کی بھی پھٹکار ہے بندوں کی بھی (مرقات)

حافظا میخور رندی کن و خوش باش ولے دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر تاویل سے کرسکتے ہیں قرآن پاژند

[4] منصف حاکم عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پاتی ہے وہ رعایا کے لیئے مثل مہربان والد کے ہے اس لیئے اس کا احترام ضروری ہے۔

فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ • وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ • وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ إِلَّا لِلّٰهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ يَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهُ حَسَنَاتٌ وَمَنْ أَحْسَنَ إِلَى يَتِيمَةٍ أَوْ يَتِيمٍ عِنْدَهُ كُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ

شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں بہترین گھر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو جس سے اچھا سلوک کیا جاتا ہو [1] اور مسلمانوں میں بدترین گھر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو جس سے برا سلوک کیا جاتا ہو [2] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے [3] نہیں پھیرتا مگر اللہ کے لیئے تو اس کے لیئے ہر بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ پھرے نیکیاں ہوں گی [4] اور جو اپنے پاس رہنے والے یتیم یا یتیمہ سے بھلائی کرے اور جنت میں میں اور وہ ان کی طرح ہوں گے۔

[1] یتیم سے سلوک کی بہت صورتیں ہیں اس کی پرورش۔ اس کے کھانے پینے کا انتظام اس کی تعلیم و تربیت اسے دیندار نمازی بنانا سب ہی اس میں داخل ہے غرضکہ جو سلوک اپنے بچے سے کیا جاتا ہے وہ یتیم سے کیا جاوے لہٰذا یہ کلمہ بہت ہی جامع ہے۔ [2] برے سلوک میں مذکورہ چیزوں کی مقابل تمام چیزیں داخل ہیں یتیم بچہ کو تعلیم تربیت کے لیئے طمانچہ وغیرہ مارنا ظلم نہیں بلکہ اس کی اصلاح ہے [3] ہاتھ پھیرنا محبت کے ساتھ ہو یا اس سے مراد ہے مطلقًا معمولی سی مہربانی حقیر سی محبت مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں یتیم کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنا بھی عبادت ہے [4] حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی جو شخص اپنے عزیز یا اجنبی یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرے محبت و شفقت کا یہ محبت صرف اللہ رسول کی رضا کے لیئے ہو تو ہر بال کے عوض اسے نیکی ملے گی یہ ثواب تو خالی ہاتھ پھیرنے کا ہے جو اس پر مال خرچ کرے اس کی خدمت

وَقَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور اپنی دو انگلیاں ملائیں[۱] (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے[۲] تو اللہ اس کے لیئے جنت یقینی طور پر لازم فرما دیتا ہے مگر یہ کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو ناقابل بخشش ہو[۳] اور جو تین بیٹیاں یا ان کی مثل بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے ان پر مہربانی کرے حتی کہ اللہ انہیں بے نیاز کردے تو اللہ اس کے لیئے جنت واجب کردیتا ہے[۴] تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ اور دو کو فرمایا۔

[۱] یعنی وہ جنت میں میرا ساتھی یا پڑوسی ہوگا جیسے بادشاہ کے غلام بادشاہ کی کوٹھی میں ہی رہتے ہیں مگر خادم ہو کر ایسے ہی وہ بھی میرے ساتھ رہے گا مگر میرا امتی غلام ہو کر یہاں بھی حسن اخلاق ہے یتیم بچے سے کسی قسم کا سلوک ہو ثواب کا باعث ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یتیم تھے اسلیئے یتیم کی خدمت بڑی ہی اعلیٰ ہے مصرع یتیم ہو کے یتیموں کو پالنے والے۔ دو انگلیوں سے مراد کلمہ کی اور بیچ کی انگلی مراد ہے جن میں فاصلہ بالکل نہیں[۲] کھانے پانی میں شامل کرنا عام ہے خواہ اسے اپنے ساتھ کھلائے پلائے یا اسے اپنے گھر میں رکھ کر اس کی پرورش کرے یا یتیم خانہ بنا کر ان پر خرچ کرے۔ اب تو یتیم خانہ والے یتیموں سے بھیک منگواتے ہیں مسلمانوں میں بھکاریوں کی تعداد بڑھاتے ہیں[۳] یعنی شرک و کفر کہ یہ گناہ قابل بخشش نہیں رب فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ اسی طرح حقوق العباد بھی کسی نیک عمل سے معاف نہیں ہوتے وہ تو ادا کرنا ہی پڑیں گے یا حق والے سے معاف کرانا ہوں گے (مرقات)[۴] کرے اسے تعلیم و تربیت دے سوچ لو کہ اس کا ثواب کتنا ہوگا۔

وَاثْنَتَيْنِ قَالَ اَوِاثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ
وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ
يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ

یا دو کو حتی کہ اگر لوگ کہتے یا ایک کو تو حضور فرما دیتے ایک کو اور اللہ جس کی پیاری دو چیزیں دور کر دے اس کے لیئے جنت واجب ہو گئی عرض کیا یا رسول اللہ دو پیاری چیزیں کیا ہیں۔ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں ؎۱ (شرح السنہ) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنے بچے کو ادب کی تعلیم دے اس کے لیئے اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع خیرات کرے ؎۲ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے

؎۱ عموماً بیٹوں سے دنیاوی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ یہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے ہمیں کما کر کھلائیں گے لڑکیوں سے یہ امید نہیں ہوتی اس لیئے لڑکیوں کا پالنا ان پر صبر کرنا ثواب ہے۔ لڑکیاں خواہ بیٹیاں ہوں خواہ بہنیں انھیں سکھانے سے مراد ہے علم دین سکھانا۔ سینا۔ پرونا اور جن ہنروں کی انھیں ضرورت ہے وہ سکھانا جس سے وہ کسی کی محتاج نہ رہیں۔ ؎۲ اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی رحمتیں اور اس کی بخششیں حضور کے قبضہ میں دی گئی ہیں جس نعمت کو چاہیں عام فرما دیں (مرقات) دیکھو پہلے وعدہ تین لڑکیوں کے پالنے پر کیا گیا تھا ایک امتی کے سوال پر وہ ہی وعدہ دو بیٹیوں کے پالنے پر ہو گیا یہ ہے حضور کا مختار من اللہ ہونا حضور کے مختار کل ہونے کے دلائل ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں ملاحظہ کرو ؎۳ آنکھوں سے مراد آنکھوں کی روشنی ہے اگرچہ تمام اعضاء اللہ کی نعمت ہیں اور ہم کو پیاری مگر آنکھیں وہ نعمت ہیں جن کی مدد سے سارے اعضاء کام کرتے ہیں آنکھوں کے بغیر انسان محض دیوار بن کر رہ جاتا ہے اس پر صبر کرنا بہت ہی ثواب ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور کے صدقہ سے ہماری آنکھیں بھی رکھے اور ثواب بھی عطا فرمائے وہ تو بڑا کریم ہے ؎۴ یعنی اپنی اولاد کو ایک اچھی بات سکھانا خیرات کرنے سے افضل ہے کہ ایک صاع دو تو یہ ایک دن

غَرِيْبٌ وَنَاصِحٌ الرَّاوِيْ لَيْسَ عِنْدَ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ بِالْقَوِيِّ ۔ وَعَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا عِنْدِيْ

اور ناصح راوی محدثین کے نزدیک قوی نہیں۱؎ روایت ہے حضرت ایوب ابن موسیٰ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی۲؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچے کو ایسا عطیہ نہیں دیا جو اچھے ادب سے بہتر ہو۳؎ (ترمذی بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا ہے

میں کھا کر ختم کردیا جاوے گا مگر ایک نیک بات کا فائدہ بچہ کو عمر بھر پہونچے گا۔ اپنی لڑکیوں کو مال جہیز دینے سے بہتر یہ ہے کہ اعمال جہیز دیا جاوے انھیں ایسی تعلیم و تربیت دو کہ وہ اپنی سسرال اپنی اولاد و سنبھال لیں ہم نے ایسی لڑکیاں دیکھی ہیں جنھوں نے سسرال پہونچ کر سسرال کی کایا پلٹ دی۔ سب کو ٹھیک کردیا۔

۱؎ یعنی یہ حدیث صرف ایک ہی اسناد سے مروی ہے اور اس اسناد میں ایک راوی ناصح بھی ہے جو حافظہ کا کمزور تھا اس لیئے یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے لہذا قابل قبول ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہوتی ہے اس حدیث کی تائید احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ سے ہے۔ طبرانی نے باسناد حسن مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالٰی تمہارے ذریعہ ایک کو ہدایت دیدے تو تمہارے لیئے ساری دنیا سے افضل ہے اسی طرح آیات قرآنیہ میں اس کی تائید ہے (مرقات)

۲؎ ایوب ابن موسیٰ ابن اشدق عمرو ابن سعید ابن عاص ابن امیہ تابعی ہیں فقہاء میں سے ہیں عطا اور مکحول سے روایت کرتے ہیں یہاں دادا سے مراد عمرو ابن سعید یا سعید ابن عاص ہیں سعید ابن عاص ہجرت کے سال پیدا ہوئے عثمان غنی کے زمانہ میں قرآن جمع کرنے والوں میں آپ بھی تھے عہد عثمانی میں کوفہ کے گورنر رہے طبرستان کے فاتح آپ ہی ہیں ۵۹ھ میں وفات ہوئی (مرقات و اشعہ)

۳؎ اچھے ادب سے مراد بچے کو دیندار متقی پرہیزگار بنانا ہے اولاد کے لیئے اس سے اچھا عطیہ کیا ہوسکتا ہے کہ یہ چیز دین و دنیا میں کام آتی ہے ولد میں لڑکیاں لڑکے دونوں ہی داخل ہیں ماں باپ کو چاہیئے کہ اولاد کو صرف

حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ ۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَامْرَاَةٌ سَفْعَاءُ
الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوْمَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ
اِلَى الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ اِمْرَاَةٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ
مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا
اَوْ مَاتُوْا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

یہ حدیث مرسل ہے ۱؎ روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور سیاہ رخسار والی عورت ۲؎ ان دو کی طرح ہوں گے۔ قیامت کے دن اور یزید ابن زریع نے بیچ کی انگلی اور کلمہ کی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا ۳؎ وہ عورت جو اپنے خاوند سے الگ ہوگئی عزت والی جمال والی جس نے اپنے کو اپنے یتیموں پر روک رکھا حتی کہ وہ جدا ہوگئے یا مرگئے ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا

مالدار بنا کر دنیا سے نہ جائیں انھیں دیندار بنا کر جائیں جو خود انھیں بھی قبر میں کام آوے کہ زندہ اولاد کی نیکیوں کا ثواب مردہ کو قبر میں ملتا ہے۔

۱؎ من جدہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے ایوب کے دادا مراد ہوں یعنی عمرو ابن سعید تب تو یہ حدیث مرسل ہے کہ عمرو بھی صحابی نہیں تابعی ہیں دوسرے یہ کہ ایوب کے والد کے دادا سعید ابن عاص مراد ہیں تو حدیث متصل ہے کہ سعید ابن عاص صحابی ہیں امام ترمذی نے جدہ سے مراد ایوب کے دادا عمرو ابن سعید لیے اس لیئے مرسل کہا۔

۲؎ یعنی وہ بچوں والی عورت جسے اپنے بچوں کی پرورش میں اپنے تن بدن کا ہوش نہ ہو کپڑے میلے چہرہ کالا دھوئیں وغیرہ سے رہتا ہو خواہ بیوہ ہو یا خاوند والی مگر اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں بیوہ مراد ہے۔

۳؎ یعنی وہ مجھ سے جنت میں بالکل قریب ہوگی کیونکہ وہ یتیموں کی پالنے والی ہے اور یتیموں کا پالنے والا حضور سے قریب ہوگا۔

۴؎ یعنی اس نے خیال کیا کہ اگر میں نے دوسرا نکاح کرلیا تو میرے یتیم بچوں کو تکلیف ہوگی اسلیئے نکاح نہ کیا حتی کہ وہ بچے بالغ ہوشیار ہوکر اس سے بے نیاز ہوگئے یا مرگئے پھر نکاح کیا مرقات نے فرمایا کہ اس بشارت میں طلاق والی عورت بھی داخل ہے فقیر کہتا ہے جس کا خاوند گم ہوگیا یا دیوانہ ہوگیا۔ غرضکہ کسی طرح خاوند کی سرپرستی سے محروم ہوگئی ان سب

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یُسِئْھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتِیْبَ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ فَنَصَرَہٗ نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاِنْ لَمْ یَنْصُرْہُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کی بیٹی ہو پھر نہ تو اسے برائی دی نہ زندہ دفن کیا اور نہ اس پر اپنے مذکر کو ترجیح دی لہ تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا ؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جاوے ؎ اور وہ اس کی مدد پر قادر ہو پھر وہ اس کی مدد کرے ؎ تو اللہ اس کی دنیا و آخرت میں مدد کرے گا ؎ لیکن اگر مدد نہ

؎ عورتوں کا یہ ہی درجہ ہے ۔

لہ جیسا کہ عرب میں رواج تھا کہ اپنی بیٹی کو یا تو زندہ دفن کر دیتے تھے یا اسے زندہ رکھتے تو نہایت ذلیل کر کے اپنے بیٹوں کو بہت پیار کرتے بیٹیوں کو ذلیل و خوار کرتے تھے اب بھی بعض جاہل مسلمان یہ ہی حرکت کرتے ہیں ۔

؎ یعنی ایسی عورت اولین زمرہ میں جنت میں جاوے گی ؎ یعنی اس کے سامنے کسی مسلمان کی غیبت کی جاوے خواہ وہ اس کا عزیز ہو یا اجنبی ؎ یا اس طرح کہ غیبت کرنے والوں کو غیبت سے روک دے یا اس طرح کہ ان کی غیبت کا جواب دیدے یا اس طرح کہ اس غائب شخص کے اوصاف بیان کر دے اسے بدنامی سے بچا کر نیک نام کر دے آج کل لوگ غیبت سنتے رہتے ہیں پھر اس غائب شخص کو آ کر بتاتے ہیں کہ تجھے فلاں شخص نے یہ کہا تھا یہ ممنوع ہے کہ اس صورت میں اس کے دل کو تکلیف اس نے پہونچائی غیبت کرنے والوں نے تیر چلایا اس نے وہ تیر اس تک پہونچایا اس کے جسم میں چبھویا ۔

؎ کیونکہ اس نے اللہ کے بندے کی پس پشت مدد کی محض اللہ کیلئے اور رب تعالٰی اپنے بندے کا بدلہ خود دیتا ہے دنیاوی آفات اخروی مصیبتوں سے بچانا اللہ کی بڑی ہی مہربانی ہے ۔

وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ بِالْمَغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ

قادر ہوتے اس کی مدد نہ کرے تو اللہ اس جرم پر اسے دنیا و آخرت میں پکڑیگا [1] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے [2] فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کے گوشت سے اس کی پیٹھ پیچھے دفع کرے [3] تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے آگ سے آزاد کر دے (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے ابو الدرداء سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے کہ نہیں ہے کوئی مسلمان جو اپنے بھائی کی آبرو سے۔

[1] یعنی جو کوئی مسلمان بھائی کی عزت و آبرو نہ بچائے بلکہ ذلیل کرنے والوں کے ساتھ شریک ہو جائے تو اللہ تعالٰی اس بندے کا بدلہ خود لے گا کہ اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کرے گا جب اس پر کوئی آفت بنے گی تو اسے دفع نہ کریگا [2] اسماء بنت یزید ابن سکن مشہور صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں بڑی عاقلہ بڑی عابدہ تھیں آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔

[3] بھائی کے گوشت سے مراد ہے مسلمان بھائی کی غیبت دفع کرنے سے مراد ہے غیبت نہ ہونے دینا یا اس کا جواب دے دینا [4] جب ایک گنہگار مسلمان کی پس پشت حمایت کریگا یہ ثواب ہے تو جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدگو لیں دشمنوں کو جوابات دے ان کی عزت پر حملہ کرنے والوں کے وار اپنے پر لے ان کے صفات عالیہ کے گیت گائے سوچو لو کہ اس کا درجہ کیا ہوگا اللہ تعالٰی نصیب کرے حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شعر

فان ابی ووالدتی وعرضی ۔۔۔ لعرض محمد منکم وقاء

میرے ماں باپ میری عزت و آبرو محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی آبرو و عزت کے لیئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہیں۔

أَخِيهِ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ يَتْلُوْنَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ◆ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ يَخْذُلُ امْرَءًا مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَهَكُ فِيْهِ حُرْمَتُهٗ وَيُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ إِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

دفعیہ کرے مگر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس سے قیامت کے دن دوزخ کی آگ دفع فرمائے[1] پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی کہ ہم پر حق ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا[2] شرح سنہ روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی مسلمان آدمی جو کسی مسلمان آدمی کو ایسی جگہ رسوا کرے جہاں اس کی بے عزتی کی جارہی ہے[3] اور اس کی آبروریزی کی جارہی ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ میں

۱؎ یہ فرمان عالی بہت ہی عام ہے جو کوئی کسی مسلمان کی آبرو کسی طرح بچائے خواہ اس کے سامنے یا اس کے پس پشت اللہ اسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا مسلمان کی عزت اللہ کو بڑی پیاری ہے۔

۲؎ یہ آیت کریمہ یا تو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی اپنے فرمان مبارک کی تائید میں یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی اسی حدیث کی تائید میں دوستو آج حضرات صحابہ پر بہت طعن ہو رہے ہیں اللہ وان کی عظمتوں کے ڈنکے بجاؤ دیکھو پھر رب تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانوں سے کیسے انعام ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حمایت میں کتابیں چھاپنا تقریریں کرنا ان کے فضائل کی آیات و احادیث شائع کرنا سب ہی قرب الٰہی کا ذریعہ ہے فقیر نے ایک رسالہ لکھا ہے حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر جس میں حضرات صحابہ خصوصًا جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل کی احادیث و آیات جمع کرکے ان کے فضائل بیان کیے اور ان حضرات سے مخالفین کے اعتراضات دفع کیے خدا کرے یہ حقیر سی خدمت اس فرمان عالی کی برکت سے قبول ہو جاوے اور رب تعالیٰ میری سیاہ کاریاں معاف فرمادے

۳؎ اس طرح کہ جب کچھ لوگ کسی مسلمان کی آبروریزی کر رہے ہوں تو یہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر ان کی مدد کرے ان کی ہاں میں ہاں ملائے۔

فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهٗ وَمَا مِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَنْصُرُ
مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ مِنْ عِرْضِهٖ وَيُنْتَهَكُ فِيْهِ
مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ
فِيْهِ نُصْرَتَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰى
عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ اَحْيٰى

ذلیل کرے گا جہاں وہ اپنی مدد چاہتا ہو گا[1] اور نہیں ہے مسلمان آدمی جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی عزت گھٹائی جا رہی ہو اور جس میں اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو۔ مگر اللہ اس کی ایسی جگہ مدد کرے گا۔ جس میں اس کی مدد اسے محبوب ہو[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی کا خفیہ عیب دیکھے پھر اسے چھپا لے[3] تو اس شخص کی طرح ہو جو زندہ درگور

[1] یعنی اللہ تعالیٰ اس جرم کی سزا میں اسے ایسی جگہ ذلیل کرے گا جہاں اسے عزت کی خواہش ہو گی۔ خیال رہے کہ یہ احکام مسلمان کے لیے ہیں کفار، مرتدین، بے دین لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عزت نہیں ان کی بے دینی ظاہر کرنا عبادت ہے [2] غرضکہ کما تدین تدان جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ کردنی خویش آمدنی پیش مسلمان بھائی کی عزت کرو اپنی عزت کرا لو اسے ذلیل کرو اپنے کو ذلیل کرا لو۔ جگہ عام ہے دنیا میں ہو یا آخرت میں یعنی دنیا و آخرت جہاں بھی اسے مدد کی ضرورت ہو گی رب تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا صرف ایک بار نہیں بلکہ ہمیشہ۔

[3] وہ عیب جو کسی مسلمان کے حق سے متعلق نہ ہو اور یہ شخص اسے لوگوں سے چھپانا چاہتا ہو بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد مسلمان مرد یا عورت کا ستر ہے۔ یعنی کسی کو ننگا دیکھے تو اسے کپڑا پہنا دے ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں [4] اس طرح کہ خود اس سے کہہ دے کہ دیکھ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ پھر تیری خیر نہ ہو گی اور لوگوں سے چھپا لے تاکہ تبلیغ بھی ہو جائے اور مسلمان کی پردہ پوشی بھی لیکن اگر یہ شخص کسی قتل یا نقصان کی خفیہ سازش کر رہا ہے تو ضرور اس کی اطلاع اس کو کر دے تاکہ وہ نقصان سے بچ جاوے یا اگر یہ شخص عادی مجرم بن چکا ہے تو اس کا اعلان کر دے لہٰذا اس فرمان عالی کا یہ مقصد نہیں کہ خفیہ چور، قاتل کے جرم چھپاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہایت ہی جامع ہوتا ہے ۔

مَوْؤُدَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَاٰى بِهٖ اَذًى فَلْيُمِطْ عَنْهُ رَوَاهُ

بچی کو زندہ کرے[1] احمد۔ ترمذی نے اسے صحیح فرمایا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے[2] کہ اگر اس میں برائی دیکھے تو اس سے دفع کر دے[3]

[1] یعنی اس پردہ پوشی کا ثواب ایسا ہے جیسے کسی زندہ دفن شدہ بچی کو قبر سے نکال کر اس کی جان بچا لینا کیونکہ مسلمان کی آبرو اس کی جان کی طرح قابل احترام ہے بہرحال مسلمان کی جاتی ہوئی عزت بچانا بڑا ہی ثواب ہے مگر وہ قیود خیال میں رہیں جو ہم نے عرض کیں[2] جیسے آئینہ چہرے کے سارے عیب داغ دھبے بیان ظاہر کر دیتا ہے ایسے ہی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر اسے مطلع کرتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرے غرضکہ رسوائی کرنا ممنوع ہے اصلاح کرنا ثواب پچھلی حدیث میں رسوائی کی ممانعت تھی اس حدیث میں اصلاح کا حکم ہے [3] اسے خبر دیکر یا اس کے لیئے دعا خیر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ اس پر رحم کرے جو مجھے میرے عیوب پر مطلع کرے عیوب فرما کر بتایا کہ ہمارا نفس عیبوں کا سرچشمہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ مسلمان کو چاہیئے کہ ان مومنوں کے پاس بیٹھا کریں جن کے ذریعہ انہیں اپنے عیوب پر اطلاع ہو آئینہ اس لیئے دیکھتے ہیں کہ اپنے چہرے کے چھوٹے بڑے داغ دھبے نظر آجاویں۔ طبیب کے پاس اسی لیئے جاتے ہیں کہ وہاں علاج ہو جاوے ایسے مومنوں کی صحبت اکسیر ہے اس لیئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اپنے مریدوں اپنے شاگردوں کے پاس نہ بیٹھے جو ہر وقت تمہاری تعریفیں ہی کرتے ہیں بلکہ کبھی کبھی اپنے مرشدوں اپنے استادوں اپنے بزرگوں کے پاس بھی بیٹھو۔ جہاں تمہیں اپنی کمتری نظر آوے۔ ہاتھی پہاڑ کو دیکھ کر اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے۔ ہمیشہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں میں غور کیا کرو تاکہ اپنی گنہگاری اپنی کمتری محسوس ہوتی ہے۔ محققین صوفیاء اس حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ مومن جب کسی مسلمان میں عیب دیکھے۔ تو سمجھے کہ یہ عیب مجھ میں ہے جو اس کے اندر مجھے نظر آرہا ہے جیسے آئینہ میں اپنے جو داغ دھبے نظر آتے ہیں وہ اپنے چہرے کے ہوتے ہیں نہ کہ آئینہ کے یہ معنی نہایت ہی عارفانہ ہیں (اشعۃ اللمعات) اس لیئے اگر خواب میں حضور انور کی زیارت ہو مگر شکل مبارک یا لباس خوشنما نہ ہو تو سمجھ لو کہ ہمارا اپنے دل کا حال خراب

التِّرْمِذِیُّ وَضَعَّفَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ وَلِاَبِیْ دَاوٗدَ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ وَیَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَآئِهٖ ۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمٰی مُؤْمِنًا مِّنْ مُّنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَکًا یَّحْمِیْ لَحْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ نَّارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰی مُسْلِمًا بِشَیْءٍ یُّرِیْدُ شَیْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰی

(ترمذی) اور اسے ضعیف کہا اور اس کی ایک روایت میں ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے۔ مومن مومن کا بھائی ہے کہ اس سے اس کی ہلاکت دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہےلے روایت ہے حضرت معاذ ابن انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی مسلمان کو کسی منافق سے محفوظ رکھےلے تو قیامت کے دن اللہ تعالٰی ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گالے اور جو کسی مسلمان کو کسی چیز کی تہمت لگائے اس کی بے عزتی کا ارادہ کرتا ہوئے تو اللہ

× ہے اصلاح کرو اس صورت میں لیحوط عنہ کے معنی یہ ہوئے کہ مومن کے ذریعہ اپنے عیب معلوم کر کے اپنے عیوب دفع کرو۔

لے یعنی مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی پس پشت خیر خواہی کرے حتی کہ اگر کوئی اس کی غیبت کرے تو یا اسے غیبت سے روک دے یا اس کا جواب دے کر مومن کی عزت بچالے یا اسے سمجھا بجھا کر اس کی اصلاح کرے یا اس کے لیئے اصلاح کی دعا کرے (مرقات)

لے یہاں منافق سے مراد غیبت کرنے والے کو اپنے عیب نہیں سوجھتے دوسرے کے نظر آتے ہیں۔ یہ ہی منافق کا حال ہے۔ یعنی غیبت کرنے والے سے اس مسلمان کی عزت بچائے۔

لے اس طرح کہ وہ فرشتہ پل صراط پر اسے اپنے پروں میں ڈھانپ کر گزارے گا تاکہ اسے آگ کی تپش نہ پہونچنے پائے۔

لے بے عزتی کے ارادہ کی قید اس لیئے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ کسی کی اصلاح کے لیئے یا اس سے اپنا حق حاصل کرنے کے لیئے اس کی غیبت درست ہے کہ وہ غیبت نہیں۔

جَسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ◆ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ◆ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

اسے دوزخ کے پل پر روکے گا حتی کہ وہ اپنی اس بات سے باہر آجاوے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لیئے بہتر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین ہمسائے پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لیئے اچھے ہوں[2] (ترمذی۔ دارمی) اور ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا

رسول اللہ

[1] یعنی جتنی دیر تک اس نے غیبت میں اپنا وقت صرف کیا اتنی دیر تک پلصراط پر روکا جاوے گا حضرت شیخ نے فرمایا کہ جب تک اس سے معافی نہ مانگے تب تک وہ غیبت ہی میں مشغول ہے [2] یہاں ساتھی سے مراد عام ساتھی ہیں مدرسہ کے ساتھی سفر کے ساتھی گھر کے ساتھی غرضکہ مسلمان کو چاہیئے کہ ہر ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان کی خیر خواہی کرے ان سے اچھا برتاوا کرنا انھیں بری باتوں سے روکنا اچھی راہ دکھانا سب ہی اس میں داخلہ ہے [3] عبادات کی درستی سے بھی زیادہ اہم ہے معاملات کی درستی پڑوسی سے ہر وقت معاملہ رہتا ہے اسلیئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا بہت ضروری ہے اس کے بچوں کو اپنی اولاد سمجھے اس کی عزت و ذلت کو اپنی عزت و ذلت سمجھے پڑوسی اگر کافر بھی ہو تب بھی پڑوسی کے حقوق ادا کرے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہودی پڑوسی سفر میں گیا اس کے بال بچے گھر رہ گئے رات کو یہودی کا بچہ روتا تھا آپ نے پوچھا کہ بچہ کیوں روتا ہے یہودن بولی گھر میں چراغ نہیں ہے بچہ اندھیرے میں گھبراتا ہے اس دن سے آپ روزانہ چراغ میں خوب تیل بھر کر روشن کرکے یہودی کے گھر

اللّٰہِ کَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَكَ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَھُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَةَ ۝ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ

میں کیسے جانوں جب کہ میں بھلائی کروں یا جب کہ میں برائی کروں [1] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے بھلائی کی تو واقعی تم نے بھلائی کی اور جب تم انہیں کہتے سنو کہ تم نے برائی کی تو واقعی تم نے برائی کی [2] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو ان کے درجوں میں اتارو [3]

وہ بھیج دیا کرتے تھے جب یہودی لوٹا اس کی بیوی نے یہ واقعہ سنایا یہودی بولا کہ جس گھر میں بایزید کا چراغ آ گیا وہاں اندھیرا کیوں رہے وہ سب مسلمان ہوگئے۔

[1] یعنی مجھے تو اپنے سارے کام ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر واقعہ میں اچھے کام اور برے کام کی علامت کیا ہے یہاں کام سے مراد معاملات ہیں۔ عقائد، عبادات میں کسی سے اچھا برا کہنے کا اعتبار نہیں۔

[2] یعنی معاملات میں اچھائی برائی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے سارے پڑوسی قدرتی طور پر تم کو اچھا کہیں یا برا کہیں قدرتی بات ہے کہ بعض بندوں کیلئے خود بخود منہ سے اچھائی نکلتی ہے حضور فرماتے ہیں انتم شھداء اللّٰہ فی الارض مسلمانوں کی زبان رب کا قلم ہے پڑوسی چونکہ ڈھکے حالات سے خبردار ہوتے ہیں اس لیے یہاں پڑوسیوں کی قید لگائی گئی۔ ورنہ اپنے متعلق خود فیصلہ نہ کرو کہ ہم اچھے ہیں یا برے۔ مخلوق کی زبان سے وہی نکلتا ہے جو رب نکلواتا ہے آج بعض قبر والوں کو لوگ ولی اللہ کہہ رہے ہیں ان کے مزارات پر میلے لگے ہوتے ہیں حالانکہ کسی نے ان کو دیکھا بھی نہیں یہ ہے خلق کی زبان۔

[3] یعنی تمہارے پاس جس حیثیت کا آدمی آوے اس کی تواضع خاطر اعزاز اکرام اس کی حیثیت کے لائق کرو حضرت عائشہ صدیقہ کھانا کھا رہی تھیں ایک اجنبی سائل دروازے سے گزرا۔ آپ نے اسے روٹی کا ٹکڑا بھیج دیا ایک اجنبی گھوڑا سوار گزرا تو آپ نے اس سے کہلا کر بھیجا کہ اگر آپ کو کھانے کی خواہش ہو تو کھانا حاضر ہے کسی نے ام المومنین سے اسی فرق کی وجہ سے پوچھی تو آپ نے یہی م

رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
ابْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا
فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكُمْ عَلٰی هٰذَا قَالُوْا
حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ابوداؤد) تیسری فصل - روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو کیا تو حضور کے صحابہ آپ کے بقیہ وضو کو اپنے پر ملنے لگے[1] تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اس پر کیا چیز ابھارتی ہے[2] وہ بولے اللہ اور رسول کی محبت[3] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

و حدیث یعنی معاملات عقائد بلکہ عبادات میں فرق مراتب کرنا ضروری ہے۔

مصرع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

یہ واقعہ اشعۃ اللمعات نے بحوالہ احیاء العلوم نقل فرمایا۔

۱؎ تبرک کے لیئے کیونکہ حضرات صحابہ کرام ہمیشہ حضور کے وضو کا پانی برکت کے لیئے اپنے ہاتھوں اور منہ پر ملتے تھے کہ یہ غسالہ جسم اطہر سے مس ہوا ہے حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے سونے کے بچھڑے میں زندگی پھونک دی تو جو پانی حضور کے عضو شریف سے مس ہو جائے اس کی تاثیر کا کیا پوچھنا ظاہر یہ ہے کہ اس پانی سے وہ پانی مراد ہے جو اعضاء شریف سے گرتا تھا غسالہ شریف اور ہو سکتا ہے کہ اس سے وضو کا بقیہ پانی مراد ہو پہلا احتمال قوی ہے دیکھو اشعہ۔ ہمارے وضو وغسل کا غسالہ استعمال کے لائق نہیں۔ حضور کا غسالہ طیب طاہر بلکہ پاک کرنے والا ہے کہ ہمارا غسالہ ہمارے گناہ دھو کر نکلتا ہے حضور کا غسالہ نور لیکر گرتا ہے۔

۲؎ حضور انور کا یہ سوال اگلے مضمون کی تمہید ہے ورنہ حضور انور کو تو ہر ایک دل کا ہر حال معلوم ہے۔ شعر

اے فروغت صبح آثار و دھور چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

۳؎ یعنی حضور ہمارے محبوب ہمارے دلوں کے چین ہیں جو پانی حضور کے عضو سے مس ہو وہ ہی ہم کو پیارا ہے اس لیئے اسے چومتے ہیں۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ يُحِبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ

جسے یہ پسند ہو کہ اللہ رسول سے محبت کرے یا اس سے اللہ رسول محبت کریں ۱؎ تو وہ جب بات کرے تو سچی کرے جب امین بنایا جاوے تو امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کا پڑوس اچھا نبھائے ۲؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے کہ مومن وہ نہیں جو خود سیر ہو جاوے اور اس کے برابر میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو ۳؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ

۱؎ یعنی ہمارے غسالہ کو تبرکًا استعمال کرنا ممنوع یا بیکار نہیں بیشک اس سے برکت حاصل ہوتی ہے مگر اللہ رسول کی محبت کے لیے صرف یہ عمل کافی نہیں کہ یہ کام نفس پر گراں و بھاری نہیں یہ کام تو منافقین بھی کر لیتے ہیں اللہ رسول کی محبت کے لیے ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ضروری ہے کہ وہ ہی نفس پر گراں ہے ۲؎ چونکہ یہ تین کام درستی معاملات کی جڑ ہیں اس لیے ان کا ذکر فرمایا جو مسلمان معاملات درست کرلے گا اسے عبادات درست کرنا آسان ہوگا اور معاملات میں زبان بھی ہر قسم کی امانت کی ادائیگی اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک بڑی ہی اہم چیزیں ہیں کسی کو صرف اس کی عبادات اور کثرت نوافل سے نہ آزماؤ بلکہ معاملات سے آزماؤ۔ معاملات درست ہیں تو واقعی کامل ہے آج بہت سے مسلمان ان ہی تین باتوں میں فیل ہو جاتے ہیں نمازی، حاجی بہت ہیں مگر سچے امتی تھوڑے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے ہی صادق الوعد امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے کفار عرب ان القاب سے حضور کو یاد کرتے تھے ۳؎ اگر اسے اپنے پڑوسی کی بھوک و محتاجی کی خبر ہو تب تو یہ بہت بے مروت ہے ۴؎

فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِيَ فِي النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَإِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ.

فلاں بی بی اپنی نماز روزے صدقات کی فراوانی کا چرچا ہے۔ بجز اس کے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے [1] فرمایا کہ وہ آگ میں ہے [2] عرض کیا یارسول اللہ تو وہ فلاں عورت اس کی نماز روزے۔ صدقات کی کمی کا ذکر ہوتا ہے [3] وہ تو پنیر کے کچھ ٹکڑے ہی خیرات کرتی

سوا اور اگر خبر نہیں تو بہت لاپرواہ ہے مومن کو چاہیئے کہ اپنے عزیز و قرابت والوں پڑوسیوں محلہ والوں کے حالات کی خبر رکھے اگر کسی کی حاجت مندی کا پتہ چلے تو ان کی حاجت روائی کو غنیمت جان کر کرے۔

[1] شاید کہنے والے نے اس بی بی کا نام لیا ہو گا مگر راوی کو یاد نہ رہا یا عمدًا نام نہ لیا تاکہ اس مومنہ کی رسوائی نہ ہو زبان کا ذکر اس لیئے کیا اکثر لوگ دوسروں کو زبانی تکلیف دیتے ہیں لونا بھڑنا غیبت چغلی کرنا وغیرہ زبان کا زخم سنان یعنی بھالے کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ یہ مرہم سے بھر جاتا ہے مگر وہ نہیں بھرتا۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔

جراحات السنان لها التئام ۔ ولا يلتام ما جرح اللسان

کسی اردو شاعر نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے

چھری کا تیر کا تلوار کا تو گھاؤ بھرا　　لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

[2] یعنی یہ کام دوزخیوں کے ہیں اگر یہ عبادت گذار بی بی اپنی تیز زبانی سے توبہ نہ کرے گی تو اولًا دوزخ میں جاوے گی نوافل سے لوگوں کے حق معاف نہیں ہوتے۔ پھر سزا بھگت کر جنت میں جاوے گی۔ لہذا یہ حدیث اس قانون کے خلاف نہیں کہ صحابہ تمام ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔ بعض حضرات صحابہ سے گناہ ہوئے۔ مگر وہ قائم نہ رہے۔ توبہ کرکے دنیا سے گئے۔

[3] یعنی وہ نفلی نماز نفلی صدقے کم کرتی ہے فرضی نمازیں کی مراد نہیں۔ کہ یہ تو فسق ہے۔ صحابہ کرام فسق سے محفوظ ہیں۔

مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِيْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِيَ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰى نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَيْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ

ہے[1] اور وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی فرمایا وہ جنتی ہے[2] (احمد بیہقی شعب الایمان) روایت ہے کہ انہیں سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اچھوں بروں کی خبر نہ دوں[3] راوی نے کہا کہ حاضرین خاموش رہے[4] تو یہ تین بار فرمایا[5] تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ہم کو ہمارے برے بھلوں کی خبر دیجئے تو فرمایا

[1] مطلب یہ ہے کہ وہ بی بی صاحبہ مسکین غریب ہیں معمولی چیز یعنی کچھ پنیر ہی خیرات کرسکتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کی کمی مراد ہے کہ پنیر کے ٹکڑے قطرے۔ زکوٰۃ وغیرہ میں خیرات نہیں کیے جاتے صرف نفلی صدقات میں دیئے جاتے ہیں [2] اس فرمان عالی سے ہم لوگوں کے کان کھل جانے چاہئیں ہم میں سے بہت لوگ اصول چھوڑ کر فضول میں کوشش کرتے ہیں فرائض کی پرواہ نہیں نوافل پر زور۔ معاملات خراب وظیفوں چلوں کا اہتمام دعا کے ساتھ پرہیز ضروری ہے [3] یعنی حضور انور ایک مجلس صحابہ میں گزرے تو وہاں کھڑے ہو گئے ٹھہر گئے اور پہلے لوگوں سے یہ سوال فرمایا تاکہ ترغیب بعد تعلیم ہو اور دلوں میں جم جاوے [4] یہ حضرات سمجھے کہ حضور انور ہمارے نام لیکر فرمائیں گے کہ فلاں اچھا ہے فلاں برا جس سے ہمارے پردہ فاش ہو جائیں گے اس لیے خاموشی بہتر ہے تاکہ ہمارے پردے رہیں [5] حضور انور کا منشاء یہ تھا یہ حضرات خود اشتیاق ظاہر کریں تو ہم بتائیں تاکہ یہ حضرات اشتیاق کا ثواب پائیں اور ہمارا کلام بغور سنیں اس لیے بار بار سوال فرمایا اور خود بیان نہ فرمادیا حضور وہ سخی ہیں جو تقاضے کر کر کے فقیروں کو بھیک دیتے ہیں [6] ان صاحب نے محسوس فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس فرمان عالی کی رغبت ہے اور حضور فرمانا چاہتے ہیں اسی رغبت میں رب تعالیٰ کی حکمت ہے لہذا عرض کیا کہ حضور ضرور فرمائیں

خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَيُؤْمَنُ شَرُّهٗ وَشَرُّكُمْ لَا يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا

کہ تمہارا بھلا وہ شخص ہے جس کی خیر کی امید کی جاوے اور اس کے شر سے اطمینان کیا جاوے اور تمہارا برا وہ شخص ہے جس کی خیر کی امید نہ کی جاوے اور اس کے شر سے امن نہ ہو [1] (ترمذی بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے [2] روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالٰی نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق تقسیم فرمادیے جیسے کہ تمہارے درمیان تمہاری روزی بانٹ دی [4] اور اللہ تعالٰی دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جسے ناپسند فرماتا ہے [5]

حضور کی اس خواہش میں بھلا بھلا ہی ہوگا ۔

[1] یعنی قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ شخص کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہو سکتا ہے تو خیر ہی کرتا ہے۔ [2] یعنی قدرتی طور پر لوگ اس سے ڈرتے ہوں کہ یہ شخص خطرناک ہے اس سے بچو اس سے خیر نہ پہونچے گی شر ہی پہونچے گی۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے دل ان کے زبان رب کا قلم ہیں لہذا جسے عام طور پر لوگ ولی کہیں وہ عنداللہ ولی ہی ہے [3] اس حدیث کو مختلف عبارتوں سے ابو یعلی۔ احمد۔ ترمذی۔ ابن حبان۔ ابن عساکر وغیرہم نے مختلف صحابہ کرام سے روایت کی (مرقات) [4] یعنی ظاہری روزیاں جسمانی غذائیں ہیں اور اخلاق و عادات روحانی غذائیں جیسے رب تعالٰی نے جسمانی روزی میں فرق رکھا ہے کہ بعض کی معتدل، حلال بعض کی حرام بعض کی فراخ بعض کی تنگ یوں ہی بعض کے اخلاق اعلٰی بعض کے خراب۔ اعمال۔ احوال کا بھی یہی حال ہے۔ [5] چنانچہ حضرت سلیمان و عثمان بڑے غنی ہیں یوں ہی فرعون۔ ہامان شداد بڑے مال دار ہیں۔ دنیا ہر جگہ پہونچ سکتی ہے یہ تو حضور کے نام کی نچھاور ہے۔ دولہا کی نچھاور دوست دشمن سب لوٹ لیتے ہیں۔ دنیا مل جاتا ہے

يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ أَحَبَّ فَمَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّيْنَ فَقَدْ أَحَبَّهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰى يَسْلَمَ قَلْبُهُ وَلِسَانُهُ وَلَا يُؤْمِنُ حَتّٰى يَأْمَنَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ • وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ رَوَاهُمَا أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ

مگر دین اس کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے ۱ تو جسے اللہ دین عطا فرمادے تو اس سے محبت کرتا ہے ۲ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بندہ مسلمان نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کا دل و زبان سلامت رہے ۳ اور مومن نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کا پڑوسی اُس کے شر سے امن میں ہو ۴ روایت حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن الفت والا ہوتا ہے ۵ اور اس میں خیر نہیں جو نہ الفت کرے نہ اس سے الفت کی جاوے ۶ (احمد بیہقی)

محبوبیت کی علامت نہیں ۔

۱ کیونکہ بارات کا کھانا جوڑے انعام وغیرہ صرف دولہا کے دوستوں اور تعلق والوں ہی کو ملتے ہیں دین کائنات کے دولہا نبی کریم کے تعلق والے ہی پائیں گے۔ دین اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس میں اختلاف ہے کہ غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر۔
۲ یعنی کسی کو اچھے عقیدے اچھے اعمال کی توفیق ملنا اس کی علامت ہے کہ رب تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اپنی خاص نعمت خاص غلاموں کو دی جاتی ہے۔ ۳ یعنی مومن کامل وہی ہوگا جس کا دل بدعقیدگیوں حسد کینہ سے پاک صاف ہو سینہ کینہ سے پاک رکھو تاکہ اس میں انوار مدینہ جلوہ گر ہوں بہرحال عبادات سے زیادہ اہم معاملات ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے معاملات درست کرے
۴ چونکہ پڑوسی سے ہر وقت معاملہ رہتا ہے اس لیے زیادہ تعلق اسی سے ہوتا ہے جب پڑوسی ہی راضی ہو تو دوسرے لوگ بدرجہ اولیٰ راضی ہوں گے ۵ مالف مصدر میمی ہے بمعنی اسم فاعل یعنی الفت والا کہ اسے اللہ تعالیٰ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی امت سے الفت ہوتی ہے اور امت کو اسی سے الفت ہوتی ہے اس کی طرف دل خود بخود کھنچتے ہیں ہوسکتا ہے کہ مالف اسم ظرف ہو یعنی مومن الفت کی جگہ ہوتا ہے اس میں لوگوں کی الفتیں جمع ہوتی ہیں۔
۶ یعنی مسلمانوں سے وہ متنفر ہو اور مسلمان اس سے متنفر ہوں ایسا شخص نور ایمانی سے محروم ہے ۲۰

فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰى لِأَحَدٍ مِّنْ أُمَّتِيْ حَاجَةً
يُرِيْدُ أَنْ يَّسُرَّهُ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ وَمَنْ سَرَّنِيْ
فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ ثَلٰثًا وَّسَبْعِيْنَ

شعب الایمان روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میرے کسی امتی کی حاجت پوری کرے اس سے اس کی خوشی چاہتا ہوں لہ تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا ؃ اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا ؃ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی غمگین کی مدد کرے اس کے لیئے تہتر بخششیں

۔ خیال رہے کہ مسلمانوں سے الفت رکھنا کچھ اور ہے لوگوں کی شر سے بچنے کے لیے علیحدہ رہنا کچھ اور ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ اپنا گھر واپس پکڑو ۔

سلہ یعنی اس حاجت روائی سے اس بندۂ مومن کو خوش کرنا چاہتا ہو محض ایمانی رشتہ کی بنا پر کسی اور وجہ سے نہیں۔

سلہ یعنی اس امتی بندے کی خوشی سے مجھے خوشی ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ تا قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شخص کے ہر ظاہر باطن جسمانی دلی حالات کی خبر ہے اگر حضور بے خبر ہوں اور مومن کی خوشی کا حضور کو علم نہ ہو تو آپ کو خوشی کیسے ہو۔ سلہ اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک عمل سے مومن کو راضی کرنے اور مومن کی رضا کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت کرنا شرک نہیں ریا نہیں بالکل جائز ہے۔ جب کہ اپنی ناموری اور ناموری مقصود نہ ہو دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کی رضا صرف حضور کی رضا میں ہے بڑی سے بڑی نیکی جس سے حضور راضی نہ ہوں اس سے خدا تعالیٰ ہرگز راضی نہ ہوگا لہذا ہر عبادت میں حضور کو راضی کرنے کی نیت کرنی چاہیئے کہ یہ ذریعہ ہے رب کی رضا کا۔

سلہ اس سے معلوم ہوا کہ جنت خدا تعالیٰ کی خوشنودی سے ملے گی محض اپنے عمل سے نہیں ۔

مَغْفِرَةٌ وَاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ اَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ وَعَنْهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

لکھتا ہے ۱؎ جن میں سے ایک تو اس کے لیے تمام کاموں کی درستی ہے اور بہتر مغفرتیں اس کے قیامت کے دن درجے ہیں ۲؎ روایت ہے انہیں سے وہ جناب عبداللہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خلقت اللہ کی پروردہ ہے ۳؎ تو مخلوق میں اللہ کو بہت پیارا وہ ہے جو اللہ کے پروردوں سے اچھا سلوک کرے ۴؎ ان تین حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ ملہوف کے معنی ہیں غمگین، حیران پریشان۔ اس میں پانچ حرف ہیں پہلے دو حرف میم اور لام ہیں جن کے عدد ہیں ستر اس کے بعد تین حرف ہیں ہ و ف۔ پہلے دو حرفوں کے عدد اور آخری تین حرفوں کی شمار کل ۷۳ ہوئی اس حساب سے اسے تہتر رحمتیں عطا ہوتی ہیں ۲؎ سبحان اللہ جب ایک مغفرت سے سارے گناہ معاف ہو گئے تو باقی بہتر مغفرتوں سے کیسی بنے گی رب تعالٰی نصیب فرمادے ۳؎ عیال کے معنی پروردہ بہت مناسب ہیں بال بچوں کو عیال اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ صاحب خانہ کے پروردہ ہوتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے ووجدک عائلًا فاغنی رب تعالٰی نے تم کو بڑا ہی عیال والا پایا تو تم کو تاغنی کردیا کہ تم سارے جہان کو پال لو عائلًا کے یہ ہی معنی حضرت ابن عباس نے کیے۔ دیکھو بخاری شریف کتاب التفسیر یہی آیت۔ اللہ تعالٰی سب کا رازق ہے مخلوق اس کی مرزوق ہے لہذا اس کی عیال ہے یعنی پروردہ ۴؎ یعنی جیسے تم اس شخص سے بہت خوش ہوتے ہو جو تمہارے غلاموں لونڈیوں بال بچوں سے اچھا سلوک کرے کیونکہ وہ تمہارے پروردہ ہیں ایسے ہی جو کوئی اللہ کی مخلوق سے بھلائی کرے اللہ اس سے خوش ہوتا ہے دیکھو جو کوئی تمہارے بچوں نوکروں غلاموں کو کچھ دے تو تم پر قرض ہو جاتا ہے تم انتظار کرتے ہو کہ مجھے موقعہ ملے تو اس کے نوکروں کو خوش کردوں کسی بچے کی شادی میں تم نیوتا دو تو وہ تمہار

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جَارَانِ رَوَاهُ
اَحْمَدُ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ اِمْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ
وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ
مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا
اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً

نے کہ پہلے دو جھگڑنے والے قیامت کے دن دو پڑوسی ہوں گے[۱] (احمد) روایت ہے حضرت
ابوہریرہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے سختی دل کی شکایت کی فرمایا یتیم
کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ[۲] (احمد) روایت ہے حضرت سراقہ ابن
مالک سے[۳] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو بہترین صدقہ پر رہبری نہ کروں[۴]
تمہاری وہ بیٹی جو تم تک لوٹا دی

[۵] قرض ہوتا ہے رب کے بندوں کو دو۔ تو وہ رب تعالیٰ پر قرض ہوتا ہے فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔

[۱] یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے پڑوسیوں کے جھگڑے چکائے جائیں گے پہلے ان کے فیصلے ہوں گے پھر دوسروں کے یہ اولیت اضافی ہے حقیقی نہیں یعنی دوسرے جھگڑوں کے مقابلہ میں پڑوسیوں کے جھگڑے پہلے بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے۔ خیال رہے کہ عبادات میں پہلے حساب نماز کا ہوگا معاملات میں پہلے حساب خون ناحق کا ہوگا ادا حقوق میں پہلے حساب پڑوسیوں کا ہوگا [۲] سبحان اللہ عجیب علاج ہے یتیموں مسکینوں پر مہربانی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ ہے اور اللہ کی رحمت سے دل نرم ہوتا ہے رب فرماتا ہے اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ نرمی قلب اللہ کی بڑی رحمت ہے علاج بالضد ہوتا ہے تکبر کا علاج تواضع سے بخل کا علاج سخاوت سے ہوتا ہے ایسے ہی سختی دل کا علاج غریبوں یتیموں پر رحم سے ہے [۳] آپ سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہیں قبیلہ بنی مدلج سے آپ کے حالات بیان کیئے جاچکے ہیں [۴] یہاں صدقہ سے مراد شرعی صدقہ واجبہ نہیں کہ وہ تو اپنی اولاد کو جائز نہیں بلکہ مراد نیکی اور کار ثواب ہے اس کا بہترین نیکی ہونا اس لیئے ہے کہ اس میں حق قرابت کا ادا کرنا بھی ہے۔ اور بیکس کی پرورش بھی[۵]

إِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

بَابُ الْحُبِّ فِي اللهِ وَمِنَ اللهِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

جاوے تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو[1] (ابن ماجہ) اللہ کی راہ میں محبت[1] اور اللہ کی محبت کا بیان[2] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ روحیں مخلوط لشکر ہیں[3] تو ان میں سے جو جو جان پہچان رکھتی ہیں وہ الفت کرتی ہیں اور جو اجنبی رہتی رہ چکی ہیں وہ الگ رہتی ہیں[4] (بخاری)

ایک عصمت والی بی بی کی حفاظت بھی ہے[1] یعنی تمہاری وہ بیٹی جس کا خاوند فوت ہو گیا یا پاگل دیوانہ ہو گیا یا گم ہو گیا یا اس نے طلاق دے دی مگر لڑکی کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی یا اسے اچھا رشتہ ملتا نہیں اس لئے مجبوراً وہ میکے میں آ گئی۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اس کی پرورش کرنا بہترین صدقہ ہے کہ وہ اب بے آس ہو کر تمہارے سہارے پر تمہارے پاس آئی بعض لوگ خود لڑکیوں کو اپنے گھر بٹھا لیتے ہیں اسے بلا وجہ بسنے نہیں دیتے وہ یہاں مراد نہیں ایسے لوگ تو بڑے مجرم ہیں اس لئے مردودۃ ارشاد ہوا۔

[2] فی اللہ کا فی یا تو اپنے ہی معنی پر ہے تو سبیل پوشیدہ ہے یا بمعنی لام ہے۔ جیسے رب فرماتا ہے والذین جاہدوا فینا یعنی اللہ کی راہ میں محبت یعنی کسی بندے سے صرف اس لئے محبت کرے کہ رب تعالٰی اس سے راضی ہو جاوے اس میں دنیاوی غرض بیا نہ ہو اس محبت میں ماں باپ اولاد اہل قرابت مسلمانوں سے محبت سب ہی داخل ہیں جبکہ رضاء الٰہی کے لئے ہوں حضرات اولیاء و انبیاء سے محبت سبحان اللہ یہ تو حب فی اللہ کا اعلیٰ درجہ ہے خدا نصیب کرے[2] محبت من اللہ سے مراد وہ محبت ہے جو رب بندے سے محبت فرمائے اور اس کی محبت لوگوں کے لوگوں کے دلوں میں ڈالدے جیسا کہ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کے آستانوں پر لوگوں کے میلے لگے رہتے ہیں لہذا ان دونوں عبارتوں میں تکرار نہیں دونوں مستقل مضمون ہیں[3] یعنی انسانی روحیں بدنوں میں آنے سے پہلے آپس میں مخلوط تھیں

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ

اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے[۵] تو حضرت جبریل کو بلاتا ہے پھر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا کرتا ہوں[۶] تم اس سے محبت کرو چنانچہ جبریل اس سے محبت کرتے ہیں آسمان میں اعلان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم لوگ

اس طرح کہ سعید روحیں ایک گروہ تھیں اور شقی روحیں دوسرا گروہ مگر سعید آپس میں مخلوط مخلوط تھیں اور شقی آپس میں مخلوط ہ[۲] یعنی جب یہ روحیں بدنوں میں آئیں تو ہر روح کو اس روح سے الفت ہوگی جس کے ساتھ پہلے خلط ملط رہ چکی ہے اگرچہ دنیا میں مختلف زمانوں مختلف زمینوں میں رہیں[۳] یعنی جو روحیں وہاں عالم ارواح میں الگ الگ تھیں کہ یہ روح ایک زمرہ کی تھی وہ روح دوسرے زمرہ کی وہ بدن میں آنے کے بعد اگرچہ ایک جگہ رہیں مگر ان میں الفت نہ ہوگی نفرت ہوگی ؎

ناریاں مر ناریاں را طالب اند　　　نوریاں مر نوریاں را جاذب اند

کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ہو کر الگ رہا بلقیس یمن میں رہتے ہوئے ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی ابوجہل مکہ میں رہتے ہوئے حضورؐ سے دور رہا ۔ اویس قرنی دور رہتے ہوئے حضور سے قریب ہو رہے ۔ بعد دار اور قرب مزار کچھ نہیں[۴] ظاہر یہ ہے کہ بندہ سے مراد مومن انسان ہے محبت سے مراد یا تو اس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو یہ محبت رب کی ذات صفت ہے یا اس بندہ پر کرم و احسان فرماتا ہے تو یہ صفت فعل ہے لہٰذا حدیث ظاہر ہے اس پر علم کلام کا کوئی اعتراض نہیں[۵] چونکہ حضرت جبریل تمام فرشتوں سے افضل ہیں نیز جبریل علیہ السلام ہی خالق و مخلوق کے درمیان سفیر ہیں اور حضرات انبیاء کرام پر وحی لانے والے اس لئے ان سے ہی یہ فرمایا جاتا ہے بلانے سے مراد انہیں مطلع

أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ وَإِذَا
أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيلَ فَيَقُولُ إِنِّي أُبْغِضُ
فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرَئِيلُ ثُمَّ يُنَادِي
فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ قَالَ
فَيُبْغِضُونَهُ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اس سے محبت کرو[۱] تو اس سے آسمان والے محبت کرتے ہیں[۲] پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے[۳] اور جب رب تعالٰی کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ میں فلاں سے ناراض ہوں تو تم بھی اس سے ناراض ہوجاؤ فرمایا کہ جبرئیل اس سے ناراض ہوجاتے ہیں پھر آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی فلاں سے ناراض ہے تم لوگ بھی اس سے ناراض ہوجاؤ[۴] فرمایا پھر وہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے نفرت رکھ دی جاتی ہے[۵] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے علیہ

فرمانے کے لئے ندا فرماتا ہے۔ رب تعالٰی کی محبت کا سبب یا اس بندے کے نیک اعمال ہوتے ہیں یا کسی محبوب بندے کا محبوب ہونا۔ [۲] یعنی اے آسمان کے فرشتو صرف اس لئے اس بندے سے محبت کرو کہ وہ اللہ کا پیارا ہے تاکہ تم اس سے محبت کرکے اللہ کے اور نبی کے محبوب بن جاؤ۔ یہ ہے محبت فی اللہ اور محبت اللہ [۳] یعنی اس اعلان پر سارے آسمان والے اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں

[۴] زمین سے مراد زمینی باشندے انسان ہیں یا جن و انس دونوں مگر وہ جن و انس جو اہل محبت ہیں جو بہ شکل انسان جانور ہیں وہ محبت نہ کریں تو نہ کریں چنانچہ حضرات انبیاء اولیاء حضرات صحابہ و اہل بیت کے بہت لوگ دشمن ہیں یہ لوگ اہل محبت اور دل والے نہیں لباس آدمی میں خیر بھیڑیئے ہیں (مرقات) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل اس بندے کی طرف کھینچنے لگتے ہیں وہ دلوں کا مقناطیس بن جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے ان الذین امنو وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے [۵] یعنی اے آسمان والو فلاں بدنصیب انسان سے اللہ تعالٰی ناراض ہے اس پر غضب کرنا چاہتا ہے تم اس سے نفرت کرو اس کے لئے بددعائیں کرو [۶] یعنی ایسے شخص سے فرشتے نفرت کرتے ہیں اسے م

وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ
بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ
اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ اُرِيْدُ

وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں میری عظمت کے لیے آپس میں محبت کرنے والے ۱؎ آج میں انہیں اپنے سایہ میں رکھوں گا جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ۲؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے دوسری بستی میں ملاقات کی ۳؎ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ۴؎ وہ بولا کہاں جاتا ہے ۵؎ اس نے کہا

بددعائیں دیتے ہیں اور دوزخ والے محبت والے انسانوں کے دل میں قدرتی طور پر اس سے نفرت ہو جاتی ہے اگرچہ کچھ برے لوگ اس کی طرف مائل ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔

۱؎ یعنی وہ مسلمان ہماری بارگاہ میں حاضر ہوں جو کسی دنیاوی وجہ سے نہیں بلکہ صرف میری رضا میری خوشنودی کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے کہ میری عظمت ان کے دلوں میں تھی اس لیے مجھے راضی کرنا چاہتے تھے میرے بندوں کو راضی کر کے ۲؎ ظل کے معنی ہیں سایہ مگر کبھی اس سے مراد ہوتی ہے پناہ امان جیسے کہا جاتا ہے کہ عادل بادشاہ ظل اللہ ہے۔ یا بزرگوں کو لکھتے ہیں دام ظلہم اگر یہاں سایہ کے معنی ہیں تو مراد ہے عرش اعظم کا سایہ کہ سایہ جسم کا ہوتا ہے رب تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور اگر مراد ہے پناہ تو ظاہر ہے ۳؎ یہاں ملاقات کرنے سے مراد ہے ملاقات کے لیے جانا ملاقات کا ارادہ کرنا بھائی سے مراد دینی بھائی ہے جس کو اللہ کے لیے بھائی بنایا ہو خواہ نسبی بھائی بھی ہو یا نہیں۔

۴؎ عربی میں مدرج راستہ کو بھی کہتے ہیں سیڑھی کو بھی یعنی چڑھنے کی جگہ یا چڑھنے کی۔ یہاں معنی راستہ ہے ممکن ہے کہ اس کی بستی یہاں سے کچھ دوری پر ہو فرشتہ یا حضرت جبریل علیہ السلام تھے یا کوئی اور دوسرا فرشتہ جو پہلے سے وہاں مقرر کر دیا گیا از مرقات ۵؎ یہ سوال بے علمی کی بنا پر نہیں بلکہ اس سے وہ جواب حاصل کرنے کے لیے ہے جو یہاں مذکور ہے اور وراثت بشارت دینے کے لیے ہے تاکہ لوگ یہ دونوں باتیں سنیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

أَخًا لِي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ قَالَ فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا

کہ اس بستی میں اپنے ایک بھائی کا ارادہ کرتا ہوں وہ بولا تیرا اس پر احسان ہے جسے تو حاصل کرنا چاہتا ہے لہ بولا نہیں بجز اس کے کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں لہ فرشتہ نے کہا کہ میں تیری طرف اللہ کا قاصد ہوں کہ اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو نے اس سے محبت کی لہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرمایا کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضور اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے

کا اس بیان فرمانا اسی مقصد کے لئے ہے۔

لہ یعنی تو کبھی اس پر احسان کر چکا ہے جس کا عوض حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے یا اس کا تجھ پر کچھ احسان ہے جس کا عوض دینے تو جا رہا ہے ترب بنا ہے رب سے بمعنی پرورش کرنا۔ مالک کرنا۔ حاصل کرنا اصلاح کرنا (اشعۃ اللمعات) لہ یعنی اس سے میری محبت اس لئے ہے کہ وہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور نیک بندوں کی محبت سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے بخشے ہوؤں کی ملاقات کروں کہ تم بھی بخشے جاؤ۔ ے

اٹھ جاگ فریدا ستیا توں خلقت دیکھن جا ‏ ‏ مت کوئی بخشیا مل پوے تاں توں بھی بخشیا جا

لہ یعنی تیرا عمل بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گیا اور تیرا مقصد حاصل ہو گیا اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے واسطے کسی سے محبت کرنا بہترین نیکی ہے دوسرے یہ کہ ایسی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے تیسرے یہ کہ صالحین کی ملاقات ان کی زیارت کے لئے جانا بہت افضل ہے چوتھے یہ کہ عام انسان فرشتہ کو شکل انسانی میں دیکھ سکتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کبھی حضرات اولیاء اللہ کے پاس فرشتہ کے ذریعہ پیغام بھیجتا ہے یہ درجہ الہام سے اوپر ہے (مرقات) مگر یہ پیغام وحی نہیں کہ وحی حضرات انبیاء کے سوا کسی کو نہیں ہوتی۔

وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ
مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا
اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّىْ اُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ
اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ

محبت کرے اور ان سے ملا نہ ہو ۱؎ تو فرمایا کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے ۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ قیامت کب ہے فرمایا افسوس تجھ پر تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے ۳؎ وہ بولا میں نے اس کی تیاری کوئی نہیں کی بجز اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں ۴؎ فرمایا تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہو حضرت انس نے فرمایا کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام

۱؎ نہ تو کبھی ان سے ملاقات کی ہو نہ ان کے لئے نیک اعمال کئے ہوں مگر ان سے دل محبت رکھتا ہو جیسے آج ہم گندے کمینے بدکار سیاہ کار حضور سید الابرار صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اخیار سے محبت کریں ۲؎ یعنی شخص قیامت میں ان محبوب نیکوں کے ساتھ ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبين والصديقين والشهداء والصالحين۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بروں سے محبت کرنے کا انجام بھی یہ ہی ہے۔ خیال رہے کہ ہر نسبت جنسیت چاہتی ہے عشق و محبت نہ جنسیت دیکھے نہ برابر بندہ کو اللہ سے امتی کو رسول اللہ سے عشق ہو سکتا ہے! اللہ تعالٰی نصیب کرے خوف خدا عشق جناب مصطفٰے اللہ کی بڑی نعمت ہے ۳؎ یہ افسوس غضب کے لئے نہیں کرم کے لئے ہے جیسے حضرت ابوذر غفاری سے فرمایا علی رغم انف ابی ذر اس کلمہ کا مزہ وہ جانے جسے دل سے لگی ہو یا مقصد یہ ہے کہ تو اعمال تو کرتا نہیں صرف قیامت کے متعلق پوچھتا ہے ۴؎ یہ صاحب بڑے متقی پرہیزگار عبادت گزار تھے مگر انہوں نے اپنے اعمال کو قیامت کی تیاری قرار نہ دیا کہ یہ سب نیکیاں تو اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ہے جو مجھے دنیا میں مل چکیں اور مل رہی ہیں آخرت کی تیاری صرف یہ ہے کہ مجھے اس برات کے دولہا سے محبت ہے دولہا سے تعلق اس سے محبت برات کے کھانے والے جوڑے انعام کا مستحق بنا دیتے ہیں مرقات نے فرمایا کہ اللہ رسول سے محبت سائرین اور طائرین کے مقامات میں سے اعلٰی مقام ہے ساری عبادات محبت کی فروع ہیں۔ مگر محبت کے ساتھ اطاعت بلکہ

فَرِحُوا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ
وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ
الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَكَ
وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا طَیِّبَةً وَ

بعد کسی چیز پر ایسا خوش ہوتے نہ دیکھا جیسا کہ وہ اس سے خوش ہوئے لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھے برے ساتھی کی مثال مشک کے اٹھانے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے لے مشک بردار یا تمہیں کچھ دے دے گا یا تم اس سے خریدو گے اور یا تم اس سے اچھی خوشبو پاؤ گے لے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے

مناسبت ضروری ہے۔ برلت کا کھانا صرف عمدہ لباس سے نہیں ملتا بلکہ درلہا کے تعلق سے ملتا ہے اگر رب تعالےٰ سے کچھ لینا ہے تو حضور سے تعلق پیدا کرو۔ لے یعنی حضرات صحابہ کرام کو سب سے بڑی خوشی تو اپنے اسلام لانے پر ہوئی تھی کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں مومن صحابی بننے کی توفیق بخشی اس کے بعد آج یہ فرمان عالی سن کر بڑی خوشی ہوئی اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دل وجان سے فدا تھے ان میں سے بعض تو حضور کے بغیر چین نہ پاتے تھے۔ انہیں کھٹکا تھا کہ مدینہ منورہ میں تو ہم کو حضور کی ہمراہی نصیب ہے کہ یار نے مدینہ میں اپنا کاشانہ بنایا ہے مگر جنت میں کیا بنے گا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام اعلیٰ علیین سے بھی اعلیٰ ہوگا۔ ہم کسی اور درجہ میں ہوں گے۔ آج حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھا دیا تمام کو تسلی دے دی فرما دیا کہ جس کو مجھ سے سچی محبت ہوگی اسے مجھ سے فراق نہ ہوگا میرے ساتھ ہی رہے گا۔ خیال رہے کہ یہاں درجہ کی ہمراہی یا برابری مراد نہیں بلکہ ایسی ہمراہی مراد ہے جیسے سلطان کے خاص خدام سلطان کے ساتھ اس کے بنگلہ میں رہتے ہیں سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جسے کہ حضور کا قرب نصیب ہو جاوے اس قرب کا ذریعہ حضور سے محبت ہے اور حضور کی محبت کا ذریعہ اتباع سنت کثرت سے درود شریف کی تلاوت حضور کے حالات طیبہ کا مطالعہ اور محبت والوں کی صحبت ہے یہ محبت اکسیر اعظم ہے لے سبحان اللہ کیسی پاکیزہ

نَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا
خَبِيْثَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ مُعَاذِ بْنِ
جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَ
الْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ رَوَاهُ مَالِكٌ

جلا دے گا اور یا تم اس سے بدبو پاؤ گے له (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا میری محبت میرے بارے میں محبت کرنے والوں اور میرے بارے میں بیٹھنے والوں ملاقات کرنے والوں اور میری راہ خرچ کرنے والوں کے لئے لازم ہوگئی له

مثال ہے جس کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے کہ بروں کی صحبت فائدہ اور اچھوں کی صحبت نقصان کبھی نہیں دے سکتی بھٹی والے سے مشک نہیں ملے گا گرمی اور دھواں ہی ملے گا۔ مشک والے سے نہ گرمی ملے نہ دھواں مشک یا خوشبو ہی ملے گی ع یہ ادنٰی نفع کا ذکر ہے مشک خرید لینا یا اس کا مفت ہی دے دینا اعلٰی نفع ہے جس سے ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا اور صرف خوشبو پالینا ادنٰی نفع ہے خیال رہے کہ ابوجہل وغیرہ دشمنان رسول حضور کے پاس حاضر ہوئے ہی نہیں وہاں حاضری صحبت سے حاصل ہوتی ہے ۞ س اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ حتی الامکان بری صحبت سے بچو کہ یہ دین و دنیا برباد کر دیتی ہے اور اچھی صحبت اختیار کرو کہ اس سے دین و دنیا سنبھل جاتے ہیں سانپ کی صحبت جان لیتی ہے برے یار کی صحبت ایمان برباد کر دیتی ہے۔ ؎

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند یار بد بر دین و بر ایماں زند

صوفیاء کرام کے نزدیک ساری عبادات سے افضل صحبت نیک ہے آج مسلمان نمازی۔ غازی۔ حاجی۔ قاضی بنتے رہتے ہیں مگر صحابی نہیں بنتے کہ صحابی صحبت نبی سے بنتے تھے وہ صحبت اب کہاں نصیب۔ حضور سب کچھ دے گئے مگر صحبت ساتھ ہی لے گئے صلی اللہ علیہ وسلم له یعنی یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص ان تین کاموں میں سے کوئی کام کرے اور اللہ تعالٰی اس سے محبت نہ کرے اللہ کی راہ میں اس کے بندے سے

وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَھُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَآءُ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَا ھُمْ بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ وَالشُّھَدَآءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ

(ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری راہ میں محبت کرنے والے ان کے لئے نور کے منبر ہیں ان پر نبی اور شہداء رشک کریں گے لہ روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے بعض بندے وہ ہیں لہ جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید ان پر حضرات انبیاء شہداء قیامت کے دن رشک کریں گے ان کے قرب الٰہی کی وجہ سے لہ

محبت کی جائے اور خدا تعالیٰ اس سے محبت نہ کرے خدا کو سجدہ کرنا ہو تو کعبہ کی طرف سجدہ کرو اگر رب تعالےٰ سے محبت کرنا ہو تو اس کے بندوں سے محبت کرو یہ بندے محبت الٰہی حاصل کرنے کے لئے گویا کعبہ ہیں۔

لہ یا تو یہاں غبطہ سے مراد ہے خوشی ہونا تب تو حدیث واضح ہے کہ حضرات انبیاء کرام ان لوگوں کو اس مقام پر دیکھ کر بہت خوش ہوں گے اور ان لوگوں کی تعریف کریں گے (مرقات) اور اگر غبطہ بمعنی رشک ہی ہو تو مطلب یہ ہے کہ اگر حضرات انبیاء و شہداء کسی پر رشک کرتے تو ان پر کرتے تو یہ فرضی صورت کا ذکر ہے (اشعۃ اللمعات) یا یہ رشک اپنی امت کی بنا پر ہوگا کہ امت محمدیہ میں یہ لوگ ایسے درجے میں ہیں کہ ہماری امت میں نہیں یا یہ مقصد ہے کہ وہ حضرات اپنی امت کا حساب کرا رہے ہوں گے اور یہ لوگ آرام سے ان منبروں پر بے فکری سے آرام کر رہے ہوں گے تو حضرات انبیاء کرام ان لوگوں کی بے فکری پر رشک کریں گے کہ ہم مشغول ہیں یہ فارغ البال ہیں بہرحال اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ یہ حضرات انبیاء کرام سے افضل ہوں گے (مرقات واشعہ وغیرہ) لہ اناس جمع فرما کر یہ بتایا کہ یہ حضرات انسان ہیں اور دو ایک نہیں بلکہ پوری جماعت ہے یہ اولیاء اللہ اور ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے لہ اس فرمان عالیہ کا مطلب ابھی عرض کر دیا گیا کہ ان حضرات کے قرب الٰہی کی انبیاء کرام شہداء عظام تعریف کریں گے یا ان کی بے غمی بے فکری پر رشک کریں گے قیامت میں گنہگاروں کو اپنی حضرات انبیاء کرام کو اپنی امت کی فکر بھی ہوگی غم بھی مگر یہ حضرات اپنے اور دوسروں

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ

لوگ بولے یارسول اللہ ہمیں خبر دیں کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ وہ قوم ہے جو اللہ کے قرآن کی وجہ سے[1] ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں بغیر آپس کی قرابت داری کے اور بغیر آپس کی مالی لین دین کے[2] تو اللہ کی قسم ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے[3] جب لوگ ڈریں گے یہ نہ ڈریں گے اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو یہ غمگین نہ ہوں گے[4] اور یہ آیت تلاوت فرمائی خبردار رہو بے شک اللہ کے ولی

کے غم و فکر سے آزاد ہوں گے اس آزادی پر حضرات انبیاء رشک کریں گے لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ لوگ انبیاء کرام سے افضل ہوں رب تعالیٰ فرماتا ہے الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون یہاں اولیاء اللہ فرمایا گیا۔ انبیاء اللہ نہ ارشاد ہوا۔

[1] قوی یہ ہے کہ روح را کے ضمہ سے ہے بمعنی زندگی بخش چیز اور اس سے مراد قرآن کریم ہے کہ یہ ہی مسلمانوں کو جاودانی زندگی بخشتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اوحینا الیک روحا من امرنا اس کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں یعنی قرآن مجید کی اتباع اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے محبت کرتے ہیں کہ یہ لوگ سچے مسلمان ہیں [2] یعنی ان کی اس محبت کی وجہ آپس کی قرابتداری اور مالی لین دین نہیں ہوتی۔ صرف اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع فرمان ہے خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی لہٰذا حدیث واضح ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ للہ فی اللہ محبت صرف اجنبی سے ہی چاہیے اپنے عزیز و قرابت داروں سے نہ چاہیے اگرچہ وہ کیسا ہی نیک و صالح ہو چونکہ دنیاوی محبتیں اکثر نسب اور مالی تعلق کی بنا پر ہوتی ہیں اس لئے ان ہی دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا طمع و لالچ مال کی زیادتی ہوتی ہے [3] یعنی ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پہ ہوں گے جیسے دنیا کی مجلسوں میں معزز آدمی کو عزت کی جگہ بٹھایا جاتا ہے ایسے انہیں رب تعالےٰ قیامت میں عزت کی جگہ عطا فرمائے گا تاکہ اہل محشر پر ان کی عظمت ظاہر ہو [4] اس ارشاد عالی نے حضرات انبیاء کے رشک کی وجہ بیان

لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ اَبِىْ مَالِكٍ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ مَعَ زَوَائِدَ وَكَذَا فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِىْ ذَرٍّ يَا اَبَاذَرٍّ اَىُّ عُرَى الْاِيْمَانِ اَوْثَقُ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الْمُوَالَاةُ فِى اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ

نہ ان پر ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں گے [۱] (ابوداؤد) اور اس سے شرح سنہ میں حضرت ابومالک سے روایت کیا [۲] مصابیح کے الفاظ میں مع زیادہ کے یوں ہی شعب ایمان میں ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوذر سے فرمایا اے ابوذر ایمان کی گرہوں میں سے کون سی گرہ [۳] مضبوط ہے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں فرمایا اللہ کی راہ میں دوستی اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ

فرمادی کہ یہ لوگ اس دن اپنی اور دوسروں کی فکروں سے آزاد ہوں گے اس بے فکری اور آزادی پر رشک کیا جاوے گا انہیں نہ اپنے بخشے جانے کی فکر کہ وہ بخش دیئے گئے نہ دوسروں کو بخشوانے کی فکر کہ وہ کسی کے ذمہ دار نہیں لہٰذا حدیث بالکل واضح ہوگئی ۔

[۱] یا تو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اپنے فرمان عالی کی تائید کے لئے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی حدیث کی تقویت کے لئے خیال رہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اگر قرآنی آیت سے قوت پائے تو صحیح ہو جاتی ہے یعنی ان لوگوں کو نہ عذاب کا خوف ہوگا نہ ثواب جاتے رہنے کا غم [۲] آپ کا نام کعب ابن عاصم ہے کنیت ابومالک ہے اشعری ہیں صحابی ہیں آپ سے بہت حضرات نے روایات نقل کیں عہد فاروقی میں وصال ہوا (مرقات) [۳] عربی میں عروہ کی جمع ہے عروۃ رسی کا وہ کنارہ جو ڈول سے بندھا ہوتا ہے اور ڈول اس سے وابستہ ہوتا ہے پھر ہر اس چیز کو عروہ کہا جانے لگا جس سے کوئی چیز پکڑی جائے جیسے کوزہ کا دستہ وغیرہ لہٰذا عروہ کے معنی گرہ بہت مناسب ہے یہاں اس سے مراد ایمان کے ارکان اور مومنوں کے اعمال ہیں یعنی ایمان کا کون سا رکن اور مومن کا کون سا عمل زیادہ لائق بھروسہ ہے ۔

فِي اللّٰهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ‎:‎ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيْ ذَرٍّ يَا أَبَا ذَرٍّ أَيُّ عُرَى الْإِيْمَانِ أَوْثَقُ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ الْمُوَالَاةُ فِي اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ‎:‎ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا عَادَ الْمُسْلِمُ

میں عداوت ۱؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا اے ابوذر ایمان کی کونسی گرہ زیادہ مضبوط ہے ۲؎ عرض کیا اللہ رسول اللہ ہی خوب جانتے ہیں فرمایا اللہ کی راہ میں دوستی کرنا اور اللہ کی راہ میں محبت کرنا ۳؎ اور اللہ کی راہ میں بغض عداوت کرنا ۴؎ (بیہقی۔ شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی

۱؎ دو طرفہ دوستی موالات ہے اور یکطرفہ دوستی حب یوں ہی دو طرفہ عداوت معادات ہے یکطرفہ دشمنی بغض (مرقات) یعنی رضائے الٰہی کے لئے ملاپ اللہ کے لئے یعنی جو اللہ کا مقبول ہو وہ ہمارا پیارا ہو جاوے اگرچہ اجنبی ہو اور جو اللہ کا مردود ہو وہ ہمارا دشمن ہوا اگرچہ قرابت دار ہو۔ حضرت سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

رام نام کتنے بھلے کہ ٹپ ٹپ ٹپکے چام دارو کی کھنچن دیہہ کو کہ جس کا ناہیں رام

۲؎ یعنی اعمال ایمانی میں کونسا عمل زیادہ قابل اعتماد ہے یہ سوال اس لئے کیا گیا کہ سننے والوں کے دل میں شوق پیدا ہو پھر انہیں بتایا جائے تو انہیں اچھی طرح یاد رہے کہ شوق کے بعد جو بات معلوم ہوتی ہے وہ بہت دل نشین ہوتی ہے۔ ۳؎ موالات اور محبت کا فرق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دو طرفہ محبت موالاۃ کہلاتی ہے اور یکطرفہ محبت حب۔ جن بزرگوں کو ہم نے دیکھا نہیں مگر ہم کو ان سے اللہ کے لئے محبت ہے ان شاء اللہ یہ محبت بہت کام آوے گی (مرقات) ۴؎ اس فرمان عالی کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا ابآءھم الخ یعنی ہے مومن اللہ

أَخَاهُ أَوْ زَارَهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نَاسٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ

یا ملاقات کرتا ہے ۱؎ تو رب تعالٰی فرماتا ہے کہ تو اچھا تیرا چلنا اچھا اور تو نے جنت میں منزل یعنی گھر بنایا ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے خبر دیدے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے ۳؎ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا حضور انور کے پاس کچھ لوگ تھے تو آپ کے پاس والوں میں

کے دشمنوں سے محبت نہیں کرتے اگرچہ وہ ان کے باپ دادے یا اولاد ہوں۔

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ او زارہ بھی حضور کا فرمان عالی ہے یعنی اس سے بیماری میں ملاقات کرے یا تندرستی میں کہ دونوں کا درجہ یہی ہے عیادت اور زیارت میں یہ ہی فرق ہے اور ہوسکتا ہے کہ راوی کو شک ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عاد فرمایا یا زار مگر پہلی بات قوی ہے۔ ۲؎ جنت کی بعض زمین سفیدہ بھی ہے جس میں مومنوں کے اعمال کے بعد باغ یا مکانات تیار ہوتے ہیں اور بعض زمین میں تمام چیزیں پہلے ہی موجود ہیں جہاں کسی جنت میں گھر بنانے یا مکان بنانے کا ذکر ہوتا ہے وہاں اس زمین میں بنانا مراد ہوتا ہے۔

۳؎ یہ خبر دینا خوشامد کے لئے یا جھوٹ بولنے کے طریقہ سے نہ ہو بلکہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے ہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان شاء اللہ اسے بھی اس سے محبت ہو جاوے گی اور پھر یہ دو طرفہ محبت بہت پختہ ہوگی یا وہ اس کے لئے دعا کرے گا یہ عمل بہت ہی مجرب ہے محبت کی خبر دینے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ اخلاص سے ہو اور محض اللہ کے لئے ہو، [illegible] مانع سے بری ہو۔

عِنْدَهُ إِنِّي لَأُحِبُّ هٰذَا لِلّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمْتَهُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ إِلَيْهِ فَأَعْلِمْهُ
فَقَامَ إِلَيْهِ فَأَعْلَمَهُ فَقَالَ أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ
قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكَ مَا احْتَسَبْتَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں لہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اسے بتا دیا ہے عرض کیا نہیں فرمایا اس کے پاس جاؤ اسے بتا دو ٹلہ چنانچہ وہ شخص اس کے پاس گیا اسے یہ خبر دی ٹلہ وہ بولا کہ تجھ سے وہ محبت کرے جس کی راہ میں تو نے مجھ سے محبت کی ہے کلہ راوی فرماتے ہیں کہ پھر واپس ہوا تو اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ھہ تو اس نے حضور کو خبر دی جو اس نے کہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے لہ اور تیرے لئے وہ ہے جو تم نے طلب اجر کیا شہ بیہقی

لہ اپنے اعمال صالحہ کی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا سنت صحابہ ہے اس سے عمل زیادہ قبول ہوتے ہیں ٹلہ کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور محبت بھی خالصًا لوجہ اللہ ہے تاکہ اس کے دل پر تمہاری اس محبت کا اثر ہو اور وہ بھی تم سے محبت کرنے لگے اور یہ محبت موالاۃ بن جاوے ظاہر ہے کہ موالات محبت سے قوی تر ہے ٹلہ یعنی اس سے پہلے شخص نے اس دوسرے شخص کو خبر دی حضور کے حکم پر عمل کرتے ہوئے خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی نہیں استحبابی ہے کہ محبت کی خبر دینا واجب نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے وجوبی ہو کلہ سبحان اللہ اس خبر دینے کا یہ نتیجہ ہوا یقین ہے کہ اس کے دل میں بھی اس سے محبت پیدا ہو گئی ہو گی غالبًا اس پہلے شخص نے اس دوسرے شخص کا تقوی عبادات اسلام پر پختگی وغیرہ دیکھ کر اس سے محبت کی تھی لہٰذا یہ محبت فی اللہ تھی ھہ یہ پوچھا کہ تم نے ان صاحب سے کیا کہا اور انہوں نے تم کو کیا جواب دیا یہ پوچھنا ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرشتوں سے اپنے بندوں کے اعمال کے متعلق پوچھتا ہے حالانکہ علیم ہے خبیر ہے حضور انور کو سب کچھ خبر ہے مگر اس پوچھنے میں لاکھوں حکمتیں ہیں لہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے صاحب بڑے پایہ کے بزرگ تھے جن کی ہمراہی ان اول صاحب کے لئے باعث برکت و رحمت تھی اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور بشارت یہ فرمایا ہمراہ

فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَهٗ مَا اكْتَسَبَ ؞ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ

شعب الایمان) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے اور اسکے لئے وہ ہے جو کمائے [1] روایت ہے حضرت ابو سعید سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ ساتھ رہو مگر مومن کے [2] اور تمہارا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار [3] (ترمذی - ابو داؤد)۔

[1] سے مراد دین و دنیا حتی کہ جنت میں ہمراہی ہے [1] یعنی تم نے اس شخص سے محض اللہ واسطے محبت کی ہے اس محبت میں کوئی دنیاوی لالچ نہیں اس لئے تمہاری یہ محبت بھی عبادت ہے اکتساب بنا ہے حسبٌ سے جیسے اعتداد عدد سے حسب کے لفظی معنی ہیں حساب لگانا یا گمان کرنا اکتساب کے معنی ہیں اجر طلب کرنا اللہ کی رضا چاہنا ؛

[2] یعنی اگرچہ محب کے اعمال محبوب جیسے نہ ہوں مگر محبت کی بنا پر اللہ تعالٰے اسے محبوب سے ہمراہ کرے گا پھول کے ساتھ گھاس بندھ جاوے تو گلدستہ میں اس کی بھی عزت ہو جاتی ہے اگر کسی گنہگار کو حضور احمد مختار صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت نصیب ہو جائے تو ان شاء اللہ حضور ہی کے ساتھ ہوگا۔

[3] یعنی کفار و منافقین کی ہمراہی اختیار نہ کرو مخلص مومنوں کی خصوصًا ان کی جو تم کو اپنی صحبت میں کامل مکمل کر دے تم کو اللہ رسول کے رنگ میں رنگ دے ان کی ہمراہی ان کے ساتھ رہنا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اختیار کرو۔

[4] یہ فرمان بہت جامع ہے یعنی روزی حلال کماؤ تاکہ نیک لوگوں کے لائق ہو اور کوشش کرو کہ تمہاری روزی کفار و فساق منافقین نہ کھائیں اللہ کے مقبول بندے کھائیں جو کھا کر نماز پڑھیں عبادات کریں اور ان کے ثواب میں تمہارا بھی حصہ ہو تم کو دعائیں دیں تو تمہارا بھلا ہو جاوے اس کھانہ دانہ کی وجہ سے انہیں تم سے محبت ، الفت ہو جاوے یہ الفت خداری کا ذریعہ بنے کھانے میں کپڑا اور دوسرے خرچ بھی داخل ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے ویطعمون الطعام علٰی حبه مسکینا ویتیما واسیرا اب تو مسلمانوں کی کمائی مراثی - بھانڈ - قوال کھاتے ہیں یا پھر حاکم - حکیم - وکیلوں کے ہاتھ لگتی ہے اللہ تعالٰے سمجھ توفیق دے اس حدیث کو ہمارے لئے مشعل راہ بنائے ۔ ہماری کمائی میں

وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَقَالَ النَّوَاوِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نَعَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے [1] تو ہر ایک سوچ لے کہ کس سے محبت کرتا ہے [2] (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ بیہقی۔ شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے نووی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے [3] روایت ہے حضرت یزید ابن نعامہ سے [4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ

علماء صالحین۔ طلباء کا حصہ ہو جو زیارت میں خرچ ہو ایسی جگہ خرچ ہو، جہاں خرچ سے اللہ رسول خوش ہوجاویں۔

[1] دین سے مراد یا تو ملت و مذہب ہے یا سیرت و اخلاق دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی عموماً انسان اپنے دوست کی سیرت و اخلاق اختیار کرلیتا ہے کبھی اس کا مذہب بھی اختیار کرلیتا ہے لہذا اچھوں سے دوستی رکھو تاکہ تم بھی اچھے بن جاؤ صوفیاء فرماتے ہیں لا تصاحب الا مطیعا ولا تخالل الا تقیا۔ نہ ساتھ رہو مگر اللہ رسول کی فرمانبرداری کرنے والے کے نہ دوستی کرو مگر متقی سے۔ [2] یعنی کسی سے دوستانہ کرنے سے پہلے اسے جانچ لو کہ اللہ رسول کا مطیع ہے یا نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسانی طبیعت میں اخذ یعنی لے لینے کی خاصیت ہے حریص کی صحبت سے حرص۔ زاہد کی صحبت سے زہد و تقویٰ ملے گا۔ خیال رہے کہ خلت دلی دوستی کو کہتے ہیں جس سے محبت دل میں داخل ہوجاوے یہ ذکر دوستی و محبت کا ہے کسی فاسق و فاجر کو اپنے پاس بٹھا کر متقی بنا دینا تبلیغ ہے حضور انور نے گنہگاروں کو اپنے پاس بلا کر متقیوں کا سردار بنا دیا [3] اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں جیسے حافظ سراج الدین قزوینی حافظ ابن حجر نے قزوینی کا بہت رد کیا اور حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا (مرقات و اشعہ) [4] یہ جنگ م

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْاَلْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَىُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ

علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص کسی سے بھائی چارہ کرے[۱] تو اس سے اس کا نام اس کے باپ کا نام پوچھ لے اور یہ کہ وہ کس قبیلہ سے ہے کہ یہ تحقیقات دوستی کو مضبوطی دینے والی ہے[۲] (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے[۴] فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالے کو زیادہ پسند ہے[۵] کسی کہنے والے

حنین میں مشرکوں کے ساتھ تھے بعد میں اسلام لائے ان کی صحابیت میں اختلاف ہے جامع اصول میں انہیں صحابی کہا ابو حاتم نے کہا کہ بصری ہیں اور تابعی ہیں (اشعہ) ممکن ہے انہوں نے یہ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بحالت کفر سنی ہو۔ اور مسلمان ہو جانے کے بعد روایت کی ہو کہ ایسی روایت معتبر ہے (مرقات) اور اگر تابعی ہوں تو تابعی کی مرسل حدیث صحیح ہے جبکہ وہ ثقہ ہوں ؛

[۱] یعنی اسے دینی بھائی بنائے اس سے میل جول پیدا کرنا چاہیے۔

[۲] بارہا ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو عالی خاندان سمجھ کر اس سے محبت کی بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہوا تو نفرت ہو گئی۔ اس لئے پہلے سے ہی سارے انتظامات کرے۔

[۴] اس طرح کہ ہم لوگ مسجد مبارک میں تھے۔ حضور انور حجرہ مقدسہ میں اچانک حجرہ اقدس سے مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے (مرقات) غالبًا یہ تشریف آوری نماز کے لئے نہ تھی۔ بلکہ ان حضرات کو شرف ملاقات بخشنے کے لئے اسی لئے علینا فرمایا۔

[۵] احب فرمایا افضل نہ فرمایا اس لئے کہ محبوبیت کے لئے افضلیت لازم نہیں دیکھو حضرت علی مرتضی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو محبوب تر تھے مگر حضرات شیخین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں (مرقات) اس بنا پہ حدیث شریف بالکل واضح ہے ؛

قَائِلٌ اَلصَّلٰوۃُ وَالزَّکٰوۃُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِهَادُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوٰی اَبُوْدَاوٗدَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ اَلْاٰخِرَ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰهِ اِلَّا اَكْرَمَ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ

نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ اور کسی کہنے والے نے کہا جہاد لہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کو بہت پیارا عمل اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ میں عداوت ہے لہ (احمد) اور ابوداؤد نے آخری حصہ روایت کیا لہ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بندہ کسی بندے سے اللہ کے لئے نہیں محبت کرتا مگر وہ اپنے رب عزوجل کا احترام کرتا ہے لہ (احمد) روایت ہے

لہ ان حضرات نے افضلیت اور احبیت میں فرق نہ فرمایا چونکہ نماز یا زکوٰۃ یا جہاد افضل اعمال ہیں اس لئے ان لوگوں نے یہ جواب دیا یہاں واؤ بمعنی او ہے خیال رہے کہ عمومًا نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ بعض جنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے۔ لہ حقیقت یہ ہے کہ نماز زکوٰۃ۔ جہاد بھی الحب فی اللہ کی شاخیں ہیں کہ مسلمان ان اعمال سے اللہ کے لئے ہی محبت کرتا ہے اور تمام گناہوں سے نفرت البغض فی اللہ کی شاخیں ہیں کہ مومن تمام گناہوں سے اللہ تعالٰی کے لئے نفرت کرتا ہے یوں ہی نمازیوں عابدوں سے محبت اللہ کے لئے ہے کفار اور فساق سے نفرت اللہ کے لئے۔ نیز کل قیامت میں جس عامل پر حضرات انبیاء و شہداء غبطہ کریں گے وہ یہی اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے عداوت ہے لہذا اس عمل کا محبوب ترین ہونا بالکل درست دوسری عبادات اگرچہ افضل ہوں مگر یہ عمل ان عبادات کا ذریعہ ہے لہذا یہ رب تعالٰی کو بڑا پیارا ہے لہ یعنی انہوں نے حضور انور کا تشریف لانا یہ سوال فرمانا حضرات صحابہ کا مذکورہ جواب دینا اس کا ذکر نہ کیا احب الاعمال سے روایت فرمائی لہ سبحان اللہ بہت ایمان افروز فرمان ہے اللہ تعالٰی کے مقبولوں سے محبت ان کی تعظیم رضا الٰہی کیلئے ہو تو وہ رب تعالٰی کی تعظیم و احترام ہے براہ راست اللہ تعالٰی سے محبت بہت مشکل ہے اس کریم سے محبت کرنا ہو تو اس کے مقبولوں

أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاحِدٌ فِي الْمَشْرِقِ وَآخَرُ فِي الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا

حضرت اسماء بنت یزید سے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں بہترین مسلمان کی خبر نہ دوں[1] صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں کہ جو جب دیکھیں جائیں تو خدا یاد آجائے[2] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر دو شخص اللہ عزوجل کی راہ میں محبت کریں اور ان میں سے ایک مشرق میں ہو دوسرا مغرب میں تو اللہ تعالٰے انہیں قیامت کے دن

سے محبت کرو جیسے براہ راست اللہ تعالٰی کو سجدہ ناممکن ہے اللہ کو سجدہ کرنا ہو تو کعبہ معظمہ کی طرف کرو یہ حضرات محبت الٰہی کا کعبہ ہیں اعلٰی حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ ؎

جی دباتی جس کی کرتا ہے تمنا — مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے
جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — اس پیارے سے محبت کیجئے۔

[1] سبحان اللہ یہ حضور کی سخا کے جلوے ہیں کبھی فقیر داتا سے سوال کرتے ہیں اور کبھی داتا خود فقیر سے اس کی حاجت پوچھ پوچھ کر حاجت روائی فرماتے ہیں اس فرمان عالی کی ضرورت تو لوگوں کو ہے مگر وہ ہماری ضرورتوں سے بھی خبردار ہیں۔ خیار جمع ہے خیر کی بمعنی افضل و بہتر یعنی رب تعالٰی کو زیادہ پیارے [2] اس فرمان عالی کی شرح باب حفظ اللسان کی تیسری فصل کے آخر میں کردی گئی بعض لوگوں کے چہروں پر انوار ربانی تجلیات رحمانی ظاہر ہوتی ہیں ان کے اعمال و افعال سنت کے مطابق ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر مومنوں کے ایمان تازہ ہوجاتے ہیں فقیر کے دادا پیر حضور اشرفی میاں جیلانی قدس سرہ بالکل ہم شکل حضور غوث الثقلین تھے جہاں بیٹھ جاتے تھے مسلم و غیر مسلم زائرین کا ہجوم لگ جاتا تھا بہت لوگ انہیں دیکھ کر ہی مسلمان ہوگئے یہ ہے اس حدیث کی چلتی جاگتی تفسیر بعض بزرگوں کے پاس بیٹھ کر دل جاری ہوجاتے ہیں

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِیَّ. وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِهٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَیْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ وَاِذَا

جمع فرمادے گا فرمائیگا۱؎ یہ وہ ہے جس سے تو میری راہ میں محبت کرتا تھا۲؎ روایت ہے حضرت ابو رزین سے۳؎ ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس چیز کی اصل پر رہبری نہ کروں۴؎ جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی پاؤ تم ذکر والوں کی مجلس اختیار کرو۵؎ اور جب

۱؎ ہم مہجورین مشرق میں ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مغرب میں اللہ تعالٰی حضور کا عشق دے تو ان شاء اللہ جنت بلکہ قیامت میں بھی حضور کا قرب نصیب ہوگا آخرت کا قرب و بعد دنیا کے قلبی قرب و بعد کا نتیجہ ہوگا دعا ہے کر مولے۔

زمانہ کی خوبی زمانہ کو دے　　مجھے تیرے پیارے کا در چاہیئے

بعض بدنصیب مدینہ میں رہ کر حضور سے دور ہیں بعض خوش نصیب مدینہ سے دور رہ کر بھی در حضور میں ہیں۔

۲؎ یہ ان محب و محبوبین کو قیامت اور جنت میں جمع فرمادینا اتفاقاً نہ ہوگا بلکہ یہ بتا کر جتا کر ہوگا کہ یہ قرب تیری اس محبت کا نتیجہ ہے معلوم ہوا کہ سارے اعمال سے زیادہ پیارا عمل محبوبوں سے محبت ہے کہ یہ ان کے قرب کا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور سے محبت کی علامت یہ ہے کہ ان کے احکام ان کے اعمال ان کی سنتوں سے ان کے قرآن ان کے فرمان حتی کہ مدینہ کی خاک سے محبت ہو بے نماز بے روزہ بھنگی چرسی دعوی عشق رسول کریں جھوٹے ہیں محبت کی علامت اطاعت ہے۔ ۳؎ آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے عقیلی ہیں طائف کے رہنے والے تھے مشہور صحابی ہیں آپ سے حضرت عبداللہ ابن عمر وغیرہ ہم حضرات نے روایات لیں (مرقات اکمال) ۴؎ ملاک میم کے کسرہ سے وہ چیز جس پر کوئی چیز قائم ہو جیسے دل۔ اس پر جسم قائم ہے اس کا ترجمہ اصل بہت مناسب ہے ہذا الامر سے مراد دین ہے یا دین و دنیا کی تمام خوبیاں دوسرے معنی یہاں زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ الذی تصیب بہ الخ سے معلوم ہورہا ہے یعنی اے صحابہ کیا ہم تم کو دین و دنیا کی تمام خوبیوں کی اصل سب کی جڑ نہ بتادیں۔

۵؎ اس سے مراد علماء دین ابرار کاملین صالحین واصلین کی مجلسیں ہیں کیونکہ یہ مجلسیں جنت کے باغات ہیں جیسا کہ دوسری

خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَاَحِبَّ فِي اللّٰهِ وَاَبْغِضْ فِي اللّٰهِ يَا اَبَا رَزِيْنٍ هَلْ شَعَرْتَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ

تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک کر سکو اپنی زبان اللہ کے ذکر میں ہلاتے رہو ۱ اور اللہ کی راہ میں محبت کرو اور اللہ کی راہ میں عداوت کرو ۲ اے ابو رزین کیا تمہیں خبر ہے کہ کوئی شخص جب اپنے گھر سے اپنی بھائی کی ملاقات کے لئے نکلتا ہے تو اسے ستر ہزار فرشتے پہونچاتے ہیں ۳ وہ تمام اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی اس نے

حدیث شریف میں ہے یہ مجلسیں خواہ مدرسے ہوں یا درس قرآن و حدیث کی مجلسیں یا حضرات صوفیاء کرام کی ذکر کی محفلیں یہ فرمان بہت جامع ہے جس مجلس میں اللہ کا خوف حضور کا عشق اور اطاعت رسول کا شوق پیدا ہو وہ مجلس اکسیر ہے۔

۱ سبحان اللہ انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں خلوت۔ جلوت اس فرمان عالی میں دونوں کی اصلاح فرمادی گئی جلوت ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں خلوت ہو تو اللہ تعالٰی کے ذکر میں بعض مشائخ نے اس فرمان عالی سے دلیل پکڑی کہ ذکر خفی افضل ہے ذکر جلی سے بعض نے فرمایا کہ ذکر لسانی افضل ہے ذکر جنانی یا پاس انفاس سے کیونکہ یہاں زبان ہلانے کا حکم دیا گمر انسان بھی مختلف ہیں حالات بھی مختلف بعض حالات میں ذکر جلی افضل بعض وقت ذکر خفی افضل کون کہہ سکتا ہے کہ اذان اور حج کا تلبیہ۔ نماز جہر کی قرأت آہستہ کی جائیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ نماز تہجد اور نماز نفل میں قرأت جہر سے کی جاوے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ذکر وہ بہتر ہے کہ ذاکر ذکر میں فنا ہو اور مذکور سے باقی ہو واذکر ربک اذا نسیت سب کچھ بھول کر اپنے سے بھی غافل ہو کر رب کو یاد کرو ذکر جہری و خفی کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ یہاں مرقات کا مطالعہ کرو ۲ جو تمہیں اللہ کے ذکر پر مدد دے اس سے اللہ کے لئے محبت کرو اگرچہ وہ اجنبی ہو اور جو تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کردے اس سے اللہ کے لئے نفرت کرو اگرچہ تمہارا عزیز ہو۔

۳ یعنی اسے اس شخص کے گھر تک پہونچاتے ہیں یہ پہونچانا عزت افزائی کے لئے ہوتا ہے اور یہ پہونچانا دعاء خیر کے ساتھ ہوتا ہے کہ اسے دعائیں دیتے جاتے اور ساتھ چلتے جاتے ہیں سبحان اللہ ممکن ہے کہ اس میں صالحین کی قبور کی زیارت بھی داخل ہو کہ وہ بھی محض اللہ کے لئے

وَصَلَ فِيكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَعْمَلَ جَسَدَكَ
فِي ذٰلِكَ فَافْعَلْ ۞ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ كُنْتُ مَعَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَعُمُدًا مِنْ يَاقُوْتٍ
عَلَيْهَا غُرَفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ لَهَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ تُضِيْءُ
كَمَا يُضِيْءُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ
يَسْكُنُهَا قَالَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِي
اللّٰهِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِي اللّٰهِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ

تیری راہ میں جوڑا ہے تو اسے جوڑے [1] تو اگر کرسکو کہ اپنے جسم کو اس میں مشغول کرو تو ضرور کرو [2] روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے کچھ ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالاخانہ ہیں [3] ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ایسے چمکتے ہیں جیسے روشن تارہ چمکتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ان میں کون رہے گا فرمایا اللہ کی راہ میں محبت کرنے والے [4] اللہ کی راہ میں مل بیٹھنے والے اللہ کی راہ ملاقاتیں کرنے والے [5] یہ تینوں حدیثیں

کی جاتی ہے ۞ [1] یعنی اس شخص نے تیری راہ میں اس سے رشتہ محبت جوڑا ہے تو اس کا اپنے سے رشتہ بندگی رشتہ اطاعت جوڑ لے کہ اسے اپنا خاص بندہ بنالے [2] یعنی یہ عمل تھوڑا ہے مگر اس کے فائدے بہت۔ لہذا اسے ہمیشہ کیا کرو بعض حضرات جب کسی مقبول بندے سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو باوضو اور ذکر الٰہی کرتے جاتے ہیں یہاں مرقات نے بروایت ابو یعلی حضرت عائشہ صدیقہ سے مرفوعًا روایت کی کہ ایسا خفی ذکر جلی ذکر سے ستر درجہ افضل ہے [3] سبحان اللہ ستون یاقوت کے اور بالاخانے زبرجد کے بہت ہی شاندار ہوئے غرف جمع ہے غرفہ کی یعنی بالاخانہ کھڑکی کو غرفہ کہنا مجازًا ہے کہ اکثر وہ بھی بالاخانہ میں ہوتی ہے [4] یہ جگہ تو صرف محبت فی سبیل اللہ کی جزا ہے اس محبت فی سبیل اللہ سے جو اچھے نتیجے نکلتے ہیں ان کے ثواب علیحدہ ہیں [5] یعنی ان تینوں کاموں میں سے ایک کام کرنے والے یا تینوں کام کرنے والے ۞

الثَّلَاثَةَ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ ٭ بَابُ مَا یُنْهٰی عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ هٰذَا وَ یُعْرِضُ هٰذَا وَخَیْرُهُمَا الَّذِیْ یَبْدَاُ بِالسَّلَامِ

بیہقی نے شعب ایمان میں روایت کی اس کا بیان کہ مسلمانوں کو چھوڑے رکھنا اس کا بائیکاٹ کرنا ۱؎ چھپے عیوب کی تلاش ممنوع ہے ۲؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ایوب انصاری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص کو یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین شب سے زیادہ چھوڑے رہے کہ جب دونوں ملیں تو یہ اس سے وہ اس سے منہ پھیر لیں ۳؎ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے ۴؎

۱؎ تہاجر بنا ہے ہجر سے بمعنی چھوڑ دینا تقاطع بنا ہے قطع سے بمعنی کاٹ دینا اگر تہاجر کاٹ دینے کے معنی میں ہے تو والتقاطع کا عطف تفسیری ہے اور اگر الگ معنی میں ہے تو تہاجر خاص ہے اور تقاطع عام یعنی مسلمان بھائی کے تعلق چھوڑ دینا اور رشتہ داروں سے رشتے کاٹ دینا۔

۲؎ اتباع کے معنی ہیں پیچھے پڑ جانا یہاں مراد ہے تلاش میں لگے رہنا عورت وہ چیز جس کا اظہار ناپسند ہو۔ یہاں مراد ہے لوگوں کے چھپے عیوب یعنی مسلمانوں کے چھپے عیوب کی تلاش کرنا تاکہ انہیں ظاہر کرکے بدنام کیا جاوے یہ حرام ہے چونکہ اس عیب جوئی سے بھی لوگوں میں عداوتیں پیدا ہوتی ہیں رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اس لئے ان دونوں کو ایک باب میں بیان کیا ۳؎ یہاں چھوڑنے سے مراد دنیاوی رنجشوں کی وجہ سے ترک تعلق کرنا ہے چونکہ تین دن کے عرصہ میں نفس کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس لئے تین دن کی قید لگائی گئی جو مذہب کی وجہ سے دائمی بائیکاٹ کرنا یا تعلیم و تربیت کیلئے ترک تعلق کرنا زیادہ کا بھی جائز ہے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن مالک ہلال ابن امیہ مرارہ ابن ربیع رضی اللہ عنہم اجمعین کا پچاس دن رکھا یہ بائیکاٹ بطور سزا تھا بلکہ تعلیم تھی لہذا یہ حدیث حضرت کعب کی حدیث کے خلاف نہیں ۴؎ یعنی اگر دنیاوی معاملات میں دو مسلمان لڑ پڑیں پھر ملیں تو بہتر وہ ہوگا جو اس کی ابتداء کرے یہاں کشیدگی دور کر دینے کی ہدایت ہے کسی خطرناک آدمی سے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے کو بدگمانی سے بچاؤ ۱ کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے ۲ اور نہ تو عیب جوئی کرو نہ کسی کی باتیں خفیہ سنو ۳ اور نہ تجش کرو اور نہ ایک دوسرے سے حسد و بغض کرو ۴ نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور

محتاط رہنا اس کے خلاف نہیں ہنجار اور یہ چیز ہے احتیاط دوسری چیز ابتداء بالسلام کرنے والے کو اس لئے خیر فرمایا کہ وہ تواضع کرتا ہے اللہ کے لئے وہ ہی ہجران دور کرتا ہے۔ ۱ یہاں ظن سے مراد مجتہدین علماء کا قیاس نہیں بلکہ بلا دلیل بلا ثبوت مسلمان بھائی کے متعلق بدگمانی کر لینا ہے کہ خواہ مخواہ کسی کو اپنا دشمن سمجھ لینا اس کے ہر قول ہر کام کو اپنی دشمنی قرار دے دینا یہ برا ہے کہ یہ لڑائی فساد کی جڑ ہے بعض عورتوں کو بلا وجہ شبہ ہوتا ہے کہ فلاں نے مجھ پر جادو کرایا ہے اگر گھر میں کسی کو اتفاقاً بخار آگیا یا جانور نے دودھ کم دیا تو اپنے پڑوسیوں پر جادو تعویذ گنڈے کی بدگمانی کر کے دل میں گرہ رکھ لی یہ ممنوع ہے ۲ کیونکہ ایسی بدگمانیاں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں اور شیطان بڑا جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ بھی بڑے ہی ہوتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے ان بعض الظن اثم وہ آیت کریمہ اس حدیث پاک کی تائید کرتی ہے۔ ۳ تحسس ح سے کسی کی باتیں خفیہ طور پر سننا کہ اسے خبر نہ ہو تجسس جیم سے کسی کے خفیہ عیب کی تلاش میں رہنا تحسس اور تجسس میں اور بھی چند طرح فرق کیا گیا ہے غرضکہ کسی کی ہر بات پر کان لگائے رہنا کسی کے ہر کام کی تلاش میں رہنا کہ کوئی برائی ملے تو میں اسے بدنام کر دوں دونوں حرام ہیں حدیث شریف کا یہ کرنا مبارک ہو کہ جسے اپنے عیبوں کی تلاش دوسروں کی عیب جوئی سے باز رکھے (مرقات) یعنی وہ اپنے عیب ڈھونڈنے میں ان سے توبہ کرنے میں ایسا مشغول ہو کہ اسے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کا وقت ہی نہ ملے۔ سے

نہ تھی اپنے جو عیبوں کی ہم کو خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر

پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا!!

۴ تناجش بنا ہے نجش سے نجش کے چند معنی ہیں دوسروں پر اپنی بڑائی چاہنا۔ دھوکا دینا نیلام میں قیمت بڑھا دینا خریدنے کی نیت نہ ہو۔ یہ سب حرام ہے حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت

عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا تَنَافَسُوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُفْتَحُ
اَبْوَابُ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لَا یُشْرِكُ
بِاللّٰهِ شَیْئًا اِلَّا رَجُلٌ کَانَتْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَاءُ
فَیُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ[۱] اور ایک روایت میں ہے اور نہ نفسانیت کرو[۲] (مسلم بخاری)
روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعرات کے دن جنت کے دروازے
کھولے جاتے ہیں[۳] تو ہر اس بندے کی بخشش کر دی جاتی ہے جو کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ جانے[۴] سوا اس شخص کے جس کے
اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو[۵] کہ کہا جاتا ہے کہ انہیں مہلت دو حتی کہ آپس میں صلح کر لیں[۶] (مسلم)

کا زوال اپنے لئے اس کا حصول چاہنا کہ اس کے پاس نہ ہو میرے پاس آجائے یہ حرام ہے شیطان کو حسد نے ہی مارا بغض دل میں کینہ رکھنا۔

[۱] یعنی بدگمانی حسد بغض وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن سے محبت ٹوٹتی ہے اور اسلامی بھائی چارہ جاتا ہے لہذا یہ عیوب چھوڑ دو تاکہ بھائی بھائی بن جاؤ۔ [۲] تنافس کے بہت معنی ہیں رغبت کرنا۔ لالچ کرنا نفسانیت سے فساد پھیلانا یہاں بمعنی نفسانیت وفساد ہے۔ [۳] چونکہ جنت کے طبقے بہت ہیں ہر طبقہ کا علیحدہ دروازہ ہے اس لئے ابواب جمع فرمایا گیا یا خود جنت ہی کے بہت دروازے ہیں جیسا کہ دوسری روایات میں ہے جنت کے بعض دروازے وہ ہیں جو سال بھر تک ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو کھلتے ہیں بعض دروازے وہ ہیں جو ماہ رمضان میں کھلتے ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر رمضان میں دروازے کھلتے ہیں یہ دروازے کھلنا عام رحمت ومغفرت کے لئے ہیں۔ [۴] لا یشرک باللہ سے مراد ہے مؤمن ہونا ورنہ جو مشرک نہ ہو مگر کافر ہو وہ بھی نہ بخشا جاوے گا عداوت سے مراد دنیاوی دشمنی ہے۔ [۵] ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کی مغفرت صلح پر موقوف ہے جبکہ ان میں سے کسی نے صلح کی کوشش نہ کی لیکن اگر ایک نے تو صلح کی کوشش کی مگر دوسرا راضی نہ ہوا تو اس دوسرے کو نہ بخشا جاوے گا اس میں تمام وہ قیود یاد رکھو جو ابھی پہلے عرض کی جا چکی ہیں۔
[۶] یہ حدیث بخاری نے اپنی کتاب ادب المفرد میں اور ابو داؤد و ترمذی نے بھی ان ہی سے

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو بار پیش کئے جاتے ہیں[1] پیر کے دن اور جمعرات کے دن تو ہر بندہ مومن کی بخشش کر دی جاتی ہے سوا اس بندے کے جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو کہا جاتا ہے کہ انہیں چھوڑ و حتی کہ رجوع کرلیں[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط سے[3] فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

[1] ناس سے مراد مسلمان ہیں اور جمعہ سے مراد ہفتہ ہے مرتین فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ایک دن میں دو بار پیشی نہیں ہوتی بلکہ ہر دن میں ایک بار یہ پیشی بارگاہ الٰہی میں ہوتی ہے یا اس فرشتے کے سامنے جو لوگوں کے اعمال کا محافظ بنایا گیا ہے (پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے کہ بارگاہ الٰہی میں پیشی ہوتی ہے (مرقات) [2] یفیئا بنا ہے فیئ سے بمعنی لوٹنا رجوع کرنا رب تعالٰی فرماتا ہے۔ حتی تفیئ الی امر اللہ۔ یہ ضرب کا مضارع تثنیہ ہے۔ خیال رہے کہ لوگوں کے اعمال جمعہ کے دن حضرات انبیاء کرام بلکہ ماں باپ پر بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ حضرات ہماری نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں گناہ دیکھ کر رنجیدہ اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ گناہ کرکے اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو ستاؤ، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھ نہ دو اس کا یہ مطلب ہے (مرقات) [3] ام کلثوم صحابیہ ہیں انہوں نے ہجرت سے پہلے کسی سے نکاح نہیں کیا بعد ہجرت عبدالرحمن ابن عوف سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمرو نے بالکل نکاح نہیں کیا ان کا باپ عقبہ ابن ابی معیط مشہور کافر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا (اشعہ) ام کلثوم بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ہیں جو حضرت عثمان کی زوجہ ہیں اور ام کلثوم بنت علی جو حضرت فاطمہ زہرا کے شکم سے ہیں وہ اور ہیں یہ حضرت عمر کے نکاح میں تھیں۔

لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ
خَيْرًا أَوْ يَنْمِي خَيْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ
وَلَمْ أَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ
فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلٰثٍ اَلْحَرْبُ
وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ
وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا وَذُكِرَ حَدِيثُ جَابِرٍ اِنَّ

جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرا دے ۱ بات بھلی کہے اور بھلی بات
پہونچائے ۲ (مسلم بخاری) مسلم نے یہ زیادتی کی کہ فرماتی ہیں میں نے انہیں یعنی نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کو نہیں سنا کہ آپ لوگ جو جھوٹ بولتے ہیں ان میں سے کسی چیز کی اجازت
دیتے ہوں سوا تین جھوٹ کے ۳ جنگ ۴ لوگوں کے درمیان صلح اور مرد کی اپنی بیوی سے بات
اور بیوی کی اپنی خاوند سے بات ۵ حضرت جابر کی حدیث کہ

جھوٹ کی اجازت

۱ یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرا دے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گڑھ کر سنا دے کہ وہ تمہاری بڑی تعریف کرتا تھا تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ وغیرہ۔
۲ بھلی بات سے مراد دل خوش کن اور دل پسند بات ہے بھلی فرما کر اشارۃً بتایا کہ جھوٹ ہے مگر برا نہیں بلکہ اچھا ہے اس پر ثواب ہے خیال رہے کہ بعض سچ کفر ہو جاتے ہیں اور بعض جھوٹ ایمان و عرفان کا رکن بن جاتے ہیں بے گناہ کا اپنے آپ کو گنہگار کہنا ہے تو جھوٹ مگر رب کو مقبول ہے پسند ہے شیطان نے سچ ہی کہا تھا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین مگر اسی سچ پر ہی مردود ہوا بہر حال یہ حدیث بہت ہی جامع ہے جھوٹ سے مراد ہے خلاف واقعہ ۳ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین موقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے ۴ یعنی جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں کفار قوی پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں تم کو فنا کر دیں گے ہمارے پاس سامان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ یہ اگرچہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر ۵ اس طرح کہ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے

الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ فِيْ بَابِ الْوَسْوَسَةِ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ الْكَذِبُ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ كَذِبُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ لِيُرْضِيَهَا وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكُوْنُ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلٰثَةٍ فَاِذَا لَقِيَهٗ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلٰثَ

شیطان مایوس ہو چکا۔ باب الوسوسہ میں ذکر کردی گئی [1] دوسری فصل روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تین مقامات کے سوا کہیں جھوٹ جائز نہیں خاوند کا اپنی بیوی سے جھوٹ بولنا تاکہ اسے راضی کرے اور جھوٹ بولنا جنگ میں [2] اور جھوٹ بولنا تاکہ لوگوں کے درمیان صلح کرائے [3] (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑے [4] تو جب اس سے ملے تو اسے تین بار سلام کرے [5]

مگر یہ جائز کہ اس میں معاشرہ کی اصلاح ہے ؛

[1] یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے اس جگہ بیان کردی ہے [2] یعنی کفار سے جنگ کرتے ہوئے مسلمان سے تو جنگ کرنا ہی حرام ہے چہ جائیکہ اس سے جھوٹ بولنا دوسری حدیث میں ہے الحرب خدعۃ، جنگ تدبیر اور چال کا نام ہے [3] اس طرح کہ مسلمانوں میں مالی، جائدادی وغیرہ جھگڑے دور کرے اگرچہ جھوٹ کے ذریعہ سے کرے یہ جھوٹ درحقیقت جھوٹ نہیں بلکہ اصلاح ہے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں صلح کرانا ایسا ضروری ہے کہ اس کے لئے جھوٹ کی اجازت دی گئی۔ [4] یعنی بہتر تو یہ ہے کہ تین دن کے لئے بھی نہ چھوڑے لیکن تین دن کے بعد چھوڑے رکھنا گناہ ہے اس کی وہ تمام تفصیل خیال میں رہے جو پہلے بیان ہوئی [5] اگر پہلی بار میں جواب نہ دے تو دوبارہ کرے اگر دوبارہ میں بھی جواب نہ دے تو تیسری بار کرے اگر تیسری بار میں بھی جواب نہ دے تو چوتھی بار نہ کرے کہ تین بار اس سلام کی حد ہے یہ سلام مصالحت ہے نہ کہ سلام ملاقات کیونکہ ملاقات کا سلام ایک بار ہوتا ہے سلام بہت قسم کا ہے اور اس کے الگ الگ احکام ؛

مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِاِثْمِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ہر بار میں وہ دوسرا اسے جواب نہ دے تو وہ اس کا گناہ لے کر لوٹا [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلم کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے [2] تو جو تین دن سے زیادہ چھوڑے پھر مر جاوے تو آگ میں داخل ہوگا [3] (احمد۔ ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوخراش سلمی سے [4] کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ

[1] باثمہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں یا تو یہ سلام کرنے والے کی طرف لوٹ رہی ہے یا اسے روز کرنے والے کی طرف یعنی اگر تین سلاموں کا جواب نہ دیا تو تین دن تک غصہ رہنے کا گناہ جو دونوں کو ہوتا تھا اب دوسرے کا گناہ بھی اس پر پڑے گا۔ یا اس چھوڑے رہنے کا گناہ اب صرف اس پر ہوگا وہ سلام کرنے والا گناہ سے بری ہوگیا یا جواب نہ دینے کا گناہ اس پر ہوگا کیونکہ سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ خیال رہے کہ ہر سلام کا جواب دینا فرض نہیں بلکہ مسلمان کے سلام تحیت کا جواب دینا فرض ہے۔ تحیت کے علاوہ دوسرے سلاموں کا جواب دینا فرض نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا مثلہا اس آیت میں سلم علیکم نہ فرمایا۔ بلکہ حییتم ارشاد ہوا اسی حکمت کی بنا پر [2] زیادہ سے مراد یا تو ایک ساعت کی زیادتی ہے یا چوتھے دن کی زیادتی یعنی اگر چار دن چھوڑے یا تین سے ایک ساعت زیادہ چھوڑا۔ (مرقات) [3] یعنی ہجران کی سزا کا مستحق ہوگا مسلمان بھائی سے عداوت دنیا کی آگ حسد، بغض، کینہ یہ سب مختلف قسم کی آگ ہیں اور آخرت میں اس کی سزا وہ بھی آگ ہی ہے رب چاہے تو بخشدے چاہے تو سزا دے۔

[4] آپ کا نام حدرد ابن حدرد ہے قبیلہ بنی سلیم سے ہیں آپ صحابی ہیں آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے کنیت ابوخراش ہے آپ سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ
مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلٰثٌ فَلْيَلْقَهٗ فَلْيُسَلِّمْ
عَلَيْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِى الْاَجْرِ وَاِنْ
لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے بھائی کو ایک سال چھوڑے رہے وہ اس کے خون بہانے کی طرح ہے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے[2] تو اگر اس پر تین دن گزر جاویں تو یہ اس سے ملے اسے سلام کرے پھر اگر وہ اسے سلام کا جواب دے دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوگئے[3] اور اگر جواب نہ دے تو وہ گناہ کے ساتھ لوٹا سلام کرنیوالا چھوڑنے سے نکل گیا[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

حالات معلوم نہ ہوسکے۔ صحابیت بڑی فضیلت ہے حالات معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ [1] یعنی جیسے مسلمان کا ناحق قتل بڑا گناہ ہے ایسے ہی اسے ناحق سال بھر تک چھوڑے رہنا بڑا گناہ، خون بہانے میں جسم کو تکلیف پہنچتی ہے اتنی دراز مدت تک چھوڑے رہنے میں اس کے دل کو ایذا پہنچتی ہے سال کا ذکر اس لئے فرمایا کہ سال دراز مدت ہے جس میں اکثر مسافر اپنے گھر لوٹ آتے ہیں اس میں ہر موسم ہوتا ہے سردی گرمی بہار خزاں جن میں مختلف لوگوں کے مزاج پر اثر ہوتا ہے یہ ایسا سخت دل ہے کہ کسی موسم میں اس کا دل نرم اور غصہ ٹھنڈا نہ ہوا جو دل سال بھر تک صاف نہ ہو آئندہ اس کے صاف ہونے کی امید نہیں۔ [2] اس کی شرح اور وجہ پہلے عرض کی جاچکی۔ [3] اصل ثواب میں برابر ہوگئے اگرچہ سلام کی ابتداء کرنے والا اور دوسرے سے ملنے کے لئے جانے والا بڑے ثواب کا مستحق ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں صلح کی ابتداء کرنے والے کا درجہ بڑا فرمایا گیا۔

[4] یعنی تین دن تک جو جدائی رہی اسکے گنہگار دونوں تھے اب اس عمل سے یہ صلح میں پیش قدمی کرنے والا تو گناہ سے نکل

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّیَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَةُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔ وَعَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں روزے صدقہ اور نماز سے بڑھ کر درجے والی چیز نہ بتاؤں لہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا آپس کے معاملہ کی درستی لے اور آپس کے معاملہ کا بگاڑ وہ ہی مونڈ دینے والی ہے کہ (ابوداؤد اور ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

گیا مگر دوسرا منہ موڑنے والا گناہ میں گرفتار رہا بلکہ یہ دوسرا گناہ اس پر ہوا صلح سے منہ پھیرنا۔ لہ یعنی وہ چیز درجہ میں یا ثواب میں ان مذکورہ عبادات سے بڑھ کر خیال رہے، یہاں عطف اعلیٰ کا ادنیٰ پر ہے اس لئے نماز کا ذکر بعد میں فرمایا ورنہ نماز روزہ اور صدقہ سے افضل ہے یا واؤ جمع کے لئے ہے یعنی یہ کام ان تینوں کے مجموعہ سے افضل ہے یہاں نفلی روزے نفلی صدقہ نفلی نماز مراد ہے نہ کہ فرضی (مرقات) لے ذات کے معنی والی ذو کا مؤنث۔ بین یعنی درمیان یعنی آپس۔ ذات بین کے معنی ہوئے آپس والی چیز معاملات یا محبت والے تعلقات بعض شارحین نے فرمایا کہ ذات بین سے مراد ہے آپس کی دشمنی و عداوت اور ترک تعلقات اصلاح سے مراد ہے ان کو دور کر دینا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے واصلحوا ذات بینکم وہ آیت اس حدیث کی تائید کرتی ہے کہ یعنی مسلمانوں کے آپس کے تعلقات خراب کر دینا ان میں دشمنی ڈال دینا بھلائیوں ثوابوں کو فنا کر دینے والی چیز ہے اس کی نحوست سے انسان روزہ نماز کی لذت بلکہ خود روزے نماز وغیرہ دیگر عبادات سے محروم ہو جاتا ہے سبحان اللہ کیسی پیاری تشبیہ ہے۔ جیسے استرہ سر کے بالوں کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے ایسے ہی یہ حرکت نیکیوں کو جڑ سے اڑا دیتی ہے مولانا فرماتے ہیں۔ تا توانی پا منہ اندر فراق ۔ ابغض الاشیاء عندی الطلاق۔

یہ حدیث مختلف الفاظ مختلف اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ طبرانی اور بزار نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں صلح کراؤ اس صلح کرانے میں کچھ تم جھوٹ کے اس ... جو حرج

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ

صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سرایت کر گئی [1] حسد اور بغض [2] یہ مونڈ دینے والی ہے میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے لیکن یہ تو دین کو مونڈ دیتی ہے [3] (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا حسد سے بچو کر حسد نیکیوں کو ایسی کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو [4] (ابوداؤد)

کے عوض غلام آزاد کرنے کا ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالی تمہاری اصلاح فرمائے گا تمہارے سارے گناہ بخش دے گا (مرقات)۔

[1] دَبَّ بنا ہے دبٌّ سے بمعنی آہستہ آہستہ چلنا اسی سے ہے دبیب اسی سے ہے دابۃ بمعنی جانور سرایت کر جانے کو دب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ محسوس نہیں ہوتی اور دل میں اتر جاتی ہے یہاں معنی سرایت ہے [2] حسد سے مراد ہے دلی خفیہ دشمنی بغض سے مراد ہے علانیہ دشمنی یا حسد کسی سے جلنا اس کی نعمت کا زوال چاہنا بغض دشمنی دل میں رکھنا [3] اس طرح کہ دین و ایمان کو جڑ سے ختم کر دیتی ہے کبھی انسان بغض و حسد میں اسلام ہی چھوڑ دیتا ہے شیطان بھی انہیں دو بیماریوں کا مارا ہوا ہے۔

[4] یعنی حسد و بغض ذریعہ بن جاتا ہے نیکیوں کی بربادی کا یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس سے نیکیاں ضبط ہو جاویں یا حاسد و بغض والے کی نیکیاں محسود کو دے دی جائیں گی یہ خالی ہاتھ رہ جائے گا خیال رہے کہ کفر و ارتداد کے سوا کوئی گناہ مومن کی نیکیاں برباد نہیں کرتا ہاں نیکیوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں رب تعالی فرماتا ہے ان الحسنات یذھبن السیئات اشعر؛ اس حدیث کی بنا پر معتزلہ نے کہا ہے کہ بعض گناہوں سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس حدیث کا وہ مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا اس حدیث کی اور بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔ (دیکھو مرقات)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ صِرْمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ

روایت ہے انہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا آپس کے فساد سے بچو[1] کیونکہ یہ مونڈنے والی چیز ہے[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوصرمہ سے[3] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نقصان پہنچائے گا اسے اللہ نقصان دے گا[4] اور جو کسی سے مخالفت کرے گا اللہ اس سے مخالفت کرے گا[5] (ابن ماجہ، ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنتی ہے وہ جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا......

[1] ذات بین کے معنی آپس والی چیز سوء کے معنی برائی یعنی آپس والی چیز کی برائی سے بچو نہ تو تم خود آپس میں رنجش رکھو نہ دو شخصوں میں رنجش ڈالو غیبت وغیرہ کرکے کہ یہ بدترین جرم ہے بلکہ بہت سے جرموں کی جڑ ہے [2] اس کی شرح ابھی ہو چکی کہ یا تو اس مجرم کی نیکیاں برباد ہو جانے کا سبب ہے یا جس مظلوم کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا اس کے گناہ معاف ہو جانے کا سبب اس کے نامہ اعمال کو گناہوں سے ایسا صاف کر دیتی ہے جیسے استرہ سر کو [3] آپ کا نام مالک ابن قیس مازنی ہے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک رہے آپ کی کنیت ابوصرمہ ہے آپ زمانہ جاہلیت میں بھی ملت ابراہیمی پر عبادت الٰہی کرتے تھے۔ بہت بڑی عمر میں اسلام لائے آپ سے حضرت ابن عباس نے روایات لیں (مرقات و اشعہ) [4] یعنی جو کسی مسلمان کو ابتداءً نقصان پہنچائے جانی یا مالی ابتداءً کی قید اس لیے لگائی کہ نقصان کے عوض نقصان پہونچانا سزا کے طور پر جائز ہے رب تعالٰی فرماتا ہے جزاء سیئة سیئة مثلہا [5] یعنی جو کسی مسلمان سے دشمنی کرے گا رب تعالٰی اسے مردود کر دیگا۔ دشمنی سے وہ ہی مراد ہے کہ بلاوجہ شرعی مسلمان سے عداوت رکھنا شاق بنا ہے شق سے بمعنی کروٹ یا جیرہ کا مخالفت کو مشاقہ اس لیے کہتے ہیں

مَكَرَ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ،
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ
بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ
وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَتَّبِعْ

اُسے فریب دے [۱] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے [۲] روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے پھر بلند آواز سے ندا کی فرمایا اے ان لوگوں کے ٹولو جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو اور ان کے دل تک ایمان نہ پہنچا [۳] مسلمانوں کو نہ تو ایذا دو نہ انہیں عار دلاؤ نہ ان کے خفیہ عیوب ڈھونڈھو [۴]

ہو کہ اس میں ہر شخص دوسرے سے منہ پھیر لیتا ہے اس سے آنکھیں نہیں ملاتا۔

[۱] یہاں ضرر سے مراد ہے ظاہری طور پر نقصان پہونچانا اور مکر سے مراد ہے خفیہ سازش کر کے نقصان دینا جیسا کہ آج کل عام رواج ہے۔

[۲] اس حدیث کے غریب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک راوی ابو سلمہ کندی ہے جو فرقد سبخی سے راوی ہے ابو سلمہ کی فرقد سے ملاقات ثابت نہیں ابو سلمہ کو یحییٰ ابن معین نے متقی اور ثقہ کہا دوسروں نے اسے ضعیف کہا۔ (مرقات)

[۳] یعنی اے منافقو یہاں منافق سے مراد منافق اعتقادی ہے ممکن ہے کہ منافق عملی یا دونوں مراد ہوں مرقات نے فرمایا کہ اس میں یہاں فاسق بھی داخل ہے کیونکہ آگے جس عمل کا ذکر ہے وہ فساق ہی کرتے تھے

[۴] یہ تینوں حرکتیں منافقین کرتے تھے جن سے مسلمانوں کو تکلیف ہو وہ کام کرنا حتی کہ راستہ میں کانٹا پتھر ڈال دینا کہ مسلمانوں کو لگے ان سے سخت کلامی کرنا۔ مسلمانوں کے وہ گناہ بیان کرنا جن سے وہ توبہ کر چکے ہوں بلکہ ان کی توبہ کا قرآن کریم میں اعلان ہو چکا ہو مسلمانوں کے خفیہ عیوب کی تلاش میں رہنا بلکہ ان بے عیب صحابہ کرام کو عیب لگانا جن کی بے عیبی پر قرآن مجید گواہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کو ستانا منافقوں کا کام ہے اس سے موجودہ روافض عبرت حاصل کریں بلکہ تا قیامت مسلمانوں کے ساتھ یہ برتاوے عملی منافقت ہے بہتر ہے کہ اپنے عیوب کی تحقیق کر کے ان سے توبہ کرے۔

عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَى الرِّبٰوا الْاِسْتِطَالَةَ فِيْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔

کی جو اپنے مسلمان بھائی کے خفیہ عیوب کی تلاش کرے گا تو اللہ اس کے عیب ظاہر کردے گا اگرچہ اس کے گھر میں ہو اسے رسوا کردے گا اگرچہ وہ اپنے گھر میں ہو (ترمذی) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ بدترین سود مسلمان کی آبرو میں ناحق دست درازی ہے (ابوداؤد)

سلہ یہ قانون قدرت ہے کہ جو کسی کو بلاوجہ بدنام کرے گا قدرت اسے بدنام کردے گی مگر یہ حکم اس کے لیئے ہے جو مسلمانوں کو بدنام کرنے کا عادی ہو کسی خفیہ سازشیں کرنے والے اور خفیہ بدمعاشی کے اڈے بنانے والے خفیہ زنا شراب خوری کے اکھاڑے بنانے والوں کی تحقیق کرکے ان کو گرفتار کرانا بہت بڑا ثواب ہے کہ یہ عیب جوئی نہیں۔ بلکہ لوگوں کو برائی سے روکنا ہے کسی شاعر نے عیب جوئی کے متعلق خوب کہا۔ شعر

لا تلتمس من مساوی الناس استروا   فیہتک اللہ سترا من مساویکا

واذکر محاسن ما فیہم اذا ذکروا   ولا تعب احدا منہم بما فیکا

سلہ آپ عدوی ہیں عشرہ مبشرہ سے ہیں بڑے پرانے مسلمان ہیں حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب آپ کی زوجہ ہیں حضرت عمر آپ ہی سے قرآن مجید سن کر اسلام لائے آپ کا انتقال مقام عقیق میں ہوا اور مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں دفن کیے گئے ۵۱ھ اکیاون میں وفات ہوئی ستر سال سے کچھ زیادہ عمر پائی آپ سوا غزوہ بدر کے تمام غزوات میں شریک ہوئے غزوہ بدر میں آپ حضرت طلحہ کے ساتھ قریشی قافلہ کی تلاش میں بھیجے گئے تھے آپ کو حضور نے بدر کی غنیمت سے حصہ دیا (اکمال مرقات)

سلہ یعنی سود خواری بدترین گناہ ہے جیسے ماں کے ساتھ کعبہ معظمہ میں زنا کرنا (حدیث) سود خوار کو اللہ رسول سے جنگ کرنے کا الٹی میٹم دیا گیا ہے یہ تو مالی سود کا حال ہے مسلمان کی آبرو چونکہ مال سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہے اسلیئے مسلمان کی آبروریزی اسے ذلیل کرنا بدترین سود قرار دیا یاد رکھو مسلمان عفیفہ عورت کو تہمت لگانے پر اسی کوڑے اور ہمیشہ کے لیئے مردود الشہادت ہونے کی سزا مقرر ہے کیونکہ اس لیئے کہ اس نے مسلمان پاک دامن بے قصور کی عزت پر حملہ کیا۔ لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ ناحق کی قید اس لیے ہے کہ حق آبروریزی جائز

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِي رَبِّي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِي أَعْرَاضِهِمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ ۔ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أُكْلَةً فَإِنَّ اللّٰهَ

بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے میرے رب نے معراج دی[1] تو میں اس قوم پر گزرا جن کے تانبے کے ناخن تھے وہ اپنے چہرے اور سینے کھرچ رہے تھے[2] میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں عرض کیا یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں اور ان کی آبروؤں میں مشغول ہوتے ہیں[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مستورد سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو کسی مسلمان آدمی کے ذریعہ ایک لقمہ کھائے تو اللہ اسے اس

ء بلکہ کبھی ضروری ہوتی ہے۔ جیسے غیبت اکثر حرام ہے مگر کبھی مباح بلکہ کبھی واجب ہے۔

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہاں معراج سے مراد جسمانی بیداری کی معراج مراد ہے جو نبوت کے گیارہویں سال [illegible] ستائیسویں رجب سوموار کی رات ہوئی منامی یعنی خواب کی معراجیں حضور کو قریباً تیس ہوئی ہیں نماز کی فرضیت اس جسمانی معراج میں ہوئی۔

[2] اس طرح کہ ان پر خارش کا عذاب مسلط کر دیا گیا تھا اور انہیں تانبے کے دھاردار اور نوکیلے دیئے گئے تھے ان سے [illegible] تھے زخمی ہوتے تھے خدا کی پناہ یہ عذاب [illegible] عذاب ہے یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا جو حضور انور نے [illegible] دیکھا۔

[3] [illegible] مسلمانوں کی غیبت کرتے تھے ان کی آبروریزی کرتے تھے یہ کام عورتیں زیادہ کرتی ہیں انہیں اس سے عبرت لینی چاہیئے۔

[4] [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت [illegible] سے بہت [illegible] احادیث [illegible]

[5] اس طرح [illegible] مسلمانوں میں سے ایک کے پاس جاوے اور اسے خوش کرنے کے لیے دوسرے کی غیبت کرے اسے برا کہے اسے نقصان پہنچانے

يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ
فَإِنَّ اللهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ
سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ فَإِنَّ اللهَ يَقُومُ لَهُ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

کی مثل دوزخ میں سے کھلائے گا لہ اور جو کسی مسلمان آدمی کی وجہ سے کپڑا پہنایا جاوے تو اللہ اسے اس کی مثل دوزخ سے پہنائے گا لہ اور جو کسی شخص کی وجہ سے سنانے اور دکھانے کی جگہ میں کھڑا ہو تو اللہ اُسے قیامت کے دن سنانے اور دکھانے کی جگہ کھڑا کرے گا لہ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

سو کی تدبیریں بتائے تاکہ اس ذریعہ یہ شخص اسے کچھ دیدے یا کھلا دے ایسے خوشامدی لوگ آجکل بہت ہیں ؎
لہ یہ دوزخ کی آگ کے انگارے ان لقموں کی عوض میں جس قدر یہاں لقمے کھائے اتنے ہی وہاں انگارے کھائے گا لہ اسکا مطلب گزشتہ مضمون سے واضح ہے کہ جو کسی کو خوش کرنے کے لیئے مسلمان بھائی کی غیبت کرے یا اسے ستائے اس غیبت وغیرہ کی عوض کپڑوں کا جوڑا پائے تو اسے قیامت میں اس جوڑے کی عوض آگ کا جوڑا پہنایا جائیگا لہ اس فرمان عالی کے بہت معانی ہیں ایک یہ کہ جو شخص کسی مشہور شریف آدمی کی پگڑی اچھالے اس کا مقابلہ کرنے تاکہ اس مقابلہ سے میری شہرت ہو دوسرے یہ کہ جو کسی شخص کو دنیا میں جھوٹے طریقہ سے اچھالے تاکہ اس کے ذریعہ مجھے عزت وروزی ملے ۔جیسے آج کل بعض جھوٹے پیروں کے مرید اس کی جھوٹی کرامتیں بیان کرتے پھرتے ہیں تاکہ ہم کو بھی اس کے ذریعہ عزت ملے کہ ہم اس کے بالکے ہیں ۔(اشعہ) تیسرے یہ کہ جو شخص دنیا میں نام ونمود چاہے ۔ نیکیاں کرے مگر ناموری کے لیئے یا جو شخص کسی کے ذریعہ سے اپنے کو مشہور و نامور کرے ۔قیامت میں ایسے شخصوں کو عام رسوا کیا جاوے گا کہ فرشتہ اسے اونچی جگہ کھڑا کرکے اعلان کرے گا کہ لوگو یہ بڑا جھوٹا مکار فریبی تھا ۔
(مرقات ولمعات وغیرہ) ؎

وَسَلَّمَ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِيْ تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وسلم نے کہ اچھا گمان [1] اچھی عبادت سے ہے (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت جناب عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ [2] کا اونٹ بیمار ہوگیا۔ اور حضرت زینب [3] کے پاس بچی ہوئی سواری تھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے کہا کہ یہ اونٹ انہیں دیدو تو وہ بولیں میں اس یہودیہ کو دوں [4] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے

[1] لوگوں کے متعلق نیک گمان کرنا بدگمانی نہ کرنا۔ یا اللہ تعالٰی کے متعلق اچھا گمان کرنا اس کی معافی کی امید رکھنا یہ دونوں احتمال درست ہیں [2] اس فرمان عالی کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان اس سے امید وابستہ کرنا بھی عبادت میں سے ایک اچھی عبادت ہے دوسرے یہ کہ اللہ سے امید اچھی عبادت سے حاصل ہوتی ہے جو عبادت کرے گا اسے یہ امید نصیب ہوگی تیسرے یہ کہ عبادت کے ذریعہ اللہ سے اچھی امید رکھو۔ عبادت سے غافل رہ کر امیدیں باندھنا حماقت ہے جیسے کوئی جو بو کر گندم کاٹنے کی امید کرے چوتھے یہ کہ اللہ کے بندوں یعنی مسلمانوں سے اچھا گمان کرنا ان پر بدگمانی نہ کرنا یہ بھی اچھی عبادات میں سے ایک عبادت ہے اس فرمان کے اور بھی معنی ہوسکتے ہیں مثلًا یہ کہ مسلمانوں پر اچھا گمان اچھی عبادات سے حاصل ہوتا ہے جو عابد ہوگا وہ ہی نیک گمان ہوگا جو خود بُرا ہوگا دوسروں کو بھی بُرا ہی سمجھے گا۔

[3] آپ کا نام صفیہ بنت حی ابن اخطب ہے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ پہلے کنانہ بنت ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں ان کے خاوند محرم ۷ھ ہجری میں غزوہ خیبر میں مارا گیا آپ قید ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کرکے خود اپنے نکاح سے شرف بخشا لہذا آپ ام المؤمنین ہیں ۵۰ھ پچاس میں وفات پائی جنت بقیع میں دفن ہوئیں [4] آپ زینب بنت جحش ہیں آپ کی والدہ امیہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور انور کی پھوپھی آپ پہلے حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں تھیں ان کے طلاق دیدینے کے بعد حضور کے نکاح میں آئیں حضور انور سے نکاح ۵ھ ہجری میں ہوا۔ ۲۰

وَسَلَّمَ نَهْجُرُهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ وَبَعْضَ صَفَرٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا فِيْ بَابِ الشَّفْقَةِ وَالرَّحْمَةِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ فَقَالَ لَهٗ عِيْسٰى سَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيْسٰى اٰمَنْتُ بِاللهِ وَكَذَّبْتُ نَفْسِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ

ہوئے تو انہیں تقریباً محرم اور صفر کچھ حصہ چھوڑے رکھا (ابوداؤد) اور حضرت معاذ ابن انس کی حدیث من حمٰی مومنا الخ شفقت ورحمت کے باب میں ذکر کردی گئی ۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا تو نے چوری کی وہ بولا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنے کو جھٹلایا (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے

ھ غالباً یہ واقعہ کسی سفر کا ہے جبکہ حضرت صفیہ کو اونٹ کی ضرورت تھی سواری کیلئے اور حضرت زینب کے پاس ایک اونٹ زائد تھا۔ سوکنوں کو آپس میں غیظ وغضب ہوتا ہے اس بنا پر یہ عرض کیا یہودیہ سے مراد قوم یہود ہے نہ کہ مذہب یہود کیونکہ صفیہ اب تو مسلمان ہو چکی تھیں۔ اور جناب زینب سرداران قریش کی بیٹی تھیں یعنی میں یہودی قوم والی بی بی کو دوں گی۔ سلہ یعنی قریباً ڈھائی مہینہ ان سے کلام سلام سب بند فرما دیا۔ مگر یہ ترک کلام عداوت کے لیئے نہیں بلکہ تعلیم وتربیت کے لیئے ہے جن احادیث میں تین دن سے زیادہ ترک کلام کی ممانعت ہے وہاں دشمنی کا ترک کلام مراد ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو بجائے مارنے پیٹنے کے ترک کلام سے تعلیم وتربیت دے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ سلہ یعنی یہ حدیث مصابیح میں یہاں ہی مذکور تھی۔ ہم نے مناسبت کا خیال رکھتے۔ وہاں نقل کی یہ حدیث بہت دراز ہے۔

سلہ یہ فرمان یا تو خبر کے لیئے ہے یا پوچھنے کے لیئے یعنی کیا تو نے چوری کی؟

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا وَكَادَ الْحَسَدُ اَنْ يَّغْلِبَ الْقَدَرَ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰى اَخِيْهِ فَلَمْ يَعْذِرْهُ اَوْ لَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيْئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ

میں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ فقر ... کفر ہو جاوے اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب آجاوے سے روایت ہے حضرت جابر سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو اپنے بھائی سے معذرت کرے ... اس کی معذرت نہ مانے یا اس کا عذر قبول نہ کرے تو اس پر ٹیکس والے کا سا گناہ ہو گا ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا اور ...

ے یعنی اس قسم کی وجہ سے تجھے سچا سمجھتا ہوں کہ مومن بندہ اللہ کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا اس کے دل میں اللہ کے نام کی تعظیم ہوتی ہے اپنے متعلق غلط فہمی کا خیال کر لیتا ہوں کہ میری آنکھوں نے دیکھنے میں غلطی کی یہ ہے شان نبوت کہ ... امکان دوسرے پر اعتماد فرماتے ہیں سلہ فقیر آدمی کبھی اللہ تعالٰی پر اعتراض کر دیتا ہے کہ تو نے مجھ پر ظلم کیا کہ فقیر کر دیا کبھی لوگوں سے اللہ کی شکایت کرتا ہے کبھی مال حاصل کرنے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیئے اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں داخل ہو جاتا ہے اپنے دین کو فروخت کر ڈالتا ہے کبھی رضا بالقضاء سے منہ موڑ لیتا ہے یہ سب کفر یا سبب کفر ہیں امیری کے فتنے سے غریبی کے فتنے زیادہ ہیں خیال رہے کہ فقر مع صبر اللہ کی رحمت ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا الفقر فخری اور فقر مع ناشکری اللہ کا عذاب ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں فقیر صابر کو غنی شاکر سے افضل مانا گیا ہے۔ سلہ یعنی قریب ہے کہ حسد تقدیر کو بدل دے کیونکہ حاسد خود محسود کی تقدیر بدلنا چاہتا ہے کسی کی نعمت ... چاہتا ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا حاسد کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ چونکہ کبھی حسد بھی کفر تک پہنچا دیتا ہے اسی لیئے ... فقیر کے ساتھ بیان فرمایا شیطان حسد کا کافر ہے سلہ یعنی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو ... کرے پھر عذر خواہی کے لیئے اس کے پاس آئے اس معافی چاہے یا قصور کا بدلہ کرنا چاہے سلہ یعنی بغیر ... سے معافی ... نہ دے اس سے دل صاف نہ کرے ہے جیسے ٹیکس لگانے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے

الْمَكَّاسُ الْمَشَّارُ

بَابُ الْحَذَرِ وَالتَّأَنِّي فِي الْأُمُوْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ

مکاس ٹیکس لینے والا ہے ۱ احتیاط کرنے اور کاموں میں اطمینان کا بیان ۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں کاٹا جاتا ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے سردار سے فرمایا ۴

جو اکثر ظالم ہوتے ہیں انھیں سخت سزا ملے گی ایسے ہی اس شخص کو سخت سزا ملے گی۔

۱ ٹیکس مقرر کرنے والا کسی تاجر وغیرہ کا عذر نہیں قبول کرتا بہرحال اپنی مرضی کے مطابق لگا دیتا ہے یہ شخص بھی عذر قبول نہیں کرتا اس لیئے یہ تشبیہ بالکل درست ہے عشار وہ حکام ہیں جو زمین اور کسانوں کی پیداوار پر عشر دسواں حصہ لگانے یا وصول کرنے پر مقرر ہوں ۲ حذر ح اور ذال کے فتح سے بمعنی پرہیز کرنا احتیاط برتنا اور حذر ذال کے کسرہ سے بمعنی محتاط آدمی احتیاط کرنے والا شخص۔ حذر کے معنی ہیں نقصان دہ شخصوں سے پرہیز کرنا تانی کے معنی ہیں اطمینان سے کام کرنا اس کا مقابلہ ہے تعجیل یعنی جلد بازی خیال رہے کہ ہر کام میں تاخیر و احتیاط سے کام کرے مگر اخروی کاموں میں جلدی کرنا بہتر کہ موت کی خبر نہیں۔

۳ اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ ایک کافر شاعر جس کا نام ابو عزہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت میں سخت توہین آمیز اشعار کہا کرتا تھا جنگ بدر میں گرفتار ہوگیا اس نے حضور انور سے گزشتہ کی معافی مانگی آئندہ اس حرکت سے باز رہنے کا عہد کیا حضور انور نے اسے چھوڑ دیا وہ چھوڑ کر پھر اس حرکت میں مشغول ہوگیا پھر جنگ احد میں گرفتار ہوا پھر اس نے معذرت کی اور صحابہ کرام نے اس کی رہائی کی سفارش کی تب حضور انور نے یہ فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں کاٹا جاتا اور اسے معافی نہ بخشی۔ یعنی جس سوراخ سے ایک بار بچھو کاٹ لیا پھر اس سوراخ میں دوبارہ انگلی مت ڈالو جس شخص سے ایک بار دھوکہ کھالیا پھر دوبارہ اس کے دھوکے میں نہ آؤ اس شاعر کو قتل کر دیا گیا (مرقات واشعہ)

إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَنَاةُ مِنَ اللهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

کہ تجھ میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ پسند فرماتا ہے بردباری اور وقار ۲؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت سہیل ابن سعد ساعدی سے ۳؎ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطمینان اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے ۴؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ

۱؎ عبد القیس ایک قبیلہ کا نام ہے اشج یعنی رئیس و سردار اس سردار کا نام منذر ابن عائذ تھا یہ لوگ اپنی قوم کے نمائندے بن کر اسلام لانے آئے تھے دوسرے لوگ تو آتے ہی بھاگے ہوئے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر اس سردار نے اولاً غسل کیا پھر عمدہ لباس تبدیل کیا پھر نہایت وقار و سکون سے مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوا دو نفل پڑھے پھر دعا مانگی پھر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور انور کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی تب یہ فرمایا۔(اشعہ) ۲؎ جب حضور انور نے اسے یہ بشارت دی تو وہ بولا کہ یا رسول اللہ میری یہ صفتیں کسبی ہیں یا رب تعالٰی کی عطا کی ہوئی فرمایا کہ رب تعالٰی کی عطا تب اس نے سجدہ شکر کیا بولا کہ اگر میری کسبی ہوتیں تو قابل زوال ہوتیں رب کی عطا زائل نہیں ہوتی خدا کا شکر ہے جس نے مجھے دو خصلتیں بخشیں ہیں جن سے وہ اور اس کے رسول راضی ہیں (مرقات و اشعہ)

۳؎ حضرت سہیل بھی صحابی ہیں آپ کے والد سعد بھی صحابی ہیں مدینہ منورہ میں سب سے آخری صحابی آپ ہی فوت ہوئے ۴؎ یعنی دنیاوی یا دینی کاموں کو اطمینان سے کرنا اللہ تعالٰی کے الہام سے ہے۔اور ان میں جلد بازی سے کام لینا شیطانی وسوسہ ہے اس ترجمہ اور شرح سے معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں۔ سَارِعُوا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور نہ اس آیت کے خلاف ہے يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ کہ وہاں سرعت یعنی دینی کام میں دیر نہ لگانے جلد ادا کرلینے کی تعریف ہے اور یہاں خود کام میں جلد بازی کرنا کہ کام بگڑ جائے اس سے ممانعت ہے۔بعض لوگ دو منٹ میں چار رکعتیں پڑھ لیتے ہیں۔

یہ ہے عجلت نفس عبادت

میں جلدی بری ہے ؎

حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ عَبْدِ الْمُهَيْمِنِ بْنِ عَبَّاسٍ الرَّاوِيْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ وَلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِيْرِ فَاِنْ رَاَيْتَ فِيْ عَاقِبَتِهٖ خَيْرًا فَامْضِهٖ وَاِنْ خِفْتَ غَيًّا

حدیث غریب ہے اور بعض محدثین نے عبدالمہیمن ابن عباس کے متعلق اس کے حافظہ کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے[1] روایت ہے ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے بردبار مگر لغزش والا[2] اور نہیں ہے حکمت والا مگر تجربہ کار[3] (احمد، ترمذی) اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے ۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمایئے[4] تو فرمایا کام تدبیر سے اختیار کرو[5] پھر اگر اس کے انجام میں بھلائی دیکھو تو کر گزرو اور اگر گمراہی کا خوف

[1] یعنی عبدالمہیمن ابن عباس ہیں تو متقی پرہیزگار دیندار کامل مگر ان کا حافظہ کمزور تھا۔ [2] یعنی عموماً انسان لغزشیں کر کے ٹھوکریں کھا کر بردبار و حلیم بنتا ہے کہ لوگ اس کی لغزشوں پر اسے اس کی غلطیوں پر مطلع کرتے ہیں اسے شرمندہ کرتے ہیں تب کہیں جا کر وہ حلیم بنتا ہے ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں جو دوسروں کی لغزش سے سبق لے لیں۔ [3] یعنی عموماً لوگ تجربہ کر کے حکیم بنتے ہیں یہاں عام لوگوں کا ذکر ہے اللہ تعالٰی ہمیشہ سے علیم و حکیم ہے یوں ہی حضرات انبیاء و اولیاء اول سے ہی علیم و حکیم ہوتے ہیں لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ [4] کہ جب میں کسی کام میں حیران ہو جاؤں تو کیا کروں جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے حضرات صحابہ ہر دینی و دنیاوی کام میں حضور انور سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ [5] تدبیر بنا ہے دبر سے بمعنی پیچھے یا انجام تدبیر کے معنی ہیں انجام سوچنا یعنی جو کام کرنا ہو پہلے اس کا انجام سوچو پھر کام شروع کرو۔

فَاَمْسِكْ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ الْاَعْمَشُ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّؤْدَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ خَيْرٌ اِلَّا فِيْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَرْجِسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کرو تو باز رہو[1] (شرح سنہ) ۔ روایت ہے حضرت مصعب ابن سعد سے[2] وہ اپنے والد سے راوی اعمش کہتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا مگر یہ کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی[3] فرمایا اطمینان سے کرنا ہر چیز میں اچھا ہے سوا آخرت کے کام کے[4] (ابوداؤد) ۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سرجس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[1] یعنی اگر تم کو کسی کام کے انجام میں دینی یا دنیاوی خرابی نظر آئے تو کام شروع ہی نہ کرو اور اگر شروع کرچکے ہو تو باز رہ جاؤ اسے پورا نہ کرو۔ [2] یہ مصعب خود تابعی ہیں مگر ان کے والد حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحابی اور عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ حضرت مصعب نے اپنے والد سعد سے اور حضرت علی و ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات کی ہے بڑے متقی بزرگ ہیں ۱۰۳ھ ایک سو تین میں وفات پائی۔ [3] اعمش بہت مشہور جلیل القدر تابعی ہیں آپ کا نام سلیمان ابن مہران ہے کاہلی۔ اسدی ہیں کاہلی ہیں۔ ۶۰ھ ساٹھ ہجری میں مقام رے میں پیدا ہوئے کوفہ لائے گئے۔ ۱۴۸ھ ایک سو اڑتالیس میں وفات ہوئی (مرقات) اسکا یعنی غالب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ ممکن ہے کہ حدیث موقوف ہو کہ حضرت سعد ابن وقاص کا اپنا قول ہو۔ [4] یعنی دنیاوی کام میں دیر لگانا اچھا ہے کہ ممکن ہے وہ کام خراب ہو اور دیر لگانے میں اس کی خرابی معلوم ہو جائے اور ہم اس سے باز رہیں مگر آخرت کا کام تو لا محالہ اچھا ہی ہے اسے موقعہ ملتے ہی کرلو کہ دیر لگانے میں شاید موقعہ جاتا رہے۔ بہت دیکھا گیا کہ بعض حاجیوں کو موقعہ ملا نہ کیا پھر نہ کر سکے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ بھلائیوں میں جلدی کرو شیطان کار خیر میں دیر لگوا کر آخر اس سے روک دیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ کار خیر میں خرچ کرنے فقیری کا اندیشہ دلاتا ہے اور حرام کاموں میں خرچ کرنے پر نام کی امید دلاتا ہے کہ تمہارا نام ہوگا ۔

السَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ جُزْءٌ مِّنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ رَوَاهُ

اچھے اخلاق اور اطمینان اور میانہ روی ۱؎ نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ اللہ کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا طریقہ اور اچھی عادت ۱؎ اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے ۲؎

۱؎ سمت سین کے فتح میم کے سکون سے بمعنی دائمی عادت اقتصاد وہ کام جو افراط و تفریط کے درمیان ہو جیسے جود یعنی سخاوت درمیان ہے فضول خرچی اور بخل کے یا شجاعت درمیانی حالت ہے ظلم اور بزدلی کے میانہ روی بعض اچھی ہے بعض بری یہاں اچھی میانہ روی مراد ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے واقصد فی مشیک اور فرماتا ہے اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک سبیلا بعض عارفین فرماتے ہیں کہ علم اچھا ہے جبکہ درمیانی ہو کہ عمل سے نہ روکے عمل اچھا ہے جبکہ درمیانی ہو کہ علم سے نہ روکے (مرقات) ۲؎ یعنی حضرت انبیاء کرام بہت سی صفات سے موصوف ہوتے ہیں ان سے درمیانہ روی بھی ہے جسے یہ نصیب ہوئی اسے نبوت کی خصلت نصیب ہوئی چوبیسواں حصہ فرمانا یا علوم نبوت سے ہے رب تعالیٰ جانے اس سے کیا مراد ہے (مرقات) اس کے متعلق کچھ عرض کیا گیا ہے تعبیر خواب کے بیان میں ۳؎ میاں ہدی سے مراد اندرونی حالات ہیں اور سمت سے مراد ظاہری حالات ہیں جیسے ایمان باطنی عقیدوں کا نام ہے اور اسلام ظاہری ارکان کا نام (مرقات) ۴؎ میانہ روی ہر چیز میں اچھی ہے کمانے میں خرچ کرنے میں کھانے پینے میں حتی کہ نوافل عبادات میں اور زندگی کے ہر شعبہ میں۔ کہ نہ تو بہت کمی کرے نہ بہت زیادتی یہ عمل بھی حضرات انبیاء کرام خصوصًا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اسے پچیسواں حصہ فرمانا اسرار الٰہیہ میں سے ہے جو مطلب ہے وہ حق ہے۔ میانہ چال چلنے والا ہمیشہ کام کرسکتا ہے اور نیکی وہی اچھی جو ہمیشہ کی جاوے اگرچہ بہت زیادہ نہ ہو۔

أَبُوْدَاوُدَ ‏۞ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ
ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ
وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لِأَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا
فَقَالَ فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب آدمی کوئی بات کرے پھر ادھر ادھر دیکھے تو وہ بات امانت ہے[1] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوالہیثم ابن تیہان سے فرمایا[2] کہ کیا تمہارے پاس خدمت گار ہے انہوں نے کہا نہیں تو فرمایا کہ جب ہمارے پاس قیدی آویں تو آنا[3] چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص لائے گئے تو ان کی خدمت میں ابوالہیثم آئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں ایک چن لو عرض کیا یا نبی اللہ.....

[1] یعنی اگر کوئی شخص تم سے اکیلے میں کوئی بات کہے اور بات کہنے کے دوران یا بات کے درمیان میں ادھر ادھر دیکھے کہ کوئی سن نہ لے تو وہ اگرچہ منہ سے نہ کہے کہ کسی سے نہ کہنا مگر اس کی یہ حرکت بتاتی ہے کہ وہ راز کی ہے لہذا اسے امانت سمجھو اس کا راز ظاہر نہ کرو کسی سے یہ بات نہ کہو سبحان اللہ کیسی پاکیزہ ہے [2] یہ واقعہ مشکوٰۃ شریف باب ضیافت میں گزر چکا ہے۔ یہ ابوالہیثم وہی خوش نصیب صحابی ہیں جن کے باغ میں ایک بار حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھوک کی حالت میں مہمان ہوئے تھے اور انہوں نے حضور کی شاندار مہمانی کی وہاں ہی آپ کے حالات بیان ہو چکے [3] وہاں ادھار نہیں ہوتا کوئی معمولی نذر عقیدت پیش کرے وہاں سے مالا مال کر دیا جاتا ہے کھانا کھا کر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ہم تم کو غلام عطا کریں گے [4] یعنی آپ کا چناؤ میرے چناؤ سے بہتر ہوگا کہ حضور مجھ پر مجھ سے زیادہ مہربان ہیں

اُخْتَرْ لِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ ھٰذَا فَاِنِّیْ رَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ وَ اسْتَوْصِ بِہٖ مَعْرُوْفًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ اِلَّا ثَلٰثَۃَ مَجَالِسَ سَفْکُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْ فَرْجٍ حَرَامٍ اَوْ اِقْتِطَاعُ مَالٍ

آپ ہی چن دیں[1] فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس سے مشورہ لیا جاوے وہ امین ہے[2] تم اسے لو کیونکہ میں نے اُسے نماز پڑھتے دیکھا ہے[3] اور اس کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مجلسیں امانت والی ہوتی ہیں[5] سوا تین مجلسوں کے حرام خون بہانے کی یا حرام شرمگاہ کی یا ناحق مال

✧ ✧ ✧

حضور مصطفٰے مختار ہیں حضور کے اختیار پر دارومدار ہے (مرقات) جو حضور کے چناؤ میں آگیا وہ رب تعالیٰ کے چناؤ میں آگیا ۔

[2] قیامت تک کیلئے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا کہ اگر تم سے کوئی شخص مشورہ کرے تو تم پر لازم ہے کہ خلاف مصلحت اسے مشورہ نہ دو اگر ایسا کیا تو تم خائن ہوگے مشورہ لینے والا اگرچہ دشمن ہو مگر مشورہ اچھا دو۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ نمازی مسلمان کو اپنے کام کاج کے لیئے ملازم رکھو۔ بیوی۔ اولاد خدام دوست احباب رشتہ دار وہ ہی اچھے جو نمازی ہوں نمازی آدمی ان شاء اللہ متقی پرہیزگار خیرخواہ ہوتا ہے جو خدا سے نہ ڈرے وہ بندے سے اور اس کا حق مارنے سے کیا ڈرے گا [4] اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس غلام کو ہمیشہ اچھی باتوں کی نصیحت وصیت کرتے رہنا اسکی اصلاح بھی تمہارے ذمہ ہے دوسرے یہ کہ تم اس کے متعلق میری وصیت قبول کرو کہ اس سے بھلائی کے ساتھ پیش آنا و حضرت یہ دوسرے معنی ہی سمجھے اور انھوں نے گھر لے جا کر اسے آزاد کر دیا۔ [5] یعنی جب کوئی خاص مجلس یا میٹنگ کی جاوے وہاں جو کچھ طے ہوا سے مشتہر نہ کرو بلکہ صیغۂ راز میں رکھو۔ کہ وہاں جو کچھ پاس ہو وہ امانت ہے ۔

بِغَيْرِ حَقٍّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَةِ فِيْ بَابِ الْمُبَاشَرَةِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهٗ قُمْ فَقَامَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اُقْعُدْ فَقَعَدَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ

مارنے کی مجلسیں لہ (ابوداؤد) ؛ اور ابوسعید کی حدیث ان اعظم الامانۃ الخ مباشرہ کے باب کی پہلی فصل میں ذکر کر دی گئی ۲ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب اللہ نے عقل کو پیدا فرمایا تو اس سے کہ کھڑی ہو وہ کھڑی ہوئی ۳ پھر اس سے فرمایا پھر وہ پھری پھر فرمایا آگے آ وہ آگئی پھر اس سے فرمایا بیٹھ جاوہ بیٹھ گئی ۴ پھر اس سے فرمایا کہ میں نے ایسی مخلوق کو نہیں پیدا کیا ۵

۱ یعنی اگر کسی مجلس خصوصی میں کسی گناہ کا کسی کی حق تلفی کا کسی پر ظلم کرنے کا مشورہ کیا گیا تو اسے نہ چھپائے بلکہ مظلوم کو فوراً خبر دے کر تو بچے رہنا تیرے متعلق یہ مشورہ ہو رہا ہے اگر چھپائے گا تو گنہگار ہوگا۔

۲ یعنی وہ حدیث مصابیح میں اس جگہ تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے اس جگہ روایت کر دی وہاں مطالعہ کرو۔

۳ ظاہر یہ ہے کہ اس وقت عقل مجسم تھی جس سے کھڑا ہونا بیٹھنا آگے پیچھے پھرنا ممکن تھا۔ جیسے بعد قیامت موت دنبہ کی شکل میں لا کر ذبح کر دی جاوے گی۔ ظاہر یہ ہے کہ کھڑے ہونے بیٹھنے آنے جانے سے ظاہری معنی ہی مراد ہیں۔ ہر طرح گھما کر نظر کرم فرمانا عقل کی عزت افزائی کے لیے ہے کہ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

۴ مقصد یہ ہے کہ رب العالمین نے عقل کو ہر طرح دیکھا اس کا اگلا حصہ پچھلا حصہ اسے اٹھا کر بٹھا کر دیکھو۔

۵ یہاں مخلوق سے مراد صفات انسانی ہیں یعنی صفات انسانی میں سب سے بہتر و اعلیٰ و افضل صفت توی ہے کہ تیرے ذریعے سے انسان مجھے جانتا مانتا ہے میرے نبیوں کی اطاعت کرتا ہے ایمان عرفان حاصل کرتا ہے لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ عقل افضل ہو حضرات انبیاء کرام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاں عقل رسول دوسروں کی عقل سے افضل مگر خود رسول سے افضل نہیں کہ وہ حضرات افضل الخلق ہیں اور عقل بھی خلق ہے ؛

خَيْرٌ مِّنْكَ وَلَا اَفْضَلُ مِنْكَ وَلَا اَحْسَنُ مِنْكَ بِكَ
اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِيْ وَبِكَ اُعْرَفُ وَبِكَ اُعَاتِبُ وَبِكَ
الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

تجھ سے بہتر تجھ سے افضل تجھ سے اچھی ہو[1] تیرے ذریعہ میں پکڑوں گا تیرے ذریعہ دوں گا[2] تیرے ہی ذریعہ میں پہچانا جاؤں گا[3] تیرے ذریعہ عتاب کروں گا تجھ سے ثواب ہے اور تجھ پر ہی عذاب[4] اس حدیث میں بعض علماء نے گفتگو کی ہے[5] روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ

---

[1] خیر سے مراد بذات خود اچھی جس کی ضرورت ہر شخص کو ہے افضل سے مراد یہ ہے کہ وہ فضائل حاصل کرنے کا ذریعہ ہے احسن سے مراد یہ ہے کہ اس عقل کے ذریعہ معاملات وغیرہ اچھے کیے جاتے ہیں [2] اس طرح کہ اگر کوئی بے عقل بے عقلی میں گناہ کرے تو اسے نہ پکڑوں گا جیسے دیوانہ یا نا سمجھ بچے عاقل ہو کر گناہ کرے گا تو اسے پکڑونگا یوں ہی جو کوئی عقل و ہوش سے نیکی کرے گا اسے ثواب دوں گا جو بے عقلی سے نیکی کرے گا اسے ثواب نہ دوں گا دیکھو کفار کی نیکیوں کا ثواب کچھ نہیں کہ وہ بے عقلی سے کرتے ہیں اگر عقل سے کرتے تو مؤمن ہو کر نیکی کرتے کٹے ہوئے درخت کو پانی دینے والا بیوقوف ہے پہلے جڑ قائم کرو پھر پانی دو۔ [3] بعض صوفیاء فرماتے ہیں جانوروں بلکہ نباتات و جمادات میں بھی عقل ہے کیونکہ یہ تمام مخلوق اللہ تعالٰی کو پہچانتی ہے اس کی تسبیح کرتی ہے وان من شیء الا یسبح بحمدہ اور معرفت الٰہی تو عقل سے ہوتی ہے یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے منطقیوں کا کہنا ہے کہ عقل صرف انسان میں ہے غلط ہے عقل کا وہ درجہ جس سے ثواب و عذاب ہو وہ صرف بعض انسانوں میں ہے بے ہوش۔ دیوانے۔ نا سمجھ بچوں میں نہیں اگرچہ وہ مؤمن ہیں بلکہ بعض جانوروں کنکر پتھروں سے زیادہ نادان ہیں دیکھو جانوروں لکڑیوں چاند سورج تاروں نے حضور انور کو پہچانا مگر نہ پہچانا ابوجہل وغیرہ کفار نے اسی لیئے قرآن کریم نے فرمایا اولئك كالانعام بل هم اضل [4] یعنی عقل کی بنا پر احکام شرعیہ کی تکلیف ہے اور تیری ہی بنا پر آخرت میں لوگوں کو آخرت کا ثواب و عذاب ہے اس عقل سے مراد عقل انسانی ہے معرفت الٰہی کے لیئے عقل کا اور درجہ درکار ہے ثواب و عذاب کے لیئے دوسرا درجہ [5] چنانچہ تقی الدین یعنی ابن تیمیہ وغیرہم نے اسے ضعیف بلکہ موضوع بتایا یوں ہی ابو جعفر عقیلی ابو حاتم لیثی۔ ابوالحسن دارقطنی

وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَ
الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حَتّٰى ذَكَرَ سِهَامَ الْخَيْرِ
كُلَّهَا وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهٖ
وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا

وسلم نے کہ ایک شخص نماز روزے زکوٰۃ حج وغیرہ والوں میں سے ہوتا ہے حتیٰ کہ
حضور نے نیکی کے سارے اقسام بیان فرمائے [1] مگر قیامت میں اپنی عقل کے مطابق
ہی بدلہ دیا جاوے گا [2] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر تدبیر جیسی کوئی عقل
نہیں [3] اور

ابن جوزی نے اسے صحیح نہیں مانا (مرقات)۔

[1] یعنی جہاد تبلیغ، تعمیر مساجد وغیرہ تمام نیکیوں کا نام لیا کہ بعض لوگ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر ثواب کم پاتے ہیں [2] چنانچہ بے وقوفوں کو ان نیکیوں کا ثواب کم ملتا ہے عقلمندوں کو زیادہ جہاں مسجد کی ضرورت نہ ہو۔ وہاں دس بیس مسجدیں بنوا دینے کا ثواب کم بلکہ بالکل ہی نہ ملے گا اور اگر وہاں پانی کی کمی ہو وہاں ایک کنواں کھدوا دینے کا ثواب ان مسجدوں سے زیادہ ہوگا۔ لطیفہ پٹنہ کے ایک بزرگ ہر پانچ قدم پر دو رکعتیں پڑھتے ہوئے حج کو پیدل جا رہے تھے دس سال میں وہ گجرات پہونچے ہم نے کہا کہ اگر وہ ہوائی جہاز سے مکہ مکرمہ پہونچ جاتے اور اتنے روز وہاں رہ کر نوافل پڑھتے تو ہر رکعت ایک لاکھ کا ثواب پاتے [3] عقل دو قسم کی ہے عقل مطبوع اور عقل مسموع تدبیر سے مراد عقل عقلی مسموع ہے کہ اس کے بغیر عقل مطبوع بیکار ہے ہاں عقل مسموع کبھی عقل مطبوع کے بغیر مفید ہوجاتی ہے۔ عقل مطبوع وہ ہے جو فطری طور پر یا تجربہ یا عقل کے ذریعہ حاصل ہو عقل مسموع وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے حاصل ہو عقل مطبوع دنیاوی انجام کو معلوم کرتی ہے عقل مسموع اخروی انجام کا پتہ چلاتی ہے۔ عقل مطبوع کے ساتھ جب عقل مسموع شامل ہو۔ تو مفید ہے (مرقات)

وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ

بچنے جیسا کوئی تقویٰ نہیں [1] اور اچھے اخلاق جیسا کوئی نسب نہیں [2] روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ میں میانہ روی آدھی زندگی ہے [3] اور لوگوں سے محبت کرنا آدھی عقل ہے [4] اور اچھا

[1] تقوے کے دو رکن ہیں اچھے کام کرنا برے کاموں سے بچنا مگر اس کا رکن اعلیٰ برے کاموں سے بچنا ہے عبادات آسان ہیں مگر محرمات سے پرہیز برے معاملات سے بچنا بہت ہی مشکل ہے بعض کے نزدیک ورع اور تقویٰ ایک ہی چیز ہے بعض کے نزدیک محرمات سے بچنا تقویٰ ہے اور شبہ کی چیز سے بچنا ورع یا فرائض پر عمل تقویٰ ہے سنت و مستحب پر عمل ورع خیال رہے نیکیاں گویا روحانی غذائیں ہیں گناہوں سے بچنا گویا روحانی پرہیز ہے دوا بغیر پرہیز مفید نہیں ہوتی (اشعہ) [2] لغت میں حسب بمعنی نسب ہے یا باپ کی طرف سے نسب ماں کی طرف سے حسب مگر یہاں اس سے مراد شرافت ہے یعنی شرافت صرف نسب سے نہیں بلکہ اچھے اخلاق اچھے اعمال سے ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اچھی عادت میں عبادات معاملات بلکہ ایمان و عرفان سب ہی داخل ہیں کتنی ہی تواضع کرے خوش اخلاق نہیں جس نے اللہ رسول سے بگاڑ لی جو انہیں راضی نہ کرسکا وہ خوش اخلاق کہاں سے آیا ہے۔

[3] یہ بات خوب یاد رکھو سبحان اللہ عجیب فرمان عالی ہے خوش حالی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے کمانا خرچ کرنا مگر ان دونوں میں خرچ کرنا بہت ہی کمال ہے کمانا سب جانتے ہیں خرچ کرنا کوئی کوئی جانتا ہے جسے خرچ کرنے کا سلیقہ آگیا وہ ان شاء اللہ ہمیشہ خوش رہے گا یہاں معیشہ مصدر ہے بمعنی عیش کی زندگانی۔

[4] یعنی عقل کے سارے کام ایک طرف ہیں اور لوگوں سے محبت کرکے انہیں اپنا بنالینا ایک طرف لوگوں کی محبت سے دینی دنیاوی ہزاروں کام نکلتے ہیں لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرلو پھر انہیں نمازی حاجی غازی بنادو مگر خیال رہے کہ لوگوں کی محبت حاصل کرنے کے لیے اللہ رسول کو ناراض نہ کرلو بلکہ لوگوں سے محبت اللہ رسول کی رضا کے لیے ہونی چاہیے ٭

السُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ٭ بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ ٭ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِيْ

سوال آدھا علم ہے [1] ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا [2] نرمی اور شرم و غیرت اور اچھی عادت کا بیان [3] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے نرمی کو پسند کرتا ہے [1] اور نرمی پر وہ عطا فرماتا ہے

[1] یعنی علم و تعلیم میں دو چیزیں ہوتی ہیں شاگرد کا سوال استاد کا جواب ان دونوں سے مل کر علم کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگر شاگرد سوال اچھے کرے گا جواب بھی اچھے پائے گا ایک استاد اپنے شاگرد سے کہتے تھے کہ ہم تم مل کر علم کا نصاب ہیں۔ حافظ قرآن تم ہو مفسر قرآن ہم ہیں سائل تم ہو مجیب ہم ہیں (مرقات) ذہین طالب علم اچھے سوال کرکے علم کی باریکیاں حاصل کرلیتا ہے [2] آخری حدیث طبرانی نے مکارم اخلاق میں حضرت ابن عمر سے اور خطیب نے حضرت انس سے بھی مرفوعًا روایت کی۔ احمد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ما عال من اقتصد جو خرچ میں میانہ روی کرے گا وہ غریب نہ ہوگا۔ (مرقات) [3] رفق کے معنی ہیں نرمی برتنا یہ رفاقت سے ہے اسی سے ہے رفیق اپنے رفقاء کی خاطر مدارات کرنا بھی رفق ہے۔ حیاء (شرم) اس دلی رکاوٹ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ہیبت بھی ہو گذشتہ خطاء پر ہیبت آئندہ کیلئے دہشت ہو۔ اپنے اور غیر کے معاملہ میں انصاف کرنا اچھا خلق ہے حضور کا خلق قرآن مجید ہے حضور کا خلق وہ عادت کریمہ ہے جس سے مخلوق بھی خوش خالق بھی راضی۔

اولوا البر والاحسان والصبر والتقی حلاهم بها جاء القران مفصلا

[1] اللہ تعالیٰ رفیق یعنی کریم و رحیم ہے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا گناہ بخشتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بھی اپنے ماتحتوں اپنے ساتھیوں پر رحیم و کریم ہوں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو عام محاورہ میں رفیق کہنا جائز نہیں یہ لفظ اسماء الٰہیہ سے نہیں ہے یہاں لغوی معنی سے استعمال ہوا۔

اللہ عزوجل کو رفیق کہنا منع ہے

لفظی اعتبار سے ماتحت / نوکر / ملازم وغیرہ سب سے نرمی کرو

عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلٰى مَا سِوَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهٗ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهٗ ۔ وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى

جو سختی پر عطا نہیں کرتا ۱؎ اور وہ جو اس کے ماسوا پر نہیں دیتا (مسلم) اور ان کی ایک روایت ہے کہ حضور نے حضرت عائشہ سے فرمایا تم نرمی اختیار کرو اور سختی اور بدگمانی سے بچو کیونکہ کسی چیز میں نرمی نہیں ہوتی مگر اسے اچھا کر دیتی ہے اور کسی چیز سے یہ نہیں نکالی جاتی مگر اسے عیب ناک کر دیتی ہے ۲؎ روایت ہے حضرت جریر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو نرمی سے محروم رکھا گیا وہ بھلائی سے محروم کر دیا گیا ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے

۱؎ یعنی دنیا و آخرت کے نرمی سے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں . . . . نرمی سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں اور بگڑتے ہوئے کام بن جاتے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا

یا طالب الرزق الھنی بقوة — ھیھات انت بباطل مشغوف

اکل العقاب بقوة جیف الفلا — ورعی الذباب الشھد وھو ضعیف

یعنی سختی سے بعض دفعہ شکار اور نرمی سے کھا لیتا ہے عقاب سختی کی وجہ سے مردار ہی کھاتا ہے شہد کی مکھی نرمی کی وجہ سے پھول چوستی ہے (مرقات) ۲؎ بدگوئی نتیجہ ہے سختی کا اولاً دل میں سختی آتی ہے پھر بدگوئی زبان درازی پھر ہاتھا پائی یعنی مار پیٹ پھر قتل و خون خدا محفوظ رکھے شیطان پہنچتا ہے بھائی مسلمان پر نرم رہو ۳؎ یعنی اگر حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو وہ عزیز بن جاوے گا عظیم الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر ہو جاوے گا مولانا فرماتے ہیں شعر

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

موم نرم ہو کر اور پگھلتا ہے سونا نرم ہو کر زیور بنتا ہے زمین نرم ہو کر قابل کاشت ہوتی ہے انسان نرم ہو کر ولی بن جاتا ہے ۔ جس پر رب مہربان ہوتا ہے اسے نرم دل بنا دیتا ہے جس پر رب کا قہر ہوتا ہے اسے سخت دل کر دیتا ہے سخت دل میں کسی کا وعظ اثر نہیں کرتا۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَاْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم ایک انصاری شخص پر گزرے جو اپنے بھائی کو شرم و حیاء کے متعلق نصیحت کررہا تھا[1] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو[2] کیونکہ حیاء ایمان سے ہے[3] (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حیاء بھلائی ہی لاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حیاء ساری خیر ہے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] اس سے کہہ رہا تھا کہ تو بہت شرمیلا ہے اتنی شرم نہ کیا کر کیونکہ بہت شرمیلا آدمی دنیا کما نہیں سکتا یہاں وعظ سے مراد ڈرا کر نصیحت کرنا ہے (مرقات) [2] یعنی اسے حیاء و غیرت سے منع کرو اسے شرمیلا رہنے دو [3] خیال رہے کہ جو حیاء گناہوں سے روک دے وہ تقوٰی کی اصل ہے اور جو غیرت و حیاء اللہ کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کردے وہ ایمان کا رکن اعلیٰ ہے اور جو حیاء نیک اعمال سے روک دے وہ بری ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نماز پڑھنے سے شرم لگتی ہے یہ حیاء نہیں بے وقوفی ہے یہاں پہلے یا دوسرے درجہ کی حیاء مراد ہے اللہ تعالٰی ہمارے دلوں میں اپنا خوف اپنے حبیب کی غیرت نصیب کرے اعلیٰ حضرت اقدس سرہ فرماتے ہیں ؎

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سوتا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

[4] حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شرعی حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور کرکے شرمندہ و نادم ہو اس شرمندگی کی بنا پر آئندہ گناہوں سے بچنے نیکیاں کرنے کی کوشش کرے جو غیرت نیکیوں سے روک دے وہ عجز ہے حیاء نہیں۔ اس معنی سے یہ حدیث پاک بالکل واضح ہوگئی واقعی یہ حیاء تو گویا ایمان ہی ہے سراسر

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُوْلٰى إِذَا لَمْ تَسْتَحِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ

کہ پچھلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا ان میں سے یہ ہے کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر ۱ (بخاری) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے ۲ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھا ۳ تو فرمایا نیکی اچھی عادت ہے ۴ اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینہ میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ اس

وغیرہ ہی ہے (مرقات واشعہ)۔

۱ یہ امر بمعنی خبر ہے یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے اپنی امتوں سے جو حکیمانہ کلام فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ رسول کی اپنے بزرگوں کی شرم و حیا نہ ہوگی تو تو برے سے برا کام کر گزرے گا کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے بہت لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی بدنامی کی پرواہ نہ ہو وہ ہر گناہ کر گزرتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا لم تخش عاقبة اللیالی ولم تستحی فاصنع ما تشاء

فلا واللہ ما فی العیش خیر وفی الدنیا اذا ذهب اللیالی

۲ آپ صحابی ہیں قبیلہ بنی کلاب سے ہیں بعض نے فرمایا کہ آپ انصاری ہیں آخر میں شام میں قیام فرمایا مرقات نے فرمایا کہ آپ اصحاب صفہ سے ہیں اشعہ نے فرمایا کہ آپ کی والدہ کلابیہ سے حضور نے نکاح کیا اور طلاق دے دی اور کلابیہ عورت آپ کی والدہ ہی تھیں (اشعہ) ۳ یعنی نیکی اور گناہ کی پہچان کیا ہے مجھے کیسے پتہ لگے کہ یہ کام نیکی ہے اور یہ کام گناہ ہے مجھے ارشاد فرمائیں۔

۴ اچھی عادت عام ہے مخلوق کے ساتھ برتاؤ اور خالق سے معاملات سب ہی کو شامل ہے نماز روزہ کی پابندی اچھی عادت ہے گناہوں سے بچنا اچھی عادت ہے وغیرہ۔

اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ‎۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ‎۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ

پر لوگ خبردار ہوں سلہ (مسلم) ‎۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا بڑا پیارا تم میں سے اچھی عادت والا ہے سلہ (بخاری) ‎۞ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بہترین لوگ میں جو تم میں اچھے

سلہ یہ فرمان کامل مسلمانوں کے لیے ہے جیسے ہم کو کسی عضو میں ہوتی فوراً تے ہو جاتی ہے یوں ہی صالحین کو گناہ معلوم نہیں ہوتا فوراً انہیں دلی فیض روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے عام لوگوں کا یہ حال نہیں بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دوا عطا فرماتے ہیں یوں ہی الناس سے مراد مقبول بندے ہیں امام نووی نے حضرت وابعہ ابن معبد اسدی سے روایت کی کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نیکی اور گناہ کیا ہوتے ہیں فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو جسے تمہارا دل نیکی کہے وہ نیکی ہے جسے تمہارا دل گناہ کہے وہ گناہ ہے (اربعین للنووی مرقات) یعنی تمہارا دل جس پر ہمارا ہاتھ ہے ہر دل کا یہ حال نہیں سلہ یعنی سارے مسلمانوں میں مجھے بڑا پیارا مسلمان وہ معلوم ہوتا ہے۔ مجھے اس سے بڑی محبت ہے جس کے اخلاق پاکیزہ خصلت اچھی ہے۔ اگر حضور کا پیارا بننا ہے تو خوش خلقی اختیار کرو۔

سلہ اچھی عادت والا بندہ اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے اس کے حبیب کو پیارا مخلوق کو پیارا دنیاوی معاملات میں نہایت نرمی دین میں نہایت پختگی و سختی یہ ہے خلق محمدی اسی کی یہاں تعلیم ہے افسوس کہ آج ہم رفع یدین آمین بالجہر۔ قرأت خلف الامام کے مسائل پر سر پھوڑ رہے ہیں . جانتے ہیں اگر یہ اعمال سنت ہیں تو کیا اخلاق محمدی سنت نہیں ان پر بھی ہم کو توجہ دینا چاہیئے ۔ ‎۞

أَخْلَاقًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ◆ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ حُرِمَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ◆ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اخلاق والے ہوں[1] (مسلم بخاری) ◆ دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے نرمی میں سے اس کا حصّہ دیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی میں سے حصّہ دیا گیا[2] اور جو نرمی کے حصّہ سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی کے حصّے سے محروم رہا[3] (شرح سنہ) ◆ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں احاسنکم اخلاقًا ہے مگر صحیح تر یہی ہے کہ احسنکم اخلاقًا ہے یعنی مسلمانوں میں اچھا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اخلاق کے معنی ابھی عرض کیئے جاچکے ہیں اخلاق مداہنت فی الدین۔ اپنے کو ذلیل کر لینا ان تینوں میں فرق ہے اسلامی اخلاق اچھے ہیں دینی ڈھیلا پن اور اپنے کو ذلیل کر لینا برا ہے۔

[2] اللہ تعالٰی نے جیسے دنیاوی جسمانی روزیوں میں بندوں کے مختلف حصے رکھے ہیں اسی لیئے کوئی امیر ہوتا ہے کوئی فقیر کوئی دبلا کوئی بیمار کوئی موٹا طاقتور اور تندرست اسی طرح اس کریم نے روحانی ایمانی روزیاں پیدا فرمائیں اور ان میں اپنے بندوں کے مختلف حصّے رکھے یہاں ارشاد ہوا کہ جس کو لطف و کرم نرمی طبیعت سے زیادہ حصّہ ملا اسے دوسری نعمتوں سے بھی کافی حصّہ ملے گا۔

[3] یہ بات تجربہ سے بھی معلوم ہوگئی ہے کہ بدخلق سخت طبیعت آدمی اپنے کنبہ محلے میں بھی ذلیل رہتا ہے۔ اللہ مسجد کی حاضری سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ محلے والے اس کا مسجد میں آنا پسند نہیں کرتے کہ وہ امام اور نمازیوں سے لڑتا ہی رہتا ہے۔ مسجد بھی اس سے پناہ مانگتی ہے یہ ہے دنیا و آخرت کے حصول سے محرومی حق تعالٰی سے اللہ بچائے

الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الْإِنْسَانُ قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَفِي شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ

کہ شرم و حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے لہ اور فحش گوئی سخت دلی سے ہے اور سخت دلی آگ میں ہے لہ (احمد، ترمذی) روایت ہے مزینہ کے ایک شخص سے لہ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ انسان کو بہترین چیز کون سی دی گئی ہے فرمایا اچھی عادت لہ (بیہقی شعب الایمان) اور شرح السنہ میں حضرت اسامہ ابن

لہ یعنی شرم و حیا ایمان کا رکن اعلیٰ ہے دنیا والوں سے حیا دنیاوی برائیوں سے روک دیتی ہے دین والوں سے حیا دینی برائیوں سے روک دیتی ہے اللہ رسول سے شرم و حیا تمام بدعقیدگیوں بدعملیوں سے بچا لیتی ہے ایمان کی عمارت اسی شرم و حیا پر قائم ہے درخت ایمان کی جڑ مومن کے دل میں رہتی ہے اس کی شاخیں جنت میں ہیں لہ یعنی جو شخص زبان کا بے باک ہو کہ ہر بری بھلی بات بے دھڑک منہ سے نکال دے تو سمجھ لو کہ اس کا دل سخت ہے اس میں حیا نہیں سختی وہ درخت ہے جس کی جڑ انسان کے دل میں ہے اور اس کی شاخ دوزخ میں ایسے بے دھڑک انسان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ رسول کی بارگاہ میں بھی بے ادب ہو کر کافر ہو جاتا ہے لہٰذا یہ فرمان عالی بالکل ہی صحیح ہے حضور حکیم مطلق ہیں ہماری بیماریوں اندرونی پر ہم سے زیادہ خبر دیتے ہیں۔

لہ مزینہ ایک قبیلہ کا نام ہے یہ صحابی اس قبیلے سے ہیں چونکہ صحابی تمام کے تمام عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔ لہٰذا اگر صحابی کا نام معلوم نہ ہو تو حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا حتی کہ صحابی کا ارسال بھی صحیح ہے یعنی اگر کوئی صحابی کہہ دیں کہ میں نے کسی اور صاحب سے سنا انھوں نے حضور سے سنا تب بھی حدیث قوی اور صحیح ہے۔ (مرقات)۔

لہ اچھی عادت سے مراد وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا جس سے دنیا اور دین دونوں درست ہو جاویں۔

ابْنِ شَرِيْكٍ ۔ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الْغَلِيْظُ الْفَظُّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِيْ سُنَنِهٖ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَصَاحِبُ جَامِعِ الْاُصُوْلِ فِيْهِ عَنْ حَارِثَةَ وَكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَلَفْظُهٗ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ الْجَعْظَرِيُّ يُقَالُ الْجَعْظَرِيُّ الْفَظُّ الْغَلِيْظُ وَفِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ وَهْبٍ وَلَفْظُهٗ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الَّذِيْ جَمَعَ وَمَنَعَ وَالْجَعْظَرِيُّ الْغَلِيْظُ الْفَظُّ ۔۔۔

شریک سے روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت میں نہ تو جواظ داخل ہوگا اور نہ جعظری فرمایا اور جواظ سخت دل سخت زبان ہے[2] (ابوداؤد) و سننہ اور بیہقی شعب الایمان اور جامع اصول والے نے اس میں حضرت حارثہ سے ایسے ہی شرح سنہ میں ہے انہیں حارثہ سے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جنت میں جواظ جعظری داخل نہ ہوگا کہا جاتا ہے کہ جعظری سخت دل سخت زبان ہے[3] اور مصابیح کے نسخوں میں حضرت عکرمہ ابن وہب سے ہے اس کے لفظ یہ ہیں کہ فرمایا جواظ وہ ہے جو جمع کرے اور منع کرے[4] اور جعظری سخت دل سخت زبان ہے ۔

[1] آپ صحابی ہیں خزاعی ہیں حضرت عمر فاروق کے سوتیلے بیٹے اور حضرت عبداللہ ابن عمر کے اخیافی بھائی ہیں آخر میں کوفہ میں رہے ۔
[2] غلیظ کے معنی ہیں سخت دل اور فظ کے معنی ہیں سخت زبان کہ ہر ایک سے سخت کلامی کرے [3] مقصد یہ ہے کہ جواظ اور جعظری کے ایک معنی ہیں سخت دل سخت زبان بعض نے فرمایا کہ جعظری بڑے پیٹ والا موٹے جسم والا جو بہت کھائے کسی کو اپنے کھانے میں سے نہ کھلائے زبان بولنے والا کہ ہر وقت بکے ہی جائے خطیب نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے مرفوعًا روایت کی کہ ہر شخص توبہ کر سکتا ہے سوا بدخلق کے کہ وہ ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس سے بدتر گناہ میں گرفتار ہو جاتا ہے (مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ یُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَاِنَّ اللہَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ بڑی بھاری چیز جو قیامت کے دن مومن کی ترازو میں رکھی جاوے گی وہ اچھی عادت ہے[1] اور اللہ تعالٰی ناراض ہوتا ہے فحش گو بدخلق سے[2] ترمذی اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے

مسکینی یعنی ناجائز مال جمع کرے اور جہاں خرچ کرنا چاہیئے وہاں خرچ نہ کرے زکوٰۃ صدقہ فطر،قربانی،بچوں کو خرچ نہ دے یا وہ جو ہر وقت مال جمع کرنے کی فکر میں لگا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فکر کبھی نہ کرے جائز مال جمع کرنا برا نہیں مگر ہر وقت جمع کی فکر میں لگا رہنا منع ہے خیال رکھو کہ جاری پانی پاک رہتا ہے یوں ہی جس کنویں سے پانی نکلتا رہے وہ صاف رہتا ہے اگر نکالنا چھوڑ دیا جاوے تو گندا ہوجاتا ہے اللہ کی راہ میں مال نکالتے رہو پاک وصاف رہے گا۔شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رز را
چو باغباں بہ برد بیشتر دہد انگور

زکوٰۃ نکالے جاؤ انگور کی بیل کاٹتے رہنے سے زیادہ انگور دیتی ہے۔

[1] یا تو بعینہٖ اچھی عادت نیکیوں کے پلے میں رکھی جاوے گی کیونکہ قیامت میں ہر چیز کی شکل بھی ہوگی اس میں وزن وغیرہ بھی ہوگا یا اچھی عادت کا ثواب چونکہ اچھی عادت رب تعالٰی کو بہت پسند ہے اس لیے اس میں وزن زیادہ ہے وہاں وزن رضاء الٰہی سے ہوگا اخلاص کی عبادات وزنی ہوں گی ریا کی عبادات ہلکی کہ ریا کی عبادت سے رب ناراض ہے اخلاص کی عبادت سے رب راضی کافر کی عبادات میں کوئی وزن نہ ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے۔"فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا"گناہوں میں وزن رب تعالٰی کی ناراضی سے ہوگا جس قدر رب تعالٰی کی ناراضی زیادہ اسی قدر گناہ میں وزن زیادہ اللہ محفوظ رکھے۔

[2] چونکہ رب تعالٰی بدخلقی بدزبانی سے ناراض ہے لہذا وہ گناہوں کے پلے میں ہوں گے اور اس گناہ میں بہت بوجھ ہوگا۔خیال رہے کہ حضور کے نیک اعمال میں اتنا وزن ہے کہ اسے کوئی ترازو تول سکتی ہی نہیں اس لیے حضور کی نیکیاں تولی نہ جائیں گی جیسے ہماری ترازو سمندر کا پانی ہوا نہیں تول سکتی ایسے ہی قیامت کی ترازو حضور کی نیکیاں نہ تول سکے گی جب ان کے نام میں اتنا وزن ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کے کروڑوں من کے گناہ ایک ؟

رَوَى اَبُوْدَاوٗدَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ

ابوداؤد نے پہلی چیز روایت کی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مومن[1] اچھی عادت سے رات میں کھڑے رہنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[3] جہاں ہو اللہ سے ڈرو[4] اور

و کلمہ محمدی سے ہلکے ہو جاویں گے کہ ہمارے کام ہلکے ہیں حضور کا نام بھاری ہے تو ان کے اعمال کیسے ہوں گے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ شعر

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے ‏ ‏ پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

[1] مومن سے مراد مومن کامل عالم و عابد ہے (مرقات)۔ [2] یعنی خوش خلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ نفلی روزوں اور نفلی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ علانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے۔ نفلی روزہ نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے لازم سے متعدی اچھی ہے۔

[3] نووی نے اپنی کتاب اربعین میں فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاری اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما چہارم مسلمین ہیں (مرقات) حضرت ابوذر غفاری سے خصوصیت سے یہ ارشاد فرمایا گیا اگرچہ اور لوگ بھی سنتے تھے۔

[4] اس طرح کہ سارے واجبات ادا کرو اور سارے حراموں سے بچو۔ تقوٰی دین کی جڑ اور یقین کی بنیاد ہے تقوے کے بہت درجہ ہیں جو ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں ھدی للمتقین کی تفسیر میں عرض کیے پہلا درجہ بدعقیدگی سے بچنا ہے۔ دوسرا درجہ بدعملی سے بچنا ہے . . . . . تیسرا درجہ مکروہ بلکہ مشتبہ چیزوں سے بچنا۔ چوتھا درجہ بیکار چیزوں سے بچنا پانچواں درجہ جو یار سے حجاب ہو اس سے بچنا۔ غرضکہ ہر طرح کی آڑ پہاڑ کر یار تک پہونچنا ہے اللہ اس قال کو حال بنادے جہاں کہیں ہونے سے مراد ہے علانیہ خفیہ ہر طرح ہر جگہ خدا سے ڈرنا ہے۔

مَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

برائی کے پیچھے بھلائی کر جو برائی مٹا دے ؎۱ اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے برتاؤ کرو ؎۲ (احمد، ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو آگ پر اور آگ اس پر حرام ہوتی ہے ؎۳ ہر نرم طبیعت نرم زبان لوگوں سے قریب درگزر کرنے والا ؎۴ (احمد، ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن

؎۱ یعنی گناہوں کے بعد توبہ کرلو، بد اعمالی کے بعد نیک اعمال کرلو جن سے یہ برائیاں مٹ جاویں۔ گانا سن لیا ہے تو قرآن مجید سن لو۔ بری جگہ بیٹھے ہو تو وعظ و نصیحت کی مجالس میں بیٹھو اگر حرام جگہ خرچ کردیا ہے تو صدقہ و خیرات کرو غرضکہ ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے کرو حب دنیا کو حب آخرت سے دھولو سیاہی دل کو آنکھوں کے آنسو سے دور کرلو غرضکہ سیاہی کو سپیدی سے دور کرو۔ دنیاوی خوشی کے بعد آخرت کا غم کرلو اللہ تعالٰی ان نیکیوں کے ذریعہ ان برائیوں کو مٹا دیگا۔ رب فرماتا ہے۔ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ ؎۲ اس طرح کہ لوگوں کی تکالیف برداشت کرو ان پر اپنا مال خرچ کرو ان سے خندہ پیشانی سے ملو ان کی مصیبتوں میں کام آؤ ؎۳ دونوں لازم و ملزوم ہیں کہ دوزخ کی آگ پر وہ حرام ہو جاوے گے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جاوے کہ نہ آگ اس تک پہونچے نہ آگ تک وہ پہونچے اور اگر وہ کسی وقت دوزخیوں کو نکالنے کے لیے دوزخ میں جاوے تو اس کو آگ کی گرمی نہ پہونچے۔

؎۴ ھین اور لین ی کی شد سے بھی آتا ہے اور ی کے سکون سے بھی دونوں کے معنی ہیں نرم مگر جب یہ دونوں جمع ہو جاویں۔ تو ایک سے مراد نرم طبیعت ہوتا ہے۔ دوسرے سے مراد نرم زبان۔ سہل کے معنی ہیں سمح یعنی لوگوں کی زیادتیوں سے درگزر کر جانے والا قریب کے معنی ہیں لوگوں سے نزدیک رہنے والا کہ جب اس کی ضرورت پڑے م

غَرِيْبٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيْمٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْأَنِفِ إِنْ

غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مومن سیدھا کرم والا ہوتا ہے ۱؎ فاجر چالاک بدخلق ہوتا ہے ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت مکحول سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۳؎ مومن لوگ نرم دل نرم طبیعت ہوتے ہیں جیسے نکیل والا اونٹ ۴؎ اگر

م تو حاضر ہو جاوے اگر لوگ اس سے مستغنی ہوں تو یہ بھی بے نیاز رہے۔

۱؎ غر بنا ہے غرور سے بمعنی دھوکا یہاں مراد ہے دیدہ دانستہ مسلمان سے دھوکا کھا لینے والا لہذا یہ اس کی مہربانی ہے نہ کہ بیوقوفی ہم نے ایسے نیک لوگ دیکھے ہیں جو دیدہ و دانستہ طور پر لوگوں سے دھوکا کھا کر ان کا بھلا کر دیتے ہیں مشہور ہے کہ مولانا احمد جیون سے لوگوں نے دہلی پہونچ کر کہا کہ حضور آپ کے شہر جونپور کا دریا وہاں کے لوگوں کو ڈبو دے رہا ہے حضور پانچ سو روپیہ دیں تو دریا کو دور کرا دے اس حرکت سے باز رکھیں آپ نے دے دیئے کچھ عرصہ بعد وہ لوگ آکر بولے کہ حضور بڑی مشکل سے دریا کو پانچ سو روپیہ میں راضی کر کے شہر سے دفع کیا تو انہیں دعائیں اور انعام دیئے۔ عالمگیر بادشاہ نے کہا حضور یہ کیا فرمایا مسلمان جھوٹ نہیں بولتے یہ لوگ مسلمان ہیں سچ کہتے ہوں گے حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان سے دھوکا کھایا شیطان چالاک نے دھوکا دیا یہ ہے کریم اور لئیم میں فرق۔

۲؎ خب یعنی چالاک دھوکا باز اس کا نتیجہ ہے لئیم ہونا جس مسلمان میں یہ عیوب ہوں وہ ان سے توبہ کرے کہ یہ کفار کے عیب ہیں کسی کو چالاکی سے پھانس لینا کمال نہیں پھنسے کو نکال لینا کمال ہے۔

۳؎ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ مکحول تابعی ہیں صحابی نہیں لہذا صحابی کا ذکر نہیں ہوا مگر چونکہ مکحول بڑے عالم ثقہ ہیں اس لیئے ان کا ارسال قبول ہے جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے تو حضرت مکحول کا ارسال کیوں نہ معتبر ہو۔

۴؎ یعنی مومن زبان کا بھی نرم ہوتا ہے دل کا بھی نرم اور وہ اللہ رسول کے ہاتھ میں ایسا ہوتا ہے جیسے نکیل والا م

لَيِّنًا اِنْقَادَ وَاِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِىْ لَا يُخَالِطُهُمْ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ

چلایا جاوے تو اطاعت کرے اور اگر پتھر پر بٹھایا جاوے تو بیٹھ جاوے[1] (ترمذی مرسلاً)۔

روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا وہ مسلمان جو لوگوں میں ملا جلا رہے اور ان کی تکلیف پر صبر کرے اس سے افضل ہے جو نہ ان سے ملا جلا رہے اور نہ ان کی ایذاء پر صبر کرے[2] (ترمذی، ابن ماجہ)۔ روایت ہے حضرت سہل ابن معاذ سے[3]

اونٹ اپنے مالک کے قبضہ میں ہو انف الف کے فتحہ نون کے کسرہ سے یہ بنا ہے انف بمعنی ناک سے انف وہ اونٹ جس کی ناک میں نکیل ہو اور نکیل مالک کے ہاتھ میں ہو۔

[1] یعنی مومن اللہ رسول کے احکام پر بلا حرج قدح سر جھکا دیتا ہے خواہ احکام نرم ہوں یا سخت وجہ نہیں پوچھتا کہ یہ حکم کیوں ہے

[2] یعنی مسلمان دو قسم کے ہیں ایک وہ جنہیں خلوت بہتر ہے بعض وہ جن کیلئے جلوت افضل ان دونوں میں جلوت والے افضل ہیں کیونکہ خلوت والے صرف اپنی اصلاح کرتے ہیں اور جلوت والے دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں حضرت علی فرماتے ہیں کہ تم دنیا میں اپنے دوست زیادہ بناؤ کہ کل قیامت میں مومن دوست شفاعت کریں گے اور آپ نے اپنی تائید میں یہ آیت پڑھی فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم۔ کہ کفار اپنے لیے شفیع اور دوست نہ ملنے پر افسوس کریں گے مگر خیال رہے کہ بعض لوگوں کیلئے نیز بعض حالات میں نیز بعض مقامات پر خلوت افضل ہوتی ہے اگر جلوت میں خود اپنے آپ گناہوں میں مشغول ہو جانے کا اندیشہ ہو تو خلوت بہتر حضرت وہب فرماتے ہیں کہ حکمت دس حصے ہیں نو خاموشی میں ایک خلوت میں (مرقات) بہتر یہ ہے کہ کبھی خلوت اختیار کرے کبھی جلوت خیر الامور اوسطہا عربی میں تنہائی کو عزلت کہتے ہیں عارفین فرماتے ہیں کہ عزلت میں اگر علم کا عین نہ ہو تو ذلت ہے اور اگر زہد کی ز نہ ہو تو زی علت ہے یعنی خلوت وہ اختیار کرے جس کے پاس علم بھی ہو زہد بھی۔

[3] آپ سہل ابن معاذ ابن انس ہیں جہنی ہیں اہل مصر سے ہیں۔ یہ معاذ ابن جبل نہیں بلکہ معاذ ابن ......

عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِىْ اَىِّ الْحُوْرِ شَآءَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِاَبِىْ دَاوٗدَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَبْنَاءِ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَلَاَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِيْمَانًا وَذَكَرَ حَدِيْثَ سُوَيْدٍ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ فِىْ كِتَابِ اللِّبَاسِ

وہ اپنے باپ سے راوی، بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غصے کو پی جائے[1] حالانکہ اس کے جاری کرنے پر قادر ہو[2] اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مخلوق کے سرداروں میں بلائیگا[3] یہانتک کہ اس کو اختیار دیگا کہ جو حور چاہے لے لے[4] (ترمذی ابوداؤد) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت میں جو سوید بن وہب سے روایت ہے، وہ ایک صحابی زادے مرد سے راوی، وہ اپنے باپ سے، فرمایا بھر دے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے[5] اور ذکر کیا سوید کی حدیث کو مَنْ تَرَكَ لبس ثوب جمال کتاب اللباس میں[6]

[1] یعنی کسی نے دوسرے کو برا بھلا کہا، اور دوسرا شخص اپنی ذاتی برائی سن کر خاموش رہے، درگزر کرے تو اس کو وہ ثواب ہے جو آگے مذکور ہے، اسمیں صرف وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے ذاتی معاملات میں درگزر کریں۔ لیکن اللہ و رسول، شیخ و استاد وغیرہ کے گستاخ سے بدلہ لینا، اور غصہ کا اظہار کرنا عین عبادت ہے، وہاں غصہ نہ کرنا بے غیرتی ہے۔ [2] یعنی بدلہ لینے کی ہر طرح طاقت ہے پھر صرف رب کی رضا کیلئے معاف کرتا ہے، خواہ یہ شخص حاکم ہو، یا طاقتور، اور اس شخص پر غالب ہو، یا امیر ہو، خود بدلہ لے سکتا ہو، یا دوسرے کے ذریعہ سے لے سکتا ہے مگر اتنی قدرت کے باوجود پھر تحمل کرے یہ بہت مشکل کام ہے۔ [3] کہ اس پر عمل کرنے سے انسان ولی اللہ بن جاتا ہے، اس نے دنیا میں اپنے کو عاجز کیا۔ رب تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سرداری عطا فرمائے گا، کیسا عظیم کرم ہے۔ [4] حور کی نسبت اس لیئے ہے کہ یہ حکم اس دل کو خوش کرنے کے لئے ہے جو اس نے صرف اپنے رب کے لئے رنجیدہ کیا، اور دل تنگ کیا، ذلت برداشت کی۔ کیونکہ مرد کا دل بال بچے میں زیادہ خوش رہتا ہے، اکیلا آدمی کتنا ہی دولت مند ہو اداس رہتا ہے۔ حقیقی خوشی اپنے ہی گھر نصیب ہوتی ہے، اس حقیقی خوشی کے لیئے اپنا گھر بسانے کے لئے حور کا ذکر کیا جائیگا کہ باہر کے غم ہمیشہ گھر میں اچھی بیوی کے ذریعہ ختم ہوتے ہیں، تو گویا مومن کو رب تسلیاں فرماتا ہے اور مومن کا گھر جنت ہے اور دنیا باہر کی جگہ۔ [5] یعنی سرداری کے علاوہ امن و ایمان کی لذت بھی عطا ہوگی، کہ اگرچہ ایمان ملنے کا وقت دنیا ہے، مگر لذت ایمانی قیامت میں ملے گی۔ [6] یعنی یہ حدیث صاحب مصابیح میں یہاں تھی، مگر میں نے مناسبت کی وجہ سے اس کو کتاب اللباس میں لکھ دیا ہے، وہاں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ - عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَيَاءَ وَالْاِيْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِيْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْاٰخَرُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

تیسری فصل - روایت ہے زید ابن طلحہ سے فرمایا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک ہر دین کے اخلاق ہیں اور اسلام کا اخلاق حیا ہے[۱] اسے مالک نے ارسالاً روایت کیا، اور ابن ماجہ و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس و ابن عباس سے روایت فرمایا[۲] روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرم غیرت اور ایمان سارے ساتھی ہیں[۳] تو جب ان میں سے ایک اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ جب انہیں سے ایک چھین لیا جاتا ہے تو دوسرا اسکے ساتھ جاتا ہے[۴] بیہقی شعب الایمان۔

[۱] یعنی اگرچہ اسلام کی بہت سی عبادات ہیں مگر حیاداری سب سے بڑی عبادت ہے، ہر دین سے مراد باطل ادیان ہیں اور دینِ اسلام سے مراد رب تعالٰی کا دین۔ کیونکہ سب انبیاء کرام نے حیاداری کا حکم دیا ہے، بے غیرتی بے حیائی سے سب نے منع فرمایا۔ بے غیرت کا کوئی نیک عمل قبول نہیں اگرچہ ساجد و عابد ہو، رسول اللہ صلعم کی گستاخی سب سے بڑی بے غیرتی ہے۔

[۲] لہذا یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ مسند ہے کیونکہ اس میں حضرت انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا نام آگیا، یہ حضرات صحابی ہیں۔ چونکہ زید ابن طلحہ تابعی ہیں، اور مالک نے انہی سے یہ روایت کی صحابی کا ذکر نہیں کیا، لہذا اُن کی روایت میں حدیث مرسل ہے۔

[۳] یہاں قرناء جمع در کے لئے ارشاد ہوا۔ قرناء جمع ہے قرین کی بمعنی ساتھی، مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں قرنا تثنیہ مذکر ماضی مطلق سے ہے یعنی حیاء اور ایمان رہنے اور جانے میں ساتھ ہیں۔ جس دل میں ہونگے دونوں ہونگے، نہ ہونگے دونوں نہ ہونگے مومن بے حیا نہیں ہو سکتا، کافر حیادار نہیں ہو سکتا۔ خیال رہے کہ یہاں ایمان سے مراد کامل ایمان ہے۔

[۴] خیال رہے کہ یہاں ایمان سے مراد کامل ایمان ہے اور حیا سے مراد ایمانی شرم و غیرت ہے یعنی اللہ اور رسول کی غیرت جو گناہوں سے روک دے۔

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كَانَ اٰخِرُ مَا وَصَّانِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِيْ فِي الْغَرْزِ اَنْ قَالَ يَا مُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ رَوَاهُ مَالِكٌ۔ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ۔ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ

روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں جو آخری وصیت مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جبکہ میں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا[1] یہ تھی کہ فرمایا اے معاذ اپنے اخلاق لوگوں سے اچھے رکھو[2] (مالک) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس لیے بھیجا گیا کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کردوں[3] مؤطا اور احمد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے[4] وہ اپنے

[1] حضرت معاذ ابن جبل کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا جب آپ وہاں جانے کے لئے سوار ہوئے تو حضور انور نے یہ فرمایا۔ [2] یعنی تم وہاں حاکمانہ شان و شوکت سے لوگوں سے الگ تھلگ نہ رہنا، اور اپنے پاس آنے جانے والوں سے بدخلقی سے پیش نہ آنا۔ خیال رہے کہ خلق اور ہے جبر ہے، ظالم کو سخت سزا دینا، ملک میں سختی سے انتظام کرنا کچھ اور ہے، لہذا یہ حکم عالی سیاست کے خلاف نہیں۔ [3] اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لائے، اور ہم آخری نبی ہیں، جیسے ہماری ذات سے دین مکمل ہوا، اللہ تعالٰی کی نعمت تمام ہوئی، نبوت ختم ہوئی۔ ایسے ہی ہم نے تعلیم اخلاق کو مکمل فرمادیا۔ اب تاقیامت علماء و اولیاء ہمارے نقش قدم پر چل کر ہمارے اخلاق لوگوں کو سکھائیں گے، اس صورت میں اتمام کا مقصد ناقص کو کامل کرنا نہیں بلکہ اخلاق کے اعلٰی درجہ کی تعلیم ہے، دوسرے یہ کہ اہل عرب نے عقائد ابراہیمی، اعمال ابراہیمی بدل دیئے تھے مگر اخلاق ابراہیمی کے یہ لوگ عامل تھے۔ درازی زمانہ کی وجہ سے اہل عرب کے اخلاق ناقص ہو گئے تھے، میں انہیں اخلاق ابراہیمی کی تکمیل کے لئے آیا ہوں کہ لوگوں کو جناب خلیل اللہ صلوات علیہ کے اخلاق کی تعلیم پورے طور پر دوں، اور پیدا شدہ نقصان اور کمی کو دور کردوں۔ پہلے معنی شیخ نے فرمائے، دوسرے معنی مولانا ملا علی قاری نے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے محل کی آخری اینٹ ہیں۔ حضور سے نبوت، اخلاق، ہدایات کی تکمیل ہوئی، حضور جمع الجمع ہیں۔ آپ سے میسر چلا، آپ کی طرف مصیر ہے (لوٹنا)، تمام انبیاء کرام کی صفات کے جامع ہیں۔ (مرقات)

أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَظَرَ فِي الْمِرْاٰةِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي حَسَّنَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَزَانَ مِنِّي مَا شَانَ غَيْرِي رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ مُرْسَلًا۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔

والد سے راوی[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں نظر فرماتے[2] تو فرماتے شکر ہے اُس اللہ کا جس نے میری صورت اور سیرت اچھی بنائی[3] اور میری وہ چیز اچھی کی جو دُوسروں کی بُری کی[4] بیہقی نے بطریق ارسال روایت کی۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے الٰہی! تو نے میری صورت بھی اچھی کی ہے تو میری سیرت بھی اچھی کر[5] (احمد)

[1] امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر تابعی ہیں، آپ کی ملاقات حضرت جابر سے ہے اور آپ تک حضور انور کا سلام پہنچا ہے (مرقات) آپ کا نسب نامہ والد کی طرف سے یہ ہے، امام جعفر ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن علی مرتضٰی، اور ماں کی طرف سے آپکا نسب نامہ یہ ہے امام جعفر صادق ابن حضرت فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ لہذا آپ نسبًا حیدری ہیں، حسبًا صدیقی، امام حسینی سید نسب میں حضرت علی کی اولاد ہے، اور حسب میں حضرت ابوبکر صدیق کی، دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ اور شجرہ انساب، [2] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور کے زمانہ پاک میں آئینہ تھا، اور حضور نے آئینہ میں شکل مبارک دیکھی، ابن اکثر پانی میں چہرہ پاک دیکھ کر کنگھی وغیرہ کی ہے، لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف سے اگر کبھی یہ عمل تھا کبھی وہ۔

[3] خلقی خ کے فتح سے صورت پاک اور خ کی پیش سے سیرت پاک۔ حضور انور صورت میں ایسے حسین کہ اللہ تعالٰی کے محبوب ہیں اور سیرت میں ایسے بیمثال کہ رب تعالٰی نے آپکے خلق کی تعریف فرمائی، اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ ہم بھی یہ دُعا پڑھا کریں۔ حضور کی نقل کرتے ہوئے۔ شعر: ۔ تری خلق کو رب نے جمیل کیا ۔ تیرے خلق کو رب نے عظیم کہا ۔ کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شاہا ۔ تیرے خالق حسن و ادا کی قسم۔

[4] اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صورت و سیرت میں بے مثال ہیں، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صورت کی نورانیت دل کی نورانیت کا پتہ دیتی ہے، اس لیے حضور انور آئینہ میں اپنی شکل پاک دیکھ کر اپنی سیرت کا بھی ذکر فرماتے تھے، ورنہ سیرت آئینہ میں نظر نہیں آتی (مرقات) ہم لوگ بھی آئینہ دیکھ کر یہ دُعا پڑھیں، یہ سمجھ کر کہ رب تعالٰی نے ہمکو صحت و تندرستی بخشی ہے، بہت سے لوگ کانے لنگڑے، برص کے مارے، بدصورت کٹے ہوتے ہیں، جن سے انکی صورتیں بگڑ گئی ہوتی ہیں، شکر ہے کہ ہم اُن سب سے محفوظ ہیں۔ [5] حضور انور کی یہ دُعا یا تو امت کی تعلیم کیلئے ہے یا اچھے اخلاق اور زیادتی کی طلب کے لئے، یا اس پر دائم قائم رہنے کے لئے، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خدائی سے بڑھ کر خوش خلق ہیں۔ لہذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کے اس قول کے خلاف نہیں کہ آپ کا خلق قرآن ہے، ہم نماز میں پڑھتے ہیں اهدنا الصراط المستقیم، حالانکہ ہم ہدایت پر ہیں مسلمان ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ باطنی ترقی کی انتہا نہیں کیونکہ وہ تجلی الٰہی سے ہے، اور تجلی الٰہی کی انتہا نہیں حتی کہ اس کی انتہا جنت میں بھی نہ ہوگی۔ رب تعالٰی فرماتا ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔ یہ زیادتی ہمیشہ ہوتی رہے گی (مرقات)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ خِيَارُكُمْ أَطْوَلُكُمْ أَعْمَارًا وَأَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا رَوَاهُ أَحْمَدُ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ. وَعَنْهُ أَنَّ رَجُلًا شَتَمَ أَبَا بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ يَتَعَجَّبُ وَيَتَبَسَّمُ فَلَمَّا أَكْثَرَ رَدَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو تم میں سے بہترین کی خبر نہ دوں، صحابہؓ نے عرض کیا ہاں! فرمایا تم میں بہتر وہ ہیں جنکی عمریں دراز اور اچھے اخلاق ہوں[1] (احمد) روایت ہے اُن ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں کامل ایمان والا اچھے اخلاق والا ہے[2] (ابوداؤد، دارمی) روایت ہے اُن ہی سے، ایک شخص نے جناب ابوبکر کو برا کہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تعجب و تبسم فرما رہے تھے[3] تو جب اس نے بہت زیادتی کی تو آپ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا[4] اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر اٹھ

[1] عمر کی درازی یا مقدار میں ہو یا کیفیت میں یا دونوں میں اچھے اخلاق اور سارے دینی و دنیاوی نیک اعمال داخل ہیں کیونکہ نیک اعمال کی اصل اچھی عادت ہے یعنی بڑا خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالٰی لمبی عمر دے، اور لمبی عمر میں نیک اعمال کرنے کی توفیق بخشے کہ قیامت میں عطا بقدر اعمال ہوگی۔ [2] کیونکہ اچھی عادت سے عبادات اور معاملات دونوں درست ہوتے ہیں اگر کسی معاملات تو ٹھیک مگر عبادات درست نہ ہوں، یا اس کے الٹ، وہ فرد اچھے اخلاق والا نہیں، خوش خلقی بہت جامع صفت ہے کہ جس سے خالق اور مخلوق سب راضی ہیں وہ خوش خلقی ہے۔ [3] حضور انور صلعم کا یہ تبسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تحمل و بردباری ملاحظہ فرما کر اُن پر خوش ہونے کی وجہ سے تھی، معلوم ہوا کہ حضور انور اپنی امت کے نیک اعمال سے بہت خوش ہوتے ہیں، ہم کو چاہیے کہ ہمیشہ نیک اعمال کیا کریں کہ حضور کو اس سے خوشی ہوتی ہے، اللہ ہم کو توفیق دے کہ اپنے نبی کو خوش کرلیں۔ ان کی خوشی ہمارے نیک بننے سے ہوگی۔ [4] حضرت ابوبکر صدیق کا بدلہ لینا بالکل حق تھا، قرآن کریم فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ اور فرماتا ہے لَا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ جناب صدیق اکبر اس وقت مظلوم تھے لہذا آپ پر کوئی اعتراض نہیں، نہ آپ سے کوئی ناجائز کام سرزد ہوا۔

مُلْحِقَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَانَ يَشْتِمُنِيْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَقُمْتَ قَالَ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَيْهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ ثَلٰثٌ كُلُّهُنَّ حَقٌّ مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلِمَةٍ فَيُغْضِيْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا اَعَزَّ اللّٰهُ بِهَا نَصْرَهٗ وَمَا

کھڑے ہوئے تو ابوبکر حضور کے پیچھے پہونچے، عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مجھے برا کہتا رہا، آپ بیٹھے رہے، جب میں نے اس کی بات کا جواب دیا تو آپ ناراض ہوگئے[1] اور کھڑے ہوگئے[2] فرمایا تمہارے ساتھ فرشتہ تھا جو اُسے جواب دے رہا تھا[3] پھر جب تم نے خود اسے جواب دیا تو شیطان پڑ گیا[4] پھر فرمایا اے ابوبکر تین چیزیں بالکل حق ہیں، نہیں ہے کوئی بندہ جس پر ظلم کیا جاوے تو اللہ کے لئے چشم پوشی کرے مگر اس کے ذریعہ اللہ اپنی مدد بڑھا دیگا[5] اور

---

[1] اس ناراضی کی وجہ آگے آرہی ہے کہ ذاتی موذی سے بدلہ لینا شان صدیقی کے لائق نہیں، نیز تم یہ بدلہ اپنے خادم فرشتے کے ذمہ رہنے دو، اس موذی کو تم خود کیوں منہ لگاتے ہو، مجرموں کو سزا بادشاہ اپنے ہاتھ سے نہیں دیتے، بلکہ اپنے خدام سے سزا دلواتے ہیں۔ [2] یعنی یا رسول اللہ میں نے اس پر ظلم نہیں کیا، حضور پھر مجھ پر ناراض کیوں ہوئے، ظالم تو وہ ہے میں نے تو صرف بدلہ لیا ہے، خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ناراضی کسی بات کی بنا پر نہ تھی، بلکہ افضلیت کی تعلیم کے لئے تھی، جیسا کہ آئندہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے، خیال رہے بھی رہے کہ یہاں شتم بمعنی سب ہے، یعنی برا کہنا بمعنے گالی نہیں، اور یہ مطلب نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اسے جواب میں گالی دی، آپ کی زبان مبارک جھوٹ اور گالی سے ہمیشہ محفوظ رہی۔ [3] اس طرح کہ جب وہ شخص تم سے کہتا تھا کہ ابوبکر آپ تو ایسے ہیں، تو فرشتہ کہتا تھا، ابوبکر تو اچھے ہیں تو ہی ایسا ہے، معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی نگاہیں غیبی فرشتوں کو دیکھتی ہیں، اور آپ کے کان شریف فرشتوں کی آواز سنتے ہیں، یہ فرشتے یا تو کوئی خاص فرشتہ تھا جو اس کام کے لئے مامور ہوا تھا، یا آپ کے ساتھ رہنے والا فرشتہ، پہلا احتمال قوی ہے۔ [4] یعنی اب تک تمہارا صبر رب کے لئے تھا اب تمہارا جواب دینا نفس کے لئے ہوا یہ اگرچہ جائز ہے مگر چونکہ اس میں اپنی ذات کو اور غصہ کو دخل ہے اس لئے فرشتہ غائب ہوگیا، اور شیطان خوش ہونے لگا۔ ممکن ہے کہ اب تم اس کے جواب میں زیادتی کر دو۔ اب تک وہ ظالم تھا پھر ظلم تمہاری طرف سے ہو جائیگا۔ (مرقات) معلوم ہوا کہ جائز کام بھی اگر نفس کے لئے ہو تو شیطان کی خوشی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ [5] یعنی جو شخص اپنے حقوق مارنے والے سے چشم پوشی کرے، اس پر موقعہ پا کر بھی اس سے بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد اور بھی زیادہ کرے گا یہاں کا مرجع مظلمہ ہے۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے، معافی سے عزت بڑھتی ہے بشرطیکہ معافی کمزوری کی وجہ سے نہ ہو، وہ معافی والی آیتیں منسوخ ہیں جو کمزوری کی وجہ سے ہو۔ اخلاق معافی کی آیتیں محکم ہیں۔

فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِيَّةٍ يُرِيدُ بِهَا صِلَةً إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا كَثْرَةً وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ يُرِيدُ بِهَا كَثْرَةً إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا قِلَّةً رَوَاهُ أَحْمَدُ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرِيدُ اللّٰهُ بِأَهْلِ بَيْتٍ رِفْقًا إِلَّا نَفَعَهُمْ وَلَا يَحْرِمُهُمْ إِيَّاهُ إِلَّا ضَرَّهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

کوئی شخص دینے کا دروازہ نہیں کھولتا جس سے صلہ رحمی کا ارادہ کرے[۱] مگر اس سے اللہ تعالیٰ زیادتی مال اور بڑھا دیتا ہے[۲]۔ اور کوئی شخص مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا جس سے زیادتی کا ارادہ کرے مگر اس سے اللہ تعالیٰ کمی بڑھا دیتا ہے[۳] (احمد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کسی گھر والوں پر مہربانی کا ارادہ نہیں کرتا مگر انہیں نفع دیتا ہے اور اللہ انکو محروم کرتا نہیں چاہتا مگر انہیں نقصان دیتا ہے[۴] بیہقی شعب الایمان

[۱] یعنی رشتہ داروں سے سلوک کرنا صرف اللہ و رسول کی رضا کے لیے ہو اپنی ناموری کے لیے نہ ہو تو ثواب ہے اس کا فائدہ ہے

[۲] صدقہ ثواب ہے اور اپنے عزیزوں و اہل قرابت پر صدقہ دوہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا بھی اور حق قرابت ادا کرنے کا بھی۔

[۳] اس سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت کسی سے کچھ مانگ لینا جائز ہے، صرف ضرورت کے مطابق مانگے، اگر اور طرح سے ضرورت پوری ہو سکے، تو نہ مانگے، اپنے پاس مال ہے اور زیادتی مال کے لیے مانگنا بہر حال حرام ہے۔ نصاب تین قسم کے ہیں زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب، خیرات و زکوٰۃ لینے کی ممانعت کا نصاب، اور سوال سے بچنے کا نصاب، آخری نصاب بقدر ضرورت مال اپنے پاس ہونا ہے، ضرورت والا مانگے، بلا ضرورت نہ مانگے۔ پیشہ ور گداگر ہمیشہ فقیر ہی رہتے ہیں۔ حاجت مند اور گداگر میں فرق کرنا چاہیے۔

[۴] یعنی اللہ تعالیٰ جن لوگوں پر کرم فرماتا ہے اُن کے دلوں میں نرمی ڈال دیتا ہے، وہ لوگوں پر نرمی کرتے ہیں جس سے اُن کی عزت اور بڑھ جاتی ہے۔ اور جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ قہر فرماتا ہے انہیں نرمی دل سے محروم کر دیتا ہے اُن کے دل سخت ہو جاتے ہیں لوگوں سے سختی سے پیش آتے ہیں، نرمی بہت اچھی چیز ہے، ہاں دین میں سختی اچھی ہے ۔

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

غصہ اور غرور کا بیان ۱؎ پہلی فصل، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔ اُس نے یہ سوال بار بار دُہرایا۔ حضور نے یہی فرمایا غصہ نہ کیا کرو ۲؎ (بخاری) روایت ہے اُن ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں ہوتا ۳؎ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے ۴؎

۱؎ غضب یعنی غصہ نفس کے اس جوش کا نام ہے جو دوسرے سے بدلہ لینے یا اُسے دفع کرنے پر اُبھارے، غصہ اچھا بھی ہے اور بُرا بھی۔ اللہ کے لئے غصہ اچھا ہے، جیسے مجاہد غازی کو کفار پر، یا کسی واعظ عالم کو فساق و فجار پر، یا ماں باپ کو نافرمان اولاد پر آئے اور بُرا بھی ہوتا ہے، جیسے وہ غصہ جو نفسانیت کے لئے کسی پر آئے۔ اللہ تعالٰی کے لیے جو غضب کا لفظ آتا ہے وہاں غضب کے معنی ہوتے ہیں ناراضی و قہر، کیونکہ وہ نفس و نفسانیت سے پاک ہے۔ کبر کا معنی ہے عجب، یعنی بڑائی۔ اپنی ذات و صفات کو اچھا جاننا اس کے اظہار کا نام تکبر ہے، اس کا مقابل تواضع و انکسار ہے۔ تکبر اچھا بھی ہے اور بُرا بھی۔ مسلمان کا اپنے کو کفار سے اچھا جاننا، اور انہیں حقیر سمجھنا کہ ان کی ہیبت ہمارے دل میں نہ آسکے۔ یہ اچھا تکبر ہے۔ مسلمان بھائی سے اپنے کو بڑا سمجھنا انہیں ذلیل و حقیر سمجھنا یہ بُرا ہے۔ نبی کے مقابلہ میں تکبر کفر ہے، جیسے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں کبر کیا تو کافر ہوا۔ اللہ تعالٰی کی صفت ہے متکبر۔ وہاں اس کے معنی بہت بڑا، بہت ہی عالی و اونچا۔ ۲؎ شاید یہ سائل غصہ بہت کرتا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں، ہر شخص کو وہ ہی دوا بتاتے ہیں جو اس کے لائق ہے۔ نفسانی غضب یا غصہ شیطانی اثر ہے، اس میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، غصہ کی حالت میں اس سے باطل کام و کلام سرزد ہونے لگتے ہیں۔ غصہ کا علاج اعوذ باللہ پڑھنا ہے، یا وضو کرلینا، یا یہ خیال کرلینا کہ اللہ تعالٰی مجھ پر قادر ہے۔ رحمانی غضب عبادت ہے۔ فَرَجَعَ مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا۔ یا جیسے غضب اللہ علیہ۔ ۳؎ کیونکہ یہ جسمانی پہلوانی فانی ہے، اس کا اعتبار نہیں دو دن کے بخار میں پہلوانی ختم ہو جاتی ہے۔ ۴؎ کیونکہ غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے، اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے، اس کا مقابلہ کرنا اُسے پچھاڑ دینا بڑی بہادری کا کام ہے، نیز نفس قوت روحانی سے مغلوب ہوتا ہے، اور آدمی قوت جسمانی سے پچھاڑا جاتا ہے، قوت روحانی قوت جسمانی سے اعلیٰ و افضل ہے، لہذا اپنے نفس پر قابو پانے والا بڑا بہادر پہلوان ہے۔

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيْمٍ مُّتَكَبِّرٍ

حضرت حارثہ ابن وہب سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتاؤں، ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جاوے ؎۱ اگر وہ اللہ پر قسم کھا جاوے تو اللہ اس کی قسم پوری کردے ؎۲، کیا میں تمہیں آگ والے نہ بتاؤں ہر سخت دل بدکار متکبر ؎۳ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر سخت دل حرامی ؎۴ غرور والا،

؎۱ یہاں ضعیف کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تکبر، جبر، ظلم نہ ہو، یہ مطلب نہیں کہ اس میں طاقت و قوت نہ ہو۔ اللہ تعالٰی کو قوی اور طاقتور مسلمان پسند ہیں، یعنی اس میں طاقت تو ہو مگر وہ اپنی طاقت مسلمانوں پر استعمال نہ کرے۔ اور متضعف کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کو اس پر امن ہو کہ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا، اس کے شر سے مسلمان اپنے کو محفوظ سمجھیں یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اسے ذلیل و خوار سمجھیں، مسلمان بڑی عزت والا ہوتا ہے، اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے، اذلة على المؤمنين اعزة على الكافرين۔ ؎۲ مثلاً اگر وہ کہہ دے کہ قسم خدا کی تیرے بیٹا ہوگا، یا قسم خدا کی آج بارش آئے گی، یا قسم خدا کی اس اسلامی لشکر کو فتح ہوگی، تو اللہ تعالٰی اس کی قسم ضرور پوری فرمائے، ضرور اس کے بیٹا ہو، ضرور آج بارش آئے، ضرور دشمن کو اسلام کو فتح ہو۔ خیال رہے کہ پہلے تو بندہ اللہ تعالٰی کی رضا چاہتا ہے پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالٰی بندے کی رضا چاہتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرمایا ولسوف یرضی، اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا ولسوف یعطیك ربك فترضى۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں سے اللہ کی نعمتیں مانگنا جائز ہے۔ کہ ان کے منہ سے نکلی بات اللہ تعالٰی پوری کرتا ہے۔ ؎۳ عتل کے بہت معنی ہیں، سخت دل، بدزبان، جھگڑالو۔ یوں ہی جواظ کے بہت معنی ہیں، موٹا تازہ بدکار، فاسق، بخیل جو اپنا مال چھپائے، دوسروں کے مال پر نظر رکھے (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں۔ ؎۴ زنیم بنا ہے زنم سے یعنی کان کٹی بکری جس کا کان کٹ کر لٹک رہا ہو۔ اصطلاح میں زنیم حرامی کو کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی دوسری قوم سے ملحق ہوتا ہے جیسے ولید بن مغیرہ۔ یہاں زنیم بمعنی شریر و لئیم ہے جس کے شر سے مسلمان پریشان ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ حرامی بچے بڑے شریر و خبیث ہوتے ہیں (مرقاۃ) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرامی جنت میں نہیں جائے گا اس کی کوئی اصل نہیں، ہاں جو حرامیوں کے سے کام کرے وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا (از مرقات)۔ علماء فرماتے ہیں کہ حرامیوں کی نسل میں کوئی ولی نہیں ہوتا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو[1] اور وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر غرور ہو[2] (مسلم) روایت انہیں سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں وہ نہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہو[3] تو ایک شخص نے عرض کیا، کہ کوئی شخص چاہتا ہے،

[1] یعنی جس کے دل میں رائی برابر نور ایمانی ہو، وہ ہمیشہ رہنے کے لئے دوزخ میں نہیں جائے گا، لہذا حدیث واضح ہے۔ ایمان سے مراد نتیجہ ایمان ہے، اور آگ میں جانے سے مراد ہمیشگی کے لیے جانا ہے۔ ایمان میں زیادتی کمی ناممکن ہے، نور ایمان میں ممکن ہے۔ [2] اس فرمان عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہو، وہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا۔ کبر سے مراد اللہ و رسول کے سامنے غرور کرنا یہ کفر ہے، دوسرے یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر غرور ہوگا، وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا۔ تیسرے یہ کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور ہوگا، وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا، پہلے رب تعالٰی اس کے دل سے تکبر دور کردے گا، پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔

[3] اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا۔ خیال رہے کہ آگ میں کبر و غرور ہے، خاک میں عجز و انکساری۔ دیکھو لو باغ، کھیت خاک میں لگتے ہیں، آگ میں نہیں لگتے، ایسے ہی ایمان و عرفان کا باغ خاک جیسے عاجز و منکسر دل میں لگتے ہیں، آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے ہیں۔

أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا قَالَ إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَفِي رِوَايَةٍ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ۔

کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کا جوتا اچھا ہو[1] فرمایا کہ اللہ تعالٰی جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے[2] غرور حق کو جھٹلانا، لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالٰی نہ تو کلام کریگا[4] اور نہ انہیں پاک کرے گا[5] اور ایک روایت میں ہے کہ نہ ان کی طرف نظر کرے گا[6] اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بڈھا زانی[7] اور جھوٹا بادشاہ[8]

[1] سائل یہ سمجھے کہ شاید اچھا لباس پہننا بھی غرور میں داخل ہے کہ اس میں اپنی مالداری یا بڑائی کا اظہار ہے اسلئے اس نے یہ سوال کیا نیز اکثر متکبرین اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے ہیں تو یہ عمدگی لباس متکبرین کی علامت ہے۔ بہرحال سوال بالکل درست ہے۔
[2] یعنی رب تعالٰی ذات و صفات میں اچھا ہے۔ جمیل ہے۔ مخلوق اس کی صفات کی مظہر ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ اپنی عادات۔ صورت۔ لباس۔ اعمال۔ اچھے رکھے تاکہ رب تعالٰی کی صفت جمیل کا مظہر بنے۔ نیز اس لباس میں رب تعالٰی کی نعمت کا اظہار ہے۔ جو محبوب ہے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ واما بنعمۃ ربک فحدث اسے تکبر سے کوئی تعلق نہیں۔
[3] یعنی متکبر وہ ہے جو کسی معمولی انسان کی حق بات کو اس لئے جھٹلائے کہ یہ آدمی کے منہ سے نکلی ہے۔ اور مساکین کو ذلیل سمجھے۔
[4] یعنی ان تین قسم کے لوگوں سے کرم و محبت کا کلام نہ کریگا۔ غضب و قہر کا کلام کریگا۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدل الٰہی کا ظہور ہوگا۔ تب ان سے کلام نہ کریگا۔ یا مطلقًا بلاواسطہ کلام نہ کرے گا، بواسطہ فرشتوں کے کرے گا (مرقات)۔
[5] یعنی ان کے گناہ معاف نہ کریگا۔ یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا۔ تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔
[6] یعنی نظر رحمت نہ کرے گا نظر قہر کریگا۔
[7] اسلئے کہ زنا اگرچہ بہرحال برا ہے سخت گناہ ہے، مگر بڈھا آدمی کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریبًا ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب مجبور نہیں، بخلاف آدمی کو یا معذور ہے (مرقات)
[8] کیونکہ بعض لوگ مجبورًا جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بول دیتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں، بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ بولتا ہے

وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ - وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَذَفْتُهٗ فِي النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

اور فقیر غرور والا[1] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے[2] جو ان دونوں میں سے ایک مجھ سے چھیننا چاہے گا[3] میں اسے آگ میں داخل کردوں گا[4] اور ایک روایت میں ہے میں اسے آگ میں پھینک دوں گا[5] (مسلم)

[1] حکومت والوں مال والوں کے پاس غرور تکبر کے اسباب موجود ہیں۔ اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کریگا اس لیے اس کا تکبر بدترین جرم ہے، بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری، معمولی کام نہیں کرتے، زکوۃ و خیرات قبول نہیں کرتے، خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں، وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں۔ بعض لوگ بہت غریب ہوتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لیے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں، اس تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے، جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں یہ سب اس فرمان عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ تعالٰی اُن کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔

[2] کبر سے مراد ذاتی بڑائی ہے اور عظمت سے مراد صفاتی بڑائی۔ چادر اور تہبند فرمانا ہم کو سمجھانے کیلئے ہے کہ جیسے ایک چادر ایک تہبند دو آدمی نہیں پہن سکتے۔ یوں ہی عظمت و کبریائی سوائے میرے دوسرے کے لیے نہیں ہو سکتی۔

[3] اس طرح کہ اپنی ذات یا اپنی صفات کو بڑا سمجھے گا، میرا مقابلہ کرے گا، گویا میرا شریک بننا چاہے گا۔ خدا کی پناہ۔

[4] دنیا میں فراق و ہجران کی آگ میں، آخرت میں دوزخ کی آگ میں، متکبرین کی یہی سزا ہے۔

[5] اسے دوزخ میں ایسے پھینک دوں گا، جیسے گرا کر روڑی کوڑے پر ذلت و حقارت کے ساتھ پھینکا جاتا ہے، خیال رہے کہ کبریائی، عظمت سے اعلٰی و افضل ہے، اس لیے کبریائی کو چادر اور عظمت کو تہبند فرمایا۔ چادر تہبند سے افضل ہوتی ہے۔ تکبر یہ ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا سمجھے، عظمت یہ ہے کہ لوگ اُسے بڑا سمجھیں، لہٰذا عظمت میں غیروں کے خیال کو دخل ہوا لہٰذا تکبر و کبریائی اعلٰی ہے عظمت سے کہ کبریائی ذاتی ہے، عظمت اضافی (مرقات)، خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کے مقبول بندوں کی عزت و عظمت رب تعالٰی کا عطیہ ہے، یہ رب تعالٰی کی نعمت عاجلہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَذْھَبُ بِنَفْسِہٖ حَتّٰی یُکْتَبَ فِی الْجَبَّارِیْنَ فَیُصِیْبَہٗ مَا اَصَابَھُمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحْشَرُ الْمُتَکَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْ صُوَرِ الرِّجَالِ یَغْشَاھُمُ الذُّلُّ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ یُسَاقُوْنَ اِلٰی سِجْنٍ فِیْ جَھَنَّمَ یُسَمّٰی بُوْلَسَ

دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی اپنے آپ کو اونچا لیجاتا رہتا ہے' حتی کہ وہ جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے[۱] تو اسے وہ ہی عذاب پہنچتا ہے جو جبارین کو پہنچتا ہے[۲] ترمذی کی روایت ہے' عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح جمع کیئے جائیں گے مردوں کی صورت میں جنہیں ہر جگہ سے ذلت چھا جائیگی[۳] ہانکے جائیں گے دوزخ کے ایک قید خانہ کی طرف' جسے بولس کہا جاتا ہے[۴]

[۱] یعنی اس کا نام متکبرین وجبارین کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے معلوم ہوا کہ رب کے دفتر الگ الگ ہیں' نیکوں کے صدہا دفتر' بدوں کے ہزارہا دفتر[۲] یعنی جو دنیاوی اور اخروی عذاب' ذلت و رسوائی' فرعون' ہامان' قارون کو پہنچی ہے یا پہونچے گی' وہ اُسے بھی ملے گی۔ انہیں قیامت والے اپنے پاؤں تلے روندیں گے[۳] یعنی اُن کی شکل وصورت بھی حقیر' اُن کی حالت بھی زار و خوار۔ جیسے دنیا میں چونٹیوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں' ایسے ہی آخرت میں اُن کی کوئی منزلت نہ ہوگی۔ دُنیا کی عزتیں وہاں ذلت بن جاویں گی۔ دنیاوی محبتیں وہاں عداوتوں میں تبدیل ہو جاویں گی۔ رب تعالٰی فرماتا ہے' اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔

[۴] خیال رہے کہ تمام انسان قبروں سے بشکل انسانی اٹھیں گے پھر محشر میں پہونچ کر بعض کی صورتیں مسخ ہو جاویں گی۔ یہاں بھی ان لوگوں کا چیونٹیوں کی شکل میں ہونا محشر میں پہونچ کر ہی ہوگا۔ (مرقات) دوزخ میں لوگوں کی صورتیں مختلف ہونگی' چنانچہ بعض لوگ کتوں کی شکل میں ہونگے' بعض سوروں اور گدھوں کی شکل میں' نیز بعض جنتی دنیا میں کالے اور اندھے تھے' مگر وہاں سب آنکھوں والے حسین ہونگے۔ بولس بنا ہے بلس سے' یعنی یاس و ناامیدی' کیونکہ وہاں سے نکلنے کی امید نہ ہوگی' اس لیے اس مقام کا نام بولس ہے۔

تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْاَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ اَهْلِ النَّارِ طِيْنَةِ الْخَبَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ۔

اُن پر آگوں کی آگ چھا جائے گی [۱] اور وہ دوزخیوں کی پیپ یعنی طینہ سے پلائے جائیں گے [۲] (ترمذی) روایت ہے حضرت عطیہ ابن عروہ سعدی سے [۳] فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے [۴] اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، [۵]

[۱] یعنی جیسے پانی میں ڈوبنے والا ہر طرف سے پانی میں گھرا ہوتا ہے ایسے ہی یہ لوگ آگ کے سمندر میں ڈوبے ہوں گے ہر طرف سے آگ ہوگی، اور اس آگ میں تمام مختلف آگوں کی گرمی جمع کر دی گئی ہوگی، اسے آگوں کی آگ فرمایا گیا۔

[۲] اس طرح کہ ان غصہ ور متکبرین کو جہنم کے نچلے طبقہ اسفل السافلین میں رکھا جاوے گا، جہاں تمام دوزخیوں کا خون پیپ بہ بہ کر آتا رہیگا، انہیں وہ پلایا جائے گا۔ اس گندگی کا نام طینۃ الخبال ہے، خبال یعنی فساد، طینہ یعنی بدبودار کیچڑ۔ یہ نہایت ہی گرم، بہت بدبودار، گاڑھا گاڑھا ہوگا، سخت بدمزہ جسے دیکھ کر قے آ دے، دل گھبرائے مگر پیاس و بھوک کے غلبہ سے کھانا پڑے گا، خدا کی پناہ۔ [۳] آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی سعد سے ہیں، مگر آپ کے حالات قطعاً معلوم نہ ہوسکے۔

[۴] یہاں غصہ سے مراد شیطانی نفسانی غصہ ہے، ایمانی رحمانی غصہ مراد نہیں، مسلمان غازی کو کافروں پر جو غصہ آتے وہ غصہ عبادت ہے، جس پر ثواب ہے۔ مگر اکثر شیطانی اور رحمانی غصہ میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے ہم غلطی سے شیطانی غصہ کو رحمانی سمجھ لیتے ہیں۔

[۵] شیطان کی پیدائش کے متعلق قرآن کریم میں خود اس مردود کا قول موجود ہے۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ ابلیس جن ہے فرشتہ نہیں، کہ فرشتوں کی پیدائش نور سے ہے، ابلیس کی خلقت میں آگ کا غلبہ ہے جیسے انسان کی خلقت مٹی، خاک کا غلبہ ہے، اس لیے اسے ناری نہیں خاکی کہا جاتا ہے۔

وَاِنَّمَا یُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ
وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا غَضِبَ
اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ
رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ ـ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَیَّلَ

اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے، تو تم میں سے کسی کو جب غصہ آئے تو وہ وضو کرلےؔ (ابوداؤد) روایت ہے ابوذر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے پھر اگر غصہ دفع ہو جائے تو فبہا، ورنہ لیٹ جائےؔ (احمد ترمذی) روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ برا بندہ وہ بندہ ہے جو غرور و اکڑ کرےؔ

؎۱ یعنی جیسے حسی آگ حسی پانی سے بجھائی جاتی ہے ایسے ہی باطنی آگ باطنی پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ وضو دونوں سے مرکب ہے کہ اس میں حسی پانی کا استعمال ہے اور یہ جسم و دل اور روح کی پاکی کا ذریعہ ہے، اسی لیے غصہ کی آگ وضو سے بجھتی ہے یہ مادہ نبوی طب کا نسخہ مجرب ہے جس سے یونانی طبیب بے خبر ہیں، شعر

چند خوانی حکمت یونانیاں　　　　حکمت ایمانیاں راہم بخواں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے اور بھی علاج بیان فرمائے ہیں، مثلاً لاحول شریف پڑھنا، اعوذ باللہ پڑھنا مثلاً قرآن کریم فرماتا ہے، وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ یعنی جب تمہیں شیطان کا اثر پہنچے تو اعوذ باللہ پڑھو، یہ غصہ بھی شیطانی اثر ہے، یہ بہرحال لاحول اور اعوذ قولی علاج ہے اور وضو عملی علاج ہے، ٹھنڈا پانی پی لینا بھی غصہ کا علاج ہے (مرقات واشعۃ اللمعات) ؎۲ یہ غصہ کا دوسرا عملی علاج ہے یعنی اپنا حال بدل دینا، کہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر اس سے بھی غصہ نہ جائے تو لیٹ جائے، ان شاء اللہ تعالیٰ غصہ جاتا رہیگا۔ لیٹ جانے میں اپنے کو مٹی میں ملا دینا ہے مٹی میں تواضع ہے ان شاء اللہ تعالیٰ عجز و انکسار آجائے گا۔ نیز کھڑا آدمی جلد کچھ حرکت کر گزرتا ہے بیٹھا ہوا یا لیٹا ہوا اس قدر جلدی کوئی حرکت غیر نہیں کر سکتا ؎۳ تخیل دل کا کام ہے یعنی اپنے کو بڑا جاننا، اور اختیال جسم کا کام یعنی چال ڈھال میں اپنی بڑائی ظاہر کرنا۔ اختیال کی بہت صورتیں ہیں، فقہاء کرام متکبروں کی وضع اور ان کی گفتگو بیشک اُن کے لباس سے منع فرماتے ہیں۔

وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالِ. بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدٰى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْاَعْلٰى. بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهَا وَلَهَا وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى. بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغٰى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَا وَالْمُنْتَهٰى. بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ. بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّيْنَ بِالشُّبُهَاتِ. بِئْسَ الْعَبْدُ

اونچی شان والے کو بھول جائے [1] بُرا بندہ وہ بندہ ہے جو ظلم اور زیادتی کرے [2] اور قہار اعلیٰ کو بھول جائے [3] بُرا بندہ وہ بندہ ہے جو بھول جائے کھیل میں لگ جائے، اور قبرستان اور گل جانے کو بھول جائے [4] برا بندہ وہ بندہ ہے جو غرور کرے اور حد سے بڑھ جائے [5] اور اپنی ابتداء و انتہاء کو بھول جائے [6] وہ بندہ برا بندہ ہے جو دنیا کو دین کیلئے دھوکہ دے [7] وہ بندہ بُرا بندہ ہے جو شبہات سے دین کو بگاڑ دے [8] وہ بندہ بُرا بندہ ہے

[1] ہمیشہ اپنے سے نیچوں کو دیکھنے سے غرور پیدا ہوتا ہے، اپنے سے اوپر کو دیکھنے سے عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے۔ جب اپنی شان اچھی معلوم ہو تو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر نظر کرو گے اپنے کو بہت نیچا پاؤ گے [2] ظالموں پر زیادتی تجبر ہے، اور غرباء و مساکین پر زیادتی اعتداء ہے یعنی اپنی حد سے آگے بڑھنا [3] یعنی اسے یہ خیال نہ آئے کہ میرا رب مجھ سے زیادہ قوی اور قادر ہے، اگر میں اس کی پکڑ میں آگیا تو کیسے چھوٹوں گا۔ [4] اپنی حقیقت کو بھول جانا سہو ہے اور غافل کرنے والی چیزوں میں مشغول ہو جانا لہو ہے [5] جو شخص اپنے انجام کو یاد رکھے تو ان شاء اللہ کبھی غافل نہ ہو، انجام یاد دلانے والی چیز قبر ہے، یہ گرد و غبار جو نالیوں میں پڑے ہیں، صدہا بادشاہ، وزراء، امراء ہیں، جو خاک بن کر اڑتے پھر رہے ہیں۔ [6] یعنی نہ یہ خیال کرے کہ پہلے میں ایک قطرہ ناپاک تھا، پھر کمزور بچہ، اور آئندہ میں خاک میں مل کر خاک ہو جاؤں گا درمیان کی اس قوت و دولت پر غرور کرنا عقل کی بات نہیں۔ شعر ؎

تم شوق سے کالج میں پڑھو، پارک میں پھولو — جائز ہے جہازوں میں اڑو یا چرخ پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ مسکین کا رکھو، یاد! — اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو!

[7] اس طرح کہ نیکوں کی سی شکل بنائے، اچھے اعمال کرکے دکھائے، تاکہ لوگ اس کے پھندے میں آجاویں، اور وہ انکو اپنے جال میں لے لے، جیسا آجکل بہت ہو رہا ہے۔ یختل بنا ہے ختل سے بمعنی دھوکہ دینا، کسی کو فریب میں لے لینا۔ دنیا سے مراد دنیا والے ہیں۔ [8] اس طرح کہ وہ غلط تاویلوں سے حرام کھاتا ہو، اور اسے حلال ثابت کرنے کی کوشش کرے، بدمعاش ہو مگر صالح بن کر لوگوں کے سامنے آئے، اس طرح اپنا دین خراب کرے۔

عَبْدُ طَمَعٍ يَّقُوْدُهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُّضِلُّهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُّذِلُّهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ أَيْضًا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ أَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَّكْظِمُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔

بندہ ہے جسے ہوس کھینچے پھرے [۱] وہ بندہ برا بندہ ہے جسے نفسانی خواہش گمراہ کردے [۲] وہ بندہ برا بندہ ہے جسے خواہشیں ذلیل کردیں [۳] (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) اور بیہقی نے کہا کہ اس کی اسناد قوی نہیں [۴] ترمذی نے بھی کہا کہ یہ حدیث غریب ہے [۵] تیسری فصل، روایت ہے ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی بندے نے اللہ کے نزدیک کوئی گھونٹ اس غصہ کے گھونٹ سے بہتر نہ پیا، جسے بندہ اللہ کی رضا جوئی کیلئے پی لے [۶] (احمد)

[۱] یعنی دنیاوی لالچ خدا تعالیٰ سے ہٹا کر مخلوق کے دروازوں پر پھرائے، ہر جگہ ٹھوکریں کھلائے، کسی نے امام شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، کہ کیمیا کیا ہے، فرمایا دو باتیں کیمیا ہیں، اللہ پر نظر، مخلوق سے ناامیدی۔ قناعت نہ ختم ہونے والی دولت ہے اللہ تعالیٰ قناعت نصیب کرے۔ (مرقات) [۲] خواہش نفسانی طمع کا نتیجہ ہے، طمع اور ہوس لازم ملزوم ہیں، جب طمع ترقی کرجاتی ہے تو انسان بے دین بھی بن جاتا ہے، حب دنیا ہر برائی کی جڑ ہے۔ [۳] یعنی دولت عزت کی غلط خواہش اسے در در پھرائے، ٹھوکریں کھلائے۔ خیال رکھو کہ دولت، عزت، ایمان، عرفان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم میں ہے، ان کے ہو جاؤ، جو مانگو سو پاؤ۔ شعر:۔ آنکس کہ در خویش براند۔ آں را کہ بخواند بہ در کس نہ دواند۔ اگر ہم انکے ہو جاویں تو دنیا ہماری ہو جائے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا شعر:۔ انکے در کا جو ہوا خلق خدا اسکی ہوئی۔ انکے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا۔ [۴] کیونکہ اسکی اسناد میں ہاشم ابن سعید کوفی ہیں انہیں محدثین نے ضعیف مانا ہے مگر یہ حدیث طبرانی، بیہقی، حاکم نے بہت اسنادوں سے روایت کی ہے لہٰذا یہ حدیث حسن ہے کہ زیادہ اسنادوں سے ضعیف حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے (مرقاۃ)۔ [۵] غرابت صحت کے خلاف نہیں، لہٰذا یہ حدیث غریب بھی ہے صحیح بھی، اگر ضعیف بھی ہو تب بھی فضائل اعمال میں قبول ہے (مرقاۃ)۔ [۶] یعنی جو شخص مجبوری کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اپنا غصہ پی لے اور قادر ہونے کے باوجود غصہ جاری نہ کرے وہ اللہ کے نزدیک بڑے درجے والا ہے۔ غصہ پینا بے تو کڑوا مگر اس کا پھل بہت میٹھا ہے غصہ کو گھونٹ فرمایا کیونکہ جیسے کڑوی چیز بمشکل تمام گھونٹ گھونٹ کرکے پی جاتی ہے ایسے ہی غصہ پینا مشکل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ قَرِيْبٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا- وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالٰی اس فرمان کے متعلق کہ بھلائی کے ذریعہ دفع کرو، فرمایا وہ بھلائی کے غصہ کے وقت صبر ہے اور برائی کے وقت معافی ہے[1] لوگ جب کرینگے تو اللہ تعالٰی انکی حفاظت فرمائے گا، اور اُن کا دشمن اُن کے سامنے پست ہوجاوے گا گویا وہ قریبی دوست ہے[2] (بخاری تعلیقًا) روایت ہے حضرت بہز ابن حکیم سے[3] وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غصہ ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے[4] جیسے ایلوا شہد کو[5]

[1] یعنی اس آیت کریمہ میں احسن سے مراد صبر کرنا ہے، چونکہ صبر کرنا بدلہ لینے سے اچھا ہے، اس لیے اسے احسن فرمایا گیا، نیز لوگوں کی برائی کو معاف کردینا سزا دینے سے افضل ہے، اس لیئے اسے بھی احسن کہا گیا، مگر یہ اچھائی اپنے ذاتی معاملات کے متعلق ہے دینی قومی، ملکی جرم کرنے والوں کو ہرگز معافی نہ دی جائے، انہیں ضرور سزا دی جاوے۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور نے چور کو معاف نہ فرمایا [2] یعنی ایسی معافی سے اللہ تعالٰی اُسے اُس کے احباب کو لوگوں کے شر سے بچائے گا، اور اسکی عزت بڑھائے گا۔ دیکھو یوسف علیہ السلام نے اپنے مجرم بھائیوں کو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مجرموں کو معافیاں دیں تو اب تک اس کی دھوم مچی ہوئی ہے، اور وہ لوگ انکے تابعدار بن گئے۔ اخلاقی معافی اعلٰی چیز ہے، مجبوری کی معافی بُری ہے۔

[3] آپ کا نام بہز ابن حکیم ابن معاویہ قشیری ہے، آپ تابعی ہیں، ثقہ ہیں [4] غصہ اکثر کمال ایمان کو بگاڑ دیتا ہے مگر کبھی اصل ایمان کا ہی خاتمہ کر دیتا ہے، لہٰذا یہ فرمان عالی نہایت درست ہے، اس میں دونوں احتمال ہیں، [5] ایلوا ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رس ہے، سخت کڑوا ہوتا ہے، اگر شہد میں مل جاوے تو تیز مٹھاس اور تیز کڑواہٹ مل کر ایسا بدترین مزہ پیدا ہوتا ہے، کہ اس کا چکھنا مشکل ہوجاتا ہے، نیز یہ دونوں مل کر سخت نقصان دہ ہو جاتے ہیں۔ اکیلا شہد بھی مفید ہے، اور اکیلا ایلوا بھی فائدہ مند، مگر مل کر کچھ مفید نہیں، بلکہ مضر ہے، جیسے شہد و گھی ملا کر کھانے سے برص کا مرض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، یوں ہی مچھلی اور دودھ۔ یعنی مومن کو ناجائز غصہ چڑھ جائے، تو اُس کا ایمان برباد ہو جانے کا اندیشہ ہے بلکہ اس کا ایمان جاتا رہتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَآأَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَّفِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَّفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِّنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ۔

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے ممبر پر فرمایا ۱؎ اے لوگو انکساری اختیار کرو ۲؎ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے انکسار و عجز کرتا ہے اللہ اُسے اونچا کر دیتا ہے ۳؎ تو وہ اپنے دل کا چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا ۴؎ اور جو غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے نیچا کر دیتا ہے تو وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے اور اپنے دل میں بڑا ۵؎ حتی کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے ۶؎

۱؎ یعنی آپ نے کسی خاص شخص سے معمولی طریقہ سے نہ کہا، بلکہ بہت اہتمام کے ساتھ برسر ممبر اعلان فرمایا۔ ۲؎ یعنی ہر مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ساتھ نرم رہے، رب تعالیٰ مومنوں کی صفت یوں فرماتا ہے اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین۔ ۳؎ یہ قاعدہ بہت ہی مجرب ہے۔ جو کوئی اپنے کو رضا الٰہی کے لیے مسلمانوں کے لیے نرم کرے، اُن کے سامنے انکسار سے پیش آئے، تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اُس کی عزت پیدا فرما دیتا ہے اور اُسے بڑی بلندی بخشتا ہے، ۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تعلیم فرمائی ہے، اللھم اجعلنی فی نفسی صغیرًا وفی اعین الناس کبیرًا۔ الٰہی! مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا، لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دے۔ حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے کو عاجز و گنہگار سمجھتے اور لوگ اُن کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں۔ شعر بہر دش گیتی جبیں فرسودہ است ؛ خویشتن را عبدہٗ فرمودہ است۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنے کو بندہ فرمایا، دنیا اُن کے آستانے پر ماتھا ٹیکتی ہے، آج حضور کے آستانہ کا فقیر بھی قیمتی ہے، ۵؎ جیسا آج بھی دیکھا جا رہا ہے کہ بعض لوگ شیخی کے مارے اکڑے جاتے ہیں، لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں، انہیں برائی سے یاد کرتے ہیں۔ دیکھو تو ابلیس اپنے آپ کو بہت ہی اونچا سمجھتا ہے مگر دنیا اس پر لعنت و پھٹکار کر رہی ہے یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور۔ ۶؎ لوگوں کی نگاہ میں اس کی یہ ذلت اس کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہے، مومنوں کی نگاہ میں ذلت مردودیت کی دلیل ہے خدا کی پناہ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَی بْنُ عِمْرَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَی اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب تیرے نزدیک تیرے بندوں میں کون زیادہ عزت والا ہے فرمایا کہ جب قدرت پائے بخش دے[۱] روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنی زبان کی حفاظت کرے' اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپائے گا[۲] اور جو اپنا غصہ روکے' اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن اپنا عذاب روک لے گا[۳] اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کرے' اللہ تعالیٰ اس کے عذر قبول کرے گا[۴]۔

۱؎ جو قدرت پاکر بخش دے وہ سنت الٰہیہ پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قادر ہے مگر غفور رحیم ہے' ہمارے گناہ بخشتا رہتا ہے اور بخشے گا۔ خیال رہے کہ گناہ قابل بخشش ہیں نہ کہ غداری' کہ غداری قابل بخشش نہیں، اسی لیے رب تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا جو کفر پر مر جائیں، یوں ہی ہم اپنے مجرم کو ضرور بخشیں' مگر دین' قوم' ملک کے دشمن کو ہرگز نہ بخشیں۔

۲؎ اس فرمان کے دو مطلب ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ جو اپنی زبان سے لوگوں کے عیوب بیان نہ کرے' اوروں کے عیوب چھپائے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب دنیا و آخرت میں چھپائے گا۔ دوسرے یہ کہ اگر خاموش رہے تو اس کے عیوب چھپے رہیں گے عیب و ہنر زبان سے ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ شعر

تا مرد سخن نگفتہ باشد　　　　عیب و ہنرش نہفتہ باشد!

۳؎ یعنی اس پر غضب نہ فرمائے گا۔ جیسا عمل ویسا بدلہ۔

۴؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ جو اللہ کے لیے دوسرے مجرموں کے عذر قبول کرکے انہیں معاف کر دیگا' رب تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا' اس کو معافی دے گا۔ دوسرے یہ کہ بڑے سے بڑا مجرم اگر توبہ کرے تو بخش دیا جائے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِکَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَی اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِکَاتُ فَهَوًی مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّهُنَّ رَوَی الْبَیْهَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْخَمْسَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں[1] اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی۔ لیکن نجات دینے والی تو وہ اللہ سے ڈرنا ہے خفیہ اور علانیہ[2] اور سچی بات کہنا ہے خوشی اور ناخوشی میں، اور درمیانی چال ہے امیری اور فقیری میں[3] لیکن ہلاک کرنے والی چیزیں تو وہ نفسانی خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے[4] اور بخل ہے جس کی اطاعت ہو[5] اور انسان کا اپنے کو اچھا جاننا[6] یہ ان سب میں سخت تر ہے[7] ان پانچوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

[1] یعنی نجات، چھٹکارا اور سبب تین چیزیں ہیں۔ [2] یعنی لوگوں کے سامنے اور خلوت، ہر حالت میں نیک کام کرے۔ اور اللہ سے ڈرے، اللہ کا ڈر تمام نیکیوں کی جڑ ہے، اللہ نصیب کرے۔ [3] یعنی ہر حالت میں سچ بولے، غصہ اور خوشی اسے حق گوئی سے باز نہ رکھے، اور اپنا خرچ درمیانہ رکھے، نہ بخل کرے نہ فضول خرچی، کمانا ایک کمال ہے اور صحیح خرچ کرنا دوسرا کمال، درمیانی چال ہمیشہ ہی مفید ہے۔ [4] کہ جو دل چاہے وہ کرے، جائز اور ناجائز کا خیال نہ کرے، اس کی باگ ڈور نفس امارہ کے ہاتھ میں ہو، ظاہر ہے کہ ایسا شخص ہلاک ہی ہو گا۔ [5] پرایا مال ناحق کھانا اپنے ذمہ جو حقوق ہوں وہ ادا نہ کرنا، گناہ میں مشغول رہنا یہ سب بخل کی اطاعت ہی سے ہوتا ہے، بخل کا نتیجہ حرص ہے۔ (مرقات)

[6] یعنی کسی کی بات نہ ماننا، خواہ کتنی اچھی ہو، اپنی بات ہی منوانا، خواہ کتنی ہی بُری ہو، اپنے کو کامل سمجھنا، دوسروں کو ناقص جاننا، یہ بھی تکبر کی ایک قسم ہے۔

[7] کیونکہ ہر عیب سے پاک ہونا، ہر خوبی سے موصوف ہونا، اللہ تعالٰی کی صفت ہے۔ جو اپنے کو ایسا سمجھے، وہ اپنے کو خدا کا ہمسر سمجھتا ہے۔ ہم سب عیب دار ہیں، بے عیب ذات اللہ تعالٰی کی ہے، یا اس کی جسے بے عیب بنائے، جیسے فرشتے یا حضرات انبیاء علیہم السلام، یا بعض اولیائے کرام۔

بَابُ الظُّلْمِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَیُمْلِیْ لِلظَّالِمِ حَتّٰی اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ یُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ

ظلم کا بیان [1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں تاریکیاں ہوگا [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے حتی کہ جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں [3] پھر یہ آیت تلاوت کی، آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے حالانکہ وہ

[1] ظلم کے لغوی معنی ہیں، اندھیرا تاریکی، اس سے ظلمت اور ظلمات۔ اصطلاح میں ظلم کے تین معنی ہیں۔ کسی کا حق مارنا، کسی کو غیر محل میں خرچ کرنا، کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، کہ ہم کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتے۔ یہاں ظلم سے مراد ہے بے قصور کو سزا دینا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی ساری دنیا کو دوزخ میں ڈال دے تو وہ ظالم نہیں۔ یہاں ظلم کے پہلے دو معنی میں سے کوئی معنی مراد ہیں۔ عارفین فرماتے ہیں، اللہ تعالٰی نے ہم کو دل بخشا ہے اپنا ذکر اپنی محبت کے لیے، جو کوئی اپنا دل اس کے علاوہ کسی کام میں صرف کرے، وہ اپنے پر ظلم کرتا ہے، ایک صوفی فرماتے ہیں ؎

علیك بها عمرًا وان شئت فتهها ٭ فعدلك عن ظلم الحبیب هو الظلم

ظلم کی بہت سی قسمیں ہیں، یہاں ہر قسم کا ظلم مراد ہے [2] یعنی ظلم خواہ کسی قسم کا ہو قیامت میں اندھیروں کا باعث بنے گا۔ لہذا انصاف و عدل قیامت میں ان شاء اللہ تعالٰی نور کا سبب بنے گا۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ بوؤ گے وہی کاٹو گے یہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے، کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ کفر و شرک بھی ظلم ہے، گناہ و بدکاری بھی ظلم۔ کسی کو ستانا بھی ظلم۔ ان کے درجے مختلف ہیں۔ بدترین ظلم کفر و شرک ہے اس کے بعد دوسروں کا حق مارنا۔ اس کے علاوہ حقوق اللہ میں کوتاہی کرنا۔ جیسا ظلم ویسی قیامت میں تاریکی۔ ظلمات بعضها فوق بعض اللہ تعالٰی ظلم سے بچائے [3] یہاں ظالم میں تین احتمال ہیں، یا اس سے مراد لوگوں کے حقوق مارنے والا ہے، یا مراد مطلقاً گنہگار یا کافر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ وہ بندہ خوش نصیب ہے جو پہلے گناہ پر ہی پکڑ لیا جائے وہ بہت ہی بدنصیب ہے جس کو گناہ پر نعمتیں ملتی رہیں۔ گناہوں پر جلدی پکڑ نہ ہونا رب تعالٰی کا غضب ہے کہ انسان اس سے دھوکہ کھا جاتا ہے ؎

تو مشو مغرور بر حلم خدا ٭ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

ظَالِمَةٌ الْاٰیَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاکِنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مَا اَصَابَهُمْ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَ اَسْرَعَ السَّیْرَ حَتّٰی اجْتَازَ الْوَادِیَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

بستیاں ظالم ہوں [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر میں گزرے [۲] تو فرمایا ظالموں کے گھروں میں نہ داخل ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا مگر اس طرح جاؤ کہ تم اس خوف سے روتے ہو کہ تم کو بھی وہ عذاب پہونچے [۳] جو انہیں پہنچا۔ پھر اپنا سر جھکا لیا، اور رفتار تیز فرمائی، حتی کہ اس علاقہ کو طے کرلیا [۴] (مسلم بخاری)

[۱] اس آیت کریمہ میں بستیوں سے مراد اُن کفار کی بستیاں ہیں، جن پر عذاب الٰہی آیا، کہ وہاں کے باشندوں کو اولاً بہت ڈھیل دی گئی، پھر ہلاک کردیئے گئے [۲] حجر وہ جگہ ہے جہاں صالح علیہ السلام کی قوم یعنی قوم ثمود آباد تھی، یہ جگہ تبوک جاتے ہوئے راستہ میں پڑی۔ اور یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے، وہاں عذاب الٰہی آیا تھا اب اُس کے کھنڈرات موجود تھے

[۳] معلوم ہوا کہ جہاں عذاب الٰہی آچکا ہو، وہاں جانا نہ چاہیئے کہ وہاں اللہ کی لعنت برس رہی ہے، کہ تم بھی اس کی گرفت نہ ہو جاؤ۔ اس سے پتہ چلا کہ جہاں اللہ کی رحمتیں آچکی ہوں وہاں ضرور جانا چاہیئے، کہ وہاں اب بھی نزول انوار ہے، تم بھی اس میں سے کچھ پالو گے، مثلاً صفا، مروہ پہاڑیاں، منیٰ، مزدلفہ، عرفات یوں ہی حضرات اولیاء اللہ کے آستانے تاقیامت انوار الٰہی کے مقامات ہیں۔

[۴] قوم ثمود کے کنویں کا پانی پینے سے بھی حضور نے منع فرما دیا۔ بلکہ جن لوگوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا، اُن کا گوندھا ہوا آٹا بھی پھنکوا دیا، اس سے پتہ لگا کہ مکین کا اثر مکان میں ہوتا ہے۔ یوں ہی بندوں کا اثر زمانہ میں ہوجاتا ہے جس جگہ یا جس وقت اللہ کے مقبول بندے نے عبادت کی ہو، وہ جگہ اور وہ وقت مقبولیت کے ہوجاتے ہیں۔ سرکار دو عالم فرماتے ہیں کہ شہر میں بہترین جگہ مسجدیں ہیں، اور بدترین جگہ بازار ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا، کہ اچھے بُرے لوگوں کی صحبت میں تاثیر ہے۔ (مرقات)

مصر میں فرعون پر عذاب نہ آیا، لہٰذا وہاں رہنا ممنوع نہیں۔ طوفان نوح کفار کے لیئے عذاب تھا، مگر مومنوں کیلئے رحمت، لہٰذا اس کا حکم کچھ اور ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَكُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَیِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَیْهِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

روایت ہے ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کا اپنے بھائی مسلمان پر کوئی ظلم ہو اس کی آبرو کا یا کسی اور چیز کا ۱ وہ اس سے آج ہی معافی لے لے ۲ اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار ہو نہ درہم ۳ اگر اس ظالم کے پاس نیک عمل ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے چھین لیے جائیں گے ۴ اگر اس کے نیکیاں نہ ہوں گی ۵ تو اس مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، ۶ (بخاری)

۱ یعنی جس نے اپنے بھائی مسلمان کی ناحق بے آبروئی کی ہو یا اس کا مال مارا ہو یا ناحق دبایا ہو یا کسی اور طرح کا اس پر ظلم کیا ہو۔ ۲ یعنی اپنی اور اس کی موت سے پہلے اس سے معافی لے لے، آج سے مراد دنیا کے دن ہیں، معافی مانگنے کی چند صورتیں ہیں (۱) قرض ہو تو ادا کردے، (۲) اسے مارا پیٹا ہو تو قصاص دے دے، (۳) ان تمام سے معافی مانگ لے، اور وہ خوشی سے معاف کردے۔ (۳) اگر قرض خواہ مرگیا ہو تو اس کے وارثوں کو قرض ادا کردے، (۴) اور اگر وارث معلوم نہ ہوں تو اس کے نام پر خیرات کردے، (۵) مرحوم کے لیے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا رہے، اسے ثواب ایصال کرتا رہے۔ مگر اس آخری صورت میں معافی کی امید ہے یقین نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ خود اس سے معافی مانگے، بلکہ یہ کوشش کرے کہ کسی کا حق نہ مارے ۳ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو روپیہ پیسہ خرچ کرکے معافی ہوسکتی ہے مگر قیامت میں یہ صورت ناممکن ہے، وہاں نہ تو کسی کے پاس مال ہوگا، اور نہ مال کے ذریعہ معافیاں حاصل ہوں گی۔ ۴ اور مظلوم کے نامۂ اعمال میں لکھ دیئے جائیں گے جیسے ظالم کے صدقات، خیرات وغیرہ شامل ہیں، کہ تین پیسہ قرض کے عوض مقروض کی سات سو نمازیں قرض خواہ کو دلوا دی جائیں گی۔ نمازیں بھی وہ جو باجماعت ادا کی ہوں۔ اگر قرض خواہ کا قرض ہے تو اس کا عذاب ہلکا کردیا جائے گا، یا اس کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے، ۵ یا اس طرح کہ ظالم کے پاس نیکیاں ہوں ہی نہیں، یا اس طرح کہ تھیں تو سہی، مگر حقوق والے لے گئے، اس کے پاس سے ختم ہوگئیں۔ مگر حقوق باقی رہے ۶ یا تو اس طرح کہ مظلوم کے گناہ جسمانی شکل میں ہوں، اور ظالم پر لاد دیئے جاویں، یا ان گناہوں کے عوض ظالم کو سزا دے دی جائے اور مظلوم کو نجات۔ خیال رہے کہ کوئی شخص

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاْتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا

روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس و کنگال کون ہے؟ [1] صحابہ نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان [2] تو فرمایا میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزے زکوٰۃ لیکر آیا [3] اور یوں آئے کہ اسے گالی دی، اسے تہمت لگائی، اس کا مال کھایا اس کا خون بہایا اسے مارا [4]

(بقیہ از صفحہ سابقہ) قیامت میں کسی کا گناہ خود خوشی سے نہ اُٹھائے گا، لیکن اگر رب تعالیٰ کی طرف سے جبراً ڈال دیا جائے تو انکار بھی نہ کرسکے گا۔ اس حدیث کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے، وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ، حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل التوجیہ کی ضرورت نہیں، اور اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى، اور نہ اس کے خلاف ہے وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ شَیْءٍ۔ نہ اس کے خلاف ہے لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ نہ اس کے خلاف ہے، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ کہ ان آیات میں بخوشی دوسرے کے گناہ اٹھانے کی نفی ہے اور نہ اس حدیث میں جبراً ڈال دیئے جانے کا ثبوت ہے۔

[1] یہاں مفلس سے مراد کامل پورا پورا غریب ہے۔ یا وہ جو بظاہر غنی معلوم ہوتا ہو، مگر حقیقتاً مفلس ہو۔ [2] یعنی ہم لوگ اپنے محاورہ و اصطلاح میں مفلس اُسے کہتے ہیں، جس کے پاس مال نہ ہو، بہرحال حضورؐ کا سوال حقیقت پر مبنی ہے، صحابہ کرام کا جواب عرف پر ہے۔ [3] یعنی نیک اعمال سے بھر پور آئے، مالی، بدنی، ہر طرح کی نیکیاں اُس کے پاس ہوں۔ خیال رہے کہ دُنیا کی تونگری مال سے ہے، آخرت کی تونگری اعمال سے، مرقات نے فرمایا کہ یہاں اعمال سے مراد مقبول نیکیاں ہیں جو شرعاً درست ہوں، اور عنداللہ قبول ہوں۔

[4] خیال رہے کہ تقویٰ کے دو بازو ہیں۔ ایک بلکہ پہلا بازو ہے، بُری چیزوں خصوصاً لوگوں کی حق تلفی سے بچنا دوسرا بازو نیک اعمال کرنا یہ نفی ہے اور اثبات کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوا کہ گنہگار بھی حضور کا امتی ہے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امتی فرمایا۔ دوسرے یہ کہ گنہگاروں کی نیکیاں بھی قبول ہوسکتی ہیں، ہاں نیکیوں کا بقاء اس سے ہے کہ اس نے کسی کے حق نہ مارے ہوں۔

فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَھْلِھَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس مظلوم کو دیدی جاویں، اور کچھ اس مظلوم کو [1] پھر اگر اسکے ذمہ حقوق کی ادائگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوجاویں [2] تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جاویں [3] پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے [4] (مسلم) روایت ہے انہیں سے۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ حقوق حقداروں کے سپرد کروگے قیامت میں [5]

[1] اس طرح کہ اس ظالم کی کچھ نیکیاں قرض خواہ لے لیں، کچھ دوسرے مظلوم لوگ، یہ لائے سب کچھ مگر بچے کچھ نہیں۔

[2] تفسیر روح البیان نے ایک جگہ فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنے فضل و کرم سے نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے کہ ایک کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک، بعض کا اس سے بھی زیادہ، یہ چھین لیا جانا اس زیادتی میں ہوگا۔ اصل ایک نیکی بھی نہ چھنے گی، نہ ہی روضہ قرضدار کو نہ دیا جائے گا، کہ فرمایا جائے گا الصوم لی وانا اجزی بہ۔ روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا عوض ہوں۔

[3] اس سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد میں شفاعت نہ ہوگی جبتک کہ صاحب حق معاف نہ کردے۔ (مرقات)

[4] بقیہ قرضوں کے عوض۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرض بلکہ سارے حقوق العباد کی نہ معافی ہے نہ شفاعت، بغیر صاحب حق کے معاف کیے معاف نہیں ہوتے، (مرقات) حدیث کا مقصد یہ ہے کہ روپیہ پیسہ کی مفلسی عارضی ہے جو موت آنے پر بلکہ کبھی زندگی میں ہی دولت مل جانے پر ختم ہوجاتی ہے۔ یہ مفلس وہ ہے جو مرنے پر بھی ختم نہیں ہوتی۔ ابھی عرض کیا گیا کہ اصلی نیکی اہل حقوق کو نہ دی جاوے گی، بلکہ وہ زیادتیاں جو رب کے فضل سے ملی ہیں۔ روزہ کی اصل کسی کو نہ دی جاوے نہ زیادتی لیل حقوق کے گناہ ظالم پر ڈالنا عین عدل ہے، دنیا میں مقروض کا مکان، سامان اہل حقوق کو دے دیئے جاتے ہیں، وہاں اگر ایسا ہو تو مضائقہ نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں سیئات سے مراد برے عقائد نہیں بلکہ برے اعمال ہیں وہ بھی صغیرہ۔ لہذا اگر کسی مسلمان پر کافر کا قرض رہ گیا تو اس کا کفر یا زنا، چوری وغیرہ اس پر نہ ڈالی جاوے گی۔

[5] یعنی اگر دنیا میں تم نے لوگوں کے حقوق ادا نہ کیے تو لامحالہ قیامت میں ادا کروگے، دنیا میں مال سے وہاں اعمال سے بہتر ہے کہ یہاں ہی ادا کردو، ورنہ پچھتاؤ گے۔

حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اِتَّقُوا الظُّلْمَ فِيْ بَابِ الْاِنْفَاقِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ

حتی کہ منڈی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جاوے گا۱؎ (مسلم) حضرت جابر کی حدیث اتقوا الظلم باب الانفاق میں ذکر کی جاچکی ہے۲؎ دوسری فصل، روایت ہے حضرت حذیفہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ تابع (نقال) نہ بنو۳؎ کہ کہو اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے، اور اگر لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے۴؎

۱؎ یعنی اگر دنیا میں سینگ والی بکری نے منڈی یعنی بے سینگ والی بکری کو سینگ گھونپا، تو قیامت میں اس کے سینگ منڈی بکری کو دے دیئے جائیں گے، اور وہ اس کے عوض میں سینگ گھونپے گی، یہ عوض تکلیف کا نہیں، کیونکہ جانور شرعی احکام کے مکلف نہیں، بلکہ عوض مقابلہ کا ہے، بہرحال حقوق العباد میں نبی کی شفاعت نہیں۔ حقوق العباد کی معافی رب کی طرف سے نہیں حقوق العباد جانوروں کو بھی ادا کرنے ہوں گے۔ آج لوگوں نے یہ بڑی آسان سمجھ رکھے ہیں۔ ۲؎ یعنی مصابیح میں یہ حدیث مکرر تھی، کتاب الزکوۃ باب الانفاق میں بھی، اور یہاں بھی ہم نے صرف وہاں ایک جگہ بیان کی یہاں بیان نہیں کی ہے ۳؎ امعہ الف کے کسرہ میم کے شد سے ہے، امعہ وہ شخص ہے جس کی خود اپنی رائے کچھ نہ ہو، جو دوسروں کو کرتے دیکھے خود بھی کرنے لگے یعنی دوسروں کا مقلد، ۃ مبالغہ کی ہے، تانیث کی نہیں، اسی لیے امعہ عورت پر نہیں بولا جاتا، مرد کو کہا جاتا ہے، (اشعۃ اللمعات) ۴؎ یہ فرمان عالی لفظ امعہ کی شرح ہے، خیال رہے کہ ظلم کی سزا ظالم کو دینا ظلم نہیں یہ تو اچھا ہے۔ ان ظلم کے عوض ظلم پر ظلم کرنا برا ہے۔ مثلاً چور کے گھر سے اس کا مال چرا لینا، جو زید کی بیوی سے زنا کرے تو زید اس زانی کی بیوی سے زنا کرے یہ حرام ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنا زانی کو سنگسار کرنا یہ ہے۔ ظلم کی سزا تو ہے اچھی چیز لہٰذا حدیث واضح ہے ۵؎ ظالم کو سزا اور ظالم پر ظلم کرنے کا فرق ابھی عرض کیا گیا یہاں اتنا اور سمجھو کہ ظالم کو قانون سے زیادہ سزا دینا بھی ظلم ہے۔ اور یہ بھی حرام ہے اگر چور کے بجائے ایک ہاتھ کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جاویں یا اسے قتل کر دیا جاوے تو یہ ظلم ہے۔ ظالم پر بھی ظلم کرنا حرام ہے۔ اس کی بھی پکڑ ہے۔

وَطِّنُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنْ مُعٰوِيَةَ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰی عَائِشَةَ اَنْ اُكْتُبِیْ اِلَیَّ كِتَابًا تُوْصِيْنِیْ فِيْهِ وَلَا تُكْثِرِیْ فَكَتَبَتْ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ

لیکن اپنے نفس کو قرار دو کہ لوگ بھلائی کریں تو تم بھی بھلائی کرو، اور اگر لوگ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو (ترمذی) روایت ہے حضرت معاویہ سے[1] کہ انہوں نے حضرت عائشہ کو لکھا کہ آپ مجھے خط لکھیں جس میں مجھے وصیت کریں اور زیادہ نہ کریں[2] آپ نے انہیں لکھا کہ تم پر سلام ہو، بعد اس کے کہتی ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ تعالٰی کی خوشنودی لوگوں کی ناراضی سے تلاش کرے گا اللہ اُسے لوگوں کی مصیبت سے بچائے گا[3] اور جو کوئی خوشنودی اللہ کی ناراضی سے تلاش کرے گا[4] تو اللہ لوگوں کے حوالے کر دے گا[5]

[1] معاویہ سے مراد حضرت امیر معاویہ ابن سفیان ہیں، رضی اللہ عنہما۔ آپ خود اور آپکے والد دونوں مشہور صحابی ہیں۔ شاید آپ نے یہ خط اپنی حکومت کے زمانہ میں اپنے دار الخلافہ دمشق سے ام المؤمنین کی خدمت میں لکھا۔ [2] یعنی جامع نصیحت فرما دیں کیونکہ آپ اہل بیت نبوت سے ہیں، کلمات جامعہ آپکے ہاں کی خصوصیت ہے مجھے بھی اس سے حصہ دیں۔ [3] یعنی جو مسلمان اللہ کی رضا کیلئے لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرے، تو اگرچہ لوگ اُس سے ناراض ہو جاویں، مگر انشاء اللہ اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ تعالٰی اُسے لوگوں کے شر سے بچائے گا، یہ عمل بہت ہی مجرب ہے جس کا اب بھی تجربہ ہو رہا ہے۔ [4] یعنی ایک کام سے لوگ تو خوش ہوتے ہوں، مگر وہ شرعًا حرام ہو، یہ شخص لوگوں کی خوشنودی کے لئے وہ کام کرے، اللہ تعالٰی کی ناراضی کی پرواہ نہ کرے وہ انہیں لوگوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو گا جن کی خوشنودی کے لئے اُس نے یہ حرکت کی۔ [5] پھر وہی لوگ اُس خوشامدی آدمی کو ہلاک یا ذلیل و خوار کر دیں گے جنہیں خوش کرنے کو اُس نے اپنے رب کو ناراض کر لیا۔ لہٰذا سب کو راضی کرنے کے لئے رب کو ناراض نہ کرو کسی کی خوشنودی کے لیے گناہ یا کفر یا شرک نہ کرو۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ - اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ - عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ ذَاكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ

سلام علیکم ۱ (ترمذی)، تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے' فرماتے ہیں جب آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ ایمان لائے' اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ۲ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر گراں گزری ۳ انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ! ہم میں سے کون ہے کہ جس نے اپنے پر ظلم نہ کیا ہو ۴ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مراد نہیں' ظلم تو شرک ہے ۵ کیا تم نے لقمان کا فرمان اپنے فرزند سے نہ سنا؟

۱ اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ خط کے اوّل و آخر میں سلام لکھا جاوے' درمیان میں مضمون کہ جناب ام المؤمنین نے یہاں ایسا ہی کیا' ۲ مشرکین عرب اپنا خالق' رازق' رب تعالیٰ کو جانتے مانتے تھے' مگر پرستش بتوں کی بھی کرتے تھے اور حج وغیرہ کے تلبیہ میں کہتے تھے' لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا وَاحِدًا۔ یہ آیت کریمہ اُن کی تردید کے لئے نازل ہوئی' یہاں ظلم سے مراد شرک ہے' ۳ اس لیئے کہ وہ حضرات سمجھے کہ یہاں ظلم سے مراد گناہ ہے' اور آیۃ کریمہ کے معنی یہ ہیں' کہ امن و ہدایت اُسے ملے گی' جو ایمان لا کر کبھی گناہ نہ کرے' تو سمجھے کہ ایسا شخص دنیا میں کون ہوگا جو کبھی گناہ نہ کرے۔ قرآن مجید میں شرک و کفر کو ظلم کہا گیا ہے' گناہ کبیرہ کو بھی' گناہ صغیرہ کو بھی' اور بھول و خطا کو بھی' جیسے حضرت یونس علیہ السلام کا عرض کرنا اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ ۴ یعنی ہم مسلمانوں میں گناہ سے کوئی نہ بچا ہوگا' خیال یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام معصوم نہیں' مگر عادل ہیں کہ اُن سے بعض حضرات گناہ نہیں کرتے' اور بعض سے گناہ ہو جاتا ہے' مگر اُس پر قائم نہیں رہتے۔

۵ مطلب یہ ہے کہ بظلم کی تنوین تعظیمی ہے' اور معنے یہ ہیں کہ بڑے گناہ یعنی شرک سے اپنا ایمان مخلوط نہ کریں' خیال رہے کہ یہاں شرک سے مراد کفر ہے' کفر عام ہے' اور شرک خاص' بلکہ قرآن و حدیث میں اکثر شرک سے مراد کفر ہوتا ہے۔ چونکہ عرب میں شرک ہی مروّج تھا' اس لئے آیات و حدیث میں اکثر شرک فرمایا جاتا ہے۔

يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ اٰخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّوَاوِينُ ثَلٰثَةٌ

کہ اے میرے بچے شریک نہ ٹھہرا بے شک شرک بڑا ظلم ہے[۱] اور ایک روایت میں ہے کہ جو تم سمجھتے ہو وہ مراد نہیں، یہ تو ایسا ہے جیسا لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا[۲] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں میں بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر دے[۳] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دفتر تین قسم کے ہیں[۴]

[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن مجید سے فرمادی۔ قرآن کریم ایک جگہ مشرکین عرب کا حال یوں بیان فرماتا ہے، وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ خیال رہے کہ ان جیسی آیات میں ایمان سے مراد لغوی ایمان ہے یعنی ماننا، شرعی ایمان مراد نہیں، لہذا حدیث شریف یا ان آیات پر اعتراض نہیں کہ شرک و ایمان تو ضدیں ہیں، پھر جمع کیسے ہوگئے۔ کفار عرب مشرک ہو کر مومن باللہ کیسے بن گئے، یہ حدیث بالکل صاف ہے[۲] خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کو شفیع، یا حاجت روا، یا مشکل کشا ماننا، بوقت ضرورت انہیں مدد کے لیے پکارنا شرک نہیں یہ چیزیں تو قرآنی آیات و احادیث صحیحہ اور عمل صحابہ سے ثابت ہیں، بلکہ کسی بندے کو خدا کے برابر یا خدا کو بندہ کے برابر ماننا بھی شرک ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے، ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ اور فرماتا ہے إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اس کی نفیس تحقیق ہمارے رسالہ اسلام کی چار اصطلاحوں میں مطالعہ فرماؤ۔ [۳] یہ اس طرح کہ دوسرے کو ناجائز طریقہ سے دنیا کما دے، دنیا اس کی بڑھائے، آخرت اپنی برباد کرے، جیسا کہ ظالم حکام رعایا پر ظلم کرکے ناجائز ذریعوں سے بادشاہ کے خزانے بھرتے ہیں۔ یا اس طرح کہ کسی دنیا دار کی ناجائز تعظیم و توقیر کرکے خود گنہگار ہوا کرے، جیسا کہ خوشامدی لوگوں کا طریقہ ہے۔ [۴] یعنی بندوں کے گناہوں کے دفتر، ان کے نامہ اعمال تین طرح کے ہیں، دیوان کا ترجمہ ہے رسالہ جس کے جمع کرنے سے کتاب بن جائے اس کی جمع ہے دواوین۔

دِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَذَاكَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَآءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک وہ دفتر جسے اللہ نہ بخشے گا، وہ اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے[1] اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اللہ نہ بخشیگا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جاوے[2] اور ایک وہ دفتر ہے جسے اللہ چھوڑیگا نہیں[3] وہ بندوں کے آپس کے ظلم ہیں، حتی کہ بدلہ لیگا ان کے بعض کا بعض سے[4] اور ایک دفتر وہ ہے جسکی اللہ تعالٰی پرواہ نہیں کرتا وہ بندوں کا اپنے اور اللہ کے درمیان حق تلفی ہے[5] تو یہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے اسے سزا دے اور اگر چاہے تو اس سے درگزر فرمادے[6] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] یہاں بھی شرک سے مراد کفر ہے، یعنی جو بندہ کفر کرکے بغیر توبہ مرجائے، وہ بخشا نہ جاویگا، آخرت کی بخشش مراد ہے، دنیا میں توبہ کرنے سے شرک و کفر وغیرہ سب معاف ہوجاتے ہیں۔ حضور انور نے تمام مشرکوں کو ہی کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا تھا۔
[2] اس طرح کفر بھی نہ بخشا جاوے گا، ہوسکتا ہے کہ یہاں شرک سے مراد کفر ہو۔ خیال رہے کہ کفار کے دوسرے گناہ معاف بھی ہو سکتے ہیں، اور ان کا عذاب ہلکا بھی ہوسکتا ہے، جیسے حاتم طائی سخاوت کی وجہ سے، نوشیرواں انصاف کی وجہ سے، ابوطالب حضور کی خدمت کی وجہ سے ہلکے عذاب میں ہیں، حتی کہ ابولہب کو دوشنبہ کے دن عذاب ہلکا کیا جاتا ہے اور اسے انگلی سے پانی ملتا جیسا کہ احادیث میں ہے، مگر شرک و کفر کی بخشش یا کافر کا جنت میں داخلہ ناممکن ہے۔ [3] ان کا حساب مطالبہ ضرور کرے گا نہ بخشنے اور نہ چھوڑنے میں فرق ہے۔ [4] بندوں پر ظلم، خواہ جانی ہو، خواہ مالی، خواہ عزت و آبرو کے بہرحال حساب ضرور ہوگا اس کے قصاص جاری ہونا رب تعالٰی کا عدل ہے، مظلوموں سے ظالم کو معافی دلوادینا اس کا فضل حقوق العباد کے لئے نہ شفاعت چاہئے نہ رب تعالٰی کی معافی۔ [5] یعنی عبادات میں کوتاہی کرنا، اس کا حساب ہو یا نہ ہو، پکڑ ہو یا نہ ہو یہ رب تعالٰی کے عدل و فضل پر موقوف ہے، وہ بے پرواہ بادشاہ ہے۔ [6] خواہ بقدر گناہ سزا دے یا اس سے کم اور درگزر کی کئی صورتیں ہیں یا حساب لے کر معاف فرمادے یا حساب بھی نہ لے، اگر دریائے رحمت جوش میں آجائے تو گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادے فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔ شعر:۔

گنہگار پہ جب لطف آپ کا ہوگا
کیا بغیر کیا ہے کیا کیا ہوگا

اِيَّاكَ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا يَسْاَلُ اللّٰهَ حَقَّهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ

کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۱ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے، اور اللہ کسی حق والے کا حق اُس سے نہیں روکتا،۲ روایت ہے اوس بن شرحبیل سے۳ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو کوئی ظالم کے ساتھ اُسے قوت دینے کو چلے۴ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۵

۱ مظلوم کافر ہو یا مسلمان۔ فاسق ہو یا پرہیزگار، بددُعا خواہ زبان سے ہو یا دل سے، خواہ آنکھوں کے آنسوؤں سے ہو، صبر کا گھونٹ پی جانے سے ان سب ہی سے بچو، ۲ یعنی مظلوم جو رب سے فریاد کرتا ہے تو اپنا حق مانگتا ہے، رب تعالٰی کے ہاں ظلم نہیں، وہ عادل بادشاہ ہے، ہر حق والے کو اُس کا حق دلواتا ہے خواہ جلدی یا دیر سے، دُوسرے کا حق سخت بُری ہے کہ اگر نگل لی جائے تو پیٹ پھاڑ ڈالتی ہے، شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ شعر:

مخور بُردن استخوان درشت
کہ شکم بدرد چوں بگیرد اندر ناف

بہت دفعہ ہماری دُعائیں یا بزرگوں کی ہمارے لئے دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے لوگوں کے حق مارے یا دبائے ہوتے ہیں، اُن کی یہ دُعائیں پیچھے پڑی ہوتی ہیں، ۳ آپ صحابی ہیں، شام میں رہتے تھے، آپ کے حالات معلوم نہ ہوسکے۔ خیال رکھو کہ اور صحابی ہیں، اور حضرت شرحبیل بن اوس دُوسرے صحابی ہیں، جو حمص کے رہنے والے ہیں، یہ حدیث اوس بن شرحبیل سے مروی ہے، صحابی کے حالات معلوم نہ ہونا مضر نہیں، کہ سارے صحابہ عادل ہیں، ۴ چلنے سے مراد مطلقًا اس کی ظلم پر مدد دینا ہے، خواہ اس کے ساتھ چل کر ہو یا گھر میں بیٹھے بیٹھے، پھر خواہ زبان سے ہو یا قلم سے ظلم کی مدد بہرحال حرام ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے، وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ فی زمانہ ظالموں سے زیادہ ظالموں کے حمایتی لوگ ہیں۔ خصوصًا اُن ظالموں کے وکیل یا اُن کی ظالمانہ حرکتوں کے مقدمات کی پیروی کرنے والے اُن کی ضمانت دینے والے انہیں سزا سے چھڑانے کی کوشش کرنے والے سب ہی ظالم ہیں، ۵ یعنی یہ ظالموں کے حمایتی اسلام کے نور سے نکل گئے، یا اسلام کی حقیقت سے خارج ہوگئے کہ حقیقت اسلام یہ ہے کہ لوگ اُس کے شر سے سلامت رہیں، (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اِنَّ الظَّالِمَ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ فَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ بَلٰی وَاللّٰهِ حَتّٰی الْحُبَارٰی لَتَمُوْتُ وَکْدًا هُزْلًا لِظُلْمِ الظَّالِمِ رَوَی الْبَیْهَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْاَرْبَعَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ۔

روایت ہے حضرت ابو ھریرہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ ظالم صرف اپنی ذات ہی کو نقصان دیتا ہے لہ تو جناب ابوہریرہ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم ۲ہ حتی کہ بیٹریں اپنے گھونسلے میں دُبلی ہو کر مر جاتی ہیں ظالم کے ظلم کی وجہ سے ۳ہ ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا

لہ وہ شخص بُری نیت سے یہ کہہ رہا تھا۔ قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کر رہا تھا وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا مگر اس کی نیت یہ تھی کہ ظالموں کے حمایتیوں کی صفائی بیان کرے کہ وہ گنہگار نہیں ہوتے حالانکہ ظلم کی حمایت بھی ظلم ہے حضرت ابو ہریرہ نے اس کی نیت فاسد کو سمجھ لیا۔

۲ہ یعنی ظلم اپنی لپیٹ میں بہت کو لے لیتا ہے ظالم کے حمایتی ساتھ میں رگڑ جاتے ہیں کہ وہ بھی ظالم ہی ہوتے ہیں۔ پھر ظالم کی مدد کرنے والے مجرم ہیں۔

۳ہ یعنی جب ظلم بڑھ جاتے ہیں تو بارش بند ہو جاتی ہے جس سے چڑیاں حتی کہ بیٹریں بھی بھوک پیاسی مر جاتی ہیں بیٹریت دور جا کر دانہ پانی حاصل کر لیتی ہے بعض ایسی جگہ بیٹروں سے آشیانوں میں سبزی ملی ہے جو سبز جنگل سے تیس چالیس میل دور ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ قول درست ہے کہ ظالم اپنے نفس پر ہی ظلم کرتا ہے۔ وہاں اخروی ظلم مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ مظلوم پر ظلم نہیں کرتا اپنے پر کرتا ہے ؎

پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد   بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

فہرست مضامین مرآت شرح مشکوٰۃ ششم!!

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عقیقہ کا بیان	۲	بائیں ہاتھ سے کھانے پر وعید۔	۱۰
پہلی فصل	؍؍	کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم۔	؍؍
عقیقہ کی وجہ تسمیہ مہاجرین کا مدینہ میں سب سے پہلا بچہ۔	۳	اس کے فوائد چھری کاٹنے کا نقصان۔	۱۱
		تکیہ ٹیک لگا کر کھانا ممنوع ہے۔	۱۲
دوسری فصل	؍؍	سکہ کی روٹی۔	۱۳
لڑکے کی طرف سے دو بکرے لڑکی کی طرف سے ایک ہے۔	۴	کھانے میں عیب نہ نکالیں۔	؍؍
		مسلمان مومن اور کافر کے کھانے کا فرق	۱۴
بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہوتا ہے	۴	آنتیں سات ہوتی ہیں۔	۱۵
حضرات حسنین کریمین کے عقیقہ	۵	کافر مہمان کی بھی خاطر کرو۔	؍؍
بچہ نومولود کے کان میں اذان پڑھنا اور اس کے فوائد۔	؍؍	دو کا کھانا تین کو اور تین کا کھانا چار کو کافی ہوتا ہے۔	۱۶
تیسری فصل	؍؍	ایسا مفرح قلب ہے۔	۱۷
بچہ کے ساتھ قبل اسلام اور بعد اسلام کا فعل میں فرق۔	؍؍	حضور کا کدو کو پسند فرمانا۔	۱۸
		سرکہ بہت اچھا سالن ہے۔	۱۹
		کھمبی بڑی نعمت ہے۔	۲۰
کھانوں کا بیان	؍؍	ککڑی کا کھانا سنت ہے	؍؍
پہلی فصل	؍؍	بیٹھ کر کھانے کی تحقیق	۲۱
کھانے کی تعریف	۸	کھانے میں بے صبری منع ہے۔	۲۲
کھانے کے آداب	؍؍	ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہئے۔	؍؍
بسم اللہ پڑھ کر کھانے سے شیطان ساتھ نہیں کھاتا۔	؍؍	سات دانے عجوہ کے کھانے سے زہر اثر نہیں کرتا۔	۲۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بچا ہوا کھانا پڑوسیوں کو دینا سنت ہے۔	۲۳	تبرک میں سرکار نے پنیر استعمال فرمایا۔	۴۴
حضور نے لہسن تناول نہ فرمایا ناپسند فرمایا۔	۲۵	گھی، پنیر، وحشی گدھا حلال ہے۔	〃
بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ آئیں۔	〃	حلت وحرمت کا قاعدہ کلیہ گندم کی روٹی گھی دودھ میں	〃
کھانے کے بعد دعا مسنون ہے۔	۲۷	شکر کے سرکار کی فاتحہ خصوصی۔	۴۴
دوسری فصل	۲۸	اعلیٰ کھانوں کی خواہش کرنا جائز	۴۴
بوقت کھانا بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔	〃	عملی تبلیغ پہلے قولی بعد میں۔	۴۵
بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے میں شیطان شریک		تیسری فصل	۴۷
ہو جاتا ہے۔	۲۹	جب بزرگوں کے ساتھ کھانا کھاؤ تو پہل نہ کرو ان	
اگر پہلے بسم اللہ بھول گیا تو جب یاد آئے پڑھے	〃	کے شروع کرنے کا انتظار کرو۔	۴۹
شاکر صابر روزہ دار کی طرح ہے۔	۳۱	محفل میں کھانا کھانے کا طریقہ	〃
کھانے کے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت ہے۔	۳۲	نمک کھانے کا سردار ہے۔	۵۰
کھانے کے بعد پیشاب کرنے سے گردہ مثانہ کی بیماری		پھونک سے کھانا ٹھنڈا کرنے میں بے برکتی ہے	۵۱
نہیں ہوتی۔	۳۳	اپنے برتن کو چاٹنے میں نجات کا سبب ہے۔	۵۲
بڑے برتن میں اپنی طرف سے کھانا چاہئے۔	〃	دعوت کا بیان	〃
حضور کھانا کس طرح کھاتے تھے۔	۳۴	پہلی فصل	〃
ہڈی دانت سے نوچ کر کھانا سنت ہے۔	۳۵	مہمان کا احترام کیا جائے۔	〃
کھانے میں چھری کا استعمال ممنوع ہے۔	〃	پڑوسی کے حقوق گیارہ ہیں۔	〃
یہ طریقہ یہود و نصاریٰ کا ہے۔	〃	چپ رہنے کے فوائد۔	۵۳
کھرچنی کھانا سنت ہے۔	۳۶	مہمانی ایک دن رات دعوت تین دن ہے۔	〃
اپنا برتن خود صاف کرے برتن اس کے لئے دعائے		دوسری فصل	۵۴
مغفرت کرتا ہے۔	〃	حضور کی دعوتیں اور صحابہ کی وارفتگیاں	۵۵
روغن زیتون کھاؤ اور لگاؤ اس میں برکت ہے۔	۳۸	نذرانہ ونسنگر کا ثبوت	〃
زیتون ستر مرضوں کی دوا ہے تربوز کھجور ملا کر کھانے	۳۹	مل کر کھانے میں برکت ہے۔	۵۶
کے فائدے۔	۴۰	تیسری فصل	〃

مضمون	صفحہ
مہمان کا مانگ کر کھانا بھی جائز ہے	٦٦٣
کھانے میں ساتھیوں کا خیال رکھیئے	٦٦٥
بھوک ہو تو جھوٹ مت بولو بلکہ کھاؤ۔	٦٦٦
ساتھ مل کر کھانے میں برکت ہے۔	〃
اگر کھانے کو کچھ نہ ملے تو بقدر زیست مردار حرام کھانا جائز ہے۔	٦٦٩
پانیوں کا بیان	〃
پہلی فصل	〃
تین سانسوں میں پینا سنت ہے۔	〃
ایک سانس سے پینا طریقہ شیطان ہے۔	٦٧٠
ممانعت میں حکمتیں ہوتی ہیں۔	〃
تین پانیوں کے سوا تمام پانی بیٹھ کر پیئے جائیں۔	〃
بھول سے کھڑے ہو کر جو کھا پی لیا جائے اس کو قے کر دینا چاہیئے۔	٦٧١
سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا آگ کھانے کے برابر ہے۔	٦٧٢
ریشم سونا چاندی دنیا میں کفار کے لئے آخرت میں مسلمان کے لئے۔	٦٧٣
دوسری فصل	٦٧٤
برتن میں سانس اور پھونکا نہ جائے۔	٦٧٧
برتن کا کنارہ برکت حاصل کرنے کے لئے رکھ لیا۔	٦٧٨
دودھ کی خوراک اور پانی دونوں کافی ہیں	٦٧٩
تیسری فصل	٦٨٠
ایک چیز باہر سے لا کر رکھنا جائز ہے۔	〃

مضمون	صفحہ
شربتوں کا بیان	٨٨٠
پہلی فصل	٨٨١
نبیذ کی وجہ تسمیہ استعمال نبیذ	٨٨٢
شراب بری چیز کسی کو نہ کھلائی جائے۔	〃
شراب کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت۔	٨٨٣
ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔	〃
دوسری فصل	٨٨٤
نام بدلنے سے حکم نہیں بدلتا	〃
تیسری فصل	〃
برتن ڈھکنے کا بیان۔	٨٨٥
بوقت شام بچوں کو گھر میں رکھو دروازے بند کر دو۔	〃
مشک باندھ کر برتن ڈھک کر رکھو۔	〃
برتن ڈھک دو مشک باندھ دو اور دروازے بند کر دو بوقت شام	٨٨٦
چراغ رات کو بجھا کر رکھو چوہا آگ نہ لگا دے۔	٨٨٧
سوتے کے وقت آگ اور جلتا چراغ نہ چھوڑو	٨٨٨
دوسری فصل	٨٨٩
کتوں کے رونے اور گدھوں کے بولتے وقت اللہ سے پناہ مانگو۔	〃
بھرے برتن ڈھک دو اور خالی برتن الٹ دو	٨٩٠
لباس کا بیان	٨٩١
پہلی فصل	〃
سرکار کا وصال کمبل اور موٹے تہبند میں ہوا تھا	〃

مضمون	صفحہ
مائی صاحبہ ان کی زیارت کرایا کرتی تھیں۔	۹۲
آپ کا بستر چمڑے کا کھجور کے پتّے بھرے ہوئے تھے۔	″
بوقت ہجرت آپ کا لباس۔	″
گھر میں سامان بقدر ضرورت ہونا چاہئے۔	۹۳
مرد کا تہبند اور پاجامہ ٹخنوں سے اونچا ہونا چاہیئے۔	۹۴
جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں محروم ہوگا۔	۹۵
سرکار کا ایک جبہ جس پر ریشم کی گوٹ تھی جس کی زیارت کرائی جاتی تھی۔	۹۶
سرکار کا جبہ دھو کر بیماروں کو پلاتے تھے۔	۹۷
سرکار نے عبدالرحمٰن زبیر کے لئے ریشم حلال فرما دیا۔	″
سرخ لباس مرد کو پہننا نہ چاہیئے۔	۹۹
مرد کو کون سا رنگ استعمال کرنا چاہیئے۔	″
دوسری فصل	″
پہننے میں ابتداء داہنی طرف سے فرماتے۔	۱۰۰
بہت زیادہ نیچا کپڑا پہننا ممنوع ہے۔	۱۰۲
اصحاب کی ٹوپیوں کی تفصیل	۱۰۳
کفن کس رنگ کا ہونا چاہیئے۔	۱۰۴
عمامہ باندھنا سنت ہے۔	۱۰۶
عمامہ باندھنے کا طریقہ اور مقدار	″
عمامہ ٹوپی پر باندھنا چاہیئے۔	″
جب سرکار کپڑا پہنتے تو اس کے شر سے پناہ مانگتے اور خیر کے خواہاں ہوتے اور شکر فرماتے۔	۱۰۷
مائی عائشہ کو چند ہدایات	۱۰۸

مضمون	صفحہ
پیوند لگانا سنت ہے۔	۱۰۸
لباس شہرت وذلت کا باعث ہے۔	۱۰۹
اسی قوم کے ساتھ حشر ہوگا جس کی مشابہت کی جائے گی۔	″
باوجود قدرت کے معمولی لباس کا استعمال افضل ہے	۱۱۰
قیمتی سادہ لباس برائے ترک جائز ہے۔	۱۱۱
چند کپڑے پہننے سے سرکار کا انکار	۱۱۳
دس چیزوں کی ممانعت۔	″
انگوٹھی کے احکام	۱۱۴
سر کے بال کی لمبائی و رنگ	۱۱۵
گلابی رنگ کے کپڑے مرد کو ممنوع ہیں۔	۱۱۶
جو حضور کو بہت ناپسند تھی۔	۱۱۸
حضور کے زمانہ میں باریک پیدا ہوتا تھا	۱۱۹
عورت مرد کا لباس وضع وقطع جدا ہونا چاہیئے۔	″
تیسری فصل	″
تکبر کے طریقہ پر نیچا لباس ممنوع ہے۔	۱۲۰
نماز عمامہ سے ترقی ہوجاتی ہے	۱۲۱
عمامہ فرشتوں کا لباس ہے۔	″
حضور نے باریک کپڑا پہنے دیکھ کر منہ موڑ لیا۔	″
پرانا کپڑا خیرات کردو۔	۱۲۳
باناسوت اور تانا ریشم کا ہو تو جائز ہے۔	۱۲۴
کھاؤ، پیو، خیرات کرو، فضول خرچی نہ کرو۔	۱۲۷
انگوٹھی کا بیان۔	۱۲۸
پہلی فصل	″
انگوٹھی کس چیز کی ہونی جائز ہے۔	″

مضمون	صفحہ
سرکار کی مہر کا واقعہ	۱۲۸
برائی روکنے کے تین طریقے۔	۱۲۹
حضور کی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔	۱۳۰
انگوٹھی کا رنگ کیا اور کس ہاتھ میں پہنے۔	۱۳۱
دوسری فصل	؍؍
ریشم اور سونا مردوں کے لئے حرام ہے۔	۱۳۶
مرد وعورت کے زیور کی تفصیل	۱۳۷
انگوٹھی سوا چار ماشے کی درست ہے۔	؍؍
دس خصلتیں کو حضور ناپسند فرماتے ہیں	۱۳۹
باب۔ جوتے کا بیان۔ پہلی فصل	۱۴۱
جراب پر مسح جائز نہیں۔	۱۴۳
دوسری فصل	؍؍
قبال اور شراک کے معنی۔	۱۴۴
ممنوع کام اگر نبی کریم کریں تو اس کا حکم	؍؍
جوتا اتار کر کہاں رکھنا چاہئے۔	۱۴۵
کالے موزے پہننا جائز ہیں۔	؍؍
کفار کے بنائے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہیں۔	؍؍
باب کنگھی کرنے کا بیان۔ پہلی فصل	۱۴۶
ختنے کا حکم اور کتنے انبیاء ختنہ شدہ پیدا ہوئے	۱۴۷
زیر ناف بال کس طرح صاف کرے۔ اور بحالت جنابت کوئی بال مونڈنا بہتر نہیں۔	؍؍
حجامت کس دن بنانا چاہئے۔ ناخن کس طرح کاٹے	؍؍
لمبی داڑھی بھی گناہ ہے	۱۴۸
کالا خضاب لگانا بالکل منع ہے۔	۱۴۹
موافقت اور مشابہت میں فرق۔	۱۴۹
کفار سے موافقت جائز ہے مشابہت حرام۔	۱۵۰
انگریزی بال رکھنا جائز نہیں۔	۱۵۱
گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔	۱۵۳
دوسری فصل	۱۵۷
سنت زاہدہ کیا چیز ہے۔	؍؍
ریشمی لباس یا زیور پہن کر نماز مکروہ، لوٹانی واجب ہے۔	۱۵۹
حضور کے لباس کا بیان	۱۶۱
حضور کی مانگ شریف کا بیان۔	۱۶۲
کالا خضاب لگانا حرام ہے۔ سب سے پہلے کالا خضاب کس نے لگایا۔	۱۶۴
ازواج مطہرات ہاتھوں میں مہندی نہ لگاتی تھیں کہ حضور کو پسند نہ تھی۔	۱۶۶
چاندی کی انگوٹھی عورت نہ پہنے کہ اس میں مرد کی مشابہت ہے۔	۱۶۹
اثمد سرمہ کی فضیلت اور سرمہ لگانے کا طریقہ	۱۷۹
فصد کھلوانے کی تاریخیں اور دن	۱۸۱
تیسری فصل	۱۸۹
طہارت طیب اور نظافت کا فرق	۱۹۲
کرم وسخاوت کا فرق۔	؍؍
تصویروں کا باب۔ پہلی فصل	۱۹۴
گڑیاں کھیلنے کا حکم۔	؍؍
اللہ رسول بھلا کرے کہنا ثواب ہے۔	۱۹۷
شوقیہ فوٹو کھنچوانا حرام ہے۔	۱۹۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
جس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے وہاں اولیاء اولیاء نہیں آتے۔		صحبت کے وقت کیا پڑھے۔	۲۴۹
	۱۹۹	تیسری فصل	؍؍
مزارات اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں۔	۲۰۰	نبی کریم کے بال سے شفا۔	۲۴۹
جاندار کی تصویر بنانا کیوں حرام ہے۔	۲۰۱	اپریشن کس ڈاکٹر سے کرانا چاہئے۔	۲۵۳
دوسری فصل	۲۰۴	بدھ اور پیر کا فرق۔	۲۵۴
بھنگ چرس حرام ہے	۲۰۶	فال اور بدفالی لینے کا باب۔ پہلی فصل	۲۵۵
تیسری فصل	۲۰۸	فال اور طیرہ میں فرق۔	؍؍
کبوتر بازی ممنوع ہے۔	؍؍	مرض اڑ کر نہیں لگتا۔	۲۵۷
نبی کریم کی طبیعت فرشتوں جیسی ہے۔	۲۱۲	دوسری فصل	۲۵۹
دواؤں اور دعاؤں کی کتاب	؍؍	تیسری فصل	۲۶۹
پہلی فصل	؍؍	کہانت کا بیان۔ پہلی فصل	۲۷۴
گناہ کی دوا کیا ہے۔	۲۱۴	رمل سیکھنا گناہ ہے۔	۲۷۵
بھوک ہڑتال مرض بصورت حرام ہے۔	؍؍	نجومیوں کی بعض باتیں کفر ہیں	۲۷۷
نبی کریم ہر فن میں ماہر ہیں۔	۲۱۷	دوسری فصل	۲۷۸
بیوی کے مہر سے لاعلاج خاوند کا علاج۔	۲۲۷	کاہن اور عراف میں فرق	۲۷۹
صعفہ کے معنی	۲۲۲	تیسری فصل	؍؍
جنات کی نظر انسانوں کو لگ جاتی ہے۔	؍؍	اللہ کی آواز کیسی ہوتی ہے۔	۲۸۰
سر کے درد اور بچے پیدا ہونے کی دعا	۲۲۳	روایت اور رؤیا میں فرق	۲۸۲
مرد کو پیروں میں مہندی لگانا جائز ہے۔	۲۲۹	خواب کا بیان	؍؍
نبی کریم کے بغیر کوئی قانون قابل عمل نہیں۔	۲۳۰	پہلی فصل	۲۸۳
ہپناٹزم حرام ہے۔	۲۳۱	آنکھ سے دیکھنا رویت بھی ہوتا ہے۔	؍؍
انسانی حالات پہ تاریخوں کا اثر ہوتا ہے۔	۲۳۲	خواب کو چھیالیسواں حصہ کیوں فرمایا۔	۲۸۴
زبان کس نے ایجاد کیا	۲۳۸	نبی کریم کو چھیالیس طرح کی وحی آئی	؍؍
نظر بد اور دیگر نظروں کے اثرات	۲۴۱	نبی کریم کو کتنے بزرگوں نے جاگتے ہوئے دیکھا	۲۸۷

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نبی کریم کو دیکھ کر خدا کو دیکھنے کا مطلب	۲۸۷	بعض سنتوں کا ثواب فرضوں سے زیادہ ہے	۳۱۱
حضرت عبداللہ بن عباس کا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم	〃	سلام کرنے کے طریقے۔	۳۲۲
کو دیکھنے کا عجیب واقعہ	۲۹۲	نبی کریم کے دشمنوں پہ سختی کرنا عبادت ہے۔	۳۲۵
بعض خواب کی تعبیریں۔	۲۹۴	دوسری فصل	۳۲۹
یمامہ علاقے کا نام	۲۹	فرض کفایہ اور سنت کفایہ کی تعداد	〃
مدینہ منورہ کو یثرب کہنے والا منافق ہے اور		کافروں کی قومی اور دینی مشابہت مسلمانوں کے لئے	
یثرب کہنے کا کفارہ۔	〃	حرام و کفر ہے۔	۳۳۳
اگر سونا خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر	۲۹۵	سلام کی قسمیں۔	۳۳۹
صدیق اکبر کی خلافت کی بہترین دلیل۔	۲۹۶	کون سے سلام منع ہیں۔	〃
بحر اور صحر میں فرق۔	۲۹۸	تیسری فصل	۳۴۲
دوسری فصل	۳۰۳	نبی کریم کے حکم اور مشورے میں فرق۔	۳۵۰
خواب عالم کے سامنے بیان کرنی چاہیئے۔	۳۰۴	اجازت لینے کا بیان۔ پہلی فصل	۳۵۶
ورقہ بن نوفل کا شجرہ نسب۔	〃	دوسری فصل	۳۵۵
سجدہ تعظیمی حرام ہے۔	۳۰۵	گھر میں جانے کے آداب	۳۵۷
تیسری فصل	۳۰۶	تیسری فصل	〃
متمہ کے معنی	۳۰۷	معانقہ کرنے، گلے لگنے کا باب	۳۵۹
کیا بچے جنتی ہیں۔ اللہ کے بندے بعد وفات بھی سب	۳۰	پہلی فصل	〃
سے خبردار ہوتے ہیں۔	۳۰۹	مصافحہ کے فقہی مسائل	۳۶۰
جھوٹی خواب گھڑنے والا دوزخی ہے۔	۳۱۰	چومنے کی قسمیں۔	۳۶۰
جھوٹے تین قسم کے ہیں۔	〃	دوسری فصل	۳۶۱
چھوٹوں پر شفقت بھی ادب ہے۔	۳۱۱	تعظیم کیلئے غیر خدا کے سامنے جھکنا بھی حرام ہے۔	〃
اچھی باتوں کا بیان	〃	ابوجہل کا نام اور کنیت	۳۶۵
سلام کا باب	〃	منہ سے قدم چومنا جائز ہے۔	۳۶۹
صوفیاء اور علماء کے نزدیک سلام کے معنی۔	〃	تیسری فصل	۳۷۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کھڑے ہونے کا باب - پہلی فصل	۴۷۶	عاصیہ جمیلہ اور برہ کے معنی۔	۵۱۵
دوسری فصل	۴۷۹	عبد کے معنی۔	〃
تیسری فصل	۴۸۰	عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے۔	۵۱۶
بیٹھنے سونے چلنے کا باب - پہلی فصل	۴۸۲	دیوبندی مولویوں کی جہالت	۵۱۷
قعود اور جلوس کا فرق۔	〃	دوسری فصل	۵۱۸
دوسری فصل	۴۸۴	ابو کے معنے باپ کے	
نیند اور سونے کی قسمیں۔	۴۸۶	ابوالاعلی کہنا ناجائز ہے۔	۵۱۹
ضرورت کے وقت ممنوعات بھی درست ہو جاتے ہیں	۴۸۷	قیامت کے دن ماں کے نام سے پکارا جائیگا۔	۵۲۰
تیسری فصل	۴۹۲	قرآن مجید میں کتنی جگہ اللہ و رسول کا نام ملایا گیا۔	۵۲۲
چھینک اور جمائی کا باب	۴۹۵	تیسری فصل	〃
پہلی فصل	〃	نبی کریم کے مشورے اور امر میں فرق۔	۵۲۸
انبیاء کو جمائی اور احتلام کبھی نہیں ہوتا۔	۴۹۸	وعظ و شعر کا بیان - پہلی فصل	۵۳۰
تیسری فصل	۵۰۲	شعر کے معنی اور کون سا شعر اچھا ہے اور کون برا	〃
سنت نہ ہونا اور خلاف سنت میں فرق	〃	دوسری فصل	۵۳۳
باب ضحک - پہلی فصل	۵۰۵	بلاوجہ احادیث و قرآن میں تاویلیں کرنا جرم ہیں	〃
ضحک تبسم اور قہقہہ میں فرق اور حکم۔	〃	خوش خلقی اور خوش آمد میں فرق۔	۵۳۴
دوسری فصل	۵۰۷	بقر کے معنی۔	۵۳۴
تیسری فصل	۵۰۸	پیشہ ور واعظین کی مذمت	〃
ناموں کا باب - پہلی فصل	۵۰۹	بے عملی اور بدعملی کا فرق	۵۳۶
صحابہ کی صفات	〃	صرف و عدل کے معنی	〃
زندگی شریف میں یا محمد کہنا منع تھا۔	۵۱۰	کون سا وعظ سب سے بہتر ہے	۵۳۸
نبی کریم اور دیگر انبیاء کی تقسیم میں فرق	〃	جہالت اور علم کی پہچان۔ تیسری فصل	۵۴۵
فرشتوں کے نام پر نام رکھنا منع ہے۔	۵۱۱	دوست اور دشمن کی قسمیں	۵۴۴
	۵۱۲	عدی کی تعریف اور اونٹ کی خصلت	〃